بنام صبیح رحمانی

مرتب

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

نعت نامے

بنام صبیح رحمانی

نعت نامے

بنام صبیح رحمانی

مرتب

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

ضابطہ

نام کتاب : نعت نامے بنام صبیح رحمانی

مرتب : ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

[Cell No. 03002268075

E-mail: sascom7@yahoo.com]

بارِ اول : رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ/ جولائی ۲۰۱۴ء

صفحات : ۹۳۴

قیمت : ۱۰۰۰ روپے

ناشر : نعت ریسرچ سینٹر

بی۔۳۰۶، بلاک ۱۵، گلستانِ جوہر، کراچی۔

Cell No. 03332457575

E-mail: sabeehrehmani@gmail.com

ISBN: 978-969-8918-25-7

ش ف ی

۸۹۱.۴۳۹۶ نعت نامے بنام صبیح رحمانی / مرتب: ڈاکٹر محمد سہیل شفیق .۔

کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۴ء۔

۹۳۴ص

آئی ایس بی این: 978-969-8918-25-7

۱۔رسالہ۔نعت رنگ (کتابی سلسلہ) ۔ ۲۔خطوط۔

I۔مرتب

انتساب

برادرم **نوید احمد خان** کے نام

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝[۹۶/۱۹]

بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے
پیدا فرمادے گا خدائے مہربان ان کے لیے محبت۔

سہیل

فہرست

نعت نامے : بنام صبیح رحمانی

مکتوب نگاری ایک دلچسپ مشغلہ ہے ایک ایسا مشغلہ جسے اب باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے۔ مرزا غالب کے لفظوں میں یہ مراسلے کو مکالمے بنانے کا ہنر ہے۔ مکاتیب اپنی دلچسپی کے سبب قابلِ مطالعہ (Readable) تو ہوتے ہی ہیں لیکن بعض اوقات اہم معلومات، عارفانہ نکات،اور مختلف فکری و فنی میلانات کے مظہر بھی ہوتے ہیں ان کی اہمیت لکھنے والوں کے علمی و ادبی مرتبے اور طرزِ اظہار کے سبب ہوتی ہے۔ زیرِنظر کتاب میں شامل مکاتیب کی اہمیت اس حوالے سے ہے کہ ان سب کا مرکزی موضوع نعت ہے، اس حوالے سے یہ دنیا کی کسی زبان میں ایک صنف(نعت) اور اس سے وابستہ امور و مسائل کے بارے میں پہلی اہم اور ضخیم تالیف ہے جس میں شامل مکاتیب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ یہ مکاتیب گزشتہ دو عشروں میں بغیر کسی منصوبہ بندی کے فطری انداز میں مختلف اور متنوع افراد اور شخصیات کی طرف سے لکھے گئے ۔ ان مکاتیب کے مخاطب صبیح رحمانی ہیں۔ نعت کے حوالے سے منفرد رسالے 'نعت رنگ' کے مدیر، جو بقول شاعر

ے میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

نعت رنگ کے ذریعے فروغِ نعت کے لیے یہ ارادہ اور آغازِ سفر تنہا صبیح رحمانی کا تھا، منزل -صنفِ نعتِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم کی ہمہ پہلو خدمت تھا بلاشبہ اس ارادے اور آغازِ سفر کے عقب میں کئی دردمندوں کی دعائیں اور مجھ ایسے سہل کوشوں کی تمنائیں تھیں، مگر یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کسی لمبے اور مشکل سفر پر روانہ ہو، مسافر ضد کا پکا ہو اور وہ مضبوط انا اور ارادہ کا مالک ہو اور اپنی آنکھیں اپنی اکلوتی خواہش کے افق پر جمائے ہوئے ہو۔ سفر کا پورا رخت بھی نہ رکھتا ہو مگر اپنے عزم کو ہی رختِ سفر جانتا ہو تو بڑے بوڑھے اسے کچھ نیم دلی سے اور کچھ خوش دلی سے سفر پر روانہ کر دیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی آغازِ سفر''نعت رنگ'' کے تنہا مسافر کا تھا پھر جب یہ سفر آغاز ہوا تو دائیں بائیں ،دور و نزدیک، اپنے وطن اور وطن سے باہر، بزرگ جوان، اہلِ قلم، اہلِ ذوق، شاعر، محقق، ناقد، ریسرچ سکالر، اساتذہ،

معاصر اور بزرگ نعت کار، نعت دوست، ثناء سرشت، مدحت زاد روّیوں کے حامل اہل دل سب اس قافلے میں ملتے گئے اور نعت رنگ کے تنہا مسافر نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اب پورا ایک کارواں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فروغِ خیر کا کام کسی سے بھی لے لے تنقیداتِ نعت کے حوالے سے معاصر ادبی اور تنقیدی میلانات ، رجحانات اور احساسات کی جمع آوری کی جو مثبت ، بِلا تعصب اعلیٰ اور ادبیات عالیہ کے اعلیٰ معیار کے مطابق خدمت صبیح کے حصے میں آئی یہ ایک منفرد کام ہے اس کی مثال ماضی کی ادبی تاریخ اور معاصر ادارتی شخصیات میں نظر نہیں آتی۔

زیرِ نظر ''نعت نامے'' اسی دورانِ سفر کا حال و احوال لیے ہوئے ہیں۔ اس مسافر کواب تک کے طے کردہ مسافت میں جو مشورے، پندو نصائح، سفرِ نعت کے بارے میں تاکید و توجہ اور احتیاط و تجاویز کے حوالے سے جو فرمودات و نگارشات ملیں ان میں سے جو محفوظ رہ گئیں وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ مجموعۂ مکاتیب نعتِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم کے بارے میں ایک ایسے اہم عہدِ ادب کی جھلک لئے ہوئے ہے جو بیسویں صدی کے آخری اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے یعنی دو صدیوں کے درمیانی نعت کے حوالے سے اُن درخشاں سالوں پر محیط ہے۔ جن میں صنفِ نعت اور اس سے متعلقہ موضوعات و مسائل کے حوالے سے رجحان ساز ادبی کام ہُوا، ویسے تو نعت کے حوالے سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں تنقیداتِ نعت اور منتخبات نعت کے حوالے سے کئی کتابیں اور رسائل کے نعت نمبر چھپنا شروع ہو گئے تھے مگر اس صنف جسے بعض ناقدین اور مدیران 'موضوعِ محض' سمجھ کر مسلسل نظر انداز کئے ہوئے تھے اپنے فنی محاسن اور اعلیٰ تخلیقی اقدار کے حامل نمونوں کی موجودگی کے باعث اب اِس طرف متوجہ ہونا شروع ہو گئے تھے ...... ایسا صنفِ نعت کی تخلیق، تنقید، تدوین اور تحقیق میں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ہُوا اور اِن عشروں میں اس صنف نے سال بہ سال اور عشرہ بہ عشرہ اپنے سفر کا ہر قدم جست نما انداز میں طے کیا۔

یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ نعت کی صنف جب کبھی ماضی میں بھی باکمال ہنروروں کے ہاتھوں تخلیقی مراحل سے گزری تو محاسنِ شعری کی اعلیٰ اقدارو روایات سے مزین رہی محسن کاکوری کے نعتیہ قصائد اور مثنویاں ان تمام اعلی صفات ومحاسن سے مملو ہیں جنہیں شعری اسلوب کی جان کہا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے پہلے ربع تک امیر مینائی، مولانا احمد رضا خان، علامہ محمد اقبال جیسے باکمال اور معروف ہنروروں کے ساتھ بیسوؤں اور شاعروں نے بھی صنفِ نعت کے فکری وفنی آفاق وسیع

کئے ۔مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تنقیدِ نعت کے ایک با قاعدہ دبستان کی شکل ''نعت رنگ'' کی صورت میں سامنے آئی جس میں اس صنف کے مختلف پہلوؤں کو زیر مطالعہ لایا گیا۔ معاصر نعت گو شاعروں کے ساتھ ساتھ کلاسیکی نعتیہ روّیوں، کتابوں ، شاعروں اورنعت پاروں کا بھی جائزہ لیا گیا ۔ یوں ''نعت رنگ'' ایک ایسے فورم اور پلیٹ فارم کی شکل اختیار کر گیا جہاں نعت کاروں کو اپنے تنقیدی خیالات و افکار کے با ضابطہ اور مستقل اظہار کی سہولیات میسر ہوئیں۔

زیر نظر کتاب میں شامل نعت نامے بھی 'نعت رنگ' ہی کی عطا ہیں۔ان مکاتیب کے لکھنے والوں میں اہلِ قلم، اساتذہ، نعت نگار، محقق اور دوسرے وہ باذوق دوست احباب اور اہلِ علم شامل ہیں جوشعرو ادب، سیرت ونعت رسولِ اکرمﷺ اور تنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب میں سے کئی ''نعت رنگ'' میں شائع ہو چکے ہیں اور کئی پہلی بار اس کتاب میں اشاعت پذیر ہورہے ہیں۔ ان مکاتیب میں اگر چہ کہیں کہیں مکتوب نگاروں کے صبیح رحمانی سے دوستی اور تعلق کے ذاتی حوالوں کا ذکر بھی ہے مگر ان کا غالب موضوع نعت، تنقیدات نعت کے ادب آداب، امور و مسائل اور اس صنف کے دوسرے پہلوؤں کے مطالعہ سے ہے۔

ان مکاتیب میں جن امور و مسائل کی نشان دہی ہوئی ہے وہ اہم ہی نہیں اردو نعت کے مستقبل کے حوالے سے مکالمے کے وسیع امکانات لئے ہوئے ہیں۔ ہر دور میں جزوی طور پر یا وضاحت کے ساتھ ان نکات پر مزید گفتگو ہوسکتی ہے مکالمہ در مکالمہ ان میں سے کئی مضامین وموضوعات پرتلاش و تحقیق سے مقالے تحریر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مکاتیب میں فطری طور پر بعض ایسے امور در آتے ہیں جن کی گہرائی کا اکثر اوقات کہنے والے کو بھی پتہ نہیں ہوتا، پڑھنے والے کی آنکھ کبھی پہلی بار پڑھتے ہوئے اور کبھی کئی سالوں بعد اس سے کئی کارآمد، مفید مطلب اور مکالمہ خیز مباحث اخذ کر لیتی ہے۔

صبیح رحمانی کے نام لکھے گئے یہ مکاتیب ہماری معاصر نعتیہ تاریخ کے کئی اہم پہلوؤں سے عبارت ہیں۔ اس کتاب میں ان کی جمع آوری ہمارے نعتیہ منظر نامے میں کئی مباحث اورمکالموں کے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔ اِنہیں بہ یک نظر پڑھنے سے نہ صرف قاری کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے اور اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قاری اپنی ذہنی بساط اور اثر پذیری کی صلاحیت کے سبب کسی آتے زمانے میں انہیں پڑھتے ہوئے تخلیقی تجربے کی سعی مکرر سے بھی گزر سکتا ہے۔ سعیٔ تخلیقِ مکرّر (Recreative Effort) کبھی کبھار اِک جبلّی جذبے کی طرح زندہ قاری کے دل و دماغ پر وارد ہوا

کرتی ہے اور وہ برسوں پہلے لکھی ہوئی تحریروں سے بھی بالکل نئے اور تروتازہ مفاہیم اخذ کر لیتا ہے۔

مجھے امید ہے صبیح کے نام لکھے گئے ان مکاتیب کا مطالعہ آج اور آتے سالوں میں بھی تخلیق سرشت اور تحقیق نژاد ذہنوں پر مکالموں کے کئی نئے دَر وا کرے گا۔ یہ کتاب بے شمار اہلِ قلم ، اہلِ ثنا، اہل درد، اہل تنقید، اہل تحقیق اور اہل ذوق حضرات کے محسوسات، مطالعات اور نتائج فکر کو مہمیز کرتی ہے ان مکاتیب میں فروغِ نعت کی مخلصانہ کوششوں کے ساتھ ادبیات کے صالح اور خیر انگیز رویّوں کے فروغ کی خوش نیّتی بھی موجود ہے۔ مجھے امید ہے ان حُب ناموں اور اخلاص نوشت تحریروں سے نعتیہ ادب کے بارے میں سنجیدہ فکری مطالعات سامنے آئیں گے۔امید ہے مستقبل کے نعت کاران اپنے نعتیہ موضوعات، مضامین پر تنقیدی و تحقیقی کام کرتے ہوئے ان مکاتیب کو بھی ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال کریں گے اور ان مکاتیب کے لکھنے والوں کے ذہنی میلانات کا تنوع کئی اہم نعتیہ امور و مسائل پر مباحث کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

مکاتیب میں غیر محسوس طور پر ایک علمی بحث اور تہذیبی مکالمے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر ارادی طور پر مجلسی تنقید کے کئی راستے کھلتے ہیں۔ نعت جو ایسی تنقید کے ابتدائی عشروں میں ہے اُسے اپنے فکری و فنی امکانات کی تلاش میں تسلسل کے ساتھ ایسے مکالموں اور سنجیدہ مباحث کی ضرورت ہے۔جن میں مختلف مذہبی مسالک اور وابستگیوں، ذہنی میلانوں، شعری دبستانوں، لسانی حلقوں اور متنوع لب و لہجہ کے ادب دوست بے تکلفی مگر گفتگو کے ادب و آداب اور اس صنف کے وقار اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے حصہ لیں ...... بات سے بات چلے ...... چراغ سے چراغ جلے اور یوں نعت کے ضمن میں اجتماعی دانش کے ظہور کی صورت گری ہو۔

نعت نامے ''بنام صبیح رحمانی'' کی جمع آوری سے ایسی صورت گری کا ایک رُخ اور قرینہ سامنے آیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں نعت کاروں میں جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ اگر وہ سامنے آئے تو نعت کے باب میں مختلف لوگوں کے ذہنی رجحانات، باہمی رویوں، آپس کے تعلقات اور ذاتی امور و مسائل کے ساتھ نعت، تخلیقِ نعت، تنقیدِ نعت،اشاعتِ نعت، اور تشہیر و فروغِ نعت کے باب میں کی گئی مساعی،نعتیہ تحقیق کے دائرے کو وسیع کرے گی ۔

نعت ناموں کی ترتیب کا جو سلسلہ اس کتاب سے آغاز ہو رہا ہے، ہماری ادبی مکاتیب نگاری میں ایک منفرد اضافہ اور نعت کے ضمن میں ایک خوش آئند اور تازہ روایت کا طلوع ہے۔اگر ہمارے اہل قلم، مدیرانِ رسائل، نعت گو شاعر اور ناقد اپنے ذاتی ریکارڈ میں جمع ایسی مراسلاتی تحریروں کی

جمع آوری کی کوئی سبیل نکالیں یا ہمارے ریسرچ سکالر اُن سے یا اُن کے لواحقین سے رابطہ پیدا کر کے نعت ناموں کی جمع آوری کی اس روایت کو آگے بڑھائیں تو کتنا بڑا علمی سرمایہ ہماری ذاتی فائلوں سے نکل کر تنقید کے رواں اجتماعی دھارے میں آ جائے گا۔مثلاً نعت نامے بنام حفیظ تائب ...... نعت نامے بنام عبد العزیز خالد .... نعت نامے بنام صوفی محمد افضل فقیر....... نعت نامے بنام حافظ لدھیانوی .... نعت نامے بنام ابوالخیر کشفی .... نعت نامے بنام ادیب رائے پوری .... نعت نامے بنام سید رفیع الدین اشفاق .... نعت نامے بنام عاصی کرنالی مرحوم وغیرہ .... اسی طرح نعت نامے بنام راجہ رشید محمود صاحب وغیرہ .... جو یقیناً وقیع اور اہم نعتیہ سرمائے پر مشتمل ہوں گے اسی طرح اگر....... بنام .... کی جگہ .... از .... لگا لیا جائے تو ایسے مراسلات کی جمع آوری بھی ضروری ہے۔نعتیہ خطوط کو یوں مکتوب نگار وار بھی اکٹھا کرنے کی سبیل نکل سکتی ہے۔ جو یقیناً تنقیدِ نعت کے مستقبل کی صورت گری کے لئے نہایت کار آمد ہو گی۔

صبیح رحمانی کی طرف سے نعت ناموں کی تحفیظ کا جو آغاز ہو رہا ہے اِس پر وہ اور اِس کتاب کے مرتب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ڈاکٹر محمد سہیل شفیق ترتیب و تدوین کے کام سے آشنا ہیں۔ انھوں نے ''نعت رنگ'' کا اشاریہ بھی مرتب کیا ہے۔ پہلے ۲۰ شماروں کے مضامین و مقالات، مصنفین، تخلیقات (حمد و نعت) اور دیگر شعبوں کے حوالے سے چھپنے والی تحریروں کی نشاندہی کی ہے۔ مطالعاتِ نعت کے ذیل میں ''نعت رنگ'' کے اس اشاریے کو اہم حوالے کی حیثیت حاصل ہے اور نعت کے ریسرچ اسکالرز مختلف جامعات میں ڈاکٹر سہیل کے اس اشاریے سے استفادہ کررہے ہیں۔

ڈاکٹر سہیل نے شائستگی کے ساتھ ان مکاتیب کو مرتب کیا ہے اور خوش سلیقگی کے ساتھ انہیں اس کتاب میں پیش کیا ہے۔ اس کارکردگی میں ترتیب و پیش کش سے اشاعت تک کے مراحل میں ایک قرینہ موجود ہے جس کے پیچھے سہیل شفیق کی محنت جھلک رہی ہے۔ امید ہے تنقیداتِ نعت سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم نہ صرف اس مجموعۂ مکاتیب کی اشاعت سے خوشی کا اظہار کریں گے بلکہ ان کے مندرجات سے استفادہ بھی کریں گے جو اپنے اندر وسیع تنقیدی نکات و اشارات لیے ہوئے ہیں۔ میں سہیل شفیق کو اس ترتیب پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعت کے ضمن میں مزید توفیقات عطا فرمائے۔(آمین) ان کے لیے ایک رباعی ہے:

ہم کار، خوب آشنا، مہذب کرتا
یہ کام سہیلؔ سا مقرب کرتا

کون اور اس قرینۂ و عقیدت سے یوں
مکتوب صبیح کے مرتب کرتا

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ نعت نامے دراصل 'نعت رنگ' کا فیضان ہیں، اُسی سعی جمیل کا تسلسل جس کا آغاز صبیح رحمانی نے کیا ہے اور جس کی لو کو سربلند رکھنے کے لئے وہ مسلسل کوشش کر رہا ہے۔ یہ نعت نامے اُنھی مباحث اور مکالموں سے عبارت ہیں جن کی جھلک ''نعت رنگ' ' کے ہر شمارے میں نظر آتی ہے۔ ظاہراً یہ خطوط ہیں مگر اپنے تلازماتی بہاؤ میں نعت کے حوالے سے بے شمار موضوعات خیز نکات اور معانی افزا کی حامل ادبی میراث ہے اِنہیں ذرا گہرائی میں جا کر دیکھیں تو اِن کے مندرجات نعت اور نعت نگاروں کے حوالے سے قاموس مثال مواد لئے ہوئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت پر ہجری اور عیسوی دو تاریخیں اور صبیح رحمانی کے لئے اَن نعت ناموں کے حوالے سے ایک رُباعی پر اپنی گزارِشات ختم کر رہا ہوں۔

ہجری تاریخ اشاعت :

ے
ہیں نام ظاہرا ---- بین السطّور میں قاموس
ہیں نعت نامے بنامِ صبیح رحمانی

۱۴۳۵ھ

عیسوی تاریخ اشاعت :

ے
ریاض آئینۂ نعت رنگ کے ہیں عکس
یہ نعت نامے بنام صبیح رحمانی

۲۰۱۴ء

رباعی :

احباب ولا رقم، عقیدت اسلوب
تذکار، حضورؐ کا ہے جن کو مرغوب
حَب دار صبیح سے بہ عنوانِ نعت
مصروفِ کلام ہیں بہ لحنِ مکتوب

ڈاکٹر ریاض مجید

معروضات

خطوط نگاری ایک اہم صنف ادب ہے۔''خط'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی''سطر'' یا ''تحریر'' کے ہیں۔لیکن عربی میں یہ لفظ اصطلاحی طور پر''تحریر'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور مکتوب یا مراسلے کے معنی میں بھی۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:''عربوں کے تصور میں ایجادِتحریر کا بنیادی مقصد علم ومعلومات سے پہلے،محض پیغام رسانی اور جذبات و معاملات کا ابلاغ تھا۔''

مکتوب کا اولین نمونہ اس خط کو کہا جاسکتا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو ارسال کیا تھا۔ یہ خط اپنے پورے متن کے ساتھ بجنسہ لفظ بہ لفظ قرآن مجید[۲۷/ ۳۰۔۳۱] میں موجود ہے۔جس کے مستند و معتبر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

کسی بھی شخص کے خطوط کی روشنی میں اس کی اصل شخصیت کو دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ خطوط سے اس کی جو شخصیت سامنے آتی ہے اصلاً وہی اس کی اصل شخصیت ہوتی ہے۔ان مکاتیب کے بین السطور ہم مکتوب نگار کے اخلاق، مذاق اور برتاؤ کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔خطوط کسی شخص کو سمجھنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اوراس کی شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔درحقیقت خط ایک معتبر ماخذ ہوتا ہے، چاہے دو سطر ہی کا کیوں نہ ہو۔ خط کی تحقیقی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر سید جاوید اقبال لکھتے ہیں:

> ''تحقیقی ماخذات میں یوں تو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ سب ہی مواد اہم ہوتا ہے لیکن خط سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ ماخذ ضائع ہوجائے یا علم میں نہ آسکے اور حوالہ نہ بن سکے تو بات ادھوری رہ جاتی ہے اور تاریخ نامکمل، ادبی تاریخ میں بہت سے فیصلے خطوط کی مدد سے ہوئے ہیں، جو اس کے اہم ہونے کی بڑی دلیل ہے۔''

گزشتہ کئی برسوں میں پاکستان اور ہندوستان کے ادبی رسائل میں خطوط بہ کثرت شائع ہوئے ہیں اور خطوط کے مختلف مجموعے بھی، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اپنے مراسلات کے توسط سے مکتوب نگار بعض اوقات دانستہ یا غیر دانستہ اپنی سوانح عمری کا بہت سا خام مواد مہیا کردیتا ہے۔ جو اس کے سوانح نگاروں کے لیے راست ماخذ کا کام دیتے ہیں۔معاصرین کا تذکرہ کرتے ہوئے بالعموم مکتوب نگار ضابطوں کا لحاظ نہیں رکھتا۔فن پاروں کی ادبی قدر و قیمت کا تعین کرتے وقت اسے تعلقات و نجی معاملات کو مدنظر نہیں رکھنا پڑتا اسی لیے اکثر صورتوں میں بے لاگ تنقید کے اجزا رقعات میں شامل ہوجاتے ہیں۔ غیر جانب دارانہ تنقید کے آثار و نقوش کو بھی خطوط میں دیکھا جاسکتا ہے جو اکثر صورتوں میں تاثراتی تنقید کے زمرے میں آجاتے ہیں۔

نعتیہ ادب کے حوالے سے خطوط کا پہلا مجموعہ ''نعت اور آداب نعت'' کے عنوان سے مولانا کوکب نورانی اوکاڑی کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو انہوں نے صبیح رحمانی کے نام لکھے تھے۔ یہ خطوط ''نعت رنگ'' کے لیے لکھے تھے جو'' نعت رنگ'' میں شائع ہوئے تھے۔جس کے بارے میں ممتاز محقق مشفق خواجہ لکھتے ہیں:

> ''ہمارے یہاں نعت کو محض عقیدے اور عقیدت کے اظہار کا معاملہ سمجھا جاتا ہے جو اپنی جگہ درست ہے لیکن اس کی وجہ سے یہ ہوا کہ ہمیں نعتیہ ادب کے تنقیدی مطالعے میسر نہیں آئے۔ حالیہ برسوں میں کچھ اس طرف توجہ کی جانے لگی ہے اور کچھ ثقہ ادیب اور سنجیدہ نقاد اس موضوع کی طرف آئے ہیں اس کام کا کریڈٹ نعت رنگ کو جاتا ہے۔جس نے اس شعبے میں کام کی ضرورت کو محسوس کیا اور لکھنے والوں کو اس طرف مائل کیا۔مکاتیب کا زیر نظر مجموعہ بھی ایسے ہی مساعئ جمیلہ میں شمار ہوتا ہے۔ گوکہ یہ مجموعۂ مکاتیب ہے لیکن اس میں جو سوالات اٹھائے اور جو مباحث پیش کیے گئے ہیں وہ اپنی نہاد میں نعت کے حوالے سے نقد و نظر ہی کی توسیع کا مزاج رکھتے ہیں۔''

۱۹۹۵ء سے ۲۰۱۴ء تک کی قریباً بیس سالہ مدت میں ''نعت رنگ'' کے چوبیس شماروں کی اشاعت اور ہر آنے والے شمارے کی پچھلے شمارے سے بڑھ کر علمی دنیا میں پذیرائی اخلاصِ نیت و عمل کی دلیل ہے .... روشنیوں کا یہ سفر بحمداللہ جاری و ساری ہے۔اس سفر پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی لکھتے ہیں:

''نعت کا رنگ، ہر رنگ سے زیادہ کھلتا ہوا، گہرا، پائیدار اور درخشندہ ہے۔ یہ

صبغۃ للہ (خدائی رنگ) ہے۔ اس سے بہتر، سدا بہار اور بہتر رنگ کون سا ہوسکتا ہے؟''

آج ''نعت رنگ'' علمی و ادبی دنیا میں جس مقامِ بلند پر ہے، ایک طویل پس منظر رکھتا ہے، اس پس منظر سے آگاہی،'' نعت رنگ'' کی تاریخ سے واقفیت، ان مشکلات اور دشواریوں کے احساس کے لیے، جن سے گزر کرایک کتابی سلسلے نے ''ادبی تحریک'' کی صورت اختیار کی۔علم و ادب کے شائقین اور محققینِ نعت کے لیے ''نعت رنگ'' کی اس تحریک کی منازل سے بخوبی واقفیت و آگہی کے لیے مدیر ''نعت رنگ'' کو لکھے گئے ان خطوط کا اولاً انتخاب اور ثانیاً انھیں مرتب کیا جانا ضروری تھا۔ یہ خطوط درحقیقت ''نعت رنگ'' کی تاریخ بلکہ اس سے بڑھ کر اردو نعت کا عصری منظر نامہ ہیں جس کے آئینے میں نعت اور نعت کاروں بالخصوص تنقیدِ نعت کے کئی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ان خطوط کے مرتب کرنے کا ایک محرک وہ باہمی مراسلت ہے جو ایک نعت کار اور دنیائے علم و ادب کے اہم ترین لوگوں کے درمیان ہوئی، کہ کس طرح ایک نعت کار نے دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود اہلِ علم سے اپنے روابط استوار کیے،نعت کی جانب انھیں نہ صرف متوجہ کیا بلکہ اپنا حصہ شامل کرنے پر اکسایا۔علم و ادب کے طالب علموں کے لیے بالخصوص محققین اور ناقدینِ نعت کے لیے یہ مراسلت غور وفکر اورعمل کے کئی گوشوں کو وا کرتی ہے۔اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے شبنم رومانی لکھتے ہیں:

> ''نعت کے سیاق و سباق پر گفتگو، نعت کے سفر کی نشان دہی، اس کی صنفی اہمیت پر تنقیدی مضامین، اورنعت گوشعراء کی بے احتیاطیوں پر گرفت، یہ سب کچھ نعت رنگ میں یکجا ہے۔''

''نعت رنگ'' کا ایک بڑا کارنامہ ہندوستان کے نعت گوشعراء کو متعارف کروانے کا تاریخ ساز کام ہے۔'' نعت رنگ'' کی اس تحریک کا پاک و ہند کے سربر آوردہ افراد کے علاوہ یورپ، امریکا ، کینیڈا اورعرب ممالک کے بے شمار اردو داں قاری حصہ ہیں۔''نعت رنگ'' نے ایک ایسی فضا تیار کردی جس نے ہر نعت کار کو اس تحریک میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے پر مستعد کردیا۔ ہندوستان کے ممتاز شاعر وادیب اور نقاد ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط لکھتے ہیں:

> ''نعت رسول ﷺ پر فی الحال بین الاقوامی سطح پر جتنا کام ہورہا ہے، اس میں بڑا حصہ (تحقیق وتنقید نعت میں) پاکستان کی طرف جاتا ہے اور وہاں بھی

نمایاں کام آپ کا دکھائی دیتا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ''نعت رنگ'' کو دیکھنے کے بعد نعتیہ ادب پر لکھنے کی جتنی تحریک مجھے ملی ہے اور دوسرے رسائل سے نہیں ملی۔''

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ'' نعت رنگ'' محض ایک کتابی سلسلہ نہیں ہے بلکہ نعتیہ ادب کی ایک ایسی تحریک کا نام ہے جس نے نعتیہ تنقید کو فروغ دیا (نعت رنگ کا پہلا شمارہ ہی ''تنقید نمبر'' تھا) اور بقول شفقت رضوی:

''اس نے پڑھے لکھے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا کیا جو نعتیہ کلام پڑھ کر صرف جھومتا نہیں ہے بلکہ عقیدت کی آنکھیں بچھاتے ہوئے، دل میں محبت رسول ﷺ کے لیے دریچے وا کرتے ہوئے پاسبانِ عقل کو جاگنے جانچنے کے لیے معمور کرتا ہے۔''

معروف مورخ اور سیرت نگار شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں :

''نعت رنگ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ کام جہاں صنفِ نعت کے علیحدہ تشخص کو مستحکم کرنے کی تحریک ہے وہیں آدابِ نعت کو اجاگر کرنے والا ''ضابطۂ عقیدت'' بھی ہے۔ بعض نعت گو شعراء کے بے احتیاط روّیوں ، بیان میں غلو، نبوت و الوہیت کی نزاکتوں سے بے خبری کی نشان دہی اور آداب کو ملحوظ رکھنے کی تربیت کے لیے نعت رنگ نے بحث و مباحثے کے دروازے کھولے اور تنقید کی کسوٹی کو متعارف کیا۔ دبستانِ نعت کے شعراء کی تربیت بہت بڑا مثبت قدم ہے''۔

صبیح رحمانی کا ایک اہم کارنامہ ۲۰۰۲ء میں نعت ریسرچ سینٹر کا قیام ہے جس نے نعتیہ ادب کے طالب علموں نیز اساتذہ کو بھی ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کردیا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد نعت شناسی اور نعت فہمی کے بڑھتے ہوئے شعور اور ذوق کو تعلیمی اداروں اور جامعات تک وسعت دینا تھا۔ جس کے نتیجے میں انفرادی سطح پر ٹھوس علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مختلف جامعات میں ایم۔ اے۔ کی سطح سے لے کر پی ایچ۔ ڈی۔ کی سطح تک کئی اہم مقالے سامنے آئے جیسا کہ :

اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر/ ڈاکٹر عاصی کرنالی

اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ / ڈاکٹر عزیز احسن

اردو نعت پاکستان میں / ڈاکٹر شہزاد احمد

ہماری ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر/ڈاکٹر محمد طاہر قریشی

مزید برآں مختصر عرصے میں نعت ریسرچ سینٹر نے ۴۰ سے زائد اہم کتابیں شائع کر کے نعت کے تخلیقی، تحقیقی اور انتقادی سرمائے میں قابل قدر اضافہ کیا جن میں سے چند یہ ہیں:

نعت اور تنقید نعت / ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ/پروفیسر شفقت رضوی

نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش/ پروفیسر محمد اکرم رضا

پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر / ڈاکٹر عزیز احسن

اشاریۂ نعت رنگ (شمارہ ۱ تا ۲۰) / ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

فہرست کتب خانۂ نعت ریسرچ سینٹر / ڈاکٹر محمد طاہر قریشی

فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ/ ڈاکٹر افضال احمد انور

نعت ریسرچ سینٹر کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے لیے دیگر ممالک میں بھی اس کی شاخوں کے قیام کی کوششیں جاری ہیں اور اب تک ان کوششوں کے نتیجے میں ''نعت ریسرچ سینٹر'' بھارت اور ''نعت ریسرچ سینٹر'' یو۔کے۔ کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

ڈاکٹر انوار احمد زئی رقم طراز ہیں:

> ''مانا کہ اب سے پہلے نعت کے حوالے سے جریدے اور شمارے اپنے اپنے انداز میں اشاعتوں کے سنگھاسن پر استحسان کی ترازو میں معیار کا حوالہ بنتے رہے ہیں، مگر نعت کی تشکیل کے ساتھ اسے ادبی نقدونظر میں گزارنے کی قابلِ قدر کاوش، نعت پر تحقیق کرنے والوں کی مدد اور معاونت، نعت کے تعلق سے منعقد ہونے والی محافل، جامعات میں نعت چیئرز کے قیام کی کوشش، فنِ نعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ پیمانوں کا تعین، نعت گو شعراء کرام کی بہبود کا سامان، نعت پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے متعلقہ موضوع پر مواد کی فراہمی کا التزام، نعت کے حوالے سے دنیا بھر میں ہونے والے کام کے درمیان ربط وارتباط کا اہتمام اور مشرق و مغرب میں اقلیم نعت اور نعت ریسرچ سینٹرز ٹرسٹ کے قیام کا عملی اقدام ... ایسی جہتیں ہیں جو نعت رنگ ہی سے عبارت ہیں''۔

اور یہ سب کیوں کر ، کیسے اور کس طرح ممکن ہوا، اس سفر کی داستان ان خطوط میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب اس تحریک کا ذکر ہو تو بقول انوار احمد زئی مقطع میں سخن گسترانہ بات آ ہی پڑتی ہے اور نعت رنگ کے ساتھ اسی رنگ میں رنگ جانے والے اس خوش نصیب کا نام آ ہی جاتا ہے جو نعت گو بھی، نعت خواں بھی، ادیب و ناقد بھی، پارکھ اور گوہر شناس بھی، مدیر و ناشر بھی اور فکرمند اور دردمند قسم کا دانش مند بھی....... یعنی صبیح الدین صبیح رحمانی۔

ان خطوط سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کس طرح صبیح رحمانی نے اہل علم وقلم کو نعتیہ ادب پر قلم اٹھانے پر اکسایا۔ ایک طرف صبیح رحمانی نعت ریسرچ سینٹر سے تسلسل کے ساتھ نعتیہ ادب پر کتابیں شائع کرتے رہے اور دنیا کے طول و عرض میں نامور اہل علم وقلم کو بھیج بھیج کر پہلے ان کے مطالعے اور پھر قلم اٹھانے پر مجبور کرتے رہے۔ وہ محض ان لوگوں سے رابطے میں نہیں رہے جن کا شعبہ ہی نعت کی خدمت تھا بلکہ ایسے لوگوں سے بھی روابط استوار کیے جن کی وجہ شہرت نعت نہیں تھی۔ ایسے لوگوں کو نعت کی طرف مائل کرنا، نعتیہ تنقید میں اپنا کردار ادا کرنے پر آمادہ کرنا صبیح رحمانی کا اصل کارنامہ ہے۔

گویا صبیح رحمانی کی خدمات کثیرالجہت ہیں۔ انھوں نے نہ صرف نعتیہ ادب کو فروغ اور وسعت دی بلکہ ان کے زیرسایہ اور ان کی ترغیب و تحریک کی بدولت متعدد نعت نگار سامنے آئے جنھوں نے فروغ نعت کے سلسلے میں شاندار خدمات پیش کیں اور قابلِ قدر کام کیا۔ صبیح رحمانی نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا کے حوالے سے محض فردِ واحد نہیں، اپنی ذات میں انجمن ہیں۔ شفقت رضوی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ:

> صبیح رحمانی نے نامور اور معتبر اہل علم وقلم کو اس تحریک سے منسلک کرکے ان کے ذریعے افکار کی رنگا رنگی کے ساتھ نقد ونظر کے نئے زاویوں، نعتیہ شاعری کی پاکیزہ جاندار جہتوں کو روشناس کروایا۔"

"نعت رنگ" کے تعلق سے صبیح رحمانی کو لکھے گئے خطوط کی اہمیت و افادیت کا احساس خود مکتوب نگاران کو بھی رہا جس کا ذکر ان خطوط میں کئی جگہ موجود ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس حوالے سے کچھ اقتباسات قارئین کی نذر کر دیے جائیں:

پروفیسر شفقت رضوی:

''نعت رنگ کی ایک اہم خوبی اس میں جگہ پانے والے خطوط ہیں۔ ان کی نوعیت وہ نہیں جو دیگر رسائل میں شائع ہونے والے تعریفی خطوط کی ہوتی ہے۔ ..... یہاں کیفیت یہ نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو نہ ہونے کے برابر.... جس نے بھی خط لکھا ہے اس نے مضامین پر تبصرہ کیا ہے۔ کلام پر اظہارِ پسندیدگی کیا ہے۔ زیادہ تر وہ خطوط چھپے ہیں جو کسی بھی مضمون کے حوالے سے مباحث کا دائرہ وا کرتے ہیں یا جاری مباحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔ بعض حضرات نے یہ وتیرہ اپنایا ہے۔ مضامین نہیں لکھتے، خطوط لکھتے ہیں۔ ان میں نت نئے علمی، ادبی، شرعی،لسانی مباحث چھیڑتے ، خود اپنا مدعا بیان کرتے اور دوسروں کو اظہار کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ جدت پسندی موضوع زیر بحث کے لیے مقالۂ نقد کا کام کرتی ہے اگر چہ اس میں چھیڑ چھاڑ کا پہلو موجود ہوتا ہے۔ ایسے خطوط توجہ حاصل کرتے، فکر کو مہمیز کرتے، سوچنے کی عادت ڈالتے اور جواب کے حصول کی تمنا میں جان ڈالتے ہیں۔ ایک سوالیہ نشان کو حصولِ علم کی ابتدا بنانے کا نیا رویہ ''نعت رنگ'' کے لکھنے والوں کی ایجاد ہے۔ یہ ان کی بیدار مغزی کی علامت ہے۔ یہی خطوط احتساب کی عدالت ہیں۔ یہیں مقدمے پیش ہوتے اور یہیں بغیر تاخیر فیصلے ہوتے ہیں۔''

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی:

''آپ نے ایسے ایسے لوگ اپنے حلقۂ تحریر میں جمع کردیے ہیں۔ یہ آپ کا حسنِ انتخاب ہے۔ میں نے آپ کے دوسرے مضامین نگاروں کی تحریروں کو بھی پسند کیا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است! آپ کے بعض اہلِ قلم نہایت لطیف انداز میں نعت نویسوں، نعت خوانوں اور نعت کے مجموعے شائع کرنے والوں پر تنقید کر جاتے ہیں۔ یہ ایک اچھا انداز ہے۔ ورنہ آج ''سب اچھا ہے'' کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اور ایک ''انجمن ستائش باہمی'' قائم ہوگئی ہے۔''

پروفیسر قیصر نجفی:

''نعت رنگ'' کے خطوط بھی ایک منفرد معیار قائم کرتے ہوئے محسوس ہوتے

ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' میں چھپنے والے خطوط علمیت و ادبیت کی جس بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہیں، اسے دیکھنے کے لیے ایک دن دستار سنبھالنا پڑے گی۔ ان خطوط میں بظاہر ''نعت رنگ'' کے مندرجات پر گفتگو ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ ادبیات، مذہبیات، عمرانیات، بشریات، تاریخ، تہذیب وتمدن، ثقافت غرض اتنے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں کہ قاری ورطہ حیرت میں پڑجاتا ہے۔ بعض خطوط تو مقالات کی ذیل میں آتے ہیں۔ جن کی قرأت وتفہیم دیدۂ بینا اور ذہن رسا کے بغیر محال ہے۔''

ڈاکٹر عزیز احسن:

''نعت رنگ میں شائع ہونے والے خطوط کے حوالے سے ادبی معرکوں کی ایک الگ تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔''

ڈاکٹر شبیر احمد قادری:

'' خطوط کا حصہ تو اچھا خاصا 'ہائیڈ پارک' بن چکا ہے۔ اس میں کسی خاص موضوع کے حق اور مخالفت میں دونوں آرا موجود ہوتی ہیں، ایک عمل کا ردّ عمل اگلے شمارے میں سامنے آجاتا ہے۔ جواب آں غزل تو خیر کمال دلچسپی لیے ہوئے ہے۔''

نعتیہ تنقید کے ضمن میں مکتوب نگاروں نے جہاں ''نعت رنگ'' کے کردار کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا اور اس ضمن میں ہونے والی کوششوں کو سراہا گیا وہیں اس حوالے سے ''نعت رنگ'' کو تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جیسا کہ مشرف حسین انجم لکھتے ہیں:

''اپنی کتابوں پر تبصرہ پڑھا، بے حد افسوس ہوا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ تبصرہ شائع ہی نہ کرتے۔ تنقید برائے تنقید کے جس راستے پر آپ لوگ چل پڑے ہیں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ روش آپ لوگوں کو کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ ان شاء اللہ۔ ظلم یہ ہے کہ آپ لوگ تنقید بزرگ شعرا پر بھی کررہے ہیں جو میں نے نعت رنگ کے شماروں میں اکثر بزرگوں کی تخلیقات پر عزیز احسن وغیرہ کی فضول قسم کی تنقید پڑھی ہے جو کہ ذہن کی آلودگی کی

نشاندہی کرتی ہے۔ جو شخص خود کچھ نہیں کرسکتا وہ دوسروں پر تنقید کرنا شروع
کردیتا ہے۔تنقید بہت آسان ہوتی ہے ہر شخص دوسرے پر تنقید کرسکتا ہے لیکن
تخلیقی عمل بہت مشکل مراحل سے گزر کر مکمل ہوتا ہے۔ جائز تنقید تو برداشت
کی جاسکتی ہے لیکن آپ لوگوں نے تو تنقید کو اپنا وطیرۂ حیات بنا رکھا ہے جو کہ
ناقابلِ برداشت ہے۔ میں آپ کے ’’نعت رنگ‘‘ کا بائیکاٹ کرتا ہوں۔‘‘

ڈاکٹر تحسین فراقی کے مطابق:

’’مکتوب نگار کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو اس کے صرف ایسے ہی مکاتب شائع
ہونے چاہییں جن میں کسی علمی، ادبی، شخصی، تاریخی، نفسیاتی، روحانی، فکری،
سماجی یا تہذیبی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہو۔‘‘

’’نعت نامے‘‘ کے لیے صبیح رحمانی کو لکھے گئے گیارہ سو سے زائد خطوط میں سے ۱۸۵ مکتوب نگاروں کے مجموعی طور پر ۵۱۲ خطوط کا انتخاب کیا گیا ہے۔اس ترتیب و انتخاب میں ایسے مکاتیب کو ترجیحاً پیش نظر رکھا گیا ہے جو علمی ، ادبی ، تحقیقی، تنقیدی نکات پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف نعت کاروں سے صبیح رحمانی کے ذاتی مراسم اور محبتوں کو نمایاں کرتے ہیں مگر ان خطوط میں بھی نعت ، نعت نگاروں اور نعت پر ہونے والے کاموں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

خطوط میں ذکر کردہ نعتیہ مقالات اور کتابوں کا حتی المقدور مکمل حوالہ ہر خط کے ذیل میں دے دیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں مکتوب نگاران اور خطوط میں ذکر کردہ شخصیات کے مختصر کوائف (تاریخ پیدائش و وفات، علمی وا دبی حیثیت، تصنیفات و تالیفات اور اعزازات کا ذکر) بھی خطوط کے ذیل میں کردیا گیا ہے۔اس سلسلے میں مرتب نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کی فہرست کتابیات میں دیکھی جاسکتی ہے۔

خطوط کے متن میں چند ایک مقامات پر وضاحت کے لیے ایک لفظ کا اضافہ کرنا پڑا ہے ۔ اس لفظ کو چوکور خطوط وحدانی میں (یعنی [ ] کے درمیان) لکھا گیا ہے تا کہ اصل متن سے الگ رہے۔ آخر میں مکتوب نگاران اور صرف ان شخصیات کا اشاریہ دیا گیا ہے جن کے مختصر کوائف خطوط کے ذیل میں دیے گئے ہیں۔خطوط میں ذکر کردہ کتابوں اور مقالات کا اشاریہ مرتب نہیں کیا گیا ہے البتہ اس ضمن میں ’’فہرست کتب نعت ریسرچ سینٹر‘‘ اور ’’اشاریۂ نعت رنگ‘‘ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ خطوط نہ صرف پڑھنے کے لائق ہیں جو ذہن کے دریچوں کو وا کرتے، دعوت فکر دیتے اور معلومات میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ یہ خطوط اس اعتبار سے بھی لائق توجہ و التفات ہیں کہ یہ نعتیہ ادب کے حوالے سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف دنیا بھر کے نعت کاروں سے تعارف حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کے کاموں کی تفصیل بھی سامنے آتی ہے ۔ صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ذریعے نعت کی دنیا کو سمیٹ کر ایک ایسی محفل بنادیا تھا جہاں ہر آنے والے نے اپنا اور اپنے کاموں کا تعارف بھی کروایا اور دوسروں کے کاموں پر رائے بھی دی اور ساتھ ہی ساتھ ان خطوط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نعتیہ ادب کے فروغ کو ایک تحریک دینے کے لیے صبیح رحمانی نے جن خطوط پر کام کیا ان کو کتنی پزیرائی اور تعاون حاصل ہوا اور ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ سے کتنے اہم مقالات اور کتب منظر عام پر آئیں۔ لہٰذا بجا طور پر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ تاریخ ادب کے حوالے سے بھی یہ ایک مفید اور بامعنی عمل ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا صد شکر و احسان کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے و طفیل نعتیہ ادب کی اس ادنیٰ سی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ خادمین نعت کی آخری صفوں میں اگرچہ سب سے آخر میں ہی راقم کا شمار ممکن ہوسکے گا۔ لیکن یہ اعزاز بھی کچھ کم نہیں۔

میں ان تمام دوست احباب کا شکر گزار ہوں جن کا ہر ممکن تعاون اور پر خلوص دعائیں میرے شامل حال رہیں بالخصوص ڈاکٹر داؤد عثمانی، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی، سید معراج جامیؔ، محمد زبیر و امان اللہ صدیقی (بیدلؔ لائبریری)، محمد فیصل کمال، فائزہ فیصل، صبا عدنان اور ثناء سہیل میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ فجزاھم الله احسن الجزاء۔

وما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب

محمد سہیل شفیق

کراچی

جولائی ۲۰۱۴ء

ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم (دبئی)

۲۵۔ دسمبر ۲۰۰۸ء

مکرم ومحترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بجواب آپ کی ای میل مورخہ ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۸ء مندرجہ ذیل کتب کا ہدیہ آپ کی مجوزہ نعتیہ لائبریری کے لیے پیش خدمت ہے۔ شاید کسی کے ذوقِ مطالعہ کا سامان بہم ہو سکے۔ یہ اُن چار کتب[۱] کے علاوہ ہیں جو آپ کے پاس دست یاب ہیں۔

۱۔ حمد باری تعالیٰ[۲] حمد و ثنا اور مناجات کا مجموعہ

۲۔ زبورِ نعت[۳] مجموعۂ نعت (مع حلیمہ کی لوری)

۳۔ سرودِ نعت[۴] جو زیادہ تر میرے نعتیہ پیش لفظوں کے مجموعوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ زمزمۂ درود[۵] سلام و درود

۵۔ زبورِ خیال[۶] ملّی، قومی اور تاریخی مضامین وغیرہ

۶۔ واگاں میں وَل موڑ (پنجابی)[۷] حمد ونعت اور تخلیق کائنات کے موضوع

۷۔ کلاسیکی روایت دا نمائندہ شاعر[۸] ابوالامتیاز ع س مسلم۔ واگاں میں ول موڑ پر پنجابی اہلِ علم کے مقالات

۸۔ شاعرِ لوحِ شیشۂ دل، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، جو اُن مضامین پر مشتمل ہے جو اہلِ علم نے میری نعتوں یا دوسری شاعری کے مجموعوں پر تحریر کیے۔

۹۔ جہت ساز تخلیقی شخصیت۔ ابوالامتیاز ع س مسلم۔[۹] ڈاکٹر طاہر تونسوی

۱۰۔ کوزہ گر جہانِ فن[۱۰] (مرتبہ: پروفیسر آفاق صدیقی/رؤف نیازی) اہلِ علم کے مضامین میرے نعتیہ مجموعوں اور بعض دوسری کتابوں پر تحریر کیے۔

اُمید ہے اس سے آپ کی ضرورت کافی حد تک پوری ہو جائے گی۔ کچھ مقالات جن کا ذکر آپ نے کیا تھا وہ ان کتابوں میں مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ذہن میں کوئی اور بات ہو تو بندہ حاضر ہے۔

مخلص

ابوالامتیاز۔ع۔س۔مسلم

☆ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم (پ:۱۹۲۲ء)، شاعر، ادیب، محقق، کم وبیش چالیس کتابوں کے مصنف، ''رحمت وقف''، ''رحمت ہسپتال'' اور''سوسائٹی برائے ذہنی پسماندگان'' کے بانی۔

ا۔''کاروانِ حرم'' (۱۹۹۱ء)،''اللہ و رسول ﷺ'' (۱۹۹۳ء)،''زمزمۂ سلام'' (۱۹۹۳ء)،''کعبہ و طیبہ'' (۱۹۹۳ء)

۲۔ ۲۰۰۷ء، لاہور: مقبول اکیڈمی، بار اول، ۲۸۰ص

۳۔ ۲۰۰۸ء، لاہور: مقبول اکیڈمی، بار اول، ۳۶۸ص

۴۔۲۰۰۰ء، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۷۵ص

۵۔ ۲۰۰۷ء، لاہور: مقبول اکیڈمی، بار اول، ۲۱۶ص

۶۔۲۰۰۶ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۲۱۲ص

۷۔ ۲۰۰۹ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۳۵۲ص

۸۔ ریاض مجید/ انعام الحق جاوید/ امجد علی بھٹی، ۲۰۰۹ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۸۶۳ص

۹۔۲۰۰۳ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۱۴۲ص

۱۰۔۲۰۰۳ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۴۳۹ص

ابوالخیر کشفی، سیّد محمد، ڈاکٹر (کراچی)

عزیزم اور میرے مخدوم! سلام ورحمت، دعائے خیر وبرکت

میرے مخدوم پر چونکو نہیں۔ جن نگاہوں نے گنبد خضری کا جلوہ دیکھا ہو، کعبہ شریف کے جلوؤں سے منور ہوئی ہوں۔ جس شخص کو قدمین ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو کہ اس شخص کا وجود غبار نور بن گیا ہو وہ یقیناً میرا مخدوم ہے۔

تمھاری دوادائیں مجھے بے حد عزیز ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے سامنے کبھی میری تعریف نہیں کی، بلکہ اپنے عمل سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔''نعت رنگ'' کے انتساب میں مجھے شریک کرکے مجھے ایسی عزت دی کہ اس سے بڑھ کر کسی عزت کا تصور میرے ذہن میں نہیں آ سکتا۔دوسری بات یہ کہ تم لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کی کوشش کرتے ہو اور حقیقی یا وہمی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔تمھاری اس ادا سے ایک مرحوم دوست اور بے حد اچھے شاعر راشد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے (جنھیں اسمگلروں نے میرٹھ میں ٹرک سے کچل کر شہید کردیا تھا) جن دوستوں میں بدگمانیاں ہوتی وہ ان کے پاس جا کر بتاتے کہ ان کا خیالی، یا حقیقی مخالف ان کے کن محاسن کی تعریف کرتا ہے۔

''نعت رنگ'' کا اجرا مبارک ہو۔ دعا ہے تو یہی ہے کہ یہ کتابی سلسلہ جاری رہے، بلکہ

مناسب ہوگا کہ سہ ماہی کا ڈکلریشن لے لو۔ اگرچہ نعت سے متعلق کئی اور رسالے چھپ رہے ہیں لیکن میری دانست میں نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں پر غوروفکراب ''نعت رنگ'' کے وسیلے سے شروع ہورہا ہے۔ نعت پر جو کتابیں ہیں انھیں بھی تذکرہ شعرائے نعت کہنا چاہیے۔''نعت رنگ'' میں تحقیق اور تنقید دونوں کے درمیان توازن ہے۔ حضرت عاصی کرنالی، جناب رشیدوارثی اور جناب عزیزاحسن کے مضامین خوب ہیں عزیزاحسن صاحب نے جن شعراء کے اشعار پر گرفت کی ہے ان کے اچھے اشعار کے ذریعہ بھی اپنا نقطہ نظر واضح کیا ہے۔

اس سے مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ محبت اور بغض اللہ کے لیے ہو۔ اور پھر مسئلہ تو سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدابِ ثنا کا ہے۔ یہاں کسی شخصی اونچ نیچ کی کیا گنجائش۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں وسعت پیدا فرمائے اور یہ بات ہماری سمجھ میں آسکے۔

ہرچیز کا معیار اور پیمانہ حضرت سرورِ کائنات فداہ ابی وامی کی ذات گرامی ہے۔ سند ہیں تو وہی امید ہے ہر شمارہ پہلے شمارے سے بہتر ہوگا امید کیا یقین ہے کیوں کہ یہ کاوش اس ذاتِ اکمل و اطہر سے متعلق ہے جو تکمیل کا معیار ہے۔

تم کو نہ جانے کیوں یہ خیال آیا کہ میرے اور بھائی حنیف اسعدی کے درمیان کچھ معاملات ''من وتو'' ہیں۔ اس سلسلہ میں مرحوم ڈاکٹر تاثیر کا یہ شعر سنو۔ مزے کا شعر ہے:

مزاج ایک، نظر ایک، دل بھی ایک سہی
معاملاتِ مَن و تو نکل ہی آتے ہیں

لیکن ادب میں ایسے معاملات تازہ ہوا کے جھونکوں کی طرح ہوتے ہیں، اور اکثر صداقت دوانتہاؤں کے درمیان ہوتی ہے۔ مگر حنیف بھائی سے تو کبھی ایسی گفتگو نہیں ہوئی جس میں اختلاف کی بات ہو۔ ہم جب کبھی ملے ہیں تو ماضی کی باتیں ہوتی تھیں، ان دودوستوں کو یاد کرتے جواب یاد بن کررہ گئے ہیں۔ حنیف بھائی شعر سناتے ہیں اور میں سنتا ہوں۔

عزیزم! معلوم نہیں کہ حنیف بھائی نے کبھی تمھیں بتایا یا نہیں کہ ہم اس صدی کی پانچویں دہائی کے آغاز سے ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست ہیں۔ اب مدتوں ملاقات نہیں ہوتی مگر نہ وہ مجھ سے بے خبر رہتے ہیں اور نہ میں ان سے بلکہ آج بھی خواب میں خیال کو ایک دوسرے سے معاملہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی میں نے انھیں خواب میں ایسی محفلوں میں نعت سرا دیکھا ہے جن کے باب میں میں اخفا کا قائل ہوں اور حنیف بھائی نے اپنے ایک خواب میں مجھے جس بلندی پر دیکھا اس کا میری زندگی اور

میرے کوائف سے اتنا تعلق نہیں جتنا ان کے صفائے قلب سے ہے۔ اپنے ایک گرامی نامہ میں انھوں نے وہ خواب قلم بند کر کے مجھے سرفراز فرمایا اور میں نے وہ خط دوبار سے زیادہ نہیں پڑھا کہ میں اپنے نفس سے خائف رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ مجھے ان کے گمان اور دید کے مطابق بنادے۔

ویسے میں حنیف بھائی اور اپنے آپ سے شرمندہ ہوں کہ ذکر خیرالا نام ﷺ پر ان کی نعت گوئی کے بارے میں اب تک تفصیل سے نہیں لکھ سکا۔ اس باب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول ہی میرے لیے سچے عذر کا درجہ رکھتا ہے کہ:

''میں نے اپنے رب کو اپنے اردوں کی شکست سے پہچانا ہے''

حنیف اسعدی بلاشبہ ہمارے عہد کے نہایت ممتاز نعت گو ہیں غزل میں انھوں نے قائم رہنے والے نقش بنائے ہیں مگر یہ نقش گری ان کی نعت کا دیباچہ ہے۔ حنیف بھائی کی غزل میں بھی نعت کی کیفیت اکثر ابھرآتی ہے اور یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہ دوئی کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ قرآن حکیم نے اسلام کے بارے میں اہل ایمان سے کہا ہے کہ ''اسلام میں پورے'' داخل ہوجاؤ۔ حنیف بھائی کی نعت ان کی پوری ذات کا اظہار ہے۔ شاعری اور نعت گوئی سے قطع نظر ان کے نفس اور ذات کی خوشبو میں بھی نعت کے کتنے ہی پہلو ہیں اس سلسلہ میں (میں حفیظ تائبؔ کا بھی نام لینا چاہتا ہوں) جب آدمی کی خاموشی ثنا اور مدحت بن جائے تو پھر اسے اور اسکے چاہنے والوں کو اور کیا چاہیے ان کے کتنے ہی شعر اور مصرعے بہت سے پڑھنے والوں کی طرح میرے ذہن کا حصّہ بن چکے ہیں۔

اپنے ہر جرم پہ محسوس ہوا
آپؐ نے دیکھ لیا ہو جیسے

اور بظاہر یہ سیدھا سادا مگر نہایت بلیغ مصرع

نام ایسا کہ ثنا ہو جیسے

جس آدمی نے اسم محمد ﷺ کو یوں جان لیا ہو، نعت کا کون سا مرحلہ ہے جو اس کے لیے مشکل ہوگا ان کی نعت گوئی تو معرفت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مسلسل سفر ہے اور میرے عزیز! تم تو جانتے ہو کہ یہ سفر کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ دنیا کی ہر زبان کے سارے محترم لفظ، اظہار اور امکانات سرکار انسانیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلق کیے گئے ہیں۔ حنیف بھائی نے طبع موزوں، سلگتے ہوئے دل اور چشم نم کو وسیلہ نعت بنادیا ہے اور ان کی ہر کاوش کے پیچھے وہ اشارہ موجود

ہے جو ہر بڑی انسانی کاوش کی تحریک بنتا ہے۔

اس طرف کا اگر اشارہ نہ ہو
طبع موزوں بہم نہیں ہوتی

کہنے والے نے سچ کہا ہے کہ لفظوں کے معانی لغت میں نہیں ملتے بلکہ اچھے اور بڑے اہلِ قلم کی نظر ونثر میں ملتے ہیں۔ یہاں طبع موزوں کو دیکھو اور پھر اس کا نظم ہونا۔ العظمت للہ۔

عزیزم! بات بھائی حنیف اسعدی تک محدود نہیں۔ان سے پرانی دوستی ہے، دوستی نہیں بلکہ نیازمندی۔

ہم تو اسیر ہیں خمِ زلفِ کمال کے

میں نے نعت اور نعت گو شعراء پر تسلسل سے لکھا ہے، بلکہ یوں کہوں کہ نعتیہ مجموعوں پر مقدمے اور تبصرے لکھتے ہوئے نعت گوئی کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارے کردیے ہیں۔ اب تمھارے ''نعت رنگ'' نے اس جذبہ کو ابھارا ہے کہ نعت پر لکھوں اور مسلسل لکھوں۔ میں کہہ یہ رہا تھا کہ صرف انھیں شعراء کی نعت گوئی پر لکھ سکا ہوں جن کے مجموعوں پر مقدمے لکھے ہیں اور کئی اچھے اور بڑے نعت گو شعرا کا مقروض ہوں۔ سچ پوچھو تو میں اپنا مقروض بنوں کیوں کہ سلسلہ اور معاملہ نعت کا ہے۔ حضرت شرقی مرحوم، محترم بھائی حفیظ تائب، برادرمکرم عبدالعزیز خالد، جناب حافظ لدھیانوی اور مظفروارثی صاحب جیسے شاعروں کا کلام مجھ سے اپنا حق مانگ رہا ہے۔

حفیظ تائب صاحب سے میرے رشتے کو کچھ کچھ تم جانتے ہو۔ان کی آنکھوں میں شب بیداری کے شاہد بھی تم ہو۔ ایک بار ٹیلی ویژن پر نعتیہ مشاعرہ ہورہا تھا۔ میرے ساتھ میرے عزیز اور بہت خوش گو شاعر محمد رئیس علوی بھی یہ مشاعرہ دیکھ اور سن رہے تھے۔ جب بہت سے داد طلب اور ادعا برلب شعرا کلام پڑھ چکے تو حفیظ تائب صاحب نے نعت شروع کی۔ لہجہ محبت اور ادب کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور نگاہیں یوں جھکی ہوئی جیسے مواجہ شریف میں کھڑے ہوں۔پورا وجود دست بستہ آواز نرم، مودب اور رفعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احساس سے پست... ''اے اہل ایمان اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔'' ہزاروں میل کے فاصلے پر حضوری کا یہ احساس اور یہ شرف۔ اللہ اکبر۔ مجھے ''لاترفعوا'' کے مفاہیم کی خبر ہے۔ اپنے رجحانات، رائے اور خواہشات کو نبی ﷺ کی آواز اور حکم پر ترجیح نہ دو، لیکن سامنے کے اس مفہوم کا اجر بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

اہل قلم کے پاس جذبات وفکر اور الفاظ ہیں حفیظ تائب اپنے الفاظ کو فکر کے رنگ میں گوندھ

کر جذبات کی خوش بو ملا کر نہایت ندامت کے ساتھ بارگاہ عالی میں حاضر ہوجاتے ہیں کہ سرکار یہی کچھ ہے متاعِ فقیر... رہا معاملہ جان کا سو وہ آپ ﷺ کے سوا اور کس کی ہے۔

تائب صاحب طریقۂ راسخہ کے شاعر ہیں۔سچ پوچھیے تو نعت گوئی کا دوسرا کوئی راستہ ہے بھی نہیں۔حضورِ شاہ ﷺ سانس لینا بھی ایک ذمہ داری ہے۔کبھی مواجہ شریف میں نفس گم کردہ ہوکر کھڑے رہیے اور جب زندگی اپنا حق مانگے تو سانس لیجیے کیا عجب یہی عمل آپ کی نعت بن جائے۔حفیظ تائب کا معاملہ یہی ہے سالہاسال سے یوں ہوا ہے کہ ہم دونوں کے قیامِ طیبہ کا زمانہ ایک رہا ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مسجد نبوی میں ملنے سے گریزاں رہے کیوں؟ میرے عزیز! کیا یہ بات تمہیں بھی بتاؤں ایک بار ہم لوگوں کا قیام ایک ہی جگہ تھا ایک دن بیوی نے مواجہ شریف پر حاضری سے پہلے تائب صاحب سے کہا کہ مجھے کوئی دعا، کوئی عرض داشت عطا کردیجئے جسے میں اپنے آقا، اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں پیش کردوں یہ ۲۷ رمضان ۱۴۱۳ھ کی بات ہے اور پھر تائب صاحب نے ان کی کتاب یادداشت پر وہ التجا لکھی جس کے چند مصرعے یہ ہیں۔

در پہ حاضر ہوئی ہے کوئی بے نوا اے حبیب خدا
حاضری میں حضوری بھی کیجیے عطا اے حبیب خدا
کچھ عجب وقت ہے میرے آنسو بھی اب ساتھ دیتے نہیں
پاس کچھ بھی نہیں عاجزی کے سوا اے حبیب خدا
میری نادانیوں، ظلم سامانیوں سے ہوں صرفِ نظر
ہر عمل آشنائے ادب ہو میرا اے حبیب خدا

''آشنائے ادب''... تائب صاحب کی نعت گوئی کے لیے کلیدی لفظ ہے (مسرور کیفی[۱] صاحب کے ہاں بھی یہ ادب سامانی مجھے نظر آتی ہے)

محبت اپنے اظہار کے پیرائے خود تراشتی ہے ذرا سوچیے کہ ہم میں سے کون ارضِ طیبہ ضیائے گنبد خضرا، فضائے مواجہ شریف کے لیے دعا کرسکتا ہے۔ہم تو ان کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جب آدمی شہر طیبہ کی فضا کا حصّہ بن جائے تو پھر ایسے شعر اس کی زبان کو عطا ہوتے ہیں۔

سرچشمۂ عطا درِ خیرالوریٰ کی خیر
گنبد سے جان و دل میں اترتی ضیا کی خیر
ہو منبر رسول سے بیت حضور لگ

ہر یادگار خواجۂ ارض و سما کی خیر

شاید تمھیں علم ہوا ہو کہ حضرت مولانا عبدالعزیز شرقی [۲]، اس سال شوال میں ہم سے رخصت ہوگئے۔ مدینہ منورہ میں زندگی کے کم وبیش تیس سال گزارے اس کے علاوہ وہ مسلسل آتے جاتے رہے۔ حمد میں تسبیح وتحمید وتہلیل کو انھوں نے اپنی نوائے عاشقانہ کا حصّہ بنایا۔ اور اب یہ رنگ عام ہوچلا ہے۔

یہ کیف کا عالم جذبِ دروں، سبحان اللہ سبحان اللہ
میری زباں پر تیری ثنا ہے الحمدللہ، الحمدللہ

مکے کی عظمت، کعبے کی شوکت اللہ اکبر، اللہ اکبر

نعت خوانی کے ایک اسلوب خاص کے مالک تھے۔ پڑھتے تو لفظ تصویر اور رقص بن جاتے۔ مدینہ کی فضاؤں میں حضرت مولانا سیّدابوالحسن علی ندوی [۳] ان سے نعت سنتے اور خاک طیبہ میں اپنے آنسوؤں کی تخم ریزی کرتے۔

عزیز گرامی!

بات کہاں سے چھڑی تھی اور کہاں تک آ پہنچی انشاء اللہ ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ کچھ لکھوں گا اور تفصیل سے۔ اس وقت دو ایسے کام ادھورے پڑے ہیں کہ میں ان کی ناتمامی سے اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگا ہوں۔ دعا کرو کہ دونوں کام مکمل ہوسکیں۔

خیرو برکت کی دعاؤں کے ساتھ

دعا گو

ابوالخیر کشفی

☆ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی (۱۹۳۲۔۲۰۰۸ء)، فرزندِ ثاقبؔ کانپوری، محقق، ادیب، نقاد، سابق صدر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، رکن مجلسِ ادارت: ''مضراب'' کانپور، ''قومی زبان'' کراچی، ''مہر نیمروز'' کراچی، ''منزل'' نیویارک، ''اردوئے معلی'' جاپان، کتب: ''اردو شاعری کا تاریخی و سیاسی پس منظر ۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، اعزازات: داؤد ادبی ایوارڈ (۱۹۷۵ء)، قومی سیرت ایوارڈ (۱۹۹۱ء)

۱۔ مسرور کیفی (۱۹۲۸۔۲۰۰۳ء)، اصل نام: صالح محمد، ممتاز نعت گو شاعر، تذکرہ نگار، کتب: ''چراغِ حرا''، ''ملجا و ماوا''، ''جمالِ حرم''، ''میزابِ رحمت''، ''مولائے کل''، ''سید الکونینؑ ''، ''سجدۂ حرف''، ''حرفِ عطا''، ''نورِ

یزداں"، "آئینۂ انوار"، "نقشِ جمال"، "عکسِ تمنا"، "کرم در کرم"، "دیارِ نور"، "رنگِ ثنا"، "مرحبا"، "ہالۂ نور"، "سلام ان پر"، "سفینۂ نعت" (نعتیہ انتخاب از سید ابوالخیر کشفی)۔

۲۔عبدالعزیز شرقی (۱۹۰۶۔۱۹۹۴ء)، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، جماعت اسلامی کے پانچ ابتدائی ارکان میں سے ایک، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرکے کراچی آئے۔ "فیوض الحرمین" (۱۹۷۶ء) آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

۳۔سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۱۴۔۱۹۹۹ء)، المعروف: علی میاں، ممتاز عالم دین، مفکر، مصنف، محقق، اسلامی دنیا کے نمایاں ادبی، ثقافتی، علمی اور دینی اداروں کے رکن، متعدد کتابوں کے مصنف، چند کتب کے نام: "تاریخ دعوت و عزیمت"، "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"، "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر"، "نبی رحمت"، "معرکہ ایمان و مادیت"، "منصب نبوت"، "پرانے چراغ"، "تعمیر انسانیت"، "نقوش اقبال"، "حدیث پاکستان"۔

ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر (علی گڑھ)

17-01-2000

محترم و مکرم! سلام مسنون

خدا کرے اچھے ہوں۔ میں نے دو خط ایک رجسٹرڈ ڈاک سے مقالہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا لیکن محبتوں اور رسید سے محرومی رہی۔ آپ سے التماس ہے کہ ضرور بالضرور اپنی محبتوں کو ارسال کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے اندر کام کرنے کی تقویت پیدا ہو۔ رسالہ نے تھوڑی سی عمر میں بہت نام کمایا ہے۔ حمد نمبر[۱] قدر کی نظروں سے دیکھا گیا۔ ایک موضوع اتنا وقیع اور ضخیم رسالہ نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ خدا آپ کو اپنی عنایت خاص سے نوازے۔ جناب طارق صاحب کا سلام لے کر حاضر ہوں۔ جناب حفیظ میرٹھی[۲] صاحب کا انتقال شعری دنیا کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان پر ان کی نعتوں کے حوالوں سے ضرور ایک گوشہ شائع کریں۔

والسلام

ابوسفیان اصلاحی

☆ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (پ: ۱۹۶۰ء)، ادیب، محقق، نقاد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا۔ کتب: "قرآن کے چند اہم مباحث"، "مطالعات قرآن"، "قرآنی مقالات کا اشاریہ"، "اساطین عربی زبان و ادب" (ہندوستان میں)، "مصر میں مقالہ نگاری کا ارتقاء"، "نقوش عقاد"، "مولانا محمد اسلم

جیراج پوری۔حیات و خدمات‘‘،’’محمد بن حسن شیبانی۔حیات و خدمات‘‘،’’الصدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ بخاری۔حیات و خدمات‘‘،’’دراسات فی الادب الحدیث‘‘،’’مولانا حمید الدین فراہی۔محقق و مفسر‘‘، ’’مولانا عبدالسلام ندوی۔ماہر قرآنیات و ادبیات‘‘،’’تفکر قرآن‘‘،’’مباحث ادبیہ‘‘،’’ذکرِ ذاکر‘‘،’’ذاکرِ علی گڑھ‘‘، ’’لالہ وگل‘‘،’’ نایاب ہیں ہم‘‘ و دیگر۔

۱۔’’نعت رنگ‘‘، شمارہ ۷، اگست ۱۹۹۹ء، ۲۸۸ص

۲۔ حفیظ میرٹھی (۱۹۲۲ء۔۲۰۰۰ء) نام حفیظ الرحمٰن، تخلص حفیظؔ، شاعر، ادیب۔ تصانیف:’’ شعروشعور‘‘،’’ متاعِ آخرِ شب‘‘۔’’کلیاتِ حفیظ میرٹھی‘‘ بھی شائع ہوگئی ہے۔

02-06-2006

محترم جناب رحمانی صاحب

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

خدا کرے اچھے ہوں۔مشفق خواجہ صاحب کی رحلت پر شدید دُکھ ہوا، اپنے دلی رنج کا اظہار علی گڑھ کے کانفرنس گزٹ میں کرچکا ہوں۔ جسے اسلوب احمد انصاری صاحب اور آرزو صاحب اور نورالحسن نقوی صاحب نے کافی پسند کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب ہو۔ ڈاکٹر نثار صاحب کا خوب صورت کلام، خوب صورت انداز میں موصول ہوا۔ انھیں میرا سلام پیش کرتے ہوئے ملنے کی اطلاع فرما دیں نوازش ہوگی۔

’’مولانا فضل حق خیرآبادی کی نعتیہ شاعری‘‘[۱] ایک مقالہ لے کر حاضر ہوں۔ یہ مضمون ان کے متعدد غیرمطبوعہ نعتیہ قصائد پر بھی مشتمل ہے۔ اس حیثیت سے ان کی نعتیہ شاعری پر غالباً یہ پہلی کاوش ہوگی۔ ان کے غیرمطبوعہ قصائد دو حصوں میں ہماری مولانا آزاد لائبریری کے خطوط سیکشن میں موجود ہیں۔ خدا کرے ’’نعت رنگ‘‘ اپنی منزلیں طے کرتا رہے۔ بقیہ خیریت ہے۔ اگر آپ وہاں سے ویزے کا انتظام کروا دیں تو پاکستان آجاؤں۔ آپ لوگوں سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔

والسلام

ابوسفیان اصلاحی

۱۔’’ علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی نعتیہ شاعری‘‘، مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۹، ص ۳۴۷۔۳۷۴

ابوعمار زاہدالراشدی، مولانا (گوجرانوالہ)

04-03-1996

عزیزم صبیح رحمانی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ

مزاجِ گرامی؟

اسی رمضان المبارک کے دوران کا قصہ ہے کہ ایک روز گوجرانوالہ شہر سے شاہ ولی اللہ یونی ورسٹی گوجرانوالہ جانے کے لیے سوزوکی پک اپ پر سوار ہوا تو ڈرائیور نے کیسٹ لگا رکھی تھی، خیال ہوا کہ اسے بند کرنے کے لیے کہوں لیکن، آواز سے محسوس ہوا کہ گانا وانا نہیں ہے بلکہ نعتیہ کلام ہے۔ غور سے سنا تو کلام مانوس سا لگا اور مدحِ رسولﷺ کے والہانہ انداز نے مجھے بھی خلافِ عادت ساتھ ساتھ گنگنانے پر مجبور کردیا۔ کوشش کی کہ نعت لکھ لوں مگر دو اشعار کے سوا نہ لکھ سکا اور وہ بھی ادھورے سے جو اس روز سے میری ڈائری پر یوں درج ہیں:

مرے دامنِ طلب کو ہے ان ہی کے در سے نسبت

کسی اور در سے رشتہ کبھی تھا نہ ہے، نہ ہوگا

سرِ حشر تیری رحمت . . . ہے نہایتِ تمنا....(۱)

مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

دوسرے شعر کا پہلا مصرع پوری طرح نہیں سمجھ پایا تھا اس لیے ''ہے نہایت تمنا'' کا اضافہ میرا ہے جو مصرع کو مکمل کرنے کے لیے ہے، وزن کے لحاظ سے معلوم نہیں یہ فٹ بیٹھتا بھی ہے نہیں۔

بہرحال کلام اچھا لگا اور صاحبِ کلام کی جستجو ہوئی گزشتہ روز لاہور مولانا عبدالرؤف ملک کے ہاں گیا تو وہاں ''جادۂ رحمت''[۲] ان کی میز پر پڑی دیکھی، ورق گردانی کی تو وہی نعت سامنے آ گئی۔ ملک صاحب سے کتاب کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا کہ آپ ان کے ہاں آچکے ہیں اور نعتِ حبیبﷺ کی محفل بھی جما چکے ہیں۔ غائبانہ تعارف کا ایک مرحلہ سر ہونے پر خوشی اور محفل سے محرومی پر افسوس ہوا، زندگی رہی تو ان شاء اللہ کبھی اس کی نوبت بھی آ جائے گی۔

جناب رسالت مآبﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی شخص کے ساتھ قلبی انس محسوس ہو تو اسے بھی اس کی اطلاع کردو۔ اس لیے یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں۔ اس ''حسنِ ذوق'' پر میری طرف سے

مبارک باد قبول کریں اللہ تعالیٰ ''ذوق'' اور ''حسن'' دونوں میں ترقیات سے نوازیں اور اپنے حبیبﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین یاربّ العالمین۔

احباب و رفقا سے سلام مسنون۔

والسلام

زاہد الراشدی

☆ مولانا ابوعمار زاہد الراشدی، چیئرمین، ورلڈ اسلامک فورم، خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ، ایڈمنسٹریٹر، شاہ ولی اللہ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

۱۔ ؎ سرحشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب

۲۔ جادۂ رحمت/ صبیح رحمانی، ۱۹۹۳ء، کراچی: ممتاز پبلشرز، ۱۲۸ص

احسان اکبر، پروفیسر (اسلام آباد)

۴ جون ۲۰۰۷ء

مکرّمی جناب صبیح رحمانی صاحب

تسلیمات اور آداب

آپ کے رسالہ ''نعت رنگ'' کا پرانا قاری ہوں سو آپ کے جذبۂ دینی اور خدمتِ فن وادب ہر دو کی قدر بھی کرتا ہوں اور منزلت کا بھی معترف ہوں اللھم زد فزد۔

بہت دیر سے نعتیں بھجوانا چاہ رہا تھا اور مکرم جناب عزیز احسن کی معرفت بھجوانا تھیں مگر محفل نعت میں جہاں ہم یکجا ہوا کرتے ہیں نعتوں کا ملفوف لے جانا اور انہیں زحمت ترسیل دینا میرے بھلکّڑ پن کے باعث ممکن نہ ہوا ورنہ یہ زحمت انہیں ضرور دیتا۔ پچھلے دنوں ہم ایک مذاکرے میں جمع ہوئے تھے وہاں بھی میں باہر ہی باہر سے پہنچا سو اس بار بھی نعتیں لے کر جانا نہ ہو پایا۔ (اس مذاکرے کی کارروائی عزیز احسن صاحب نے تحریر کر کے بھجوا دی ہوگی) سردست ایک نعت پیش خدمت ہے جو مجھے یوں لگا جیسے مقبول بارگاہ ٹھہری ہے۔ وہ یوں کہ اسے قبولیت اور محبوبیت بے حد نصیب ہوئی۔ ''نعت رنگ'' کے لئے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ مزید نعتیں پیش کردوں گا۔

احترامات کے ساتھ

نیاز مند

احسان اکبر

☆پروفیسر احسان اکبر (پ: ۱۹۳۸ء)، شاعر، ادیب، مترجم، نقاد، پروفیسر: گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی، کتب: ''ہوا سے بات''۔

احمد صغیر صدیقی (کراچی)

برادرم! سلام مسنون۔

دوروز قبل برادرم معراج جامی[۱] سے ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ ملا۔ میرے سامنے ہی فون پر ان سے آپ کی بات ہوئی انھوں نے بتایا کہ آپ نے کسی مضمون کی فرمائش کی ہے۔ میں نے مضامین لکھنے کی سمت توجہ نہیں کی ہے ابھی تو میں صرف اچھے مضامین پڑھ رہا ہوں۔

آپ نے اداریے ''احوال'' کے آغاز پر لکھا ہے ''آغاز رب رحمٰن ورحیم کے نام سے ثنائے رسول ہاشمی ﷺ کے بعد'' یہ ترتیب آپ کی توجہ چاہتی ہے اصولاً حمد ربی پہلے اور ثنائے رسول ﷺ بعد میں ہونی چاہیے۔

ظاہر ہے یہ ضخیم کتاب چند گھنٹوں میں نہیں پڑھی جاسکتی۔البتہ چندمضامین اور کچھ نعتیں میں نے ضرور پڑھ لی ہیں حسب معمول نہایت سجے ہوئے اور کام کے مضامین ہیں۔ تاہم رشیدوارثی صاحب کا مضمون بہت پُرمغز ہے اسی طرح پروفیسرافضال احمدانور نے بھی ایک اچھا موضوع لے کر مضمون لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ نعت خوانوں پر نوٹ نچھاور کرنے والی بات پر انھوں نے عمدگی سے روشنی ڈالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون اپنی نوعیت کا نہ صرف پہلا مضمون ہے بلکہ انتہائی اہم بھی ہے کیوں کہ اس میں بڑی تفصیل موجود ہے اور سمجھنے سوچنے والوں کے لیے اس میں بہت کچھ ہے۔

''مدحت'' کے حصّے میں تابش دہلوی صاحب جناب عبدالعزیز خالدصاحب اور حمایت علی شاعر وغیرہ کی نعتیں اچھی لگیں کچھ نعتیہ شعر بہت پسند آئے:

ان کی یاد کے صدقے
قلب کو حرا کہیے

(اعجاز رحمانی)

سرور حرف دعا کیسا مستجاب ہوا
زباں کو حوصلہ مدح آنجناب ہوا

(سرور بارہ بنکوی)

اسی نے تلخ نوائی کی تیرگی میں کیا
زمیں دل پہ محبت کا آسماں روشن

(صبیح رحمانی)

خطوط کے حصّے میں نقوی احمد پوری کا خط توجہ طلب ہے۔ پتّوں کی اشاعت کے بارے میں وامق عدنان نے اچھی تجویز دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ جو القاب مستعمل ہیں مثلاً ''مولائے کل''، ''آقائے دوجہاں''، ''سرکاردوعالم'' وغیرہ میں ان پر اکثر غور کرتا ہوں یہ تمام القاب مجھے رب رحمان ورحیم کے محسوس ہوتے رہے ہیں مثلاً آقا ومولا تک تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مولائے کل'' کہا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کہیں گے؟ ہمارے سامنے ''رحمت للعالمین''، ''رسول مقبول''، ''نبی کریم''، ''حبیب خدا'' وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں بہرحال میری خواہش ہے کہ اس طرف بھی کوئی صاحب علم مضمون نگار توجہ دے تو کیا ہی اچھی بات ہوگی اگر علامہ اقبال اور مولانا حضرات کچھ کہتے ہیں تو اسے سند بنا کر سب کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ بذریعۂ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جائے۔

احمد صغیر صدیقی

☆احمد صغیر صدیقی (پ: ۱۹۳۸ء)، شاعر، ادیب، نقاد، کہانی نویس، مترجم، کتب: ''کالی کہانیاں''، ''دنیا کی بہترین کہانیاں'' (ترجمہ۔ چار مجموعے)، ''بوجھو تو جانیں'' (منظوم پہیلیوں کی کتاب بچوں کے لیے)، ''گوشے اور جالے'' (تنقید)، ''اطراف'' (شعری مجموعہ)۔

ا۔معراج جامی (پ:۱۹۵۵ء)، نام: سید معراج مصطفےٰ ہاشمی، تخلص: جامیؔ۔ شاعر، ادیب، نقاد، مدیر: سہ ماہی ''سفیرِ اردو'' کراچی، مدیرِ منتظم: ماہنامہ ''پرواز'' لندن، ماہنامہ ''آئینہ'' اولڈہم مانچسٹر، بانی و صدر: بزمِ تخلیق ادب پاکستان، کتب: ''روزنِ خیال'' (شعری مجموعہ)، ''اردو کے مشہور اشعار'' (تالیف)، ''بیوی سے چھپ کر'' (سین

ریو نظمیں)، ''مقالاتِ افتتاحیہ'' (اداریوں کا مجموعہ)، ''معراجِ عقیدت'' (نعتیہ مجموعہ) و دیگر۔

03-02-1996

برادرم! سلام مسنون۔

''نعت رنگ'' کا دوسرا شمارہ شکیل عادل زادہ صاحب کے پاس دیکھا تھا۔ دوسرے ہی دن برادرم معراج جامی نے اسے مجھے پڑھنے کے لیے لا کر دیا۔

رمضان کے مہینے میں مطالعہ کے لیے یہ ایک بہترین کتاب ثابت ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے اُمید نہ تھی کہ یہ ایک اتنی عمدہ کتاب ہوگی۔

سات مضامین میں چار تو معرکہ آرا کہے جاسکتے ہیں۔ خصوصیت سے عزیز احسن صاحب کے مضمون ''نعت اور شعریت'' نے بہت متاثر کیا۔ اُن کے علم اور مطالعے اور ذوق نے مجھ پر گہرے اثرات ڈالے۔ عزیز احسن کے تنقیدی مضامین میں نے ادبی جریدوں میں پہلے نہیں دیکھے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک سچے اور بہترین ناقد ہیں اور یہ جو ہمارے پاس ڈھیروں دانش ور ''پروفیسر'' اور ''ڈاکٹر'' قسم کے ناقد بھرے ہوئے ہیں ان سے وہ رُتبے میں کہیں افضل نظر آئے۔ کچھ ایسا ہی میں نے رشید وارثی صاحب کے مضمون کو پایا کیا ہی عمدہ باتیں لکھی ہیں۔ انھوں نے اور کیا خوبی ہی سے انھوں نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف برتا اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ اس قسم کی نشان دہی شعرائے کرام کو اتنی بری لگتی ہے کہ اُن کے دہانوں سے کف نکلنے لگتا ہے۔

فکر وفن کے عنوان کے تحت دیے گئے جائزوں میں مجھے محمد اقبال جاوید کی کاوش بہت اچھی لگی۔ نذیر قیصر کی نعتوں سے انھوں نے جو کچھ Quote کیا اُس کے پیش نظر اگر میں یہ کہوں کہ یہ شاعر واقعی سچا نعت گو ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کا ہر شعر، شعریت سے معمور تھا اور احترام رسول خدا سے روشن۔

حرف در حرف نور بکھرا ہے
میں سیاہی کے ساتھ کیا لکھوں
میرے زخموں پر بھی رکھ دے
اپنے ہاتھ شفاعت والے

ایک ہاتھ پہ سورج رکھا ایک پہ چاند
تیری یادوں کی دھول کے آگے دونوں پڑ گئے ماند

اور یہ شعر:

صفحۂ شب خالی تھا تیرے ہاتھوں نے
حرف ستارہ لکھا اور اُچھال دیا

بہرحال آپ کا مرتب کردہ یہ سلسلہ خوب ہی نہیں بہت خوب ہے۔ میں آپ کے اشعار سے بھی بہت محظوظ ہوا ہوں لیکن بوجوہ زیادہ تعریف سے احتراز کر رہا ہوں۔ ورنہ اس شعر سے کون صرفِ نظر کرسکتا ہے۔

اُن کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

میں اتنا زیادہ مشہور و معروف نہیں ہوا کہ ہر ایک سے توقع رکھوں کہ وہ مجھے جانتا ہوگا، تاہم آپ حرف وتحریر کی دنیا کے آدمی ہیں ہوسکتا ہے اس حقیر کے نام سے آگاہ ہوں۔ میرے لیے کچھ باتیں آپ کو بھائی شکیل عادل زادہ سے معلوم ہوجائیں گے کہ ہم دونوں کا ساتھ کوئی تیس برس کا ہے۔

آپ جیسے نوجوانوں سے ملنے کا شوق رہا ہے۔ملنا چاہوں گا۔
رابطہ کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔
آخر میں... اپنی ایک نعت منسلک کر رہا ہوں۔ اپنے فیصلے سے نوازیے۔
مزاج گرامی؟

مخلص
احمد صغیر صدیقی

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ پیش نظر ہے۔ معیار اور تعداد دونوں لحاظ سے خوب ہے، اس بار محترم ابوالخیر کشفی نے ایک نہایت عمدہ مضمون دیا۔ ''اللہ اور رسول خدا کے لیے ''تو اور تیرا'' کے ضمیروں کے استعمال کے بارے میں انھوں نے کس مدلل انداز سے لکھا اس نے دل خوش کردیا۔ میں سمجھتا ہوں اب ان ضمیروں کا استعمال کسی کے دل میں نہیں چبھنا چاہیے۔

اپنے جناب سحرانصاری تو معلوم نہیں کس طرح شاید جوشِ تحسینی میں ''تو تڑاق'' والا جملہ لکھ

گئے ورنہ وہ تو انتہائی دل جوآدمی ہیں اورعلم کا ایک چاہ عمیق۔ دل آزاری سے ان کو دور کی بھی نسبت نہیں۔آج تک انھوں نے اپنے تبصروں یا دیباچوں میں کسی انتہائی گئے گزرے شاعر کے بارے میں بھی کبھی یہ نہیں لکھا کہ اس کی تصنیف ایک عہد ساز تصنیف نہیں۔

جناب رشیدوارثی اورعزیزاحسن صاحب کے مضامین اس بار بھی نہایت خیال انگیز ہیں اور معیار ساز بھی۔ دوسرے ناقدین بھی ایسے موضوعات پر نجانے کیوں نہیں لکھ رہے ہیں۔آخر یہ دونوں کب تک لکھیں گے۔ میں نے خطوط کے حصّے میں دیکھا کہ عالی صاحب[۱] نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ وہ ''ان'' موضوعات پرنہیں لکھ سکتے اور یہ کہ ان کے پاس......''اتنا وقت نہیں'' خیرعالی صاحب کے پاس ان باتوں پر لکھنے کے لیے وقت نہ ہونے کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن مولانا کوکب نورانی بھی کہتے نظرآئے کہ''وہ اتنے گھرے ہوئے ہیں کہ وعدہ بھی نہیں کرسکتے یا ظاہر ہے کہ اس فضا میں تو بس ایسے ہی مضامین آپ کو ملاکریں گے جیسا نعیم صدیقی صاحب کی ایک نعت پر ڈاکٹرایوب شاہد کا ہے جس میں ایک خاصی کمزورسی کاوش کی شان میں ایک غلوآمیز تبصرہ کیا گیا ہے۔

صفحہ ۳۵۱ پر پروفیسرمحمد اقبال جاوید نے رسولِ خدا کے''بے سایہ'' ہونے کا ذکر کیا ہے۔ میں تو سمجھتا رہا تھا کہ شاید علامہ سید سلیمان ندوی[۲] نے دلائل سے اس بات کو نا درست ثابت کردیا ہے۔ بہرحال ضرورت ہے کہ اس پر کچھ از سرِ نولکھوائیں اورکسی اچھے محقق سے۔

صفحہ۳۱۷ پر ایک گمنام قاری صاحب نے''خالق'' کے لفظ کوکسی عام آدمی کے لیے ممنوع قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کے سامنے کے معنی ہیں ''تخلیق کرنے والا'' بھلا اس کے استعمال میں کیا قباحت ہے؟

آپ کے ہاں کتابت میں ''شعرا'' کوشعراء''انشا'' کو انشاء لکھا جارہا ہے یعنی آگے ہمزہ جوڑء جارہی ہے۔کیا یہ بلاوجہ نہیں؟ موجودہ شمارے میں میری نعتیہ نظم کی پہلی سطر میں سہو کتابت ہے۔ ''پیمبروں کی بزم میں'' صحیح سطر ہے مگر چھپا ہے''پیمبر کی بزم میں۔''

احمد صغیر صدیقی

۱۔جمیل الدین عالی (پ:۱۹۲۶ء)، نام: مرزا جمیل الدین احمد،تخلص: عالی۔ شاعر، ادیب، کالم نگار، ۱۹۸۹ء میں ادبی خدمات پر صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی سے نوازے گئے۔تصانیف: ''غزلیں، دوہے، گیت''، ''لاحاصل''،''جیوے جیوے پاکستان'' (قومی نغمے)،''دنیا میرے آگے''،''تماشا میرے آگے'' (سفرنامے)،''نقار

خانے میں'' (کالموں کا مجموعہ)، ''اے مرے دشتِ سخن''، ''اک گوشۂ بساط'' (شعری مجموعے)، ''حرفے چند'' (کتابوں پر دیباچے، تین جلدیں)، ''انسان'' (طویل نظم)۔

۲۔ علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴۔۱۹۵۳ء)، نامور عالم دین، مورخ و سیرت نگار، قاضی القضاۃ و صدر جامعہ احمدیہ بھوپال، بانی مدیر: ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ، مہتمم: دارالمصنفین اعظم گڑھ، تصانیف: ''سیرت النبی''، ''رحمتِ عالم''، ''حیاتِ شبلی''، ''ارض القرآن''، ''سیرتِ عائشہ''، ''عمر خیام''، ''حیاتِ امام مالک''، ''خطباتِ مدراس''، ''لغاتِ جدیدہ''، ''نقوشِ سلیمانی''، ''عرب و ہند کے تعلقات''، ''ارمغانِ سلیمان'' (شعری مجموعہ)۔

آپ کے علم میں ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں اور اب اسی طرح چلنا بھی ہے شاید۔ کچھ لکھنا تو دور کی بات ہے پڑھنے تک کو جی نہیں چاہتا خط کسی نہ کسی طرح لکھ رہا ہوں۔ ستمبر ۱۹۹۹ء کے شمارے میں چھپنے والے خطوط پڑھ لیے ہیں۔ اس سے قبل کہ میں ان پر کچھ لکھوں یہ کہنا چاہوں گا کہ قبلہ جناب کوکب نورانی کی ذات قابل تعریف ہے کہ وہ دینی معاملات پر اٹھائے گئے سوالات پر کم ازکم کچھ لکھتے تو ہیں ورنہ یوں لگتا ہے کہ باقی سارے علمائے دین جیسے ہیں ہی نہیں۔ کوئی اور قلم اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا۔ اس بار انھوں نے متعدد لکھنے والوں کو روکا ٹوکا ہے مثلاً پروفیسر ابوالخیر کشفی صاحب کو، رشید وارثی صاحب کو، جمال پانی پتی صاحب[۱] کو اور عزیز احسن صاحب کو۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ بہت معمولی معمولی باتوں پر معترض ہوئے ہیں مثلاً ''سستی جذباتیت''، ''کٹھ ملاؤں''، ''مرض میں مبتلا ہوئے'' جیسے الفاظ لکھنے پر بھی ناخوش تھے۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ ''صحیح مبالغہ'' سے کیا مراد ہے انھوں نے لکھا ہے۔ ''اس سے مراد ہے جائز مبالغہ'' مجھے حیرت ہے کہ کیسا جواب ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسے کوئی کہے ''جائز بدکاری'' یا ''مستحسن بے ایمانی'' بہرحال! اب یہ تمام باتیں میں لپیٹ دینا چاہتا ہوں۔ پڑھنے والے خود کسی فیصلے پر پہنچیں۔ ویسے بھی میرا مقصد ہرگز بحث ومباحثہ نہیں۔

دوسرا خط ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا ہے، انھوں نے مجھ حقیر کے خط مطبوعہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۴ میں اٹھائے ایک سوال کا جواب بہت تفصیل سے لکھا ہے (واضح ہو کہ اس پر جناب کوکب نورانی صاحب پہلے ہی توجہ فرما چکے ہیں) عزیزی صاحب کا خط طویل ضرور ہے مگر بے مغز اور بچکانہ سا ہے۔ اپنے اس خط میں وہ مدعی بھی خود ہیں، گواہ بھی، وکیل بھی اور حتیٰ کہ منصف بھی اور جو کچھ وہ ثابت کرنا چاہتے تھے ''اپنے تئیں'' اسے بحسن وخوبی ثابت کردیا ہے۔ میں ان سے الجھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایک بات ضرور پوچھوں گا کہ کیا یہ القاب (مولائے کل، سرکارِ دوعالم وغیرہ) حضور اکرم ﷺ کے سامنے

بھی رائج تھے اور کیا صحابہؓ ان کا استعمال کرتے تھے؟ اور ہاں انھوں نے اپنے خط کے دوسرے پیراگراف میں لکھا ہے ''ایسے مضامین جن میں.....چبھونے والا طنز پوشیدہ ہو.........''میں جاننا چاہوں گا کہ یہ چبھونے والا طنز کیا ہوتا ہے؟

آپ کا اس بار کا شمارہ صرف ۲۷۲ صفحات کا ہے۔ یہ اچھی بات ہے بس اس سے زیادہ ضخامت مناسب نہیں بلکہ کچھ اور کم کردیں تو اچھی بات ہے۔ میٹریل جس قدر بہتر اور معیاری ہو اتنی اچھی بات ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی سے مضامین لکھوائیں وہ بہت اچھا لکھتے ہیں مجھے ان کے ہاں بلا کی Read-ability ملتی ہے۔ جیسا کہ میں نے لکھا کہ ابھی یہ شمارہ پڑھ نہیں سکا ہوں اس لیے مضامین پر کچھ لکھ نہیں سکتا۔ مگر سرسری نظر ڈالنے سے احساس ہوا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے محنت سے لکھا گیا ہے۔ سلیم کوثر کی نعت خوب صورت ہے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حمد و نعت کے فروغ کی کوششوں میں کامیاب کرے۔

احمد صغیر صدیقی

ا۔ جمال پانی پتی (۱۹۲۷۔۲۰۰۵ء)، اصل نام: گلزار احمد قریشی، شاعر، ادیب، نقاد، مترجم، کتب: ''ادب و روایت'' (۹۴ء)، ''اختلاف کے پہلو'' (۲۰۰۲ء)، ''نفی سے اثبات تک'' (۲۰۰۴ء)، ''جدیدیت اور جدیدیت کی ابلیسیت'' (۲۰۰۵ء)، ''عالی کلام'' (انتخاب کلام جمیل الدین عالی۔۲۰۰۲ء)۔

10-05-2001

عزیزم! السلام علیکم۔

تازہ ''نعت رنگ'' نمبر ۱۱، نظر نواز ہوا۔ بے حد ممنون ہوں۔

چار سو سے زائد صفحات کے اس جریدے کو میں کئی روز تک دیکھتا رہا ہوں۔ سب کچھ پڑھنے کو بہت وقت چاہیے واضح ہو کہ میں ایک تیز رفتار قاری ہوں۔ مگر اس کے مضامین جگہ جگہ روکتے ہیں اور پھر سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

رشید وارثی صاحب نے ''صلعم'' کے استعمال پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے، خوب ہے، اچھا لگا۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کا مضمون ''نعت اور احترام بارگاہ رسالت مآب'' بہت محنت سے لکھا ہوا ہے۔

اس میں چند باتیں ایسی بھی دیکھیں جو مجھ کم فہم کو ''عجیب'' لگیں، مثلاً صحیح بخاری سے ایک روایت کی چند ابتدائی سطریں۔

''میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا، ایک شخص نے مجھ پر کنکری ماری، میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دو شخصوں کو بلاؤ...''

مسجد نبوی کو جائے استراحت بنانے والی بات اور سوئے ہوئے شخص کو کنکری مار کر جگانے کا عمل، دونوں باتیں مجھے ''عجیب'' لگیں۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔

اکرم رضا صاحب نے درجنوں شعرائے کرام کے نعتیہ کلام سے اشعار نقل کیے ہیں، اس پر توجہ نہیں دی کہ کلام کس پائے کا ہے۔ مثلاً راغب مراد آبادی صاحب کا شعر دیکھیں:

نعت گوئی کی حدیں مجھ کو ہیں راغبؔ معلوم
کہ نگاہوں میں ہیں احکام شریعت میری

دوسرے مصرعے میں تعقید کا عیب کتنا واضح ہے، دیکھ لیں، کہ نگاہوں کا ''میری'' کہاں جا کے اٹکا ہے کہ شریعت خود راغب صاحب کی بن گئی ہے۔ خود اکرم رضا صاحب کا وہ شعر جو انھوں نے مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اس کا آخری مصرع ہے۔ ''پر اس سے آپ نہ کیجیے کنارا یارسول اللہ ﷺ۔'' اس میں ذرا ''نہ'' کا وزن ملاحظہ ہو جس نے شعر کو کسی مبتدی کا شعر بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا مضمون ''نعت کے موضوعات'' نہایت معلوماتی مضمون ہے۔ مگر افسوس انھوں نے آخر میں نہایت اہم موضوعات کی ایک فہرست دے کر انھیں... بغیر کسی نقد و تبصرہ کے چھوڑ دیا ہے حالاں کہ ان پر نقد و تبصرہ کے بغیر یہ مضمون بالکل نامکمل رہ جاتا ہے۔ ذرا ان موضوعات کو دیکھیں۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کے سبب تخلیق کائنات ہونا (۲) نبیِ رحمت کا عالم الغیب ہونا (۳) آپ ﷺ کا مختار کل ہونا۔ (۴) آپ کا سایہ نہ ہونا (۵) میم کا پردہ (۶) جبریل امین کا آپ کا دربان ہونا... یہ ایسے موضوعات ہیں جو بے حد اہم ہیں جن پر ضرور نقد کی نظر کرنی تھی۔ انھیں چاہیے کہ وہ اب ان پر ایک اور مضمون لکھیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' دلچسپ ہے۔ اس میں درج باتوں سے کوئی بھی معقول آدمی اختلاف نہیں کر سکتا۔ ضرورت ہے کہ جن چیزوں کی نشاں دہی کی گئی ہے ان پر شعرا توجہ دیں۔ ''گفتنی ناگفتنی'' جناب شفقت رضوی کی تحریر ہے۔ مختصر ہے اور حقائق پر مبنی ہے

تاہم اس سے تھوڑا سا اختلاف کروں گا۔ بھلا کسی مدیر کے بس میں کہاں کہ وہ یہ بھی پتا کرے آیا شاعر کی زندگی اس کے کلام سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں؟ البتہ اگر شاعر خود بتادے تو اور بات ہے ''اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ''...نعت خوب صورت ہوئی تو پڑھی بھی جائے گی اور سراہی بھی جائے گی۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے...''حکیم صاحب ''پیشہ ور'' شاعر نہیں۔ میں چاہوں گا کہ ''پیشہ ور'' کی وضاحت کی جائے تا کہ شعرا کی خانہ بندی ہوسکے۔

نعتیہ کلام میں جناب عاصی کرنالی کی نعت اوّل مقام پر ہے۔اس کا ایک شعر ہے:

صدیوں سے اسیر شب ظلمات تھی دُنیا
وہ مہر جہاں تاب جو نکلے تو سحر ہو

اگر ..... شر کے construction پر نظر ڈالیں تو دوسرا مصرع عجیب سا لگتا ہے۔ یہاں ایسے مصرع کی ضرورت تھی جس میں کہا جاتا کہ وہ مہر جہاں تاب جب نکلا تو سحر ہوئی... اگر یہ سوچا جائے کہ وہ دنیا جو صدیوں سے اسیر ظلمات تھی، منتظر تھی کہ وہ

مہر جہاں تاب نکلے تا کہ سحر ہو تو اس میں لفظوں کا ایسا گیپ آجاتا ہے جسے پہلا مصرع موجودہ صورت میں پر نہیں کررہا ہے...آپ کی نعت کا مطلع خوب ہے:

غم نہیں، جاتی ہے جائے ساری دُنیا چھوڑ کر
پر نہ جائے یادِ آقا مجھ کو تنہا چھوڑ کر

اس میں ساتواں، نواں اور آخری شعر خوب ہیں۔ اگر آپ اپنی اس نعت کو... انھیں چار اشعار تک محدود رکھتے تو یہ نعت ایک اعلیٰ درجے کے شعری حسن کی حامل کہی جاسکتی تھی۔

اب خطوط پر نظر ڈالتے ہیں۔

ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے گنڈوں تعویذوں کے بارے میں بالکل صحیح لکھا ہے۔ میں ان سے متفق ہوں۔ انھوں نے شرف قادری صاحب کے اس اصرار پر کہ نبی اکرم ﷺ کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں، جو کچھ لکھا ہے میں اس کی تائید کروں گا۔ رہی ضد اور ہٹ دھرمی کی بات اس کا کوئی علاج نہیں۔ حمد صرف اللہ کی تعریف کے لیے رائج ہے۔

امین چغتائی صاحب کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا جب کوئی کسی کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے تو پھر اس کی ہر بات سوا لاکھ روپے کی ہوجاتی ہے۔ انھیں ڈاکٹر کشفی صاحب کا مضمون غزل میں نعت کی

جلوہ گری ''بے حد فکرانگیز'' لگا۔ اسی طرح مجھے ان کا خط ''فکر خیز'' محسوس ہوا ہے۔

آخری خط مولانا کوکب نورانی صاحب کا ہے۔ انھوں نے اتنا طویل خط لکھا ہے کہ ۳۸ صفحات پر تقریباً محیط ہے۔ اس سے ان کی اس دلچسپی کا پتا چلتا ہے جو انھیں نعت رنگ سے ہے۔ ہمارے اور ''عالم دین'' کہاں ہیں؟ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے منسوب تحریروں کی جانب توجہ کیوں نہیں دیتے؟ مولانا کوکب کی ذات بہت غنیمت ہے۔ میں ان کے لیے دعا گو ہوں اور ان سے دعاؤں کا طالب ہوں۔ وہ کسی کے کہنے میں نہ آئیں اور ''نعت رنگ'' میں لکھتے رہیں۔

انھوں نے ملک شیر باز کے ایک مضمون سے کچھ اقتباسات دیئے ہیں جو اعداد سے متعلق ہیں جس کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ اعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ اجرام فلکی نبی کریم ﷺ پر مسلسل درود و سلام پڑھتے رہتے ہیں... اچھا ہوتا کہ مولانا اسے نظرانداز کر دیتے۔ اس کی ساری بنیاد چند سائنسی مفروضوں پر ہے کہ سورج اپنے مدار پر کتنے سکنڈ میں ایک گردش پوری کرتا ہے یا عرش کا قطر کتنے نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ ذرا سا ان مفروضوں میں رد و بدل ہوجائے تو شیر باز صاحب کی ''تحقیق'' ڈھیر ہوجائے گی۔ رہے سائنسی کلیے تو یہ وقت کے ساتھ بدل رہے ہیں، ہمیں ان کو قرآن حکیم پر منطبق کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ میں بس اسی قدر کہنا چاہوں گا۔ آگے مولانا جو پسند فرمائیں۔

مولانا نے صفحہ ۳۷۸ پر خط کے دوسرے پیراگراف میں لکھا ہے...''میں ہر اعتراض کسی معقول وجہ کی بنیاد پر ہی کرنے کی ہمت کرتا ہوں خواہ وہ احمد صغیر صدیقی صاحب یا کسی اور کی سمجھ میں نہ آئے...'' یہ بندۂ حقیر احمد صغیر صدیقی اپنی کم فہمی کا اعتراف کرتا ہے۔ مولانا ہم جیسے کم فہموں کو اپنے قدموں کے پاس پڑا رہنے دیں کہ ہمیں کم فہموں کی وجہ سے عالی فہموں کی قدر و منزلت بنی ہوئی ہے۔ جو ہم نہ ہوں گے تو کیا رنگِ محفل۔

''مبالغہ'' لغوی معنی ہیں ''حد سے بڑھ کر تعریف کرنا... زیادہ گوئی۔'' مبالغے کا لفظ عموماً بیان کے ضمن میں استعمال ہوتا ہے نہ کہ حرکات کے لیے۔ البتہ میں نے متعدد علما کی تحریروں میں اسے حرکات کے لیے استعمال ہوتے دیکھا ہے جو میرے خیال میں مناسب نہیں۔ ویسے کوئی بھی بات اگر واقعی ''مبالغہ'' ہے تو پھر اسے ''جائز'' نہیں کہا جاسکتا اور اگر وہ مبالغہ نہیں تو پھر اس کے لیے ''مبالغے'' کا لفظ استعمال کرنا ہی غلط ہوگا۔

مولانا نے اپنے خط میں صفحہ ۴۰۵ پر لکھا ہے...''... مذکورہ قرآنی آیات کو ''اکثر'' مفسرین نے منسوخ فرمایا ہے۔'' یعنی مفسرین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی فہم و فراست کے مطابق قرآنی آیات

کومنسوخ فرمادیں؟ اب تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ اپنی آیات کوصرف اللہ تعالیٰ ہی منسوخ کرسکتا ہے مگر اس خط سے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ مولانا کے جملے میں ’’اکثر‘‘ کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔

مولانا کوکب نورانی نے نبی کریم ﷺ کے نام کو چومنے والوں کی مخالفت کرنے والوں کو برا کہا ہے۔ واقعی ایسی بات کہنے والا نامعقول آدمی ہوگا مگر میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ اذان وغیرہ کے دوران لوگ صرف نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کوتو چومتے ہیں مگر اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کونہیں چومتے، مولانا اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مولانا کے خط میں بہت سی دوسری باتیں دوسروں سے متعلق ہیں۔ ان کے سلسلے میں جواب وسوال کی ذمے داری ان اصحاب کی ہے۔ لہٰذا میں اب اپنا خط مبین مرزا[۱] کے آخری مضمون پر ختم کروں گا جو انھوں نے ’’نعت‘‘ کے لفظ کے استعمال پر لکھا ہے۔ کیا ہی اچھا مضمون ہے۔ صلاح الدین پرویز کے رسالے ’’استعارے‘‘ میں اور بھی بہت سا میٹر ایسا موجود ہے جس پر مولانا کوکب نورانی جیسے علما کو توجہ دینی چاہیے۔ دوسرے علما سے تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا البتہ مولانا کوکب نورانی اس رسالے کو ضرور دیکھیں۔ کسی تصنیف پر کام کرنے سے اس قسم کے کام بدرجہا بہتر ہیں۔

میرے حمدیہ ہائیکو میں کتابت کی غلطی سے لفظ للک ’’تلک‘‘ بن گیا ہے ’’للک‘‘ کے معنی ہیں ’’خواہش‘‘، ’’طلب‘‘ وغیرہ، وہ ہائیکو یوں پڑھا جائے۔

تیری روپ للک
من میں جب سے اُتری ہے
تن ہے ایک دھنک

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

محبتوں کے ساتھ
احمد صغیر صدیقی

۱۔ مبین مرزا (پ: ۱۹۶۵ء)، ادیب، افسانہ نگار، نقاد، مدیر: ’’آشنائی‘‘ (کراچی)، کتب: ’’خوف کے آسمان تلے‘‘، ’’اردو کے بہترین شخصی خاکے‘‘، ’’انتخاب پاکستانی ادب‘‘، ’’سعادت حسن منٹو‘‘۔

29-12-2001

عزیزم!

آپ کا ''نعت رنگ'' [شمارہ ۱۲] مہینے بھر زیرِ مطالعہ رہا۔آپ اکثر مصر رہتے ہیں کہ اظہارِ خیال کروں سو چند سطور حاضر ہیں:

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی اور ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد دونوں کے مضامین، موضوع کے اعتبار سے ملتے جلتے ہوئے اور عمدہ ہیں۔ البتہ اپنے مضمون کی ابتدا میں کشفی صاحب نے جو' نوٹ' لگایا ہے۔ اس میں موجود مندرجہ ذیل سطور کے بارے میں کچھ لکھنا چاہوں گا۔

کشفی صاحب لکھتے ہیں:

> بعض قاری اور لکھنے والے بھی ادبی روایات اور تنقید کی وسعتوں سے بخوبی آگاہ نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' پر لوگوں کی آرا سے ہوا۔

یہ سطور واضح طور پر بتارہی ہیں کہ جناب کشفی کو وہ باتیں دل کو نہیں لگیں جو ان کے مضمون ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' کے بارے میں، مجھ حقیر نے اپنے ''جائزے'' میں لکھی تھیں مجھے تسلیم ہے کہ میں ادبی روایات اور تنقید کی وسعتوں سے ''بخوبی'' آگاہ نہیں۔ مگر میں چاہوں گا کہ جو لوگ آگاہ ہیں وہ بخل سے کام نہ لیں اور مجھ سمیت ایسے تمام لکھنے والوں اور قارئین کو آگاہی عطا کریں تو یہ بہت اچھا کام ہوگا۔ ہم تو کشفی صاحب کی یہ سطور پڑھ کر سمجھے تھے کہ آگے ہمارے لیے کچھ ایسی باتیں ضرور ہوں گی جو ہمیں روشنی اور رہنمائی بخشیں گی مگر انھوں نے صرف اتنی سی بات لکھ کر دوسرا ذکر شروع کر دیا۔ خیر جب نہیں تو اب سہی۔

اس شمارے کا دوسرا مضمون پروفیسر محمد اقبال جاوید کا ہے۔ جنھوں نے ''افاداتِ کشفی کی روشنی میں'' ''نعت اور آدابِ نعت گوئی'' کے بارے میں خاصا طویل مضمون رقم کیا ہے۔مضمون کی خوبی میں کوئی کلام نہیں مگر اس میں صفحہ ۵۸ پر اقبال جاوید صاحب نے وہی سب کچھ لکھا ہے جو میں کشفی صاحب کے مضمون کا جائزہ لیتے ہوئے شمارہ دس میں لکھ چکا ہوں۔ انھوں نے اپنے ایک دوست پروفیسر میاں محمد یعقوب کی رائے بھی لکھی ہے جو اس حقیر کی رائے کی تائید کرتی ہوئی ہے۔ اب معلوم نہیں کشفی صاحب کے نوٹ میں درج وہ جملے جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے ان حضرات پر بھی صادق آتے ہیں یا نہیں۔

سیّد حسن احمد صاحب کا مضمون ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟'' اچھا ہے؟ اس موضوع پر دوسرے اہل قلم حضرات کو بھی لکھنا چاہیے۔

جناب ملک الظفر سہسرامی کا مضمون ''تقاضائے نعت'' پڑھنے والا ہے۔مگر اچھا ہوتا کہ وہ ان اشعار کو جن میں انھوں نے ''معنوی سطح پر شریعت و شعریت کی مکمل پاسداری'' پائی لکھتے ہوئے خود اپنا شعر نہ لکھتے کہ اس میں دوسرا مصرع بہت ''غریب'' ہے۔خصوصاً ''کہ'' جس طرح بندھا ہے۔

(فنا ہوکر فضا میں کاش میں تحلیل ہوجاتا۔ سنا ہے کہ شمیم زلف جاناں آنے والی ہے)

اتفاق سے اس کے پہلے مصرع کا روپ بھی کم نہیں۔(فنا ہوکر تحلیل ہوجانا)

اس کے بعد ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مضمون ہے جو ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون مطبوعہ شمارہ نمبر ۱۱ کے جواب میں ہے۔عروض کی باریکیوں کے بارے میں میرا علم بہت کم ہے۔ البتہ میں اس بات سے متفق ہوں۔

کہ ''ی'' کا گرنا اور''الف'' کا دبنا وغیرہ جیسی خامیاں اب زور نہیں رکھتیں۔ ان سے صرف نظر کرنا چاہیے البتہ اگر کہیں یہ بہت بری طرح ظاہر ہورہی ہوں تو پھر اعتراض جائز ہی نہیں ضروری ہوگا۔

جناب ڈاکٹر اسماعیل آزاد کا مضمون بھی خاصا اہم ہے۔ اور تحقیقی کام کے زمرے میں آتا ہے۔

مجھے جگر مراد آبادی کی خوب صورت فارسی نعت کا وہ ترجمہ اچھا لگا جو جناب امانت نے کیا ہے۔میں فارسی سے زیادہ واقف نہیں جگر کے کلام کا اصل لطف تو اوریجنل ہی میں ہے مگر اس کو اردو قالب میں دیکھ کر میرے لیے یہ نعت اور اہمیت اختیار کرگئی۔

عزیز احسن میرے پسندیدہ ناقد ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ مجھے یہ تبصرہ اچھا لگا۔ اسی طرح ''تیرا وجودالکتاب'' [ا] نامی کتاب پر بھی ان کی رائے خاصی وزنی کہی جاسکتی ہے۔ یہ ایک اچھی روش کی طرح آپ نے ڈالی ہے کہ کتابوں پر رسمی تبصروں کے بجائے تفصیلی جائزے شائع کررہے ہیں۔

ان تبصروں کے بعد نعتوں کا سلسلہ ہے۔ پہلی نعت جنات عنایت علی خاں کی ہے۔ اسی میں مدحت رسول کریم میں دو آخری بند جو شامل کیے گئے ہیں۔ وہ شامل نہ ہوتے تو بہتر تھا۔

سحر انصاری صاحب کی نعت کے بارے میں بس اسی قدر کہا جاسکتا ہے۔ اس میں ندرت

نہیں۔جعفر بلوچ صاحب کی نعت کے چند اشعار اچھے لگے۔ وہیں ایک شعر اس میں اور ہے۔ وہ ''ندرت بھرا'' ہے۔مگر یہ وہ ''ندرت'' نہیں جسے ذہن میں رکھ کر میں نے بھائی سحر انصاری کی نعت پر تبصرہ کیا ہے۔

پاکستان ابھی پھیلے گا، اک دن دنیا کا ہر خطہ
ہوگا پاکستان محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حاجی غلام علی صاحب کو ایک اچھی نعت دینے پر میری مبارک باد۔ رشید وارثی صاحب بہت اچھے ناقد ہیں، اب ان کی شاعرانہ صفات بھی سامنے آرہی ہیں۔ اس شمارے میں ان کی تضمین بر کلام قدسی شامل ہے۔ اس میں ان کا ایک مصرع ہے:

روئے تاباں سے جھلکتا ہے ترے نور قدم

میں چاہوں گا اسے غور سے پڑھا جائے۔ رشید صاحب بھی دیکھیں ممکن ہے اسے بدلنا پسند کریں۔منصور ملتانی[۲] کی نعت اس بار چھپی نعتوں میں نمایاں حیثیت کی کہی جاسکتی ہے۔ قیصر نجفی کی نعت بھی پیچھے نہیں رہی ہے۔ دونوں نے اچھی کوشش کی ہیں۔جلیل ہاشمی صاحب کا مطلع ہے۔

رحمت حق کا سائباں صلی علی محمدؐ
راحت قلب عاصیاں صلی علی محمدؐ

نہ جانے کیوں اس خیال کے شعر نعت میں مجھے اچھے نہیں لگتے۔ جن میں آنحضور کی ذات گرامی کو فاسق و فاجروں کے طرف دار، عاصیوں کے دل کی راحت وغیرہ کہا جاتا ہے بہرحال اپنی اپنی سوچ ہے بے شک کہنے والا جن معنوں میں یہ کہتا ہے وہ میں جانتا ہوں مگر سطح پر یہ باتیں مجھے پسند آتیں۔ اس جگہ لکھنا چاہوں گا یہ اس شمارے میں نعتیہ کلام کم ہے۔ اور کچھ معیاری بھی نہیں ہے۔ اس جگہ لکھنا چاہوں گا کہ اس شمارے میں نعتیہ کلام کم ہے اور کچھ معیاری بھی نہیں ہے۔ اگر منصور ملتانی اور قیصر نجفی کی نعتیں نہ ہوتیں تو کچھ زیادہ خوشی نہ ہوتی۔

آگے گوشۂ غالب ہے۔ اچھے اور عمدہ مضامین آپ نے جمع کیے ہیں سب کے سب اپنی جگہ خوب ہیں۔ اس حصے میں مولانا احمد رضا خاں کی نعت پر کچھ لکھنا چاہوں گا۔

میرا اندازہ ہے یہ اعلیٰ حضرت کی نعت نہیں کہ مجھے اس میں کئی سقم ایسے نظر آئے جو کسی طور نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ آج کل شعرا کے ملتے جلتے نام خاصی گڑبڑ پیدا کر رہے ہیں۔

مولانا صاحب کی نعت کا مطلع ہے:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیؐ کے یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

معلوم نہیں ''کیف'' کا لفظ انھوں نے کس نسبت سے لکھا۔ ''پر جبریل'' تو اس میں فٹ نہیں ہوسکتا تھا۔ سوچ کے پر لکھ دیتے تب بھی بات نہیں بنتی۔ اسی طرح دوسرے شعر میں انھوں نے لکھا ہے۔ (روح قدس سے پوچھیے) اس میں ''قدس'' کو انھوں نے جس تلفظ کے ساتھ باندھا ہے وہ غور طلب ہے۔ تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ''کھو جانے'' کے معنی میں ''گمیں'' لکھا ہے۔ جو واقعی ایک دلچسپ ترکیب ہے۔ پانچواں شعر سنئے:

دل کو دے خود و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں

میں کچھ نہیں لکھوں گا۔ اسی نعت کے چھٹے شعر کا آخری مصرع سنیں:

اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

اس میں ''میٹر'' پر جو گزری ہے وہ ضرور دیکھیے۔ اس کا ساتواں شعر بھی شعری حسن کے لحاظ سے ''داد طلب'' ہے:

باغ میں شکر وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

اس میں ''ان'' کا ذکر کہاں ہے؟ (''ہائے ہائے گل'') خیر جو کچھ ہے کچھ پسندیدہ نہیں۔ اسی قبیل کی نعت رفیع بدایونی کی بھی ہے۔ جس میں شاعری خودکشی کرتی نظر آرہی ہے۔

(ہے اگر ظرف تو اس خاک سے بھی جوہر کھینچے) اس میں ''ظرف'' کا استعمال خوب ہے۔

(لمس غروب کبھی چاہیے تو مہر خاور کھینچ) ''مہر خاور'' پر توجہ دیں۔

(نفس تو ہجر میں ان کی تڑپ تڑپ کر کھینچے) ہجر میں ان کی (ان کے نہیں)۔

اشفاق انجم اور تنویر پھول صاحب بھی انہی نعتوں کو اگر کچھ بہتر کر کے چھپواتے تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں مفید بات ہوتی...... غالب کی زمینوں میں جتنی نعتیں شائع ہوئی ہیں بہت کم زور لگیں۔

اب خطوط کا حصہ۔ شرف قادری، ڈاکٹر اسماعیل آزاد، ڈاکٹر نشیط کے خطوط زیادہ طویل نہیں مگر ان پر بحثیں کی جاسکتی ہیں۔ تینوں خطوط غور طلب ہیں۔ ہمارے محترم کوکب نورانی صاحب کا خط

بہت طویل ہے۔ وہ نعت رنگ سے جتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ خط اس کی تفسیر ہے۔ انھوں نے بہت سی نہایت اہم باتوں پر توجہ دلائی ہے۔ افسوس کہ خط لکھتے ہوئے وہ حوالے دینے میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ پھر جو کچھ انھوں نے ان پر لکھا وہ اس قدر گنجلک ہوگیا ہے کہ میں سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس میں دُرّے (کوڑے کے معنی میں) صحیح لفظ انھوں نے (دِرّے) لکھا ہے۔ میرے پاس جو لغت ہے اس میں درے لکھا ہے۔ اب بتایئے ہم کیا بولیں، دِرّے کہا تو لوگ ہنسیں گے اور اگر دُرّے کہا تو ہم خود روئیں گے۔ مولانا نورانی کا پورا خط نہایت بحث طلب موضوعات پر مبنی ہے۔ وہ اگر بات کا حوالہ دینے کے بعد اپنی رائے علاحدہ کرکے وضاحت سے لکھتے تو کیا اچھا ہوتا۔ صفحہ ۴۰۰ پر کچھ باتیں عرش کے مستقرِ خداوندی ہونے کی بابت ہیں۔ مولانا کوکب نورانی نے اس پر اپنی رائے نہیں دی کہ درست بات کیا ہے؟ ثم استویٰ علی العرش سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عرش، مستقر خداوندی ہے۔ حضور کا نوری پیکر ہونے کا بھی اس میں ذکر ہے۔ پھر ''انا بشر'' والی بات کیا معنی رکھتی ہے کو بشر تو مٹی سے بنا ہے؟۔ انھوں نے رسالے کی ابتدا میں بسم اللہ لکھنے کی بات لکھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کو حکم ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔ ''ؐ'' کی علامت پر بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ مگر میں کچھ سمجھ نہ سکا۔ اسے درود پڑھنے کا اشارہ سمجھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟۔ پھر حضور اکرم کے اسم مبارک پر اگر درود ابراہیمی کا اہتمام کیا جائے کیا صورت ہوگی اگر کسی تحریر میں یہ نام بار بار رقم ہوا ہو؟ ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن افراد کے نام حضور اکرم ﷺ کے نام پر ہیں انھیں پکارتے وقت کیا کرنا چاہیے؟ غرض کہ بہت سے سوال ایسے تھے کہ مولانا کے خط میں تھے مگر انھوں نے اتنے بہت سے موضوعات کو اپنے اوپر رکھ لیا تھا کہ وہ کسی سے بھی باوجود خط کی طوالت کے انصاف نہیں کرسکے نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم جیسے لوگ ہنوز تشنہ ہیں۔

میرا یہ خط طویل ہوگیا ہے مگر میں نے کوشش کی ہے کہ سارے رسالے کی ہر تحریر کا احاطہ کرلیا جائے۔ اصولاً خط وہی اچھے ہوتے ہیں جو پرچے کے مشمولات پر خیال افروز روشنی ڈالتے ہوں۔ پچھلے شمارے میں امیرالاسلام صاحب کا خط بھی اچھا تھا۔ اور عبدالغفار حافظ صاحب کا بھی مگر صفحہ ۴۳۵ پر انھوں نے چند مصرعوں کو پڑھنے کے لیے جو ''طریقہ'' بتایا وہ ہم سے استعمال نہ ہوسکا۔ اسے تو وہ خود پڑھ کر سنائیں تو شاید ہم عمل پیرا ہوسکیں لکھتے ہیں:

''اے بے کسوں کے آقا'' میں بے کسوں کی ''واؤ'' گرا کر پڑھیں۔''

ہم تو اس کی واؤ گرانے کے چکر میں خود گر پڑے مگر واؤ نہ گراسکے۔

اچھا میرے عزیز اب رخصت۔

نعت رنگ میں لکھتے ہوئے میں اپنی طبیعت پر جبر کرکے بہت مؤدّب وسنجیدہ رہتا ہوں۔اور اپنے مخصوص طرز نگارش سے گریز کرتا ہوں پھر بھی لغزش ہوسکتی ہے۔کہیں کسی کے لیے کوئی بے جا جسارت ہوگئی ہوتو وہ مجھے معاف کریں، خدا خوش رکھے۔

احمد صغیر صدیقی

ا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید،۲۰۰۱ء، گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی، ۳۶۸ص

۲۔منصور ملتانی (پ: ۱۹۵۰ء)، اصل نام: تنویر عارف خان، قلمی نام: عارف منصور، شاعر، ادیب، نعت نگار، افسانہ نگار، نقاد، کتب: ''سورج زمین پر''، ''مرسل ومرسل''، ''حمد ومناجات''۔

دسمبر۲۰۰۲ میں ایک ساتھ دو شمارے شائع کرکے آپ نے تاخیر کا ازالہ کر دیا۔ میرا خیال ہے یہ تاخیر والی بات ہونی ہی نہیں چاہیے۔ ہر تیسرے مہینے پابندی سے کتاب آنی چاہیے۔ اور اس کی ضخامت کو ۲۷۵ صفحات تک محدود کر دیں۔ اس طرح آپ کو بھی متعدد آسانیاں ہو جائیں گی اور خریداروں کو بھی رسالہ بلاتاخیر ملنے لگے گا۔

اس بار میں نے دونوں شماروں میں پروف خوانی کی طرف سے قدرے لاپروائی محسوس کی۔ خود میرے مضمون اور میرے خط میں بہت سی غلطیاں چھوڑ دی گئی تھیں۔ پڑھنے والے تو کسی نہ کسی طرح پڑھ ہی لیتے ہیں مگر بعض اوقات ان اغلاط کی وجہ سے بات بدل کر رہ جاتی ہے۔ اور کم سے کم مجھے بڑی کوفت ہوئی ہے۔ جب میں اپنی تحریر کو مسخ شدہ دیکھتا ہوں۔ بہرحال یہ سب کچھ طباعتی کاموں میں ہوتا ہی رہتا ہے۔

اب ذرا شمارہ ۱۳ پر ایک نظر:

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''اسم محمد ﷺ نعت کے آئینے میں'' بہت طویل ہے مگر اس کا بہت بڑا حصہ شعرا کے اشعار پر مشتمل ہے۔ راجا رشید محمود کے مضمون ''نعت میں ذکرِ میلاد'' میں بھی یہی صورت نظر آئی۔ اس کی طوالت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ خود حواشی کی فہرست ۱۸ صفحات پر محیط ہے۔ بہرحال دونوں کی محنت قابل داد ہے۔ شارق جمال صاحب عروض داں ہیں اور ان کے مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' میں شعرا کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ مگر ان پر سختی سے عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً حروف علت کا دبانا یا گرانا اب عام ہو چکا ہے۔ اور شعری حسن برقرار رکھنے کے لیے اگر

اسے جائز قرار دے دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔ یہی صورت اجتماع ردیفین کے عیب کی ہے۔ اگر یہ ابھر نہ رہا ہو تو روا ہوسکتا ہے۔ ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مضمون تحقیقی ہونے کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔

کتابوں کے جائزے کے حصے میں ڈاکٹر طلحہ برق کا مضمون مختصر ہونے کے باوجود عمدہ ہے۔ اس کے آگے نعتیں ہیں۔ شاہ محمد قائم قتیل، کی نعت بہت روایتی سی ہے۔ سرشار صدیقی صاحب کی نعت بھی پر اثر نہیں محسوس ہوئی، علی محسن صدیقی، سیّد افتخار حیدر، عبدالرحمٰن عبد، ظہیر غازی پوری، وغیرہم کی نعتیں عام سی ہیں۔ البتہ جناب عاصی کرنالی، تسلیم الٰہی زلفی، صابر وسیم، قیصر نجفی کی نعتیں بہتر محسوس ہوئیں۔

خطوط میں مولانا کوکب نورانی نے نہایت طویل خط لکھا ہے۔ بقول ان کے اس پر دوبارہ نظر ڈالنے کی ان کے پاس فرصت نہ تھی۔ اچھا ہوتا کہ وہ دیکھ لیتے۔ بہرحال یہ خاصا معلوماتی ہے۔مگر اس میں بھی مجھے وہی کچھ نظر آیا جو ہمارے مذہب سے متعلق دوسری تحریروں میں ہوتا ہے۔ ہر طرف نزاع نظر آتا ہے۔ میں تو خوف زدہ ہوکر اب مذہب کو پڑھ ہی نہیں رہا ہوں بس جتنا پڑھ لیا اسی نے دماغ خراب کر دیا ہے۔ میں اب اپنے مذہب کی چند موٹی موٹی باتوں تک محدود رہتا ہوں۔ نماز، روزہ، حج تک محدود رہنا ہی اچھا ہے۔حتیٰ المقدور حقوق العباد پر توجہ رکھی جائے اور بس۔ اب بتایئے یہ جان کر مجھے کیا حاصل ہو گا کہ رسول پاک ﷺ کے اندر چار سو مردوں کے برابر طاقت تھی (اس کا علم مجھے ''نعت رنگ'' ہی میں شامل کسی مضمون سے ہوا)۔ قیصر نجفی کا خط بھی بہت اچھا ہے۔ انھوں نے میرے ہائیکو پسند کیے اور چند غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مثلاً نام کی خوشبو سے حرف کیسے چمک سکتا ہے۔ دراصل شاعری یہی ہے۔ اگر نام کی خوشبو ہوسکتی ہے تو پھر اس خوشبو سے حرف چمک بھی سکتے ہیں۔ منطقی پیمانے پر بہرحال ان کی گرفت درست ہے۔ خدا خوش رکھے انھوں نے سمت نمائی کی ہے۔

اب شمارہ ۱۴:

پروف خوانی سے عدم توجہی پہلی ہی حمد میں نمایاں ہے۔

ڈاکٹر سیّد وحید اشرف... کا مضمون برا نہیں ہے مگر انھوں نے اس میں جا بجا خود اپنی تحریر کردہ نعتوں کے مجموعے ''تجلیات'' سے مثالیں پیش کرکے اسے کم زور کر دیا ہے۔

فرماتے ہیں... ''اردو میں لفظوں کی تکرار سے کس طرح موسیقی اور غنائیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لیے راقم اپنی ہی کتاب ''تجلیات'' سے مثالیں پیش کرتا ہے۔

یاد نبی کی جوت سے جو دل جگمگ جگمگ جگمگ ہے
اس کے سر پر رحمت باری پگ پگ پگ پگ پگ پگ ہے

اسی شعر سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کلام کس پائے کا ہو گا اور یہ ''پگ پگ پگ پگ'' کی آواز کدھر کی مترنم کہی جا سکتی ہے۔ بس محض یہ نعرہ ہی لگایا جا سکتا ہے ''اللہ غنی''

اس مضمون میں متعدد حدیثیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث ''اپنی حاجت سوائے خدا کے کسی سے طلب نہ کرو۔'' اس کا مطلب ڈاکٹر صاحب نے کیا لیا ہے۔ اس کے لیے ان کی دی ہوئی مثال سے رجوع کریں۔

''اس کے بعد حضرت ثعبان گھوڑے پر سوار ہوتے اور اگر کوڑا نیچے گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کو نہ کہتے تھے خود اتر کر اٹھا لیتے تھے۔''

انھوں نے ''حضرت'' اور اعلاحضرت کے مسئلہ پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''اعلا حضرت کا مطلب کسی ایسی ہستی کی طرف اشارہ کرنا ہے جو بعض پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس لیے رسول اکرم کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیوں کہ آپ افضل خلائق ہیں''۔

اللہ اللہ... ماشاء اللہ نہایت زور دار بات ہے۔ یعنی حضرت لکھنا تو جائز ہے اعلا حضرت لکھنا جائز نہیں۔ حالاں کہ یہ Superlative Degree ہے اور کچھ نہیں۔

مجموعی طور پر ڈاکٹر صاحب کا مضمون ٹھیک ٹھاک ہے گو کہ اس میں درج باتوں کی نشان دہی پہلے بھی ''نعت رنگ'' میں ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل آزاد اور عزیز احسن صاحب کے مضامین میں بہت سی باتیں قدر مشترک تھیں۔ ڈاکٹر عزیزی کا مضمون امام احمد رضا کی لکھی نعتوں کی خصوصیات پر مبنی ہے مگر جابجا ان کی دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی تھیں۔ دیکھ لیں:

تیری انگلی اٹھی مہ کا کلیجہ چر گیا

بھائیوں کے لیے ترک پستان کریں

محو و اثبات کے دفتر پر کروڑا تیرا

دو قمر دو پنجہ خود دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

اس شمارے میں کتابوں کے ایک دوطویل جائزے بھی ہیں جو یک طرفہ لیے گئے ہیں۔یعنی تعریفی اور توصیفی ہیں۔نعتوں میں جناب عاصی کرنالی، محمد علی اثر، عقیل عباس جعفری اور عمران نقوی کی نعتیں اچھی لگیں۔

احمد صغیر صدیقی

اس وقت میرے سامنے ''نعت رنگ'' کے دوشمارے ہیں (۹ اور ۱۰)۔ واجب ہے کہ تمھاری تعریف کی جائے۔تم نے جس کام کا آغاز کیا تھا وہ ایک بہت خطرناک سا کام تھا مگر نیت میں خلوص ہوتو پرودرگار کی مدد ضرور ملتی ہے۔ آج ''نعت رنگ'' کے پلیٹ فارم سے وہ کام ہورہا ہے جس کی ہمیشہ سے اردوادب کوضرورت تھی۔نعت رسول ﷺ خدا مذہبی دائرے سے نکل کر ادب کا ایک جز بن رہی ہے اور جو کام ہورہا ہے اس سے بہت سی بدعتوں کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی نعت نگاری کو اپنے درست خدوخال کے ساتھ ابھرنے کا موقع فراہم ہورہاہے۔ ایسے کم زور مذہبی عقائد کا بھی پردہ چاک ہورہاہے جنھوں نے معمولی پڑھے لکھے افراد پر گرفت قائم کررکھی تھی۔ یقیناً ابھی کافی کام باقی ہے اور انشاء اللہ تمھارے جریدے کے توسط سے یہ بھی تکمیل کو پہنچے گا۔ بس میری دعا یہ ہے کہ وہ لوگ ہر بات کو کھلے دماغ اور کشادہ دلی سے پڑھیں اور براہ تحقیق اپنے عقائد اور ایمان کی اصلاح کریں ''تقلید'' کا سحر بس اسی طرح ٹوٹے گا۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۹ میں جناب جمال پانی پتی کا مضمون ''نعت گوئی کا تصور انسان اور مولانا کوکب نورانی'' اچھا لگا۔ اس جگہ میں جناب کوکب نورانی کے بارے میں یہ پھر لکھنا چاہوں گا کہ ان کی ذات گرامی غنیمت ہے ۔کسی اور عالم دین نے ابھی تک ضرورت نہیں سمجھی کہ ان اہم موضوعات کی سمت توجہ دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کوکب کی تحریروں سے اس جریدے کی کئی علمی اور تحقیقی بحثیں آگے بڑھی ہیں۔ کاش وہ دوسرے حضرات بھی جو خود کو علم دین سے منسلک سمجھتے ہیں اسے بھی دینی

فریضہ سمجھ کر ''نعت رنگ'' میں اٹھائے گئے نکات میں حصّہ لیں۔ یہ کام اکیلے ان لوگوں کا نہیں جو ادب سے وابستہ ہیں۔ دراصل نعت گوئی دو پہلو رکھنے والی چیز ہے۔ ادبی اور مذہبی اور اسے ارفع شکل صرف اسی صورت میں دی جاسکتی ہے جب اس میں دینی اور ادبی دونوں شخصیتیں تعاون کریں اور اس طرح سے نہیں کہ ایک دوسرے کے مقابل آکر بلکہ اس طرح جیسے معاونین کار ہوتے ہیں۔ مختلف نقطہ ہائے نگاہ کو اس لیے سننا اور بات ہے کہ مخالفت ضرور کرنی ہے اور اس لیے سننا کہ سچائیوں تک رسائی حاصل کرنی ہے دوسری بات۔

اسی شمارے ۹ میں سلیم کوثر کی نعتیں خصوصی مطالعہ کے حصّے میں ہیں اور خوب ہیں ان کی نعتوں میں ادبی حسن کاری کے جلوے بہتات سے بکھرے ہوئے ہیں اور ان کی نعتیں پڑھ کر دل دیر تک مسرور رہتا ہے۔ اچھی شاعری کی اہم ترین صفت یہی ہے کہ وہ خوشی بخشے۔ خصوصی مطالعہ کا یہ حصّہ ہر شمارے میں رکھیں مگر صرف اس شاعر کا جس کے پاس واقعی عمدہ نعتوں کا سرمایہ ہو۔

نعت گوئی کے ضمن میں، ایک بات کہنا چاہوں گا کہ نعتیں تو بہت سے شاعر لکھ رہے ہیں مگر یہاں بھی معیار کا مسئلہ رہتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ''نعت رنگ'' میں، نعت کا معیار ذرا سخت کیا جائے بھلے کم نعتیں چھاپیں مگر وہ عمدہ ہونی چاہئیں۔ شاعری کی جو صورت حال آج کل سامنے ہے اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ مشق کے سہارے یہ کام زوروں پر ہے۔ بہت سی نعتیں مشق کے سہارے کہی جارہی ہیں یعنی ان کے اندر ادبی حسن کم کم ملتا ہے۔ ''نعت رنگ'' میں اس پہلو پر بھی توجہ دیں۔ ٹھیک ہے سارے شاعر تابؔش، مظفؔر وارثی، سلیم کوثؔر، نسیم سحؔر یا تمھاری طرح جیسے ٹیلنٹیڈ (Talented) نہیں ہوسکتے مگر اس سے تو انکار کوئی نہیں کرسکتا کہ ہر ایک کے پاس ٹیلنٹ کا کچھ حصّہ ضرور ہوتا ہے اور یہ کلام میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جب تک نعت میں نظر نہ آئے ''نعت رنگ'' میں اسے جگہ نہ دی جائے۔ ضرورت quantity کی نہیں quality کی ہے۔

شمارہ نمبر ۱۰ میں سب سے شان دار کام پروفیسر شفقت رضوی کا ہے اور کیا خوب ہے۔ تم ان تک پہنچے۔ میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ تم جب ان تک پہنچو گے تو تم تک ضرور پہنچیں گے۔ یہ مضمون جو انھوں نے تمھیں ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' کے نام سے دیا ایک شان دار کام ہے۔ میں اسے پڑھ چکا ہوں مگر دوبارہ دیکھ رہا ہوں۔ بہت سی عمدہ باتیں میرے ذہن میں ذخیرہ ہورہی ہیں۔ جناب رشید وارثی کا مضمون بھی وقیع ہے۔

اس بار تم نے دونوں شمارے تقریباً ڈھائی سو صفحات کے چھاپے ہیں۔ یہ روش جاری رکھو

تا کہ معیار نہ گرے۔ نعتیں بھی کم چھاپی ہیں یہ بھی اچھی بات ہے۔ quality کے بغیر کاغذ کا پیٹ بھرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کے کام اور جگہ ہونے دو۔

احمد صغیر صدیقی

26-06-2003

''نعت رنگ'' ۱۵ پیشِ نظر ہے۔ اس سے قبل کہ کچھ اور لکھوں حضرت مولانا کوکب نورانی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے نہایت جاں فشانی سے میرے کچھ سوالوں کے جوابات فراہم کرنے کے لیے حوالہ جات تلاش کیے اور میرے ساتھ پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کیا۔ افسوس ان کا کوئی جواب تسلی بخش نہیں لگا۔ کہیں انھوں نے لوگوں کے خوابوں کو سند بنا کر جواب دیا ہے کہیں حکایتوں کے سہارے کے ذریعے باتیں کی ہیں۔ کہیں اپنی بات کو zip hold کرنے کے لیے عربی لغات کو ذریعہ بنایا ہے اور لغوی معنی کو اپنانے پر زور دیا ہے اور کہیں لغوی معنوں کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کر سکتے۔ کہیں ''معجزہ'' کے لیے لکھا ہے کہ اردو میں اس کے معنی صرف وہ محلِ خاص ہے جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہیں ''نعت'' اور ''حمد'' کے لیے اردو میں جو معنی رائج ہیں اُسے مسترد کر کے عربی لغات سے دوسری باتیں ثابت کی ہیں۔

(حوالہ کے لیے بالترتیب صفحات نمبر ۴۰۸، سطر ۱۴ سے صفحہ نمبر ۴۰۷، سطر ۱۳ سے، صفحہ ۴۰۸ تک، صفحہ نمبر ۴۱۱ سطر ۱۷ سے، صفحہ نمبر ۴۵۳ سطر ۱۶ سے)

اسی طرح بعض سوالوں کے جواب میں مولانا نے یہ کہہ کر بات کر دی ہے کہ جواب کے لیے فلاں کتاب دیکھ لی جائے۔ (حوالہ صفحہ ۴۱۴ آخری سطریں) کہیں لکھا ہے کہ اپنی کم علمی دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اور کہیں اسی سعی کو شرارت قرار دے دیا ہے... تفصیل سے ہر بات کو دوبارہ اٹھانا جواب لکھنا اب میرے بس میں نہیں رہا ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ دینی معلومات میں آئندہ سے میں خاموش رہوں گا۔ میں اب تک جو کچھ لکھتا رہا ہوں اس کے پیچھے احکامِ الٰہی کی پابندی کا جذبہ تھا کہ غور کرو اور فکر کرو۔ تحقیق کے بغیر تقلید سے بچو۔ یہ کام میں اپنے طور سے کرتا رہا ہوں کرتا رہوں گا۔ ''نعت رنگ'' کے صفحات کا سہارا صرف اس لیے لیا تھا کہ اس سے میرے ساتھ ہی بہتوں کا بھلا ہو رہا تھا۔ مگر یہ معاملہ اب کچھ مناسب نہیں لگتا۔ ان مباحث سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ نعت لکھنے سے

قبل ہمیں عالمِ دین ہونے کی سند بھی حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی کہیں سے پتا کر لینا چاہیے کہ ہم واقعی مسلمان ہیں کہ نہیں (یعنی ہر طرح سے راسخ العقیدہ) صفحہ ۴۳۸ دوسرا پیراگراف) ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کو اس حوالے سے پھنسا دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ صفحہ ۳۴۴ چوتھے پیراگراف میں ''ہزاریے'' (یعنی ملے نی ام) کا لفظ دیکھ کر مرحوم جون ایلیا یاد آئے جنھوں نے لکھا تھا کہ اے اردو والو! ''ہزاریے'' کوئی لفظ نہیں ہے یہ ''ہزارے''... میں مزید کچھ سمجھنے کے بجائے اب آئندہ سے اس مشورے پر عمل کرنے والا ہوں جو ڈاکٹر یحیٰ نشیط نے اپنے خط صفحہ ۳۹۷ سطر ۷ اور ۸ میں دیا ہے جنھیں دلچسپی ہو دیکھ لیں۔

میں قیصر نجفی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے حمدیہ قطعے کے بارے میں لکھ کر میری رہنمائی کی۔ اس ضمن میں بس اسی قدر عرض ہے کہ... بے مثل صفات کو نسبتاً کم تر سے تشبیہ دینا کم کرنا نہیں ہوتا۔ یہ دراصل ایک عیاں تر حوالہ ہوتا ہے کہ قاری کو تفہیم کا ایک سہارا مل جائے۔ خود اللہ نے اپنے نور کو چراغ سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت مولانا کوکب نورانی نے بھی مجھے سمجھانے کے لیے صفت خاص جو حضور اکرم ﷺ کی ذات میں تھی ایک جگنو کی مثال دے کر واضح کی ہے۔ (صفحہ ۴۷۰ سطر ابتدائی) بہرحال ان کی بات میں نے نوٹ کرلی ہے۔ ان کی قطعے پر اصلاح البتہ قابلِ قبول نہیں کہ اگر ان کا بتایا ہوا مصرع استعمال کیا جائے تو قافیہ غائب ہوجاتا ہے۔ عیب بقول ان کے دُور نہیں ہوتا بلکہ ایک اور عیب پیدا ہوجاتا ہے۔ خیر میں ان کی اس پیش کش کا بھی ممنون ہوں۔ (میں نے یہ قطعہ ہی مسترد کر دیا ہے) اب حافظ صاحب کا خط (صفحہ ۴۸۷) وہ عروض اور فہم اشعار کے عالم بے بدل ہیں۔ ان کے جواب کے بعد میں بھلا کیا عرض کرسکتا ہوں۔ اللہ انھیں خوش رکھے اور ان پر رحم کرے۔

احمد صغیر صدیقی

11-04-2004

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۶ پیشِ نظر ہے۔ شاید اس بار یہ چھ مہینے کے بعد شائع ہوا ہے۔ حسبِ معمول ضخیم ہے اور شاید اسی لیے درست پروف خوانی نہیں ہوسکی۔ کتابت کی غلطیاں بہت نظر آئیں۔ خود میرے خط میں جو مختصر سا ہے تقریباً درجن بھر غلطیاں موجود ہیں۔ اس سے عبارت ہی نہیں مفہوم بھی متاثر ہوا ہے۔

اس شمارے میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک حمد اور ایک نعت بزبانِ فارسی ابتدائی صفحات

پر نظر آئیں ان کا ترجمہ علامہ سیفی فرید آبادی نے کیا ہے۔ نعتیہ اشعار کا ترجمہ مجھے جچا نہیں۔ دیکھیے :

اصل	ترجمہ
ما بلبلیم نالاں در گلستانِ احمد ﷺ	ہم عندلیب نالاں گلزار مصطفیٰ ہیں
ما لولوئم و مرجاں عمان ما محمد ﷺ	ہم لولیان مرجاں عماں رسول برحق
امروز خون عاشق درعشق اگر بدر شد	عاشق کا عشق میں خوں گر آج بہہ رہا ہے
فردا ز دوست خواہد تاوان ما محمد ﷺ	لے لے گا دوست سے کل تاوان رسولِ برحق

ساتھ ہی یہ بات نظر آئی کہ حمد کے مقابلے میں نعت کے کئی اشعار پھیکے ہیں۔

مضامین میں مسعود الرحمٰن ندوی، پروفیسر محمد اقبال جاوید، ڈاکٹر محمد سلطان اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضامین خاصے تحقیقی اور معلوماتی محسوس ہوئے۔ پروفیسر فیروز شاہ کا مضمون بھی خوب ہے۔ راجا رشید صاحب نے اپنے مضمون میں دراصل اس تنقید کا جواب لکھا ہے جو ان پر ڈاکٹر شمیم گوہر نے کی تھی۔ جواب مدلل ہے۔ مگر راجا صاحب نے خفگی کے عالم میں شاید اسے لکھا ہے اور اس کیفیت میں انھوں نے مدیرِ ''نعت رنگ'' کو بھی لتاڑ دیا ہے۔ میں اسے Misplaced Anger سمجھتا ہوں۔ اسی مضمون میں انھوں نے اپنے ناقد ڈاکٹر شمیم گوہر کی لکھی نعت کا بھی ''جائزہ'' لے لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی عالمِ خفگی کی کوشش ہے اسی لیے وہ اکثر توازن کھو بیٹھے ہیں۔ (ص۱۵۶)

مضامین کے اس حصے کے بعد ''گوشۂ افتخار عارف'' ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سلسلہ مستقل کر دیا جائے اور ہر شمارے میں ایسے گوشے ہونے چاہییں۔

اس سے آگے متعدد مضامین مختلف شعرا کی نعت گوئی سے متعلق ہیں۔ سب کے سب تقریظی ہیں۔ ان کے بارے میں کیا لکھا جاسکتا ہے۔ ایسے مضامین نہ قاری کے کام کے ہوتے ہیں نہ ممدوح کے۔

اس کے بعد حصہ شعر ہے۔

پہلی نعت جناب تابش دہلوی کی ہے۔ یہ ایک سادہ سی نعت ہے۔ ان کا ہاں ایک مصرع ہے۔ (مدینہ میں کچھ ایسی راحت ملی ہے) اور دوسرا بھی (مدینہ میں اپنا قیام اللہ اللہ) دونوں میں انھوں نے ''مدینے'' کے بجائے ''مدینہ'' لکھا ہے۔ جب کہ میرے خیال میں یہاں ''مدینے'' لکھنا مناسب تھا۔ ذرا یہ جملہ دیکھیں ''وہ گھوڑا پر بیٹھا تھا'' اور یہ جملہ دیکھیے ''وہ گھوڑے پر بیٹھا تھا''۔ بہرحال تابش صاحب استاد ہیں فصاحت کے رموز ان سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

دوسری نعت جناب منظر ایوبی کی ہے۔ اس میں سے ایک شعر دیکھیے:

سرفروشی حق پرستی کے تقاضے بھول کر
مصلحت کی اوڑھ لی اس قوم نے چادر حضورﷺ

سوال یہ ہے کہ اسے نعتیہ شعر کہا جاسکتا ہے؟ میرے خیال میں اسے قوم کا مرثیہ ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اب ذرا اس نعت کا مطلع دیکھیں:

خواہشیں ہوں حرف کی صورت بیاں کیوں کر حضورﷺ
ترجمان حالِ دل ہے جب یہ چشم تر حضورﷺ

اس شعر کو سمجھئے یوں لکھنا ہے کہ چشمِ تر نے حالِ دل کا ترجمان بن کر شاعر کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے اور اب وہ اسی سبب سے اپنی خواہشوں کو بہ صورت حرف بیان ہی نہیں کرسکتا... حالاں کہ صورت یوں ہے کہ شاعر کہنا چاہتا تھا کہ اب خواہشوں کو حرف کی صورت بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کیوں کہ اس کی نم آنکھیں اس کے دل کی ترجمانی کر رہی ہیں... یہ شعر عجز بیان کا ایک نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ نعت کے بقیہ شعر بھی شاعر کی شہرت کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ البتہ جناب قیصر نجفی، قمروارثی اور ظہیر غازی پوری کی لکھی نعتوں میں چند اشعار اچھے لگے۔ مجموعی طور پر ''مدحت'' کا حصہ جان دار نہیں ہے۔

محمد فیروز شاہ کی لکھی نعت میں ایک آدھ جگہ کتابت کی غلطی نظر آئی ہے۔ مثلاً اُن کا ایک مصرع ''جیسے انگوٹھی میں اَن مول نگینہ آیا'' (اس کے قطع نظر کہ ''نگینہ آیا'' ہی کچھ اچھا نہیں لگتا اس مصرعے میں عروضی سقم موجود ہے) ان کا ایک اور مصرع ہے ''دوڑ کر آئی صبا نکہت و خوش بو سینہ'' اس میں نکہت و خوش بو کے الفاظ ہم معنی ہیں اس لیے مصرع لطف نہیں دے رہا ہے۔

اس سے آگے کتابوں پر تبصرے ہیں۔ مبصرین نے حتیٰ المقدور کتاب کا حق ادا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ قیصر نجفی صاحب اس قسم کے کاموں میں نمایاں مقام بنا چکے ہیں۔ ان کے تبصرے مصنّفین کو یقیناً خوش کریں گے۔ ساتھ ہی اس میں قارئین کی تسلی کا سامان بھی موجود ہے۔

اس کے بعد خطوط کا حصہ شروع ہوتا ہے۔

حسبِ معمول مولانا کوکب نورانی کا خط تفصیلی ہے۔ اکثر خطوط میں مولانا صاحب کے خطوں پر دلچسپ تبصرے دیکھنے کو ملے۔ قیصر نجفی صاحب نے لکھا ہے... ''ان کی اپنے مسلک کے حوالے سے خوش اعتقادی سر آنکھوں پر لیکن غیرارادی طور پر اُسے مسلط کرنے کی کاوش قابلِ رشک نہیں۔''

(ص۲۹۸) اسی طرح رشید ارشد صاحب نے لکھا ہے...'' گزشتہ شماروں میں وہ جس انداز سے اکابرِ دیوبند کی تحقیر کر چکے ہیں وہ کسی نوع بھی انسب نہیں۔'' (ص۴۰۸)۔ اس جگہ میں مولانا صاحب کے ان اقتباسات اور حوالوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انھوں نے چھ سات ممتاز دینی شخصیات کی تحریروں سے ''نعت رنگ'' کے شمارے نمبر۱۳ میں صفحہ ۲۸۰ سے صفحہ ۲۹۴ کے پیش کیے ہیں۔ میں ان اکابر کی تحریروں کو پڑھ کر حیران رہ گیا۔ یہاں میں یہی کہوں گا کہ خوش اعتقادی اپنی جگہ مگر حقائق سے چشم پوشی بھی اچھی بات نہیں۔ ایک خط ریاض حسین زیدی صاحب کا ہے وہ لکھتے ہیں...'' کاش حضرت والا (روئے سخن مولانا کوکب نورانی کی طرف ہے)... بے جواز دلائل کے انبار در انبار لگا کر اپنے آپ کو کنویں کا مینڈک نہ بنایا کریں۔'' (ص۴۱۱) میرا خیال ہے ریاض صاحب تنقید کرتے وقت اگر الفاظ کے چناؤ میں کچھ احتیاط برتتے تو اچھا ہوتا ویسے اب اس کو کیا کیجے کہ مولانا محترم کے خط میں زیادہ تر فقہی تنازعات ہی کا ذکر رہتا ہے۔ ان کے اس خط میں بھی یہ باتیں ہیں۔ میں اس پر تبصرہ کروں تو انھی کے خط کے برابر کا خط لکھنا پڑے گا۔ میں اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ مولانا صاحب نے میرے بارے میں لکھا ہے...''وہ دینیات سے بکمال واقفیت نہ ہونے پر دخل در معقولات ضروری سمجھتے ہیں''... دینیات میں ''بکمال'' واقفیت کا دعویٰ جسے ہو وہی ان ''معقولات'' میں دخل دے۔

مولانا نے اپنے خط میں بہت سے پڑھے لکھے لوگوں پر گرفت کی ہے اور خاصے تند لہجے میں مگر حسبِ معمول خط کے آخر میں لکھ دیا ہے: ''...کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں...'' یہ سادگی قابلِ دید ہے اور ایسی ہی ہے کہ دو چار پنچ مار کر میں کسی سے کہوں۔ ''جناب اگر اس حرکت سے آپ کی ذاتی دل آزادی ہوئی ہو تو معاف کیجیے گا۔''

مولانا کی گرفت کے انداز کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جناب رشید ارشد نے مدیر ''نعت رنگ'' کو مشورہ دیا ہے۔ ''ہو سکے تو رسالے کا مسودہ مولانا کو دکھا لیا کریں اور پھر شائع کریں تا کہ مولانا موصوف کا قیمتی وقت بچ جائے اور مقالہ نما خط کی تحریر کی زحمت سے بچ جائیں اور رسالے کا غالب حصہ فرقہ پرستی مناظرتی کش مکش اور کفر و اسلام کی بحث سے محفوظ رہ سکے۔'' (ص۴۱۰)... چلتے چلتے اس ضمن میں ظہیر غازی پوری کے خط سے چند سطور اور دیکھ لیں... وہ زیرِنظر شمارے کے صفحے ۳۹۷ پر لکھتے ہیں... ''جناب کوکب نورانی... سکّے کا ایک پہلو پیش کرنے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی نقص یا عیب ڈھونڈ لیتے ہیں۔''... ظہیر صاحب کی اس بات کی دلیل میں، اس جگہ میں اپنے ایک گزشتہ خط سے اپنا

ایک جملہ لکھنا چاہتا ہوں... جملہ تھا... ''ہم سب کو حکم ہے کہ کسی کام کو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔'' اب مولانا کوکب نورانی نے اس میں کیا عیب ڈھونڈا اور کیا لکھا وہ پیش کر رہا ہوں۔ مولانا لکھتے ہیں، ''اس میں ''کسی بھی کام'' کے الفاظ محلِ نظر میں کیا۔ ایسا ہی حکم ہے؟ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بسم اللہ کا حکم صرف جائز نیک اور صحیح کام کے لیے ہے۔ (یہاں میں بتا دوں کہ جملہ لکھتے وقت میرے ذہن میں صرف اچھے کاموں کا ہی تصور تھا۔ مگر مولانا نے ''کسی بھی کام'' میں جو رخنہ رہ گیا تھا اسے دیکھ لیا) افسوس وہ رائی کا پربت بناتے ہوئے یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ دوسرے بھی نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً اسی جگہ میرے جملے پر اعتراض کرتے ہوئے انھوں نے مسند احمد سے عبارت کا ترجمہ دیا ہے... جس میں لکھا ہے: ''ہر اہم کام جس کی ابتدا بسم اللہ سے نہ کی گئی ہو وہ ابتر یعنی ناقص ہے۔'' میں مولانا سے پوچھنا چاہتا ہوں ''ہر اہم کام'' کے الفاظ میں کیا وہی سقم نہیں جو انھیں میرے الفاظ ''کسی بھی کام'' میں نظر آیا؟ (چور کے لیے چوری ایک نہایت ''اہم کام'' ہوتا ہے) اس مثال سے میں دراصل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ظہیر غازی پوری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صداقت سے خالی نہیں... مولانا مناسب سمجھیں تو ان باتوں پر بھی کچھ توجہ دیں۔ وہ اکثر و بیشتر تحریر میں معمولی جھول دیکھ کر فوراً اعتراض کر دیتے ہیں... انھوں نے ص۳۸۹ نیچے سے چھٹی سطر میں ایک جملہ لکھا ہے... ''مجھے حیرت ہے (فلاں) کو سمجھ کیوں نہیں آیا۔'' اب میں اگر اس پر اعتراض کروں کہ یہ کون سی زبان ہے تو وہ کیا کہیں گے؟ لکھتے وقت روانی میں اس طرح کی غلطیاں ہو جاتی ہیں اسی طرح مولانا نے مجھے ایک جگہ جاہل مطلق کے درجے پر بھی رکھ دیا ہے۔ (ص۴۶۷ شمارہ ۱۵) ان کی عبارت دیکھیے... ''احمد صغیر صدیقی صاحب سے عرض ہے کہ منتخب، سروری، صراح، موید، کشف، برہان اور کنز یہ کتب لغات کے نام ہیں وہ انھیں دُرّوں یا دِرّوں کے نام نہ سمجھیں لیں۔''... اس ضمن میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میں اُن کی عزت کرتا ہوں۔

مولانا صاحب کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ جن صاحب نے لکھا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اندر چار سو مردوں کے برابر طاقت تھی وہ درست نہیں بلکہ ان کے اندر چار ہزار مردوں کے برابر طاقت تھی۔ (اگر مجھے ماخذ کا سراغ دے دیا جائے تو بہت ممنون ہوں گا۔) مولانا نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اس بات سے ''آگہی'' کتنے مسائل حل کرتی ہے یہ سب ''دماغ'' کیسے جان سکتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اس خصوصیت کے بیان سے رسول پاک ﷺ کی تعدادِ ازدواج پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ حالاں کہ سبھی جانتے ہیں کہ جو لوگ اس قسم کے اعتراضات کرتے رہے ہیں وہ تو دلیل اور منطق تک سے قائل نہیں ہوئے بھلا انھیں یہ ''بیان'' کس طرح مطمئن کرسکتا ہے؟ اور یہ بات

بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ ایسے اعتراضات کا جواب دیا جاچکا ہے۔ تعدادِ ازواج کا تعلق مختلف قبائل کو شیر و شکر کرنے سے تھا اس کے پیچھے معاشرے کی بہبود بھی پنہاں تھی ورنہ صرف بیوہ اور معمر خواتین پر ہی توجہ نہ دی جاتی۔ میرے نزدیک یہ دلیل ''طاقت'' والے ''بیان'' کے مقابلے میں بہتر ہے۔ رہی ''دماغ'' کی بات تواس سلسلے میں کچھ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔''دماغوں'' کا عالم یہ ہے کہ لوگ سیاق وسباق سے آنکھیں بندکرکے محض خامہ فرسائی کے لیے اعتراضات کرتے ہیں کہ جناب جب نماز، روزہ، حج کا ذکرکیا تو زکوٰۃ کیوں چھوڑ دی جہاد کا ذکر کیوں نہیں کیا... وغیرہ (دیکھیے ص۴۱۸)

اس شمارے میں حافظ عبدالغفار حافظ صاحب نے دریافت کیا ہے۔''احمد صغیر صدیقی اعلیٰ حضرت کا ایک شعر اور تین مصرعے لکھ کر فرماتے ہیں۔ دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی ہیں۔ صدیقی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں شعریت کی کون سی صفت مجروح ہوئی ہے؟'' میں اس سلسلے میں کیا لکھوں۔ سوال ہی سے اندازہ ہوگیا ہے کہ وہ کچھ مان کے دینے والے نہیں۔ اگر ان کو مذکورہ مثالوں میں شعریت دکھائی دینے ہی ہے تو وہ اپنی پسند اور ناپسند میں آزاد ہیں کہ اس کا تمام تر تعلق شخصی مزاج شعری سے ہے۔

میں جناب قیصر نجفی کا شکر گزار ہوں کہ انھیں اس حقیر کی لکھی حمد اچھی معلوم ہوئی۔

آپ کی کامیابیوں کے لیے دعاگو۔

احمد صغیر صدیقی

تقریباً نو ماہ بعد'نعت رنگ' کا تازہ شمارہ ۱۷ نظرنواز ہوا یہ آپ کی محبت کہ آپ اس سے مجھے نوازتے رہتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ اس کی ضخامت بس ڈھائی سوصفحات کردیں اور اسے ہر تین ماہ بعد لائیں۔ اس سے جریدے میں باقاعدگی بھی پیدا ہوجائے گی اور آپ کو پروف وغیرہ دیکھنے میں بھی دقت نہیں ہوگی۔مگر اس کو کیا کہا جائے کہ آپ بھی زمیں جنبد نہ جنبد...قسم کے آدمی ہیں۔

مضامین میں ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون خوب ہے۔ اسی طرح کا دوسرا تحقیقی مضمون ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا ہے۔ جناب ریاض حسین چودھری کا مضمون بھی کسی سے کم نہیں۔

اس مضمون میں انھوں نے بہت سے اشعار بطور حوالہ دیے ہیں۔ چند بہت ہی پسند آئے۔ جس میں سرفہرست یہ شعر ہے:

ان کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

(صبیح رحمانی)

اس شعر میں شعریت ہے، غنائیت ہے، فن کاری ہے، لفظوں کو برتنے کا ہنر ہے۔ ایسے ہی اشعار سے مرصع نعت پڑھنے کو ملتی ہے تو جی خوش ہوتا ہے۔ آپ کے پاس متعدد افراد اور قلم کار ایسے موجود ہیں جو تحقیق کے میدان میں نام ور ہیں۔ اگر کوئی صاحبِ ذوق قلم کار ہمیں ایسا مضمون دے جس میں سو بہترین نعتوں کا انتخاب ہو تو کیا کہنے۔ مگر یہ کام مشکل ہے، وہی کرسکتا ہے جس کا مطالعہ وسیع ہو، ذوق اعلیٰ اور ہو اور جس کے تصرف میں ماخذ بھی ہوں۔

گوشۂ سلیم کوثر بہت اچھا ہے۔ مجھے جناب مظفر وارثی، سلیم کوثر، افتخار عارف اور مسیحی شاعر نذیر قیصر کا نعتیہ کلام ہمیشہ سے پسند رہا ہے۔ ان لوگوں کی نعتیہ کاوشیں جب بھی پڑھیں، اچھی پائیں۔ سلیم کوثر کے اشعار بہت اچھے لگے:

ایک ایسا بھی افق جذب ہے آنکھوں میں جہاں
آسماں اور زمیں ہاتھ ملائے ہوئے ہیں
گردشِ وقت نے خود راستے ہموار کیے
اس کو معلوم تھا ہم کن کے بلائے ہوئے ہیں
روتی ہوئی آنکھیں اُس کو اچھی لگتی ہیں ورنہ
رونا دھونا کیا ہے میرا گریہ و زاری کیا ہے
اسی لیے میں کبھی راستہ نہیں بھٹکا
کہ میرے ساتھ سفر میں رہی ہے بوے حرم

آگے کے صفحات پر متعدد نعت گو شعرا پر تقریظی مضامین ہیں (کوئی بھی تنقیدی نہیں) اس میں شاہ مصباح الدین شکیل کا مضمون 'شاعرِ جہاں' زیادہ اچھا لگا۔ ایک اچھے شاعر کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ اب کتابوں پر تبصروں کا ذکر مگر یہاں پروفیسر محمد اقبال جاوید کے عمدہ مضمون 'نعت نگاری اور احتزازِ نفس' کا ذکر ضروری ہے۔ اس میں دیباچہ نگاری اور کتابوں کی رونمائی کے حوالے سے بہت سے حقایق بیان کیے گئے ہیں۔ تبصروں کے ضمن میں کچھ ایسے ہی حقایق آج کل سامنے ہیں۔ آج کل رسائل تبصرے صرف اس لیے چھاپ رہے ہیں کہ وہ صاحبِ کتاب کو خوش کرسکیں۔ تبصرہ نگار بھی مصنّفین کو ہی خوش

کرنے کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں، کتاب کا صحیح اور دیانت دارانہ تعارف تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ قاری کو اچھی کتاب منتخب کرنے میں مدد دی جائے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا۔ 'نعت رنگ' میں اس بار... جو تبصرے ہیں وہ بہرحال 'ٹرخانے' والے نہیں ہیں۔ انھیں پڑھ کر قاری کو کافی حد تک علم ہو جاتا ہے کہ کتاب کیسی ہوسکتی ہے۔

مدحت کے حصے میں مولانا محمد قاسم ہاشمی کی نعت کی ردیف 'میری طرف کو دیکھنا' کچھ بھلی نہ لگی۔ اس میں 'کو' کھٹکتا ہے، غلط ہو نہ ہو۔ احسان دانش[۱] اور محشر بدایونی[۲] کی نعتوں کے بارے میں کیا لکھنا، یہ لوگ مرحومین میں ہیں۔ موجودہ شمارے میں ۲۵ نعتیں ہیں۔ اس میں سرشار صدیقی، امین راحت چغتائی صاحبان کی کاوشیں اچھی ہیں۔ صورتِ حال اس حصے کی improvement چاہتی ہے۔

خطوط کے حصے میں متعدد خطوط دلچسپ اور informative تھے۔ مولانا ملک الظفر سہسرامی کا مکتوبِ گرامی خوب تھا۔ حافظ عبدالغفار حافظ صاحب کے خط کا وہ حصہ معلوماتی ہے جس میں انھوں نے عروض سے متعلق باتیں کی ہیں۔ میں نے جناب کوکب نورانی کا خط پڑھ لیا ہے جس میں آٹھ صفحات انھوں نے میرے لیے ہی وقف کیے ہیں۔ میں اب کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا کیوں کہ بقول ان کے نہ میرے ہاں وسعتِ علمی ہے، نہ میں دینیات سے واقفیت رکھتا ہوں، سو میں اب خاموش ہی رہنا چاہتا ہوں۔ بس یہاں ان کے ایک سوال کا جواب ضروری ہے کہ وہ لفظ جسے وہ نہیں سمجھ سکے up-hold ہے جو کتابت کی غلطی سے zip-hold بن گیا تھا۔ اسے سمجھنے والے بہرحال باآسانی سمجھ گئے ہوں تاہم وضاحت ضروری تھی۔

چوں کہ بات خطوط کی چل رہی ہے کہنا چاہوں گا کہ محترم شفقت رضوی نے 'نعت رنگ' کے شماروں کا جائزہ لیتے ہوئے جو کتاب لکھی اس میں خطوط کا ذکر سرسری کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی اور صاحبِ علم قلم اٹھائے اور تمام خطوں میں اٹھائے جانے سوالوں کا جائزہ لے اور ہر مسئلے پر بحثوں کے پیشِ نظر جو نتیجہ نکلا ہو اسے پیش کرے تو یہ ایک قابلِ قدر کام ہوگا۔

آپ نے فرمایش کی تھی کہ میرے خط کو جریدے کی ضخامت کے شایانِ شان طویل ہونا چاہیے۔ میرا یہ مختصر سا خط ممکن ہے آپ کو بھلا نہ لگے مگر فکر کی ضرورت نہیں۔ خدا رکھے آپ کے پاس طویل خطوط لکھنے والے موجود ہیں۔

ایک قطعہ سنیے:

سمجھے جو کوئی تو بات بھی ہو
میں اپنا دماغ کیا چلاؤں
اَن پڑھ ہے ہوائے عہدِ حاضر
لفظوں کے چراغ کیا جلاؤں

احمد صغیر صدیقی

۱۔احسان دانش(۱۹۱۴۔۱۹۸۲ء) شاعر و ادیب، ماہرِ لسانیات وعروض، تصانیف:''آتشِ خاموش''،''نوائے کارگر''، ''گورستان''، ''چراغاں''، ''زخم و مرہم''، ''دردِ زندگی''، ''حدیثِ خواب''، ''جادۂ نو''، ''نفیرِ فطرت''، ''عکسِ آئینہ''، ''غبارِ کارواں''، ''زنجیرِ بہاراں''، ''رموزِ غالب''، ''اردو مترادفات''، ''قاموسِ محاورات''، ''جہانِ دانش'' (خود نوشت)۔ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے''ستارۂ امتیاز'' و''نشانِ امتیاز'' سے نوازا۔
۲۔محشؔر بدایونی(۱۹۲۲۔۱۹۹۴ء)، نام: فاروق احمد، تخلص: محشؔر، معروف شاعر، مدیر: پندرہ روزہ ''آہنگ'' (ریڈیو پاکستان)، بانی: انجمن اصلاحِ ادب (۱۹۵۳ء)، کتب: ''شہرِ نوا''، ''غزل دریا'' (آدم جی ایوارڈ یافتہ) ''چراغ میرے ہم نوا''، ''فصلِ فردا''، ''شہرِ وفا''، ''گردشِ کوزہ''، ''حرفِ ثنا''، ''بین باجے''، ''شاعر نامہ''، ''سائنس نامہ''، ''جگ مگ تارے'' (بچوں کی شاعری)۔

''نعت رنگ'' ۱۸ (مولانا احمد رضا بریلوی خان نمبر) نظرنواز ہوا۔ یہ مولانا کے شایانِ شان نمبر ہے۔کئی بہترین تحریروں سے مالامال اور آپ کی محنت کا بولتا ثبوت۔ آپ نے اداریے میں صحیح لکھا ہے کہ مولانا کو بحیثیت شاعر موضوعِ گفتگو کو بنانے سے گریز کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ ایک بڑی دینی شخصیت تھے۔ ورنہ یہ بھی حقیقت ہے کہ نعت کے میدان میں وہ ایک بلند بالا حیثیت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر محمد جاوید اقبال کا مضمون ''حضرت حافظ احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری'' مجھے بہت اچھا لگا۔ اس لائن میں دوسرا مضمون ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کا ہے جو مولانا کے بعض اشعار کی فنی اور لسانی توضیحات سے متعلق ہے۔ یہ بہت اہم مضمون ہے اور بہت توجہ سے پڑھنے والا ہے۔ ایک مضمون نے اور متاثر کیا وہ ہے ''فتاویٰ رضویہ'' سے متعلق جو ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر کا مضمون ہے جو کلامِ امام اور ہماری سخن فہمی سے متعلق ہے۔ اس شمارے میں بہت سے اور مضامین ہیں اور خوب ہیں۔

مولانا کوکب نورانی کا مضمون بھی میں نے پڑھا۔ اس میں کیا ہے؟ یہ کیسا ہے؟ اس بارے میں لب کشائی نہیں کرنا چاہتا کہ مولانا پہلے ہی میرے علم وفہم کے بارے میں اپنی رائے دے چکے ہیں البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ مضمون ہے جس نے اس شمارے کے ۱۵۰رصفحات گھیر رکھے ہیں۔

اب کچھ باتیں حصہ خطوط کے بارے میں۔ اس میں محمد افضل خاکسار کا خط بہت دلچسپ ہے۔ اس لیے نہیں کہ مولانا کوکب نورانی ہی سے شروع ہوکر یہ انھی پر ختم ہوا ہے بلکہ انھوں نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو معلومات بڑھانے والی ہیں۔ خاکسار صاحب نے اپنے اس خط میں دو ایک جگہ میرا نام ''صغیر احمد صدیقی'' لکھا ہے۔ جب کہ میرا نام احمد صغیر صدیقی ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے کسی اہلِ ادب کے قلم سے اپنا نام غلط لکھا دیکھ کر یا کسی اہلِ ادب کے منھ سے غلط سن کر بہت کوفت ہوتی ہے۔ میں خود اس معاملے میں بہت احتیاط برتتا ہوں۔ آج کل ادبی حلقے میں ایک جیسے ناموں کی بھرمار ہے اور صحیح شناخت ممکن نہیں رہی ہے۔ مثلاً سرور جاوید کراچی کے ایک معروف شاعر اور نقاد ہیں ایک سرور جاوید کوئٹہ میں ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔ عزیزاحسن سے ''نعت رنگ'' والے واقف ہیں ایک شاعر احسن عزیز بھی ہیں۔ کراچی میں اقبال حیدر ہیں۔ ملک سے باہر ایک اقبال حیدر ہیں۔ ایک صاحب ہندوستان میں ''احمد صغیر'' ہیں۔ اب اگر آپ میرے نام کے سامنے ''صدیقی'' نہ لکھیں تو خیال ان کی طرف بھی جاسکتا ہے۔ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی صاحب کا خط بھی اہم ہے مگر ان کی زبان اگر طنز آمیز نہ ہوتی تو اور اچھا تھا۔ غلطی کی نشان دہی اچھی بات ہے مگر طنزیہ لہجہ بلاضرورت محسوس ہوا۔ تنویر پھول کا خط بھی تنقیدی ہے اور اچھی طرح لکھا گیا ہے۔ حافظ عبدالغفار صاحب نے جناب محمد علی شیدا بستوی کی محنت پر معترض ہوتے ہوئے لکھا ہے کہ انھیں چاہیے وہ اپنا کلام بھیجنے سے قبل کسی کو دکھا لیا کریں۔ حافظ صاحب نے مثال نہیں دی جس سے پتا چلتا کہ یہ مشورہ انھوں نے کیوں دیا۔ شیدا صاحب کی نعت مجھے خاصی اچھی لگی۔ میں عروض داں نہیں مگر مجھے تو اس میں کوئی خیال یا بیاں کی نمایاں خامی نہیں نظر آئی۔ اتنی اچھی نعت پر حافظ صاحب کا اعتراض سمجھ میں نہیں آسکا۔ اچھا ہوتا کہ وہ وضاحت کر دیتے۔

اس شمارے میں ایک بات میں نے اور نوٹ کی کہ بعض حروف کا اِملا بدلا گیا ہے، مثلاً انشاء اللہ کو ''ان شاء اللہ'' باوجودیکہ کو ''باوجود یہ کہ'' وغیرہ لکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہی ٹھیک ہو مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک بعض بعض الفاظ کے بارے میں درست نہیں۔ آج کل ''دلبرداشتہ'' لکھا جا رہا ہے۔ آپ خود دیکھیں اس کے کیا معنی نکل رہے ہیں اصولاً اسے دل برداشتہ ہی لکھا جانا چاہیے۔ ہاں ''سخن ور'' کو ''سخنور'' لکھنا کچھ مناسب نہیں۔ تاہم ''بجائے'' کو ''بہ جائے'' لکھنے کے حق میں بھی میں نہیں ہوں۔

نعت نامے بنام صبیح رحمانی

احمد صغیر صدیقی

آپ کا بھیجا ہوا ''نعت رنگ'' شمارہ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء مل گیا تھا۔ اظہارِ تشکر کے لیے ایک آدھ بار فون پر کوشش کی مگر آپ سے رابطہ نہ ہوسکا۔ آپ کا نورانی چہرہ ٹی وی پر ضرور دیکھنے کو ملتا رہتا ہے مگر بہ نفسِ نفیس شاید میرے مقدر میں کم کم ہے۔

اب تو یہ لکھنا رسمی سا ہوگیا ہے کہ پرچہ اپنا معیار قائم رکھے ہوئے ہے۔ عمدہ مضامین اور خوب صورت حمد و نعت کا مرقع ہے۔ چلیے کچھ باتیں اس کے بارے میں کرتے ہیں۔ ص۱۴ پر بڑے جلی حروف میں ''دُرویش'' لکھا دیکھتا ہوں۔ یعنی ''دال'' پر ''پیش'' خصوصیت سے لگایا گیا تھا تاکہ پڑھنے والا غلطی نہ کرے۔ میں اب تک میں سمجھتا تھا کہ یہ لفظ ''دَرویش'' (یعنی دال پر زبر کے ساتھ) نعت میں بھی یہ ''غلطی'' موجود ہے۔ ایک بار حضرت شبنم رومانی کے منھ سے بھی ''دُرویش'' سنا تھا۔ معلوم نہیں کیا صحیح ہے۔ آپ کے ہاں عالموں کی کہکشاں سجتی ہے۔ وہی بتائیں کیا درست ہے تاکہ میرے علم میں اضافہ ہوسکے۔

ابتدائیہ پڑھا۔ گلوبل نعت فاؤنڈیشن کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

مضامین تمام کے تمام خوب ہیں، لکھنے والے جی کھول کر لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر دوست محمد خان، سیّد افتخار حیدر، پروفیسر محمد اکرم، عزیز احسن، ڈاکٹر سراج قادری، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر شمیم گوہر۔ ان سب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ صف۱۹۸ پر لفظ ''اللّٰہ'' کی کتابت ''اللّٰہ'' کی طرح کی گئی ہے۔ یہ تو کسی طرح درست نہیں۔ اسے ٹھیک کرائیں۔

تحقیقی مضامین بھی خوب ہیں۔ خورشید رضوی کی محنت سراہے جانے کے لائق ہے۔ اسی طرح دوسرے محققین نے اپنا اپنا حق ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلمان نے ''مثنوی ظہورِ رحمت'' سامنے لا کر عمدہ کام کیا ہے۔ معلوم نہیں جناب شفقت رضوی امریکا میں ہیں یا کینیڈا میں۔ پروفیسر محمد اکرم نے بھی اپنے مضمون کے لیے عمدہ topic چنا ہے۔ جناب گوہر ملسیانی نے ''تذکرہ نعت گویانِ بہاول پور'' لکھ کر سب کو راستہ دکھایا ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے مضامین ہر شہر کی طرف سے لکھے جائیں۔ پروفیسر محمد اکرم رضا نے اعلیٰ حضرت نمبر پر تبصرہ کیا ہے۔ اچھا ہے مگر مختصر ہے۔ یہی اس کی خامی ہے۔ فرحت عباس شاہ کے نعتیہ مجموعے پر قیصر نجفی کا تبصرہ خوب ہے۔

پروفیسر محمد فیروز شاہ کی جانب سے ''رنگِ نعت'' نامی کتاب کا اشتہار دیکھا۔ معلوم نہیں

پروفیسر صاحب اس سے مجھے نوازیں گے یا نہیں لیکن یہ کام جو انھوں نے کیا یقیناً صدستائش ہے۔

اب نعتوں کے بارے میں کچھ: ظاہر ہے احمد فراز۔ احمد فراز ہیں اردو غزل کی آبرو، ان کی نعت بھی سجی ہوئی ہے۔ دھیمے لہجے کی نعتوں میں جناب سحرانصاری، مہر وجدانی، ماجد خلیل، ریاض حسین چودھری، عباس رضوی کا کلام خوب ہے۔ ذکیہ غزل کی نعت بھی سادہ مگر پُر اثر تھی۔

اس بار خطوط کا حصہ بہت کم ہے اور قدرے غیر دلچسپ بھی۔ سیّد ہاشم حسین کے خط کے متعدد مندرجات سے میں متفق نہ ہوسکا۔ بہرحال یہ اپنی اپنی فہم کی بات ہے۔ جناب حافظ محمد عطا کا خط بھی پڑھنے والا ہے۔ تاہم اس میں معروضیت کی کمی محسوس ہوئی۔

احمد صغیر صدیقی

نومبر ۲۰۰۸ء

برادرِ عزیز! سلام مسنون۔

تقریباً چھ سو صفحات کا تازہ ''نعت رنگ (۲۰ واں شمارہ)'' میرے سامنے ہے۔ حسبِ دستور میں نے بڑے چاؤ سے اسے پڑھا۔

ایک بات دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ اللہ کے اِملا کے ضمن میں میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی جسے کمپیوٹرائزڈ خط میں ''اللہ'' لکھا جاتا ہے۔ (ص۵۸۱) جو بالکل غلط ہے۔ آپ نے خطوط کے حصے میں خصوصی طور پر اہتمام کرایا ہے کہ اسے درست طرح لکھا جائے۔ البتہ پورے پرچے میں اس کا اہتمام نہیں وجہ شاید یہی ہے کہ کمپیوٹر میں یہ لفظ غلط طرح سے فیڈ ہوا ہے۔ (یہاں بتا دوں کہ میرے خط میں جس جگہ یہ باتیں لکھی ہیں وہاں پروف ریڈنگ صحیح طرح نہیں کی گئی ہے)۔

اس شمارے کا سب سے پہلا مضمون حسن محمود جعفری صاحب کا ہے۔ ''صنفِ نعت انسانی تخیل کے تناظر میں'' نہایت عالمانہ مضمون ہے۔ جعفری صاحب کا نام میرے لیے نیا ہے مگر ان کا مضمون یہ بتا رہا ہے کہ وہ کوئی معمولی لکھنے والے نہیں۔

دوسرا مضمون جناب گوہر ملسیانی کا ہے اور انھوں نے اپنا مضمون ''اخلاق محسن انسانیت نعت کے آئینے میں'' محنت سے لکھا ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کے ''اُردو لوک گیتوں میں ذکرِ رسولؐ'' ایک خاصا تحقیقی مقالہ ہے اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے اچھا کیا لکھ دیا ہے۔ ان گیتوں کو فقہی میزان پر تولنے کی کوششیں کرنے اور شرک و کفر کے فتوے دینے سے سادہ لوح انسانوں کی خدا اور اس کے رسول

کے تیئں رکھی جانے والی مخلصانہ محبت میں رخنہ پڑسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دوسرا مضمون ''ثنائے رسول ﷺ روایت سے درایت تک'' بہت عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرضی روایات نے اچھے اچھوں کے دماغوں میں جگہ بنا رکھی ہے۔ ضروری ہے کہ اس قسم کے مضامین مزید لکھے جائیں۔ اذہان کو دھندلکوں سے باہر نکالا جائے۔ شعراء حضرات میں ان کا اثر اچھا خاصا ہے۔ خصوصاً اس قسم کے شعرا کے ہاں جن کا علم مذہب کے بارے میں بہت کم ہے یا سنا سنایا ہوا ہے۔ جناب محمد شہزاد مجددی کا مضمون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ آج کل واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین نے یہ عام وتیرہ بنا لیا ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کرتے رہتے ہیں۔ ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ صحیح احادیث پر مبنی کوئی مستند کتاب موجود نہیں اور جو ہیں وہ قدیم زمانے کی ہیں ان کی چھان پھٹک نہیں ہوئی ہے۔ ایک اور مسئلہ یہ بھی ہے ہمارے ہاں کہ ہم اپنی اہم علمی بزرگ شخصیات پر بھی اتفاق نہیں رکھتے۔ امام ابن تیمیہؒ جیسی اعلیٰ شخصیت کے بارے میں بھی میں نے متعدد دینی عالموں کے قلم سے نہایت نازیبا کلمات پڑھے ہیں۔ واقعی یہ طے کرنا بہت مشکل ہوچکا ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔ ماہرالقادری[۱] خاصے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ اپنے شعر میں وہ حضور کا سایہ نہ ہونے کا ذکر کررہے ہیں۔

برادرم عزیزاحسن نے ''نعت اور تصورِ مقصودِ کائنات'' جیسا مضمون لکھ کر بڑی رہنمائی کی ہے۔ پروفیسر اکرم رضا نے نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے شعر لکھا ہے:

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہوجایئے

اور لکھا ہے ادب و احتیاط کا یہ عالم ہونا چاہیے۔

میں ان کی بات سمجھ نہیں سکا۔ اگر نعت کے خیال سے چپ ہوجانا چاہیے تو پھر یہ جو ہم سب نعتیں لکھ رہے ہیں کیا یہ کوئی گستاخی ہے؟ اسی مضمون میں انھوں نے نعت میں ''تو'' یا ''آپ'' کے استعمال کا ذکر بھی چھیڑا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اُردو میں ''آپ'' کا ضمیر بھی ہے اور ''تو'' کا بھی۔ تاہم بات وہی ''حسن نیت'' کی ہے اور اسے سبھی جانتے ہیں۔ دوسرا مضمون ڈاکٹر صابر سنبھلی کا ہے جو اسی موضوع پر ہے یعنی آداب نعت پر۔ اس میں، تُو، ترا اور آپ وغیرہ کے ضمائر پر بات کی گئی ہے۔

سلیم شہزاد نے اپنے مضمون میں آزاد نظم میں نعت کی جلوہ گری پر بات کی ہے اور اچھا لکھا ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مضمون میں دی گئی۔ کئی باتوں کی عملی تعبیر ملتی ہے۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ نعت میں ہیت کے تجربے زیادہ ہونے چاہییں۔ اسے غزل کے انداز تک محدود نہیں رکھنا

چاہیے۔ نعت صرف غزل کے انداز ہی میں نہیں متعدد دوسری ہیئتوں میں کہی جارہی ہے۔جناب سلیم شہزاد کا یہ مضمون بہت محنت اور عمدگی سے لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ''نعت نبی اندلسی شعرا کی ایک جھلک'' نہایت تحقیقی ہے اور قابلِ قدر ہے۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے اچھا مضمون دیا ہے۔ حالاں کہ طویل ہے مگر اس میں تشنگی سی رہ گئی ہے۔ تحقیقی مضامین میں پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون جو علامہ سیماب کی نعت نگاری پر ہے اچھا ہے اور محنت سے لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح پروفیسر شبیر احمد کا مضمون بھی ہے۔ آگے کے تین مضامین بھی اسی سلسلے کا کڑی ہیں اور مختلف شعرا کی نعت گوئی سے متعلق ہیں۔ آپ نے مرحوم آفتاب کریمی کے لیے ایک گوشہ مختص کرکے اچھا کام کیا ہے۔

کتابوں پر تبصرے کا کام جناب عارف منصور نے کیا ہے اور بہت سلیقے سے کیا ہے۔ انھوں نے کتابوں کے حسن پر ہی نہیں قبح کی باتیں بھی کی ہیں اور تبصرہ نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ اسی میں انھوں نے ایک اور اچھا کام یہ کیا ہے کہ نعت کے سلسلے میں چند ژولیدہ باتوں کو واضح کردیا ہے۔ مثلاً اس شمارے میں چھپے ہوئے اس مذاکرے میں جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ:۱۹ سے متعلق تھا جناب انور خلیل نے کہا ہے:

> میرے خیال میں نعت کو علاحدہ صنف سخن کہنا صائب نہیں... ہیئت کے لحاظ سے اصنافِ سخن شمار ہوتی ہیں جب کہ نعت کسی بھی صنفِ سخن میں کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے میں نعتیہ ادب کی اصطلاح کو صنفِ سخن پر ترجیح دیتا ہوں۔

عارف منصور ص ۴۰۸ پر لکھتے ہیں:

> اصنافِ سخن کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک ہیئت کے حوالے سے جیسے نظم، مسدس، ہائیکو وغیرہ اور دوسرے موضوعات کے حوالے سے جیسے حمد، نعت نوحہ مرثیہ۔

عارف منصور کی اس توضیح سے ص۵۲۲ پر لکھے گئے جناب کوکب نورانی کے اس اعتراض کا مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے۔ جناب کوکب نورانی لکھتے ہیں:

> لوگوں نے کتنی غلطی پھیلا رکھی ہے کہ حمد کے معنی ہیں خدا کی تعریف اور نعت کے معنی ہیں رسول کی تعریف۔

''نعت رنگ'' کے شمار:۱۹ پر ہونے والے مذاکرے میں بہت سی حیرت انگیز باتوں کا انکشاف دیکھنے کو ملا خصوصاً مولوی فیروزالدین (فیروز سنز) والے کے بارے میں کہ کس طرح انھوں نے

فیروز دین ڈسکوی کی محنت پر ہاتھ صاف کیا۔

مدحتوں کے حصے میں بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا چاہوں گا کہ نعتوں میں وہ شاعرانہ حسن، شعری جمالیات کا اہتمام اور کرافٹ نظر نہیں آیا جو ہونا چاہیے۔ اشعار میں جب تک شعری حسن نہ ہو وہ Versification بن جاتا ہے۔ یعنی نثر کو نثریت کے ساتھ نظم کر دینا۔ سادے سادے سے اشعار کہنے کے بجائے اس شعری حسن کے ساتھ پیش کرنے کی کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ نعت شاعری میں اپنا مقام بنا سکے۔

اب ذرا یہ شعر دیکھیں:

جو گالی دیں آقا پر برسائیں پتھر
حضور ان کے حق میں دُعا کر رہے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ شعر عروضی سے لحاظ ٹھیک ہے مگر اس میں برہنہ گفتاری ہے۔

اب ذرا ماجد خلیل کا یہ شعر دیکھیں:

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوتی ہے

اس شعر میں شعری رچاؤ ہے۔ یا یہ شعر دیکھیں جناب احسان اکبر کہتے ہیں:

رکھیو مجھے نظروں میں مجھ پر ابھی گزرے گا
اک اور زمیں اندر اک اور زمانہ بھی

یہ شعر کھلا ڈُلا نہیں اور پورے شاعرانہ حسن کو سمیٹے ہوئے ہے۔ جناب شیو بہادر سنگھ کی لکھی نعت دوسری نعتوں سے بہتر لگی:

معطر کر رہی ہے بزم عالم کی فضاؤں کو
صبا شاید کہ چھو کر آ رہی ہے آپ کا دامن

اس ضمن میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ بہت سی نعتوں میں شعرا مدحِ رسولؐ سے زیادہ ''گنبدِ خضرا'' یا ''طیبہ'' وغیرہ کی شان میں ''نعت'' کہتے نظر آتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بات بنتی ہے۔ کوثر علی صاحب کی نعت کا قافیہ ردیف ہی ''بہارِ طیبہ''، ''کنارِ طیبہ'' ہے۔

اس میں تمام تر مدح طیبہ کی ہے۔ الفاظ اور بیان کے لحاظ سے یہ نعت بہت عمدہ ہے مگر سارا زور طیبہ پر ہے۔

جیسے معراج کی شب راہ فلک روشن تھی
یوں چمکتی ہے ہر اک راہ گزار طیبہ

ایک شعر جناب ولی اللہ ولی کا دیکھیں:

ہائے گستاخ خاک ہے ان کا لیے
جن کی صورت پر نازاں ہیں لوح و قلم

پتا نہیں کیا کہا ہے انھوں نے...اس جریدے میں ''خطوط'' کا حصہ بہت وقیع ہوتا ہے۔

علامہ کوکب نورانی صاحب کا خط طویل بھی ہے نہایت Informative بھی۔ میں ابتدا ہی میں لکھنا چاہوں گا کہ ''نعت رنگ'' میں کوکب صاحب کی شمولیت سے بہت سے مسائل کے حل ہمیں ملے ہیں۔تعجب کی بات ہے کہ دینی عالموں میں سے سوائے ان کی کسی اور کی ذات گرامی ''نعت رنگ'' میں نظر نہیں آئی۔ اس بار بھی انھوں نے پوری دلجمعی سے ایک خط لکھا ہے۔ حالاں کہ اس دوران انھیں اپنے عزیزوں کے ساتھ ہونے والے صدمات سے بھی سامنا رہا۔ (مجھے وہ اپنے سے قریب سمجھیں) یہاں یہ بات لکھنا چاہوں گا کہ وہ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ ہم میں سے کوئی بھی انھیں ''دل آزار''، ''عیب جو'' یا اختلاف برائے اختلاف رکھنے والا سمجھتا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں ان کی کشادہ نظری کا دل سے قائل ہوں جو کہ عام طور سے متعدد دینی عالموں کے ہاں ناپید ہے۔ تاہم جناب کوکب نورانی کی یہ بات کہ ان کے پیش کردہ حقائق کو ابھی تک کوئی جھٹلا نہیں پایا کچھ دل لگتی نظر نہیں آتی ہیں۔ ظاہر ہے ان سے جنھوں نے کسی بھی بات پر اختلاف کیا ہے اس کے لیے تاویل بھی دی ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ انھوں نے اسے نہ مانا ہو۔مگر یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ سب نے صرف ناگواری ظاہر کر کے راستہ لیا ہو۔ جناب کوکب نورانی نے اس بار لکھا ہے''نامناسب چلن، جھنکار اور ردھم کے ساتھ یہ نئے انداز بلاشبہ نعت کے تقدس کے منافی ہیں''۔ میں ان کی اس بات سے سو فیصد متفق ہوں۔ مولانا نے اپنے خط میں مجھ حقیر کی باتوں کا ذکر کوئی چار پانچ صفحات میں کیا ہے۔ زیادہ تر تذکرہ میرے ''جہل'' کا ہے کہیں کہیں ستائش بھی ہے (ستائش، ص۵۱۹) اسی طرح (۵۲۰ پر بھی) ان کا یہ مؤقف صحیح ہے کہ وہ کسی پر اپنا مسلک مسلط نہیں کرتے۔ ایک بات میں بتاتا چلوں کہ میں نے جہاں بھی مولانا کی کوئی بات دل لگتی دیکھی بلاشبہ اس کی تائید کی ہے۔ میں نے متعدد خطوط کی زبان پر اپنے تاثرات لکھے ہیں اور خواہاں رہا ہوں کہ ان کی شایان شان زبان ہی ان کے لیے استعمال کی جائے۔ میں نے خود بھی احتیاط رکھی ہے کہ ان سے اختلاف کرتے ہوئے ان کے رتبے کا خیال رکھوں۔ مجھے حیرت ہے کہ جا بہ جا

انھوں نے میرے لہجے کا تذکرہ کیا ہے اور ناگواری ظاہر کی ہے۔ اس بات کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ مولانا تحریروں میں انداز بیان یا لفظی جہاد پر آج کل بہت زور دے رہے ہیں۔ لکھتے ہوئے جملے کی ساخت لفظوں کے پیش نظر کچھ کمی بیشی ظاہر کرسکتی ہے مگر نیت کی سمت وہ نہیں دیکھتے۔ ہم میں سے کون ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے لیے لکھتے وقت احتیاط نہیں کرتا۔ جملوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ تاہم نیت پر زور ہو تو اسے نظرانداز کردینا چاہیے۔ وہ نہیں کرتے۔ اب ذرا دیکھیں وہ ص۵۲۸ پر رقم طراز ہیں۔

آپ نے مضمون نگاروں کے لیے ''حاضر ہوئے ہیں'' کے لفظ لکھے ہیں کیا اس کے بجائے ''شامل ہوئے ہیں'' لکھنا مناسب نہ ہوتا۔کون کہتا ہے مناسب نہ ہوتا۔لیکن اگر حاضر ہوئے ہیں لکھ دیا تو کون سی قیامت آگئی؟ یہ تو بتائیں۔

اب اگر میں کسی مولانا کے نام کے ساتھ مولانا نہ لکھوں بلکہ ''مولوی'' لکھ دوں تو کیا یہ بھی قابلِ اعتراض ہوگا۔ حالاں کہ مولوی کے معنی بھی دینی عالم کے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مولانا ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ کر اہم باتوں پر توجہ دیں۔ مجھے ان کی رائے احسان دانش کے اس شعر کے بارے میں درست لگی:

دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت رسول کی

بلاشبہ یہ زبان یوں قابل قبول نہیں۔ انھوں نے مرحوم جناب ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے مضمون پر بھی کافی طوالت سے نظر ڈالی ہے اور بہت سے نکتے کی باتیں کی ہیں۔''افاضاتِ یومیہ'' نامی کتاب سے انھوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کا لکھا ایک اقتباس دیا ہے جس میں برزخ کا کچھ احوال ہے کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ حالاں کہ برزخ کا حال تو بس خدا ہی کو معلوم ہے۔ مولانا کوکب نورانی نے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضمون پر بھی توجہ دی ہے اور متعدد باتوں پر گرفت کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے،''یہ شاعر کے خلاقِ تخیل کا کمال ہے''۔ ڈاکٹر یحییٰ کے اس جملے کے لیے مولانا نے لکھا ہے''میرے نزدیک یہ جملہ قابلِ اصطلاح ہے''۔کیا ہونا چاہیے لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ انھوں نے لکھا نہیں۔ مجھے اس جملے میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ انھوں نے ریاض حسین چودھری کی تحریر پر کافی گرفت کی اور بہت سے جملوں کو پسند نہیں کیا ہے۔مگر اس کی صراحت نہیں کی۔ انھوں نے چودھری صاحب کی طرف سے لکھے گئے اس جملے پر گرفت کی ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کا ارشاد اس طرح

نہیں بلکہ اس طرح ہے کہ اس میں بغیر نفس اور فساد فی الارض کو بھی شامل کیا جائے تب درست ہوگا۔ بات بالکل درست ہے مولانا صاحب سے درخواست ہے کہ ص۲۲ پر لکھی حدیث کے بارے میں بھی کچھ بتائیں (ترجمہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے بارے میں اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے)۔ مولانا صاحب کے اس خط میں بہت سی عمدہ باتیں پڑھنے کو ملیں میں چاہوں گا مولانا اسی طرح لکھتے رہیں۔ ہم ان سے بہت کچھ سیکھ رہے ہیں۔ رہا اختلاف کا معاملہ سو وہ تو رہے گا۔ اس پر انھیں کیا کسی کو دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ سچائی کے سبھی متلاشی ہیں۔ تنویر پھول صاحب کا خط خاصا دلچسپ ہے۔ خط تو اور بھی ہیں مگر ان میں کوئی Thought Provoking نہیں تھا۔

اس بار میں نے بہت بڑا خط لکھ ڈالا ''نعت رنگ'' نے دس سال کی مدت پوری کرلی ہے۔ اس دوران اس میں درجنوں ایسے مضامین چھپے جو موتیوں میں تولنے والے تھے۔ اللہ آپ کو مزید ہمتوں سے نوازے۔ پرچے کی ضخامت کم کریں اور اشاعت کا وقفہ بھی۔

احمد صغیر صدیقی

ا۔ ماہر القادری (۱۹۰۷۔۱۹۷۸ء)، نام: منظور حسین، تخلص: ماہرؔ، شاعر، ادیب، نقاد، سیرت نگار، رکن مجلسِ ادارت: ''مدینہ، بجنور''، مدیر: ہفت روزہ ''غنچہ''، ماہ نامہ ''فاران'' (کراچی)، چند کتب کے نام: ''آتشِ خاموش''، ''شیرازہ''، ''محسوساتِ ماہر''، ''نغماتِ ماہر''، ''جذباتِ ماہر''، ''کاروانِ حجاز''، ''زخم و مرہم''، ''کلیاتِ ماہر''، ''یادِ رفتگاں'' (دو جلدیں)۔

''نعت رنگ'' کا ۲۱ ویں شمارہ جو ۲۰۱۰ء کے ابتدائی مہینوں میں شائع ہوا، میرے پیش نظر ہے۔ یہ شمارہ ایک سال بعد مجھے آیا ہے یعنی خاصی تاخیر سے۔ اس بار اس کی ضخامت بہ نسبت پچھلے شمارے کی زیادہ ہے اور یہ کوئی ۷۰۴ صفحات پر محیط ہے۔

''مضامین و مقالات'' کے تحت سب سے پہلا مضمون رشید وارثی صاحب کا ہے جنھیں مرحوم لکھتے ہوئے دُکھ ہو رہا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''نعت میں ضمائر کا استعمال'' اس میں آقا حضور اکرم ﷺ کے لیے نعتوں میں ''تم، ترا، اس'' وغیرہ کے استعمال پر بحث کی گئی ہے۔ دراصل یہ مضمون ان حضرات کی تشفی کے لیے لکھا گیا ہے جنھیں ایسے ضمائر کے استعمال پر اعتراض ہے۔ اس سے قبل اسی مضمون پر جناب ابوالخیر کشفی مرحوم بھی ایک مضمون لکھ چکے ہیں جس میں انھوں نے اپنے ضمائر کے استعمال کے لیے

مدلل بحث کی تھی۔ ان کے مضمون کا تذکرہ رشید صاحب نے بھی اپنے مضمون میں کیا ہے، ساتھ جناب سحرانصاری کے اس جملے کا بھی ذکر ہے جو انھوں نے حنیف اسعدی صاحب کے نعتیہ مجموعے کے دیباچے میں لکھا تھا۔ رشید صاحب نے کشفی صاحب کے مضمون سے اس کا اقتباس اپنے مضمون میں شامل کیا ہے، وہ یہ ہے:

> لفظ ''آپ'' کے بارے میں جناب سحرانصاری نے حنیف اسعدی کی تضمینوں پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے نعتیہ مجموعے ''آپ'' میں لکھا ہے۔ کتاب کا نام ''آپ'' شاید میں نے تجویز کیا تھا۔ سامنے کا لفظ ہے حضور کے لیے ہمیشہ استعمال ہوتا رہا ہے لیکن کسی مجموعے کا نام ''آپ'' نہ رکھا جاسکا۔ یہ سعادت حنیف اسعدی کے حصے میں آئی اور غالباً یوں آئی کہ انھوں نے نعت گوئی میں یہ التزام رکھا ہے کہ حضور کے لیے ''تو تڑاق'' کے صیغوں کو ترک کردیں۔

آگے رشید وارثی صاحب نے کشفی صاحب کے ''ردِّعمل'' سے بھی اقتباس دیا ہے:

> لفظوں کے معنی محض لغت یا اپنے وہم اور مذاق میں تلاش نہ کریں زندگی اور زبان کے عام اور زندہ استعمال میں تلاش کیجیے۔ سحر صاحب ذمہ دار اہلِ قلم ہیں لیکن ''تو تڑاق'' کا لفظ استعمال کرکے انھوں نے خاصانِ محمد ﷺ کی توہین کی ہے اور ایک نعتیہ مجموعے کو سوقیانہ لفظ سے داغ دار کیا ہے اور ذرا یہ بھی دیکھیے کہ جو لفظ (آپ) سحر صاحب میرے لیے استعمال کریں اور میں ان کے لیے وہ بارِ عظمت محمدی کو کیسے سہار سکتا ہے؟''

کشفی صاحب کی تحریر میں ''ذمہ دار'' والی بات دیکھ کر ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ ایک صاحب نے کسی فرم میں ملازمت کے لیے درخواست دی۔ انٹرویو کے لیے بلائے گئے۔ فرم کے افسر نے ان کے کوائف دیکھتے ہوئے ان سے کہا، ''مسٹر! آپ نے شاید ہمارا اشتہار غور سے نہیں دیکھا، اس میں واضح کردیا گیا تھا کہ ہمیں ایک ''ذمہ دار'' آدمی کی ضرورت ہے۔'' ان صاحب نے حیرت سے افسر کو دیکھا اور بولے، ''اسی لیے تو میں نے آپ کے ہاں درخواست دی تھی۔ آپ دیکھ لیں میرے کوائف۔ میں نے پہلے جتنے بھی اداروں میں کام کیا ہے سب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ان کے ہاں ہونے

والی ہر بات کا ذمہ دار میں ہی تھا۔

دوسرا مضمون گوہر ملسیانی صاحب کا ہے۔ ''جمال محسن انسانیت نعت کے آئینے میں'' اس کے بارے میں میں کیا کہوں۔ اس میں بہت سی ایسی نعتوں اور بہت سے ایسے اشعار کو ڈالا گیا ہے جو اپنی کم زوری کی وجہ سے مضمون کو سنبھالا نہیں دے سکے ہیں۔ ان میں زبان کے سقم بھی ہیں اور خیال کی کم زوریاں بھی۔ صرف چند ایک پیش ہیں:

۱۔ مصرع ہے: مرے نبی کی 'نوائے باطل گداز اُبھری' (باطل گداز؟)

۲۔ مکہ کے سرداروں اہلِ طائف نے۔ کیسے کیسے ظلم نبی پر ڈھائے ہیں'' (یہ شعر سپاٹ سا ہے نثر جیسا۔ اور جمال محسن انسانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔)

۳۔ مصرع ''انھیں کے نقش پا سے گنبد بے در چمکتا ہے۔ (ذرا شاعر کا غُلو خیال ملاحظہ ہو۔)

۴۔ ''لے جاؤں لحد میں میں تمنائے محمد'' (اس میں ''میں میں'' پر توجہ دیں)

جمالِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بیان کے لیے اعلا درجے کی نعتیں اور عمدہ اشعار کی ضرورت تھی جو اس مضمون میں نہیں ملتے۔

میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ یہ سب کیا لکھا گیا ہے۔ صحابی عربی تھے اور نعت کا مقطع انھوں نے فارسی زبان میں دامن اُحد کی ریت میں لکھ دیا۔ عجب ہی ماجرا ہے کچھ۔

رسالے کے ''فکر وفن'' کے حصے میں پانچ عدد نعت گو شعرا کے کلام کے محاسن لکھے گئے ہیں۔ تبھی سب کے سب تقریظی ہیں۔ ان میں عزیز احسن صاحب کا مضمون جو جناب احسان اکبر پر ہے اس لائق ہے کہ اس پر کچھ گفتگو کی جائے۔ اُمید تو یہی تھی کہ مضمون ''ناقدانہ'' ہوگا مگر یہ ''فدویانہ'' ثابت ہوا۔ عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں:

> پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر کا شعر عقیدت میرے لیے شعری وشرعی اعتبار سے نہ صرف قابلِ قبول ہے بلکہ انتہای درجے پر لائقِ تحسین ہے۔ کیوں کہ ان کی شاعری اسلوبیاتی سطح پر دل میں ترازو ہوجانے والی اور Content کے حوالے سے سند قبول پانے کی حامل ہے۔

یہ بیان بتا رہا ہے کہ مضمون نگار اپنے ممدوح سے کس حد تک متاثر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تاثر کے تلے دبے مضمون نگار سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ معروضی انداز میں تنقید کا حق ادا کرسکے گا۔ عزیز احسن صاحب کو اپنے ممدوح کے کلام میں ''اسلوبیاتی سطح پر نزاکتوں کا ازحد خیال نظر آتا ہے۔

سو ذرا اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

انھوں نے جناب احسان اکبر کی شاعری کے جو نمونے کوٹ کیے ہیں، ذرا ان میں سے یہ مصرع دیکھیے:

وہ جو کوئی کچھ نہیں جانتا وہ بھی جانتا ترا نام ہے

''جانتا ترا نام ہے'' یہ کون سی زبان ہے؟ کیا اس مصرع کا Construction شعری اعتبار سے اچھا کہا جاسکتا ہے۔ فیصلہ آپ خود کریں۔

اب ایک اور مصرع دیکھیے کوئی تقویٰ نہ کوئی پاس فضیلت اپنے کہنا تھا کہ اپنے پاس کوئی فضیلت ہے۔ نہ تقویٰ اور شعر میں ''کوئی پاس فضیلت اپنے'' لکھا گیا۔ یہ تنقید کی ایک بڑی مثال ہی انھیں شاعر کے عجز بیان کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ اس بیان کو اسلوبیاتی سطح پر دل میں ترازو ہوجانے والا کہا جاسکتا ہے مگر اس Sense میں نہیں جس میں عزیز احسن صاحب نے لکھا ہے۔

اور دیکھیے، یہ مصرع: فن نعت کوئی ہنر نہیں یہ ہے قلب وچشم کی حاضری

اس میں ذرا ''فن نعت'' پڑھیے۔ کیا اس میں عیب تنافر کی جھلک نہیں ملتی؟

اب ایک مصرعے کا آخری حصہ دیکھیں۔ ''ہیں بشر تو مگر ساتھ اللہ کے آپ کے مشترک تیس نام ایک ہیں''

اور مشترک تیس نام سے اندازہ لگائیں کہ یہ مصرع اپنے اندر کیا ''خوبی'' رکھتا ہے۔

اب یہ مصرع ملاحظہ ہو۔ ''دیں دنیا کے درد کا مرہم ﷺ''

''دیں و دنیا'' کیسا لگ رہا ہے۔ یہ آسانی سے ''دنیا و دیں'' لکھا جاسکتا تھا۔ اس سے سلاست پیدا ہوجاتی ہے اور ''دیں دنیا'' کا مفہوم دین دنیا سے الگ ہے یہ بھی دیکھیں۔

ایک مصرع اور دیکھیں: ''پیام آپ کو بہ کو آ گیا''

''کو بہ کو آنا؟'' کیا اسی طرح بولا جاتا ہے؟ کو بہ کو پھیلنا، پہنچنا تو چل سکتا تھا مگر یہ ''آنا''؟

کیا اسلوبیاتی سطح کی بلندی یہی ہے؟

ایک مصرع اور دیکھیں: ''پتھروں بیچ نرمی کا اکھوا کھلا''

اکھوا پھوٹنا محاورہ ہے کھلنا نہیں۔ پھول کھلتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مثالیں کافی ہیں جن کی بنیاد پر مضمون کے بارے میں رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس مضمون کا نام ''اسلوب شناس شاعر'' رکھا گیا ہے جب کہ صاحب

اسلوب وغیرہ ہونا چاہیے تھا۔ اس کا ''رمز'' سمجھ میں نہ آسکا۔

اب ہم دوسرے تقریظی مضمون کی سمت رجوع کریں گے۔ یہ مضمون جناب پروفیسر منظر ایوبی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک نعت طاہر سلطانی کی حمدیہ شاعری پر ان کی جانب سے نچھاور کیے ہوئے پھولوں جیسا ہے۔ اس میں بھی مضمون نگار اپنے ممدوح کے ''لب ولہجہ کی پاکیزگی اور اسلوب کی طہارت'' میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ اس حد تک اسے ممدوح کے کلام میں تلمیحی اشاروں کے غیر محتاط رویوں کا ذرا بھی پتا نہیں چل سکتا ہے۔ اس نے جوشِ عقیدت میں اپنے ممدوح کا یہ شعر بھی کوٹ کر دیا ہے:

کس کو ادراک جہاں تو ہے وہاں کوئی نہیں
تو ہی موسیٰ کا عصا مصر کے بازار میں تو

شاعر محترم نے اس میں اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کا عصا قرار دے دیا ہے۔ ''تو ہی موسیٰ کا عصا''

اب کچھ ذکر ظفر علی راجا صاحب کے مضمون ''انور سدید کی حمد و نعت''

مجھے اس کا عنوان خاصا دلچسپ محسوس ہورہا ہے۔ اسے توجہ سے پڑھیں۔

یہ مضمون بھی تحسینی ہے اس میں مضمون نگار نے بعض بعض اشعار بغیر احتساب کیے تعریف کے لائق قرار دے دیے ہیں۔

یہ شعر دیکھیں:

نعت پیغمبر آخر لکھوں
دل کو ہے فکر کہ کیوں کر لکھوں

اس میں ''آخر'' پر توجہ دیں (یعنی خ ر پر زیر ہے) جب کہ ''آخر'' کے معنی آخری نہیں بلکہ ''اور'' ایک دوسرا ایک اور وغیرہ ہیں۔

ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

زادِ حیات اسوۂ نبی کریم ہے
انور سدید کا ہے یہ ارمان یارسول

اس شعر کی نثر بنائیے۔ یارسول انور سدید کا ارمان ہے کہ زادِ حیات اسوۂ نبی کریم ہو۔

لگتا ہے اسوۂ نبی کریم کوئی اور چیز ہے۔ جس کی فرمائش رسول سے کی جارہی ہے۔ حالاں کہ کہنا یوں تھا کہ یارسول انور سدید کا ارمان ہے کہ ان کا زادِ حیات آپ کا اسوۂ ہو۔ شاعر اچھی

طرح بات لکھ نہیں سکا اور پھر ذرا ''اسوۂ نبی کریم'' پر توجہ دی۔ یہ ''اسوۂ نبی کریم'' ہونا چاہیے جو اس شعر میں فٹ ہی نہیں ہو رہا ہے۔ راجا صاحب نے اس تحریر پر بہت محبت بھری نظر ڈالی ہے۔

ایک اور شعر دیکھیں:

میں خزاں دیدہ شجر ہوں یہ یقیں ہے مجھ کو
مجھ پہ برسے گا ان کا گھٹا کی صورت

''خزاں دیدہ'' کے بجائے محل ''خزاں رسیدہ'' کا تھا اور کیا خزاں رسیدہ شجر پر گھٹا نہیں برستی؟ بات اس طرح کہی گئی ہے گویا یہ کوئی امر محال ہوتا ہے۔

ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

میں انائے ذات میں کرتا رہا ہوں پرورش
توڑ ڈالا اب مگر یہ سلسلہ تیرے لیے

نہیں معلوم کہ انائے ذات میں کیا پرورش کرتے رہے تھے؟ یہ شعر اچھا تو نہیں کہا جاسکتا۔

ان باتوں کے باوجود ایک بات ضرور کہنے کی ہے کہ جناب انور سدید کی ''شاعری'' سے ان کی نعتیہ شاعری کہیں اچھی ہے۔ ان کی اس شاعری سے مجھے راجا صاحب کے مضمون کے ذریعے تعارف حاصل ہوا ہے۔ راجا صاحب کا یہ مضمون بہرحال اچھا لکھا ہوا ہے اور جو کلام کوٹ کیا گیا ہے اس کا بڑا حصہ اچھے اشعار پر مشتمل ہے جس کا کریڈٹ انور سدید صاحب کو جاتا ہے۔

اب ذرا ''مطالعاتِ نعت'' کا حصہ دیکھتے ہیں۔ اس میں 3 عدد مضامین ہیں جو تین اہلِ قلم کی کتابوں کے جائزے سے متعلق ہیں۔ انھیں جائزہ تو نہیں کہا جاسکتا البتہ یہ ''تعارفیہ'' ضرور کہے جاسکتے ہیں۔ اس میں عارف منصور صاحب کے لکھے کتابوں پر تبصرے بھی شامل ہیں۔ عارف منصور کے تبصرے Balanced ہوتے ہیں ان پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

رسالے کا وہ حصہ جو ''مدحتوں'' سے متعلق ہے اس میں اس چھتیس شعرا کی نعتیں شامل ہیں افسوس یہ حصہ حسب سابق کوئی اچھا Impact نہیں دے رہا ہے۔ امجد اسلام امجد، خورشید رضوی (ایک نعت) سجادسخن، ریاض حسین چودھری، راجندر سکسینہ، قاضی عنایت الرحمٰن، ناز قادری اور رشیدامین کی نعتیں قدرے بہتر ہیں۔ ورنہ اس میں ایک بڑی تعداد میں ایسی نعتیں ہیں اور ایسے اشعار موجود ہیں جسے ذیل میں درج کیے جارہے ہیں:

(۱) ہر ایک نبی انھیں کے لیے ایک ولی انھی کے لیے
وہ کنزِ خفی حدیث پڑھو خدا بہ خدا نبی کے لیے

(۲) اپنے تو ہے ہر غم کی دوا شہرِ نبی میں

(۳) ہو دیدہ پُرنم (دیدۂ نہیں دیدہ پُرنم، اور یہ دیدہ کیسا لگ رہا ہے؟)

(۴) لفظ یثرب میں کہاں ہے کوئی خوبی و کمال
اس لیے کہنا پڑا تھا آپ کو طیبہ حضور

(۵) مجھ کو پکڑیں نہ اگر فضلِ خدا دیکھیں تو

اسی حصے میں ایک ''زبردست'' نعتیہ نظم بھی ہے جس کا عنوان ہے، ''سنہری گرد طیبہ'' چند لائنیں ملاحظہ ہوں:

(۱) کہ ہم، ہمارے گزشتہ کو۔ پرت پرت سامنے سے دیکھیں۔ (کہ ہم ہمارے'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟)

(۲) تمھاری راہ فرار کے نقش پا تلاشیں (راہ فرار پر توجہ دیں۔ یہ بیان نبی کے لیے ہے اور راہ فراد کے نقشِ پا کیا ہوتے ہیں۔

(۳) جہاں بہ نفس نفیس تم خود... ڈٹے ہوئے تھے۔ (ڈٹے ہوئے پر توجہ دیں)''

(۴) کہ گرد نے ہی شکم مبارک (''شکم مبارک پر'' توجہ دیں یہ شکمِ مبارک نہیں ہے)

(۵) یہی تمھاری دعا کے نخلِ اثر ہے جس کی گداز صبحیں (شاعر کے علو خیال کو دیکھیں اور الفاظ کے میل جول کو سمجھیں)

یہاں شعرا کے نام نہیں دیے جارہے ہیں بات صرف ان کی ''تخلیقات'' کی ہورہی ہے جو رسالہ کے مدحتوں کے سیکشن میں اپنی چھب دکھا رہی ہیں۔

رسالہ کا آخری حصہ ''مکتوبات'' کا ہے۔

ماجد خلیل صاحب نے چند سوالات پوچھے ہیں۔ ان کے جوابات تو صرف کوئی ''جید عالم'' ہی دے سکتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر رشید امجد کے خطوط ہیں۔ ایک خود کو قلمی معاونت سے قاصر پاتا ہے دوسرا صرف مدیر کو ''شاباشی'' دینے پر قناعت کر کے نکل گیا ہے۔ ان سے اور توقع بھی کیا جاسکتی تھی۔ غالب عرفان صاحب نے چارٹ بنا کر چند مدحتوں کے اندر پائے جانے والے سقم کی نشان دہی کی ہے لیکن ''اصل'' کہیں نہیں لکھا کہ پتا چل سکتا، آیا ان کے اعتراضات درست ہیں یا نہیں۔ ان کے چارٹ

میں ''سوتی'' اور تناظر کے الفاظ لکھے ہیں جو غالبًا کتابت کی غلطیاں ہیں یہ صوتی اور تنافر رہے ہوں گے۔ رسالے میں کتابت کی بہت غلطیاں ملتی ہیں۔ دراصل پروف خوانی توجہ سے نہیں ہورہی ہے۔ ایسی غلطیاں بعض اوقات اشعار کا حلیہ ہی بگاڑ دیتی ہیں اور نثر میں ان کے سب معنی مطالب خبط ہوجاتے ہیں۔ یہ سارا مسئلہ اس لیے اُٹھتا ہے کہ مدیرگرامی (یعنی جناب سیّد صبیح الدین رحمانی مدظلہ) حضرت داغ سے کم نہیں ہیں۔ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے۔ متعدد بار گزارش کی گئی کہ حضور پرچہ سال بھر بعد لانے کے بجائے ہر تین ماہ بعد لائیں۔ سات سو کے بجائے ساڑھے سو صفحات پر ہی قناعت فرمائیں...مگر... ویٹو پاور جس کے پاس ہوتے ہیں اس سے تو کوئی جیت نہیں سکتا۔ ''مقدار'' کا اپنا رعب ضرور ہوتا ہے مگر ''معیار'' کی بات دوسری ہے۔

رسالے میں جہاں پروف خواں کی سہل پسندی نظر آتی ہے۔ وہیں اس کی ''محنت خاص'' کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً جناب صبیح الدین رحمانی کی نعت میں ایک مصرع ہے:

میں اور بارگاہِ رسالت پناہ کی

اس میں (یقینی طور پر) پروف ریڈر نے بارگاہِ کی ہ تلے زیر لگایا ہے اور مصرع کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ اسی طور سے انھوں نے بہ صد محبت عزیزاحسن صاحب کے مضمون کے عنوان ''اسلوب شناس شاعر'' میں اسلوب کی ب تلے زیر لگا کر اس کے معانی مطالب میں قابل قدر اضافہ فرما دیا ہے۔ یہ ''زیر'' فہرست میں بھی اپنی بہار دکھا رہا ہے۔

اس جگہ ایک غلطی کا ازالہ کردیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پچھلے شمارے میں راقم الحروف نے ماجدخلیل صاحب کے ایک شعر کو تحسینی کلمات کے ساتھ کوٹ کیا تھا۔

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوئی ہے

حقیقتاً یہ شعر سقیم ہے۔ اس کا پہلا مصرع بحر سے خارج ہے۔ ایک رکن اس میں بڑھ گیا ہے۔ راقم الحروف کی اس غلطی کی سمت توجہ عزیزی عزیز احسن نے دلائی تھی میں ان کا ممنون ہوں۔

خطوط کے حصے میں جناب تنویر پھول کا خط بھی توجہ چاہتا ہے۔ دراصل خطوط وہی چھپنے چاہئیں جن میں جریدے کے مضامین اور شعری حصے پر خیال افروز باتیں کی گئی ہوں۔

احمد صغیر صدیقی

احمد ندیم قاسمی (لاہور)

۲۰ مئی ۹۵ء

مکرمی ومحترمی۔

گرامی نامہ ملا تھا۔ممنون ہوں ۔امید ہے آپ اب تک حج کے مبارک سفر سے واپس آ چکے ہوں گے ۔میری طرف سے یہ سعادت حاصل کرنے پر مبارک باد قبول کیجئے ۔

''نعتیہ ادب'' کے نعتیہ نمبر کا مرسلہ اشتہار فنون میں ضرور شائع کردوں گا ۔انشاء اللہ ۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

☆ احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۶۔۲۰۰۶ء)، نام: پیرزادہ احمد شاہ، تخلص: ندیمؔ۔ شاعر، ادیب، مترجم، اسکرپٹ رائٹر، کالم نویس، افسانہ نگار۔ افسانوں کے سولہ مجموعے شائع ہوئے۔ شاعری کے مجموعے: ''جلال و جمال''، ''شعلۂ گل''، ''لوحِ خاک''، ''محیط''، ''دوام''، ''دشتِ وفا''، ''رم جھم''۔ اس کے علاوہ تنقید، تحقیق، تعلیم و ادب پر آٹھ سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں۔ مدیر: ''تہذیبِ نسواں''، ''پھول''، ''ادبِ لطیف''، ''سویرا''، ''نقوش''، ''امروز''، ''فنون''، صدر نشین: مجلس ترقی ادب لاہور۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے تمغہ برائے حسن کارکردگی، نشانِ امتیاز اور اکادمی ادبیات پاکستان نے کمالِ فن ایوارڈ دیا۔

۱۰ستمبر ۹۵ء

محترمی ومکرمی۔سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ مل گیا تھا ۔افسوس کہ'' نعت رنگ'' کا اشتہار شامل اشاعت نہ ہوسکا کہ پرچہ کئی ماہ پہلے سے مرتب کروا اور کاپیاں جڑوا کے رکھ چھوڑا تھا ۔کاغذ خریدنے کی سکت نہیں تھی اس لئے تاخیر ہوگئی ۔بہرحال اس میں آپ کے چند حمدیہ اشعار ضرور شامل ہیں۔''نعت رنگ'' کا اشتہار انشاء اللہ آئندہ شامل کردوں گا۔تاخیر کی معذرت ۔

برادرِعزیز حفیظ تائب صاحب اور ان کے بھائی مجید منہاس صاحب جو مجھ سے پیار کرتے

ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی مجھے خاص دین اور نعمت ہے۔

دعاؤں کے ساتھ

مخلص

احمد ندیم قاسمی

اختر اورک زئی (پشاور)

قابلِ صد احترام جناب صبیح رحمانی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ!

نعت، تحقیق و ارتقا پر آپ کا شروع کیا ہوا کام قابل ستائش بھی ہے اور قابل داد بھی۔ چند ماہ پہلے اسی سلسلے کا کوئی تحقیقی مضمون نظر سے گزرا۔ خوب تھا۔ میرا بھی یہی میلان رہا اور میدان بھی۔

میرے پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ[۱] کا یہی موضوع ہے آپ کے ہاں چوں کہ اس پر باقاعدہ کام ہورہا ہے اس لیے اس حوالہ سے آپ کو بنیاد تصور کروں گا۔ میرے سامنے اس وقت موضوعاتی اشاریہ موجود ہے۔ سردست آپ کے مختلف شماروں میں شائع شدہ چند ذیل کے مقالوں کی مجھے اشد ضرورت ہے۔

☆ ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟''، سیّد حسین احمد، ش۱۲، ص۱۱۲ تا ۱۱۶

☆ ''نعت کیا ہے؟''، سعیدر بدر، ش۱، ص۱۲ تا ۲۰

☆ ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی تحصیل و تجزیے کا ایک جائزہ''، ڈاکٹر ابوسفیان، ش۱۳، ص۱۶۹ تا ۲۰۵

☆ ''اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی''، رشید وارثی، ش۴، ص۵۵

☆ ''اردو نعت میں ادبِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں''، رشید وارثی، ش۱۰، ص۱۰

☆ ''اردو نعت میں تلمیحات کا غیرمحتاط استعمال''، رشید وارثی، ش۶، ص۴۸

☆ ''اردو نعت میں انبیا و سابقین کی رفعت شان کا استقصار''، رشید وارثی، ش۳، ص۱۳

☆ ''اردو نعت میں شان الوہیت کا استخفاف''، رشید وارثی، ش۲، ص۳۸

☆ ''اردو نعت میں 'صلعم' کا استعمال اور اس کے مضمرات''، رشید وارثی، ش۱۱، ص۱۴

☆ ''قصیدہ بردہ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ''، ڈاکٹر جلال الدین، ش۶، ص۸۱

☆ ''نعت پر تنقید (دوسرا رُخ)، پروفیسر کرنالی، ش۳، ص۳۶

☆ ''نعت کا ادبی مقام''، ڈاکٹر اسماعیل، ش۱۴، ص۴۱

☆ ''نعت کے عناصر''، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ش۵، ص۱۷

☆ ''نعت کے موضوعات''، ڈاکٹر اسماعیل، ش۱۱، ص۱۰۱

☆ ''نعت نبوی میں زباں و بیاں کی بے احتیاطیاں''، ش۱، ص۲۰۵

☆ ''نعتیہ ادب میں تنقیدی جمود''، ش۱، ص۱۵۱

☆ ''نعتیہ شاعری کے لوازمات''، ش۱۱، ص۱۲۰

علاوہ ازیں ''خطۃ البحث'' ارسالِ خدمت ہے۔ اس کے لیے متعلقہ مزید مواد کہاں سے میسر ہوسکتا ہے۔ اس بارے میں آپ اور آپ کے متعلقین شرفا میری بہتر راہنمائی کرسکتے ہیں۔

جواب کا منتظر
اخوکم فی اللہ
اختر اورکزئی

☆ اختر اورکزئی (پ: ۱۹۷۹ء)، ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، یونیورسٹی آف پشاور، کتب: ''دور الفلافة الدينية فی ارتقاالمجتمع الانسانية''، ''هل اسلام نهى عن الشعر''، ''روزہ کا فلسفہ'' و دیگر۔

۱۔ ''مدح النبی عندالصوفیاء فی الادبیین العربی والاردی (دراسات النقدية مقارنة)، غیر مطبوعہ، ۱۳۷ص

اختیار حسین کیف، میرزا، ڈاکٹر (کراچی)

آپ یقیناً مجھ سے متعارف نہیں ہیں۔ میں ایک کم آمیز اور گوشہ گیر قسم کا آدمی ہوں۔ دینی اورادبی ذوق ضرور رکھتا ہوں۔ سہ ماہی جریدہ ''سیرت طیبہ''[۱] میں میرے مضامین اور نعتیں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند کتابیں بھی طبع ہوچکی ہیں جن میں ایک دیوان بھی شامل ہے۔ تالیفات کے اعلیٰ اور معیاری ہونے کا مدعی نہیں۔

''نعت رنگ'' کے دوشمارے نظر نواز ہوئے۔ درمیانی شمارہ بدقسمتی سے دستیاب نہ ہوسکا۔ صرف نعت کے حوالے سے اتنا کچھ مواد اکٹھا کرنا یقیناً جوئے شیر لانا ہے جب کہ مضامین بھی معیاری اور جامع ہوں۔ اس باطنی حسن پر مستزاد اس کا ظاہری جمال بھی دیدنی ہے۔ آپ کی ہمت اور استقامت

قابلِ تحسین ہے۔ جہاں ان مضامین سے علمی ذوق تسکین پاتا ہے وہیں بصیرت کو بھی فروغ ملتا ہے۔ یعنی دل اور دماغ دونوں کو روشنی ملتی ہے۔ مضامین پر تبصرہ یا رائے زنی کا میں اپنے کو اہل نہیں پاتا۔ بہرحال حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنا اور حضور ﷺ کے محامد و نعوت کی خوشبو سے دماغ کو معطر رکھنا جذبۂ ایمانی کا تقاضا ہے۔

یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ نہ میں کوئی نامور ادیب ہوں نہ محقق۔ ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ضرور ہوں۔ یہاں میں تیسرے شمارے کے خطوط کے حصّہ میں لاہور سے جناب ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کے ایک مراسلہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میرا مقصد محترم مراسلہ نگار پر کسی نوع کا اعتراض ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے کہ مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے لیکن حقیقت کی مکمل تصویر کے لیے اس نقطہ کی نشاندہی مجھے ضروری معلوم ہوئی۔ مراسلہ نگاروں کی بزم میں بڑے قد آور نام نظر آتے ہیں جس میں ، میں اپنے کو بہت کوتاہ قد محسوس کرتا ہوں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے عاصی کرنالی صاحب کے اس مضمون پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جس میں ایک شعر کو انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ارشاد ہے کہ جس دیوان فارسی کو خواجہ معین الدین چشتی کا نام دیا جاتا ہے وہ دراصل ان کا نہیں بلکہ معین الدین ہروی کا ہے۔ دلیل میں حافظ محمود شیرانی کی سند پیش کی ہے ۔ حافظ صاحب کا وہ مضمون میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ ان کے دلائل کے پیش نظر میں بھی ان کا ہم خیال تھا۔ لوگوں نے ان کی تحقیق کو کافی سمجھا اور کسی نے ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس کی مزید چھان بین کی جائے۔ بعد میں نقادانِ ادب نے ان کا حوالہ ہی کافی سمجھا۔

کچھ دن قبل ایک کتاب ''لمعات خواجہ'' دیکھنے کا اتفاق ہوا جو معین الدین احمد اور شمس بریلوی کی مشترکہ تالیف ہے۔ ان حضرات نے بہت قوی شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ فارسی دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ ہی کا ہے معین الدین ہروی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کتاب کافی ضخیم ہے اور ان کے دلائل کے وزن کا اندازہ اس کو پڑھ کر ہی ہوسکتا ہے ۔ ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی نظر سے وہ کتاب شاید نہیں گزری۔ وجہ ظاہر ہے کہ اتنی کتابیں طبع ہوتی رہتی ہیں۔ کسی فرد واحد سے یہ توقع کرنا کہ ہر کتاب کا اس نے مطالبہ کیا ہوگا غیر فطری ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب اس کتاب پر نظر ڈال لیں تو ان کی رائے بھی میری طرح تبدیل ہوجائے گی۔ ڈاکٹر صاحب سے میں معذرت خواہ ہوں۔ کسی قسم کی گستاخی میرے پیش نظر نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حافظ محمود شیرانی صاحب اس برصغیر ہندوپاک میں پہلے ادیب ہیں جنھوں نے کلام معین پر اس قدر تصریح کے ساتھ لکھا ہے ورنہ عموماً خواجہ غریب نواز کے سوانح نگار حضرات نے شیرانی صاحب کے مقالہ کا حاصل یہ ایک جملہ لکھنے ہی پر اکتفا کیا ہے کہ ''یہ دیوان خواجہ معین الدین سنجری چشتیؒ کا نہیں بلکہ معین الدین ہروی صاحب معارج النبوۃ کا ہے۔''

حضرت شمس بریلوی اور معین الدین صاحب رقم طراز ہیں کہ ''ان سوانح نگاروں نے اس امر کی ذرا بھی زحمت گوارنہیں فرمائی کہ وہ اس کی صحت کو نقدوتبصرہ کی روشنی میں دیکھتے اور غور کرتے کہ اس قول میں کہاں تک صداقت ہے اور یہ میعار درایت پر پورا اترتے ہیں یا نہیں۔ انھوں نے اپنی جگہ یہ سمجھ لیا کہ چونکہ حافظ محمود شیرانی صاحب نے یہ لکھ دیا ہے اور فیصلہ کردیا ہے کہ یہ کلام خواجہ غریب نوازؒ کا کلام نہیں ہے اس لیے یہی درست ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہم کو صاحب آب کوثر جناب ڈاکٹر شیخ اکرام صاحب اور یوسف سلیم چشتی صاحب پر تعجب ہے کہ ان دونوں حضرات نے بایں دیدہ وری تحقیق کی زحمت گوارانہیں فرمائی۔ ''لمعات خواجہ'' کے مؤلفین شمس بریلوی اور معین الدین احمد نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''ہم نے اپنی اس تصنیف میں اس مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ہے۔ یعنی ایک تحقیقی مقالہ کی شکل میں داخلی اور خارجی ہر ہر پہلو سے اس کلام کو کسوٹی پر کسا ہے اور الحمدللہ کہ دلائل نے اس نتیجہ پر پہنچادیا کہ یہ کلام معرفت نظام صرف خواجہ غریب نواز ہی کا کلام ہے۔ یہ صفحات ناقدانہ بحث کے ہر پہلو کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ تحقیق کی جہاں تک رسائی ہوسکی ہے ہم وہاں تک پہنچے ہیں اور الحمدللہ کہ تائید الٰہی کی رہنمائی کی بدولت ایسے اسباب تک رسائی ہوگئی جن کی موجودگی میں خواجہ غریب نوازؒ کے کلام سے انکار ممکن نہیں۔''

میری ناچیز رائے میں حضرت شمس بریلوی اور معین الدین احمد دونوں نام علم وادب کی دنیا میں اتنے غیر معتبر نہیں کہ ان کی تحقیق کو درخوراعتنا نہ سمجھا جائے۔

ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیف

☆ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی، شاعر، ادیب، کتب: ''کیفیات''، ''مضامینِ کیف''، ''توحید۔ وحدت الوجود کے تناظر میں''، ''شاہ نیاز کا فارسی کلام۔ ترجمہ وتشریحات''، مزارات اور بدعات''، ''معرفت نامے''، ''تذکرہ حضرت شاہ آغا محمدؒ'' و دیگر۔

ا۔مدیر: علامہ عبدالعزیز عرفی، کراچی۔

اسحاق قریشی، محمد، ڈاکٹر (فیصل آباد)

۳۰۔ جولائی ۱۹۹۷ء

جناب صبیح صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سرزنش نامہ ملا، خوشی ہوئی کہ ہمارے ایسے عزیزانِ گرامی ہیں جو محبت کے ہر زاویے سے یاد رکھتے ہیں۔ اہلِ فیصل آباد خود فیصلہ کریں گے کہ اس ضمن میں قولِ فیصل کیا ہوگا۔ میں اپنے آپ کو دفاع کی ہر لائن پر کم زور پا رہا ہوں۔ آپ کے پیار کے تقاضے بجا اور آپ کی ہمارے بارے میں تمنائیں لائقِ ستائش، یقین کیجیے جب سے ''نعت رنگ'' قلم و قرطاس کی دنیا میں رنگ بھرنے لگا ہے، اپنے آپ پر ایک اعتماد سا ہونے لگا ہے، آپ بھی تو اپنے ہی ہوئے نا، ڈھیروں دعائیں آپ لوگوں کے لیے ہر وقت، خلوصِ قلب سے اُٹھتی رہتی ہیں، بھولنے کی بات اب بس میں نہیں رہی، خوب کہا تھا کسی محبت کرنے والے نے:

نسیاں نہ طرز ماست ولے بہر احتیاط
بر لوحِ سینہ نام تو صد جا نوشتہ ایم

دل پر پڑی ہوئی دستک، طاقِ نسیاں نہیں ہوسکتی، وقت اس کی زمزمہ سنجی کو اور تیز کرتا ہے، اس دور کے ایک نامور شاعر احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا:

وقت نشتر بھی ہے مرہم ہی نہیں
کل سے تو آج سوا یاد آیا

شاعر نہیں ہوں کہیں وزن و بحر میں الجھ جاؤں تو عزیز محترم رشید وارثی صاحب کا سہارا لے لیجیے یا جناب عزیز احسن صاحب کا، اللہ اللہ کیا غضب کا ذوق اور کس اعتماد کی گرفت رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ کیا ''نعت رنگ'' آپ کی تحریر کے قابل نہیں؟ ''سبحان اللہ کس رنگ سے تنبیہات کا دفتر کھولا ہے، سچی بات یہ ہے کہ شاید ہم ایسے اس کے قابل نہیں کہ صیانت و دیانت کا وہ ارفع معیار سامنے ہے کہ اپنے آپ کو بہت کم زور پاتے ہیں۔ یہ تو میری محرومی ہے کہ ''نعت رنگ'' کے صفحات نوریں میں اپنے آپ کو شامل نہ کرسکا، دنیا ہزار مکروہ سہی مگر 'خضرالدمن' بھی تو ہے کہ اس کی غلاظتوں پر بھی پھول

کھلنے لگتے ہیں جو ہم ایسوں کو اپنی رعنائیوں کا فریب دیتے ہیں، ملازمت میں ذلت کا لزوم شامل ہوتا ہے اور یہ کسی کام کا نہیں چھوڑتی۔ بس انھی زنجیروں میں بندھا رہا ہوں لیکن ''ترے خیال سے غافل نہیں رہا'' کا معاملہ بھی رہا، مصروفیتِ بے جا کا حصار ٹوٹ رہا ہے، اُمید رکھتا ہوں کہ ستمبر میں کچھ پیش کرسکوں گا کہ اگست میں زیادہ عرصہ فیصل آباد سے باہر رہنے کا ارادہ ہے، آپ کے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اس کو محبت کا تریاق دے دیجیے کہ عربی شاعر نے یہی کہا تھا:

فاذا بدت من صاحب لک زلة

فکن انت مرتادا لزلته عذرا

احبابِ غلطیاں کرتے ہیں مگر اُن سے ان غلطیوں کے اسباب نہیں پوچھے جاتے خود محبت کے حوالے سے عذر تراشے جاتے ہیں، اس لیے میری کوتاہیوں کا عذر بھی آپ کو ہی تلاش کرنا ہے، آخر محبت کرنے والے جو ٹھہرے (کم از کم مجھے تو یہی دعویٰ ہے)

''نعت رنگ'' ایک صحیفۂ دل نواز ہے، اس نے صدیوں کا قرض ادا کردیا ہے۔ نعت اب گوشۂ خمول نہیں اور نہ ہی ادبی حملوں یا تنقیدی نشتروں سے گزیراں ہے کہ اب اُس کی ادبی منزلت کی پاسداری ہورہی ہے، یہ سعادت کتنے قرنوں سے آپ کے لیے ودیعت تھی کہ ادبیات عالیہ کو ادبیاتِ عالیہ، ثابت کرنے کا اہتمام ہو۔ ہر شمارہ نئے اُفق کھول رہا ہے اور ہر تحریر نئی جہتوں سے آشنا کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام ساتھیوں کو اس مقدس مشن میں استقامت عطا فرمائے کہ نعت لکھنا اگر تلوار کی دھار پر چلنا تھا تو نعت پر نقد ونظر، پل صراط سے گزرنا ہے۔ 'ربّ سلم'، کی دعا ہی دے سکتا ہوں کہ یہی حصارِ عافیت ہے۔ جناب کشفی صاحب کا خط آیا تھا ان کی محبتوں کا اسیر ہوں، جلد جواب لکھوں گا، سلام عرض کردیجیے گا۔ ''نعت رنگ'' میں اُن کی تحریر نے رنگوں کی کہکشاں بھر دی ہے، اللہ تعالیٰ انھیں حفظ و امان میں رکھے۔

تمام احباب کو سلامِ محبت وعقیدت، احباب کا تقاضا ہے کہ کبھی آپ کو فیصل آباد آنے کی زحمت دی جائے، مناسب وقت پر اطلاع کردوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

محمد اسحاق قریشی

☆ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، صدر شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج فیصل آباد، وائس چانسلر: انڈی پینڈنٹ یونیورسٹی، فیصل

آباد، کتب: ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری''۔

---

۲۱ جنوری ۱۹۹۹ء

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب !

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا ،آپ کی توانا ئیوں پر رشک آیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے مقالہ تحریر کرنے کا فرمایا تھا انتظامی مجبوریوں اور نئی ذمہ داریوں نے اس قدر گھیرا ڈالے رکھا کہ اس حصار کو توڑ نہ سکا، اب ایک اور حکم موصول ہوا ،حیران ہوں کہ کس طرح آپ کی توقعات پر پورا اتروں،صورت حالات یہ ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے معاملات طے ہو رہے ہیں اور مجھے تنہا ان سے نبرد آزما ہونا ہے ۔امید ہے کہ دس بارہ فروری تک ان منصبی ذمہ داریوں سے قدرے فراغت نصیب ہوگی ۔کیا آپ فروری کے آخر تک انتظار کرسکیں گے کہ امید کامل ہے یہ ایاّم ان کاموں کے لئے ساز گار ہوجائیں گے۔مجھے اس سلسلے میں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ متعلقہ مواد کی تجمیع کرتا رہوں اور فروری کے آخر تک دونوں مقالات حاضر کرسکوں۔اگر اتنا انتظار ممکن نہ ہو تو بھی تحریر فرمادیں کہ اس تحدید کے مطابق کوشش کروں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنی بہتر صلاحیتیں مدح رسالت مآب ﷺ کے لئے وقف کیے ہوئے ہیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا کہ یہ امّت کے دانش وروں پر قرض تھا۔عزیز احسن صاحب کی کتاب موصول ہوئی ہے ۔سرسری نظر سے گزری ہے ۔کچھ تحفظات ہیں۔ان شاء اللہ فرصت کے لمحات میں بالاستیعاب مطالعہ کے بعد کچھ عرض کروں گا ۔

تمام احباب کو سلام محبت ! جواب کا منتظر رہوں گا ۔

والسلام

محمد اسحاق قریشی

اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر (علی گڑھ)

۳۱۔دسمبر۔۱۹۹۶

مکرمی!

السلام علیکم ۔گرامی نامہ مورخہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۶ئموصول ہوا جواب میں تاخیر کے لیے بے حد

عذر خواہ ہوں۔ آپ کے ارسال کردہ مجموعوں کی دو دو کاپیاں دو مختلف اوقات میں ملیں۔ دوسری دفعہ کتابوں کا سیٹ ملا تو میں نے اسے لائبریری کو دے دیا تاکہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ ایک سیٹ اپنے مطالعہ کے لیے رکھ لیا۔ یہ سیٹ بہت وقیع مندرجات پر مشتمل ہے۔ میں نے انہیں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے یہ مجموعے بھیج کر مجھے مفتخر کیا۔ لیکن کیا بتاؤں کہ میں اتنے کاموں میں گھرا رہتا ہوں کہ میرے لیے اپنے پرچے کے علاوہ کسی اور رسالہ کے لیے کچھ لکھنا ممکن نہیں ہے۔ امید ہے آپ اس عذر کو قبول فرمائیں گے۔ مشفق خواجہ صاحب کو بشرط ملاقات میری طرف سے سلام عرض کردیں۔ امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔

خیر اندیش

اسلوب احمد انصاری

☆ ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری، محقق، ادیب، غالبؔ و اقبالؔ شناس، پروفیسر: شعبۂ انگریزی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)، اردو اور انگریزی زبانوں میں ۳۳ سے زائد کتب کے مصنف، چند کتب کے نام: ''ادب اور تنقید''، ''نقشِ اقبال''، ''تنقید اور تحقیق''، ''اقبال: جدید تنقیدی تناظرات'' و دیگر، اعزاز: ''بہادر شاہ ظفر ایوارڈ'' (دہلی اردو اکیڈمی، انڈیا)

اسماعیل آزاد، محمد، ڈاکٹر (فتح پور، انڈیا)

راقم نے ''نعت رنگ'' کے دونوں نمبروں کو سرسری طور سے دیکھا۔ آپ کی گراں بہا شخصیت واقعتاً لائق صد تہنیت ہے کہ آپ اتنا وقیع کام افادۂ خاص و عام کے لیے انجام دینے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ آپ کا یہ بہتر اور بہتر سے بہترین کا یہ سفر جاری ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ بہ توسل نبیٔ رحمت ﷺ آپ کی ہمت کو سدابلندی اور تازہ حوصلہ اور آپ کے قلم کو کبھی نہ تھکنے والی توانائی عطا فرمائے۔ اللھم آمین!

ان دونوں شماروں کی اوراق گردانی سے پتا چلا کہ ان کے مشمولات کے عنوانات عصر حاضر کے عالمی مقتضیات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ عالمی امن وامان کی ضمانت صرف رسول ختمی مرتبت ﷺ کے پاس ہے، کیوں کہ آپ ﷺ رحمت بے کراں اور فیضان بے نہایت کے منبع ومخرج ہیں۔

''نعت رنگ'' کے اس پہلو نے بھی راقم کو اپنی جانب منعطف کرایا کہ اس کے شمارے

نوواردان بساط نعت اور علمائے نعت سے واقف کراتے اور اس مقدس موضوع پر آنے والی مطبوعات سے روشناس کراتے ہیں۔

شمارہ دس میں ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' پر محترمی پروفیسر شفقت رضوی صاحب دام علاہ کا تجزیہ ایک قابل ستائش اور اچھی کاوش ہے لیکن اس میں راقم کے ساتھ انصاف قطعی طور پر نہیں ہوسکا۔ علاوہ دیگر وجوہ کے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس قابل مدح مضمون کے تخلیق کار نے نعت پر راقم کی پہلی کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' (عربی وفارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) سے صرف نظر کرلی، حالاں کہ موصوف نے جس کتاب (یعنی اردو شاعری میں نعت: جلد اوّل وجلد دوم) کو اپنے تعارف وتجزیہ کی بنیاد بنایا ہے، اس میں اس کی پہلی کتاب کا تذکرہ مع سن طباعت ۱۹۸۸ء اور مقام طباعت فائن آفسٹ ورکس الہ آباد، ۳ موجود ہے۔ واضح ہو کہ یہ تذکرہ ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل کے دیباچہ میں اس کے صفحہ چودہ (۱۴) پر مرقوم ہے۔

''نعتیہ شاعری کا ارتقا'' پر متعدد جرائد و رسائل نے تبصرے شائع کیے تھے۔ ''معارف'' کے مئی ۱۹۹۰ء کے شمارے میں بھی اس کتاب پر نقدوتبصرہ شائع ہوا تھا۔ ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں اس بات کا ذکر ہے کہ راقم نے ''اردو شاعری میں نعت'' پر کب سے کام کرنا شروع کیا تھا اور یہ کہ راقم کو اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری لکھنؤ یونی ورسٹی نے ۱۹۸۴ء میں تفویض کی تھی۔ پروفیسر شفقت رضوی نے ''نعت رنگ'' کے دسویں شمارے کے صفحہ ۴۰ پر خود ہی رقم فرمایا ہے کہ ''تحقیقی نقطۂ نظر سے غیر مطبوعہ تحریر بھی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔'' محترمی ومکرمی ڈاکٹر ریاض مجید اور مشفقی ومخلصی ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی صاحبان کی گراں قدر کتابوں کے منظر عام پر آنے سے پیش تر راقم کی تینوں کتابیں یعنی ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء''، ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل اور ''اردو شاعری میں نعت'' جلد دوم حیطۂ تحریر میں لائی جاچکی تھیں، ان تینوں کتابوں کا مخرج تحقیقی مقالہ ''اردوشاعری میں نعت'' ہے۔ راقم کا یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ کر ۱۹۸۲ء میں یونیورسٹی میں داخل کیا جاچکا تھا۔ جب کہ ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالہ کی تکمیل بہ قول پروفیسر شفقت رضوی ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔ (ملاحظہ ہو ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۰ صفحہ ۹۵) اور ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کو پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری رانچی یونی ورسٹی سے ۱۹۸۷ء میں تفویض کی گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو، ماہنامہ ''کتاب نما'' دسمبر ۱۹۸۷ء جلد ۲۷، شمارہ ۱۲، ص ۸۵، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی) ۱۹۹۲ء تک راقم کو ان دونوں مقالوں کی طباعت واشاعت کی بات معلوم نہ تھی، صرف ان مقالوں پر ڈگریاں تفویض کیے جانے کی اطلاع تھی۔

راقم کے مقالے سے ماخوذ دوسری اور تیسری کتاب یعنی ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل وجلددوم کی طباعت واشاعت کی تکمیل کی نوبت ۱۹۹۲ء میں آئی تھی۔ راقم نے اپنے مقالے سے ماخوذ ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل کے دیباچہ میں صفحہ۱۴ پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ راقم کومحولہ بالا دونوں مقالوں کی آگاہی ہے، لیکن اس کو یہ دونوں مقالے تلاش بسیار کے باوجودنہیں مل پائے۔ تقدم زمانی کتابت سے طے ہوگا نہ کہ اشاعت سے۔ راقم نے معرض بحث کتاب کے اسی صفحہ پر یہ اعتذار بھی رقم کردیا تھا کہ اس مقالے یعنی کتاب ''اردوشاعری میں نعت'' جلد اوّل میں عربی وفارسی کی نعت گوئی پر بہ طور پس منظر کچھ نہیں لکھا گیا۔نعت کی لغوی واصطلاحی تشریح اور اس کی تحقیق وتنقید اور اس کا تعارف بھی نہیں پیش کیا گیا، کیوں کہ ان موضوعات پر راقم کا مبسوط مقالہ ''نعتیہ شاعری کا ارتقا (عربی وفارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) دسمبر ۱۹۸۸ء میں فائن آفسٹ ورکس الٰہ آباد سے طبع ہو چکا ہے۔''

یہ بات پرازواقعیت وحقیقت ہے کہ راقم کی کتاب ''اردو شاعری میں نعت'' پر لکھا گیا ہر وہ تجزیہ یا تبصرہ جو نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' سے اغماض کر کے لکھا گیا ہوا ناقص، ادھورا اور نامکمل ہوگا۔ راقم کے تحقیقی مقالہ ''اردو شاعری میں نعت'' مدخلہ لکھنؤ یونی ورسٹی میں نوابواب ہیں، جن میں کے تین حسب الحکم مرحوم ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں، تین ''اردوشاعری میں نعت'' جلداوّل میں اور بقیہ تین ابواب ''اردو شاعری میں نعت'' جلد دوم میں مشمول ہیں۔نعت سے متعلق ساری عمومی بحث ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں دس ضمنی عنوانات کے ساتھ مشمول ہیں۔لفظ'' نعت''نبی ختمی مرتبت ﷺ کی زبان اقدس سے اسی متعارف مفہوم میں مستعمل ہوا ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف راقم نے اسی کتاب کے اسی بات میں کیا ہے اورمکمل حدیث بہ روایت حضرت انسؓ بن مالک مع حوالہ نقل کی ہے۔ راقم نے اس باب کا عنوان ''نعت: تحقیق وتنقید'' رکھا تھا۔(یہ عنوان ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' کے پہلے باب کے نیچے صفحہ۱۷ پر مندرج ہے) کتاب کی اشاعت ۱۹۸۸ء میں ہوچکی ہے۔

اس طور پر پروفیسر شفقت رضوی کا زیربحث تعارف و تجزیہ مبنی برانصاف نہیں ہے۔ جب خشت اوّل ہی ٹیڑھی رکھ دی گئی تو ظاہر ہے:

تاثریا می رود دیوار کج

یہ سب کچھ بہ طور جملہ ہائے معترضہ کے مندرج ہوگیا۔ باز آمدم برسرمطلب!

ہاں ، تو آپ نعت کی ایسی مقدس ومعظم ومکرم صنف شاعری پر اتنا مؤقر اورممتازکام انجام دے رہے ہیں اور لائق وفائق اساتذہ اور علمائے نعت سے بھی یہ قابل رشک اور مفید واہم کام کروارہے

ہیں، جس کی نظیر بلامبالغہ عالمی ادب میں مفقود ہے۔ اس کارِخیر کی جس قدر بھی سراہنا کی جائے، کم ہے، صائبؔ نے جو بات شعر کی بابت کہی ہے، وہ میرے نزدیک یہاں بھی عائد ہوتی ہے:

صائبؔ دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس وسکوت سخن شناس

اسی لیے راقم کا اپنا یہ نظریہ ہے کہ علمائے نعت کی ان مساعی جلیلہ کی قدرومنزلت کا اعتراف ایک فریضہ ہے۔ ''نعت رنگ'' کے مشمولات کے تخلیق کار بھی لائق تہنیت ہیں کہ وہ ایک ضروری فریضۂ انسانی کی ادائیگی میں لگے ہوئے ہیں۔

اتنے اچھے شماروں کے لیے راقم ایک بار پھر آپ کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ اس کو یہ شمارے بہ طور سوغات ارسال کرتے رہتے ہیں۔

راقم نے اپنے محسنین میں سے محترمی ومکرمی شہزاد احمد صاحب، مشفقی ومکرمی غوث میاں، محترمی ومشفقی ڈاکٹر مظفر عالم جاوید، مشفقی ومعظمی نوراحمد میرٹھی اور محترمی ومکرمی علی حسین ادیبؔ رائے پوری صاحبان سے بارہا رابطہ قائم کرنا چاہا اور ان کو خطوط ارسال کیے بلکہ ثالث الذکر کو رجسٹرڈ لیٹر بھی بھیجا، لیکن افسوس ادھر کئی سالوں سے راقم ان کرم فرماؤں سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر ہے۔ اب یہ ایک حتمی ویقینی صورت سمجھ میں آئی کہ آپ کا سہارا لیا جائے آپ میرے اس مکتوب کو مؤقر رسالہ ''نعت رنگ'' کے آنے والے شمارے میں شرف اشاعت بخش دیں تو میرا رابطہ خود بہ خود ان حضرات سے قائم ہوجائے گا۔ میں ان سبھی حضرات کو ''السلام علیکم'' کا تحفہ پیش کرتا ہوں، ان کی خیروعافیت کا طالب ہوں اور اللہ پاک سے بھی اکثر ان رفقا کی عافیت سلامتی کی دعامانگا کرتا ہوں۔

''اردوشاعری میں نعت'' ہر دوجلد میں کتابت کے اغلاط مالک مطبع کی لاپروائیوں کی وجہ سے بہ کثرت درآئے ہیں۔ کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء''، میں نے خود طبع کروائی تھی،اس لیے اس میں اغلاط کتابت کم ہیں۔ یہاں پر اس امر کا اکتشاف بھی کرتا چلوں کہ پاکستان میں ''اردوشاعری میں نعت'' بہت کم لوگوں کے پاس ہے۔ کیوں کہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ میں آتش زدگی کی وجہ سے کتاب مذکور کے سارے نسخے بجزان پچاس کے جو راقم کے پاس تھے، جل کر خاکستر ہوگئے۔راقم نے محترمی ومکرمی شہزاد احمد اور مشفقی غوث میاں کو ایک ایسا نسخہ ارسال کیا تھا، جس میں سارے اغلاط درست کردیے گئے تھے۔ ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' کے نسخے پاکستان میں متعدد حضرات کے پاس محفوظ ہیں، جن میں محولہ بالا پانچوں رفقا شامل ہیں، راقم برادرم ظفر اقبال صاحب کی وساطت سے آپ کی خدمت اقدس میں ''نعتیہ

شاعری کا ارتقاء‘‘ اور’’ندوۃ العلما: محرک وبانی‘‘ کا ایک ایک نسخہ ارسال کررہا ہے۔ بقیہ کتابیں جو راقم کی مصنفہ یا مؤلفہ ہیں، بعد میں ترسیل کی جائیں گی(تلاش کرنے کے بعد) راقم اپنی زیرنگرانی پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازی گئیں خواتین کو ہفتہ عشرہ میں ہدایات دیدے گا کہ وہ اپنے مقالوں کی زیراکس کاپیاں ظفراقبال صاحب کے توسط سے آپ کو ارسال کردیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد

☆ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد(۱۹۴۱ء)، ادیب، محقق، ریڈر، صدر شعبہ اردو، مہاتما گاندھی، پی۔جی۔ کالج فتح پور(انڈیا)، کتب: ’’اردو شاعری میں نعت‘‘ (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ) و دیگر۔

’’نعت رنگ‘‘ ۷،۸ محترمی رفیق ظفراقبال صاحب کی وساطت سے موصول ہوا، شکریہ! اس سے پیشتر ’’نعت رنگ‘‘ ۱،۲،۳ کا سوغات موصوف ہی کے توسط سے مل چکا ہے۔’’نعت رنگ‘‘ کے ہرسہ رسالوں سے میں نے اور میرے ریسرچ کے تلامذہ نے کافی استمتاع کیا ہے۔ آپ کا جاری کردہ یہ سلسلہ کافی نفع بخش اور مفید ہے۔آپ اس کے ذریعہ صاحب قاب قوسین اوادنیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کی نعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے احکامات وفرمودات ومعمولات مبارکہ کو عام کررہے ہیں اور تشنگانِ علم وتحقیق کو سیراب بھی کررہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً ماجور فرمائے گا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میری شریک حیات کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی نعت کے مقدس موضوع سے متعلق ہے اور اس کا موضوع ہے’’اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ‘‘[۱] اس مقالہ کے علاوہ نعت کے موضوع پر کانپور یونیورسٹی سے اب تک تین مقالوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جاچکی ہے یہ تینوں مقالے میری نگرانی میں لکھے گئے ہیں، جن کی تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

(۱) ڈاکٹر نگار سلطانہ، بیسوی صدی میں اردو کے غیرمسلم نعت گو شعرا کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، تعداد صفحات ۴۶۵۔

(۲) ڈاکٹر شکیلہ خاتون، اردونعت کا صنفی وہیتی مطالعہ، تعداد صفحات ۵۲۶۔

(۳) قریشہ بانو، ہندوستان اور پاکستان کی اردونعت کا تقابلی مطالعہ، تعداد صفحات ۵۲۸۔

محترمی محمد اظہار نے اردو کے حمدیہ سرمایہ پر’’اردو میں حمدنگاری کی روایت‘‘ کے موضوع پر اسی یونیورسٹی سے میری زیرنگرانی اپنا تحقیقی کام مکمل کرلیا ہے۔ ان کا یہ مقالہ کتابت کی منزل عبور کرکے

مجلد ہو چکا ہے اور داخلہ کا منتظر ہے۔

''اردو نعت کے موضوعات کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' موضوع پر میری نگرانی میں محترمہ شمیم اختر خاتون اپنا تحقیقی کام تیزی سے مکمل کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

راقم ''نعت رنگ'' ۷، ۸ کا مطالعہ بالاستیعاب کرے گا اور اس پر اپنی رائے بھی حوالۂ قرطاس کرے گا (انشاء اللہ) ابھی یونہی سرسری دیکھا تو پتہ چلا کہ ''نعت رنگ'' کا حمد نمبر ہے جو کافی وقیع واہم ہے۔ حمدومناجات پر عالی جناب ابوالحسن علی ندوی کا مقالہ کافی پرمغز ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط اُردو کی حمدیہ شاعری کے لیے ایک معتبر اور مستندنام ہے موصوف کو صوفیانہ شاعری پر کافی درک حاصل ہے۔محترمی نوراحمد میرٹھی کی ہندوشعرا کی حمدیہ ونعتیہ شاعری پر کافی گہری نگاہ ہے۔ موصوف نعتیہ شاعری پر ہندوشعرا کے حوالہ سے عالم گیر شہرت کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کی حمدیہ شاعری پر تنقید خاصے کی چیز ہے۔حمدونعت اور نقدوتحقیق میں موصوف اپنی ایک آفاقی شناخت بنا چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمداسحاق قریشی قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ کے نعتیہ شاعری پر اثرات کے بارے میں ایک قد آور شخصیت ہیں۔

''نعت رنگ'' ۸ میں ڈاکٹر محمداسحاق قریشی نے جو مقالہ ''شعر کے بارے میں نبی اکرمﷺ کی رائے'' عنوان سے قلم بند کیا ہے ، وہ کافی ژرف نگاہی سے لکھا گیا ہے۔یہ مقالہ قرآن کریم اور احادیث نبی کریمﷺ پر ان کی ژرف نگاہی کا غماز ہے۔لیکن اس مقالہ میں ایک بات کھٹکتی ہے موصوف نے اپنے اسی مقالہ میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل شعر کا انتساب سبعہ معلقہ کے مشہورومعروف شاعر زہیربن ابی سلمٰی کی جانب کردیا ہے۔موصوف نے ثانوی حوالہ میں العقد الفرید کا نام لکھا ہے:

وان احسن بیت انت قائلہ
بیت تقال اذا انشدتہ صدقا

واضح ہو کہ درحقیقت مولانا الطاف حسین حالی نے اس شعر کو تسامحاً زہیرابن ابی سلمٰی کا اپنی معرکہ آرا تحقیق مقدمہ شعروشاعری کے صفحہ ۹۴ پر لکھ دیا ہے۔ راقم نے ۱۹۷۷ء میں ''اردوشاعری میں نعت'' کے تحقیقی سفر کے دوران اس شعر کو زہیرابن ابی سلمٰی کے دیوان میں نہیں پایا اور تلاش بسیار کے بعد اس کو یہ شعر علامہ ابن رشیق کی کتاب العمدہ کے صفحہ ۳۷ پر ملا اور تب اس کو اس حقیقت کا علم ہوا کہ اس شعر کے تخلیق کار شاعر رسولﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ راقم نے اس واقفیت کا اظہار اپنی کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' مطبوعہ ۱۹۸۸ء کے صفحہ۱۱۴ پر کردیا ہے۔

خط طویل ہوتا جارہا ہے اور محترم دوست ظفر اقبال[۱] پر انتظار کی گھڑیاں سخت ہوتی جارہی ہیں اس لیے اس سلسلہ کے بقیہ تاثرات استیعابی مطالعہ کے بعد پیش کیے جائیں گے۔

محمد اسماعیل آزاد

۱۔ظفر اقبال ظفر (فتح پور، ہسوہ)، معروف شاعر، ادیب، نثر نگار۔

02-10-2000

محترمی ومکرمی، مشفقی ومخلصی برادرم سیّد صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم!

آپ کا ۸ر ستمبر ۲۰۰۰ء کا مرقومہ نوازش نامہ، عالی جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کے توسط سے ۵ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو باصرہ نواز ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ''نعت رنگ'' کا غالب نمبر شائع کررہے ہیں اور وہ جلد ہی منظرعام پر آجائے گا۔ آپ کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرنا ہر اہلِ علم کا فریضہ ہے۔

آپ نے اس ہیچ مداں کو ''غالب کی نعتیہ شاعری''[۱] کے حوالے سے کچھ لکھنے کا حکم دیا، امتثال امر کے بطور مضمون حاضر ہے۔ یہ مضمون تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

میرے پاس جب بھی کتابوں کا سوغات آیا ہے، میں نے اس کی رسید آپ کو ارسال کردی ہے۔ جن کی وساطت سے کتابیں ملتی ہیں، ان ہی کی وساطت سے رسید بھی ارسال کرتا ہوں۔ میں نے ۲۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ''نعت رنگ'' کے دو وقیع شماروں نویں اور دسویں نیز ''نسبت'' کی وصولی کی رسید مع ایک طویل خط اور دو عدد اپنی تخلیقات '' نعتیہ شاعری کا ارتقا''[۲] اور'' ندوۃ العلما محرک و بانی'' برادرم ظفر اقبال صاحب کے توسط سے آپ کو ارسال کردیا ہے۔کل موصوف کے گھر جا کر معلوم کیا تو پتا چلا کہ یہ سب ہی اشیا انھوں نے آپ کو کسی صاحب کے ذریعے ۲۰ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو بھیج دی ہیں، جواب تک آپ کو مل چکی ہوں گی۔

میرے مکتوب میں ساری تفصیلات درج ہیں۔ میرا وہ خط ضرور شائع فرما دیں، کیوں کہ میں نے اس میں اس ناانصافی اور اس کی خاص وجہ کا تذکرہ کیا ہے جس کی بنا پر عالی جناب پروفیسر شفقت رضوی صاحب سے یہ ناانصافی ہوگئی۔

راقم نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ اس کو ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کی گراں بہا کتاب ''اردو

میں میلادالنبی ﷺ‘‘[۳] کا ایک نسخہ ارسال فرما دیں اور واضح کریں کہ اس کتاب کا ہدیہ آپ کی خدمت میں کس طرح بھیجا جائے؟

اُمید ہے کہ آپ اس جانب اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں گے اور کتاب مذکور ’’اردو میں میلادالنبی ﷺ‘‘ مجھ کو جلد از جلد ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

اللہ پاک کی ذات سے اُمید ہے کہ آپ مع متعلقین بالخیر ہوں گے۔

والسلام

طالب دعا

محمد اسماعیل آزاد

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۲، ص ۲۵۸۔۲۷۶

۲۔مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، مطبوعہ ۱۹۸۸ء، الہ آباد: فائن آفسیٹ ورکس، ۴۲۰ص

۳۔ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی، ۱۹۹۸ء، لاہور: فکشن ہاؤس، ۹۲۰ص

11-07-2001

عالی مرتبت مشفقی ومخلصی صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم!

امید ہے مزاجِ گرامی مع متعلقین بالعافیت ہوگا۔

’’اُن صاحب‘‘[۱] کی وساطت سے معلوم ہوا جنھوں نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میرا مضمون ’’موضوعاتِ نعت‘‘[۲] ان کے مضمون سے مسروقہ ہے کہ ’’اقلیمِ نعت‘‘ کا ’’نعت رنگ‘‘ شمارہ۱۱ منظرعام پر آ گیا ہے اور یہ نمبر اُن کو مل چکا ہے۔ حیرت ہے کہ آپ نے اس نمبر سے میری ضیافت نہیں فرمائی۔ مجھے اس نمبر کا شدید انتظار ہے۔

بطورِ جملہ معترضہ، یہ بات عرض کردوں، میں نعت پر ۱۹۷۶ء سے کام کررہا ہوں۔ میرا مقالہ ’’اردو شاعری میں نعت‘‘ ۱۹۸۲ء میں داخل ہو چکا تھا، جولکھنؤ یونی ورسٹی کے تھیسس سیکشن میں محفوظ ہے۔ ’’اُن صاحب‘‘ کا مضمون ’’نعت رنگ‘‘ نمبر۵ دوسرے نمبر پر ’’اردو نعت گوئی کے موضوعات‘‘ کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ مضمون پورا کا پورا میرے مقالہ سے ادنیٰ تصرف کے ساتھ مستعار ہے۔

میرا اپنا مضمون جو ان کے بقول ''نعت رنگ'' کے گیارھویں نمبر میں مشمول ہے، میرے اپنے مضمون سے تھوڑا بہت ماخوذ ہے۔ بیش تر حصہ جدید ہے، کیوں کہ اس میں جن چند کتابوں پر تصرے بطور استشہاد ہے، وہ مقالہ کی ترتیب اور اس کی اشاعت تک راقم کے نظرنواز نہیں ہوئی تھیں۔ واضح ہو کہ میرا مضمون میری جس کتاب سے ماخوذ ہے وہ بیس سال قبل کی مکتوب ہے۔

بہرحال دونوں مضمون اور میری مطبوعہ کتابیں'' نعتیہ شاعری کا ارتقا''،''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل و دوم اور'' اردو نعت اور غیر مسلم شعرا'' پڑھ کر قاری خود ہی فیصلہ کر لے گا کہ صداقت اور سچائی کہاں ہے؟ میں ردّ و قدح میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میری یہ کتابیں ۱۲۔۱۲ سال پیش تر کی اور مضامین ۲۰ سال پیش تر کے محررہ ہیں۔

اس ملفوف میں میرے دو مضامین ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟''[۳] اور''اردو ادب میں محسن صاحب کا مقام''[۴] ہیں، جو آپ کی خدمت عالیہ میں بغرض اشاعت بھیجے جا رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ان کو''نعت رنگ'' کے اگلے شمارے میں شرفِ اشاعت بخشیں گے۔

''نعت رنگ'' کے گیارھویں نمبر کا بصد اشتیاق منتظر ہوں اور''غالب کی نعتیہ شاعری''[۵] پر میرا مرسلہ مضمون جس رسالہ میں اشاعت پزیر ہوا ہو، اس کا بھی اُمید ہے کہ یہ دونوں رسالے جلد ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔

والسلام

محتاجِ دعا

محمد اسماعیل آزاد

۱۔مشمولہ: نعت رنگ،ش ۱۱،ص ۱۰۱۔۱۱۹

۲۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (مالیگاؤں، انڈیا) مراد ہیں۔

۳۔مشمولہ: نعت رنگ،ش ۱۲،ص ۱۱۱۔۷۸

۴۔مشمولہ: نعت رنگ،ش ۱۲،ص ۱۶۵۔۱۴۹

۵۔مشمولہ: نعت رنگ،ش ۱۲،ص ۲۵۸۔۲۷۶

آپ کا ۲۲/ جولائی ۲۰۰۲ء کا مرقومہ مکتوبِ گرامی ۷/اگست سال رواں کی شام میں ملا۔ اس نے یہ مسافت اتنے دنوں میں اس لیے طے کی، کیوں کہ اس کو سہسرام سے ہو کر آنا پڑا۔ اس مراسلے سے

آ گاہی ہوئی کہ ماشاء اللہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۳ تیاری کے مراحل میں ہے۔ آپ نے اپنے محولہ بالا وقیع مکتوب کے ذریعے مجھ کو مرقومہ بالا نمبر کے لیے نعت کی بابت کچھ لکھنے کا حکم دیا ہے۔ نعت سے متعلق آپ کی یہ مساعی جلیلہ لائق صد ستائش اور قابلِ رشک ہیں۔

ان دنوں میں کافی ذہنی پراگندگی کا شکار ہوں اور خاصا الم ناک اور شرمندہ بھی، کیوں کہ میرے ایک شاگرد جناب گوہر مسعود نے کچھ عرصے پیش تر عالی منزلت محقق و ناقد شمس الرحمٰن فاروقی دام اقبالہ کو اپنی نادرست تنقید کا ہدف بنایا تھا اور ایک ہفتہ قبل اپنے ایک مضمون ''ایک ناروا بات اور نیاز نمبر'' مطبوعہ شاعر بمبئی جولائی ۲۰۰۲ء کے ذریعے عالم گیر شہرت کے نقاد اردو ادب کے محقق انیق اور مجھ ہیچمدان کے عظیم کرم فرما پروفیسر فرمان فتح پوری صاحب کو اپنے بے جا انتقاد اور غلط گرفت کا نشانہ بنایا ہے۔ میرے اس شاگرد نے دونوں ہی مضامین میں اپنی کج فہمی کے ثبوت دیے ہیں اور متن خوانی میں زبردست غلطی کی ہے۔ واضح ہو کہ میں نے اپنے اس شاگرد کی تربیت میں اپنا اچھا خاصا خون جگر صرف کیا، لیکن نتیجہ صفر رہا۔ سعدی کا یہ فرد ملاحظہ ہو:

پرتو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بدست
تربیت نااہلِ را چوں گردگاں برگنبدست

نیاز نمبر بابت مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء میں پروفیسر فرمان فتح پوری کا ایک مختصر سا جملہ فتح پور میں سپرد خاک محسن کاکوروی کی بابت ہے کہ ''اردو کے مشہور نعتیہ قصیدہ نگار محسن کاکوروی ان (مولانا عبدالسلام ہسوی) کے مرید اور سندی خلیفہ تھے''۔ یہ اس مضمون کا اقتباس ہے، جس کا عنوان ''نیاز اور فتح پور'' ہے۔ پروفیسر موصوف نے اس مضمون میں سب سے پہلے فتح پور کی تاریخی اور سیاسی حیثیت اُجاگر کی ہے اور اس کے بعد وہاں کے متصوفین اور شعرا و ادبا کا تذکرہ کرکے علامہ نیاز فتح پوری کی بابت بہت ساری اہم اور مفید باتیں حوالۂ قرطاس کی ہیں۔ پروفیسر فرمان فتح پوری کا یہ جملہ، محولہ بالا نیاز نمبر کے صفحہ ۸۹ کی ۶ و ۷ سطر میں مرقوم ہے۔ پروفیسر موصوف نے یہ جملہ بحوالہ واقعات ولی از رحمت علی مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء رقم کیا ہے۔ انھوں نے یہ جملہ فتح پور کے صوفیائے کرام کے تذکرہ کے دوران مولانا عبدالسلام ہسوی کے ذکر خیر میں شامل کیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے اس جملے میں فتح پور میں مدفون محسن کاکوروی کی ما بہ الامتیاز خصوصیت کا تذکرہ بایں طور کیا ہے کہ وہ مشہور نعتیہ قصیدہ نگار ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تذکرہ فتح پور کے سیاق و سباق میں ہے۔ مزید برآں اس تراشے میں ان کو یک صنفی

بتلایا گیا ہے۔

پروفیسر موصوف نے حسان الہند کے لقب سے ملقب محسن کاکوروی کا تذکرہ اپنی معرکہ آرا کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء میں کیا ہے۔ اس میں حسان الہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۵۶ سے صفحہ ۶۸ تک لیا گیا ہے۔ اس جائزے کے بعد پیراگراف میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ فرمایا گیا ہے کہ (حسان الہند) محسن کاکوروی نے مروّجہ شاعری کی ہر صنف میں نعت کے فن کو برتا ہے۔ (ہر ''صنف'' پر غور فرمائیں خصوصاً بمقابلہ نعتیہ قصیدہ نگاری) نیز یہ کہ انھوں نے ''نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس بلند سطح تک لے گئے جس سے آگے بڑھنا دوسروں کے لیے آسان نہ رہا۔ محسن نے دوسرے شعرا کی طرح نعت گوئی کو جزوی اور رسمی طور پر نہیں اپنایا بلکہ اسے پوری توجہ اور پورے شعور کے ساتھ اپنے فکر و فن کی جولاں گاہ بنایا ہے۔ پروفیسر موصوف نے محسن کاکوروی (حسان الہند) سے متعلق اپنے اس معروضہ کے افتتاحی جملے میں ان (محسن کاکوروی) کو متوفی ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۲ھ لکھا ہے۔

پروفیسر موصوف کے مندرجہ بالا فرمودات سے صاف عیاں ہے کہ دونوں محسن کاکوروی (محسن کاکوروی خلیفہ مولانا عبدالسلام ہسوی اور محسن کاکوروی حسان الہند) ایک نہیں ہیں بلکہ دو الگ الگ ہستیاں ہیں، جن میں سے ایک یک صنفی ہیں اور دوسرے یعنی حسان الہند نعت کے لیے ہمہ صنفی اور ''اردو کے پہلے شاعر... جنھوں نے نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا'' سعدی نے درست فرمایا ہے:

گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ان محسن کاکوروی کا سن وفات جن کا تذکرہ ''نیاز اور فتح پور'' میں ہے ۱۳۳۹ھ ہے۔ اردو ادب کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ حسان الہند کا مزار عیدگاہ مین پوری میں ہے، جب کہ محسن کاکوروی ثم فتح پوری کا مزار محلّہ پنی میں ہے۔ واضح ہو کہ پروفیسر فرمان فتح پوری کا مولد فتح پور کا ایک گاؤں ہیبت پور ہے اور انھوں نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ فتح پور ہی میں، پہلے ایک ہونہار طالب علم کی حیثیت سے اور بعد میں ایک لائق و فائق استاد کی حیثیت سے، مسلم کالج میں گزارا جو محسن کاکوروی فتح پوری کے مزار سے بہت قریب ہے۔ دونوں کے درمیان کا فاصلہ باآسانی پانچ منٹ میں (پیدل) طے کیا جاسکتا ہے۔

میں شرمندہ ہوں کہ میرے شاگرد نے اپنی کم فہمی کج روی اور متن شناسی میں اپنی کم فہمی کی

بنا پر اردو ادب کے ایک اہم ستون کے بارے میں بڑی دریدہ دہنی سے لکھ دیا کہ ''پروفیسر فرمان فتح پوری نے اپنے مضمون ''نیاز اور فتح پور'' مشمولہ نیاز نمبر حصہ اوّل نگار پاکستان سالنامہ ۱۹۶۳ء میں مولانا عبدالسلام ہسوی کا تذکرہ کرتے ہوئے محسن کاکوروی کے متعلق لکھا ہے کہ ''اردو کے مشہور نعتیہ قصیدہ نگار محسن کاکوروی ان کے مرید اور خلیفہ تھے۔'' یہاں پر پروفیسر فرمان فتح پوری کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ میرے اس شاگرد نے اپنے اس غلط جملے کے ذریعے پروفیسر موصوف (میرے معنوی استاد) پر غلط طور پر حملہ کر کے مجھ کو ادبی دنیا کے سامنے شرمسار کر دیا۔

اعلمه الرماية كل يوم

فلما اشتد ساعده رماني

میں اس کو روزانہ تیر اندازی سکھاتا تھا لیکن جب اس کی کلائی مضبوط ہوگئی تو مجھ ہی کو مار دیا۔

گوہر مسعود صاحب نے خود غلط طور پر سمجھ لیا کہ پروفیسر فرمان فتح پوری صاحب نے اپنا متذکرہ بالا جملہ حسان الہند محسن کاکوروی کی بابت لکھا ہے اور اپنے اس مفروضہ کو مسلمہ مان کر اس کی تغلیط میں اپنا سارا زورِ قلم صرف کر ڈالا۔ انھوں نے اس سلسلے کی عصری شہادتوں سے صرفِ نظر کر کے محسن کاکوروی ثم فتح پوری کا نام محمد محسن کی بجائے محسن علی شاہ ایک کتبے کی بنیاد پر لکھ ڈالا، جس میں نہ کاتب کا نام کندہ ہے اور نہ اس کے نصب کنندہ کا۔ واضح ہو کہ راقم نے اس کتبہ کو اور اس سے ملحق محسن کاکوروی فتح پوری صاحب کے خلیفہ عبدالشکور صاحب کے کتبہ کا بغور مطالبہ کیا ہے۔ ان میں سے کسی میں نہ کتبہ کی تاریخ درج ہے اور نہ کتبہ کو نصب کیے جانے کی تاریخ مندرج ہے، جس کی بنا پر یہ کتبات ساقط المیعاد ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ معاصر تذکرہ از قسم ''واقعات ولی'' مطبوعہ ۱۳۰۴ھ۔۱۸۸۶ء و ''شعلہ جان سوز'' مطبوعہ ۱۳۰۱ھ۔۱۸۸۳ء میں محسن کاکوروی ثم فتح پوری کا نام محمد محسن رقم ہے، محسن علی یا محسن علی شاہ نہیں۔ پہلی کتاب کی تخلیق کے بعد ۳۵ سالوں تک اور ثانی الذکر کتاب کی تصنیف کے بعد ۳۸ سالوں تک یہ محسن بقید حیات رہے۔ لیکن ان میں درج نام کی تغلیط کسی نے نہیں کی۔ یہاں تک کہ خود صاحب معاملہ نے بھی نہیں۔

جہاں مجھ جیسے نہ جانے کتنے ہیچمداں پروفیسر فرمان فتح پوری کی تخلیقات سے کسب ضیا کرتے اور ان سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں (راقم کو پروفیسر صاحب کے معنوی شاگرد ہونے پر

افتخار ہے) وہیں آج کے بزعم خود پڑھے لکھے حضرات پروفیسر موصوف اور ان جیسی عظیم ہستیوں پر بے جا نکتہ چینی کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ بقول چکبست :

یہی اک راستہ باقی تھا کیا اوجِ مراتب کا
بنے اہلِ نظر تم دشمن اہلِ ہنر ہو کر

دیکھیئے کتنی دیر تک میں آپ کی سمع خراشی کرتا رہا لیکن اس سے میرا غم ہلکا ہوگیا اور لکھنے پڑھنے کی میری صلاحیت کافی حد عود کر آئی... راقم کو زیرِ تذکرہ مضمون سے کافی صدمہ پہنچا اور وہ اس پوزیشن میں نہ تھا کہ کچھ لکھ سکے، لیکن آپ کے محولہ بالا گرامی نامہ کے جاذب اسلوب اور وقیع مکتوب کے مافیہ میں رچے بسے ''جذبۂ دل'' نے راقم پر کچھ ایسا جادو کر دیا کہ بقول غالبؔ:

اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

بہرحال منسلکہ مضمون آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہے۔ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں میری اور میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کی بابت جو رائے قائم کی ہے، وہ صرف آپ کی ذرّہ نوازی ہے۔ ورنہ من دانم کہ من آنم۔ اللہ پاک مجھ کو آپ کی خواہشات کے مطابق بنا دے اور آپ کے قلم کی برنائی اور آپ کی کوششوں کی رعنائی کو سدا قائم رکھے۔ **اللھم آمین بتوسل نبی الکریم** ﷺ۔

دعاؤں کا طالب
محمد اسماعیل آزاد

۱۹/ جولائی ۲۰۱۱ء

عالی مرتبت صدیقِ مکرم محسنِ من جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ سوغات بشکل ۸عدد کتب وقیعہ موصول ہوگیا تھا۔شکریہ

فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر از محمد طاہر قریشی کی صفحہ ۲۴۱ نمبر شمار ۲۵ میں مندرج ہے: آزاد فتح پوری ،محمد اسماعیل ، ڈاکٹر ۱۹۹۸ء نعتیہ شاعری کا ارتقاء میں سرخ روشنائی سے نشان زدہ۱۹۹۸ء قطعی طور پر فاش غلطی ہے۔اس کتاب کا سن اشاعت۱۹۸۸ء ہے۔جسکی تصدیق میں راقم ایک نسخہ نعتیہ شاعری کا ارتقاء بغرض تصحیح اس پیکٹ کے ساتھ ہمرشتہ ہے۔اس تصحیح کی بالتعجیل ضرورت اس لئے

کہ بزعم راقم ،اس کتاب کے باب اوّل کاعنوان پہلا باب:نعت:تحقیق وتنقید(ملاحظہ ہوصفحہ۱۷ کتاب نعتیہ شاعری کاارتقاء)ہے۔اس طور پر بزعم راقم ،راقم وہ پہلا شخص ہے جس نے ایک علیحدہ عنوان قائم کر کے نعت پر تنقید کا کام کیا ہے ورنہ نعت پر تنقید شجرۂ ممنوعہ سمجھی جاتی تھی۔راقم نے اس باب میں نعت پر تنقید کے ضمن میں صفحہ۷۵ پر سودا کے مشہور قصیدۂ نعت''ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلیمانی۔نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی'' کا تجزیہ کرتے ہوئے نعت پر نظریاتی وعملی تنقید کی ہے۔جو اغلباً اس قبیل کی پہلی کاوش ہے۔امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں در آئی غلطی کا ازالہ سنہ کی درستگی کے ساتھ کر کے راقم کو ممنون فرمائیں گے۔

راقم کو ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کے مطبوعہ تحقیقی مقالہ''اردو شاعری میں میلاد نامہ''[ا] کی اشد ضرورت ہے۔ اتنی وقیع اور گراں مایہ تحقیقی مقالہ کی درخواست یقیناً بے حیائی اور آپ کی جیبِ خاص پر انمارہ کے مترادف ہے لیکن حدیثِ نبویؐ ہے: **حبک الشیء یعمی و یصم اوکماقال رسول النبی العربی** ﷺ ۔

تیسری غرض......راقم نے ہندی زبان اور دیونا گری رسم الخط میں امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت اور حنفی مسلک کی آفاقیت پر ایک کتاب''امام ابوحنیفہ اوم حنفی ودھی کی شاشوتا'' پر لکھی ہے کیونکہ راقم کو یہ بتلایا گیا تھا کہ امام ابوحنیفہ پر متعدد زبان وادب پر کتابیں موجود ہیں،لیکن ہندی ادب اور دیونا گری رسم الخط میں آپ پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔واللہ اعلم بالصواب! بہرحال راقم نے معروضہ کتاب تخلیق کردی ہے۔ آپ کو اس کتاب کی تین جلدیں اس غرض سے ارسال کی جارہی ہیں کہ آپ اس کی دو جلدیں ...... غالبًا دو جلدیں ہی مطلوب ہوتی ہیں، جہاں (اس وسیع وعریض کائنات میں) اس قسم کے مقابلے ہوتے ہوں۔ ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ دیکھیے یہ بھی آپ پر زبردستی کی دباؤ اور بے جا دی جانے والی زحمت ہے۔آپ کی کرم فرمائیوں ، عنایتوں اور نوازشوں نے راقم الحروف کو کافی گستاخ بنادیا ہے۔ اس مجنونامہ جسارت کے لیے راقم کو معاف کریں۔ راقم کے پاس آپ کے علاوہ کوئی ملجا بھی تو نہیں ہے۔

خط کافی طویل ہوگیا ہے۔معاف کا درخواست۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

آپ کا
آزاد فتحپوری

ا۔ صحیح عنوان ہے: ''اردو میں میلا دالنبی ﷺ''

اشیاق عالم ضیاؔ شہبازی، شاہ محمد، سیّد (بھاگلپور، انڈیا)

11-03-2008

عزیز گرامی سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی، ہدیۂ سلام و رحمت

عافیت خواہ بخیر!!

برسوں پہلے لکھنؤ میں ایک بک اسٹال پر''نعت رنگ'' کا ایک شمارہ دکھا تھا وہی پہلا تعارف تھا پھر مزید تقویت کیو ٹی وی (Qtv) سے ملی۔ کئی شمارے''جامِ نور'' کے حوالے سے منگوائے اور کافی عرصہ ہوا۔ کوشش یہ بھی رہی کہ تعلقات براہِ راست اُستوار ہوجائیں، اسی سلسلے میں مراسلت بھی کی۔ ''سبز حروف کے شجر''[ا] نعتیہ مجموعہ بھی ارسال کیا گیا، کچھ احباب کی معرفت بھی کتابیں پہنچوائی گئیں، مگر یہ ساری کاوشیں بے سود ثابت ہوئیں کہ رابطہ ہی بحال نہ ہوسکا۔

''نعت رنگ'' نے نعت گوئی کا تخلیقی شعور بیدار کیا ہے۔ اس سمت میں آپ کے ذریعہ کیے گئے بیش تر اقدامات لائق ستائش ہیں۔ بہرحال اس پر تفصیلی گفتگو کا اس وقت محل نہیں ہے۔ دو کتابیں ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ پہلی کتاب ہے''سبز حروف کے شجر'' کا جدید ایڈیشن، دوسری کتاب ڈاکٹر سیّد شاہ طلحہ رضوی برق کے ہاتھوں رسم اجرا ادا کردہ''برگِ ثنا حرف حرف''[۲] ہے، یہ نعتیہ قصائد کا مجموعہ ہے۔ آپ تک پہنچ جائے اور آپ کے مطالعہ سے گزر جائے تو آپ کے تاثرات''نعت رنگ'' صفحات پر مطالعہ کرسکوں۔

''نعت رنگ'' مستقلاً مذکورہ پتا پر ارسال کرا دیا کریں۔ سالانہ ممبری فیس کی ادائیگی کردی جائے گی۔ جملہ اہلِ کاروانِ نعت گوئی و عشاقِ محافل مدح گوئی کے لیے سلامِ عقیدت۔

فقط والسلام

دعا گو

سیدشاہ اشتیاق عالم غفرلہ

☆ابوالفرح سید شاہ محمد ذکی العالم المعروف اشتیاق عالم ضیاؔ شہبازی،
سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ شہبازیہ، بھاگلپور۔۲، بہار۔

۱۔۲۰۰۷ء، بہار: ولی العالم اکیڈمی، بار دوم، ۲۸۳ص
۲۔ایضاً، ۱۸۴ص

اشفاق انجم، ڈاکٹر (مالیگاؤں، بھارت)

۲/ مئی ۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم!

محترمی! ۱۱/اپریل ۹۹ء کے روزنامہ ''انقلاب'' ممبئی میں ''نعت رنگ'' کا اعلان شائع ہوا، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ ایک انتہائی اہم صنفِ سخن یعنی نعتِ رسولﷺ پر مشتمل کتاب شائع فرماتے ہیں۔

برادرم! بیش تر شعرا جنھوں نے کبھی نظم و غزل کے سوا کسی اور صنفِ سخن کی طرف آنکھ اُٹھا کر انھیں دیکھا اب تہذیب کی شکست و ریخت، کفر و باطل کی کش مکش، ذات کے درد و کرب نے انھیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اب انھیں اپنی اصل کی طرف مراجعت کے سوا کچھ چارہ نہیں، اب انھیں فریاد و فغاں کے لیے ایک ہی دربار یاد آرہا ہے، کسی طرح بھی شعرا اس اہم ترین صنفِ سخن کی طرف متوجہ تو ہوئے۔ اگر انھیں اشاعتی ذرائع بھی میسر آجائیں تو کیا کہنا!

برادرم! جس طرح آپ ''نعت رنگ'' شائع فرما کر نعت گویوں کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں اگر اسی طرح کچھ اور لوگ بھی اس میدان میں آگئے تو نعت گوئی کے لیے ایک وسیع تر کینوس میسر آجائے گا اور شعرا میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگا اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مسابقت بیش تر بہترین ادب کی تخلیق کا ذریعہ بنتی ہے۔

محترمی! ''نعت رنگ'' کے اعلان پر یہ قید رکھی گئی ہے کہ نعتیں غالب کی زمین پر ہوں۔ ناچیز کے پاس نعت شریف کا مجموعہ کا مسودہ تیار ہے (جلد ہی اشاعتی منزل تک پہنچے گا) لیکن اتفاق سے غالب کی زمین میں کوئی نعت نہیں تھی۔ نعت کہنے میں تھوڑا وقت لگ گیا۔

اس لفافے میں دو حمد اور دو نعتیں ملفوف ہیں اُمید ہے کہ آپ کے معیار کے مطابق نکلیں گی اور ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے قابل!! ''نعت رنگ'' کے معیار کے مطابق ہوں تو شائع فرما کر مشکور فرمایئے گا!

آپ کے افرادِ خانہ اور ''نعت رنگ'' کے معاونین کی خدمت میں حسب مراتب سلام و دعا پہنچے۔ اللہ کرے آپ مع الخیر ہوں۔

خیراندیش

اشفاق انجم

☆ڈاکٹر اشفاق انجم، شاعر، ادیب، محقق، صدر شعبہ اردو، فارسی (ایم۔ ایس۔ جی کالج) مالیگاؤں،
کتب: ''صلوا علیہ وآلہ''، ''پس نوشت''، ''اولیائے اسلام'' (ڈائرکٹری) و دیگر۔

محترم سیّد صبیح رحمانی صاحب....السلام علیکم!

نعت رنگ شمارہ ۲۳ ، شمارہ ۲۲ کے مقابلے میں کافی بہتر ہے۔ پروفیسر انواراحمد زئی صاحب نے نعت اور نعت رنگ کی خدمات کا نہایت عمدہ جائزہ پیش کیا ہے۔'' اپنی بات'' میں آپ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ'' نعت رنگ؛ صرف ایک کتابی سلسلہ نہیں بلکہ ایک ادبی تحریک ہے۔'' اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ہمارے شہر کے بعض شعراؑ (جو نعت نہیں کہتے تھے) نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے اور جو نعت کہتے ہیں وہ'' نعت رنگ'' میں چھپنے کیلئے زیادہ دلجمعی سے نعت لکھنے لگے ۔

وفیات کے ضمن میں جن شخصیات کا ذکر ہے ان کے نام خدمت نعت کیلئے ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔ آپ نے مرحوم پروفیسر محمد اکرم رضا کی حمد سے اس شمارے کا آغاز کیا ہے یہ مرحوم کیلئے خراج عقیدت ہے اللہ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے ۔ آمین۔

نعت رنگ کی مجلس ادارت و مشاورت میں شامل سبھی شخصیات درجۂ اعتبار کی حامل ہیں اسکے باوجود بعض ایسی تخلیقات شائع ہورہی ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف جاتی ہیں اس طرف خصوصی توجہ دیں ۔ مثلاً

یہ دھماکہ کن فیکون تھا کہ یہ کائنات سنور گئی
کئی آسمان بکھر گئے مگر اک زمین نکھر گئی

بدیع الزماں سحر (پٹنہ) ص ۲۷

''کن فیکون'' سائنسی نقطۂ نظر Big Bang Theory کی طرح کوئی ''دھماکہ'' نہیں تھا اور نہ ہی یہ کائنات اک دھماکے سے معاً وجود میں آگئی جبکہ قرآن کہتا ہے کہ'' اللہ نے چھ دنوں (فی

ستۃ ایّام ۔سورہ الم سجدہ) میں کائنات کی تخلیق کی۔ ’’کئی آسمان بکھر گئے‘‘ بھی محل نظر ہے۔ اللہ نے آسمان بکھیرے نہیں بلکہ ایک خاص ترکیب اورخصوصیت کے ساتھ خلق کئے ہیں۔

تری کہکشاں کے نظام میں ہے جو انتشار کی کیفیت
یہی وجہ ارض و قمر بھی ہے یہی وجہ شانِ ربوبیت

یہ شعر بھی سائنسی نقطۂ نظر سے کہا گیا ہے جبکہ قرآن و حدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ ’’ارض وقمر‘‘ کی پیدائش کہکشاں کے انتشار کی وجہ سے ہوئی نیز کہکشاں کو شان ربوبیت کی ’’وجہ‘‘ بتانا سخت قابل گرفت بات ہے۔ اللہ تعالی کو کسی وجہ کی ضرورت نہیں وہ قادر مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

یہ دیار کون و مکاں ہے کیا تری جلوہ گاہِ شہود ہے
تری قدرتوں کا ہے معجزہ یہاں زندگی کا وجود ہے

’’قدرتوں کا معجزہ‘‘ بھی غلط ہے ۔ یہاں ’’قدرت کا مظہر‘‘ کی ضرورت ہے۔

فیاض ٹانڈوی کے درج ذیل حمدیہ اشعار ۔ص ۲۹

پروردگار! تیری کوئی کیا مثال دے
خلقت کو رزق جب تو سدا بے سوال دے

کیا اللہ تعالیٰ صرف ’’رزق‘‘ ہی بے سوال دیتا ہے؟ میرے خیال میں مصرع یوں ہونا تھا:
’’خلقت کو نعمتیں تو سدا بے سوال دے‘‘

قسمت نے جو لکھا ہے وہ سب حسب حال دے
لیکن مرے خدا مجھے رزق حلال دے

کیا اللہ تعالیٰ کسی کی قسمت میں ’’رزق حرام‘‘ بھی لکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ حکیم میں حلال اور حرام کی مکمل تفصیل دے دی ہے ۔ اب یہ انسانو ں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنا رزق کس طریقے سے حاصل کرتا ہے حلال یا حرام؟

ایڑی رگڑ دے گر کوئی معصوم دشت میں
تیرا کرم وہاں پہ بھی چشمہ ابال دے

یہ معجزۂ الٰہی صرف حضرت اسماعیلؑ کیلئے تھا اب کسی معصوم کے ایڑیاں رگڑنے سے چشمہ نہیں ابل سکتا ۔ ایسی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔ ’’دے‘‘ کی جگہ اگر ردیف ’’دیا‘‘ ہوتی تو شاید بات بن

جاتی۔

فیاضؔ جس سے شوکت اسلام ہو عیاں
روئے حیات کو تو وہی خدوخال دے

تخلّص کا استعمال بہت غلط مقام پر ہوا ہے۔ روئے حیات کے خدوخال کا مطالبہ اللہ سے ہے یا فیاضؔ سے؟ ''تو'' فیاض کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

ضمیر کاظمی (ممبئی) کی حمد کا مطلع۔ص ۳۰

یا خدا! مجھ پر اگر تیری عنایت ہوجائے
حمد وہ لکھوں فرشتوں کو بھی حیرت ہوجائے

اب تک میں اس بات سے لاعلم تھا کہ'' فرشتے بھی ادبی ذوق رکھتے ہیں۔'' قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔'' **ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی** ....الخ۔ اللہ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں ۔ بس یہی درود ملائکہ کی نعت ہے۔شعر میں''اگر'' بھی حشو ہے ۔ شاعر نے اب تک جو کچھ لکھا ہے کیا وہ خدا کی عنایت نہیں ہے؟ اولیٰ مصرع یوں ہونا تھا ''یا خدا ! مجھ پہ تری ایسی عنایت ہوجائے''، ''حیرت ہوجانا'' بھی زبان نہیں ہے۔

میرے اسلوب کو ندرت کی ارم بھی ہو عطا
لہجہ وہ دے کہ جو فردوس سماعت ہوجائے

''ارم'' شداد کی بنائی ہوئی جنت کا نام ہے۔ میں نعت وحمد میں خصوصاً اس لفظ کے استعمال کے حق میں نہیں ہوں اس تعلق سے میں نے اپنے خط (مطبوعہ نعت رنگ ۲۲ ص ۵۷۹) میں اظہارِ خیال کرچکا ہوں۔

مقالات کے آغاز میں محترم ریاض مجید کا ایک شعر درج ہے۔ص ۳۳

کر احتیاط سے طے راستہ مدینہ کا
ہجوم شوق تجھے واسطہ مدینہ کا

شعر اچھا ہے لیکن میرے خیال میں'' ہجوم'' کی بجائے ''جنون'' ہوتا تو '' احتیاط'' کا اطلاق زیادہ صحیح و بہتر ہوتا۔ کیونکہ جنون میں بے ادبی اور گستاخی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہجوم کے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کا مقالہ'' اسوۂ حسنہ..... اردو نعت کے آئینے میں'' بڑی محنت

سے لکھا گیا ہے لیکن ان کے پیش کردہ کچھ اشعار میں بھی مجھے کچھ اسقام نظر آئے۔ مثلاً

اتنا کشادہ ذہن، مروّت کا اک دیار
اتنا بڑا رسول، رسولوں میں شاہ کار

(سیف زلفی)

''اتنا بڑا رسول'' بڑا عجیب سا لگ رہا ہے اس کی بجائے'' اللہ کا حبیب'' کہہ دیتے تو ''رسولوں میں شاہ کار'' بھی نبھ جاتا۔

نبی کے اسوۂ حسنہ سے یہ پیغام ملتا ہے
یتیموں کی خبر رکھنا، غریبوں کا بھلا کرنا

(ص ۳۷)

لفظ ''حَسَنہ'' ہے 'س' متحرک ہے جبکہ شاعر نے اسے ساکن نظم کیا ہے۔ اسی طرح عبدالکریم ثمر صاحب نے بھی ''حَسْنہ'' ہی نظم کیا ہے۔ ص ۵۴

انہیں خلق کرکے نازاں ہوا خود ہی دست قدرت
کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

(صبیح رحمانی، ص ۳۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ تو بیان کئے ہیں لیکن کہیں بھی ایسی کوئی آیت یا اشارہ تک نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی تخلیق پر ''نازاں'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تو ہر تخلیق بے مثال ہے اتنی ترقی کے باوجود انسان مٹی کا ایک ذرّہ یا ایک باریک سا کنکر نہیں بناسکا اور نہ ہی بنا سکتا ہے۔ اسلئے وہ بار بار کہتا ہے'' وھو علی کل شیءٍ قدیر '' اور ایسا بھی نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کے ساتھ ہی اللہ کی خلاقانہ حد ختم ہوگئی ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات لیکن اگر رحمانی صاحب اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ کو یوں بھی کہتے تو بہتر ہوتا ''انھیں خلق کرکے شیدا ہوا خود ہی دستِ قدرت'' (رب اکبر)

رات دن کھنگالتے ہیں بحر ملتا ہی نہیں
آپ کی عظمت کا گوہر کتنی گہرائی میں ہے

(عارف متین، ص ۴۱)

عارف متین صاحب نے لفظ ''کھن گالتے'' استعمال کیا ہے۔ ''ن'' اعلانیہ کیساتھ جبکہ لفظ ''

ن غنہ'' کے ساتھ درست ہے۔

وہ اپنی خوبیوں میں ہے جہاں میں یکہ و تنہا
صفات و ذات میں کوئی نہیں کونین میں ثانی

(حافظ لدھیانوی، ص ۴۵)

یہ شعر حمد کا تو ہوسکتا ہے نعت کا نہیں ۔'' کونین'' میں تو ساری کائنات سما جاتی ہے جس میں اللہ کی ذات بھی شامل ہے۔ اگر'' کونین''، کو''مخلوق'' سے بدل دیں تو شعر یقیناً نعت کا ہوجائے گا۔

اک فقر کہ جس فقر پہ خود فخر ہے اس کو
اک شاہ کہ جو شاہِ سمندر ہے سخا کا

(منصور خالد، ص ۴۵)

'' شاہِ سمندر'' کی ترکیب غلط ہے شاہ فارسی اور سمندر ہندی ہے ان دونوں میں ترکیب جائز نہیں ہے۔

نشیب فرش کو بخشے غرور و رعنائی
فرازِ عرش کو روندے حضور کی سیرت

(راجا رشید محمود، ص ۴۷)

شعر میں لفظ'' روندے'' بڑا قبیح معلوم ہوتا ہے۔ روندنا ' پامال اور تباہ و برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عمل میں کبر ونخوت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ایسا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا اسکے علاوہ'' سیرت'' کا تعلق صرف انسانوں سے ہے آسمان یا آسمانی مخلوق سے نہیں۔

ہوں بزمِ دوستاں میں تو حرفِ سبک ہیں آپ
اور رزم دشمناں ہو تو کوہِ گراں ہیں آپ

(طارق متین، ص ۴۸)

شعر میں تقابل ردیفین کا عیب ہے۔ لفظ'' سبک'' دو املے کیساتھ مستعمل ہے اول'' سُبک'' جسکے معنی ہیں طور' طریقہ' راستہ اور'' سُبُک'' جسکے معنی ہیں خوار' کم عزت' ہلکا' کم مایہ ان دونوں کا استعمال'' حرف'' کے ساتھ کسی طرح درست نہیں ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو قطعی نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ شعر اس طرح بھی کہا جاسکتا تھا۔

ہیں بزمِ دوستاں میں شگوفہ بہار کا
میدانِ کارزار میں کوہِ گراں ہیں آپ
گزر رہے ہیں شب و روز کی تمنا میں
مرے چلن میں جھلکنے لگے چلن تیرا

(عارف متین، ص ۴۹)

شعر میں غالباً کمپوزنگ کی خامی ہے ''اس'' کی جگہ ''کی'' ٹائپ ہوگیا ہے۔

درخشاں عالم امکاں میں ہے خلقِ عظیم ان کا
کرم کی روشنی سے پُر ضیا کون و مکاں دیکھا

(سہیل بنارسی، ص ۴۹)

شعر میں واحد جمع کا سقم ہے۔ ''کون و مکاں دیکھے'' چاہئے۔

جمال کون و مکاں گرد کاروانِ نبی
جلال فقر و غنا ہم رکاب شاہ امم

(حفیظ تائب، ص ۵۵)

''کون و مکاں'' میں عرش و کرسی اور جنّتیں بھی شامل ہیں یہ ''گرد کاروانِ نبی'' کس طرح ہوسکتے ہیں؟

ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال (بہاولپور) نے ایک اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ مضمون کی بُنت بھی عمدہ ہے۔ بس اس مقام پر نگاہ اٹک گئی جہاں انھوں نے شفقت تنویر مرزا کی نظم ''پہلی پکار'' درج کی ہے۔

''خدائے عالم! بلند و برتر! کبھی تو نیلی بلندیوں سے ...... کسی سہانی سحر کے پردے سے لمحہ بھر کو ادھر نظر کر...... کھنڈر...... یہ مخلوق، اشرف الخلق...... ظلم کی تیرگی سے نکلے..... کھنڈر.... یہ مخلوق، اشرف الخلق ..... ظلم کی تیرگی سے نکلے'' (ص ۸۱)

نظم کے ٹکڑے ''لمحہ بھر کو ادھر نظر کر'' سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ''خدائے عالم'' کشمیر و فلسطین سے غافل ہے۔ اسے خبر ہی نہیں کہ یہاں کیا ہورہا ہے اور اس کی مشیّت کے مطابق ہے بھی یا نہیں؟؟

مطلوب علی زیدی مطلوب کے دو اشعار بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں اور دونوں کے مصرعہ

ہائے ثانی بحر سے خارج ہیں۔

۱) نعرۂ تکبیر سے ناراض ہنومان ہے ہنّومان پڑھئے تو بحر درست ہوتی ہے۔ جبکہ اصل لفظ ''ہَنُومان'' ہے۔ (ص۸۴)

۲) جلد ہوجائے سحر مطلوبؐ ! اب یہی ارمان ہے

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور(فیصل آباد) نے اپنے مضمون '' نثری نظم..... اور نعت'' میں نثری نظم کی حتی المقدور وکالت کی ہے۔ لیکن وہ اپنے مقدمے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ نثری نظم کی حمایت میں انکے پیش کردہ دلائل اگر تسلیم کرلئے جائیں تو مسجّع و مقفّیٰ نثر، انشائیہ، خاکہ نگاری سبھی طرز و اصناف معدوم ہوجائیں گی۔ حتّٰی کہ ابن صفی کے ناولوں تک کو نثری نظم کے شاہکاروں میں شامل کرنا پڑے گا۔

اردو میں موزوں کلام (بہ قید بحور) کو نظم تسلیم کیا گیا ہے اور اس سے الگ ہر تحریر نثر کہلائے گی۔ جو لوگ بحر میں کلام موزوں نہیں کرسکتے انھوں نے یہ خرافات پھیلائی ہے۔ ایک زمانے میں نظم + افسانے (نظمانے) پر بھی کافی ہنگامہ برپا ہوا تھا اور نظمانے کے خاتمے کیساتھ یہ ہنگامہ بھی فرو ہوگیا۔ یہی حشر نثری نظم کا بھی ہوگا۔ اردو والوں کا مزاج کلام موزوں ہی کو نظم کی حیثیت سے قبول کرتا ہے اسے تبدیل کرنا ممکنات میں سے ہے۔ پروفیسر صاحب نے جتنی بھی نثری مثالیں قدما کی تحریروں سے پیش کی ہیں وہ سب مسجّع و مقفّیٰ کے ذیل میں آتی ہیں۔ انھیں شعری پیرائے میں لکھنے سے وہ شعر یا نظم نہیں ہوجائیں گی۔ مثلاً

ظاہر کا کعبہ پتھراں کا ہے وہاں حجر اسود ہے

ہور باطن کا کعبہ اسراراں کا ہے یہاں نور احمد ہے

اگر ہم میرؔ اور داغؔ کے درج ذیل اشعار کو نثری ہیئت میں لکھیں تو کیا وہ '' نثری نظم'' ہوجائیں گے؟

دیدنی ہے شکستگی دل کی کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جاتا ہے یا دیکھیں ادھر پروانہ آتا ہے۔

پروفیسر سیّد طلحہ رضوی برقؔ (بھارت) کا مضمون '' فارسی ادب میں نعتیہ شاعری بہت خوب ہے۔ فارسی اشعار کی کمپوزنگ اور پروف میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ میری رائے ہے کہ فارسی اشعار اور نثری عبارتوں کی پروف ریڈنگ پر خاص توجہ دی جانی چاہئے کیونکہ آجکل فارسی کا ذوق بہت کم ہوگیا

ہے۔ بیشتر قاری انھیں صحیح پڑھ نہیں پاتے ۔ مثلاً

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را
ہمت نخور د نیشتر لاو نعم را (ص۱۴۰)

لفظ'' نخورذ'' ہے'ذ' الگ ہوگیا ہے ۔ اسی طرح '' لاؤ'' ہے جبکہ '' لا'' اور''و'' الگ الگ ہونے چاہئے تھا۔اسی طرح

بریشم تنی بلکہ لولوسمی
رونده چوچو لولو برابر یشمی (ص۱۴۶)

شعراس طرح ہونا تھا۔

بریشم تنی بلکہ لولو سمی
رونده چو لولو بر ابریشمی

'' آں شہنشاہی کہ بہر اعتصام ابنا'' نامکمل ہے۔ص ۱۴۸

مگر پای عزت بر افلاک نہہ
بگوروی اخلاص برخاک نہہ (ص۱۴۹)

'' بگو روی'' چاہیئے۔

مصرعہ'' مکرم ترا ز آدم ونسل آدم'' ص ۱۵۰۔'' مکرم تر از'' چاہیئے۔

مصرعہ'' زا حوالم محمد راخبر کن'' ص ۱۵۱۔'' ز احوالم'' چاہیئے۔

مصرعہ'' ہزار بار بشویم دہن زشکر وگلاب'' شکر نہیں'' مشک'' چاہیئے۔ص ۱۵۱

مصرعہ'' حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است''۔''گر۔ز'' چاہیئے۔ص ۱۵۱

اسی طرح محمد شہزاد مجددی (لاہور) کے خط میں درج فارسی شعر بھی درست نہیں ہے۔ص ۵۸۹

'' توحید متاعیست کہ بر دار فروشند= گل نیست کہ در کو چہ و بازار فروشند

شعر میں'' بر دار'' ''بردار'' ہوگیا جسکی بنا پر شعر کا مطلب ہی بدل جاتا ہے۔

گوہر ملسیانی (خانیوال) نے'' فروغِ نعت'' میں'' سیارہ'' کا کردار بڑی عرق ریزی ومحنت سے لکھا ہے۔ اسے مضمون نہیں'' سیارہ'' کی نعتیہ تاریخ کہنا چاہیئے۔ انکے مضمون کی اس عبارت کے تعلق سے کچھ کہنا چاہوں گا۔

'' صاحبان ادارت(سیّارہ) نے ایسی نعتیں بھی شامل اشاعت کیں جن میں نعت کی حدود

سے تجاوز تھا۔ اس سلسلے میں ایک مثال بلا اسم شاعر اور اس پر حرف گیری کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں (چار مختلف مصرعے)

(۱) مشکل سے مجھے نکال آقا　　(۲) دے اپنے کرم کی بھیک مجھ کو

(۳) اب تو ہی مجھے سنبھال آقا　　(۴) رحمت کی نگاہ ڈال آقا

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کر دیا کہ:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو نے اپنے پیچھے وہ امت چھوڑی جو میرے بجائے تجھ سے ''استمداد'' کرتی رہی؟　تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں گے؟

یہ ایک بہت بڑی جوابدہی ہے جس کا بوجھ ہمارے شعرائے کرام روز افزوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر ڈالتے رہتے ہیں۔'' (ص ۱۹۹)

گوہر صاحب نے شاعر کا نام دیا ہے نہ حرفِ گیری کرنے والے کا !! لیکن انکے انداز تحریر سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس '' حرف گیری'' سے متفق ہیں۔ اگر اس اعتراض کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اردو فارسی نعتیہ ادب کا ایک بہت بڑا حصہ دریا برد کر دینا پڑے گا جس میں استمداد، استغاثہ، فریاد نامے وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن سے ثابت ہے کہ'' شہداء اپنی قبروں میں حیات ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ان کا رزق پہنچاتا ہے۔''

شہداء کا درجہ ہر حال میں انبیاء کرام سے کمتر ہے تو کیا انبیاء نعوذ باللہ اپنی قبروں میں مردہ ہوں گے؟ خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے اشعار وشعراء کا کیا ہوگا؟

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے لگا ہے

(حالؔی)

آپ کی امت ہے باحالِ تباہ
اس طرف بھی اک عنایت کی نگاہ

(ماہؔر القادری)

پھرتا ہوں ڈانواں ڈول سا نظر کرم بدرالدجیٰ
سارے جہاں میں آپ ہیں کردار و سیرت میں حسیں

(یا رحمۃ للعالمین۔ گوہر ملسیانی)

مشہور ہے کہ قدسؔی نے اپنی نعت استمداد:

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جسکا مقطع ہے:

سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوی تو قدسؔی پے درماں طلبی

کہا، تو روایات معتبرہ میں ہے کہ قدسؔی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنی ردائے مبارک ڈال دی، صبح جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو ان کی بیماری دور ہوچکی تھی۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جس شاعر نے بھی قدسؔی کی نعت پر صدق دل سے تضمین کی اسکی پریشانی دور ہوگئی۔

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی (بھارت) نے سیّد یحییٰ نشیط کی کتاب ''اردو میں حمد ومناجات'' [ا] پر کچھ معروضات پیش کئے ہیں جو یحییٰ صاحب کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہیں ۔ ہر ادیب کا اپنا مطمح نظر اپنی پسند ہوتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کیا اور کیسا لکھا ہے یہ نہیں کہ اسے ''وہ بھی لکھنا چاہئے تھا''۔ مشاہد صاحب کیساتھ ایک اک یخ یہ لگی ہوئی ہے کہ وہ ادب کو بھی مسلک کی میزان میں تولتے ہیں جبکہ ادب کو اسکے اصولوں پر پرکھنا چاہئے۔ یحییٰ نشیط نے اگر امام احمد رضؔا بریلوی، حسن رضا بریلوی اور مصطفےٰ رضا نورؔی کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا تو اس پر چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ مشاہد صاحب کو چاہئے تھا کہ ان حضرات پر خود ایک بسیط مقالہ تحریر فرماتے جیسا کہ شمارہ نمبر ۲۳ میں ''افکار و انوار حدائق بخشش'' کے عنوان سے شہزاد احمد (کراچی) نے پیش کیا ہے۔ مشاہد صاحب کے مضمون کا آخری پیراگراف ملاحظہ ہو۔

''اس مقام پر پہنچ کر میں ایک بار پھر یہ کہنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں کہ ڈاکٹر یحیٰی نشیط نے آخر کن وجوہات کی بنا پر'' اردو میں حمد ونعت'' جیسی اپنی'' معرکتہ الآرا'' تصنیف میں اتنی خوبصورت ،قرآنی اثرات سے مملو، تصوفانہ رنگ و آہنگ میں رچی بسی حضرت رضا بریلوی، حضرت حسن رضا بریلوی اور حضرت نوری بریلوی کی حمد یہ شاعری سے روگردانی برتی ہے؟

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

مشاہد صاحب اگر یہ حق اپنے پاس ہی محفوظ رکھتے تو بہتر ہوتا ۔ کیونکہ ہمیں کسی طور یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی ادیب یا شاعر کو ہماری اپنی مرضی کا ادب تخلیق کرنے پر مجبور کریں اور انکے پیش کردہ شعر نے نشیط صاحب کی'' معرکہ آراء'' تصنیف پر نہ صرف جھاڑو پھیر دی بلکہ انکی ذہنیت کو بھی واضح کردیا۔

''نعت شناسی'' میں شامل تمام ہی مضامین عمدہ ہیں ۔خصوصی گوشے میں مہر وجدانی(کراچی) کے منظوم تراجم بہت خوب ہیں۔کسی غیر زبان کا اردو میں ترجمہ اپنی زبان میں کرنا بیحد دشوار کام ہے ۔ اسکے مفاہیم و مطالب کی ادائیگی کبھی کبھی ممکن نظر نہیں آتی اسکے باوجود مہر صاحب نے وجدانی تراجم کیئے ہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

'' محمد علی آثر کی حمدیہ و نعتیہ شاعری'' پر ڈاکٹر نسیم الدین فریس (بھارت) نے کافی عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔لیکن انھوں نے بعض اشعار ایسے بھی درج کردیئے ہیں جن کا مضمون میں نہ ہونا ہی بہتر ہوتا ۔ مثلاً

کاسۂ ہنر میں فن کے موتی ڈال کر
جو تصور سے پرے ہو وہ خوشی دیتا ہے تو

اگر کمپوزنگ کی خامی نہیں ہے تو مصرعۂ اولیٰ کی بحر درست نہیں ہے۔

جو دل پر گزری ہے وہ واردات اسکی ہے
ورق یہ اس کا ہے اور لفظیات اسکی ہے

لفظیات کی مناسبت سے ثانی مصرعہ میں ردیف میں'' ہے'' کی بجائے'' ہیں'' کا محل ہے۔

عطا ہو ژرف نگاہی کا بھی ہنر مجھ کو
ترے کرم سے مرا ذوق دکنیات میں ہے

’’ ژرف نگاہی‘‘ فطری صلاحیت ہوتی ہے۔ اسے ہنر کہنا غلط ہے۔ ہنر کسبی چیز ہے اور ژرف نگاہی سیکھی نہیں جاسکتی۔

رائیگاں ہوتا نہیں ہے کسی مقتول کا خوں   وہی قاتل کو بھی اک روز سزا دیتا ہے

سر کچل دیتا ہے اللہ ہر اک ظالم کا   اور مظلوم کو جنّت میں جگہ دیتا ہے

دوسرے شعر میں قافیہ غلط ہے۔ سزا ، افسانہ، پروانہ کے ساتھ ’’جگہ‘‘ کسی طور استعمال نہیں ہوسکتا ۔ اس کا اصل املا ’’ جگہہ‘‘ ہے جگہ نہیں اگر اسے بہ اعتبار قافیہ پڑھیں تو ’’جگا‘‘ پڑھنا پڑے گا اور اسکے معنی بدل جائیں گے۔جیسا کہ افسانا، پروانا، دیوانا لکھنے کی باوجود انکے معنی نہیں بدلتے ۔ اگر سزا کے ساتھ جگہ کو قبول کرلیں تو پھر ’’ وجہ‘‘ میں کیا برائی ہے؟

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اپنے مضمون میں صفوت علی کے یہ شعر بھی پیش کئے ہیں۔

دربار محمد ہے مری آنکھ کے اندر   بیٹھے ہوئے وہ صاف نظر آنے لگے ہیں

پہلا سوال تو یہ اٹھتا ہے کہ کیا واقعی ایسا ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا اسکی ردیف صحیح ہے؟’’ آنے لگے ہیں‘‘ کی بجائے’’ نظر آرہے ہیں‘‘ہونا چاہئے تھا۔

لو سانس بھی آہستہ کہ ٹوٹے نہ مرا خواب   سرکار دو عالم مرے پاس آنے لگے ہیں

کسی اور کے سانس لینے سے شاعر کا خواب کیسے ٹوٹے گا؟ یہاں بھی ردیف کا وہی حال ہے یعنی’’آنے لگے ہیں‘‘ بجائے’’ آرہے ہیں‘‘ کی ضرورت ہے۔ صفوت صاحب کس اہمیت کے حامل ہیں کہ انکی آنکھوں میں دربارِ محمد لگتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بیٹھے نظر آتے ہیں اور آپؐ ان کے پاس وقت بے وقت آنے بھی لگے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے حقیقت سے بعید یا منافی شعر کہنا بھی باعث عذاب ہے۔

بالآخر ڈھونڈ لیں گے محور نور خدا صفوت   بالآخر نور احمد گرد اس محور کے دیکھیں گے

صفوت صاحب نے’’ نور خدا‘‘ اور’’ نور احمد‘‘ کو اس طرح ایک دوسرے کے گرد گھمادیا ہے کہ میری عقل چکرا گئی کہ اس پر کیا اور کس طرح لکھا جائے؟ مجھے یحییٰ نشیط صاحب کے انتخاب پر حیرت ہورہی ہے۔

حمیرا راحت کی نظمیں بہت خوبصورت ہیں اور ان پر عزیز احسن کی تحریر نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا ہے۔عزیز احسن کو انکی نگاہ انتخاب اور راحت صاحبہ کو ایسی تخلیق پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آفتاب معظم (کراچی) کو’’ جوابی تبصرہ اور عروضی نکات‘‘ شمارے کا اہم مضمون ہے جو ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت نافع ہے۔ انھوں نے جس طرح اپنی معروضات کو دلائل و براہین سے

ثابت کیا ہے مزہ آ گیا اس مضمون کے مطالعہ سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہئے جو عروض تو جانتے نہیں اور اس پر قلم اٹھانے کی جسارت کرتے ہیں۔

''مدحتیں'' کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے ؎

اس اک نگاہ کی وسعت پہ دو جہاں صدقے
جسے خدا شب اسریٰ دکھائی دیتا ہے

(ص ۵۱۰)

کیا اس دنیائے فانی میں خدا کا دیدار ممکن ہے؟ اور وہ بھی ہر نگاہ کے لئے جو وسعت رکھتی ہے؟ شبِ اسریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا دیدار ہوا تھا۔ اگرچہ اس میں بھی علماء کا کلام ہے؟ اگر یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے تو اسکی ردیف غلط ہے۔ اسے ''دکھائی دیا تھا'' ہونا چاہئے تھا۔

ہے فہم و فراست ترے افکار پہ شیدا
تاریخ تری سیرت و کردار پہ شیدا

(ابراہیم حسان)

''ہے'' کی بجائے ''ہیں'' کا محل ہے۔

عرفاںؔ زندگی بھی میسر ہوا تو کیا
تحریر کر نہ پاؤں گا مدحت رسول کی

(غالب عرفان)

''عرفاںؔ'' تخلّص کی بجائے اسکے اصل لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر مصرعے کو ''عرفان۔ زندگی'' پڑھیں تو بحر میں سکتہ پیدا ہوتا ہے اور مذکر مونث کا بھی عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

اکثر شعرا تخلص کی اہمیت و حیثیت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ تخلص شاعر کا دوست ہوتا ہے۔ ہمزاد ہوتا ہے۔ دشمن و رقیب ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ شعرا نے اپنے تخلص سے بڑے بڑے کام لئے ہیں۔ مثلاً غالبؔ کا مشہور مقطع

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

اس مقطع پر کیا ہنگامہ ہوا۔ ذوقؔ کی شکایت، غالبؔ کی دربارِ ظفرؔ میں طلبی اور غالبؔ کی معذرت طلبی و تاویل سے اہلِ علم و ادب واقف ہی ہیں۔ تخلص کو اسی وقت اسکے لغوی معنی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں جبکہ اسکی حیثیت بطورِ تخلص قائم رہے ورنہ وہ مقطع کی بجائے شعر شمار کیا جائے گا۔

یہ مشیّت تھی کہ اک شب عبد اور معبود میں
دو کمانوں سے بھی کم کا فاصلہ رہ جائے گا

(عبدالغفار حافظ)

شعر زمانے کے اعتبار سے درست نہیں ہے اگر ردیف میں'' گا'' نہیں ہوتا تو شعر درست ہوتا یا پھر ردیف ''رہ گیا تھا'' ہونی چاہئے تھی۔اولیٰ مصرعے میں ایک حشو ہے ''اُس'' کی ضرورت تھی۔

بعض شعرأ نئی نئی ردیفوں اور قوافی میں شعر کہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اکثر ناکام رہتے ہیں۔ضمیر کاظمی (بھارت) کی نعت کا بھی یہی حال ہے۔مطلع تو بڑا عجیب وغریب ہے۔

وہ ایک امی لقب ، کردگار کا لہجہ　　　تلاوتوں میں اسی لالہ زار کا لہجہ

اس شعر کا مطلب خود شاعر یا کوئی صاحب بتا سکیں تو ممنون ہوں گا۔

تلاش نقشِ کف پائے مصطفٰے کی قسم
میں جب تلک رہا طیبہ میں سر خمیدہ رہا

(مولانا قمر سلطانپوری)

مولانا کو شاید یاد نہیں رہا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے۔بعض علمأ نے تو اسے شرک میں شمار کیا ہے۔

دم اخیر جو ٹوٹی ہے ڈور سانسوں کی
شفیع حشر کا لب پر مرے قصیدہ رہا

کیا مولانا قمر نے یہ شعر مرتے وقت کہا ہے؟ غزل میں تو عاشق مرنے کے بعد بھی غزلیں کہتا ہے لیکن نعت میں خلافِ واقعہ مضمون نظم کرنا کسی صورت مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔شعر ایسا ہوتا تو اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی۔

دم اخیر اگر ٹوٹے ڈور سانسوں کی　　　شفیع حشر کا لب پر مرے قصیدہ رہے
وہ ذات جس سے قمر بھوک و پیاس ہار گئی　　　حسین سا کہاں کوئی ستم رسیدہ رہا

اول تو یہ نعت کا شعر نہیں یہ منقبت ہے دوسرے'' بھوک و پیاس'' کی ترکیب غلط ہے۔ دونوں ہی ہندی الفاظ ہیں۔

جہانِ رنگ و بو ہے بس مرے سرکار کا صدقہ
فواد و قلب تاباں ہے شہ ابرار کا صدقہ

(ص ۵۲۳)

'' فواد، قلب'' دونوں ایک ہی ہیں۔اگر قلب کو روح سے بدل دیں تو !!ثانی مصرعے میں '' ہے'' کی بجائے '' ہیں'' کی ضرورت ہے۔

ہمہ عالم کی رعنائی، ہمہ عالم کی زیبائی
خدا نے نور کا صدقہ، خدا کے یار کا صدقہ

شعر میں '' خدا کے یار'' کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استعمال کرنا میری نگاہ میں معیوب ہے کیوں کہ '' یار'' ، دوست ، آشنا، معشوق او ریار باز ،آوارہ ، بدچلن کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ (لغات دیکھ لیجئے) اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے '' حبیب'' کا استعمال ہی ہونا چاہئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کرنا چاہئے جو آپ کی شان کے منافی ہو۔

قلم کو چاند ستاروں کا پیرہن آقا
یہ التماس یقیناً مری وفا کی ہے

(ص ۵۲۹)

'' التماس'' مؤنث نہیں مذکر لفظ ہے۔مصرع اس طرح ہوگا ۔''یہ التماس یقیناً مری وفا کا ہے''

جب نشید خیر مقدم گا رہی تھیں بچّیاں
آنکھوں میں سرمہ ثنا کا تھا لبوں پر نعت رنگ

جس طرح '' سزا۔ جگہ'' ہم قافیہ نہیں اسی طرح '' ذات ۔نعت'' بھی ہم قافیہ نہیں ہیں۔ رات۔ نشاط۔ صوتی اعتبار سے قافیہ ہوسکتے ہیں لیکن '' ذات ۔نعت'' نہیں۔

ہر ایک پیڑ پہ اترے بہار کا موسم
حجاز عشق پیمبر میں یہ دعا کی ہے

(ص ۵۳۰ ۔ ریاض حسین چودھری)

'' حجازِ عشق پیمبر'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا!؟

بلاوا عرش سے ہوا ہے جب مرے حضور کا
تو سامنا ہوا ہے نور سے نبی کے نور کا

(ص ۵۳۲۔ شاکر ادیبی)

'' بلاوا ہونا'' غیر فصیح ہے۔'' بلاوا آیا ۔آنا'' محاورہ ہے۔شعر کے تیور سے تو ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ'' نور اور نبی کا نور'' دومختلف النوع انوار ہیں اور ان دونو ں میں عرش پر''مقابلہ''ہوا تھا۔'' سامنا'' سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے اور بلانے والی کوئی تیسری ہی ہستی ہے۔

اذاں ہوئی ہے جب ہمیں نبی قریب جاں ملے
تصور اپنے ذہن میں کہاں ہے ان سے دور کا

''تعجب ہے یہ کیساعشق نبی ہے جو صرف اذان کے وقت ہی جاگتا ہے؟'' '' دور'' کی بجائے'' دوری'' کامحل ہے۔

نہیں ہے کچھ تو ایک کھجور دیجے روزہ دار کو
مرے نبی کے پاس کیا ہے مرتبہ کھجور کا

جب'' کچھ نہیں'' تو پھر کھجور کہاں سے آئے گی؟'' کچھ نہیں تو اک'' کہنا تھا ، اسکے علاوہ شاکر صاحب نے حدیث کا مفہوم ہی الٹ دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس'' کھجور کا نہیں روزہ دار کا مرتبہ ہے اور وہ بھی ثواب کی خاطر''

رسول سب خطائیں اپنی رب سے بخشوائیں گے
اسی لئے ہے انتظار عرصۂ نشور کا

شعر میں زبر دست تعقید معنوی ہے۔مفہوم تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ'' رسول اپنی خطائیں بخشوائیں گے'' شاعریا امت کا تصور نہیں ابھرتا ۔ اگر'' اپنی'' کی جگہ'' میری'' رکھ دیں تو یہ عیب دو ر ہوجائے گا۔

اے سبز گنبد نبی گواہ ہے عرش کا مکیں
ملا ہے میری چشم دل کو نور کوہ طور کا

گواہ کا'' ہ'' ساقط الوزن ہے ۔شاکر صاحب کی'' چشم دل'' کو کیا واقعی'' کوہِ طور'' کا نور ملا ہے؟ نعت میں اس قسم کی تعلّی درست نہیں ہے اور پھر ستم یہ کہ عرش کے مکیں کو گواہی میں پیش کرر ہے ہیں!!

مجھے مئے طہور شاکر آپ خود پلائیں گے
گواہ ہوگا رب دو جہاں مرے سرور کا

مقطع میں بھی تعقید ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ'' شاکر خود پلائیں گے'' یہاں بھی رب دو جہاں کو گواہی میں گھسیٹ لائے ہیں۔

صابر زاہد (دھولیہ ۔ بھارت) کا امسال عین عید کے روز انتقال ہوگیا ۔ دوگانہ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ ان کی نعت امام احمد رضؔا کے سلام کا عکس معلوم ہوتی ہے۔ اللہ انکی مغفرت فرمائے۔ آمین!!

دل کی خواہش ہے کہ گل گشت جہاں سے نکلے
دشتِ طیبہ کے کسی خار پہ ٹھہرے جاکر

(ص ۵۴۰۔ ریاض احمد شیخ)

آج سے صدی دیڑھ صدی قبل تک تو نعتو ں میں '' دشت طیبہ وخار مغیلاں'' کا ذکر مناسب تھا لیکن اب '' طیبہ۔ جنت ارضی''بن چکا ہے۔اسے جو لوگ دشت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہاں خار وخس کی خواہش رکھتے ہیں حماقت کرتے ہیں ۔ اسکے ساتھ ہی '' نکلے'' نہیں '' چھوٹے'' چاہئے اور'' خار'' پہ کیوں ٹھہرے؟

طائر روح کا مسکن ہے ریاضؔ احمد
کیسے اغیار کے اشجار پہ ٹھہرے جاکر

ریاضؔ یہاں بہ حیثیت تخلص استعمال ہوا ہے جو بے محل ہے۔ یہاں''ریاض'' باغ کے معنی نہیں دیتااور اگر ریاضؔ ۔احمد'' پڑھیں تو سکتہ در آتا ہے۔

دشمنانِ دیں کے لشکر ہوگئے پل میں فرار
ذوالفقار حیدری اس طرح لہراتی کہ بس

(ص۵۴۱۔ ارسلان احمد)

منقبت کا شعر ہے:

مدحت احمد کہاں اور بے ہنر ارسلؔ کہاں
نعت خود سرکار نے اس طرح لکھوائی کہ بس

ارسلؔ صاحب کیا واقعی یہ '' مدحت'' سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے لکھوائی ہے؟ یا پھر '' جذبۂ حبّ نبیؐ'' نے ؟؟ یہاں ردیف بھی نبھ نہیں سکی۔''لکھوائی کہ بس'' سے معلوم ہوتا ہے کہ زبردستی لکھوائی ہے۔'' کہ بس'' کہاں کہاں اور کن کن معنوں میں مستعمل ہے اس کا علم ہونا ضروری ہے۔

جسے دھتکار دے سارا زمانہ
محبت اس سے شیوہ آپ کا ہے

(ص۵۴۴۔ حافظ نور احمد)

بھکاریوں، مجرموں اور گناہ گاروں کو دھتکارا جاتا ہے ایسے لوگوں سے محبت آپؐ کا شیوہ کس طرح ہوسکتا ہے؟

نبی کا نوؔر میری زندگی پر
اجالوں کی طرح پھیلا ہوا ہے

یہاں بھی ''نور'' بطور تخلص غلط استعمال ہوا ہے۔ نور اور اجالا میں کیا فرق ہے؟ نور اجالوں کی طرح نہیں تو کیا اندھیروں کی طرح پھیلے گا؟؟

یاد کرکے جو مدینہ نہ بہائیں آنسو
ایسی آنکھوں سے تو بہتر ہے کہ نا ہوں آنکھیں

(ساجد سعیدی)

''نا'' قافیہ غلط ہے۔ ''نہ'' درست ہے۔

نور کیا نور خدا ہے آپ کا
مرتبہ سب سے جدا ہے آپ کا

(ص ۵۴۸۔ سیّد ضیاء)

''نور کیا'' استعجابیہ یا استفہامیہ ٹکڑا ہے اور دونوں اعتبار سے غلط ہے۔ اس میں ایطاً کا عیب بھی موجود ہے۔ قوافی میں حرف روی ''ضمہ'' کی حرکت سے ہے جبکہ دیگر اشعار ''زیر زبر'' ہوگئے ہیں۔

خطوط میں پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ اور حافظ عبدالغفار حافظ صاحبان کی عروض پر بحث ہم جیسے نو آموزان ادب کیلئے انتہائی کارآمد ہیں۔ کئی جگہ کتابت کی خامیاں ہیں۔ مخبون کئی مقامات پر مجنون ہوگیا ہے۔

معز الدین غضنفر مقری (جدہ) کے خط کی درج ذیل عبارت بڑی عجیب وغریب ہے۔

''اگر اعلیٰ حضرت کا عقیدہ وحدت الوجود اتنا ہی کفر پہ مبنی ہے تو وحدت الشہو د کے عقیدہ پیش کرنے والے شیخ احمد سرہندی اپنی تصنیف میں یہ کیونکر لکھیں کہ وہ اعلیٰ حضرت کے جھوٹے ٹکڑے کھانے والے کے سوا کچھ نہیں۔'' (ص ۶۰۷)

عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد سرہندیؒ، اعلیٰ حضرت کے بعد ہوئے ہیں جبکہ حضرت مجددؒ (پیدائش ۹۷۱ھ۔ وفات ۱۰۳۴ھ) اعلیٰ حضرت سے ۴۰۰ سال قبل ہوئے ہیں پھر مجدد

صاحب اعلیٰ حضرت کے جھوٹے ٹکڑے کس طرح کھا سکتے ہیں۔

محترمہ طلعت سلیم (برمنگھم) کی معروضات نہایت درست ہیں ۔ غالباً یحییٰ نشیط صاحب کی توجہ '' کیخسر وٗ'' کی جانب نہیں گئی ۔ جسے ''کَےٗ'' بھی کہا جاتا ہے ۔جیسے جمشید کو'' جم'' کہتے ہیں۔اس لئے انھوں نے '' شان کَیٗ'' پر اعتراض کیا ہوگا۔'' قدموں میں جھکنا'' اور'' پیر چھونا'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔معترض (ناقد) کو چاہئے کہ اپنے اعتراض کا ہر پہلو سے جائزہ لے لے تا کہ وہ خود بھی گرفت سے محفوظ رہے۔

اشفاق انجم

ا۔۲۰۰۰ء، کراچی: فضلی سنز، ۲۸۰ص

'' نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲۲ موصول ہوا۔اس عنایت اور میرے مضمون ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' کی اشاعت کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' کے مطالعے کے دوران کہیں کہیں نگاہ کو ٹھوکریں اور دل کو ہچکولے سے لگے ممکن ہے یہ ٹھوکریں اور ہچکولے میری کم علمی کے باعث ہوں ، اس تحریر کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کی نشان دہی یا پھر ناچیز کی اصلاح ہوجائے۔

ابتدائیہ ، اظہاریہ بہت خوب ہیں'' نعت رنگ'' کا ہر شمارہ کافی ضخیم اور وقیع ہوتا ہے۔ اس لیے اشاعت پر تاخیر کے لیے معذرت جیسا لفظ بے معنی سا لگتا ہے۔

نعت، نہایت مقدس و محترم صنف سخن ہے لہٰذا اس کی تقدیس و طہارت کا تقاضا ہے کہ مضامین و افکار بھی ایسی ہی صفات کے حامل ہوں ، ان کے اظہار کا ذریعہ زبان ہے تو اس کا بھی صحیح اور پاکیزہ و شستہ ہونا لازمی ہے۔ اس لیے الفاظ کا انتخاب انتہائی غور و فکر اور احتیاط کا طالب ہے ۔ اگر ایک بھی نامناسب لفظ در آیا تو وہ ساری شعری فضا کو مکدر کر دیتا ہے۔ زبان کے ساتھ فنِ شاعری اور عروض کا علم بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ یہی شاعری کی اساس ہیں۔مضمون کتنا ہی اعلیٰ ہو، زبان کتنی ہی عمدہ ہو، بیان لاکھ خوب صورت سہی لیکن اگر شعر میں فنی عیب یا عروض کی خامی موجود ہوتو وہ ایک زنگ آلود آئینے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

نعت گوئی کے لیے ان خصوصیات کے علاوہ حقیقت و صداقت کیساتھ سنّت و شریعت ، سیرتِ پاک، قرآن و حدیث کا قابل قدر علم اور اس کی پاسداری بھی لازم ہے۔ ہمارے اکثر شعرا کا تو

یہ حال ہے کہ وہ مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف میں کہے گئے اشعار کو بھی نعت کہتے ہیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ دیوبندی ، بریلوی ، سلفی ، نجدی جیسے تنازعات بھی نعت میں شامل ہوگئے ہیں جب کہ ان کے لیے اردو میں ایک بہترین صنفِ سخن ''ہجو'' موجود ہے ، شعرا ہجویہ نظمیں نہ کہتے ہوئے اس قبیل کے اشعار نعت میں کہتے ہیں جو مجھے تو مناسب نہیں معلوم ہوتے ۔

احمد صغیر صدیقی صاحب کی حمد کا مطلع ہے:

پتھروں کو بھی نمی دیتا ہے
ساری توفیق وہی دیتا ہے

شعر میں ''بھی'' حشو قبیح ہے ۔بھی کے معنی ہیں ''نیز۔ علاوہ'' اس لیے پتھر کے ساتھ کسی اور نم ناک شے کا ذکر ضروری تھا۔ اس کے علاوہ نمی کی بجائے نمو کا محل ہے اور ایک توفیق کے لیے ''ساری'' کا استعمال بھی غلط ہے یہاں ''ایسی یا اس کی'' کہنا تھا:

بے زبانی کو جو دیتا ہے وہ نطق
نغمہ و نغمہ گری دیتا ہے

یہاں ''جو'' کی بجائے ''جب'' کی ضرورت ہے ہاں اگر شعر میں ''وہ'' نہ ہوتا تو جو درست ہوتا۔ اسد ثنائی کی نظم تشنگی کا مصرع ''مشیتوں کے کواڑ سر کے'' پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ شاید اسد صاحب سمجھتے ہیں کہ مشیت کوئی کمرہ ہے یا کسی کمرے میں رکھی ہوئی ہے اور کواڑ سرکنے پر اس کا نزول ہوتا ہے۔ انھیں شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ کواڑ کھلتے ہیں سرکتے نہیں اور Sliding Doors میں کواڑ نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مقالہ ''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' شاید ان کی اوّلین تحریر ہے ، ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے اپنی تمام معلومات اسی ایک مقالے میں انڈیل دینے کی سعی فرمائی ہے چاہے وہ موضوع سے متعلق ہوں یا غیر متعلق!! وہ لکھتے ہیں:

> آرمین زبانوں کے علاقوں میں کسی نبی یا رسول کے (کی) بعثت کے علمی شواہد نہیں ملتے ہیں اس لیے آرمین زبانوں میں نعت کی تلاش تحصیل لاحاصل ہے۔(صفحہ۳۴)

شعیبؔ صاحب نے لسانیات کا مطالعہ ضرور کیا ہوگا لیکن یہاں اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ انھیں اس کا خیال نہیں رہا کہ نعت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جن انبیا کی بعثت کے ''علمی شواہد'' ملتے ہیں کیا ان کی شان میں نعت کے آثار موجود

ہیں؟

شعیبؔ صاحب کے یہ دو اقتباسات بھی ملاحظہ فرمائیے:

شیراز میں اسلام کا شیرازۂ اخلاق بکھر گیا۔ ملحدوں ، زنادقہ اور صوفیا کی گرم بازاری سب سے زیادہ شیراز ہی میں ہوئی۔(صفحہ ۳۷)

فارسی کے نعت گوشعرا دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے باوجود اپنے موروثی مذہب مجوسیت اور وحدۃ الوجود کے شرکیہ عقیدے سے اپنا دامن نہ چھڑا سکے۔ ان شعرا کے سرِ فہرست فریدالدین عطار، جلال الدین رومی اور عبدالرحمٰن جامی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ جلال الدین رومی نے اپنی ایک نعت میں اس بات کو ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ رسول عربی کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔(صفحہ ۳۷)

ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب کی یہ تحریر بتاتی ہے کہ وہ سلفی (اہلِ حدیث) ہیں۔ اس جماعت کے لوگ اپنے علاوہ ہر ایک کلمہ گو کو ملحد، زندیق، کافر، مشرک، بدعتی جانتے ہیں۔ صوفیائے کرام تو ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں یہ ہر صوفی کو ملحد و مشرک کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے جب کہ سفیان ثوری، حسن بصری، ذوالنون مصری جیسے کئی صوفیائے کرام ہیں جن کی روایتیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ کیا اس وقت صرف شیراز ہی ایسا علاقہ تھا جہاں اسلام کا شیرازۂ اخلاق بکھرا ہوا تھا؟ بقیہ تمام دنیا میں اسلام کا شیرازۂ اخلاق منضبط تھا ؟ ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب بتا سکتے ہیں کہ آج کل سعودی عرب سے لیکر ایران ، عراق ، خلیجی ممالک ، پاکستان، بنگلہ دیش جیسے اسلامی ممالک میں اسلامی شیرازۂ اخلاق کی کیا حالت ہے؟ شیراز سے بہتر ہے یا بدتر!!؟ اس کے ذمہ دار کون ہیں علما، اُمرا یا صوفیااور شعرا؟

مجھے یقین ہے کہ شعیب صاحب نے عطارؔ ، رومیؔ ، جامیؔ اور شیخ اکبر کا راست مطالعہ نہیں کیاہے۔ سلفی تو اپنے اسلاف کے مقلّد ہیں انھوں نے جو کہہ دیا اس پر آنکھ بند کرکے ایمان لے آئے۔

تصوف اورمشاہدات صوفیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ تصوف ، احسان اور تزکیۂ نفس و قلب کا نام ہے اس کے لیے سنت و شریعت کی پابندی اور درود و ذکر الٰہی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی تزکیۂ قلب ونفس کی تاکید موجود ہے جس پر صوفیائے کرام سختی سے عمل پیرا ہیں

کیوں کہ روحانیت و معرفت کا تعلق قلب سے ہے ۔ وحی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر اُترتی تھی (سر میں نہیں)، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو حضرت جبرئیلؑ نے دوبار دھویا تھا (دنیا میں ہارٹ سرجری کا یہ پہلا آپریشن تھا ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر اس سرجری کے نشانات موجود تھے) اب صوفیا اپنے قلوب کو ذکر الٰہی اور درود شریف سے دھوتے اور منزہ کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے آئینۂ قلوب پر وہ اسرار منعکس ہوتے ہیں جن سے بندۂ عقول محروم ہیں۔ اسی لیے صوفیائے کرام کے کلام ان کی معذور عقلوں میں نہیں سماتے اور کفر و شرک کا فتویٰ جاری فرما دیتے ہیں۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ تصوف کتابی علم ہرگز نہیں ہے جو لوگ کتابیں پڑھ کر تصوف کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔تصوف سنت و شریعت کی پابندی کیساتھ پیر طریقت کے بتائے ہوئے طریقے پر درود شریف اور ذکر الٰہی کے اہتمام کا نام ہے۔'' وحدت الوجود تصوف ہے نہ وحدۃ الشہوذ'' تصوف چیزی دیگراست۔شعیب صاحب !جس طرح علمائے سؤ موجود ہیں اسی طرح صوفیا کے بھیس میں بہروپئے بھی ملتے ہیں اگر آپ ان میں تمیز کرسکیں تو آپ کی بہت ساری الجھنیں دُور ہوجائیں گی۔

پروفیسر محمد علی اثر کا مضمون ''دکن میں نعتیہ شاعری'' بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اگر انھوں نے کتابیات کی فہرست کے ساتھ دکنی الفاظ کے تلفظ و معنیٰ کی مختصر فرہنگ بھی شامل کردی ہوتی تو ایک عام آدمی کے لیے بڑی آسانی ہوجاتی۔

عزیز احسن صاحب کا مضمون '' نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش'' تحقیق و تنقید کی ایک نئی جہت سے روشناس کراتا ہے، لیکن یہ اچھا نہیں لگا کہ عزیز احسن صاحب بھی مغربی ناقدین کی بیساکھیوں کے سہارے چلتے ہیں پتا نہیں اردو میں Original ناقد کب پیدا ہوں گے جن کے حوالے ہماری آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ ہوں گے!!

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب ، سیّدنا طاہر سیف الدین کے قصیدے ''فضیلۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) (سرزمین گجرات) جہاں پر بہت سارے صحابۂ کرام بھی مدفون ہیں۔(صفحہ ۲۸۵)

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ گجرات میں ایک بھی صحابی مدفون نہیں ہے البتہ تابعین کرام ضرور اس کی خاک میں آسودہ ہیں۔

(۲) تمام انبیا و رُسل دنیا میں صرف دینے کے لیے آتے ہیں۔(صفحہ ۲۹۳)

اصلاحی صاحب نے ''آتے ہیں'' کی قباحت پر غور نہیں فرمایا۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا و رُسل کی آمد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے! انھیں ''آتے/آئے تھے'' لکھنا چاہیے تھا۔

(۳) یہ حقیقت ہے کہ آپ کی ولادت تمام کائنات کے لیے برکتوں اور سعادتوں کا ذریعہ تھی اور رہتی دنیا تک رہے گی۔ اُسوۂ رسول ہر عید (عہد) میں ذریعۂ نجات رہا ہے اور آئندہ (بھی) رہے گا۔ لیکن اسے عید کا درجہ دینا غیر اسلامی تصور ہے، اسی طرح اس کے لیے اہتمام کرنا، چراغاں کرنا، جشن منانا...خلافِ دین ہے۔(صفحہ ۳۰۵)

اصلاحی صاحب! کیا خوشی منانا غیر اسلامی تصور ہے! کیا اسلام میں عید۔ بقر عید پر ہی خوشی منانے کا حکم و اجازت ہے؟ کیا اولاد کی پیدائش اور شادی بیاہ پر خوشی منانا غیر اسلامی ہے! سفر حج پر روانگی اور واپسی کے موقع پر گھر سجانا غریبوں کو کھانا کھلانا غیر اسلامی ہے!! ہندوستان اور پاکستان کے جشنِ آزادی کے موقع پر پورے ملک کو سجانے چراغاں کرنے، جلسے جلوس کا اہتمام کرنے کو کسی عالم نے غیر اسلامی قرار نہیں دیا۔ ہمارے یہاں ہر سال جمیعۃ العلمائے ہند پورے ملک میں مجاہدین و شہدائے آزادی کی یاد میں جشن آزادی بنامِ ''یادمحبان وطن'' کا انعقاد کرتی ہے سیکڑوں شہروں میں شان دار اسٹیج سجائے جاتے ہیں، لاکھوں پوسٹرس اور بینرس لگائے جاتے ہیں، بے اندازہ دولت پھونک دی جاتی ہے یہ سب غالبًا اسلامی شعائر ہیں۔ یہی جمیعۃ العلمائے ہند ۲۰ جون ۲۰۱۲ء کو پورے ملک میں ''ریشمی رومال تحریک'' کی پیدائش کا صد سالہ جشن منا رہی ہے۔ شہیدوں کی برسی اور تحریک کی سالگرہ منانا جمیعۃ العلما کے نزدیک اسلامی شعائر میں ہے اور یہی جمیعۃ العلما ''عید میلاد النبی'' کی مخالفت کرتی ہے جب کہ یہی دن اور یہی ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ ارض و سماوات کے لیے رحمت و نجات کا باعث ہے جس کے لیڈروں کی سالگرہ اور شہیدانِ وطن کی برسی اور تحریکوں کا جشن منانے والے علمائے کرام مخالفت کرتے ہیں، خدا رحمت کند ایں عاقلان شور طینت را۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ اکثر مضمون نگار اور مقالہ نویس جب شعرا پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ ان سے انصاف نہیں کر پاتے کیوں کہ وہ خود فن شاعری اور شعر کے عیوب و محاسن سے ٹھیک ٹھیک واقفیت نہیں رکھتے کچھ حضرات تو ایسے ہیں جو شعر فہمی کی بھی واجبی ہی سہی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی بنا پر وہ حوالے اور مثال میں ایسے اشعار بھی پیش کر دیتے ہیں جن میں زبان و فن کے عیوب و اسقام ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب نے علاّمہ احمد یار نعیمی کی ایک طویل نعت پیش کی ہے جس کا

یہ شعر:

خوشی میں سب کی کھلی ہیں باچھیں رچی ہے شادی مچی دھومیں
چرند ادھر کھلکھلا رہے ہیں پرند ادھر چہچہا رہے ہیں
(صفحہ ۳۱۶)

چرندوں کے تعلق سے رینکنا، ہنہنانا، ڈکارنا وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ ''کھلکھلانا'' نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے علامہ کے چار مصرعے اس جملے کیساتھ درج کیے ہیں، ''ایک نعتِ پاک میں چار کے عدد سے کیا ہی مضمون آفرینی کی ہے کہ پڑھ کر دل وجد کرنے لگتا ہے۔(صفحہ ۳۱۷)

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں
آتش و آب و خاک و بادان ہی سے سب کا ہے ثبات
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یا ر میں

اس قطعہ میں رُسل انھیں انبیا کو کہا گیا ہے جن پر کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ جب کہ رُسل میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے جن پر صحائف نازل ہوئے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، کیا فرشتے صرف چار ہیں؟ اس کے علاوہ دین بھی چار نہیں صرف ایک ہے'' اسلام'' جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی ''اکملت لکم دینکم'' اِسی کا اعلان ہے۔'' سلسلے دونوں چار چار'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا! آتش و آب و خاک و باد سے تخلیق شدہ اشیا تو فانی ہیں انھیں ثبات کہاں ؟ یہاں ثبات کی جگہ وجود کا محل ہے ۔ چوتھے مصرعے کی ردیف مضمون کے اعتبار سے'' میں'' کی بجائے'' پر'' کا تقاضا کرتی ہے۔

قادری صاحب لکھتے ہیں،''حضرت مفتی صاحب کے دیوان میں ایک نعت ہندی زبان میں ہے۔(صفحہ ۳۱۷) انھوں نے جن کو اشعار کہا ہے وہ دراصل نعتیہ دوہے ہیں۔

ناز مانک پوری کا شعر:

کوئی کسی کی پرسش احوال کو آتا نہ تھا
تھے آدمی کی شکل میں لیکن سبھی خون خوار تھے
(صفحہ ۳۲۶)

'' آدمی کی شکل میں خونخوار؟'' عجیب بات ہے یہاں آدمی کی شکل میں شیطان یا درندے

جیسے لفظ کی ضرورت تھی۔

نظمی مارہروی کے یہ اشعار:

میں عشق شہ دیں میں ہوجاؤں فنا اک دن
ہر سو مری شہرت ہو کچھ ایسی کلا لے آ

(صفحہ۳۳۱)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ''شہرت'' کے لیے ہوتو وہ ریا ونمائش ہے۔

اس لیے پڑھتے ہیں ہم سنّی کھڑے ہوکر سلام
ہے یہی سرکار طیبہ سے محبت کی سند

(صفحہ۳۳۱)

سرکار طیبہ سے محبت کی سند خلوص قلب اورتمام آداب کی رعایت کیساتھ درود وسلام پڑھنا ہے۔کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھنا محبت کی سند نہیں ہے۔

عزیز احسن صاحب نے صبا اکبرآبادی کے یہ اشعار مثال میں دیے ہیں:

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال رہا
خود مشیت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

(صفحہ۳۴۷)

میں انتہائی ادب سے کہنا چاہتا ہوں کہ نبی کا اپنا کوئی ذاتی ارادہ نہیں ہوتا اس کا ہر ارادہ ہر خواہش، زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ مشیت کی طرف سے وحی و القا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اولیٰ مصرعے میں ''جس کو چاہا'' میں تعقید ہے کس نے چاہا؟ نبی نے یا اللہ نے!!

پیکر نور ازل ، تکملۂ علم و عمل
نقش بت مثل و بدل ، سارے جہاں میں یکتا

(صفحہ۳۴۹)

میں سخت حیران ہوں سمجھ میں ہی نہیں آرہاہے کہ '' پیکر نورِ ازل صلی اللہ علیہ وسلم'' کو ''نقشِ بت'' کس رعایت سے کہا گیا ہے!!

مٹ رہے ہیں در رسول پہ ہم
زندگی کیسی کام آئی ہے

(صفحہ ۳۴۱)

شعر میں دواسقام ہیں اول تو زمانے کا فرق ''مٹ رہے ہیں''، ''کام آئی ہے''، یہاں ''مٹ گئے'' کی ضرورت تھی۔ دوم مٹ جانا کے معنی ہیں تباہ ہوجانا، برباد ہوجانا!! اگر مٹ کی جگہ ''سُو'' رکھ دیں تو دونوں اسقام دُور ہوجاتے ہیں۔

بات اس کی اُتر گئی دل میں
تیر گویا کمان پر آیا

(صفحہ ۳۴۲)

ثانی مصرع '' تیرگو یا کمان سے نکلا'' کا متقاضی ہے۔
امان خان دلؔ کے اشعار:

آپ کا شہر بھی کیا خلد سے کم ہے ہم کو
دشت طیبہ بھی بہ انداز ارم ہے ہم کو

(صفحہ ۳۵۹)

جس طرح طیبہ کے لیے یثرب کا استعمال غلط ہے اسی طرح میری نگاہ میں جنت کے لیے ''ارم'' کا استعمال بھی غلط ہے کیوں کہ '' جنتِ ارم'' نمرود نے بنائی تھی ۔
(جس کی حیثیت وحشر اظہر من الشّمس ہے)

جا کے پل میں خدا سے مل آئے
کیا ہی برّاق کی سواری ہے

(صفحہ ۳۵۹)

بَرّاق کے معنی ہیں درخشندہ ، چمک دار اور جس سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے اس کا نام ''بُراق'' ہے (غیر مشدد) اور اگر شاعر نے بَرّاق دانستہ استعمال کیا ہے درخشاں کے معنی ہیں تو پھر '' کی'' حشو قبیح ہے۔

آیا ہوں ذوق و شوق سے کہنے سلام دلربا
جرأت کہاں سے لاؤں میں یا صاحب خیرالوریٰ

(صفحہ ۴۲۷)

یہ سلام دل رُبا کیا ہوتا ہے؟ سلام کہنے میں جرأت کا سوال کہاں اُٹھتا ہے؟

پروفیسر قیصر نجفی نے ستیہ پال آنند کی نظم ''پیغام رساں'' پرعقیدت سے پُرمضمون قلم بند کیا ہے۔ اس نظم کی اساس شاعری وہ خواب ہے جس میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

نجفی صاحب لکھتے ہیں:

> ہمارے خیال میں خواب ہو یا بیداری، جو انسان کے بطون ذات ہوتا ہے وہی مشکل ہوکر افکار وخیالات یا اعمال و افعال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ستیہ پال آنند کا خواب ان کے اندر کی حقیقت و ماہیئت اور درونی احوال کا کا شف ہے۔(صفحہ ۳۶۴۔۳۶۵)
>
> حال ہی میں بہ حالت خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کے عالم میں دیکھنا(جس عالم میں غالبًا آپ کو کسی نے نہیں دیکھا) ان (ستیہ پال آنند) کا ایک منفرد اختصاص ہے۔(صفحہ ۳۶۵)

غیرمسلموں کا خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین اور تمام بنی آدم کے ہادی اور رسول ہیں۔ اس لیے غیرمسلموں کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمائے اسلام سے تصدیق کرلیں کہ جسے انھوں نے خواب میں دیکھا اس کا حلیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ستیہ پال آنند نے ایسا کیا تھا تو ٹھیک ورنہ ان کا خواب مشتبہ سمجھا جائے گا۔ ''البدایۃ والنہایۃ''، ''ابن کثیر'' میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

انٹرنیٹ پر ایک کتاب ہے ''اسلام سموئیل''۔ سموئیل ایک پادری تھے انھوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے حدیث کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک تلاش کیا اور جب تمام نشانیوں کو خواب میں دیکھی ہوئی ہستی کے مطابق پایا تو وہ مسلمان ہوگئے۔ اس حوالے سے مجھے حیرت ہے کہ ''پیغام رساں'' کا شاعر اب تک ''ستیہ پال آنند'' ہی ہے!!

''نعت شناسی'' کا سلسلہ بھی بہت خوب ہے جن شعراء تک ہماری رسائی نہیں ہے وہ اس کے ذریعے ہم تک پہنچ رہے ہیں۔ لیکن اس تعلق سے عرض خدمت ہے کہ بعض مضمون نگار و مبصرین اپنے مضامین میں عیب دار اشعار بھی درج کردیتے ہیں جن کی بنا پر مضمون کمزور اور شاعر کی فن کاری

مشکوک ہو جاتی ہے، مثلاً پروفیسر اکرم رضا نے ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی میں یہ ایک شعر درج کیا ہے:

وفورِ جذب سکینت بتا رہی ہے ریاضؔ
یہ نعت بھی مری صلی علیٰ قبول ہوئی

(صفحہ ۳۷۸)

''وفور'' مذکّر لفظ ہے اس لیے بتا رہی کی بجائے ''بتا رہا ہے'' چاہیے۔
اسی طرح بعض شعرا کے اشعار بھی محل نظر ہیں، مثلاً گوہر ملسیانی:

کسی بھائی کی دل زاری نہ کیجیے
مرے آقا نے یہ سب سے کہا ہے

(صفحہ ۴۲۶)

''دل زاری'' بے معنی ترکیب ہے یہاں دل آزاری کا محل ہے ۔ زاریدن یعنی رونا، گریہ کرنا اور آزاردن یعنی تکلیف دینا ، رنج پہنچانا ۔

مرے ہر نفس میں ہے مصطفیٰ، مرے دل پہ ان کا نزول ہے
مری زندگی بھی رسول ہے مرے بندگی بھی رسول ہے

(صفحہ ۴۳۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی جگہ، مقام پر نازل ہونا ثابت ہے؟ چاہے وہ دل میں کیوں نہ ہو!! ثانی مصرعے میں ''مری زندگی بھی رسول ہے'' تو ٹھیک ہے لیکن ''مری بندگی بھی رسول ہے'' سے کیا مراد ہے؟

یہ جواہرات یہ سیم و زر ، نہ اُٹھے گی ان کی طرف نظر
میں ہوں بادشاہ نصیب کا مرے پاس عشق رسول ہے

''میرے پاس عشق رسول ہے'' کیا عشق رسول کوئی مادی شئے ہے جسے اپنے پاس رکھا جاسکے؟ ''مرے پاس'' کی بجائے ''مرے دل میں'' کہتے تو بہتر ہوتا۔

چاند ٹوٹا کبھی سورج پلٹا
بات جو تونے کہی ہو کے رہی

(مسعود اختر، صفحہ ۴۳۸)

چاند ''ٹوٹا'' نہیں تھا دو ''ٹکڑے'' ہوا تھا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کہا نہیں تھا'' صرف ''اشارہ کیا تھا۔''

جانِ بہار، جانِ جہاں، جانِ انجمن
جن کے ورودِ پاک سے عالم چمن چمن

(خالد بخاری، صفحہ ۴۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے القاب استعمال کرنا درست نہیں جو ''معشوقِ ارضی'' کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مصرعۂ اولیٰ میں '' جان'' کی بجائے ''روح'' استعمال کرنے میں کیا قباحت تھی؟

میری بینائیاں عرش سے جا ملیں
دیدہ ور آئینہ دیکھتے رہ گئے

(ریاض ندیم نیازی، صفحہ ۴۶۱)

شعر کی بے معنویت سے الگ ''میری'' کے ساتھ ''بینائیاں'' کا استعمال غلط ہے صرف بینائی استعمال ہوتا ہے۔

مظہر صدیقی صاحب کی نظم میں بھی کئی خامیاں ہیں۔

عرب کی سر زمیں تپتے ہوئے پیتل کی صورت تھی
وہ دن کی روشنی میں ہول ناک آتش کی مورت تھی

(صفحہ ۴۹۴)

میرے علم کے مطابق دورِ جہالت میں ''پیتل'' کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ البتہ ''تانبے'' کا ذکر روایات میں موجود ہے کہ قیامت میں جب سورج سوا نیزے پر آئے گا تو زمین تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہوجائے گی۔ علاوہ ازیں روشنی میں تپش نہیں ہوتی اس لیے ''ہول ناک آتش'' کا استعمال درست نہیں ہے۔ نیز '' سرزمیں'' کو'' آتش کی مورت'' کہنا بھی غلط ہے ۔ آج تک کسی نے زمین کو مورت سے تشبیہ نہیں دی ہے۔

سیاہی رات کی جب اپنی چادر لہلہاتی تھی
گناہوں کے نہ جانے کتنے دفتر کھول جاتی تھی

چادر پھیلانا، چادر بچھانا، چادر اوڑھنا تو محاورے ہیں لیکن چادر کے ساتھ لہلہانا کا استعمال آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔

لٹیرے شیر تھے اس ریگ کے تپتے کچھاروں میں
نقب زن گدھ کی صورت پھر رہے تھے ریگزاروں میں

ریگستان میں کچھار نہیں ہوتے ، دریا کی ترائی کو کچھار کہتے ہیں:

یہاں انسان خود انسانیت سے نا شناسا تھا
تباہی اس کی منزل تھی تنزل اس کا منشا تھا

''ناشناسا'' غیر فصیح ہے ناآشنا کہتے ہیں۔ قافیہ بھی ناموزوں ہے۔ منشا یعنی مرضی، خواہش، کوئی اپنی منشا سے تنزل نہیں چاہتا۔ یہاں توشہ جیسا کوئی قافیہ ہونا چاہیے تھا۔

رذالت، ظلم، حق تلفی، جہالت اس کا شیوہ تھا
غرض ہر اک قدم تخریب کا ہی پیش خیمہ تھا

''تلفی'' کا ''ل'' ساکن نظم کیا گیا ہے۔ جب کہ اسے متحرک ہونا چاہیے تھا۔(غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ) اصل لفظ تلَف ہے۔

چلی باد صبا کچھ ایسے فاراں کی چٹانوں سے
گلابوں کی مہک آنے لگی صحرائی خاروں سے

''فاراں'' پہاڑ ہے چٹانوں کا مجموعہ نہیں! ''صحرائی خاروں'' کی بجائے ''صحرا کے خاروں'' کا محل ہے۔

یہ اس معمارِ اعظم ہی کی سب تعمیر لگتے ہیں
جنھیں خیر البشر کے نام سے ہم یاد کرتے ہیں

''تعمیر لگتے ہیں'' شکیہ صیغہ ہے شاید شاعر کو یقین نہیں ہے کہ یہ سب واقعی ''خیرالبشر'' کی تعمیر ہیں؟

شاعر کے لیے ضروری ہے کہ تلازمات لفظی و معنوی پر خصوصی توجہ دے۔ ریاض حسین چودھری کی نعت:

درِ حضور سجا طشت روشنی کا ہے
چراغ بانٹنا منصب مرے نبی کا ہے

(صفحہ۴۹۵)

طشت روشنی کا ہے تو روشنی ،نور بانٹا جائے گا یا چراغ؟

خزاں کا کب ہے مدینے میں داخلہ ممکن
ہر ایک پھول یہاں حسن دائمی کا ہے

خزاں ، بہار ، سردی، گرمی ، بارش، کا چکر نظام قدرت ہے زمین کا کوئی خطہ ان سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر کہیں صرف ایک ہی موسم مستقل ہو گا تو نظام زندگی میں خلل واقع ہوگا۔ شعر میں نہ رمز و کنایہ ہے نہ استعارہ! پھول کا ذکر ہے تو اس کا مرجھانا فطری ہے۔ ثانی مصرعے کی نثر کریں تو یوں ہوگی۔ ''ہر ایک پھول یہاں دائمی حسن کا ہے'' کیا یہ عبارت درست ہے؟

مرے نصیب کا کیا پوچھتے ہو ہم سفرو
مرے نصیب میں موسم ثنا گری کا ہے

حمد و ثنا کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔ شعر میں ''ہم سفرو'' بھی حشو ہے۔ ہاں اگر موسم کی بجائے ''توشہ'' رکھ دیں تو ہم سفرو بھی نبھ جائے گا اور موسم کی قید بھی ختم ہوجائے گی۔

فقیہہ شہر کو چیخیں سنائی کیا دیں گی
حضور، دور مسلسل یہ بے بسی کا ہے

بے چارہ فقیہ، فتویٰ دینے کے سوا کیا کرسکتا ہے؟ یہ بادشاہ یا حاکم تو ہے نہیں!! اگر ''امیر شہر'' بھی کہہ دیتے تو بات بن جاتی۔

شاہ محمد سبطین کے یہ مصرعے بھی محل نظر ہیں:

(۱) کرکے وضو جو میں نے پڑھا اُسوۂ نبی

(۲) اے دوست پڑھ کے دیکھ ذرا اُسوۂ نبی

(۳) جس شخص نے ادب سے پڑھا اُسوۂ نبی

اسوۂ نبی کون سی کتاب ہے؟ یہ قرآن سے کنایہ ہے تو عرض ہے کہ قرآن کو ''قرآن حکیم''، ''فرقان مجید''، اُم الکتاب تو کہا جا تا ہے۔ لیکن اسے ''اسوۂ نبی'' آج تک کسی نے نہیں کہا۔ قرآن شریعت الٰہی اور قانون حیات ہے اور اسوۂ نبی اسی شریعت اور قانون کی کامل پیروی کا نام ہے۔ شاید شاہ صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ کی مشہور روایت ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا'' کی بنا پر قرآن کو اسوۂ نبی کہہ دیا ہے جو مناسب نہیں ہے کیوں کہ خلفائے راشدین ، صحابۂ کرام اور بیش تر اولیائے امت کی زندگیاں بھی قرآن و سنّت کی پیروی کا بہترین نمونہ ہیں۔

فضل خدا سے اس کے مقدر سنور گئے
قسمت سے جس نے اوڑھ لیا اسوۂ نبی

شعر میں واحد جمع کا عیب ہے ''اس کے'' نہیں ''ان کے'' چاہیے نیز ''جس'' کی بنا پر اولیٰ مصرع یوں

ہونا چاہیے تھا۔ ''فضل خدا سے اس کا مقدر سنور گیا'' اور اسوۂ نبی کوئی چادر نہیں ہے جسے اوڑھ لیا جائے۔

سبطین کو جہان میں دونوں عزیز ہیں
وہ اسوۂ رسول ہو یا اسوۂ نبی

مقطع میں زبردست تعقید معنوی ہے۔ ثانی مصرع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور نبی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں اور دونوں کا اسوہ شاہ صاحب کو عزیز ہے۔

ماجد خلیل صاحب کا شعر:

تمثیلاً دیکھ خلد دوزخ
تفصیلاً ہمیں بتانے والا

(صفحہ۵۰۳)

شاید ماجد صاحب ''معراج روحانی'' کے قائل ہیں جب کہ صحیح احادیث موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی تھی۔

مقصود احمد تبسم صاحب نے زمین تو اچھی تلاش کی ہے مگر اسے نبھا نہیں سکے ان کے یہاں ایسے اشعار بھی موجود ہیں:

وجاہت اس قدر جیسے کسی سردار سر کا ہو
لئیق تاجدار و شان و شوکت ہے سرِ اقدس

(صفحہ۵۰۸)

اس شعر میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کو ''کسی سردار کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے'' جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا اور انس و جاں کے سردار ہیں۔ ''لئیقِ تاجدار'' کی ترکیب بھی بے محل ہے۔ ''لئیقِ تاج'' چاہیے تھا۔

یہاں بالیدگی ہوتی رہی موئے مبارک کی
زمانے بھر میں یکتا کشتِ قدرت ہے سرِ اقدس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کو ''کشتِ قدرت'' کہنا کہاں تک مناسب ہے ؟ کیا سر اقدس بالوں کی کھیتی ہے ؟ بال تو ہر ایک سر پر قدرتاً اگتے اور بالیدگی پاتے ہیں۔تو کیا یہ کشتِ قدرت کی بجائے کشتِ آدم ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر و اقدس کی بنا پر آپ کے گیسوؤں

کوموئے مبارک کہا جاتا ہے۔ہم جیسے انسانوں کے بال صرف بال کہے جاتے ہیں۔

نمازِ عصر واروں گا ادب ملحوظِ خاطر ہے
مری آغوش میں مائل بہ شفقت ہے سرِ اقدس

(صفحہ۵۰۹)

''تلمیح کے بیان کا بھی ایک قرینہ ہوتا ہے۔تبسم صاحب نے ''میری آغوش میں'' کہہ کر حضرت علی کے واقعہ کو خود سے منسوب کرلیا ہے۔ حضرت علیؓ کے دل میں یہ خیال تک نہ تھا کہ وہ نمازِ عصر وار دیں گے۔'' بلکہ نماز قضا ہوجانے کے خوف سے آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جو رخسارِ اقدس پر ٹپکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔

عوام الناس کہتے ہیں احد میں ایک پتھر پر
زیارت کے لیے نقشِ محبت ہے سرِ اقدس

نعوذ بااللہ! اس شعر سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''اُحد میں ایک پتھر پر سرِ اقدس بطورِنقشِ محبت زیارت کے لیے رکھا ہوا ہے۔''

جو سر سرداری کے شایان ہے ابراہیم بیجوری
وہ ذہنی تقویت کی بھی علامت ہے سرِ اقدس

یہ ابراہیم بیجوری کون صاحب ہیں؟ سرداری کے شایان کون ہے''جو سر'' یا ''سرِاقدس''؟

چراغِ مدحتِ آقا منڈیرے پر رکھا ہے
مودّب ہوگئی سرکش ہوا الحمدللہ

(نور محمد جرّال،صفحہ۵۱۲)

'' چراغ مدحت آقا'' کس شکل وصورت کا ہوتا ہے؟ منڈیرے شاید مقامی زبان ہے ورنہ '' منڈیر'' یا ''منڈیری'' کہا جاتا ہے۔

خجل ہو قوم عمل پر تو مہربان ہو رب
ہر آنکھ فرطِ ندامت سے خوں میں تر ہوجائے

(عزیزاحسن،صفحہ۵۱۲)

عمل نیک بھی ہوتا ہے اور بد بھی !! اس لیے یہاں عمل کی تخصیص ضروری معلوم ہوتی ہے۔

سیّد صاحب !

میں نے ''نعت رنگ'' ۲۲ کی مشمولات میں جو کچھ بھی پایا محسوس کیا، اسے بلامبالغہ بیان کردیا میرا مقصد کسی کی تنقیص وتضحیک ہرگز نہیں ہے۔ معاملہ چوں کہ نعت اور حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کا ہے اس لیے ضروری خیال کیا کہ جو عیوب و نقائص نظر آئے ان کی نشان دہی کردوں، ممکن ہے مجھے بھی کہیں شعر فہمی میں غلطی ہوگئی ہو اس لیے قارئین ''نعت رنگ'' سے رہنمائی کا خواہش مند ہوں۔

اشفاق انجم

اطہر عباسی (جدّہ)

۵۔جولائی ۔۲۰۰۲ء

جناب صبیح رحمانی!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی عظیم برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے آمین۔ کافی دن ہوئے ای۔میل پر بھی رابطہ قائم نہیں ہوسکا دفتری مصروفیت کچھ زیادہ ہی ہیں ان دنوں کئی دفتری ساتھی سالانہ چھٹیوں پر ہیں ۔بچوں کو بھی چار جولائی کو جانا تھا لیکن تاخیر سے روانگی ہے۔

''نعت رنگ'' کے حوالے سے جتنا کام کرنا چاہیے تھا نہیں کرسکا معذرت خواہ ہوں چاہتا تو ہوں کے اسے پورے سعودی عرب میں مقیم اہلِ اردو کی نذر کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو شرف قبولیت بخشے آمین ۔

''نعت رنگ'' بے حد پسند کیا جا رہا ہے جسے بھی ملا اُس نے آنکھوں سے لگایا بے ساختہ آپ کو داد ودعا سے نوازا ۔موجودہ حالات اور انتہائی مشینی دور میں آپ جس جہد مسلسل سے کام کر رہے ہیں آپ ہی کی ہمت ہے اور ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صحت وتندرستی کے ساتھ مزید ہمت واستقامت سے نوازے آمین ۔

جہاں اکثر لوگوں نے قیمت کے اعتبار سے مہنگا بتایا وہاں جذبۂ شوق میں معمور لوگ ویسے ہی نذر کرنے کو تیار ہیں عام طور سے اس جسامت کی دوسری کتب یہاں پر ۱۵ ریال تک باآسانی فروخت ہوجاتی ہیں لیکن یقیناً ہمیں تو قاری کو وہ ذہنی آسودگی عطا کرنی ہے جو اس کی دنیا اور آخرت

سنوار سکے ۔لوگوں کی آراء جمع کرنے کی کوشش میں ہوں آئندہ شمارہ کب تک متوقع ہے ۔اس مرتبہ کوشش کیجیے کے حجازِ مقدس کے اہل قلم حضرات کیلئے کوئی الگ گوشہ شامل اشاعت ہوسکے ۔چند شعراء حضرات کا کلام ارسال کررہا ہوں جو بعد میں موصول ہوگا بذریعہ فیکس روانہ کردوں گا ۔نعیم بازید پوری ایک نعتیہ مجموعہ کلام پر مضمون لکھ رہے ہیں اگر وقت پر مجھے مل گیا تو روانہ کردوں گا ۔وارثی صاحب بھی ملے تھے سلام کہہ رہے تھے یہاں تمام دوست واحباب آپ کی آمد کے منتظر ہیں ۔غالبًا رمضان ہی میں آنا ہوگا ،تو اس مرتبہ عید الفطر جدّہ میں کیجیے گا ۔جلدی میں چند بے ربط جملے ہی تحریر کر سکا ہوں ای۔میل پر رابطہ رکھیے گا ۔

جن شعراء حضرات کا کلام ارسال کررہا ہوں ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے جناب ظفر مہدی (بُزرگ اور محترم شاعر کا تعلق ہندوستان سے ہے) نسیم سحر، قمر حیدر قمر، ڈاکٹر اوصاف احمد' محترمہ شمع ظفر مہدی، اطہر عباسی، محسن علوی، محترمہ نورین طلعت عروبہ، اور مختار علی ۔

کارکنانِ'' نعت رنگ'' واحباب کی خدمت میں سلام ۔

محتاجِ دُعا

اطہر عباسی

پس نوشت: اپنے صاحبزادے عثمان کے ہاتھ یہ خط بمعہ [مع] ۵سو سعودی ریال (SR.500/=) ارسال کررہا ہوں ۔شمارہ ۱۲ کا حساب اور تفصیل بعد میں روانہ کروں گا ۔

☆ اطہر عباسی (پ:۱۹۵۳ء)، شاعر و ادیب، صدر: اردو مرکز جدّہ، نمائندہ جدّہ: ''نعت رنگ''۔

افتخار عارف (اسلام آباد)

۱۹/ جنوری ۲۰۰۵ء

برادرم! سلام و رحمت۔

آپ کا پوسٹ کارڈ موصول ہوا۔ آپ سے پاکستانی نعت کے انتخاب کے حوالے سے بات ہوئی تھی۔ ہر چند کہ نعت کے بہت سے انتخاب شائع ہوچکے ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی پاکستان میں لکھے جانے نعتیہ ادب کے لیے ایک نہیں بہت سے منتخب مجموعوں کی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ

مسائل بھی ہیں۔ کسی قومی ادارے کے تحت شائع ہونے والے انتخاب میں بہت سی باتوں کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے۔ کوئی شخص ذاتی طور پر انتخاب کرے یا کوئی پبلشر یا نجی اداروں اس نوعیت کا کوئی مجموعہ چھاپے تو اُس کی اور بات ہوتی ہے۔ اس طرح کے کام مل بیٹھ کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ ذرا ایک خاکہ سا بنا کے بھیجئے، پھر اس کو دیکھتے ہیں۔ مرتبین کتنے ہونے چاہییں؟ کیا صرف مرتبین کراچی ہی کے نعت گوشعرا سے منتخب کیے جائیں گے؟ کتنے صفحات ہوں گے؟ ہر شاعر کی کتنی نعتوں کا انتخاب ہوگا؟ یا یہ کہ بلحاظِ مدارج نعتوں کی تعداد کم یا زیادہ کی جاسکے گی؟ مقدمہ کون لکھے گا؟ نعت کی تنقید کے حوالے سے جو لوگ فوری طور پر سامنے آتے ہیں اور ادب میں جن کے قد و قامت کا اعتراف کیا جاتا ہے، اُن میں ڈاکٹر ابوالخیرکشفی صاحب، ڈاکٹر ریاض مجید صاحب، ڈاکٹر خالدمحمود صاحب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ لاہور میں مظفروارثی صاحب، عبدالعزیز خالد صاحب، خالد احمد صاحب کو بھی پیش نظر رکھا جاسکتا ہے۔ اسلام آباد میں بھی بعض بہت اہم نعت گوشعرا موجود ہیں۔ خاص طور پر پیر صاحب گولڑہ شریف پیرنصیرالدین نصیر صاحب، حکیم سروسہارن پوری صاحب، بشیرحسین ناظم صاحب اور امین راحت چغتائی صاحب۔

یہ منصوبہ پہلے بھی میرے پاس آچکا ہے مگر بوجوہ اس میں پیش رفت نہیں ہوئی۔ اب آپ نے توجہ دلائی تو اُمید بندھتی ہے کہ کام ہوجائے گا۔ پہلے تجویز کا خاکہ بنا بھیجئے تاکہ میں ادارے کے متعلق افراد سے بھی بات کرسکوں۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

مخلص

(افتخار عارف)

☆افتخار عارف (پ:۱۹۴۲ء)،معروف شاعر،صدرنشین: مقتدرہ قومی زبان (۱۹۹۵ـ۲۰۰۰ء)، صدرنشین، اکادمی ادبیات پاکستان، تصانیف: ''مہردونیم''، ''حرفِ بارِیاب''، ''بارھواں کھلاڑی''، ''اقلیم ہنر''، ''جہانِ معلوم''، ''شہرِ علم کے دروازے پر'' (نعت، سلام و منقبت)،علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں متعدد ایوارڈز سے نوازے گئے۔

افروزقادری چریاکوٹی، محمد (انڈیا)

مکرمی ایڈیٹر صاحب! ہدیۂ سلام و رحمت۔

ابھی دو چند ہفتہ قبل سولھویں شمارہ سے متعلق ایک تجزیاتی مکتوب ارسال کیا تھا چوں کہ شمارہ

تاخیر سے نظر افروز ہوا تھا۔ پھر بہت جلد دوسری بار بزم نعت رنگ میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ سردست سترہواں شمارہ زیر نگاہ ہے۔خوب سے خوب تر مقالات کے انتخاب کے سلسلہ میں آپ نے جس ہنرمندی اور خوش سلیقگی کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی کا خصوص ہے۔ بالخصوص ریاض حسین چودھری کے مقام کے حسن انتخاب میں آپ کو جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ برسوں پہلے مجھے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا:

تم نے جانا ہی نہیں آہ پس پردۂ فن　　کس قدر درد کے طوفان ہوا کرتے ہیں
دوڑتا ہے رگ تحریر میں انساں کا لہو　　ورنہ الفاظ تو بے جان ہوا کرتے ہیں

مگر صحیح طور پر اس کی معنویت اس وقت بھر کر سامنے آئی جب ریاض صاحب کی نگارش فکر، نظر کے دوراہے سے دل و روح میں اتری۔ یقین جانیے پورے مقام میں کوئی ایسا جملہ نہیں گزرا جس نے ذوقِ دروں کو انہماک تمام کے ساتھ دو چند بار پڑھنے پر مجبور نہ کیا ہو۔ اتنے اچھے مضمون کی خلیق پر ریاض صاحب تہِ دل سے بدھائی کے سزاوار ہیں امید ہے کہ اپنی اسی مانند تحریرات سے وہ ہمارے بلکہ پوری دنیاے ادب کی نوازش کرتے رہیں گے۔

محترم صبیح صاحب! امام احمد رضا نمبر ابھی کس پوزیشن میں ہے؟ نگاہوں کا تجسّس اور شوقِ انتظار کا گراف بڑھتا جارہا ہے، بے تابی کی طنابیں سخت ہوتی جارہی ہیں اور بے قراری کے کبوتر ہاتھوں سے اُڑ جانا چاہتے ہیں جلدی کیجیے،شوق کے ہاتھوں مجبور ہوکر کم زور دل کہیں دل نہ کھوبیٹھیں اور عروسِ مسرت کا سہاگ نہ غارت ہوجائے مگر ہاں! تصحیح کے سلسلہ میں التزام تمام اور مولانا ملک الظفر کے معروضات کو عملی راہ سے گزارنا ازحد ضروری ہے ابھی تازہ شمارہ میں تصحیح کے عدم التزام سے غلطیوں کی فراوانیوں نے مفہوم و قرأت کے تسلسل میں کیسی کچھ رخنہ آفرینیاں کی ہیں وہ قارئین ہی جانتے ہیں، پاکستان کی سرزمین سے شائع ہونے والے اتنے معیاری مجلّہ میں پروف کی خامیاں یقیناً باعث تشویش ہیں اتنا اچھا شمارہ اگر مسودہ بینی کی اس اچھائی سے بھی متصف ہوجائے تو کیا برا ہے۔

محترم صبیح صاحب! دراصل اس تحریر کے ذریعے آپ کی بزم میں مداخلت کا پس منظر یہ ہے کہ بالکل شروع کتاب ہی میں ایک فاش غلطی نے نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ لکھنے پر مجبور کردیا ہے... بات صرف حکیم سروسہارن پوری کی ہوتی تو دیکھا جاتا کیوں کہ ذاتی طور پر ہم ان سے ناواقف اور ان کے مبلغ علم اور منہج تحقیق سے بے خبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کو بھی کچھ نہیں کہیں گے کہ وہ براہِ راست ہمارے مخاطب نہیں۔ مگر آپ نے دوسروں کی تحقیق پر اعتماد کرکے قصیدہ کے ذیل میں جو

ادارتی نوٹ سجایا ہے اس سے شعر و ادب اور تحقیق و تجسّس سے آپ کے تعلق اور لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو آپ کی تحقیق صداقتوں کو زبان دیتی اور حقیقتوں کے آفتاب اجالتی نظر آتی ہے اور کبھی تحقیق کا گراف اتنا گر جاتا ہے کہ بس ...

یہ دیکھیے 'نعت رنگ' کے سترھویں شمارہ میں ص۸ پر مشہور و مقبول قصیدہ: **الصبح بدا من طلعة**۔الخ کو امام شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے حالاں کہ حقیقت کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہمارے یہاں رائج الوقت درس نظامی کے ادب عربی کی معروف ترین کتاب 'المدیح النبوی' جدید کے ص۶۴ اور نسخۂ قدیمہ کے ص۷۱ پر اس قصیدہ کا انتساب قاضی محمد الحنفی المعصومی کی طرف ہے۔ اور مرتب کتاب مولانا یٰسین اختر مصباحی، ایڈیٹر: ماہ نامہ 'کنزالایمان' دہلی نے اس قصیدہ کو محمد جار اللہ سمہودی کی کتاب '**المجموعة الکبری فی القصائد الفخری**'' سے اخذ و نقل کیا ہے۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ 'دیوانِ بوصیری' میں بھی اس کا کہیں کچھ پتا نہیں... جو لوگ امام بوصیری کے سلاست آمیز اور فصاحت خیز قصاید کے مقام و مرتبہ اور شانِ طمطراقیت سے واقف ہیں وہ تو بدستور اجالوں کے راہی رہیں گے البتہ بیش تر حضرات کے اس مغالطہ کے دام ہم رنگ زمیں کے اسیر ہوجانے کا خطرہ تھا اس لیے یہ چند معروضی سطریں انھیں حضرات کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔

پندرھویں صفحہ سے شروع ہوتا ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کا مضمون بھی مجموعی طور پر معلوماتی اور عمدہ ہے۔مگر کشفی صاحب نے ص۱۸ پر قصیدۂ مشہورہ: **ان نلت یاریح الصبا یوما الی ارض الحرم** کا انتساب حضرت زین العابدینؓ کی طرف کیا ہے اور یہی زبانِ زدِ خاص و عام اور مشہورانام بھی ہے شاید اسی شہرت نے کشفی صاحب جیسے محقق کو بھی تحقیق کی زحمت اٹھانے سے باز رکھا ورنہ اس سلسلہ میں اہلِ علم و ادب کی معمولی توجہ رخ حقیقت سے نقاب کشائی کے لیے کافی ہوتی۔محققینِ عصر کے نشترِ تحقیق نے واضح کردیا ہے اور خود قصیدہ کا زیر و بم کھلے بندوں اعلان کررہا ہے کہ مذکورہ قصیدہ حضرت سیّد سجادؓ کا نتیجۂ فکر اور ساختۂ عشق نہیں ہے۔کشفی صاحب کی تشفی کے لیے صرف اتنا عرض کردیں کہ صدرِاسلام میں مقطعوں کا کوئی وجود نہ تھا اور اہل عرب کے قصاید عموماً مقاطع و تخلّصات سے خالی ہوا کرتے تھے مگر یہاں دیکھیے مقطع میں تخلص کس شان سے جڑا ہوا ہے۔ نیز یہ کہ مطلع کے مصرع دوم میں روضة کا لفظ وارد ہوا ہے۔ جس سے قصیدہ کی عجمیت پر بھر پور روشنی پڑ رہی ہے کیوں کہ عربی میں روضة کا استعمال باغ وغیرہ کے معنی میں ہوا ہے۔ میری نظر سے عربی کی کسی کتاب یا عربی کی کسی لغت میں 'روضة' روضۂ نبوی کے معنی میں کہیں نہیں گزرا ہے۔خدا بھلا کرے استاذالاساتذہ محققِ دوراں علامہ محمد احمد مصباحی کا

جنھوں نے اس سلسلے میں تحقیق تمام فرما کر یہ فیصلہ دوٹوک سنا دیا ہے کہ: **ممانسب الیٰ زین العابدین علی بن الحسین المتوفی سنته ۹۵ھ، والظاهرانه شاعر عجمی علیٰ اسلوب شعر العجم** (المدیح النبوی، جدید، ص۱۰۲ مطبوعہ مجلسِ برکات مبارک پور) یعنی گو یہ قصیدہ امام زین العابدینؓ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ عجمی اسالیبِ شعری کا حامل یہ کسی عجمی النسل شاعر کا کلام ہے۔

ص ۲۴۲ پر خورشید رقم صاحب نے اپنے سحر طراز قلم سے چرخ قرطاس پر خوش خطی کا جو آفتاب اتارا ہے، خوب تر اور عظمت بردہ کے شایاں ہے مگر ان کی روح سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ مصرع دوم میں اھوال ہائے ھوز کی بجائے احوال حائے حطی سے رقم ہوگیا ہے اصل شعر یوں ہے:

هو الحبيب الذى ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

پروفیسر محمد فیروز شاہ یقیناً قلم کے ساحری اور الفاظ کے جوہری معلوم ہوتے ہیں مگر کہیں کہیں ان کے قلم کا جادو خود انھی کے سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں، تفصیل تو محترمی اوکاڑوی صاحب دام ظلہ کا مکتوب سنائے گا اجمالاً عرض ہے کہ شاہ صاحب کے مضمون میں ص۳۶۵ پر ایک قطعہ کے انتساب نے مجھے چونکا سا دیا، میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا شعوری طور پر ہوا ہے یا غیرشعوری طور پر مگر قرائن بتائے دیتے ہیں کہ اکابر پرستی کے خمار نے اس انتساب پر مجبور کیا ہوگا ورنہ حضرت شیخ سعدی شیرازی کا اس قدر مشہور ومقبول اور اتنا شہرۂ آفاق قطعہ جو معمولی علم داں حضرات کے حافظے کا بھی حصہ ہے کیوں کر اسے مہتمم دارالعلوم دیوبند انور شاہ کشمیری[۱] کے کھاتے میں ڈالا گیا، پس پردہ کوئی سازش تو نہیں کام کررہی، ورنہ پھر شاہ صاحب اپنے مبلغ علم اور وسعت مطالعہ کی دہائی دیں۔ میں اتنی بدیہی بات کو کسی حوالے سے مزین نہیں کرنا چاہتا۔ شعر وسخن اور سیرت سعدی پر مبنی کسی بھی معتبر کتاب میں اس کا حوالہ ڈھونڈا جاسکتا ہے۔

یوں ہی شاہ صاحب نے اپنے ایک دوسرے مضمون کے ص۱۹۳ پر ''**الفضل ما شهدت به الاعداء**'' کو حدیث رسول بتانے کی نا پاک جسارت کی ہے حالاں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ حدیث نہیں بلکہ عربی کے ایک مشہور شعر کا مصرع دوم ہے جو اب بطور مقولہ بھی مستعمل ہے۔ شعر یوں ہے:

و ملیحته شهدت لها ضراتها
و الفضل ما شهدت به الاعداء

(الردّالوافر:۲۷)

بلاتحقیق اتنے دھڑللے سے کسی بات کا انتساب آقائے عرش پناہ کی طرف کردینا شاہ صاحب جیسے اہلِ ادب کو زیب نہیں دیتا۔ شاید موصوف کی نظر سے یہ حدیث پاک نہیں گزری۔ ورنہ اس جرأت و جسارت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار[۲]

بہرحال میں چاہوں گا کہ بزم 'نعت رنگ' میں شرکت کرنے والا ہر اہلِ قلم پوری تحقیق و تجسس اورتوانا حوالوں کے ساتھ شریک بزم ہو۔

انداز بیاں گرچہ مرا شوخ نہیں ہے
ممکن ہے اتر جائے ترے دل میں مری بات

پس نوشت: محترم صبیح صاحب! اتنی محنت سے نعت رنگ پڑھنے والا یہ طالب علم و ادب کیا اب بھی اس کا مستحق نہیں ٹھہرا کہ ''نعت رنگ'' اس کے نام جاری کردیا جائے۔

امید کہ مزاج بعافیت ہوگا۔

محمد افروز قادری چریا کوٹی

☆محمد افروز قادری چریا کوٹی، عالم دین، ادیب، محقق، مترجم، ڈائرکٹر: نعمانی اکادیمی، چریا کوٹ، مئو، انڈیا، چند کتب کے نام: ''چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں''، ''بزم گاہِ آرزو''، ''وقت ہزار نعمت ہے''، ''مرنے کے بعد کیا بیتی''، ''تسہیل و تحقیق انوارِ ساطعہ''، ''تسہیل و تحقیق تحفہ رفاعیہ''، ''نظریہ ارتقا ایک تاریخی فریب''۔

ا۔ مولانا انور شاہ کاشمیری (۱۸۷۵۔۱۹۳۳ء)، معروف عالم دین، شیخ الحدیث، کتب: ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام''، ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح''، ''اکفار الملحدین فی ضروریات الدین''، ''تحیۃ السلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام''، ''خاتم النبین''، ''فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب''، ''خاتمۃ الکتاب فی فاتحۃ الکتاب'' و دیگر۔

۲۔ صحیح بخاری، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۱۰

افضال احمد انور، ڈاکٹر (فیصل آباد)

3.4.96

برادرم محترم صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔ یہ خاکسار الطاف خداوندی سے بخیریت اپنے گھر پہنچ گیا ہے۔

حسب الحکم طارق محسن صدیقی صاحب کے نام درخواست لکھ دی ہے اور ضروری Documents کی عکسی نقول لف کردی ہیں۔

بچّے کا آپریشن اِن شاء اللہ ۱۳/ اپریل کو ہوگا۔۱۲/ اپریل کو اسے ہسپتال میں داخل کیا جائے گا۔اور ان شاء اللہ میں ۹ یا ۱۰/ اپریل تک کراچی پہنچ جاؤں گا۔ لہٰذا اس درخواست کو بہت جلد move کرنے اور اس کے پیچھا کرنے کی ضرورت ہے۔

ii- B+ive بلڈ کے چند احباب جو خون کا عطیہ دے سکیں ذہن میں رکھیں۔

iii-میں نے شبیر قادری صاحب تک آپ کا سلام پہنچا دیا ہے۔ریاض مجید صاحب آج کل کالج نہیں آرہے۔شبیر قادری صاحب نے آپ کا پیغام اُن تک پہنچانے اور مطلوبہ کتب اُن سے وصولنے کا ذمّہ لیا ہے۔ اگر کتب مل گئیں تو ان شاء اللہ میں ساتھ لیتا آؤں گا۔ برادرم غوث میاں صاحب کو سلام نیاز پہنچا دیجیے۔محسن و مربّی قبلہ نوری صاحب تک سلامِ تشکر پہنچا دیجیے۔ میں ان شاء اللہ آدابِ تخاطبِ نعت کا پرچہ لیتا آؤں گا۔ بہت احترام کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

بچوں کو پیار اور دعائیں۔بھابی محترم کے حضور سلام۔والسلام

آپ کا بھائی

افضال احمد انور

پس نوشت: ڈاکٹر منظور قریشی صاحب سے گوجرا آکر فون پر رابطہ کیا ہے لیکن بات نہ ہوسکی کیونکہ ان کے گھر والوں نے بتایا کہ وہ سو چکے ہیں۔اُن سے بھی فون پر درخواست کریں کہ وہ ضیاء الدین ہسپتال میں اپنی واقفیت نکال چھوڑیں کیونکہ اب آپریشن ان شاء اللہ وہیں کرایا جائے گا۔

گوجرا میں رابطے کا فون نمبر دن (دکان حاجی رفیق صاحب) ۴۹۱۸

شب (گھر=====) ۲۴۱۸ گوجرا کوڈ نمبر ۰۴۶۵۱

افضال احمد انور

☆ ڈاکٹر افضال احمد انور(پ:۱۹۵۶ء)، محقق، ادیب، صدر: شعبۂ اردو، جی۔سی۔ یونیورسٹی، فیصل آباد،
کتب: ’’فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ‘‘ و دیگر۔

۱۹/جنوری ۱۹۹۹ء

فضیلت مآب، بزرگوارم ،قبلہ گاہی عَلّامۃَ الدّھر، سراپا قہر حضرت ہولناک (یعنی میرے مربّی، میرے محسن میرے محبوب بھائی) صبیح رحمانی صاحب !!!

وعلیکم السلام، وعلیکم السلام ،وعلیکم السلام

آپ کے گرما گرم عید کارڈ نما صحیح معنوں میں ’’قبض کشا‘‘ خط ملا، اے بھائی! کیوں گھورتے ہو،اپَن سے جرا پیار سے بھی بات کرلیا کرو ہاں !!!آ پ تو خیرآپ ہیں ہم تو فرشتوں کو بھی سنا دیتے ہیں ؎

انجام ہم گناہ کے پُتلوں کا اس طرح
کروّبیِ ترازوئے محشر نہ ہم سے پوچھ
اے چھوڑ! اور شافعِ اعظمؐ سے کر سوال
پھر مالکِ حساب کے لطف و کرم سے پوچھ

بہرحال ۔ایک طویل عرصے بعد پیارے دوست کا آدھ صفحی خط ملا۔ ورنہ آپ تو عموماً ’’تین حرف‘‘ ہی بھیجتے ہیں ۔

یار...... میری سسرائیلیات سے لے کر آپ تک ہر شخص یہی کہتا ہے کہ’’ خدا کے واسطے گھر میں فون لگوالو‘‘ کوئی حاکمِ وقت کوئی حاکمِ بے وقت کبھی نہیں کہتا کہ’’خدا کے واسطے گھر میں فون لگوادیتا ہوں‘‘۔ اے بھائی آپ بھی اوروں جیسے ہی نکلے۔محض دھونسو، اماں !غصّے تو ہر شخص ہولیتا ہے ۔غریب کو طعنہ تو ہر کوئی دے سکتا ہے غریب کا ’’مسئلہ‘‘ کوئی حل نہیں کرتا ۔کوئی حل نہیں کرتا۔

وہی باتیں ہیں وہی گھاتیں ہیں
یار بھی نکلا زمانے جیسا

بھائی یہ دوشمارے بیک وقت کیوں شائع ہورہے ہیں۔کہیں آپ جڑواں صحافت کو جنم دینے کیلئے کڑک ہوکر تو نہیں بیٹھ گئے ۔بہرحال ہمیں کیا، ہم تو حاکمِ نعت رنگ کے خادم ہیں ۔ان شاء اللہ جلد ہی تینوں مضمون ارسال کردوں گا۔

ا۔جوابِ آں غزلِ رشید وارثی صاحب ۲۔ سگِ مدینہ سے متعلق بحث ۳۔ حمد و مناجات سے متعلق ۔

آپ نے لکھاہے کہ دور جدید کے شاعروں کے کلام سے ......موتی نکال کر......'' اے بھائی! میرے پاس دور جدید کے شاعروں کا کلام کہاں ہے ۔تین حمدیہ دو اوین حافظ لدھیانوی ''رح'' کے نکلے۔ مجال ہے جو کسی کو ایک بھی دینے پر تیار ہوں۔آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ دورِ جدید کے نعت گوؤں کی کتب سے اس گدا گر کا کشکول بھردیں گے لیکن آپ نے بھی کلیاتِ اقبال بھیج دی۔یارخدا کیلئے نعتیہ مجموعے دیں پھر اچھے مضمون مانگنا آپ کا حق ہی نہیں بھتہ پن بھی ٹھہرے گا ۔اور ...... اور ...... یہ کس شوخ نے اُڑادی ہے کہ ''نعت اور جدید اسالیب'' اس گنہگار کو خدانخواستہ پسند نہیں میں تو اس کی رسید لکھنے کیلئے مناسب الفاظ ڈھونڈتا رہا۔ بس اسی لئے لیٹ ہوگیا اور آپ نے طنز بھرٹوکرا میرے سر پر اُنڈیل دیا۔ پیارے! لُولے لنگڑوں سے تیز نہ چلا جائے تو کوڑے نہیں مارتے، رحم کھاتے ہیں۔ لوگوں کو روٹی کھانے کے علاوہ رحم کھانا کیوں نہیں آتا ۔

ان شاء اللہ اس پر بھی مضمون لکھوں گا ۔بس ذرا تھوڑی سی فرصت ملے۔

آپ نے لکھا ہے ''......اور آپ کیلئے شفقت اور پیار''

میں آپ کو قسم دیتا ہوں اُس محبوب حجازی ﷺ کی کہ اس شفقت اور پیار کو میرے لیے کبھی کم نہ کرنا،نہ اِدھر دنیا میں نہ اُدھر عقبیٰ میں، اپنے نانا جان ﷺ کی بارگہِ اقدس میں عرض کر دینا، حضورﷺ! یہ آپ ﷺ کی آلِ پاک کے غلاموں کے غلاموں کا سگ ہے۔اس پر کرم، اس پر شفقت ......

اس پر کرم اس پر شفقت

اس پر کرم اس پر شفقت

افضال احمد انور

بروز عید الفطر رات پونے ایک بجے

پس نوشت: مکّرر! اگر آپ کے آڈیو کیسٹس ہوں، یا کسی آپ کے دوست نے تیار کیے ہوں تو ایک کاپی ۳۰،۴۰ کیسٹوں کی مجھے فوراً ارسال کردیں۔ثواب ہوگا ۔شکریہ۔

۲۵/مارچ ۲۰۰۵ء

بھائی !!

السلام علیکم۔ آپ کا غصہ بجا، نفرین درست، سزا ...... لیکن عفو کہ میرے آقا و مولا اور آپ کے پیارے نانا جان ﷺ کو عَفُو پسند ہے۔ سیّدِ لاتثریب علیکم الیوم کے صدقے معافی کا خواستگار ہوں۔ مضمون تا حال نہیں ہوسکا۔ سوچا دو نعتیں ہی بھیج دوں ۔

بھائی...... تیرا بھائی ایک قیامت سے گزر رہا ہے، اللہ معافی دے، آزمائشوں سے بچائے۔ آپ کے دل میں نبی اکرم شفیع مکرم ﷺ کی بارگاہ سے بھیک لینے کی جو تمنا ہے اُس کے صدقے مجھے معاف کردیں اور سرکار ابد قرار ﷺ کے حضور میری سفارش کردیں۔ اُسی طرح جیسے ایک دفعہ آپنے مواجہہ شریف میں کھڑے ہوکر کی تھی۔ کردیں گے نا ؟

والسلام

افضال احمد انور

۱۲/دسمبر ۲۰۰۶ء

صبیح بھائی !! میرے محسن دوست !!!

السلام علیکم۔ میں نے حضرت عامر عبد الرّحمان چیمہ شہیدؒ [۱] پر جو کتاب لکھی ہے، وہ اگر چہ ماہ نامہ ''نعت'' میں پچھلے مہینے چھپ چکی ہے مگر کتابی شکل میں اس کو آپ کے حضور پیش کر رہا ہوں ۔غازی صاحب پر اگر چہ بہت کچھ لکھا گیا اور قیامت تک لکھا جاتا رہے گا لیکن میں نے بھی محض حقِ غلامی ادا کرنے کی غرض سے قلم اٹھایا ہے کاش! غازی عامرؒ مجھے اپنے غلاموں میں شمار کرلیں۔آمین

.... آپ نے اس فقیر سے دوستی کی، بھائی بنے ۔زمانہ آگے بڑھ گیا آپ کو خدا نے شہنشاہ کردیا تو آپ نے میرے لئے رسالہ بند کردیا۔ بہرحال یہ آپ کا فیصلہ تھا۔ خدا آپ کو مزید ترقیاں دے ،آمین ۔

مجھ پر جو کچھ گزر چکی ہے وہ ناگفتنی نہیں تو نا نوشتنی ضرور ہے ۔

آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

چند نسخے کراچی میں آپکے دوستوں کی نذر کر رہا ہوں۔ اُن تک پہنچا دیجئے گا۔ مجھ پر احسان ہوگا۔اگر آپ کتابوں کی وصولی کی رسید سے مشّرف فرمائیں گے تو مزید احسان ہوگا۔ آپ کے سب

دوستوں، احباب اور رفقاء کو سلامِ عقیدت ۔ سب گھر والوں کو سلام بچوں کو پیار ۔

آپ کا مخلص

افضال احمد انور

پس نوشت: ہاں یاد آیا کسی اہل محبت سے تبصرہ لکھوا کر اگر نعت رنگ میں چھاپ دیں تو مزید، مزید، مزید احسان ہوگا۔ انور

ا۔''غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید''/ افضال احمد انور، ۲۰۰۶ء، لاہور: ایوانِ نعت، ۲۰۸ص

افضال عاقل (کلکتہ)

۲۱/ نومبر ۹۸ء

محترم ایڈیٹر صاحب! تسلیم۔

''نعت رنگ'' تازہ باصرہ نواز ہوا۔ آپ کا یہ جریدہ اردو ادب میں ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ اس ضخیم شمارے کے توسط سے آپ نے ''صنف نعت'' کی توانا روایت کو وسیع کیا ہے اور آپ اس دشوار صنف کے لیے نئے آفاق تسخیر کرتے نظر آرہے ہیں۔ خدا اس جریدہ کو استحکام عطا کرے۔ (آمین)

علقمہ شبلی صاحب کا تعلق بنگال سے ہے لیکن اس میں دو رائے نہیں کہ موصوف کی شاعری بدلتی ہوئی زندگی کا استعارہ ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کو وسیع تر آگہی کا وسیلہ بنایا ہے۔ ان کے کئی مجموعے ''بے چہرہ لمحے''، ''خواب خواب زندگی''، پھول آنگن کے''، ''تارے زمین کے'' اور نعتوں کا مجموعہ ''زادِ سفر'' شائع ہوچکے ہیں۔ ایک مضمون ''علقمہ شبلی۔ وادیٔ حمد و نعت میں'' حاضر خدمت ہے۔ قریبی شمارے میں جگہ دیں، نوازش ہوگی۔

موصول ہوتے ہی رسید سے مرحمت فرمائیں۔

اُمید کہ مزاج بخیر ہوں۔

افضال عاقل

☆ افضال عاقلؔ (معصوم انصاری)، سب ایڈیٹر ''اثبات ونفی'' (کلکتہ)، اسسٹنٹ سیکریٹری مولانا آزاد لائبریری، سیکریٹری بزمِ ارمان، جوائنٹ سیکریٹری شنسکرتی اٹھان سنساد، نائب صدر ڈبلیو۔بی قومی تنظیم، سیکریٹری بزمِ ارمان

افضل اُلفتؔ (کراچی)

۱۲/ جنوری ۱۹۹۸ء

برادرمحترم صبیح رحمانی!

سلام ومسنون! آپ کی خیر و عافیت کا طالب ہوں اور خدائے عزوجل سے آپ کی درازیٔ عمر، صحت کاملہ نیز زندگی کی تمام تر مسرتوں اور کامرانیوں کے لیے دعا گو بھی۔ نعت شہ لولاک کے حوالے سے آپ سے غائبانہ تعارف بھی ہے اور محبت وعقیدت بھی۔

دل تو یہی چاہتا تھا کہ آپ کو ''برادرِعزیز'' کہہ کر آپ سے مخاطب ہوتا کہ اس میں محبت اور فطری احساسات کی وہ مہک ہے جس کا کوئی نعم البدل ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ شعر و ادب اور پھر خاص طور پر حمد ونعت کے حوالے سے ماشاء اللہ اُس مقام پر ہیں کہ عمر کا تفاوت بے معنی سا ہوکر رہ جاتا ہے اور آپ کو ''برادرمحترم'' ہی نہیں بلکہ محبّ محترم ومکرم لکھا جائے تو شاید یہ بھی آپ کی اس عظمت و سربلندی کے لیے ناکافی ہے جو آپ کو حضور پُرنور سرورِکون و مکاںﷺ، امام الانبیا آقائے نامدار ختمی مرتبت جناب محمد مصطفےٰﷺ کی مدحت وثنا (نعت گوئی اور نعت خوانی دونوں حوالوں سے) کرنے اور پھر ''اقلیمِ نعت'' کے ذریعے گراں قدر اور قابلِ صد آفرین خدمات کے باعث حاصل ہے۔

میں اسے مناسب بھی سمجھتا ہوں اور ضروی بھی کہ آپ سے اپنا رسمی تعارف کرادوں۔ میرا نام تو افضل بیگ ہے لیکن افضل اُلفت کے قلمی نام سے مشقِ سخن کرتا ہوں۔ آبائی وطن تو جموں (مقبوضہ کشمیر) شہر ہے جو تقسیمِ ہند تک (اور کچھ عرصہ بعد تک بھی) ڈوگرہ حکمرانوں کا پایۂ تخت رہا۔ موجودہ دارالحکومت سری نگر کو ریاست کے گرمائی دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد اپنے آبائی شہر سے ہجرت کرکے سیالکوٹ (شہرِ اقبال) میں سکونت اختیار کی۔ میں البتہ ۱۹۴۹ء میں اس شہرِ قائد (کراچی) میں آبسا اور پھر یہیں کا ہوکر رہ گیا۔

لکھنے لکھانے کا شوق زمانۂ طالب علمی ہی سے تھا۔ نثر نگاری سے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے ادبی سفر کا آغاز کیا۔ سیاست، دین، ثقافت، علم و ادب اور فلم وفن جیسے سبھی شعبہ جات پر لکھا اور اچھا خاصا لکھا۔ ہفت روزہ ''نگار'' اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی میں راقم کے مضامین اور نگارشات

اور شعری مواد بھی (غزلیات اور منظومات) اشاعت پزیر ہوتا رہا۔ خالصتاً ادبی (منظوم مجموعۂ کلام) ''بادِ صبا کی بات'' زیرِ ترتیب ہے (غزلیں، نظمیں، ملّی نغمے، رُباعیات وقطعات وغیرہ)

برادِ محترم! پروردگارِ عالم نے خوش الحانی کی نعمت غیر مترقبہ سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تقسیمِ ہند سے چند سال قبل (غالباً ۱۹۴۲ء) سے قیامِ پاکستان (اگست ۱۹۴۷ء) تک جموں شہر میں نئی نسل کے تین مشہور و مقبول ثناخوانانِ رسول ﷺ میں اس خاکسار (افضل) کا نام بھی شامل تھا۔ دیگر دو نعت خوانوں میں قاضی ذکاؤالدین آج بھی بقیدِ حیات ہیں اور شہرِ اقبال (سیالکوٹ) میں سکونت پذیر ہیں۔ دوسرے نعت خوان اور میرے جگری دوست شمس الدین المعروف شمّی، ہجرت کے دوران سانبہ کے قریب ''ماوا'' نامی اُس ویرانے میں شہید ہوئے۔ جہاں ۵ اور ۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو اسلامیانِ جموں کا اجتماعی قتل عام ہوا تھا اور سیکڑوں جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کی متاعِ حیات چھین لی گئی تھی اور عورتوں، معصوم اور کمسن بچیوں کو ہندو اور سکھ درندہ نما انسانوں نے اغوا کرلیا تھا اور اس پورے ''آپریشن'' میں ڈوگر فورج اور پولیس کے علاوہ راشٹریہ سیوک سنگھ کے اسلام دشمن کارکن شامل تھے۔

کراچی میں بھی اگرچہ تسلسل سے نہیں لیکن اکثر و بیش تر محافل میلادالنبی اور اس قسم کی دیگر تقریباتِ سعید میں نعت خوانی کے ذوق کی تسکین کے لیے بھرپور حصہ لیتا رہا۔ ۱۹۹۵ء میں آواز میں دباؤ اور بھاری پن محسوس ہونے لگا اور نعت پڑھنے میں خاص طور پر اونچی سُر میں آواز اُٹھانے میں دِقت بھی محسوس ہونے لگی۔ اپنے معالج سے مشورہ کیا تو اُس نے (پہلی دفعہ) مجھے ایک E.N.T. سرجن الطاف ذکریا کے پاس بھیج دیا جس نے غالباً ۱۰را کتوبر ۱۹۹۵ء کو میری بائی آپسی (Bi-opsy) کی اور اُس کی حتمی تجزیاتی رپورٹ کے موصول ہونے پر مجھے حلق کے سرطان (Throat Cancer) کی نوید دِل فگار سنائی گئی۔ میری چھٹی جس نے تو صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ اُسی وقت ہی کرلیا تھا جب میرے فیملی ڈاکٹر نے زندگی میں پہلی بار مجھے کسی E.N.T. سرجن کو refer کیا تھا۔ بہرحال یہ تصدیق ایک بجلی کی مانند تھی جو میرے گلشن احساس پہ گری لیکن جانے کیوں اس پر میرا وہ ردّعمل نہیں تھا جو اس قسم کی خبر سے کسی بھی حساس آدمی کی طرف سے ہوتا ہے یا ہونا چاہیے۔ مشہور انکالوجسٹ ڈاکٹر منظور ایچ زیدی سے رابطہ ہوا انھوں نے شعاعوں کے ذریعے علاج کا مشورہ دیا جسے طبی اصطلاح میں Radio-Theropy (ریڈیو تھراپی) کہا جاتا ہے۔ نومبر تا دسمبر ۱۹۹۵ء تک یہ سلسلہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جب ڈاکٹر منظور زیدی نے یہ نوید مسرت دی کہ اب یہ خاکسار خطرے سے باہر ہے اور پھر آواز میں بتدریج بہتری پیدا ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ آواز معمول کے مطابق (Normal) ہوگئی۔ (گفتگو کی حد تک۔ خوش الحانی کی

دولت سے محروم ہو چکا تھا) اپنی شدید خواہش اور تڑپ کے پیش نظر میں نے ڈاکٹر منظور ایچ زیدی سے کہا کہ حرمین الشریفین کی زیارت (عمرہ) کے لیے جانے کا ارادہ ہے کیا صحت کے نقطہ نظر سے ایسا ممکن ہے؟ تو انھوں نے برملا کہا:

"Yes do go & also pray for me over there."

(ضرور جائیں اور وہاں میرے لیے بھی دعائے خیر کریں)

یکم فروری ۱۹۹۶ء (۰۱/۲/۹۶) (غالباً ۱۲رمضان المبارک) کو میں جدہ روانہ ہوا۔ جدہ میں میری بیٹی ہوتی ہے۔ (میرا داماد بینک آف ہالینڈ (ABN) میں اچھی پوزیشن پر فائز ہے) جدہ ایئرپورٹ سے گھر روانہ ہوا۔ افطار سے کوئی تین گھنٹے قبل بیٹی، داماد اور بچوں نے نوید دی کہ دو نفل ادا کریں اور احرام باندھ لیں ہم لوگ بغرض عمرہ حرم کعبہ جائیں گے۔ جدہ سے مکہ معظّمہ ۴۵ کا منٹ کا سفر ہے۔ گاڑی اپنی تھی۔ خالقِ ارض و سما کے حضور پیش ہوکر جو دلی راحت اور سکون ملا وہ بیان سے باہر ہے۔ عمرہ سے فراغت کے بعد (نمازِ مغرب بھی وہیں مسجدالحرام ہی میں ادا ہوئی) وہاں سے روانہ ہوکر نمازِعشاء سے بہت پہلے ہم جلدہ چلے آئے۔ یوں اپنے قیامِ جدہ کے دوران جو ۲۹رفروری (بعداز عیدالفطر) تک رہا خاکسار نے ۹ بار حرم کعبہ کا طواف (عمرہ) کیا اور دو دفعہ سرکار دوعالم حضور پُرنور آقائے نامدار ﷺ کے درِ اقدس پہ حضوری کا شرف حاصل ہوا بلکہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں حضور ﷺ ہی کے دربارِ اقدس (مسجد نبوی) میں گزاری۔ مورخہ ۲۹رفروری ۱۹۹۶ء کو میں سعودی ایئرلائنز ہی کی پرواز سے کراچی واپس آیا۔ ۱۹۹۷ء اگست تک کسی قسم کی کوئی تکلیف یا آواز میں کوئی ناخوش گوار تبدیلی محسوس نہیں ہوئی۔ اس دوران میں اپنا Periodical check-up کرواتا رہا (ہر دو یا اڑھائی ماہ بعد) اگست ۱۹۹۷ء میں البتہ آواز میں وہی کیفیت پیدا ہونے لگی جسے طبی اصطلاح میں "Voice hoarsness" کہتے ہیں۔ بس پھر میں مارا مارا کہاں کہاں نہیں گیا۔ لاہور، اسلام آباد تمام بڑے بڑے سرطان کے مراکز اور ماہرین سے طبی معائنہ کروایا اور اُن کے مشوروں سے مستفید ہوا۔ آخرکار ڈاؤمیڈیکل کالج کے ENT پروفیسر اور سول ہسپتال کے شعبۂ حلق، ناک اور کان کے انچارج سرجن کے حتمی مشورے پر ذہن وقلب کو اس مرحلے کے لیے تیار کرلیا جس سے بچنے کے لیے میں نے کتنے ہی جتن کیے تھے اور حتیٰ المقدور کوشش کی تھی۔ مورخہ ۱۴رمئی ۱۹۹۸ء کو سول ہسپتال کے ENT وارڈ کے آپریشن تھیٹر میں پروفیسر سرجن جاوید عالم نے اپنے معاونین کی ٹیم کے ساتھ وہ کارنامہ سرانجام دیا جسے طبی اصطلاح میں (Total laryengectorny) کہتے ہیں۔ مریض کا ساؤنڈ بکس (آلہ صوت

فطری) نکال دیا جاتا ہے۔ سرطان اُسی ساؤنڈ بکس کی دوصوتی تاروں (Vocal Cords) کے درمیان برجمان تھا اور اب خوراک کی نالی کی طرف پیش قدمی کرنے والا تھا۔ پانچ گھنٹے تک جاری رہنے والے اُس میجر آپریشن (بلکہ اُسے میجر جنرل آپریشن کہنا زیادہ مناسب ہے) نے سرطان سے نجات کی نوید مسرت تو دی مگر ہمیشہ کے لیے قوتِ گویائی سے یکسر محرومی بھی مقدر بن گئی اور یوں یہ افضل خوش الحان، خوش ادا و خوش بیان ہمیشہ کے لیے بے نوا و بے زبان ہوکر رہ گیا۔ ابتدامیں تو عجیب قسم کی گھٹن بے چینی یاس و بے چارگی کے شدید احساس اور ذہنی دباؤ سے پریشان ہوکر کئی بار دل چاہا کہ موت کو گلے لگا لوں لیکن پھر اپنے سے بھی زیادہ بے کسی اور لاچارگی کے شکار کچھ لوگوں کو زندہ رہتے ہوئے ہی نہیں بلکہ زندگی کرتے ہوئے دیکھا تو اندر سے ایک ایسی لہر اُٹھی جس نے ذہن وقلب کی اس پوری کیفیت کو یکسر بدل ڈالا جو مجھے ''مایوسی'' کے گھمبیر اور خوف ناک اندھیروں کی طرف لیے جارہی تھی۔ ربّ ذوالجلال کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا کہ اُس نے ایک نعمت (قوتِ گویائی) واپس لے لی ہے تو باقی تمام نعمتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور پھر سب کچھ اُس کی رضا ہی سے ہوتا ہے۔ وہ علیم وبصیر ہے اور قادرِ مطلق بھی۔

۲۹رمئی کو ہسپتال سے گھر واپسی ہوئی تو ۲رجون کا برادرِمحترم! یہ قطعہ ہوا:

''یہ جو کچھ بھی ہوا ہے سب رضائے ذات باری ہے
مگر ہاں! قوتِ گویائی چھن جانے کا غم تو ہے
میں پھر بھی مطمئن ہوں کہ بفضلِ ربّ عزوجل
متاعِ آگہی، فکر و نظر، لوح و قلم تو ہے''

اسی کیفیت پر ایک اور قطعہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اگرچہ مال و زر سے بے نیازی اپنی فطرت ہے
زمانے میں جیے ہم خوش ادا و خوش بیاں ہوکر
ہوا اب جسم و جاں سے منقطع آواز کا رشتہ
تو جی لیں گے جہاں میں بے نوا و بے زباں ہوکر''

مشہور صنعتی ادارے ''الکوپ (ALCOP) سے راقم بسلسلۂ روزگار (ملازمت) منسلک رہا اور مورخہ ۳۰راپریل ۱۹۹۸ء (آپریش سے پہلے) بحیثیت ''اسٹورمنیجر'' مستعفی ہوگیا تھا۔ اگرچہ عمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی حمد ونعت کی طرف رجحان ہونے لگا تھا لیکن عمرہ کی ادائیگی اور حجازِ مقدس سے وطن واپسی کے بعد سخن گوئی کا رجحان حمد ونعت کی طرف زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ معروف سخن ور جناب حمایت

علی شاعر کے مخلصانہ مشورے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے کلام پر نظرثانی / اصلاح کے لیے عہد حاضر کے بزرگ اور قادرالکلام شاعر جناب راغب مرادآبادی کے حضور حاضر ہوا تو انھوں نے یہ کہہ کر مجھے حیران و ششدر کردیا کہ وہ تین چار روز سے میرے منتظر تھے (جناب حمایت علی شاعر نے ٹیلی فون پر اُن سے میرا تفصیلی ذکر کردیا تھا) میرا مسودہ (کلام) دیکھ کر اُس کی سرسری سی ورق گردانی کرتے ہوئے فرمایا، ''اس میں اصلاح کی کوئی اتنی زیادہ گنجائش تو نہیں بہرحال جہاں اور جتنا مناسب ہوا وہ کردیا جائے گا۔ مگر دو تین ماہ کے بعد میں نے اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی اور جب ان کے درِ دولت سے واپس لوٹا تو ایک ''عزمِ نو'' اور ولولۂ تازہ ''محسوس ہوا کہ عہدِ حاضر کے اتنے نامور اور باعظمت بزرگِ شعر و سخن نے میرے کلام کے بارے میں یہ کہا کہ اس میں اصلاح کی کوئی اتنی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔''

برادرِ محترم! گھر پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں یہ قطعہ ہوا:

''اک ولولہ تازہ بخشا مجھے انھوں نے
ذوقِ سخن کو میرے راہِ عمل دکھا دی
فکر نظر میں اعلیٰ، شعر و سخن میں افضل
ذیشان و محترم ہیں راغب مرادآبادی''

میرا نعتیہ مجموعۂ کلام ''عبدہ و رسولہ''(جس کی اصلاح حضرت راغب ہی نے فرمائی ہے) زیرطباعت و اشاعت ہے۔ پیش لفظ بھی انھوں ہی نے تحریر فرمایا ہے البتہ آرا جن اربابِ فکر و سخن کی ہیں اُن کے اسمائے گرامی ہیں، جناب حمایت علی شاعرؔ، جناب پروفیسر حفیظ تائبؔ، جناب پروفیسر سحرؔ انصاری اور جناب شبنم رومانی (مدیر ماہ نامہ ''اقدار'' اورمعروف شاعر) جیسا کہ تفصیلاً عرض کرچکا ہوں۔ علالت اور پھر حتمی علاج یعنی آپریشن کے باعث میں اس سلسلے میں تیز رفتاری سے اس کام کو آگے بڑھانے میں ناکام رہا ورنہ اب تک کتاب ہٰذا کی اشاعت اور تقریب رونمائی کا انعقاد بھی ہوچکا ہوتا۔ اپنے اس ''مجموعہ کلام'' میں شامل ایک نعتیہ نظم (مسدس کی صورت میں) بعنوان ''محمدؐ'' خط ہٰذا کے ساتھ ارسال کر رہا ہوں۔ اس نذرانۂ عقیدت و محبت (ظاہر ہے حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی) کی ندرت یہ ہے کہ اس کے ہر مصرعے کی ابتدا ''محمدؐ'' کے بابرکت اور مقدس لفظ ہی سے ہوتی ہے۔ یہ غلام اور گدائے درِ آقا اس میں کہاں تک کامیاب رہا ہے۔ برادرِ محترم! ضرور تحریر فرمائیے۔ مجموعۂ کلام اشاعت کے فوراً بعد اوّلین فرصت میں آپ کو ارسال کرنے میں ان شاء اللہ العزیز کسی قسم کی تاخیر راہ

میں حائل نہیں ہونے دوں گا۔ آپ اس خستۂ جاں نحیف و ناتواں (اور اب بے نوا و بے زبان بھی) افضل کے لیے دعا ضرور کریں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں مجھے آواز گم گشتہ کی نعمت دوبارہ عنایت فرمائے (آمین) سعید احمد کشتی والا صاحب سے مجھے ''نعت رنگ'' کے چھٹے ایڈیشن کے ساتھ آپ کا مجموعۂ کلام ''خوابوں میں سنہری جالی ہے''[۱] ملا ہے۔ بصد شوق و محبت مطالعہ کررہا ہوں اور ہاں برادرِ محترم! حضرت راغب مرادآبادی کے مکتب فکر وسخن ہی سے فیض یاب ہونے والے اُن کے ایک ہونہار انتہائی شریف النفس، صاحب کردار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شاگرد شاعر عزیزم مسعود چشتی کا اوّل ترین مجموعۂ کلام ''کشتی'' (حمد و نعت) ''تسکین قلب''[۲] اشاعت پزیر ہوچکا ہے جس کا ایک نسخہ خاکسار بذاتِ خود آپ کے لیے جناب سعید احمد کشتی والا مینجنگ ڈائریکٹر (الکوپ) کو دے کر آیا ہے اور انھوں نے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ جلدی آپ تک پہنچا دیا جائے گا اور جسمانی نقاہت راہ میں مائل نہ ہوتی تو آپ کے پاس خود حاضر ہونا میرے لیے یقیناً باعث فخر ہے اگر زیرنظر خط پہنچے تک وہ نسخہ (تسکین قلب) آپ کو نہ ملا ہو تو آپ جناب سعید کشتی والا صاحب سے ٹیلی فون پر رابطہ کرلیں۔ پُرخلوص اور نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت کا طلب گار ہوں۔ اللہ نگہبان!

(میرا استحقاق تو نہیں ہاں اگر آپ کی گوناگوں ادبی شعری مصروفیتوں کے باوجود چند ہی جملوں پر مشتمل مختصر سا خط جواباً آیا تو یہ ایک ''محبت نامہ'' ہوگا اور میرے لیے باعث فخر و انبساط بھی)

افضل الفت

☆ افضل الفت، شاعر ادیب، نعت نگار۔

۱۔ ۱۹۹۷ء، مرتب: عزیز احسن، کراچی: فضلی سنز، بار دوم، ۱۰۰

۲۔ ۱۹۹۸ء، کراچی: راغب مرادآبادی اکیڈمی، بار اول، ۱۷۶ص

افضل خاکسار، محمد (فیصل آباد)

۲۹/ جنوری ۲۰۰۵ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب!

'نعت رنگ' کی محفلِ رنگ و نور میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہا ہوں۔ 'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ میں اس وقت میرے زیرِ مطالعہ ہے۔ صفحہ ۴۱۹ سے علامہ کوکب نورانی کا مکتوب شروع ہوتا ہے اور

صفحہ۴۸۰ پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ حضرت علامہ چوں کہ میدانِ جرح و تعدیل کے شہسوار ہیں، لہٰذا انھیں خود بھی بارِ تنقید برداشت کرنا ہوگا۔ صفحہ۴۲۱ پر اُن کا ایک جملہ ہے 'میں نے اللہ کریم اور اس کے سیّد المعصومین ﷺ رسولِ کریم ﷺ کے لیے لکھے اور کہے جانے والے کسی منفی و ناروا لفظ وخیال کو گوارا نہیں کیا۔'

میرے خیال میں علامہ موصوف اپنی تحریر میں یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا عصمتِ رسول ﷺ کے حوالے سے کچھ اہلِ قلم منفی و ناروا رویہ اپنائے ہوئے ہیں جب کہ حضرتِ موصوف ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ 'سیّدالمعصومین' کی ترکیب اُن کی اسی ذہنی کیفیت کی آئینہ دار ہے۔

جہاں تک فصاحتِ کلام کا تعلق ہے، اُن کا مذکورہ بالا جملہ بوجھل اور غیر فصیح ہے۔ یہاں مجھے اُن سے ایک سوال بھی پوچھنا ہے وہ یہ کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تو 'سیّدالمعصومین' کی ترکیب 'استعمال' فرمائی مگر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خالق و مالک اور معبودِ واحد اللہ ربّ العزت کے لیے ایسی سعیِ بلیغ کیوں ضروری نہ سمجھی۔ بحوالہ عصمت ہر دو مقام پر قرینۂ کلام یکساں ہونا چاہیے تھا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوا؟

مجھے چوں کہ حضرت علامہ کی خدمت میں مزید گزارشات بھی پیش کرنا ہیں لہٰذا آیندہ سطور میں میرے مخاطبِ اوّل وہی رہیں گے۔

قارئینِ کرام! صفحہ۴۲۱ پر ہی ایک اور جملہ ملاحظہ ہو 'اور انھیں یہ بُرا لگا کہ کسی منفی یا ناروا لکھنے کہنے اور ماننے وقبول کرنے والے کے لیے کوئی رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی'۔

عالی جاہ! 'ماننے وقبول کرنے والے' ماننے اور قبول کرنے والے کے لیے، واوِ عاطفہ 'ماننے' کے بعد لگانے کا کیا قرینہ ہوا۔ لفظ 'ماننا' نہ تو عربی زبان کا لفظ ہے اور نہ ہی فارسی زبان کا۔ سو، اس لفظ کے ساتھ واوِ عاطفہ لگا کر اسے مرکب عطفی کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔

'رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی' رعایت کی نفی کے بعد تکریم کی نفی بے معنی سی بات ہے۔ جہاں 'رعایت' کی گنجایش نہ ہو، وہاں 'تکریم' کیوں کر متصور ہوئی؟

'رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی' فاعل جملے کے آغاز میں چاہیے، یوں کیوں نہیں کہتے:
'میں نے رعایت یا تکریم نہیں کی' یہ بات تو ہوئی گرامر کے حوالے سے، جب کہ قرینۂ کلام

کے حوالے سے جملہ یوں چاہیے 'میں نے تکریم یا رعایت نہیں کی' تکریم پہلے لائیں اور رعایت بعد میں۔

اب اسی جملے کو فکری و فنی اعتبار سے دیکھتے ہیں، رعایت اور تکریم دو لفظ ہیں جو باہم نہ تو مترادف ہیں نہ متضاد اور نہ ان میں کوئی صوتی ہم آہنگی ہے۔ اسی طرح اگر سیاق و سباق کے حوالے سے بھی دیکھیں تو کوئی لف ونشر مرتب یا غیر مرتب والی صورتِ حال بھی نہیں، پھر ان الفاظ کی پیوندکاری کا کیا جواز ہوا؟ یہ تو پریشاں گوئی ہے جس کا نتیجہ مغائرتِ فکری و بعدِ معنوی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

صفحہ۴۲۲... 'یہ فقیر بے توقیر سراپا تقصیر عرض گزار ہے کہ ان شاء اللہ میں یہ 'جرم' کرنا اپنی سعادت شمار کرتا رہوں گا اور اللہ کریم جل شانہ سے اس 'جرم' پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا۔ اہلِ ایمان سے بھی اپنے حق میں اس دعا کی التماس کرتا ہوں'۔

حضرت! ہم تو آپ کو صاحبِ منزلت ہستی سمجھتے ہیں۔ 'دُور درشن' پر آپ کا دُور ہی سے 'درشن' کرکے خوش ہو لیتے ہیں، ویسے کسی زمانے میں کچھ تھوڑی سی قربت بھی نصیب ہوئی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کو ابھی 'خط' نہیں آئے تھے، یا آئے تھے تو ابھی ریش مبارک کا تکلف نہ فرماتے تھے... بہرکیف ہم آپ کے دیرینہ نیازمندوں میں سے ہیں لہٰذا اسی نیازمندی کی بنا پر عرض گزار ہیں کہ آپ خواہ مخواہ کی کسرِ نفسی سے کام لیتے ہوئے خود کو 'بے توقیر' کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔ بھلا 'یہ فقیر بے توقیر سراپا تقصیر' لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ سچے دل سے خود کو 'فقیر' کہہ لینا ہی کافی تھا۔ اور ہاں، یاد رہے، فقیر لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو کسی کا دل نہیں دُکھاتے، اپنے اعلیٰ اخلاق سے غیرمسلموں کے دل بھی جیت لیتے ہیں مگر آپ کیسے فقیر ہیں کہ ثنانگارانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے بھی نرمی نہیں۔ آپ اگر صدقِ دل سے محسوس کرتے ہیں کہ کوئی لفظ شایانِ رسالت مآب ﷺ نہیں تو آپ نرمی اور پیار سے رائے دے سکتے ہیں مگر اپنے مسلک کو دوسروں پر ٹھونسنا، فقہی مسائل کو لے بیٹھنا، ایک ایک حرف پر تنقید کرنا اور ساتھ ہی اصلاح کا فریضہ بھی سرانجام دینا، یہ تو دوسرے اہلِ قلم کی کھلی کھلی تضحیک ہے۔ یقین جانیے آپ کا اپنا کلام بھی فصاحتِ زبان و بیان سے صد مرحلہ دُور ہے۔ بطورِ دلیل چند سطور تحریر کی جا رہی ہیں، اُمید ہے آپ خندہ پیشانی سے برداشت فرمائیں گے۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی آپ کے خود کو 'بے توقیر' لکھنے کے حوالے سے۔

میرے محترم! آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ آپ کے ذاتی حوالے سے نیز آپ کے والدِ گرامی

قدر مرحوم و مغفور کے حوالے سے کتنے لوگ آپ سے رشتۂ عقیدت میں منسلک ہیں۔ آپ تو خود کو 'فقیر، بے توقیر، سراپا تقصیر' کہہ کر اپنے ذوقِ کسرِ نفسی کی تسکین فرما لیں گے، مگر کل آپ کے عقیدت مندوں کے لیے آپ کی یہ کسرِ نفسی مسئلہ بن جائے گی۔ آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اسی قسم کی کسرِ نفسی کا مظاہرہ کیا تھا:

کوئی کیا پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کُتّے ہزار پھرتے ہیں

جس کا خمیازہ آج تک بریلوی حضرات بھگت رہے ہیں۔ بے چارے عقیدت کے مارے کبھی 'کُتّے' کی جگہ 'کِتّے' پڑھتے ہیں اور کبھی 'کتنے' پڑھتے ہیں، دراں حالے کہ اسی نوع کے اور بھی بہت سے اشعار ہیں جو اعلیٰ حضرت کے کلام کا حصہ ہیں مثلاً:

اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
عمر بھر میرے گلے میں رہے پٹّا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اور

تجھ سے در در سے ہے سگ سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

'اس جرم پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا۔ اہلِ ایمان سے بھی اپنے حق میں اس دعا کی التماس کرتا ہوں' اس جملے میں آپ 'مستقبل' سے یک لخت 'حال' میں جلوہ گر ہوئے ہیں، ممکن ہے اپنے پیری مریدی اپنے مشاغل کے حوالے سے طےِ زمانی ایسی کرامات دکھانا آپ کی کوئی مجبوری ہو، مگر اس کے لیے 'نعت رنگ' کی محفل کو تو تختۂ مشقِ ستم نہ بنائیں۔

اس 'جرم' پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا، لفظ 'جرم' اور پھر اُس پر 'استقامت کی دعا'، سچ بتائیں آپ کا ذوقِ لطیف کیا کہتا ہے؟ کیا پیرایۂ اظہار یوں ہی چاہیے تھا؟ کیوں خواہ مخواہ اپنے لیے بھی مسائل پیدا کر رہے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی۔ یقین جانیے، نہ آپ وہ 'مجرم' ہیں جو حبِ رسول ﷺ میں گرم ریت پر لٹائے جاتے ہیں، دہکتے انگاروں میں پھینک دیے جاتے ہیں، گرم سلاخوں سے جن کی

زبانیں اور بدن داغے جاتے ہیں مگر وہ دامانِ حبِ رسول ﷺ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور نہ ہی آپ کے مخاطبین خدانخواستہ دشمنانِ رسول ﷺ۔ کاش! آپ اُمت میں تفرقہ بازی کی قباحتوں کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاجِ معلیٰ و سیرتِ طیبہ کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش فرماتے۔

ص۴۲۲ پر ہی ذرا آگے چل کر آپ فرماتے ہیں، 'جناب صغیر احمد صدیقی نے حوالے کے لیے صفحہ نمبر اور سطر نمبر تو تحریر کی لیکن معترضہ جملہ نشان زد نہیں کیے۔ کیا اسے شرارت نہ کہا جائے۔

عالی جاہ! نشان زد کا مطلب ہوتا ہے انڈر لائن کرنا۔ جب کسی تحریر کا معتدبہ حصہ درج کیا جائے تو اس میں سے زیرِ بحث حصہ نشان زد کیا جاتا ہے جب کہ صغیر احمد صدیقی صاحب نے سرے سے کوئی جملہ تحریر ہی نہیں کیا، صرف آپ کی تحریر کے حوالے سے صفحہ نمبر اور سطر نمبر کی نشان دہی فرمائی ہے۔ آپ اُن سے معترضہ جملے نشان زد کرنے کا تقاضا اُس صورت میں کر سکتے تھے۔ جب انھوں نے آپ کی کوئی عبارت درج کی ہوتی اور آپ اُس عبارت میں سے قابلِ اعتراض جملے نشان زد کرنے کا مطالبہ فرماتے۔ آپ ہی فرمائیں، لفظ 'نشان زد' استعمال کرنے کا مذکورہ بالا صورتِ حال کے تناظر میں کوئی قرینہ بنتا ہے؟ ہمیں تو یہ آپ کی کوئی 'شرارت' لگتی ہے ورنہ آپ اتنے بے خبر تو نہیں۔ لفظ 'نشان زد' سے ایک شعر یاد آ رہا ہے، اگر بے محل نہ خیال فرمائیں تو عرض کیے دیتا ہوں:

محبت ایں چنیں بندہ نوازی ایں چنیں باید
زدی کشتی شکستی سوختی انداختی رفتی

ص۴۲۳، ۴۲۴... 'احمد صغیر صاحب کو اس فقیر نے خواب دکھائے نہیں بلکہ مستند کتابوں میں معتمد و ثقہ شخصیات کے بیان اور خواب بتائے ہیں اور انھی کتابوں اور شخصیات کی نقل کی ہوئی حکایات پیش کی ہیں۔'

بہت خوب! آج پتا چلا کہ شخصیات کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی حکایات نقل کرتی ہیں۔ میرے خیال میں کتابوں سے حکایات نقل کی جاتی ہیں، کتابوں نے کبھی حکایات نقل نہیں کیں۔

'وہ لوگ یہ بھی دیکھیں کہ 'نشتر زنی' کون کرتا ہے؟ اور کیوں کرتا ہے؟ ایسے مرحلوں پر ان دوستوں کا مشورہ یاد آتا ہے کہ کن لوگوں کی باتوں پر وقت اور محنت ضائع کر رہا ہوں، کیوں کہ تحمل سے ہر تلخی و تندی کے باوجود ہر طرح کے اعتراض پر حقایق اور تفصیل پیش کرنا بھی میرا جرم شمار ہو رہا ہے۔'

میرے نزدیک مذکورہ بالا جملے ترکیبِ نحوی اور فصاحتِ لسانی کے تقاضوں کے حوالے سے کچھ اس طرح ہونے چاہییں:

’وہ لوگ یہ بھی دیکھیں کہ ’نشتر زنی‘ کون کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ اس مرحلے پر ان دوستوں کا مشورہ یاد آتا ہے کہ کن لوگوں کی باتوں پر وقت اور محنت ضائع کر رہا ہوں، کیوں کہ ہر طرح تلخ و تند اعتراضات کے مفصل جوابات تحمل اور شایستگی سے پیش کرنا بھی میرا جرم شمار ہو رہا ہے۔‘

’اس بہانے جانے کتنے لوگوں کی حقایق سے آگہی کا بیان ہوجاتا ہے‘۔ جملہ یوں چاہیے:

’اس بہانے جانے کتنے لوگوں کے لیے حقایق سے آگہی کا سامان ہوجاتا ہے۔‘

’کاش کہ احمد صغیر صاحب اس راہ کے مسافر ہوتے تو انھیں ان باتوں کی قدر ہوتی۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ ’نعت رنگ‘ کے قارئین کو یہاں کچھ جھلکیاں دکھاؤں‘۔

جملہ یوں چاہیے:

’کاش! احمد صغیر صاحب اس راہ کے مسافر ہوتے اور انھیں ان باتوں کی قدر ہوتی۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ ’نعت رنگ‘ کے قارئین کی خدمت میں چند مثالیں پیش کی جائیں۔‘

صفحہ ۴۲۷...آخری تین سطور۔’وہ خواب جن میں فی الواقع رسولِ پاک ﷺ کو دیکھا گیا ہے اس کی تفصیل اور اس کے احکام کا بیان اس کے سوا ہے۔ ایسے سچے خوابوں کی تضحیک کرنا غیر معمولی اور سنگین فعل ہے۔‘

سبحان اللہ! ایک طرف لفظ ’استعمال‘ بھی کھٹکتا ہے، دوسری جانب لفظ ’فعل‘ کی سنگینی کا بھی احساس نہیں۔ ’سنگین فعل‘ کی بجائے ’سنگین امر‘ بھی تو کہہ سکتے تھے لیکن شاید طبعِ عالی کو لفظ ’فعل‘ ہی مرغوب ہے خواہ ’سنگین‘ ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں تک سچے خوابوں خصوصاً ان خوابوں (جن میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا گیا ہو) تضحیک کا تعلق ہے تو یہ تضحیک کون کرتا ہے؟ ابھی معلوم کر لیتے ہیں۔

حضورِ والا! کیا خیال ہے اُس خواب کے بارے میں جو بانیِ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی بیان کرتے ہیں۔ اُس خواب میں تو آں حضرت ﷺ بہ نفسِ اطہر تشریف فرما ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا نقشہ بنا کر دکھاتے ہیں۔ تو کیا آپ اس خواب کے مؤید ہیں؟ اگر آپ کو خواب بیان کرنے والے کی صدق بیانی پر اعتماد نہیں تو پھر یہ اعتراض تو خواب بیان کرنے والے ہر شخص پر وارد کیا جاسکتا ہے۔ دراصل ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے دوہرے معیار قائم کر رکھے ہیں۔

ص ۴۲۸...’جناب احمد صغیر صدیقی کے ’علم و فہم‘ کے مقابل، میں اور میرا پیش کیا ہوا عقاید،

اصول اور کتاب کا ہر بیان کوئی معنی نہیں رکھتا۔'

معاف فرمانا، آپ کا مذکورہ بالا جملہ فصاحتِ لسانی سے بالکل عاری ہے۔

ص۴۳۵...'رشید صاحب! اس کتاب کا نام اسی لیے تحریر کیا تھا کہ آپ کو یا 'نعت رنگ' کے کسی پڑھنے والے کو اس بارے میں آگہی ہوجائے لیکن آپ اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع چاہتے ہیں۔'

جملہ یوں چاہیے:

'رشید صاحب! اس کتاب کا نام اسی لیے تحریر کیا تھا کہ آپ کو اور 'نعت رنگ' کے پڑھنے والوں کو اس بارے میں آگہی حاصل ہوجائے لیکن آپ اپنے پروفیسر صاحب کا دفاع چاہتے ہیں۔'

حضرت! اردو زبان کا اپنا ایک مزاج، محاورہ اور قرینہ ہے۔'آپ اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع چاہتے ہیں۔' لفظ دفاع چوں کہ عربی زبان کا لفظ ہے اور آپ شاید اسی تناظر میں اسے لے رہے ہیں مگر اردو میں 'سے دفاع' کی بجائے 'کا دفاع' لکھا جائے گا۔ عربی زبان میں لفظ شجر 'شَجَرَ ۃ' کے لیے تانیث کا صیغہ استعمال ہوتا ہے جب کہ اردو میں لفظ شجر مذکر آتا ہے۔ اسی نوع کی متعدد دیگر مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن سے واضح ہوجائے گا اردو زبان و محاورہ کے مطابق ہی اردو میں کلام کرنا چاہیے۔ لفظ 'کلام' ہی کو لیجیے، عربی میں یہ مؤنث ہے جب کہ اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔

ص۴۳۸، سطر:۶...'رُخ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں۔'

عالی جاہ! 'فثم وجهه اللّٰه' کا ترجمہ آپ کیا کریں گے۔

صفحہ۴۳۹...'مدیر کا مؤقف اور حق تو وہی بیان کریں تو بہتر ہے۔' کیا لفظ 'تو' کی تکرار یہاں خلافِ فصاحت نہیں؟

ص۴۴۵...'رشید ارشد صاحب! حقایق کے بیان کو مناظرہ، مجادلہ اور فرقہ پرستی آپ قرار دے دیں تو صرف آپ کے کہنے سے وہ ایسا ہی نہیں تسلیم کرلیا جائے گا۔'

لفظ 'نہیں' لفظ 'تسلیم' کے بعد آنا چاہیے۔ لفظ 'وہ' یہاں غیرضروری بھی ہے اور بے محل بھی۔ اس کے علاوہ لفظ 'ہی' بھی زاید ہے۔ جملہ یوں چاہیے:

'صرف آپ کے کہنے سے ایسا تسلیم نہیں کرلیا جائے گا۔

صفحہ۴۴۱...'جناب احمد صغیر صدیقی کہتے ہیں کہ بشر تو مٹی سے بنا ہے۔ وہ شاید جاننا چاہتے ہیں کہ خاک

اور نور کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟ ان کی توجہ کے لیے عرض کروں گا کہ 'جگنو' چھوٹا سا کیڑا ہے اور مٹی سے بنا ہے، اس میں بھی نور ہے اور یہ بھی ملاحظہ ہو، حضرت جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں۔ اُن کے نوری ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں۔ وہ حضرت مریم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو قرآن کے الفاظ میں 'فتمثل لھا بشرا سویا' (مریم:۱۷) [وہ اس کے سامنے ایک تن درست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا] حضرت جبریل امین علیہ السلام کیا اُس وقت نور نہیں تھے؟ شکلِ بشری میں آنا، نور ہونے کی نفی نہیں کرتا۔'

حضرتِ والا! قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی فرشتوں کا بشکلِ انسانی ظاہر ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ کھانا تناول کرنے کی دعوت دی تو وہ بول اٹھے کہ ہم تو فرشتے ہیں، ہم کھانے پینے سے مبّرا ہیں۔ اس حوالے سے ثابت ہوا کہ فرشتے بشری صورت میں ظاہر تو ہوسکتے ہیں، مگر وہ صفاتِ بشری سے متصف نہیں ہوسکتے۔ آپ غالبًا اپنے مخصوص مسلک کی وجہ سے آں حضرت ﷺ کے لیے لفظِ 'بشر' کے قائل نہیں۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عامۃ الناس کے لیے لفظِ 'بشر' عمومیت کا حامل ہے۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ کے لیے اس لفظ کی نسبت کرنا ہو تو خیرالبشر یا افضل البشر کہا کریں، البتہ اربابِ تحقیق و مشاہدہ جو عظمتِ بشر سے بخوبی آگاہ ہیں، اُن کے ہاں لفظِ بشر متضمّن بہ کمال ہونے کے باعث چنداں مضر نہ ہے۔

ص۴۳۹...'نعت رنگ' میں میری تحریروں سے اگر تمام قارئین واقعی 'بے مزہ' ہوتے تو وہ بھی اس کا اظہار کرتے۔'

ص۴۲۱...'نعت رنگ' شمارہ ۱۶ میں جناب احمد صغیر صدیقی، جناب ظہیر غازی پوری، جناب رشید ارشد، جناب ریاض حسین زیدی اور جناب مجید فکری نے اپنے خطوں میں مجھ گنہ گار کو گرم لفظوں اور لہجوں سے یاد فرمایا ہے۔'

حضورِ والا! 'نعت رنگ' کے پانچ جلیل القدر صاحب الرائے اہلِ قلم قاری، جن کی اپنی نگارشات بھی اس مجلّے کی زینت بن رہی ہیں، بہ یک وقت آپ کے نشترِ قلم سے مجروح دکھائی دے رہے ہیں، الامان والحفیظ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، مگر آپ ہیں کہ فرمائے جا رہے ہیں کہ یہ تو محض چند افراد ہیں، تمام قارئین تو نہیں۔ کیا آپ واقعی تمام قارئین کو 'بے مزہ' کر کے ہی دم لیں گے؟

جناب صبیح رحمانی سے میرا گزارش ہے کہ 'نعت رنگ' کے لیے لکھنے والے انتہائی قابلِ قدر

لوگ ہیں براہِ کرم ان کو یوں بے توقیر نہ فرمائیں۔

علامہ کوکب نورانی کی خدمت میں بصد احترام گزارش ہے کہ اگر آپ واقعی خود کو محبِّ رسول ﷺ سمجھتے ہیں تو مستشرقین کی گستاخانہ تحریروں سے لائبریریاں بھری پڑی ہیں، اُن کا رد تحریر فرمائیں۔

اس طرح جہاں اُمت کا بھلا ہوگا، وہاں آپ بھی اپنی بات کو انگلش لینگویج کے ذریعے بھی Zip hold کرنے کا ہنر بن جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

محمد افضل خاکسار

☆ افضل خاکسار (پ:۱۹۵۴ء)، شاعر و ادیب، کتب: ''نوید بخشش'' (نعتیہ مجموعہ)

10-02-2005

مکرم و محترم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ شکریہ

چند سال قبل فیصل آباد میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا جس کی شیرینی کا ابھی تک احساس ہوتا ہے۔ آپ سے ترنم میں نعتیں سننے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی، ڈاکٹر ریاضؔ مجید، کوثر علی اور جناب حافظؔ لدھیانوی مرحوم بھی شریکِ محفل تھے۔ آپ کی خوب صورت مترنم آواز میں خوب صورت نعتیں خلدِ گوش و فردوسِ سماعت تھیں۔

میرا نعتیہ مجموعہ ''نویدِ بخشش''[۱] زیرِ طباعت ہے جس کی اشاعت کے تمام تر اخراجات پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ میرے خیال میں ''نعت رنگ'' کو اگر غیرضروری مباحث سے پاک رکھا جائے تو بہتر ہے۔ آخر میں علامہ کوکب نورانی کی خدمت میں آپ کی وساطت سے نیازمندانہ سلام۔

نیاز آگیں
افضل خاکسار

۱۔ ۲۰۰۷ء، بار اول، ۱۹۸ص

اقبال احمد صدیقی (کراچی)

۲۵/ جنوری ۲۰۰۵ء

صبا کے ہاتھ پھولوں کو جو پیغامِ بہار آیا
جنونِ عقل پرور کے لیے وقتِ قرار آیا
خوشا وہ اعتکاف روضہ جنت مدینے میں
نصیب اس کے جو دو گھڑیاں وہاں جا کر گزار آیا

(سید ابو معاویہ ابوذر بخاری)

برادرم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
امید ہے اللہ کے فضل و کرم سے آپ مع رفقائے کار اور اہل خانہ بخیر و عافیت ہوں گے۔
چند روز قبل عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے آپ کا تہنیت نامہ مسرت افزا موصول ہوا۔ کچھ دیر سوچا آپ خوب سے خوب تر معروف ہیں۔لیکن مجھے کہاں ملے اور میں یادوں کے ہجوم میں کہیں مع نام کے محفوظ رہ گیا۔ پھر وہ منظر سامنے آ گیا جب محفل مشاعرہ کی ایک شب بقائی فاؤنڈیشن کے فہمی ہیلتھ ایجوکیشن سینٹر گلبرگ میں ہماری ملاقات ہوئی۔ آپ نے کچھ حال سنایا۔گرد و پیش کی سرد مہری کا شکوہ کیا۔ تو میں نے آپ کی دل جوئی کی حوصلہ بڑھایا۔ یہ بھی کہا کہ آپ کو رحمت خداوندی سے نعت و منقبت کی ادائیگی کا اسلوب خاص قدرت کی جانب سے ملا ہے۔ وہ ایک پہاڑی چشمہ کا بہاؤ ہے۔ اور مزاحمت کے خس و خاشاک کو ایک دن بہا کر لے جائے گا۔ آپ سنجیدگی سے اپنا شوقِ نعت جاری رکھیں۔ چوں کہ مجھے روزنامہ ''جنگ'' اور ''اخبارِ جہاں'' کے زمانے سے ان نشیب و فراز کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

بہرحال میں آپ کو اور چیئرمین صابر داؤد صاحب کو اکیڈمی[۱] کے قیام پر دلی مبارک پیش کرتا ہوں اور ساتھ میں کامیابی اور سرخ رو ہونے کی دعائیں بھی۔

خیراندیش
اقبال احمد صدیقی

☆اقبال احمد صدیقی، ادیب وصحافی، سابق ایسوسی ایٹ ایڈیٹر ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کراچی، سیرت نگار،
کتب: ''مدینہ منورہ کی عظمت ومحبوبیت''، قائداعظم اوران کے سیاسی رفقاء''، ''مقالات ہاشمی''۔
ا۔مہرمنیر اکیڈمی (انٹرنیشنل) کراچی۔

اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ (لاہور)

07-02-1996

عزیز محترم صبیح رحمانی صاحب زید لطفہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' کا تازہ ایڈیشن[شمارہ ۲] ملے دو ہفتے ہوگئے ہیں۔ میں کثرتِ کار اور رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے مجلّہ پر نہ ہدیۂ تبریک پیش کرسکا، نہ اپنے تاثرات حوالہ قلم کرسکا، البتہ رمضان کی مبارک راتوں میں ''نعت رنگ'' کے صفحات پر بکھرے ہوئے گل ہائے رنگارنگ کے مطالعہ سے دل و دماغ کو محظوظ کیا۔ آپ نے سنہری اور روپہلی سرورق کے خوب صورت مجلّہ کو دیدہ زیب بھی بنایا ہے اور گراں قدر مضامین سے علمی شاہ کار کی حیثیت سے سجا کر اہلِ نظر کو دعوتِ مطالعہ دی ہے۔

اگرچہ میں پہلے ایڈیشن کے مطالعہ سے محروم رہا ہوں مگر موجودہ ایڈیشن نے ''قندمکرر'' کی بجائے ''لطف تازہ'' کا حصہ بخشا ہے۔ مجھے حافظ محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون ''نعت کا مثالی اسلوبِ نظم'' نے بہت کچھ دیا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے قدیم نعت گوئی کے مختلف ادوار کو جس عالمانہ اور محققانہ انداز میں بیان کیا ہے، اس سے بہت سی علمی شخصیتیں سامنے آئی ہیں۔ فقیر مرحوم اردو ادب کے علاوہ عربی اور فارسی پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ انھوں نے نعت کے میدان میں جن قادرالکلام شعرا کے اندازِ سخن کو سامنے لاکر دل و دماغ کو درخشاں کیا ہے وہ گلبن مصطفوی ﷺ کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ مجھے اس مضمون کو اس نسبت سے بھی لفظ بلفظ پڑھنا پڑا کہ حافظ محمد افضل فقیر مرحوم ایم اے فارسی میں میرے ہم سبق تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج لاہور کی کلاس روم میں میرے دائیں جانب سیٹ پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس طرح مجھے ان کی سرگوشیوں کی لمس اب تک محسوس ہوتی ہے۔ میں دینی مدارس میں پڑھ کر اورینٹل کالج تک پہنچا تھا اور ایم اے میں داخلہ لے کر فقیر کا ہم سبق بنا۔ حافظ محمد افضل فقیر (جو عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے) اسباق سے فارغ ہوتے تو کالج کے صحن میں جا بیٹھتے تھے۔ اس زمانہ میں

جامیؔ، رومیؔ، حافظؔ اور سعدیؔ کے اشعار یاد تھے۔ میں انھیں کوئی شعر یاد دلاتا تو افضل فقیر کا چشمہ ذہانت اُبل پڑتا۔ پھر ان کی زبان سے نامور سخن دانانِ فارس کے اشعار کے دریا بہہ نکلتے۔ میرے علاوہ ہمارے دوسرے کلاس فیلوز اپنے ذوق کے مطابق فقیر محمد افضل سے اشعار سنتے،بعض اوقات کلاس روم میں اپنے اساتذہ کے سامنے فارسی اشعار سنانے کا موقع ملتا تو ہم ان کی زبان کی حلاوت اور یادداشت پر ہدیۂ تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکتے۔ وہ زندگی کے مختلف ادوار میں ملتے رہتے تو اپنے علمی خزانوں سے مجھے کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ ایک دور آیا جب انھیں ''بیدلؔ'' [ا]نے بڑا متاثر کیا وہ اکثر ان کے اشعار سناتے اور ساتھ ساتھ اس کی تشریح کر کے میرے لیے آسانیاں بہم پہنچاتے۔

مجھے ان کا مضمون پڑھ کر ان کی قلم کی روانی اور بلند پایہ نعت گوشعرا سے تعارف کا جو موقع ملا ہے وہ میرے مطالعہ کا ایک خوش گوار حصہ ہے۔

علامہ رشید وارثی صاحب کا مقالہ ''اردو نعت میں شانِ اُلوہیت کا استخفاف'' پڑھ کر ان کی باریک بیں نگاہ تنقید پر داد دینے کو جی چاہا۔ انھوں نے بڑی ژرف خیالی سے ایسی لطیف باتیں بیان کی ہیں۔جن پر واقعی وہ ہدیۂ تحسین کے مستحق ہیں۔ بایں تحقیق و خوبی وہ بعض مقامات پر اپنے منطقی اور فلسفی پیرائے سے اہلِ سخن کو نشانۂ تنقید بناتے چلے جاتے ہیں تو بات اُٹھانے کو جی چاہتا ہے۔بعض مقامات پر بات کرنے کو جی چاہتا ہے مگر:

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں مری!

ان کی تنقید سے الفاظ و بیان کی پرواہ نہ کرنے والے اربابِ سخن کو لکھنے سے پہلے صدبار سوچنے کا موقع ملے گا۔ ورنہ ہم خیابانِ نعت میں بیٹھے جس سرمستی سے جھومتے چلے جاتے ہیں وہاں ذہن و فکر کی رکاوٹیں بھی آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ مزید تحقیق کی توفیق عطا فرمائے ان کی کاوش نے مجھ جیسے بے پرواہ قاری کو بے حد محظوظ فرمایا ہے۔

عاصی کرنالی صاحب کا کلام پڑھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ وہ مختلف انداز میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔مگر آپ نے ''نعت رنگ'' کے صفحات پر جس انداز میں ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات'' کے عنوان سے پیش کیا ہے، وہ قابلِ صد ستائش ہے۔ اگرچہ عروض و قوافی اور اوزان و بحور کا دور بہت پیچھے رہ گیا ہے اور اب یہ تمام پیمانے شعری دنیا میں ایک ایک کر کے ٹوٹ کر قدیم شعر کی سکریپ کی منڈی میں چلے گئے ہیں۔ تاہم کرنالی صاحب نے کمپیوٹرز کے اس دور میں مقیاسِ فکر لے کر جس انداز سے اپنے مقالے کو سنوارا ہے اس سے کم لوگ استفادہ کریں گے مگر علم آخر

علم ہے۔ بایں ہمہ انھوں نے ''گاہے گاہے بازخواں ایں دفتر پارینہ را'' کی رسمِ سخن شناسی اور روایت شعر سنجی کو تازہ کردیا ہے۔ یہ مضمون میرے حلقہ کے ''اوزانِ شناسانِ سخنوری'' کو یقیناً پسند آئے گا۔

''دبستاں کراچی کی نعتیہ شاعری'' آپ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے آپ نے کراچی کے اکثر نعت نویس اور نعت خوان حضرات سے ملاقات کرا دی ہے اور ان کے شعری انداز کی مثالیں دے کر اپنے مضمون کو دل کش اور وقیع بنا دیا ہے۔ ماشاء اللہ

''نعت رنگ'' کے تازہ ایڈیشن میں یوں تو تمام مضامین قابل صد ستائش ہیں اور میں نے اکثر مضامین کو پڑھ کر مضمون نگار کے زورِ قلم اور بلند تخئیل کے لیے دعائیں کیں۔ مگر آپ نے آخر میں بعض گوشے سامنے لاکر ایک نہایت ہی عمدہ کام کیا ہے۔ مجھے اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سیّد آفتاب احمد صاحب نقوی مرحوم[۲] کے گوشہ نے بڑا متاثر کیا ہے۔ آپ نے اس آفتاب نعت و عقیدت کو ہدیۂ تحسین پیش کرکے عمدہ کام کیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم نے ہی مجھے آپ سے متعارف کرایا تھا۔ جب آپ کراچی چلے گئے تو وہ میرے پاس آئے۔ آپ کی بے پناہ تعریف کی۔ مفصل تعارف کرایا۔ غالبًا وہ آپ کے سامنے وہ کلمات نہیں کہنا چاہتے تھے جو انھوں نے آپ کے بعد بیان کیے۔ انھوں نے مجھے تاکید فرمائی کہ ''صبیح رحمانی'' سے مرکزی مجلس رضا کی مطبوعات کی زبان میں مسلسل رابطہ رکھنا مجھے کیا معلوم کہ ان کی یہ باتیں نصیحت تھیں یا وصیت، آپ نے ایک عاشقِ رسول ﷺ دوست کو جو:

چہ خوش رسمے بنا کردند بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کا منظر بنا۔ ہدیۂ تحسین پیش کرنے کا اہتمام کرکے مرحوم کی روح کو خوش کردیا اور ہم ایسے واماندگانِ محبت کو خوش کام کردیا ہے۔ جزاک اللہ خیرا

ہندوستان میں میرے بعض علم دوست اور سخن شناس احباب ہیں جن میں ڈاکٹر مختارالدین احمد علی گڑھ یونی ورسٹی ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف، ڈاکٹر وسیم بریلوی اور دوسرے احباب اس ''نعت رنگ'' کی ضرورت محسوس کریں گے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ان کے لیے چند نسخے عنایت کیے جائیں تو انھیں آپ کا یہ مجلّہ مل جائے۔

میں آپ کے التفاتِ کریمانہ کا دوبارہ سپاس گزار ہوں۔ کیا ''جہانِ رضا'' ہر ماہ دستک دیتا ہے، یا نہیں؟

والسلام بالوف الاحترام
اقبال احمد فاروقی

☆ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی (۱۹۲۸۔۲۰۱۳ء) ممتاز عالم دین، ادیب، مترجم، مدیرِاعلیٰ: ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور، سربراہ: مرکزی مجلسِ رضا لاہور، رکن: جمعیت علمائے پاکستان، روحِ رواں: ''مکتبہ نبویہ'' لاہور، ۶۰ سے زائد تالیفات و تصنیفات۔
۱۔ بیدلؔ عظیم آبادی (۱۹۰۷۔۱۹۸۲ء)، نام: عبدالمنّان، تلمیذ: وحشتؔ کلکتوی، مجموعۂ کلام: ''نوائے بیدلؔ''۔
۲۔ سید آفتاب احمد نقوی، کتب: ''پنجابی نعت'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)

03-06-1996

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

۲۳؍مئی کا مکتوب گرامی مجھے آج ۳؍جون کو ملا۔ آپ کے محکمہ نے ٹکٹ کی قیمتیں بڑھا دیں، ڈاک رسانی کی رفتار گھٹا دی۔

کچھ روپ میں اضافہ کچھ محبت میں کمی!

غالباً آپ کو ۲۳؍مئی تک ''جہانِ رضا'' کا ماہ مئی کا شمارہ نہیں ملا اسی لیے ان کا ذکر نہیں آیا۔ ورنہ'' نعت خوانانِ عصر حاضر والا'' مضمون بھی'' اوج'' کے صفحات کا عکس جمیل ہے۔ آپ کے اقلیم نعت کے مجلّہ سے حفیظ تائب پر جو مضمون چھپا اس پر ڈاکٹر مختارالدین احمد نے ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے، انھوں نے مضمون نگار سے ملاقات کا تذکرہ فرمایا۔ ان کا یہ خط غالباً مئی کے''جہانِ رضا'' میں چھپا ہے۔ ایک نظر دیکھ لیں۔

میرا دل چاہتا ہے آپ ''جہانِ رضا'' کے لیے کچھ لکھیں۔ پہلے بھی عرض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی عنایات سے نوازے۔ غالباً آپ کا اب تیسرا خوب صورت مجموعہ تیار ہو رہا ہوگا۔ آپ بڑے سلیقے اور نفاست سے کام کرتے ہیں۔ بعض اہلِ ذوق تو ''نعت رنگ'' کا سنہری سرورق دیکھ کر ہی کتاب خرید لیتے ہیں۔ اگرچہ اس انداز میں روپیہ بہت خرچ آتا ہے۔ مگر اہلِ محبت نے کب پیسے گن کر لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر وسائل کے دروازے کھول دے۔

ایک اور رسالہ حوالۂ ڈاک ہے۔ اگر پہلا مل گیا ہو تو کسی اور حضرت کو دے دیں۔ خط و

کتابت کا رابطہ ٹوٹنا نہیں چاہیے!

والسلام
اقبال احمد فاروقی

02-12-1996

محترمی حضرت رحمانی صاحب

السلام علیکم۔گرامی نامہ مرقومہ ۱۷رنومبر ملا۔ یاد فرمائی کے لیے ممنون ہوں۔

ماہ نامہ ''نعت'' میں بشیر حسین ناظم[۱] صاحب کی خطائیں راجا رشید محمود صاحب کے جارحانہ قلم کی زد میں ہیں جس سے آپ کو مجھے حتیٰ کہ ان تمام احباب کو دُکھ ہوا ہے جو ان دونوں نعت نویسانِ عصر سے کچھ تعارف رکھتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ ایک عرصہ سے ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ اور حضورﷺ کی بارگاہ میں ایک ہی راستہ چلے جارہے تھے۔مگر خدا بھلا کرے علمی عجب اور غرور کا۔ آپس میں الجھ پڑے۔ اب اس آگ کے اردگرد بیٹھنے والے بھی ''گستاخانِ رسول'' کہلانے لگے ہیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

راجا رشید صاحب نے ایک کتاب لکھی۔ ایوارڈ کے لیے وزارتِ امورِ مذہبی میں بھیجی، ناظم صاحب نے بعض تنقیدی نوٹس لکھ دیے۔ کتاب ایواڈر حاصل نہ کرسکی۔ اب تلخی کی بنیاد پڑی تو نعت کے نام پر ایک دوسرے کو زندیق، ملحد، گستاخِ رسول کہا جانے لگا اور اندازِ تنقید اتنا جارحانہ ہے کہ اس خدمت کو ''تحفظ مقامِ رسول'' کہا جارہا ہے۔ اب ان پڑھے لکھے بزرگوں کو کیا کہا جائے۔

بہرحال مجھے آپ کے اس جذبہ سے اتفاق ہے کہ یہ ''حجاب اکبر'' میں لپٹے ہوئے اہلِ قلم کم از کم گفتگو کو شریفانہ کریں۔ اپنی تنقیدی تلخی کو رسول اللہ کی ناموس کے محافظ بن کر پیش کرنا تو زیب نہیں دیتا۔

والسلام
اقبال احمد فاروقی

۱۔علامہ بشیر حسین ناظم (۱۹۳۲۔ ۲۰۱۲ء)،اردو، عربی، انگریزی، فارسی اور پنجابی زبانوں کے شاعر،ادیب، نقاد، صحافی، مترجم، کالم نویس، صدر: ''بزمِ حمد و نعت'' (اسلام آباد)، کتب: ''جمالِ جہاں افروز''، ''اولیائے ملتان''،

''حکایات گنج بخش''، ''شاہد النبوۃ'' (ترجمہ)، ''ابدی آوازاں''، ''ہمعات شاہ ولی اللہ'' (ترجمہ)، ''شاہ فیصل اور عالمِ اسلام''، ''عرفان و ایقان''، ''بابا بلھے شاہ اور کلاسیکی ادب'' اعزاز: ''تمغہ برائے حسنِ کارکردگی'' (حکومتِ پاکستان)۔

06-09-1999

محترم قبلہ رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔

ایک عرصہ سے آپ کی طرف سے کامل خاموشی ہے۔ حالاں کہ ''جہانِ رضا'' ہر ماہ دستک دیتا ہے۔ مجھے کئی ماہ سے ''نعت رنگ'' کا بھی انتظار ہے۔ آپ کا ''نعت رنگ'' آیا نہ ہی کسی دوست سے خبر آئی کہ ''نعت رنگ'' چھپ گیا ہے۔ یہ آپ کی بے اتفاقی ہے یا میری نارسائی!

ملک بھر میں (بلکہ ہندوستان میں بھی) بے شمار دینی رسائل چھپتے ہیں مگر جو رنگ ''نعت رنگ'' کا ہے وہ منفرد ہے۔ مضامین کا انتخاب، لکھنے والوں کے قلم کی حلاوت، تحقیقی مواد پھر نعت پر ایک خوب صورت مرقع سامنے لانے کا جو کمال آپ کو ہے وہ صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں اضافہ کرے۔ بے سروسامانی کے باوجود ایک شان دار کام کر رہے ہیں۔ آپ کا ''نعت رنگ'' نہ صرف عمدہ مضامین اور خوب صورت نعتیں اور معروف نعت نویس حضرات کا تذکرہ کرتا ہے بلکہ نعت نویس حضرات کی علمی اور ذہنی تربیت بھی کرتا ہے، نعت لکھنے والے وہ اہلِ قلم جو حضورﷺ کی بارگاہ میں کچھ پیش کرنے بیٹھتے ہیں اگر انھوں نے آپ کا ''نعت رنگ'' ایک نظر دیکھ لیا ہے تو وہ بار بار سوچتے ہیں کہ ان کے شعر پر کسی کی نگاہ تو نہیں ہے بعض رسائل تو جو نعت سامنے آئی تبرکاً شائع کر دیتے ہیں مگر آپ کا حسنِ انتخابِ نعت اور وہ بھی معاصر نعت نویسوں میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اللہ آپ کو مزید زورِ قلم ذوق تحریر عطا فرمائے۔

والسلام

اقبال احمد فاروقی

31-07-2000

محترمی قبلہ صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔

ایک عرصہ گزر گیا۔ میرے شوق کی نارسائی اور آپ کی بے التفاتی سے ''نعت رنگ'' کی زیارت نہ ہوسکی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ جب ۸، ۹، ۱۰ نمبر کے تین شمارے بہ یک پیک تشریف لائے۔ ماشاء اللہ حسب روایت روشن اور ''دیدہ زیب'' چہروں کو لیے ہوئے ''نعت رنگ'' کے تینوں نمبر بصد انداز رعنائی بصد انداز زیبائی درخشاں درخشاں آئے۔ آپ نے جس انداز سے انھیں ترتیب دیا ہے، بلند پایۂ تحریروں سے سجایا ہے اور نعتِ رسول کے پھولوں سے سجا کر اہلِ محبت کو دعوتِ مطالعہ دی ہے وہ بس آپ کا ہی حصہ ہے۔ میں آپ کی اس کاوش پر ہدیۂ تبریک پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی کی تحریریں تو صفِ اوّل میں آ رہی ہیں وہ لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں پھر ''نعت رنگ'' کے صفحات ان کے رشحاتِ قلم سے باغ و بہار نظر آتے ہیں۔ جناب عزیز احسن صاحب، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (انڈیا)، عاصی کرنالی صاحب اور رشید وارثی صاحب بھی اچھے انداز میں قلم اُٹھاتے ہیں اور قارئینِ ''نعت رنگ'' کو اپنی لطیف تحریروں سے نوازتے ہیں۔ ان سب حضرات کے علم و فکر کے بہتے ہوئے دریاؤں کے کناروں پر آپ حمد و نعت کے جو خوب صورت درخت لگا دیتے ہیں اس پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں صرف آپ کی اس کوشش کو ہدیۂ تحسین ہی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ جی چاہتا ہے کہ نظیری نیشاپوری کا ہم زبان بن کر کہوں:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست!

آپ نے اپنے کسی ابتدائیہ میں شکایت کی ہے کہ علمائے کرام ''نعت رنگ'' کے لیے لکھنے سے گریز کرتے ہیں اور ان کی تحریریں ''نعت رنگ'' کے صفحات پر نہیں آتیں۔ آپ کا احساس آپ کی بہتر سے بہتر تحریروں کی تلاش اور جستجو کے اظہار کے لیے اچھی سوچ ہے۔ مگر میرے خیال میں موجودہ صورتِ حال اتنی مایوس کن بھی نہیں ہے۔ ''نعت رنگ'' کے صفحات اگرچہ ہم عصر شاعروں، دانش وروں اور نعت نگار اہلِ قلم اور ادیبوں کے جوہر پاروں سے مزین نظر آتے ہیں۔ ان لکھنے والوں میں ڈاکٹر بھی ہیں، پروفیسر بھی، دانش ور بھی اور اربابِ علم و فضل بھی ہیں۔ وہ بڑے بڑے علمی اور ادبی یونی ورسٹیوں اور درس گاہوں کے فارغ التحصیل ہیں۔ بعض بلند پایہ درس گاہوں کے استاد بلکہ صدر نشین ہیں۔ وہ بڑی بڑی خوب صورت کتابوں کے مصنف ہیں، مؤلف ہیں اور مرتب ہیں۔ یہ لوگ آپ کے ''نعت رنگ'' پر چھائے ہوئے ہیں۔ مگر ہم نے دیکھا ہے کہ ان حضرات میں تین ''مولوی'' بھی نظر آ رہے ہیں، مولوی کوکب نورانی (کراچی)، مولوی عبدالنعیم عزیزی (بریلی) اور مولوی عبدالحکیم شرف (لاہور) بھی آپ

کے ''نعت رنگ'' میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان حضرات کی تحریروں کے بعد آپ کی شکایت کی شدت کو کم کردیا ہے کہ علمائے کرام آگے نہیں بڑھتے۔ یہ تینوں حضرات ''مولوی'' ہیں، عالمانِ دین ہیں، حنفی ہیں، سنی ہیں پھر بریلوی ہیں۔ یہ مسجدوں کے حجروں سے نکلے ہیں، یہ دینی مدارس کی صفوں سے اُٹھے ہیں، بوریا نشین ہیں۔ یہ نان جوین کھا کر جوان ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے شہ سوارانِ قلم وفکر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مضامین بھی لکھتے ہیں۔ خطوط بھی لکھتے ہیں، تنقید کے نفیس نشتر سے آپ کے دانش وروں کی تحریروں کا قلمی آپریشن بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنے مضامین سے آپ کے قارئین کو دعوتِ فکر اور دعوتِ مطالعہ بھی دیتے ہیں۔ یہ لوگ پی ایچ۔ ڈی۔ نہیں ہیں۔ کالجیٹ نہیں ہیں، سرکاری گریڈوں کے مالک نہیں ہیں، پھر بھی اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ ''دست گلچیں کی جھلک میں نے کبھی دیکھی نہیں'' کا انداز سامنے آتا ہے۔ یہ لوگ ضَرَبَ یَضرِبُ کی ریاضتوں سے گزرے ہیں۔ نحویوں کے نکتوں کو ازبر کرتے ہوئے آگے بڑھے ہیں۔ قرآن و احادیث کی ضیاؤں میں آگے بڑھے ہیں۔ مسجدوں کے تنگ حجروں کے تربیت یافتہ ہیں۔ میڈیا کی روشنیوں سے دُور ہیں۔ مگر جب آپ کے دانش وروں، ادیبوں، قلم کاروں اور مضمون نویسوں کی لغزش قلم فکر کا بڑے لطیف انداز سے تعاقب کرتے ہیں۔ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر دکھائی دیتے ہیں۔ تابڑ توڑ حملے کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون نگاروں کے جنگل میں جناب کوکب نورانی، نعیم عزیزی اور عبدالحکیم شرف کی گرفت سے کئی مقالہ نگار کبیدہ خاطر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے ''نعت رنگ'' میں لکھنے والے دانش ور بڑے ہی پختہ قلم سہی، خوش تحریر سہی، تعداد میں زیادہ سہی، مگر ہم نے دیکھا ہے کہ یہ تین مولوی ان دانش وروں کی نادانستہ لغزش قلم پر آواز بلند کرتے ہیں۔

پھولوں کی ہیں ہزار زبانیں مگر خموش
بلبل کا ایک دل ہے مگر بولتا ہوا!

آپ کے دانش وروں، ادیبوں اور تنقیدنگاروں کی ہزار قلمیں جوہر بکھیرتی جاتی ہیں مگر یہ تینوں ''مولوی'' آپ کے ''رنگ نعت'' کے صفحات پر یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے:

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں!

اہلِ علم وقلم کی باہمی نکتہ سنجی اپنی لطافتوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ آپ کے ''نعت رنگ'' میں یہ رنگ پایا جاتا ہے۔

آپ نے تمام مضامین (خواہ رواں دواں ہوں خواہ تنقیدی ہوں) کے علاوہ نعت کی کتابوں

پر ''تبصرہ نگاری'' کے بیل بوٹے لگانے شروع کیے ہیں۔ ان کو پڑھ کر ''غنچہ دل مہک مہک'' جاتا ہے۔ نعت خوانانِ رسول کے تعارف بھی ایک عمدہ موضوع ہے جو دل کو خوش کردیتا ہے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ آج پاک و ہند میں نعتِ رسول ﷺ پر جتنے مجلّے شائع ہورہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' ان میں گل سرسبد دکھائی دیتا ہے۔ جن حالات میں آپ اسے لارہے ہیں۔ وہ آپ کا ہی دل گردہ ہے۔ ورنہ اب تو پاکستان میں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ:

یاراں فراموش کردند عشق!

کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے بعض مقالات اپنے ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' میں شائع کروں۔ آپ نے کب لکھا ہے کہ ''جملہ حقوق بحق اقلیم نعت محفوظ ہیں'' میرے اپنے قارئین بھی آپ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے لطف انداز ہونا چاہتے ہیں۔

ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' کے جولائی اگست کے شمارے میں ہمارے فاضل دوست علامہ جلالی صاحب نے ''حدائق بخشش'' میں مدحت رسول میں ''چاند'' کا استعمال بڑا عمدہ مضمون لکھا ہے۔ اگر یہ مضمون ''نعت رنگ'' میں چھپ جائے تو آپ کو مولویوں کے عدم تعاون کی شکایت نہیں رہے گی۔

والسلام

اقبال احمد فاروقی

03-03-2001

محترمی علامہ صبیح رحمانی صاحب زادمجدہ

؎ اے تو مجموعۂ خوبی بہ چہ نامت خوانم

السلام علیکم۔

افکارِ رضا کے ایڈیٹر زبیر قادری صاحب ممبئی سے رات کی فلائیٹ پر لاہور پہنچے۔ تو سیدھے مکتبہ نبویہ میں آئے۔ آتے ہی سفری تھیلا کھولا تو ''نعت رنگ'' کا خوب صورت تازہ شمارہ[شمارہ ۱۱] چھم چھم کرتا باہر آیا۔ ٹائٹل اتنا خوب صورت کہ:

جو ہر شاخ زمرد جامِ بادہ!

سپاس گزار ہوں۔ نظرِ التفات سے نوازا۔ رات گھر آیا۔ دل نے کہا کہ ''نعت رنگ'' پڑھ کر سونا چاہیے۔ واقعی رات گزرنے لگی۔ اوراق میں پلنے لگا۔ آپ بھی کہتے ہوں گے کہ اس عمر میں ''نعت

رنگ'' کے لیے شب بیداریاں زندگی کی علامت ہے۔

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
لو آج کی رات بھی سو چکے ہم!

ابھی شب تار ختم ہوئے نہ آئی تھی کہ ''مرغِ سحر'' ٹھرٹھرایا۔ پھر مؤذّن بانگ بے ہنگام برداشت! اور علامہ کوکب نورانی کے خط کی آخریں سطریں ختم ہوگئیں۔

آپ کا اداریہ تو پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ آپ گرد و پیش کے احوال و آثار اور اہلِ سخن کے اذکار پر قلم اُٹھا رہے ہیں۔ مگر مجھے پروفیسر محمد اکرم رضا کے مضمون نے بڑا خوش کام کیا وہ بڑی باتیں کہہ گئے ہیں۔ بڑے نکتے بیان کر گئے ہیں۔ بڑی علمی اور ادبی گرہیں کھولتے گئے ہیں۔ پھر حضور کی بارگاہ میں جب سخن وروں کی نعتوں کے پھول برسانے پر آئے ہیں تو:

دل و جاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم!

ایسے ایسے لوگوں کو بارگاہِ رسول ﷺ میں نعتوں کے گلدستے سجائے سامنے لے آئے۔ جنھیں دیکھنے کے لیے خوابوں کے دامن بھی خالی رہتے ہیں۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے شوقی کا نعتیہ قصیدہ پیش کر کے خوش کر دیا۔ اگرچہ بعض مقامات پر املا کی غلطیاں اور اردو ترجمہ کے اسقام ذوقِ مطالعہ کو مکدر کرتے ہیں مگر یہ بات تو موجودہ زمانہ کی تحریروں کا لازمہ بن گیا ہے میں تو بات اس تحقیق اور کاوش کی کرتا ہوں جو علامہ اصلاحی صاحب کے قلم وفکر نے کی ہے۔

عزیز احسن صاحب نے تازہ نعتیہ کتابوں پر تبصرہ کو ایک نیا رنگ دیا ہے جو اچھا لگا۔ ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' لاہور نے اپنے صفحات کے دامن میں نفاست ناموں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس پر حلقۂ رضویت کے اہلِ قلم وفکر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں یہ سلسلہ خطوط کے عنوان سے سامنے آیا۔ ان میں اکثر خطوط تو رسمی ہیں۔ روایتی ہیں تعریفی ہیں۔ توصیفی ہیں۔ مگر ایک خط مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا چھپا ہے۔ خط کیا ہے ایک مضمون ہے ایک انشائیہ ہے۔ ایک اعترافیہ ہے ایک مستقل مقالہ ہے۔ پھر ناقدانہ مرقع ہے۔ فاضل ''نامہ نگار'' نے ہر انداز سے بات کی ہے۔ پھر بات کو ٹھہرایا ہے بات کو پھیلایا اور ہر بات کو اس انداز سے بیان کی ہے کہ پڑھنے والا کان لگا کر سنتا جاتا ہے اور آنکھیں بچھا کر بڑھتا جاتا ہے۔

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

سنگِ راہ سے گاہ بجتی گاہ ٹھکراتی ہوئی
آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی

وہ ''نعت رنگ'' کی اچھی تحریروں کو پیش کرتے ہیں۔ آپ کی کوششوں کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں معاندین ومخالفین کا تعاقب کرتے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں کے دامن کو نوکِ قلم سے زخمی کرتے جاتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں لکھنے والے بعض شاہسوارانِ قلم کو للکارتے جاتے ہیں اور بعض غلط بیانیوں کا آپریشن ہی نہیں، پوسٹ مارٹم بھی کرتے ہیں:

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کے زلف نے اس کو اسیر دام کیا!

ان تنقیدی اور تعاقبی سطروں کے درمیان بعض علمی اور ادبی حقائق اور لطائف بیان کرکے دل خوش کردیتے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو میرے جذبات علامہ اوکاڑوی تک پہنچائیں۔

''نعت رنگ'' کے اس شمارہ کی ترتیب و تدوین پھر نفیس طباعت و اشاعت پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے یہ آپ کا ہی انداز ہے، آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کا ہی حسن انتخاب مضامین ہے۔ آپ کی علمی اور ذوقی معیار کی علامت ہے۔ کئی بار خیال آیا کہ ''نعت رنگ'' کے پھولوں کے گلدستے اُٹھا کر جہانِ رضا کے باغیچے میں سجاؤں اور اپنے قارئین کے دل و دماغ کو معطر و منور کروں۔ مگر خدا معلوم ہاتھ کیوں رک جاتا ہے۔

اگر کرم فرمائیں تو ۱۰ جلدیں روانہ فرمانے کا اہتمام کریں بلکہ ساتھ بھیجیں تاکہ چیک بھیج دوں اگر ممکن نہ ہو تو یہاں تعمیر انسانیت سے خرید لوں گا۔ بعض علماء کو نذرانہ پیش کرنا ہے۔

والسلام
اقبال احمد فاروقی

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ بصداندازِ رعنائی بصد آداب زیبائی تشریف لایا۔ دل خوش ہوگیا آپ حسن نفاست اور محنت سے ''نعت رنگ'' کے مجلّہ کو سجاتے ہیں۔ وہ ایک ''مرقع رنگ وبو'' بن کر سامنے آتا ہے۔ ''نعت رنگ'' کا ایک ایک مضمون صوری اور معنوی خوبیاں لے کر آیا ہے۔ میں ہر مضمون پر ہدیۂ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے تاثرات اور جذبات کا اظہار کرنے کو جی چاہتا ہے مگر

کس کس بات پر بات کروں مجھے اس شمارے میں صرف دومقالات پر اظہار خیال کرنا ہے۔

ایک مقالہ جناب پروفیسر حفیظ تائب صاحب کا ہے۔ جو انھوں نے ''حسرت حسین حسرت اور فن نعت گوئی'' کو مرتب کرتے وقت بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ دوسرا مقالہ تو نہیں ''خاکہ'' ہے جسے محترمہ بلقیس شاہین صاحبہ نے ''ان ﷺ کا تمنائی'' کے عنوان سے سپرد قلم کیا۔ ان دونوں تحریروں میں ایک مشترک انداز ہے کہ دوگمنام نعت گوشعراء کو بڑی حسن وخوبی سے متعارف کرایا ہے۔ اگر یہ دونوں شعراء گمنام نہیں ہیں تو کم ازکم ہم جیسے کم سواد قارئین کے لیے نئے نام ضرور ہیں۔ حسرت حسین حسرت لاہور سے اور مسرور کیفی کراچی سے ''نعت رنگ'' کے صفحات کے دامن پر اس انداز سے جلوہ گر ہوئے ہیں اور دل کی گہرائیوں میں اترے جیسے کہ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں اور تنگ وتاریخ جگہوں سے قدم قدم چلتے چلتے ''ایوان ایوان'' کے تخت پر آبیٹھے ہیں۔ فاضل مقالہ نگاروں کے قلم نے ان دونوں نعت نویس شعرائ کو نہایت ہی لطیف انداز سے متعارف کرایا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں سمیٹ کر بڑے بڑے علمی کارناموں سے آشنا کردیا ہے۔ ہم لوگ لاہور میں رہتے ہیں۔ نعت خوانی کی مجالس میں راتیں گزارتے ہیں۔ نعت خوانوں کے ساتھ دعوتیں اڑاتے ہیں نعت نویس حضرات سے آشنائی ہے نعت گو حضرات سے شناسائی ہے نعت نمبروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر نہ لاہور میں کبھی حسرت حسین حسرت کو دیکھا نہ کراچی میں کبھی مسرور کیفی کو سنا۔ میں ممنون ہوں حفیظ تائب صاحب کا اور سپاس گزار ہوں محترمہ بلقیس شاہین صاحبہ کا جنھوں نے بارگاہ رسالت ﷺ کے دوثناخوانوں کو متعارف کرایا متعارف بھی اس انداز سے کرایا کہ پڑھتے پڑھتے ان کی محفل نعت میں جا پہنچے۔

یہ ایک اچھا انداز ہے۔ سخنواران نعت کا تذکرہ کسی نہ کسی انداز میں سامنے آتا رہتا ہے مگر کبھی نعت کے انداز میں ذکر آ گیا۔ کبھی نعت کے ایک شعر کی دل پسند پر دل جھوم اٹھا۔ مگر ایسے لوگوں کو جو مغل پور، ریلوے ورکشاپ لاہور اور پرانی کراچی کے تنگ وتاریک گلیوں میں زندگی گزاردیں انھیں اٹھا کر خیابان نعت کا گل سرسبز بنا کر پیش کرنا بڑی ہمت اور قابلیت کی بات ہے۔ جب ان دونوں کے نمونہ ہائے کلام پر نظر پڑی تو

دل وجاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم!

حضور کی بارگاہ میں یہ گلفشانی، یہ سخن رانی، یہ نعت خوانی بڑی نعمت کی بات ہے ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔ حضور کی محبت میں بسنے والے کہاں کہاں رہتے ہیں! پھر حضور کی نگاہ التفات کہاں کہاں روشنی بخشتی ہے! مجھے ان دونوں کے تعارف سے بڑی خوشی ہوئی۔

''نعت رنگ'' کے خوب صورت صفحات سے کتنے اچھے لوگوں کے نام شائع کرتے ہیں۔آپ نے اس گلدستۂ نعت کو نہ صرف ''رنگ نعت'' بنا کر پیش کیا۔ بلکہ اہل محبت کا ایک خوب صورت باغ بنا کر پھیلا دیا ہے۔ آپ کی اس خوب صورت کاوش پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرے پاس پاکستان اور ہندوستان سے سینکڑوں رسالے آتے ہیں۔ جن کے صفحات پر نعت رسولﷺ کی خوشبوئیں بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔بعض رسائل علمی وادبی مقالات سے مزین ہوتے ہیں۔بعض نعت نمبر لے کر جلوہ گر ہوتے ہیں بعض نعت نمبر کے نام سے مستقل کتاب بن کر سامنے آتے ہیں بعض مجلّے اتنے خوب صورت آتے ہیں کہ کسی کو عاریتاً بھی دینے کو جی نہیں چاہتی۔ مگر آپ کا ''نعت رنگ'' جس قدر تحقیقی تنقیدی اور توضیحی مقالات لے کر آتا ہے اس کی حیثیت منفرد ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں آپ کی ذاتی کاوش اور حسن انتخاب مقالات پر بھی خراج تحسین پیش کرنا ہے آپ ارباب فکر وقلم سے کتنا گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور انھیں کس انداز سے آمادہ کر لیتے ہیں کہ وہ ''نعت رنگ'' کے لیے ایسی ایسی تحریریں لائیں جس سے دل ودماغ جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے بیس شمارے منگوا کر اپنے احباب کو ہدیہ پیش کروں تا کہ ان کے دل خوش ہو جائیں۔

لاہور میں آپ کی آمد کی خبر سنی تو آنکھیں بچھا دیں جہاں تک نظر گئی! مگر آپ نہ آئے حسرت ملاقات رہی باقی۔

والسلام

اقبال احمد فاروقی

۲۲/ جنوری ۲۰۰۳ء

برادرِ گرامی حضرت سید صبیح رحمانی صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم۔

''نعت رنگ'' نمبر۱۳ اور ۱۴ کی جلدیں ڈاک کے ذریعے ملیں۔ غالباً لاہور میں یہ پہلا پارسل ہے جو آپ کی نظر التفات سے اس نیازمند کو دست یاب ہوا۔

''نعت رنگ'' اپنے روایتی اور صفاتی رنگ لے کر جلوہ گر ہوا۔ سرورق جاذبِ نظر، مضامین بلند پایہ ترتیب وتہذیب آپ کے حسن ذوقِ طباعت کا آئینہ دار بن کر آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ اپنے اہتمام میں نعت رسول کا جو باغ سجا دیتے ہیں اس سے دل و دماغ کے غنچے کھل اُٹھتے

ہیں۔ سوداؔ نے شاید یہ بات آپ کے لیے ہی کہی تھی:

ہائے وہ پھول کے رخسار وہ قد بوٹا سا
وہ جہاں بیٹھتے ہیں باغ لگا دیتے ہیں

آپ نے ''نعت رنگ'' کیا شائع کیا۔ باغ لگا دیا ہے جس کی خوش بو چار دانگ عالم کو مہکا دے گی۔ فجزاک اللہ خیر الجزا

مجھے ''نعت رنگ'' کے ان دونوں شماروں میں عمدہ نعتیں اور مضامین ملے۔ ماشاء اللہ آپ کا حلقۂ احباب تحریر کے گل ہائے رنگ رنگا رنگ سے رونق چمن میں اضافہ کر رہے ہیں۔ شمارہ نمبر۱۳ میں راجا رشید محمود صاحب نے ''نعت میں ذکر میلاد سرکار'' ۱۰۰ صفحات پر نعت کے پھول سجا کر قارئین ''نعت رنگ'' کی ضیافت کی ہے آپ نے اس مضمون کی تیاری کے لیے پانچ سو بائیس کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ پھر جا کر یہ مرقع تیار فرمایا ہے مجھے حیات الحیوانات کے ایک ماہر نے بتایا تھا کہ شہد کی مکھی تین سو ساٹھ پھولوں کا رس چوس کر ایک قطرہ شہد تیار کرتی ہے اور قطرۂ شہد جب شہد کی مکھیوں کی محفل میں آتا ہے تو اس پر نعت مصطفیٰ (درود پاک) کی مٹھاس کا اضافہ کرکے شفاء للناس بنا دیا جاتا ہے۔ راجا رشید محمود نے پانچ سو بائیس پھولوں کا رس قارئین نعت کے سامنے پیش کیا ہے اور یہ اشعار بھرتی کے نہیں بلکہ حسن انتخاب کا ایک نمونہ ہیں۔

آپ نے ایسے ایسے لوگ اپنے حلقۂ تحریر میں جمع کر دیے ہیں۔ یہ آپ کا حسنِ انتخاب ہے۔ میں نے آپ کے دوسرے مضامین نگاروں کی تحریروں کو بھی پسند کیا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است! آپ کے بعض اہلِ قلم نہایت لطیف انداز میں نعت نویسوں، نعت خوانوں اور نعت کے مجموعے شائع کرنے والوں پر تنقید کر جاتے ہیں۔ یہ ایک اچھا انداز ہے۔ ورنہ آج ''سب اچھا ہے'' کا نعرہ بلند ہورہا ہے اور ایک ''انجمن ستائش باہمی'' قائم ہوگئی ہے۔ نعتیہ مضامین سے تھوڑا آگے بڑھا تو ''خطوط'' کی ایک محفل مجھے جمی نظر آئی۔ چند لمحوں کے لیے اس محفل کے ایک کنارے پر کھڑا ہوگیا دیکھا تو میرے فاضل دوست علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی جانِ محفل بنے بیٹھے ہیں۔ مجھے ان سے محبت ہے ان کی تحریروں سے دلچسپی ہے۔ وہ بڑے لطیف انداز سے تنقیدی قلم لیے بات کررہے ہیں آہستہ آہستہ بات چلاتے چلاتے آپ کے محبوب مقالہ نگار سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کے جملوں پر چٹکیاں لے رہے ہیں پھر آہستہ آہستہ کشفی صاحب کے ''خانوادۂ عقائد وفقہ'' کا ایسا پوسٹ مارٹم کیا کہ مجھے کشفی صاحب پر ہی نہیں پورے ''مکتب دیوبند'' پر ترس آنے لگا۔ یہ بھولے بھالے لوگ، یہ عقائد و فقہ میں بھٹکے ہوئے

مولوی، یہ محمد عربی کے مقامِ محبت سے بے خبر علما اور ان کی گم راہ کن تحریریں کوکب نورانی کے دشنۂ قلم کی زد میں آ گئیں ہیں۔

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کر زلف نے اس کو اسیر دام کیا

اب آپ کے قارئین دبے دبے الفاظ میں اس ''اعتقادی بحث'' کو ''نعت رنگ'' میں پڑھ کر حیرت کا اظہار نہ کریں تو کیا کریں۔ کوکب نورانی صاحب ایک اعتقادی قلم کار ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بازی بازی! بابا! باریش بزرگان بازی! تو وہ کب باز آئیں گے۔

بہرحال کوکب نورانی کو میری دعائیں پہنچائیں۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے ''اسم محمد نعت کے آئینہ میں''[۱] بڑی محنت سے ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی بھارت کا مضمون ''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی''[۲] بڑی عمدہ تحریر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسے ''جہانِ رضا'' کے صفحات پر سجا کر قارئین جہانِ رضا کو دعوتِ مطالعہ دوں۔ مگر پہلے آپ سے اجازت تو لے لوں۔

آپ نے ''نعت رنگ'' کی جلدیں بھیجیں۔ لاہور کے احباب مستفیض ہوں گے کیا بریلی میں عبدالنعیم عزیزی اور علی گڑھ میں ڈاکٹر مختارالدین احمد کو ''نعت رنگ'' بھیجا گیا ہے یا میں بھیجوں؟

والسلام
اقبال احمد فاروقی

۱۔ش ۱۳،ص ۱۵۔۵۸ ۲۔ایضاً،ص ۲۰۶۔۲۱۸

09-12-2004

برادرِ گرامی محترم رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔

ماہ نامہ ''مسیحائی'' کراچی آیا تو آپ کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ یہ غالباً آپ کے گوشۂ ابرو کے اشارہ کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ''مسیحائی'' میرے پاس نہیں آتا۔ ''نعت رنگ'' ایک زندہ تحریک/ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کے قلم سے بن سنور کر آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ''نعت رنگ'' کے تمام شماروں پر گفتگو کی ہے۔ ماشاء

اللہ بہت سی چیزوں کوسامنے لائے ہیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔

رسالہ چوں کہ ''مکتب دیوبند'' کا ترجمان ہے۔ جو باتیں کھل کر لکھنی چاہیے تھیں نہیں لکھ سکے۔ تاہم اس میں ''نعت رنگ'' کے مدیرگرامی کا تذکرہ اور محنت کے اعتراف پر لطف آیا ہے۔ ورنہ:

اُو در مود و من در تابِ موئیش!

آپ کے ''نعت رنگ'' میں برادرِ گرامی کوکب نورانی صاحب کے قلم کی خوش خرامیاں ایک اہم باب ہے اسے وہ دانستہ نظرانداز کر گئے ہیں۔ تاہم بہت مفصل مضمون آیا ہے۔ میں نے ''نعت اور آدابِ نعت'' پر چند سطریں بھیجی تھیں۔ وہ آپ کو مل جانی چاہئیں۔ مجھے اطلاع دیں۔

حضرت علامہ ملک الظفر سہسرامی نے بھی ''نعت رنگ'' پر فاضلانہ گفتگو کی ہے اور ہندوستانی رسائل میں چھپی ہے۔ پڑھ کر مسرور ہوا ہوں۔ اللہ انھیں خوش رکھے۔

اگر ''نعت رنگ'' چھپ گیا ہوتو عنایت فرمائیں۔

اقبال احمد فاروقی

24-10-2005

حضرت محترم قبلہ صبیح رحمانی صاحب زیدمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

ایک مدت سے تیری ''خواب'' بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں کبھی ایسا بھی نہیں!

مجھے آپ کئی بار یاد آئے۔ کئی دوستوں نے آپ کی یادوں کو تازہ کیا۔ بعض اوقات نعت خوانوں نے آپ کی یادوں کی خوش بوؤں سے دل و دماغ کو معطر کردیا۔ علامہ کوکب نورانی کی باتیں آپ کی یادوں کو لے کر آجاتی ہیں۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کی گفتگو آپ کی یادوں کے قافلے لے کر آجاتی ہے دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کی تلاش بھی یادوں کا جھونکا بن کر قریب سے گزرتا ہے۔

آرام کردہ بہ نہاں خانۂ دلم
خلقے دریں گماں کہ یہ محفل نشستہ

مجھے ''نعت رنگ'' کے اس خوب صورت ایڈیشن کا انتظار ہے جسے آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام سے سجا کر شائع کیا ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس نمبر کے بغیر

''نعت رنگ'' کے خیابان بے رنگ تھے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اس ایڈیشن میں کوکب نورانی کے رشحاتِ قلم خصوصیت سے قارئینِ ''نعت رنگ'' کو دعوتِ مطالعہ دے رہے ہیں۔

اگرچہ آپ کا حلقۂ تحریر بہت وسیع ہے اور ہر لکھنے والا ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگراست'' کا مظہر ہے مگر علامہ کوکب نورانی کا قلم اپنا جداگانہ رنگ رکھتا ہے جسے پاک و ہند کے اہلِ محبت ''وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں، طاہر بوستانوں میں!''

آپ نے مجھے کئی بار ارشاد فرمایا کہ آپ اس شمارے میں ''عندلیبانِ ریاض رضا'' سے مل کر نغمہ سرائی کروں مگر بات بن نہ سکی اور میں محروم رہا۔ ''نعت رنگ'' کے اس ایڈیشن کے لیے امریکا سے سیّد منور حسین بخاری، حسین امام الخیر، عثمان نوری، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، برطانیہ سے محمد امجد، قمرزمان بخاری، محمد نواز مالیگی، ہندوستان میں زبیر قادری، ڈاکٹر مختار الدین احمد، سعید نوری، خوشتر نورانی، غلام یٰسین مصباحی، مبارک پور سے مولانا عبدالمبین نعمانی، مبارک حسین مصباحی، غلام مصطفیٰ آلوسی مالیگاؤں جیسے اربابِ علم وقلم اس ایڈیشن کے لیے چشم براہ ہیں۔

جن دنوں آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ آپ ''نعت رنگ'' کو انگلی سے پکڑے ملے تھے، آج ماشاء اللہ آپ کی کوششوں سے ایک جوان رعنا بن کر کھڑا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ:

منم بہ نعت رسول کریم ممتازم

یہ آپ کی شبانہ روز محنت اور لگن کا نتیجہ ہے۔

والسلام

اقبال احمد فاروقی

❁

اقبال جاوید، محمد، پروفیسر (گوجرانوالہ)

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون

نعت رنگ نمبر۵ ملا، اس کا رنگ اور آہنگ روز بروز نکھر رہا ہے۔

؎ مہکیں ترے عارض کے گلاب اور زیادہ

میرے پاس بوجوہ مفصل مطالعہ کا وقت نہیں ہے کہ عنقریب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کے لیے (ان شاء اللہ) جا رہا ہوں اور یہ سطور بھی انتہائی عجلت میں لکھ رہا ہوں۔

جناب مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے اپنے مکتوب میں میری دو تحریروں سے

متعلق چند امور کی نشاندہی فرمائی ہے۔میں ان کا ممنون احسان ہوں اور اپنی قلمی لغزشوں کا معترف کہ خطا ونسیان لازمۂ بشریت ہے ۔

پہلی دو باتیں تو لفظی دروبست سے متعلق ہیں اور حق یہ ہے کہ تفہیم مطالب کے لیے بہتر سے بہتر انداز ہوسکتا تھا۔ تیسری بات حمد اور نعت کی ہے۔یہ دونوں لفظ اصطلاحی انداز میں استعمال ہوتے ہیں۔ حدیں واضح ہیں۔کسی حمد پر نعت اور نعت پر حمد کا عنوان چسپاں نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔

رہ گیا ایک ’ مسلمان کا نام‘(میں بوجوہ اس نام کی تشہیر نہیں چاہتا) کے ساتھ ،’رواروی‘ میں میرے قلم سے ’مرحوم‘ کا لفظ لکھا جانا...... مجھے اس شخصیت کے نظریات اور نظریات سے متعلق ردعمل کا نہ تب کما حقہ‘ علم تھا نہ اب۔ میں نے غالب کے ایک نعتیہ شعر کے سلسلے میں اس کا ایک متعلق اقتباس دیا تھا ۔اور اس میں غالب کا یہ شعر جس’’ انداز‘‘ سے تشریحی طور پر استعمال ہوا تھا۔محض اس ’’انداز‘‘ کو خوبصورت لکھا تھا ۔ جس طرح غالب کے دینی لگاؤ اور مذہبی نظریات سے واقف ہونے کے باوجود سبھی غالبؔ کے اس شعر کو نعت کا خوبصورت شعر کہتے ہیں:

غالبؔ ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

رہ گئی یہ بات کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں ۔کس نام کے ساتھ مرحوم لکھنا چاہئے اور کس کے ساتھ نہیں ؟ میں ان شرعی مسائل کے بارے میں بحث پر قادر نہیں ہوں۔میں نے انتہائی خوف کی وجہ سے سطور بالا میں غالب کے ساتھ بھی ’’مرحوم‘‘ کا لفظ نہیں لکھا۔ حالانکہ عادتاً ہر جانے والے کے ساتھ’’ مرحوم‘‘ لکھ دیا کرتا ہوں .... میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس نوع کی بحثوں کو کچھ عرصے کے لیے اٹھا رکھنا چاہیے۔ کیونکہ آج ہر مسلک ایک ’’مستقل دین‘‘ بن چکا ہے۔ امتِ مسلمہ پارہ پارہ ہوچکی ہے۔ ساری دنیا ہماری حالت پر ہنس رہی ہے مگر ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا۔ وطن عزیز کے حالات اس نوع کی بحث وتمحیص کے قطعاً متحمل نہیں ہیں:

لہو پوشاک بندوں کو ملی ہے
مساجد خوں میں تر کردی گئی ہیں
جواں لاشے اٹھائے جا رہے ہیں
کہ عمریں مختصر کردی گئی ہیں

مدیر ''نعت رنگ'' اگر موجودہ شمارے میں چھپنے والے میرے مضمون (نیاز فتح پوری کی نعت سرائی) کا خوبصورت عنوان بیک قلم بدل سکتے ہیں تو ان کا یہ ادارتی فرض ہے کہ وہ موجودہ حالات میں نزاعی امور کا دروازہ نہ کھولیں اور انہیں اشاعت سے قبل حذف کردیں کہ نہ ''نعت رنگ'' کا یہ مسلک ہے نہ مشن۔ یوں بات دور تک نکل جاتی ہے اور اسے سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہوجاتا ہے، ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ نعت کو اپنوں اور غیروں کے درمیان وصل کا وسیلہ ہونا چاہئے۔ فصل کا نہیں۔ بالکل اُسی طرح، جس طرح ماضی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطرِ احرار کی سٹیج پر ہر مکتب فکر، اختلافات کے باوجود یک زبان اور یک سو ہوگیا تھا۔

میں نے قبل ازیں غالبؔ کی ایک نعتیہ غزل پر مضمون لکھا تھا۔اور اب کے نیاز فتح پوری کی غزل سرائی پر۔درحالیکہ میں نہ غالب کے مذہبی نظریات سے متفق ہوں اور نہ نیاز فتح پوری کے مذہبی خیالات کے ہم آہنگ۔ عین ممکن ہے کہ نیاز کو نعت کے میدان میں پاکر بعض چیں بہ جبیں ہوں۔ اس لیے قبل از وقت معذرت کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر اسی شمارے میں ۲۱ شخصیات کی نعتوں کو شائع اور گوارا کیا جارہا ہے۔جبکہ ان کے مذہبی نظریات کسی اعتبار سے بھی معتبر نہیں ہیں۔ تو براہِ کرم نیاز کی نعتوں کو بھی گوارا کرلیا جائے کہ انہوں نے زندگی میں اپنی ان تحریروں کو غالباً ''عاق'' نہیں کیا۔

جہاں تک جناب راجا رشید محمود کے ایک جملے پر اعتراض کا تعلق ہے۔ اس پر مفصل رائے زنی کا اختیار تو انہی کو ہے البتہ وہ ''سرخم ہونا'' بطور محاورہ احترام کے معنوں میں لکھ گئے ہیں۔ مجازی دنیا میں تو مزاجِ یار کے حضور میں ہر ایک سرِ تسلیم خم کررہا ہے۔وہ تو محض یہ کہہ رہے ہیں کہ ہر مداحِ رسول ﷺ اُن کے لیے قابل احترام ہے اور سب جانتے ہیں کہ لغوی طور پر تو سر ایک ہی بارگاہ میں خم ہوتا ہے۔

میں کم وبیش نصف صدی سے ادبی نوعیت کے مضامین لکھ رہا ہوں۔ یقیناً میرے قلم نے اکثر مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔ میں مولانا کوکب نورانی کا ممنون ہوں کہ مجھے انہوں نے اپنی لغزشوں پر احباب اور قارئین سے معذرت خواہ ہونے کا موقع فراہم کیا اور میں دیارِ خداوند رسول ﷺ میں حاضری سے قبل اپنی ہر اُس بات پر معذرت کررہا ہوں جس سے کسی بھی دل میں کبیدگی آئی ہو۔ میری ذات میں اور میرے قلم میں اگر کوئی حسن ہے تو وہ حسن آفرین کی دین ہے اور جتنی برائیاں اور لغزش ہیں ان کا ذمہ دار میرا نفسِ خطا وار ہے۔ وہ غفور ورحیم ذات بلند و برتر یقیناً میری کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرمادے گی کہ اس نے :

کیا ہے خلق مجھے باوجودِ علمِ گناہ
یہ ابتدا ہے کرم کی تو انتہا کیا ہے

کیا میں خلق خدا سے بھی توقع رکھوں کہ وہ مجھے معاف کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے گی ؟؟

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔
انتہائی عجلت میں لکھ رہا ہوں ۔

والسلام
محتاج دعا
محمد اقبال

☆محمد اقبال جاوید(پ: ۱۹۳۶ء)، پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ، مدیر: ادبی مجلّہ ''مہک'' (گورنمنٹ کالج گوجرانولہ)، کتب: ''قرآن حکیم اردو منظومات کے آئینے میں''، ''مضامینِ شورش''، ''مرقع چہل حدیث''، ''بیسویں صدی کے قرآن نمبر''، ''بیسویں صدی کے رسول نمبر''، شعری التجائیں''، ''کعبہ پر پڑی جو پہلی نظر''، ''نعت میں کیسے کہوں''، ''تیرا وجود الکتاب''، ''مخزن نعت'' (انتخابِ نعت)، ''اردو کے دس عظیم شاعر''، ''تعمیرِ ادب''، ''نقشِ ادب''، ''لوح بھی تو قلم بھی تو'' (مرتبہ)، ''نگارشاتِ شورش'' (مرتبہ)، ''قلم کے چراغ''، ''مولوی محمد شریف۔علم ومعرفت کے تناظر میں''، ''قرآن حکیم ایک طالب ہدایت کی نظر میں'' و دیگر۔

۲۲/ مارچ ۹۹ء

اقبال نواز! سلامِ نیاز

ابھی ابھی سیرتِ طیبہ قرآن نمبر دونوں حصے ملے۔ رسمی شکریے کے بجائے محض دعا گو ہوں۔ مولا کریم آپ کے خلوص کو اور بڑھائے اور آپ کی محبت کو اور نکھارے کہ:

؎ من بہ بوئے مست و ساقی پُر دہد پیمانہ را

خط کا جواب دینا اور جواب کی طلب رکھنا، اخلاق کا فرض اور محبت کا تقاضا ہے۔ نام نہیں لوں گا، لاہور کے بعض احباب تو دوستوں کو انتظار کی کلفتیں عطا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ محبوب سراپا ناز اور عاشق سراپا نیاز ہوا کرتا ہے۔حسن کو جو منظور ہوتا ہے۔ وہی عشق کا مقدور ٹھہرتا ہے:

لاکھوں طرح کے لطف ہیں اس اضطراب میں
تھوڑی سی دیر اور ہو خط کے جواب میں

اور

پھر خط کے انتظار کی لوٹوں گا لذتیں
پھر نامہ لکھ رہا ہوں تری بے رُخی کے نام

حق یہ ہے کہ آپ کی طرف سے جوابِ خط میں کبھی تاخیر نہیں ہوئی۔ میری جانب سے کبھی کبھی دیر ضرور ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ میں مکانی اعتبار سے لاہور کے قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان اخلاقی قدروں کو حسنِ استقامت عطا فرمائیں اور لاہور کے قرب و جوار کو ہدایت بخشیں۔

آپ کی جانب سے ملنے والی دو نظمیں، کاغذات میں محفوظ ہیں۔ رشید وارثی اور تابش دہلوی اور کوئی نہیں۔ تابش دہلوی کی نظم آپ کی جانب سے ملنے والے ایک لفافے سے ملی تھی۔ یوں لگتا ہے کہ وہ لفافہ کسی معصوم نے کھولا ہے۔ مجھے گھر میں ایک جگہ پڑا ہوا ملا تھا۔ میں نے اُسے خود نہیں کھولا۔ یہ صورتِ حال پہلی دفعہ پیش آئی ہے، حالاں کہ میری ڈاک گھر میں محفوظ رہا کرتی ہے۔ آپ کو اگر یاد ہو کہ تابش دہلوی کی نظم کے ساتھ اور کن کی منظومات تھیں تو توجہ فرمایں۔ دل کی گہرائیوں سے دعا گو رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کراچی میں ''حمد و نعت'' کے سلسلے میں انتہائی قابل قدر کام ہو رہا ہے۔ آپ سے رابطہ نہ ہوتا تو احقر رنگ و نور کی اس کہکشاں سے محروم رہتا۔ آپ تو بفضلہٖ دن رات ایک کر رہے ہیں۔ مولا کریم آپ کے ارادوں کو توانائی اور آپ کے قلم کو رعنائی اسی طور عطا فرماتے رہیں اور حسن و کیف کی دولت اسی طور بٹتی رہے۔

دل میں ہے تیرے عشق، خدا اور رسول کا
ہر بات اس حقیقت روشن کی ہے دلیل
نغموں میں تیرے زمزمۂ قدس کی جھلک
افکار مثل موجۂ تسنیم و سلسبیل
انعام کی دعا ہے کہ نازل ہو رات دن
تیرے قلم پہ لطف و کرم، رحمتِ جلیل

آپ کو شیخ سعدیؒ[۱] اور حضرت بوعلی قلندرؒ کی نعت پر دو مضمون بھیج چکا ہوں۔ صوفیائے

کرام کے نعتیہ ذوق پر کچھ اور تفصیلی نوعیت کے مضامین کم و بیش تیار ہیں۔ گزشتہ دنوں مولا کریم نے توفیق عطا فرما دی تھی۔ ایک مکمل کتاب کا مواد ہے، رسالے کا خصوصی نمبر بھی ہوسکتا ہے۔ اس موضوع پر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا۔ میں یہ موضوع عام نہیں کرنا چاہتا۔ صرف آپ کو ''ذاتی نوعیت'' سے مطلع کروں ورنہ عمر بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ سامان نکلا، والی بات تو یہ ہوگی۔ درج بالا دو ناموں کے علاقہ دیگر اسمائے گرامی یوں ہیں۔ مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، پیرمہرعلی شاہ گولڑویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت احمد جام ......، خواجہ محمد محمد ماہر فریدیؒ، قاضی محمد سلمان منصور پوریؒ، بیدم وارثیؒ، مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ والا مضمون تو رسالہ ''نعت'' لاہور میں آچکا ہے۔ مولانا ظفرعلی خاںؒ کی نعت پر بھی ایک مفصل مضمون ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام

مخلص

محمد اقبال

ا۔ ''شیخ سعدی کی نعتیہ تب وتاب''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۸، ص ۹۸۔۱۰۷

۲۴/ اکتوبر ۹۹ء

اقبال نواز! سلام مسنون

۱۔ دو مضمون بھیجے تھے، آپ کو مل گئے، رواروی میں لکھے تھے، آپ کو پسند آئے۔ ممنون ہوں۔

۲۔ جناب حافظ لدھیانویؒ[ا] کے بارے میں کچھ ''سطورِتعزیت'' دراصل ریاض مجید صاحب کو بھیج رہا ہوں، آپ بھی خود کو مخاطب سمجھ لیجیے کہ ''دردمشترک'' ہے اور یہ قلم برادشتہ نوعیت کا ایک تاثراتی مضمون ہے۔

۳۔ دورِ حاضر کے نعتیہ رویوں پر جس نوع کی تنقید ہورہی ہے، اس انداز میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے کہ بفضلہٖ:

بکھرے پڑے ہیں سیکڑوں عنواں مرے لیے

مگر حق یہ ہے کہ احقر کو نہ قرآن مجید کے حقائق پر کوئی عبور ہے، نہ مقامِ رسالت کی کچھ خبر، ڈرتا ہوں کہ نقد ونظر کے دوران میں، قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس کا مداوا عمر بھر نہ ہوسکے،

نعت گوئی اگر تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے تو نعت گوئی پر تنقید کہیں دشوار تر ہے۔ یوں ہی قلم کی شطرنج بچھانے کا فائدہ، اسی لیے مزاج کو تنقیدی نہیں، تحسینی بنا لیا ہے۔ میں نے گزشتہ دنوں اپنے ایک محترم نعت گو دوست کو عرض کیا کہ گاہے گاہے غزل کہہ لیا کرے کہ غزل سے اسلوب دادا کو رنگ ڈھنگ اور آہنگ ملتا ہے اور یہی آہنگ، نعت کے فکری گداز کو ''تیرنیم کش'' بنا جائے گا، جسے حافظ لدھیانوی نے بات کرنے کی ادا کہا ہے وہ ادا غزل سے ملتی ہے، یہ حقیر مشورہ، وجہِ ناراضی ہوا جب کہ احقر کے لیے ان کی نارضی ''عذابِ جاں'' سے کم نہیں ہے:

میں نے فانؔی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

۴۔ ڈرتا ہوں کہ آپ بھی ناراض نہ ہوجائیں، اس لیے ڈرتے ڈرتے مشورہ دے رہا ہوں کہ جو شخص آپ کے کام کے بارے میں آپ کے منہ پر تعریف کرے، ہمت ہو تو اس کے منھ میں مٹی ڈال دیں کہ یہی فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے۔ یہ ہمت نہ ہو تو حوصلہ افزائی نہ کریں، کانوں کے ذریعے فربہ ہونے کی آرزو، رونمائیوں کا شوق اور اخباری و اشتہاری بننے کی تمنا، محض شوکتِ نفس کے حیلے ہیں خوشبو کو کسی اشتہار کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے:

نغمے سے جب پھول کھلیں گے، چننے والے چن لیں گے
سننے والے سن لیں گے تو اپنی دھن میں گاتا جا

البتہ قلم قلم اور قدم قدم شکر لازم ہے کہ اس سے نعمتیں بڑھتی اور ''تمنائے تملق'' سے گھٹتی ہیں اور شکر کی بہترین صورت نماز باجماعت کی پابندی ہے، اُس دریائے کرم کا تو کنارہ ہی کوئی نہیں ہے کہ اس نے:

کلک ثنا کو نور کی موجوں میں رکھ دیا
یعنی گدازِ عشق کو ہونٹوں میں رکھ دیا
کتنا کرم کیا ہے، خدائے رحیم نے
اُن کی ثنا کو ڈوبتی سانسوں میں لکھ دیا

خدا کرے کہ آپ مع افراد خانہ و جملہ احباب بخیر ہوں۔

والسلام

محتاجِ التفات

محمد اقبال

ا۔ حافظ لدھیانوی (۱۹۲۰ء۔۱۹۹۹ء) نام: حافظ سراج الحق، تخلص: حافظؔ، شاعر و ادیب، تصانیف: ''خامۂ مژگاں'' (غزلیہ مجموعہ)، '' ثنائے خواجہ''، ''نشیدِ حضوری''، ''کیفِ مسلسل''، ''مطلعِ فاراں''، ''نعتیہ قطعات'' (نعتیہ مجموعے)، ''ذوالجلال والاکرام''، سبحان اللہ بحمدہٖ'' (حمدیہ دیوان)، ''جمالِ حرمین''، ''منزلِ سعادت'' (سفرنامۂ حجاز)، ''متاعِ گم گشتہ'' (شخصی خاکوں کا مجموعہ)، ''یادوں کے انمول خزانے'' (خودنوشت)۔

۱۹/دسمبر ۹۹ء

اقبال نواز! سلام نیاز

کتاب[۱] کے بارے میں آپ کی محبتوں کے لیے سراپا سپاس ہوں، خدا کرے کہ بارگاہِ ناز میں بار پا جائے کہ یہی واحد آرزو ہے۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ آپ نے اس کاوش کو دیارِ ناز میں بھیج دیا ہے۔ یوں تاریکیوں میں بھٹکنے والے اس مسافر کو ''اُجالوں کے نگر میں'' ٹھکانا مل گیا۔ خود شاعر ہوتا تو نعت کہنے کی توفیق مانگتا۔ چوں کہ غیر شاعر ہوں اس لیے ثناگرانِ رسول ﷺ کے قلم چومتا رہتا ہوں، نثر میں کچھ لکھنے کی توفیق مانگتا ہوں، دیکھیں:

نہالِ آرزو کتنے دنوں کے بعد پھلتے ہیں؟

ابھی صرف آرزو ہی ہے اور میرے لیے تو یہ آرزو بھی ایک سعادت سے کم نہیں ہے۔ آپ لوگ فی الواقع خوش نصیب ہیں کہ ذکرِ رسول ﷺ ہی آپ کی زندگی ہے۔ اقبالؒ، درود پڑھتے ہوئے آب آب ہوجاتے تھے اور اقبال جاوید محبوب دوجہاں ﷺ کا نام لیتے ہی ندامت میں ڈوب جاتا ہے کہ خود کو اس قابل ہی نہیں پاتا، ثنا و مدحت تو دُور کی بات ہے:

ثنا تیری بیاں کیا ہو، صفت تری رقم کیا ہو؟
نہ اس قابل زباں نکلی نہ اس لائق قلم نکلا

مدینہ شریف میں واقع اس اردو لائبریری [۲] اور اس کے بانی کا اگر پورا پتہ مع فون مل جائے تو ممنون رہوں گا۔

نجمی صاحب[۳] سے ملاقات ہوئی تو ان سے آپ کے مکتوب کی روشنی میں بات کروں گا۔

ان شاء اللہ۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام

محتاجِ دعا (فی الواقع)

محمد اقبال

۱۔ اقراء/ صہبا اختر، کراچی: ۱۹۸۱ء، مکتبۂ ندیم (کورنگی)، ۲۵۶ص

۲۔ ڈاکٹر نعیم حامد علی الحامد (پہلے یہ لائبریری مدینہ منورہ میں تھی اب جدّہ منتقل ہوچکی ہے)

۳۔ محمد اقبال نجمی (پ:۱۹۵۳ء)، مدیر اعلیٰ: سہ ماہی ''مفیض'' (گوجرانوالہ)، کتب: ''آپ ﷺ کی باتیں''، ''نعتیہ ہائیکو''۔

۱۸/ فروری ۲۰۰۱ء

اقبال نواز! سلام مسنون

آپ کا مکتوب ملا ملا، آپ کی محبتوں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ مولا کریم آپ کو بہر نوع اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آپ نے ''نعت رنگ'' کی شکل میں رنگ و نور کی جو قوسِ قزح اُبھار رکھی ہے اُسے نیلے آسمان اور سبز گنبد کی تائید پیہم حاصل رہے، حافظؒ کا درج ذیل شعر ایک دعا ہے جسے پڑھتے رہنا چاہیے:

یارب! آں نو گلِ خنداں سپردی بخش
می سپارم بتو از چشمِ حسود چمنش

اے اللہ، وہ نو شگفتہ پھول جسے تو نے میرے حوالے کیا ہے۔ باغ کے حاسدوں کی آنکھ سے، میں اُسے تیرے حوالے کرتا ہوں۔

میں جب کالج کے ادبی مجلّہ ''مہک'' کے خصوصی نمبر نکالا کرتا تھا تو ایک ولی اللہؒ نے مجھے یہ شعر پڑھنے کی تلقین کی تھی۔

''بیاض''[۱] کے بارے میں، آپ کو، خالد شفیق صاحب کو، راجا رشید محمود صاحب اور مولانا زاہدالراشدی صاحب کو، احقر نے صورتِ حال کا احساس دلایا ہے، یہی میرا فرض تھا۔ میرے خیال میں بات سہواً نہیں ہوئی بلکہ ارادتاً ہوئی ہے۔ خالد احمد صاحب سے میری نیازمندیاں بے باکِ تصدیعہ نہیں

ہیں۔ دوسرے دورِ حاضر میں ہر بات ''ادبی اورفکری انا'' کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ احقر کے لیے انتہائی دُکھ کی بات یہ ہے کہ صورتِ حال کو میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگ جناب حفیظ تائب صاحب کی تائید حاصل معلوم ہوتی ہے۔ بہرکیف ہدایت مولاکریم کی طرف سے ہوا کرتی ہے، وہ ہم سب کو عطا فرمائیں۔ آمین۔

کمردرد کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا، پنجابی میں کمردرد کی اُس نوعیت کو''چک'' کہتے ہیں۔ اچانک، جھکنے سے، کمر کے نچلے حصے میں بل سا پڑ جاتا ہے جو شدید درد کی کیفیت اختیار کرلیتا ہے۔ پنجابی بڑی بلیغ زبان ہے اور پنجابی کے صوفی شاعر''سیف الملوک'' والے، حضرت میاں مولابخشؒ لکھتے ہیں:

کوئی آکھے پیڑ لکے دی، کوئی آکھے چُک
اصل گل محمد بخشا، وچوں گئی اے مُک

اللہ تعالیٰ نظر، دل، زبان اورقلم کی لغزشیں معاف فرمائے اور آنے والی منزلوں کو آسان بنا دیں کہ وہ غفور بھی ہیں اور رحیم بھی اور رحمت،غضب سے کہیں وسیع ہے:

میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھیے، مناسب شانِ عطا ہے کیا

خط طویل ہوگیا ہے۔ معذرت خواہ ہوں، اجازت دیجے کہ جناب کشفی سے استفادہ کرسکوں۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام
خیراندیش
محمد اقبال

ا۔ ماہنامہ،مجلسِ ادارت: خالد احمد، عمران منظور، لاہور

۲۷/ نومبر ۲۰۰۱ء

اقبال نواز! سلام نیاز۔

''نعت رنگ'' مع دیگر ادبی تحائف، عزت افزائے خاکسار ہوا۔ منہ پر تعریف تو نہیں

کروں گا کہ اس سے اس زبانِ مبارک نے منع کر رکھا ہے جو کھلتی ہی صداقتوں کے لیے تھی۔ البتہ رات کے تاروں کو رازداں بنا کر، شکر بھی کروں گا اور التجا بھی کہ اسی سے نعمتیں بڑھتی ہیں:

در حضورت از دعا گویَم چہ سُود
گوئی کہ تزویر دستاں می زنم
سا کنم ایں نغمہ را در نیم شب
ہمرہِ مرغ سحر خواں می زنم

زندگی کا کوئی مرحلہ ہو اس میں کامیابی کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ سچی طلب ۲۔ سعیِ پیہم ۳۔ رحمت خداوندی

اور یاد رہے کہ پہلی دونوں چیزیں، تیسری چیز کو خودبخود جذب کر لیتی ہیں اور اس تیسری نعمت کے بغیر زندگی کا ہر ارادہ خام اور ہر خاکہ بے رنگ ہے۔

وہ جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب

مقامِ شکر ہے کہ آپ کو اہلِ قلم کا مخلص حلقہ نصیب ہو چکا ہے۔ میری مراد بھارت کے ان احباب سے ہے جن کے قلم کی نوک سے اُجالے لپکتے ہیں اور جن کی تحریروں میں خلوص مہکتا اور علم چھلکتا ہے... آپ دنیاوی ستائش سے قلباً بے نیاز ہوکر، گنبدِ نیلگوں سے رحمت اور گنبدِ اخضر سے تائید مانگتے رہیے۔ ان شاء اللہ بہت کچھ ملے گا۔ آپ کے تصور سے بھی کہیں زیادہ:

التفات سیّد سادات کب محدود ہے!
وسعت دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

ہاں، ایک بات، پروف ریڈنگ کی طرف ثواب سمجھ کر توجہ دیں، ایسی لغزشوں سے قاری، بے مزہ ہو جاتا ہے اور بسااوقات بات کا مفہوم ہی تلپٹ ہوکر رہ جاتا ہے۔ بات چوں کہ اس ذاتِ گرامی قدر ﷺ کی ہے، جہاں دل کے دھڑکنے کی آواز بھی نہیں آنی چاہیے۔ اس لیے حرف حرف احتیاط لازم ہے۔ اِملا کی صحت بھی معیار کا ایک حصہ ہے۔ غالباً مولانا ظفر علی خاں کی کسی تصنیف میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ مولانا نے اس کتاب کا تمام ایڈیشن راوی کی موجوں کی نذر کر دیا تھا۔ اگر احقر کسی مصرع سے قبل یہ : ع نشان دیتا ہے اور وہ ہر مقام پر ''عمر'' چھپ جاتا ہے تو الزام بہرنوع کمپیوٹر کے سر نہیں جائے گا کہ وہ تو اندھا کاتب ہے۔ بات بہرکیف ''دیدۂ بینا'' تک پہنچے گی۔

جناب کشفی کے بارے میں آپ کی زیرِطبع تالیف [۱] میں میرے والے مضمون کی گنجائش

نہیں نکل سکتی؟

جناب عمادالدین قادری سے ''تیرا وجود الکتاب''[۲] منگوا لیجے وہ اس ''کاغذی امانت'' کے بارے میں بہت مشوش ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ مع جملہ افرادِ خانہ بخیر ہوں گے۔

جناب راجا رشید محمود نے آپ کو''نعت'' کا وہ شمارہ نہیں بھجوایا جو مولانا ظفرعلی خاںؒ کی نعت سے متعلق ہے یا آپ ہی نے طلب نہیں فرمایا؟

جملہ احباب کی خدمت میں غائبانہ سلام۔ آپ سے رمضان کے مبارک ایام میں دعا کی خاص التماس۔

والسلام

آپ کا

محمد اقبال

ا۔نعت نگر کا باسی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۱۶۰ص

۲۔ ۲۰۰۱ء، گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی، ۳۶۸ص

۱۴/ مئی ۰۴ء

مکرمی! سلام مسنون

میں ''نعت رنگ'' کا نقد و نظر سے متعلق گوشہ بہت کم پڑھتا ہوں، ایک عادت سی بن گئی ہے کہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو قلبی ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ:

؎ ''میں تو اس قابل نہ تھا''

اور اگر کوئی تنقیص کرتا ہے تو اُس کی روشنی میں مائل بہ اصلاح ہوکر خاموش رہتا ہوں کہ سکوت بھی ''تکلم بلیغ'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک دوست کے احساس دلانے پر''نعت رنگ'' کے حالیہ شمارے(۱۶) میں شائع ہونے والے مکاتیب کا بغور جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ نعت کی آڑ میں بریلوی دیوبندی عصبیت پر تول رہی ہے اور نہیں معلوم کیوں ادارہ ان نظریاتی اور مسلکی تلخیوں کو اعتدال کا حسن نہیں دے رہا یا نہیں دے سکا یا نہیں دینا چاہتا۔ میں فرقہ پرستی کی اس آگ کو نہ غذا دینا چاہتا ہوں نہ ہوا کہ بحالاتِ موجود اُمت

مسلمہ ان مناقشات کی متحمل نہیں ہے۔فکر ونظر اور دست و بازو کے تصادم کی کون سی کسر باقی رہ گئی ہے جسے ''نعت رنگ'' پورا کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ساری دنیا ہماری زبوں حالی پر ہنس رہی ہے مگر ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا۔ میں تو جب سورۂ روم کی آیات ۳۰ تا ۳۲ پڑھتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔ ترجمہ درج ذیل ہے:

> پس آپ یکسو ہوکر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف ہوکر اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود گروہ در گروہ ہوگئے اور ہر گروہ اُس چیز پر جو اس کے پاس ہے لگن ہے۔

افسوس کہ آج ہم میں کچھ مقابر پرست ہیں کچھ اکابر پرست، کچھ خود پرست، رہ گئے خدا پرست، انھیں چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ سورۂ حج کی آخری آیت و ترجمہ یوں ہے:

> ''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے، اسی نے تمھیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی، دین اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے...''

سوچتا ہوں کہ آج اگر کوئی غیر مسلم، اسلام قبول کرتا ہے تو وہ کس کس خانے میں اسلام کو تلاش کرتا پھرے گا، کیا ''کثرتِ تعبیر'' سے اُس کا خواب حسیں پریشان ہوکر نہ رہ جائے گا، اگر اسلام ایک ''ناقابلِ تقسیم وحدت'' ہے تو ان خانوں کو کس نام سے پکارا جائے گا۔ ہر مسلک کا ایک مستقل دین بن جانا ہی دین کا پارہ پارہ ہوجانا ہے۔

بہرکیف میں کسی نئی بحث دروازہ ہرگز نہیں کھولنا چاہتا کہ میری علمی لاعلمی اس کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ صرف اپنی فکری لغزشوں اور قلمی لکنتوں کا کماحقہ اعتراف کرتے ہوئے، قارئین ''نعت رنگ'' سے معذرت طلب ہوں کہ ایک عرصہ میری بے کیف، بے مقصد اور بے مغز تحریروں نے انھیں بے مزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہدایت کی توفیق بخشے۔ آمین

مجھے پہلے ''نعت رنگ'' اعزازی طور پر ملا کرتا تھا۔ اب قیمتاً (بذریعہ وی پی) وصول کرنا پسند

کروں گا۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام

دعا کے ساتھ دعا کا طالب

محمد اقبال

پس نوشت: اگر میری کوئی تحریر آپ کے پاس ہے تو براہِ کرم اُسے تلف فرما دیں، ممنون رہوں گا۔

۵/ نومبر ۰۵ء

برادرِ عزیز! سلام مسنون

آپ کا مکتوب ملا، ممنون ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اب تک وہاں سے واپس آ گئے ہوں گے جہاں جانے کی تمنا اور جا کے نہ آنے کی آرزو۔ ہر دل کی متاعِ عزیز ہے۔ قبولیت اس ذاتِ برتر کے اختیار میں ہے جس کی حکمتِ بالغہ بہتر جانتی ہے کہ آنکھوں میں تیرتی ہوئی کس چمک کو باریابی عطا کرنی اور کسے اُخروی ذخیرہ بنانا ہے... قلم بے تاب ہوا چاہتا ہے مگر روکتا ہوں کہ مسلسل اپنی گزشتہ ''قلمی لغزشوں'' کی دل کی گہرائیوں سے معافی مانگ رہا ہوں اور پھر:

کیا اُن کے ذکر کے لیے لفظوں کے جوڑ توڑ
جاتی ہے بات آگے بیاں کے حدود سے

آپ نے وہاں اس عاجز کو یاد رکھا اور میں نے یہاں یاد رکھنے کی اپنی سی کوشش کی، میں شکرگزار ہوں کہ ''دیارِ یار'' میں یاد کیا گیا، یاد اور وہ بھی دعا کی شکل میں، میرا ایمان ہے کہ وہاں جو دعا بھی کی جائے وہ سنی بھی جاتی ہے اور قبول بھی ہوتی ہے، وہاں تو دھڑکنوں، آہوں، لرزشوں، آنسوؤں کی بھی پذیرائی ہے:

دیدۂ تر سے ڈھلک کر دامنِ رحمت میں تھا
لغزشِ مستانۂ اشکِ ندامت دیکھیے

ان دنوں وطنِ عزیز ایسی سنگینوں سے دو چار ہے، جن کی تلخیوں میں نہ کوئی سائنسی تاویل کی کرسکتی ہے اور نہ کوئی شاعرانہ تعبیر۔ بس ایک ہی دیوار ہے جس سے دُکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے اور

ایک ہی سایۂ دیوار ہے جہاں ہر آبلہ پا ستا سکتا ہے۔ جانے والے مجھ سے کہیں بہتر تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ چند لمحوں میں، اپنے جوارِ رحمت میں لے گئے اور مجھے بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے مہلت دے دی کہ...عمل اور دعا کا وقت نزول بلا سے پہلے ہوتا ہے، اس کے بعد تو رضا کا مقام ہے۔

افسوس کہ سب کچھ سمجھنے کے باوصف کچھ بھی نہیں سمجھ رہا۔ بداعمالیوں کے نرغے میں حزم و شاداں ہوں اور یہ تصور بھی باقی نہیں رہا کہ میرا ہر عمل، بہت جلد نامۂ اعمال بننے والا ہے۔ مولا کریم رحم فرمائیں کہ نہ درِ توبہ بند ہے نہ درِ رحمت:

ساقی نے مسکرا کے گلے سے لگا لیے
وہ آدمی جو اپنی خطاؤں سے ڈر گئے

اُمید ہے کہ آپ مع جملہ افرادِ خانہ بخیر ہوں گے۔

والسلام
محتاجِ دعا
محمد اقبال

---

(۱) 'نعت رنگ'، 'نعت کے جدید رنگ' [۱] کے ساتھ عزت افزائے خاکسار ہوا۔ قبل ازیں خانہ کعبہ کے بارے میں آپ کی نظم بھی مل گئی تھی، میں نے اطلاع بھی دے دی تھی اور اب چند اشعار میں اصلاح کے بارے میں آپ کی ہدایت بھی مل گئی ہے، ممنون ہوں۔

(۲) 'نعت نگاری اور احتراز نفس'..[۲] اس تحریر کے بارے میں دوبارہ بروقت عرض کیا تھا کہ اسے نہ چھاپیں کیوں کہ اس میں ابھی بہت سا حک و اضافہ مقصود تھا۔ آپ ایک طویل قلمی رفاقت کے پیشِ نظر میری یہ 'آخری التماس' قبول فرما لیتے تو میں ذہنی کرب سے بچ جاتا۔

(۳) اس فقیر کو علم و عرفان کا کوئی سا دعویٰ بھی نہیں بلکہ اپنے پُرتقصیر ہونے کا اقرار اور سراپا لغزش ہونے کا اعتراف ہے۔ مولا کریم ہم سب کی لغزشوں کو معاف فرمائیں اور ہم سب کو قلم قلم، لفظ لفظ اور قدم قدم ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین

(۴) ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کردوں کہ شمارہ ۱۳ ص ۲۰ کا نثر پارہ 'طور پر تجلّیوں کی بارش... کافی تھی۔' واوین کے اندر ہے اور مقتبس ہے حضرت حافظ مظہرالدینؒ [۳] کے ایک انشائیے سے،

چوک ہوگئی کہ آخر میں حوالہ نہیں دیا۔

(۵) شمارہ ۱۶ص ۵۳ پر ایک نثر پارہ 'صلوٰۃ و سلام' دراصل تحسین... سے شروع... اور 'صلوٰۃ و سلام'... پر ختم ہوتا ہے۔ وہ فکری اعتبار سے حضرت حافظ مظہرالدینؒ ہی کی ایک تحریر کا تاثر ہے جو کبھی نظر سے گزری تھی اور ذہن میں محفوظ تھا۔ آج متعلق کتاب تلاش کی ہے اور اُن کی دونوں تحریروں کا عکس بھیج رہا ہوں۔

(۶) اس فقیر کو حضرت حافظ مظہرالدینؒ سے ایک تعلق خاطر ہے کہ میرے والد مرحومؒ اور اُن کے والد ماجدؒ، سراج السالکین، قدوۃ العارفین حضرت محمد سراج الحق پانی پتی گورداس پوری چشتی صابریؒ سے بیعت تھے۔ اس نسبت سے اُن کی ذات میرے لیے واجب الاحترام بھی ہے اور اُن کی قلمی کاوشیں قابلِ قدر بھی اور جس سے قلبی تعلق ہو، اس کی بہت بی باتیں ذہن میں محفوظ رہا کرتی ہیں۔لفظوں کی صورت میں بھی اور خیالات کی شکل میں اور زندگی نام ہی اخذ و استفادہ کا ہے۔

(۷) قبل ازیں میرے جو مضامین 'نعت رنگ' میں چھپ چکے ہیں۔ اُن میں پروف ریڈنگ کی بہت سی غلطیاں ہوتی تھیں اور میں اشارتاً آپ کی توجہ بھی اس طرف مبذول کراتا رہا ہوں۔'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس' والے مضمون میں بھی حسبِ معمول درج ذیل غلطیاں خلطِ مبحث کا باعث بن رہی ہیں۔شمارہ ۱۶

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۲۱	۷	فکر	نظر
۱۲۱	۱۷	صد	صدا نہیں
۱۲۳	۵	معقول تراوش	معقول تر روش
۱۲۳	۱۳	بھائیوں	بھاٹوں
۱۲۳	۱۶	مرنا	مرزا
۱۲۳	۱۸	بہت	بیت
۱۲۳	۲۵	مری تحری	میری تحریر
۱۲۴	۱	مجھے نفلوں	مجھے کتنے نفلوں
۱۲۴	۲۴	انحصار	اظہار
۱۲۵	۱۴	مہیار	مہیا

۱۲۶	۲۴	توصیف	توصیفی
۱۲۷	۲۵	آمادگی بے ساختگی	آمادگی اور بے ساختگی
۱۲۸	۲	یہ	×
۱۲۸	۴	ماقبل ازیں	قبل ازیں
۱۲۹	۵	داشتہ آید کہ بہ کار	کہ ×
۱۲۹	۷	غذائیت کی ہے	غذا مہیا کی ہے
۱۳۰	۴	علوم	عوام
۱۳۰	۱۱	ہوسکتی	ہوسکتیں
۱۳۰	۱۳	تو	×
۱۳۱	۱۷	بو	بود
۱۳۱	۱۸	خوش	خود
۱۳۱	۲۱	قیود	قعود
۱۳۴	۲	مداح	مدح
۱۳۴	۳	کے لیے وہ	کے لیے کہ وہ
۱۳۴	۱۷	ادا ہی نہیں ہوسکتا	(پوری ایک سطر غائب ہے)
۱۳۵	۳	خوشامدان	خوشامدانہ
۱۳۵	۳	لاحاصل	لاطائل
۱۳۵	۱۴	بلند رکھا ہے	بلند کر رکھا ہے
۱۳۵	۱۸	ابہام طرازیوں	اتہام طرازیوں
۱۳۷	۴	کہ صنفِ سخن	کہ یہ صنفِ سخن
۱۳۷	۸	جاتی ہیں	جاتی رہیں
۱۳۷	۹	آتے ہیں	آتے رہیں
۱۳۹	۱۸	شرکت نفس	شوکت نفس
۱۳۹	۲۵	زنجیر	زنجیرِ در
۱۴۰	۳	کھیلیں گے	کھلیں گے

۱۴۱	۱۴	ہر ایک نام	ہر ایک کا نام
۱۴۱	۲۴	خوام	خوانم
۱۴۱	۲۴	گردو	گردد

میں نے ابھی مضمون کو سرسری طور پر دیکھا ہے بالاستیعاب نہیں۔ اب کیا لکھوں اور کیا کہوں؟

قلم ایں جا رسید و سر بشکست

محمد اقبال

۱۔ جاذب قریشی، سن ندارد، کراچی: بھوپال انٹرنیشنل فورم، ۱۱۲ص ۲۔ش ۱۷، ص ۱۲۱۔۱۴۴

۳۔ حافظ مظہر الدین مظہر (۱۹۱۲۔۱۹۸۱ء)، عالم دین، نعت گو شاعر، کتب: ''شمشیر سناں''، ''حرب و ضرب''، ''تجلیات''، ''جلوہ گاہ''، ''بابِ جبریل''، ''نشان راہ''، ''وادی نیل'' (جرجی زیدان کے ناول کا اردو ترجمہ)۔

اکرم رضاؔ، محمد، پروفیسر (گوجرانوالہ)

''نعت رنگ'' بلاشبہ عشق وعقیدت حضورﷺ کا حسین ترین گل دستہ اور مصحف ایمانی ہے۔ مضامین کی تازگی، جدت فکرونظر، عنوانات کا تنوع۔ سبحان اللہ! آپ جس احسن انداز سے اور اتنے تواتر سے کام کیے جارہے ہیں وہ لائق تحسین بھی ہے اور بے مثال بھی۔

''نعت رنگ'' کی نمود اوّلین کے حوالے سے ایک شمارہ موصول ہوا۔ آپ کے نعتیہ دیوان تک بھی رسائی ہوئی۔ مگر حالات کی کشاکش میں اس طور پریشان تھا کہ مبارک باد بھی نہ دے سکا پھر شرمندگی غالب آتی گئی۔ نعت کے حوالے سے لکھنے سے تو کبھی بھی پہلو تہی نہیں کی مگر ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ بھجواسکا۔ آپ نے ثابت کردیا ہے کہ کراچی صحیح معنوں میں عشاق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی نگری ہے۔

میری استدعا ہے کہ تازہ شمارہ (جو بھی ہوگا وہ تازہ ہی ہوگا) ارسال فرمادیجئے گا اور نظم ونثر کے حوالے سے فوری حکم صادر فرمایئے گا تاکہ طویل تاخیر کی تلافی کی کوئی صورت نکل آئے۔ آپ کے ہاں موضوعات کی اتنی ہمہ رنگی ہے کہ اس کی خوشبو میں کھویا ہوا ہوں۔ جن مصروفیات نے مجھے دبائے رکھا ان میں سے ایک تو مسلسل بیماری تھی اور دوسرا مکان کا مسئلہ تھا۔

برادر عزیز پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی معرفت سلام لکھوا تا رہا ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو۔ اس وقت تاریکی میں ہوں اور معلوم نہیں کہ آپ کون سا شمارہ لانے والے ہیں۔ اس لیے استدعا ہے کہ اعزازی طور پر پرچہ بھیج کر مجھے نوازنے کے ساتھ ہی اپنی تحریر سے بھی نوازیے گا جس سے معلوم ہو سکے کہ آئندہ کا ''نعت رنگ'' نکہت حضور ﷺ کو کس موضوع کے ساتھ قارئین کے مشام فکر و نظر تک پہنچا رہا ہے۔

آپ نے تو نعت گو شعراء اور محققین نعت کا ایک ایوان خاص ترتیب دے رکھا ہے۔ تصور کی نظر سے دیکھتا ہوں تو آپ اور آپ کے رفقا کی محنتوں کے حوالے سے عشق وعقیدت حضور ﷺ کی کہکشاں بکھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس کہکشاں کی ابدی جگمگاہٹ اور تب وتاب کا رخ ادھر کو بھی ہو جائے گا۔ بے شمار مرتبہ ہدیۂ تبریک قبول فرمایے گا۔

آپ کے سبھی رفقا اور قلم کار میری آنکھوں کے ستارے ہیں۔ دعا ہے کہ آپ سلامت رہیں اور قلم کی نوک سے ماہ طیبہ ﷺ کی طلعتوں کو اصحاب نظر کے دلوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں:

عشق شہ مجاز کی تنویر نعت رنگ
ایمان وآگہی کی ہے تصویر نعت رنگ
مضمون خوب تر ہیں تو نعتیں حسیں حسیں
حب حبیب پاک کی تاثیر نعت رنگ

محمد اکرم رضا

☆ پروفیسر محمد اکرم رضاؔ (م: ۲۰۱۲ء)، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، کتب: ''توفیقِ ثناء''، ''تاجدارِ ملکِ سخن''، ''کاروانِ نعت کے حدی خوان''، ''قافلۂ شوق کے مسافر''، ''نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش''، ''رسولِ معظمؐ اور خلفائے راشدینؓ'' و دیگر۔

''نعت رنگ'' کے دو شمارے (۱۴۔۱۳) ایک ساتھ موصول ہوئے۔ آپ فروغِ نعت اور اشاعت توصیفِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے جس تسلسل اور ایمان آفریں عزمِ مصمم کے

ساتھ اس روحانی پیغام کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس کی حقیقی جزا تو ربّ کریم ہی دیں گے کیوں کہ آپ اس ہستی والا صفات کی مدحت نگاری کی خوش بو سے زمانہ بھر کو مہکانے کا عزم کیے ہوئے ہیں جو خدائے کریم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے اور جس کی محبت میں فنا ہونے والے کو ہی وہ اپنا محبّ صادق قرار دیتا ہے۔ نیک کام کا آغاز بھی بڑی بات ہے اور پھر اس تواتر سے کیا جائے تو کارِ عظیم ٹھہرا۔ یہ کارِ عظیم چند لفظوں کے خراج تک محدود نہیں بلکہ اس پر آنے والے ادوار کے مؤرّخین اور ناقدینِ نعت بہت کچھ لکھیں گے۔ ''نعت رنگ'' کے شمارہ اوّل سے لے کر چودھویں شمارے تک آپ کو کئی بار مستقبل سے ملنا پڑا ہوگا۔ اور اسی ''مستقبل (کہ جو اب ماضی میں ڈھل چکا ہے) کی صدائے بازگشت ''نعت رنگ'' کے حوالے سے کئی شماروں اور کئی دوسرے رسائل میں بھی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اگر آپ کسی پر احسان نہیں کر رہے تو ''نعت رنگ'' کی مساعیٔ جلیلہ اور ہمہ رنگی پر قلم اٹھا کر کوئی اور بھی آپ پر احسان نہیں کر رہا۔ یہاں تو سبھی ثناخوانی حضور میں الجھ کر سلجھ رہے ہیں۔ سب اپنے اپنے فکر و نظر کے پھول لے کر آپ تک پہنچ رہے ہیں۔ اور آپ ان پھولوں کو چن کر اس حسنِ ترتیب سے گل دستے کی تزئین کرتے ہیں کہ اس کے ظاہری حسن، معنوی جاذبیت اور فکری لطافت میں کہیں بھی کمی کا نہیں بلکہ ہر لحاظ سے بہارِ صد رنگ کا احساس ہوتا ہے۔ اوّل تو کمی کا گمان بھی نہیں ہونے پائے کیوں کہ ''نعت رنگ'' کے حسن کی جلوہ گری سب کے افکار و اذہان کو اپنی دلآویزی و جامعیت میں گم کر دیتی ہے۔ اور اگر کہیں کمی کا احساس ہو بھی تو آپ نے ناقدینِ فکر و فن کو دعوتِ عام دے رکھی ہے۔ معاملہ اپنی اپنی سوچ اور اپنے شہپرِ تخیّل کی بلندی کا ہے۔ آپ کا کمال ہے کہ آپ کسی کو ٹوکتے نہیں۔ روکتے نہیں۔ یہی تو آپ کا کمال اور کشادہ ظرفی ہے کہ تنقیدِ نعت کو اتنا پھیلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوب صورت تنقید کے بعض شہ پارے بجائے خود نعتیہ مضامین نظر آتے ہیں۔

ان شماروں میں حسبِ سابق نعت گوئی کے ادبی مقام کے حوالے سے مضامین نظر آئے...
''اردو میں نعت گوئی کا فن (ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی) ''نعت کا ادبی مقام'' (ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری) ''معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود'' (عزیز احسن)، ''نعت اور تنقیدِ نعت ایک جائزہ'' (پروفیسر واصل عثمانی) ان مضامین میں نقد و نظر کے حوالے سے قابلِ قدر مواد پیش کیا گیا ہے۔ فکر و نظر کی نئی نئی جہتیں سامنے آئی ہیں۔ مقالہ نگاروں کی فکری ریاضت نعت کے حوالے سے لکھنے والوں کو نیا مواد فراہم کرتی ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلویؒ کاروانِ نعت کے عظیم حُدی خواں ہیں۔ آپ کے چاہنے والے ہوں یا آپ کے مخالفین سبھی آپ کی نعت گوئی کے معترف اور آپ کو امامِ نعت گویاں تسلیم کرتے ہیں۔ یوں تو رضا بریلوی کا تذکرہ کئی اور مضامین میں بھی ہے مگر ''نعت رنگ'' کے ان شماروں میں دو مضامین بطورِ خاص آپ کے نعتیہ افکار کے حوالے سے پڑھنے کو ملے۔ میری مراد ''امام احمد رضا کا تصور نعت'' (ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی) اور ''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی'' (ڈاکٹر صابر سنبھلی) سے ہے۔ ان مقالہ نگاروں نے فاضل بریلوی کی نعت نگاری کے حوالے سے نئے حوالے تراشے ہیں۔ بات تو تحقیق اور نئے پن کی ہے ورنہ ''حدائق بخشش'' تو وہی ہے جو مدتوں سے اہلِ نظر کے لیے وظیفۂ ایمان بنا ہوا ہے۔ ان مضامین کے مطالعے سے احساس ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگاروں نے اپنی اپنی جگہ موضوعات کو خوب صورتی سے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ یہ تو ایک سلسلۂ طولانی ہے جسے چھیڑ دیں تو پھر نہ تو سلسلہ ختم ہونے میں آتا ہے اور نہ ہی قلم کو خاتمہ کا یارا ہے۔

''اسم محمد ﷺ نعت کے آئینے میں'' (پروفیسر محمد اقبال جاوید) بلاشبہ فکر و نظر کو روشنی عطا کرنے والا مضمون ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے قرآن و احادیث کے تناظر میں گفتگو کر کے مضمون کو اشعار کے انتخاب تک بڑھایا ہے۔ مضمون سجتا بھی اسی صورت میں کہ عنوان پر سیر حاصل علمی بحث کی جائے اور پھر شعرا کا انتخاب پیش کیا جائے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحبِ طرز نثر نگار ہیں۔ ان کے جملوں میں شعریت ہے اور ان کی نثر پر تغزل کا گمان ہوتا ہے۔ جب بھی لکھتے ہیں خوب لکھتے ہیں۔ تحقیق، تنقید کو نثر معریٰ کے ساتھ آگے بڑھانا بھی ایک صنعتِ خاص ہے۔ جو اب خال خال ہی نظر آتی ہے۔

اسی طرح ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار'' (راجا رشید محمود) بھی ایک طویل اور نعت کے حوالے سے دلآویز مضمون ہے۔ یہ ایک مربوط اور مبسوط مقالہ ہے۔ راجا رشید محمود نعت کے حوالے سے خود حوالہ ہیں بلکہ روایاتِ نعت کی عملی تفسیر ہیں۔ کتب و رسائل نعت کے حوالے سے ایک جہاں نعت آباد کیے ہوئے ہیں۔ بہت تیزی اور روانی سے لکھنے والے ہیں خطیبِ سیرت ہیں۔ اس لیے ان سے بجا طور پر توقع رکھتا تھا کہ وہ میلادِ سرکار ﷺ کے حوالے سے تمہیداً خوب لکھتے اور پھر شعرا تک آتے۔ ان کے علمی مقام کے پیشِ نظر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر وہ ایسا کرتے تو انھیں زیبا تھا۔ ان کے دبستانِ نعت کی وسعت کا اندازہ ان کے اٹھارہ صفحات پر مشتمل حواشی سے ہی ہو جاتا ہے۔

''ہندوستان میں عربی نعت گوئی'' کے عنوان سے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا طویل مقالہ قاری کے لیے مطالعۂ نعت کا نیا انداز لیے ہوئے ہے۔ ''نعت رنگ'' کی خوش بختی ہے کہ اس قدر گہرائی میں جا کر سیر حاصل بحث کرنے والے گلستانِ نعت کے مستند اور معتبر خوشہ چین اس ادبی و علمی مرقع کا اعزاز بنے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نعت کے حوالے سے معروف محقق، نقاد ہونے کے علاوہ بلند پایہ نعت گو شاعر ہیں۔ انھوں نے ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ'' پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ مختصر لگا۔ جنوبی پنجاب کے صاحبِ دیوان متعدد شعرا ان کی تحریر کی زینت نہ بن سکے۔ ایک اچھا اور بلند فکر ناقد تحریر کے لیے محض نعتیہ کتب کا محتاج نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی تو بہت آگے جا کر لکھنے والے ہیں۔

''علامہ ارشد القادری'' کی نعت پر ظہیر غازی پوری کا مضمون بہت معلوماتی اور دل کش ہے۔ علامہ ارشد القادری بہت اچھے نثر نگار تھے۔ ان کے نثری مضامین کی ادبی معنویت، جامعیت اور حسنِ کلام کو اپنے اور پرائے سب مانتے ہیں۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ وہ نثر نگاری میں جس شان سے لفظوں کے گلاب کھلاتے تھے نعت میں بھی اتنی ہی فکری دلآویزی اور عقیدتِ رسول کی دنیا آباد کیے ہوئے تھے۔ ربّ کریم اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کے درجاتِ اخروی کو سربلندیاں عطا فرمائے۔

پروفیسر شفقت رضوی کی دو نئی کتابوں پر احمد صغیر صدیقی کا تجزیاتی مضمون پڑھا۔ پروفیسر شفقت رضوی بلاشبہ تنقید و تحقیق اور خاص طور سے نعتیہ تحقیق کے حوالے سے قابلِ قدر مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تحریریں ''نعت رنگ'' کی وساطت سے نظروں سے گزرتی رہتی ہیں۔ انھیں جب بھی پڑھا ذہن و فکر کو مزید بالیدگی عطا ہوئی۔ ان کی کتب تک ابھی تک رسائی نہیں ہوئی۔ موقع میسر آیا تو پروفیسر صاحب پر لکھوں گا کیوں کہ ایسے باہمت تنقید نگار بلاشبہ اردو نعتیہ ادب کا سرمایہ ہیں۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ''نعت رنگ'' بلاشبہ نعتیہ مضامین کا نہایت دل کش، معنبر و معطر گل دستہ ہے جس کے ہر گل کی خوشبو لازوال ہے۔ مگر اس کا ایک امتیاز نقد و نظر کی دنیا بسانا ہے۔ نقد و نظر کے گوشے میں کئی نام ذہن میں ابھرتے ہیں۔ تسلسل سے محوِ تنقید رہنے والے علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی کا تذکرہ کیے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی۔ علامہ کوکب نورانی خطیب اعظم حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑویؒ [۱] کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ خطیبِ مشرق سے ایک زمانہ آگاہ تھا۔ میں بھی اس زمانے کا حصہ ہوں۔ انھیں صرف تین چار مرتبہ سنا۔ اور جب بھی سنا یہی احساس ہوا کہ ''ایک بار سنا ہے دوسری بار

سننے کی ہوس ہے۔'' انھیں کے صاحب زادے علامہ کوکب نورانی کو فقط ٹیلی وژن پر دیکھا اور ''نعت رنگ'' میں تنقید کے شعبے میں بار بار پڑھا۔ ٹیلی وژن پر جتنے دھیمے، مدھم، دل کش اور مدھر سروں میں بولتے ہیں، تنقیدی خطوط میں اس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ کھرا کھرا لہجہ، بے نیاز و بے پروا۔ بات بات پر بال کی کھال اُتارنے والے (حالاں کہ یہ محض ایک محاورہ ہے) ''نعت رنگ'' کے مضامین کو اتنی عرق ریزی، باریک بینی اور عبادت کی حد تک ڈوب کر پڑھتے ہیں کہ شاید اس طرح جناب صبیح رحمانی بھی نہ پڑھتے ہوں گے۔ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنے والے دوسرے کے دلائل کی ہر صورت کاٹ کرنے والے، شاعر نہ ہو کر بھی (کیا خبر کہ شاعر ہوں، کیوں کہ ممدوحِ دوعالم ﷺ کے اکثر سیرت نگاروں کے دامانِ ادب سے نعتیں ٹپک ہی پڑتی ہیں) نعت پر اس قدر سیر حاصل گفتگو کرنے والے، دلائل و براہین کے انبار لگا دینے والے، ان کے تبصروں کی شدتِ خلوص پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انھوں نے اتنے طویل تبصرے لکھے ہیں کہ ان کے لیے یہ مشورہ دیتے ہوئے روحانی اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ مضمون نگاری فرمائیں۔ اگرچہ یہ تبصرے بھی مضمون نگاری ہی کا ایک حصہ ہیں۔ مگر اس میں ان کی توجہ ''نعت رنگ'' اور ''قلم کارانِ نعت رنگ'' تک محدود رہتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر یہ مشورہ میرے ممدوح خطیبِ پاکستان کے جانشین کے فکر و ذہن کے لیے معمولی حد تک بھی قابلِ قبول ٹھہرا تو اردو نعت کے ناقدین اور مستقل مضمون نگاروں کی فہرست میں ایک بڑے نام کا اضافہ ہوگا۔

محمد اکرم رضا

ا۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (۱۹۲۹۔۱۹۸۴ء)، ممتاز عالم دین، شاعر و ادیب، خطیب اعظم پاکستان، رکن قومی اسمبلی (۱۹۷۰ء)، کتب: ''ذکرِ جمیل''، ''نغمۂ حبیب''، ''سفینۂ نوح''، ''راہِ حق''، ''تعارف علمائے دیوبند''، ''الذکر الحسین فی سیرت النبی الامین''، ''انوارِ رسالت''، ''درسِ توحید''، ''شامِ کربلا''، ''راہِ عقیدت'' (سرنامۂ عراق، شام، مکہ، مدینہ)۔

۲۳/ جنوری ۲۰۰۳ء

محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون

مضمون اور کتاب کا ایک نسخہ ارسال ہے ۔

آپ نے مضمون کے سلسلے میں مجھے جو راہ سمجھائی ہے اس کے علاوہ کچھ سوجھتا نہیں ہے۔ براہ کرم کراچی ہی سے حل دریافت کر لیجیے گا۔

والا قدر! آپ تو امر کردینے والی شخصیت ہیں۔مجھ سے زیادہ اس حقیقت سے [کو]کون جاننے والا ہے۔ حالانکہ آپ کی شخصیت کی غلام گردش میں کھو جانے والے بے شمار ہیں اور مجھ سے دیرینہ تعلق خاطر کے حوالے سے سینئر بلکہ بہت سینئر ہیں۔ بہرحال یہ آپ کی کرم نوازی ہے جو کھو جانے کے بعد باہر نکلنے کا راستہ بھی بتا دیتے ہیں۔مگر یہ کیسا راستہ ہے ۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

مگر ہم نے تو آپ کی ادبی زلفِ گرہ گیر سے رہائی کا کبھی سوچا ہی نہیں یہ مضمون شائع ہوجائے تو اس کی کم ازکم ۱۰ کاپیاں یا زیادہ موزوں سمجھیں تو بذریعہ وی۔ پی ارسال فرمادیں۔ آپ کی عظمت یہی کیا کم ہے کہ اس فکر قحط الرجال میں چراغِ نعت پوری ایمانی لو کے ساتھ شائع کررہے ہیں۔

کتاب کا مشورہ بھی بہت پسند آیا۔

بہرحال آپ کی کون سی بات پسند نہیں آتی ! ٹی وی پہ ہوں، روبرو ہوں، سلطانِ معظم کے روپ میں ہوں، جلال تابیوں کے جلو میں ہوں۔ آپ پسند ہی پسند ہیں ۔خدائے کریم ان پسندیدگیوں کو میری زندگی کا اعزاز اور آپ کا ذوقِ نوازش بنائے رکھے۔ جو کچھ عرض کیا اس پر مزید تاکید ہے ۔

مضمون کی طوالت سے نہ گھبرائیں ۔لکھنے والے نے میرے صفحات کو دوگنا کردیا ہے۔ ایک نظر دیکھتے ہی آپ کو احساس ہوجائے ۔

آپ کی مہربانیوں کے لئے ہرحال میں شکرگزار ہوں ۔

والسلام مع لاحترام
سلطان منعم کی مملکت کا ایک باجگزار
محمد اکرم رضا

۸/ فروری ۲۰۰۵ء

مکرم، محترم، محتشم جناب صبیح رحمانی صاحب

مدیر والا مرتبت ''نعت رنگ''۔ سلام مسنون

آپ سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے انتہائی تھکاوٹ، بے پناہ مصروفیت اور مہمانوں کے ہجوم کے باوجود گفتگو سے نوازا۔ یہ سوچ کر ممنون ہوکہ شاہاں چہ عجب بنوازا گدارا۔اور پھر آپ تو سچ مچ ہی شاہانِ سادات کا حصہ ہیں۔ جہاں دل بھی جھکتا ہے، جبین بھی جھکتی ہے۔

''قافلۂ شوق کے مسافر''[۱] کی تین جلدیں ارسال ہیں۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ مجھے آج شام تک مل جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ شمارہ ملنے پر تفصیل سے ہی تاریخی صحیفہ کے بارے میں عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ اصل میں مجھے آپ کی مصروفیات کا بجا طور پر اندازہ ہے۔ آپ کو برصغیر کی ہی نہیں بلکہ بین البر اعظمی ڈاک سے نمٹنا ہوتا ہے۔ اسی لئے میں آپ کے قلم صباحت رقم کو زحمت کم دیتا ہوں۔ فون کرلیتا ہوں۔ اپنے وقت سے بے نیاز ہوکر۔ اس خوش گمانی کے ساتھ کہ جب تک ممکن ہوگا آپ نوازتے رہیں گے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کی بات بھی آپ نے چھیڑی تھی (پچھلے شمارے کی اشاعت کے بعد) کہ یہاں ایک اکیڈمی شائع کرنا چاہتی ہے۔ میں نے فرطِ مسرت سے کہا کہ مجھے پہلے سے شائع شدہ مواد ایک نظر دوبارہ دیکھ لینے دیں۔ آپ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور جب وقت آیا تو فرمایا کہ گوجرنوالہ ہی سے کمپوز کرواکر بھیج دیں۔ پیسے پہنچ جائیں گے۔ جناب والا! بات پیسوں کی نہیں۔ وہ تو تخمیناً میں بھی بھیج سکتا ہیں۔ آپ میری شدید نوعیت کی بیماری سے آگاہ ہیں۔ میں اب تک لکھ یا لکھوا تو رہا ہوں مگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کے معاملے سے نہیں گزرا۔ میں تو صحت کے زمانے میں بھی اس کا متحمل نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسی بیماری میں۔ یہ تو شاہ جی! آپ کی دعائیں ہیں کہ لکھتا جارہا ہوں آپ کا فرمان مقدم ہے۔ اپنا کیا ہے اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو۔ آئینے کو لپکا ہے پریشاں نظری کا۔

اے آئینہ حسن شعار! ''پریشان نظری'' پر بھی نگاہ احتساب دوڑائیے۔

مخدوم اہلسنت جانشین مجدد مسلک اہلسنت وجماعت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی پر اپنی تحریر درکار ہے۔ اصل یا فوٹو سٹیٹ۔ آپ کئی مرتبہ وعدہ بھی فرما چکے ہیں۔ اصل میں کراچی کے سیماب صفت فرزندانِ روزگار سے بات کرتے ہوئے زبان لرزیدہ ہو جاتی ہے اور بلندی تک دیکھنے کی امنگ میں پگڑی کے نیچے آگرنے کا احتمال ہے۔

رب کریم آپ کو تمام خوشیاں عطا کرے ''نعت رنگ'' ایک رسالہ نہیں ایک تحریک ہے۔ چراغ نور ہے جس سے نہ جانے کتنے چراغ روشن ہورہے ہیں۔ماننا نہ ماننا اور بات ہے مگر صداقت اپنی جگہ ہے۔ آپ چونکہ ٹھہرے انتہائی عدیم الفرصت اس لئے آپ کو جواب کی ذمہ داری سے سبکدوش کرتا ہوں۔

کچھ حمدیں اور نعتیں بھیج دیں۔ بھیجنے کی مجبوری نہیں میں آپ کے سدا بہار شعری ذخیرے سے لے لوں گا۔ کیونکہ:

ہم کو وہی پسند ہے جو ہے تجھے پسند۔

والسلام مع الاحترام

نیاز آگیں

اکرم رضا

ا۔''قافلۂ شوق کے مسافر''/ محمد اکرم رضا، ۲۰۰۷ء، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ۲۴۸ص

22-02-2005

محترم مکرم سید صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

حکم کی فوری طور پر تعمیل کررہا ہوں۔

''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارہ کے لیے تازہ مضمون ''گلستانِ نعت میں سیرتِ مصطفیٰ کی بہارِ جاوداں'' [ا] ارسال ہے۔ (۳۸رصفحات)

علاوہ ازیں حکم ہی کی تعمیل میں

غیر مسلم نعت گو شعرا کا قبولیت اسلام سے گریز (مضمون) [۲]

حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی (مضمون) بسلسلہ کتب

منقبت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی بھی ارسال ہیں۔

باقی احکام کی بھی جلد تعمیل کی کوشش کروں گا۔

خدارا کتاب (سیّد مہر علی شاہ) کے حوالے سے جلد کچھ کر دیجیے گا۔ جو کچھ مجھ سے بن پڑ رہا ہے وہ میں کر رہا ہوں۔ اب تو ایسا لگ رہا ہے کہ سب کچھ آپ ہی کے لیے ہورہا ہے۔ سوتے جاگتے

اُٹھتے بیٹھتے۔

''گلستانِ نعت'' پر تنقیدی نظر ڈال لیجیے گا۔ کوئی غلطی ہو تو درست کر لیجیے گا۔ بیماری کی پریشانی الگ ہے۔ آپ سیّد زادے ہو۔ نعت رسول ﷺ کے نام پر زندہ ہو۔ مسلسل دعاؤں سے نوازیے گا۔

اشعار کم دینے کی کوشش کی ہے۔ بعض نام اگر ایک سے زیادہ مرتبہ آئے ہیں تو اس لیے کہ موضوع میں کوئی زاویہ بدل جاتا تھا۔ پنجاب، سندھ، کراچی اور پھر انڈیا کی بھی نمائندگی کی ہے۔ درجنوں کتابوں اور متعدد نعت نمبروں کے باوجود ''نعت رنگ'' نے سب کو یک جا کرنے میں بہت مدد دی ہے۔ کراچی وغیرہ کے حوالے سے کمی پوری کر لیجیے گا۔ عزیز احسن کے زیادہ اشعار دینا چاہتا تھا مگر ملے نہیں۔ آپ کے پاس مجموعہ ہوگا شامل کر لیجیے گا۔

والسلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۹، ص ۵۱۔۱۰۵

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۷۔۳۱۸

۱۷/ مئی ۲۰۰۵ء

جناب سید صبیح رحمانی ۔ سلام مسنون

آج رات ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی۔ آپ نے نوازا۔ نہایت ممنون ہوں۔ اس وقت بخار ہے۔ سونے جاگنے کی کیفیت میں ہوں۔ مگر عزم یہی ہے کہ کل مضمون روانہ ہوجائے۔ براہِ کرم اپنی رائے سے مطلع کیجئے گا۔ پرچے شائع ہوتے ہی آپ تک پہنچ جائیں گے۔

''مہر عالم تاب'' کی شدید طلب ہے کسی تک نہیں بھجوا رہا۔ کتابوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کی حوصلہ افزا یانہ گفتگو (اگر چہ آپ عمر میں چھوٹے ہیں مگر مطالبے، فہمائش اور تقاضے کا کام بڑوں والا سنبھال رکھا ہے) جناب والا خدا کی عطا ہو۔ عمر سے کون بڑا بنا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی کو چار چاند لگائے رکھے۔ جس کی روشنی میں ہم سے کوتاہ قدم بھی آگے کو بڑھتے رہیں۔ باقی جو کچھ کہنا ہے مضمون میں لکھ چکا ہوں ۔

آپ کی محبتوں، چاہتوں اور عظمت کو سلام

والسلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

20.6.2006

مکرمی، محترمی، محتشمی، معظمی!

سلام وآداب

ایک عرصہ سے جس مضمون کی ترسیل کے بارے میں عرض کررہا تھا۔سو وہ جھجکتے جھجکتے اب ارسال ہے ۔میں خراجِ محبت پیش کرتا ہوں آپ کو کہ آپ نے مرے ذہن کو آمادہ کیا کہ مضمون لکھا جائے۔ سارے زمانے پر لکھنے والا مدتوں سے اپنے حصارِ گمنامی میں سرمست تھا۔ حالانکہ رسائل و جرائد کے مدیران بھی مہربان تھے اور قلم کا رہی موجود ۔مدتوں سے مختلف اطراف سے تقاضا بھی ہوتا رہا۔

لیکن!

''نعت رنگ'' تو نعت رنگ ہی ہے

سید صبیح رحمانی تو ایک ہی ہے

حافظ منور حسین سرمد[۱] کو درجنوں مطبوعہ نعتیں اور کئی ڈائریاں فراہم کیں۔ انہوں نے مجھ سے مسلسل رابطہ رکھا تفصیل مقصود نہیں۔ مدیراعلیٰ سے کیا پوشیدہ ہوتا ہے۔ اشاعت پر اس کے جتنے شمارے چاہیں بذریعہ .V.P.P ارسال کردیں ۔دس کم از کم ہوں اس سے آگے جتنے پسند کریں ۔

امام احمد رضا نمبر بلا شبہ تاریخی کارنامہ ہے ۔اگر چہ ''تاریخی'' کا لفظ بذات خود روایتی بن گیا ہے مگر یہ ہر لحاظ سے یادگار اور تاریخی ہے۔اس پر تفصیلی تبصرہ لکھ رہا ہوں۔ فقط یہ چاہتا تھا کہ یہ مضمون پہلے پہنچ جائے۔ فطری جھجک نے بھی دبائے رکھا ۔ یہ مضمون بطور خاص میری نعت نگاری کے حوالے سے ہے کیونکہ میرا تحقیقی کام اپنی جگہ مگر میں بنیادی طور پر آپ ہی کی صف میں کھڑا ایک نعت گو ہوں۔ایک حمد اور دو نعتیں بھی ارسال ہیں۔ اب کیبل کی وساطت سے آپ کی زیارت ہونے لگی ہے۔یہ'' کڑوا گھونٹ'' آپ کی محبت میں پیاہے۔

اہل خانہ (وہ نہ جانتے ہوں ۔تو بھی) کو مخلصانہ سلام دعائیں ۔اس ننھے کو بالخصوص پیار جو

ٹیلیفون پر میرے پیغام وصول کرتا ہے ۔

والسلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

ا۔ حافظ منور حسین سرمد، تلمیذ : پروفیسر محمد اکرم رضا

نہایت ہی محترم مکرم سید صبیح رحمانی صاحب

سلام علیکم

خیریت و طالب خیریت بخیریت

''طالب خیریت بخیریت'' ایسا لکھ تو دیا مگر بیماریاں ایسا ہونے کی نوبت نہیں آنے دیتیں آپ سیّد زادے ہو، حسنین کریمین کی اولاد پاک ہیں، خدارا مجھے دعائے خاص سے نواز یئے گا۔

اک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو

تم بھی تو ''میر'' صاحب قبلہ فقیر ہو

میر تقی میر بھی سیّدزادے تھے۔

آپ نے دو تین ماہ قبل عاصی کرنالی کی نعت شناسی کے حوالے سے ارشاد فرمایا تھا اس کی تعمیل میں مضمون[۱] بھیج رہا ہوں ۔لکھتے ہوئے دقّت کا شکار رہا ہوں جس کا اظہار مضمون سے ہو رہا ہے۔مضمون کے ہمراہ ایک حمد اور نعتِ رسول ؐ بھی ارسال ہے''نعت رنگ'' کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف بخشیے گا۔

گذشتہ ایام میں لکھی گئی آپ کی تین ''منقبتوں'' کا کیا بنا دربارِ رحمانیہ کا فیض تو زوروں پر ہے دیکھئے یہ مناقبت کسی قوّالی میں کھپ ہی جائیں گے ۔

دعا اور دعا کا طالب ہوں۔مگر بارگاہ رحمانیہ سے حسب ِطلب عطا ہو گیا تو پھر کرم ہی کرم ہوگا۔

نعتیہ کتاب کا عنوان وہی رکھا ہے جو آپ نے فرمایا تھا'' توفیق ثنا''[۲]

محمد اکرم رضا

پس نوشت: یااللہ! اب تو ''نعت رنگ'' آہی جائے۔ اب تو طالبانِ نعت رنگ مجھ سے پوچھتے پوچھتے تھک گئے ہیں۔

۱۔''عاصی کرنالی کی نعت شناسی''/ محمد اکرم رضا،مشمولہ:''نعت رنگ''،ش ۲۳،ص۴۳۰۔۴۴۶

۲۔''توفیق ثنا''/محمد اکرم رضا،۲۰۱۲ء، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ۲۰۸ص

اعلیٰ حضرت جناب سید صبیح رحمانی دام اقبالہ! سلامِ نیاز

حسب وعدہ مضمون بھیج رہا ہوں۔

''نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے'' [۱]

حضور والا! یہ تحریر غیر مطبوعہ ہے۔ کئی بار میں عرض کرچکا ہوں۔ آپ نے پالیسی ری پبلکن اور ڈیموکریٹ کی بنائی ہے۔ ری پبلکن والے کہتے ہیں کہ دوست تو دوست ہوتے ہیں ان کی ناز برداری کی کیا حاجت! ڈیموکریٹک کہتے ہیں کہ مزا تو جب ہے کہ دشمنوں کو دوست بنایا جائے۔ دونوں طرف سے دوست ہی مار کھا گئے۔

یحییٰ خاں کا کیا بنا جو پل بن کر چین اور یو ایس اے کو..... [ملا گئے]

براہِ کرم آپ سیّد زادے ہو۔ نعت گو اور میرے پسندیدہ نعت خواں۔ کراچی میں رہ کر بھی کراچی کا اثر قبول نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ الطاف حسین [۲] کے دست حق پرست پر بیعت کر رکھی ہے کیوں کہ:

اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا

بات مان لیا کیجیے۔ خود ساختہ خوف زدگی کی کیفیت سے نکلیے۔ آپ نے تو کربلا کے لہو کے دریا عبور کیے ہیں۔

آپ زندہ باد

آپ کا جذبۂ ایمانی پائندہ باد

آپ کا فکری و نظریاتی جذبۂ صد رنگ رخشندہ باد

مضمون قبول میں کرلیجیے۔ آپ سخیوں کی اولاد ہو اور خود بھی سخی ہو۔

دوسرا مضمون بھی پہنچ جائے گا۔ اگرچہ وہ مال گاڑی پر سوار ہے۔

والسلام مع الاحترام

رضا

۱۔مشمولہ: نعت رنگ،ش ۲۰،ص ۱۵۲۔۱۷۱

۲۔الطاف حسین (پ:۱۹۵۳ء)، قائد تحریک: متحدہ قومی موومنٹ (پاکستان)، ۱۱/ جون ۱۹۷۸ء کو آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی بنیاد رکھی۔ ۱۸/ مارچ ۱۹۸۴ء کو''مہاجر قومی موومنٹ'' (ایم کیو ایم) کا باضابطہ اعلان کیا۔اگست ۱۹۹۷ء میں ایم کیو ایم کا نام''مہاجر قومی موومنٹ'' سے تبدیل کرکے''متحدہ قومی موومنٹ'' رکھ دیا گیا۔الطاف حسین ۱۹۹۲ء میں کراچی میں فوجی آپریشن کے دوران لندن چلے گئے اور تاحال لندن ہی سے اپنی جماعت کی قیادت کررہے ہیں۔

کتاب[۱] کے حوالے سے عزیز احسن صاحب کا مقدمہ ارسال ہے۔ کتاب میں شامل مضامین کوسن وار ترتیب دیجیے گا۔

انتساب: میرے خیال میں یہی بہتر ہے۔

''نعت رنگ'' کے اصحابِ تحقیق کے نام

آپ یو۔کے جارہے ہیں۔

اے مجروحِ فیشن زدہ دوشیزگان، رب کریم آپ کی عفت وعصمت کی حفاظت کرے، بڑی مشکل سے لکھ رہا ہوں۔ عالمِ خواب میں شب یا بیداری میں۔ بے خبر ہوں۔

حسنین کریمین کے لاڈلے (رحمۃ اللہ علیہ اجمعین) میرے لیے خصوصی+ خصوصی+ خصوصی دعا فرمایئے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے آپ کی دعاؤں کے حصار کی عافیت میں جگہ فرمایئے ربیع الاوّل شریف کی آمد آمد ہے۔ مالک کونین مجھے اس ماہ نور پُرسرور کی برکات عالیہ سے فیضیاب فرمائے رکھے۔آمین بحرمتہ سیدالمرسلین۔

(کاش آپ کے پاس وقت ہوتا اور آپ اس کے لیے فلیپ لکھتے، میری خوشی کا معاملہ ہے۔)

محمد اکرم رضا

ا۔'' نعت کے تنقیدی نقوش''/ پروفیسر اکرم رضا،۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۸۸ص

5/7/2011

مکرم محترم سیّد صبیح رحمانی صاحب ('مدظلہٗ')

سلام مسنون

ان دنوں بیماری اور شدید بیماری سے گزر رہا ہوں۔ عاصی کرنالی کی نعت شناسی کے بارے میں لکھنے کا حکم آپ ہی نے صادر فرمایا۔ بیٹھ کر کام نہیں ہوتا اس لئے سطور سیدھی نہیں ہوتیں۔ جناب عزیز احسن کے بارے میں اپنی تحریر جلد ہی بھیج دوں گا۔

آپ سمجھتے ہیں کہ میں جو بھی لکھتا ہوں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہی لکھتا ہوں۔

عاصی کرنالی پر مضمون مع ایک حمد اور ایک نعتِ رسول ارسال ہیں۔ براہِ کرم سب کو جگہ عطا فرما دیجیے گا۔ ناراض نہ ہوں (ویسے آپ سراپا شفقت ہیں خفگی آپ کو سجتی بھی نہیں ہے) شدید اور پر زور احتجاج۔ میرے علاوہ اکثر وبیشتر احباب حمد ونعت کے حوالے سے باقاعدگی سے چھپتے ہیں۔ کیا مجھی سے ناراضگی ہے کہ کراچی والے مجھے نثر نگار تو سمجھیں لیکن میری شاعری ان کے لئے ماور النہر کا اجڑا ہوا علاقہ قرار پائے۔ خدارا اس ضمن میں مجھے شجرِ ممنوعہ بنا کر نہ رکھیے جس کا پھل چکھنے سے آدمؑ وحواؑ زمین پر اتار دیئے گئے۔ بہر حال اور تو اوروں کے صدقے سے ہوں گے میں تو نور اوّلین حضور ﷺ کے صدقے سے زمین پر اس دور میں جی رہا ہوں۔

آپ کو مضمون پڑھنے میں دقّت آئے گی۔ اس مرتبہ در گزر کر لیجیے اور دعا کیجیے کہ خدائے کریم مجھے ہر قسم کی بیماریوں سے صحت عطا فرمائے۔ آپ حسنینؓ کریمین کی اولاد ہو۔ سادات کی نسبت سے ہمیں بے حد عزیز ہو۔ امید ہے موجودہ حالات کے پیشِ نظر آپ کی دعا کا حقدار قرار پاؤں گا۔

اک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میؔر صاحب قبلہ فقیر ہو

میر تقی میر بھی تو سیّد ہی تھا۔ یہ علیحدہ بات کہ اسے چاند کی روشنی میں محبوب کا سراپا نظر آتا تھا آپ خوش بخت ہیں کہ آپ کو ماہ عرب ﷺ کا سراپائے اقدس نظر آتا ہے جبھی تو محبوبِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو بار بار اپنے دربارِ اقدس میں بلا رہے ہیں۔

خصوصی: ا۔ آپ نے ایک صاحب کے حوالے سے عاصی کرنالی کے کلیات اور ایک کتاب کا وعدہ فرمایا

(ابھی رات ہی) براہ کرم بھجوا دیجیے۔ ۲۔ میرے پاس عزیز احسن کا کوئی نعتیہ مجموعہ نہیں ہے ۔اس کی ترسیل کا اہتمام فرما دیجیے۔

والسلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

❁

الیاس، محمد، جسٹس (ر) (لاہور)

۲۳۔شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

۵/ اگست ۲۰۱۰ء

مکرمی جناب رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

کل فون پر آپ سے اچانک گفتگو ہوئی تو ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوگئی۔

میں آپ کے بارے میں عرصہ سے بہت خوش گوار باتیں سن رہا تھا اور آپ کو بھی ٹی وی پر ذوق وشوق سے سن رہا ہوں مگر آرزو تھی کہ کبھی ملاقات ہو یا فون پر ہی بات چیت ہو۔ اللہ کا شکر کہ کل یہ ارمان پورا ہوگیا۔

آپ یقیناً حمد ونعت کی صفِ اوّل کے سرکردہ رکن ہیں اور آپ پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ لکھنے میں بھی کمال کرتے ہیں تو پڑھتے ہوئے بھی دل موہ لیتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے آپ کو توفیق مزید سے نوازے۔

میں اپنے چار حمدیہ ونعتیہ مجموعے[ا] پیش خدمت کر رہا ہوں۔ باقی وہی کچھ عرض کرنا ہے جو چند روز پہلے جناب تسلیم احمد صابری صاحب [۲] کو ایک خط میں لکھا ہے۔ اسے دہرانے کے بجائے میں اس خط کی نقل آپ کے مطالعے اور ضروری اقدام کے لیے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ یہی سمجھیے کہ یہ خط آپ کو لکھا گیا ہے۔

میرے مذکورہ بالا مجموعوں میں کہیں کہیں فارسی کلام بھی ہے۔ میں نے پنجابی میں ایک مجموعہ حمد ونعت تیار کیا جو محکمہ اوقاف پنجاب والوں نے طباعت کے لیے مجھ سے حاصل کیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جناب اطہر طاہر صاحب اس محکمے کے سیکریٹری تھے۔ وہ تبدیل ہوگئے تو ان کی جانشینان نے کچھ نہ کیا اور میں نے مجبوراً مسودہ واپس لے لیا۔

محترم رحمانی صاحب! میری منظومات اور نثری تحریروں کی طباعت کے سلسلے میں بڑے

بڑے تلخ تجربے ہوئے ہیں مگر میں ان کو بیان کر کے آپ کو دکھی کرنا نہیں چاہتا۔

اچھا جناب رحمانی صاحب! اب اجازت چاہتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ ربّ کریم اپنے محبوبِ صادق ﷺ کے طفیل آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے اور آپ حسب سابق دین و دنیا کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

بہ احترامات فراواں

دعا گو

جسٹس (ر) محمد الیاس

☆جسٹس (ر) محمد الیاس (پ: ۱۹۳۱ء)، شاعر و ادیب، ریٹائرڈ جج، سپریم کورٹ آف پاکستان، سابق چیف جسٹس، لاہور ہائی کورٹ، سابق جج فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان۔کتب: ''شان دو کریم''، ''ناسور نارسائی''، ''دل صد پارہ''، ''قدیر و بشیرؐ''، ''نوائے بے نوا''، ''لاشریک و بے مثالؐ''، ''احمد و احمدؐ''، ''سنگریزں میں گہر''، ''رہرو درماندہ''، ''ظہور مصطفیٰؐ''، ''ثنائے کریمین''۔

ا۔ظہورِ مصطفیٰ، لاہور: المدینہ پبلی کیشنز، ۹۶ص ۔

۲۔صاحبزادہ تسلیم احمد صابری (پ:۱۹۷۲ء)، معروف نقیبِ محفل، اینکر پرسن، QTV سے وابستہ ہیں۔

امان خاں دلؔ (نیویارک)

مورخہ ۵/ اگست ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ میں بھی معہ اہلِ خانہ ساتھ خیریت کے ہوں۔ جولائی 2005ء میں آپ سے میں نے فون پر کینیڈا میں بات کی تھی۔تھوڑی سی ہچکچاہٹ اور تامل کے بعد بالآخر پہچان ہوگئی تھی اور یادِ ماضی عذاب کے بجائے ثواب ثابت ہوئی تھی۔ بہرکیف پندرہ سولہ برسوں کے درمیانی عرصوں میں بہت ساری تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ جس کی تفصیل میں جانا بے محل ہے۔ اب رابطہ کی سبیل پیدا ہوئی ہے تو ان شاء اللہ باتیں بھی ہوں گی اور ملاقاتیں بھی۔

فی الحال 9/جنوری 2005ء میں شائع ہونے والا مجموعہ کلام ''متاعِ سخن'' اور اسی سلسلہ کا ایک مجلّہ ارسالِ خدمت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب مناظر عاشق ہرگانوی صاحب کا ایک مضمون

[۱] بھی آپ کے رسالہ ''نعت رنگ'' کے لیے اسی لفافے کے اندر مضمون نگار کی خواہش کے پیش نظر روانہ کررہا ہوں اور E-mail بھی کرچکا ہوں جو شاید اس سے قبل ہی آپ کو مل چکا ہوگا۔

اس مضمون سے خاکسار کی مصروفیات کا بھی اندازہ ہوگا۔ اس کی اشاعت کے بعد رسالہ کی ایک کاپی خاکسار کے مندرجہ ذیل پتا پر ارسال فرما دیں تو عین نوازش ہوگی۔

Aman Khan "Dil", 1961 Marion Drive, East Meadow NY 11554, USA

نیویارک جب بھی آنے کی بات ہو تو خاکسار کے علم میں بھی آمد کی تفصیل ہونی چاہیے۔

عن قریب ان شاء اللہ اس نعتیہ مجموعۂ کلام کی اشاعت ہونے والی ہے۔ دعا کریں اللہ کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین

ان شاء اللہ پھر بات ہوگی۔

خیراندیش

امان خاں دِلؔ

☆امان خان دلؔ (پ: ۱۹۴۷ء)، شاعر و ادیب، کتب: ''حرم تا حرم''، ''شہ لولاک علیہ وسلم''، ''شوخیِ تحریر''، ''متاعِ سخن''۔

ا۔''امان خان دلؔ کی نعتیہ شاعری''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۹، ص ۴۴۹۔۴۵۱

امجد حنیف راجہ (آزاد کشمیر)

مئی ۸، ۲۰۱۴ء

مکرمی و مخدومی!

سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

امید واثق ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نعت میں آپ کا نام ایک معتبر حوالہ ہے۔ آپ کا شمار وطن عزیز کے ان گنے چنے لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے نعت کی خدمت کو زندگی کا مقصدِ اولیٰ بنایا ہے۔ آپ یقیناً ان چند نفوس میں شامل ہیں جو نعت کی خدمت سے دنیوی اور اخروی سعادتیں سمیٹ رہے ہیں۔ احقر آپ کی نعتیہ کاوشوں سے گاہے گاہے مستفید و مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ بفضل تعالیٰ اور مصطفیٰ کریم علیہ وسلم کی رحمتوں کے طفیل سنِ شعور میں قدم رکھتے ہی نعت پڑھنے، سننے اور کہنے سے شغف

رہا ہے۔ خدائے لم یزل کا احسانِ عظیم ہے کہ پی ایچ ۔ ڈی اردو کی سطح پر میرے مقالے کا خاکہ بعنوان ''اردو نعت شناسی کی روایت (قیامِ پاکستان تا ۲۰۱۳ء) کی حتمی منظوری ہوچکی ہے۔ اس ضمن میں مجھے شدت سے آپ کی مدد درکار ہے۔آپ کے شہرت یافتہ ادارے ''نعت رنگ'' میں کئی ایسی کتابیں، پرچے وغیرہ یقیناً ہوں گے جو میرے مقالے کی تکمیل میں ممد ثابت ہوں گے۔ بذریعہ مکتب ہذا گزارشِ خدمت ہے کہ اس مشکل مگر باسعادت مشن میں میری مدد فرمائیں۔ میں آگاہ ہوں کہ اس سے قبل بھی آپ متعدد ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی اسکالرز کا بھرپور ساتھ دیتے رہے ہیں۔ آپ سے نہایت مثبت اور حوصلہ افزا جواب کی توقع ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور گام گام ترقی اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

والسلام

آپ کا مخلص

امجد حنیف راجہ

☆ امجد حنیف راجہ (پ:۱۹۸۲ء) لیکچرر،اردو، کشمیر ماڈل کالج، میر پور، آزاد کشمیر،
کتب: ''نہاں خانۂ دل کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' (ایم ۔فل کا مقالہ)

امیرالاسلام صدیقی (کراچی)

۱۰/ مارچ ۲۰۰۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

اُمید ہے آپ کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ غالباً مارچ 2001 بذریعہ محترم شفقت رضوی صاحب آپ کا تعارف ہوا اور اسی سال دو نعتیں اور میرا خط آپ نے شائع کیا۔شکرگزار ہوں۔ آپ نے جس مبارک کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اس کے عوض اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا میں سرخ رُو کریں گے اور ان شاء اللہ یہ کارِخیر آخرت میں بخشش کا ذریعہ بنے گا۔ آمین

میں 2001ء سے صاحب فراش ہوں متعدد امراض کا شکار ہوں۔ اب حال یہ ہے کہ ٹانگیں جسم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں۔میرے لیے دعائے خیر کریں۔ شفقت صاحب بغرضِ علاج امریکہ سے آئے

بھی اور غالباًواپس چلے گئے ہوں گے۔ ان سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ ملاقات نہیں ہوسکی۔ پلنگ پر لیٹے لیٹے رسول اکرمﷺ کی مدح سرائی کرتا رہتا ہوں۔ تازہ نعت ''نامِ خیرالامم'' بھیج رہا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے ٹیلی فون پر اطلاع دے دیا کریں کہ نیا شمارہ بازار میں کب آ رہا ہے۔ بحالتِ موجودہ میرے لیے بازار جانا ناممکن ہے۔کسی نہ کسی کی خوشامد کرنا پڑتی ہے۔ اگر بذریعہ V.P گھر پر بھیج دیا کریں تو مہربانی ہوگی۔

شمارہ نمبر13 میں شارق صاحب نے فنی اسقام[۱] کا ذکر کیا ہے،غضب ہی کردیا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب اللہ نے چاہا تو جلد لکھوں گا۔ فی الحال اُن سے اور اُن جیسے اصحاب سے گزارش یہ ہے کہ زبان پہلے وجود میں آئی قواعد بعد میں۔ زبان کو قواعد پر سبقت حاصل ہے۔ اساتذۂ قدیم کے اشعار صحت زبان کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے (خاکم بدہن) قرآن حکیم میں قواعد کی غلطیاں نکالی ہیں۔ شارق صاحب کی تنقید کی روشنی میں تمام قدیم و جدید شعرا کا سارا کلام ''دفتر بےمعنیٰ'' قرار پائے گا۔

اس زمرہ میں مرزا یاس یگانہ یاؔس اور نیاؔز فتح پوری بھی شامل ہیں۔ اس قسم کے تنقید نگار بزرگوں اور جید علما پر کیچڑ اُچھال کر اپنا قد اونچا کرنا چاہتے ہیں۔

خیراندیش

امیرالاسلام صدیقی

☆ پروفیسر امیر الاسلام صدیقی، شاعر ادیب، نعت نگار۔

۱۔''نعت کے اشعار میں فنی اسقام''،ش۱۳،ص۱۶۲۔۱۶۸

محترم صبیح رحمانی صاحب سلام مسنون!

محترم شفقت رضوی صاحب کے فون سے مجھے معلوم ہوا کہ میری ایک نعت آپ کے مجلّہ ''نعت رنگ'' کے گیارھویں شمارے میں چھپی ہے۔ میں نے یہ شمارہ خریدا، پڑھا۔ اس میں فن نعت گوئی پر شفقت رضوی صاحب،ظہیر غازی پوری صاحب اور پروفیسر اکرم رضا صاحب کے مضامین بطورِ خاص نظرنواز ہوئے۔ نعت گو حضرات کے لیے یہ مضامین بہت مفید اور سبق آموز ہیں۔ رسول اکرمﷺ کی

ذاتِ اقدس ’’بعد از خدا بزرگ توئی‘‘ کے زمرے میں آتی ہے اسی لیے کہا گیا:

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

ظہیر صاحب نے اپنے مضمون میں رسول اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کے پہلو پر بحث کرتے ہوئے مولانا حالی کی ’’مسدس‘‘ کا ایک شعر صفحہ نمبر 136 پر درج کیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ مولانا حالی (خدانخواستہ) حضورﷺ کا موازنہ عام انسان سے کررہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا حالی نے بند نمبر 33 سے 38 تک تعلیم توحید کے سلسلے میں حضور سرورِ کائناتﷺ کے ارشادات کو نظم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کار خداوندی میں نہ رسول مداخلت کرسکتے ہیں اور نہ کوئی عام انسان۔ چناں چہ اس مقام پر دونوں برابر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ رسول، اللہ کی اجازت سے گناہ گاروں کے شفیع ہوں گے۔ ظہیر صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ مسدس کے ان اشعار کو غور سے پڑھ لیتے۔

پروفیسر اکرم رضا صاحب کا 79/صفحات پر پھیلا ہوا مضمون انتہائی پُرمغز اور چشم کشا ہے۔ اس مضمون کے غائر مطالعہ کے بعد جہاں طبیعت خوش ہوئی، وہیں منتخب اشعار میں بے شمار اسقام اور اغلاط دیکھ کر طبیعت منغض ہوگئی۔ اب یہ نامعلوم صاحب قلم کا سہو ہے یا کاتب کے قلم کا۔

مصنف سے تو اس کا امکان کم ہے
یقیناً یہ کاتب کا سہوِ قلم ہے

کہیں مصرعے وزن سے خارج، بحر سے خارج، کہیں کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں اور کہیں الفاظ کی صحت کا خیال کیے بغیر اٹکل پچو غلط الفاظ لکھ دیے ہیں۔ جس کی وجہ غالباً موزونیِ طبع، ذوقِ شعری اور فنِ عروض سے ناواقفیت ہے۔ آج کل کی کتابوں میں یہ بات زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ کاش چھپنے سے قبل کسی موزوں طبع سے کم از کم اشعار کی درستی کروا لی جائے۔ خاص طور سے نعتیہ اشعار کی۔ صفحہ نمبر 22 پر اقبال کی مدحیہ اشعار کے الفاظ آگے پیچھے ہوگئے ہیں۔ مصرع اس طرح ہے:

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

پہلا شعر ’’وہ دانائے سبل‘‘ سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا شعر ’’نگاہِ عشق و مستی‘‘ سے شروع ہوتا ہے۔ ان اشعار کی ترتیب اُلٹ دی ہے۔ یہ اشعار بالِ جبریل میں ہیں۔

صفحہ نمبر 24 پر قرآن حکیم کی ایک آیت ’’یاایھاالذین... و انتم لاتشعرون‘‘ کا ترجمہ نامکمل ہے۔ خاص طور سے یہ حصہ کہ ’’کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو‘‘ چھوڑ دیا ہے۔ یہی حصہ تو اہم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے رسولﷺ کے سامنے اونچی آواز سے

بولنے والوں سے سخت اظہارِ ناراضی کیا ہے۔

صفحہ نمبر 26 پر ایک اور آیت کا حوالہ ہے جس کا ترجمہ ہے ''اے ایمان والو! تم 'راعنا' نہ کہو اور 'اُنظرنا کہو' اور بغور سنو کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف ''راعنا'' کے دو متضاد معانی لکھے ہیں۔ ایک (ہماری طرف توجہ فرمایئے) اور دوسرے (شریر) فرماتے ہیں عبرانی زبان میں ''راعنا'' کے معنی شریر کے ہیں۔ عبرانی زبان کی لغت دستیاب نہیں۔

عربی میں ''راعنا'' کے معنی ہیں (ہمارے ساتھ رعایت کیجیے)۔ ''راع'' کے معنی ''رعایت'' اور ''نا'' کے معنی (ہمارے ساتھ)۔ یہود تضحیک کا پہلو پیدا کرنے کے لیے ''راعینا'' کہہ کر ادا کرتے تھے گویا وہ یہ کہتے تھے کہ ''اے ہمارے چرواہے'' اور اس کی غرض رسولِ اکرم ﷺ کی توہین تھی، چناں چہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ''راعنا'' کی جگہ ''اُنظرنا'' کہیں اور یہ پابندی مسلمانوں پر بھی عائد کردی گئی۔

منتخب اشعار میں اتنی اغلاط ہیں کہ ان کی نشاندہی اس خط میں ممکن نہیں لہٰذا میں ان اغلاط کی تصحیح شدہ فہرست کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں۔ گزارش ہے کہ اس تصحیح کے ساتھ اشعار کو پڑھیے اور دیکھیے کہ وہ اب بحر اور اوزان میں ہیں یا نہیں۔

ایک بڑی غلطی صفحہ نمبر 51 پر سیّد محمد مرتضٰی یزدانی میرٹھی کے اشعار کے تیسرے مصرعے میں ہے۔ مصرع یوں لکھا ہے:

سلاطیں کا شرف ہے اُس کے آگے طرفو کہنا

''طرفو'' کوئی لفظ نہیں۔ اصل لفظ ہے ''طرقوا''، ''ط'' پر زبر، ''ر'' پر زبر اور تشدید، ق پر پیش اور ''الف'' غیر ملفوظ ہے یعنی وہ بولی نہیں جائے گی۔ عرب کے قاعدے کے مطابق نقیب، سلاطین کے آگے ''طرقوا''، ''طرّقوا'' کہتے ہیں یعنی ''ایک طرف ہوجاؤ'' یہ اصل میں سلاطین کے استقبال کا اہتمام تھا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا نقیب بننا سلاطین کا شرف ہے۔

آخر میں یہ کہنا ہے کہ نعت میں اس قسم کا خیال پیش کرنا جس سے روضۂ رسول ﷺ کے مقابلے میں کعبے کا احترام مجروح ہو یا سرزمین مدینہ کے مقابلے میں ''مکہ'' کا احترام کم ہوجائے مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں دو جگہ کے اشعار ضرور دیکھیے۔ صفحہ نمبر 79 پر منظور حسین منظور کا شعر:

یہ ارض مقدس ہے زیارت گہہ عالم
کعبہ سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

صفحہ نمبر ۳۵۸ پر آپ کی نعت کا چھٹا شعر ہے :

سوا ارضِ حرم سے خاکِ طیبہ کا شرف
جس کو آقا نے بسایا ارضِ بطحا چھوڑ کر

اس سلسلے میں ایک حدیث کا حوالہ دیتا ہوں جو مستند ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ پر اشرارِ مکہ نے ظلم و ستم کیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا تو آپ ہجرت کے لیے آمادہ ہوگئے اور ''مکہ'' چھوڑنے سے پہلے آپ نے ''مکہ'' کی جانب منھ کر کہا:

اے مکہ! اللہ کی قسم تو روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔

پھر آپ نے جبل ثور کا رُخ فرمایا۔

خیراندیش
(پروفیسر) امیر الاسلام صدیقی

امین راحت چغتائی (راولپنڈی)

۲۵/ فروری ۱۹۹۷ء

عزیزِ مکرم صبیح رحمانی، سلامِ شوق!

آپ مجھ سے بجا طور پر بدگماں ہوں گے۔ ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ گزشتہ سال نومبر کے مہینے میں مل گیا تھا۔مگر ان دنوں گھر کی مرمت اور رنگ و روغن کی دیکھ بھال میں الجھا ہوا تھا، آپ کو ابھی اس بات کا تجربہ نہیں ہوا کہ جب شوہر ملازمت سے ریٹائر ہوجاتے ہیں تو بیویاں انھیں انتقاماً گھر کے کاموں میں جھونک دیتی ہیں۔ چنانچہ میں بھی ان مقامات آہ و فغاں سے گزرا۔اس کے بعد قدرت نے میری بیوی سے انتقام لیا۔یعنی میں بیمار پڑ گیا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ میری تحریر کو غور سے دیکھیں، ہاتھ کی گرفت کچھ کمزور سی نظر آئے گی۔ بہرحال ''ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور''۔لیکن اس بپتا کے باوجود بصد ادب معذرت خواہ ہوں۔

میں نے ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ بھی پڑھا اور پورے انہاک سے پڑھا۔ اس کے بیش تر مضامین میرے علم میں اضافے کا باعث بنے۔ لہٰذا میں آپ کا نیز رشید وارثی، عاصی کرنالی، عزیز احسن، ڈاکٹر عصمت جاوید، پروفیسر محمد اقبال جاوید اور ابوالخیر کشفی صاحبان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ انھوں نے

اپنے اپنے مضمون میں بڑی کاوش کی اور نعتیہ ادب کے کتنے ہی نئے پہلو اُبھر کر سامنے آ گئے۔ میں نہیں کہتا کہ تاریخِ ادب میں آپ کا نام لکھا جائے گا کہ یہ ایک رسمی سا جملہ ہے لیکن حضور ختمی مرتبتﷺ کی محبت میں آپ جس طرح سرشار نظر آتے ہیں اس کے باعث ربّ العزت کے دربار میں آپ کے درجات یقیناً بلند ہوں گے۔

نعتیہ ادب کو تنقیدی عمل سے گزارنا، ایک نیا اور جرأت مند تجربہ ہے اور اس کے لیے رشید وارثی اور عاصی کرنالی صاحبان کے ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے اور آپ کی پیشانی پر بھی شفقت کا بوسہ ثبت کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ وارثی صاحب اور عاصی کرنالی صاحب سے مستقل رابطہ رکھیے۔ یہ بڑے کام کی ''چیز'' ہیں۔

اور پروفیسر حفیظ تائبؔ تو میرے قلب و نظر ہیں، اللہ اُن کی عمر دراز کرے، انھوں نے نعت کو انکسار و محبت کا نیا رنگ دیا ہے۔ نعت کی حدود کو جس قدر وہ سمجھتے ہیں اور دورِ جدید میں وہ فہم ہمارے حصے میں کم کم آیا ہے۔ ''نعت رنگ'' کھولتے ہی میری نظروں نے سب سے پہلے اُن کی حمد کو چوما اور پھر ورق گردانی کی۔ اعظم چشتی پر اُن کا مضمون بے حد معلومات افزا ہے۔ نعتیہ ادب سے دلچسپی رکھنے والوں میں اسے بڑے شوق سے پڑھا گیا ہوگا۔ تائب صاحب نے درست لکھا ہے کہ اہلِ ادب نے اعظم چشتی مرحوم کی نعت نگاری کی طرف کم کم دھیان دیا ہے۔

میں آپ کے لیے ضرور لکھوں گا، لیکن کب! یہ نہ پوچھیے، بس چپکے سے کسی روز مضمون بھیج دوں گا۔

اللہ عزوجل آپ کے درجات اور بلند فرمائے۔ اُمید کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔
رشید وارثی اور عزیز احسن صاحبان تک ہمارا سلام پہنچایئے۔

نیاز آگیں
امین راحت چغتائی

☆امین راحت چغتائی (پ:۱۹۳۲ء)، ممتاز شاعر، ادیب اور نقاد، کتب: نعتیہ مجموعہ ''محرابِ توحید'' (حکومت پاکستان کی طرف سے اوّل انعام یافتہ کلام) ۲۰۰۷ء، شعری مجموعے ''بھید بھنور'' (۱۹۸۶ء)، ''بامِ اندیشہ'' (۲۰۰۸ء)، ''ذرا بارش کو تھمنے دو'' (۲۰۱۱ء)، ''دشتِ شب'' (۲۰۱۳ء) تنقیدی و تحقیقی مضامین کے دو

مجموعے ''دلائل'' (۱۹۹۳ء) اور ''ردِّ عمل'' (۲۰۰۶ء)، تفسیری مضامین کا مجموعہ ''قرآن اور نظامِ کائنات'' (۲۰۰۰ء) اور تحقیقی کتاب ''مغل مکتبِ مصوری، سولہویں صدی عیسوی'' (۲۰۰۲ء)

''نعت رنگ'' کے نویں اور دسویں شمارے ملے، سرآنکھوں سے لگائے اور آپ کے درجات کی مزید بلندی کے لیے دعا کی۔ آپ کے حسن ذوق کی داد الگ۔ بلاشبہ نعتیہ ادب میں معیاری تنقید کی ضرورت کو آپ نے پورا کردیا ہے اور یہ بہت بڑا کام ہے۔ ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی تو میرے دل کی دھڑکن ہیں۔ ہم کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہوں، ہماری قربت میں کبھی فاصلے پیدا نہیں ہوتے۔ ان کا مضمون ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' [۱] سب سے پہلے پڑھا۔ بہت فکرانگیز مضمون ہے اور میں تو ان کے پہلے ہی جملے ''جب بھی شاعر محدود سے لامحدود کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ حمد ونعت کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔'' پر جھوم جھوم گیا۔ فیضؔ کی مثال سے ازخود دلیل بھی فراہم ہوگئی۔ کشفی صاحب میری متاع عزیز ہیں۔ مگر میں ان کی زیادہ تعریف نہیں کروں گا کہ:

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست وبازو کو

آپ کے ہاں ایک اور صاحب ہیں رشید وارثی۔ انھوں نے بھی اس اکہتر سالہ بوڑھے کو مار رکھا ہے۔ ان کا مضمون میں لپک کر پڑھتا ہوں اور اپنے مالک کے حضور اس کے اس بے پایاں لطف وکرم پر سجدہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے عہد میں زندہ رکھا ہے، جس میں رشید وارثی مضمون لکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے نعتیہ ادب کے نہایت متوازن فکر اور گہری بصیرت رکھنے والے ناقد ہیں۔ ان کا مضمون ''اردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں'' [۲] بار بار پڑھنا چاہیے۔ اللہ انھیں قائم ودائم رکھے۔

ایک جملہ خطوط کے بارے میں، براہ کرم ''نعت رنگ'' کو متنازع فیہ مسالک کی آماجگاہ نہ بنائیں اور یوں بھی نعت پر کسی ایک مسلک کی اجارہ داری نہیں ہے۔

امین راحت چغتائی

۱۔ش ۹، ص ۱۳۔۴۷ ۲۔ش ۱۰، ص ۱۰۔۳۷

۲/دسمبر ۲۰۰۱ء

مکرمی رحمانی صاحب ،سلام شوق

آپ کا خط اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں ملا تھا۔اُن دنوں میں گھر کی مرمتوں اور رنگ وروغن کروانے کی انتہائی بیہودہ مصروفیات میں الجھا ہوا تھا ۔میری لائبریری کا کمرہ بھی متاثر تھا ۔گھر میں لکھنے پڑھنے کی فضا قطعی مفقود تھی۔ایسے میں کشفی صاحب پر کیا لکھتا۔بارے اب سکوں میسر آیا تو قلم اُٹھایا۔ اسے حسبِ توفیق جہاں جی چاہے ، چھاپ لیجئے۔

''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارے کے لئے چند نعتیں بھی بھجواؤں گا۔بشرطیکہ یہ خط آپ تک پہنچ جائے۔کراچی کے ڈاکیے جانے کیوں میرا خط دیکھتے ہی کبیدہ خاطر ہوجاتے ہیں اور مکتوب ،مکتوب الیہ تک نہیں پہنچاتے ۔

آپ کی مصروفیات کا علم ہوتا رہتا ہے ۔ماشاء اللہ بڑے سلیقے سے پرچہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمارے انتقادی ادب میں، بلاشبہ، یہ ایک نئی چیز ہے۔

میری طرف سے ہزاروں دعائیں ۔امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے ۔خدانخواستہ میرا خط آپ تک پہنچ جائے تو ڈاکیے کو آداب کہیے گا۔

نیاز آگیں

امین راحت چغتائی

۱۶/ جنوری ۲۰۰۲ء

عزیزِ مکرم صبیح رحمانی! سلام مسنون۔

پہلے خط ملا پھر گزشتہ روز ''نعت رنگ'' کے بارھویں شمارے کے ساتھ، سفیرِ نعت،[۱] قصرِ بلند[۲]، جادۂ رحمت کا سفر[۳]، سبدِ گل[۴] اور حضوری[۵] پر مشتمل علم وحکمت اور خلوص ومحبت کا اَن مول خزانہ بھی ملا۔ جزاک اللہ۔

ان سب کتابوں کا جائزہ لیتے ہوئے محسوس ہوا کہ کراچی، حضور ختمی مرتبت کی محبت میں ہمارے سب شہروں پر سبقت لے گیا ہے۔ کتنی بڑی سعادت آپ لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔

اگر ممکن ہوتو میرے مضمون کی ایک نقل کشفی صاحب کو بھی بھجوا دیں۔

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ اگلے شمارے کے لیے ان شاء اللہ کچھ نعتیں بھجواؤں گا۔
بروقت انتباہ!

نیاز آگیں
امین راحت چغتائی

ا۔ کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' کراچی، مرتب: آفتاب کریمی
۲۔قصرِ بلند یعنی مطالعۂ قرآن، ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص
۳۔ مرتب: ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۳۶ص
۴۔سبدِ گل (تذکرہ شعراء)/ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی، اگست ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص
۵۔مرتب: خواجہ طٰہٰ عدیل، تفصیلات ندارد، ۱۰۸ص

امین ساجد سعیدی، محمد (حاصل پور)

وقارِ علم و ادب فضیلت مآب مکرم ومحترم جناب صبیح رحمانی صاحب مدظلہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
عریضہ حال بعد از سلام آپ کی خیریت مطلوب ہے۔

نہایت ادب و احترام سے عرض گزار ہوں کہ ناچیز نے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' [۱] ترتیب دی اور جب انتخاب کر رہا تھا تو آپ کی کتاب کراچی سے میرے دوست کے توسل سے مل گئی اس سے آپ کی نعت: ''جلوہ گر مشعلِ سرمدی ہوگئی'' صفحہ ۹۵ شامل کرلی۔

حسن اتفاق سے مطلع کا مصرع ثانی میرے مصرع سے مل گیا میں نے خیر تھوڑی سی تبدیلی بھی کرلی۔ اب آپ تک کتاب پہنچانے کے لیے بے تاب رہا خوش قسمتی مجھے لاہور سے ''نعت رنگ'' ملا میں نے خیال کیا اب ایڈریس بھی مل گیا ہے، رحمانی صاحب تک رسائی ہوجائے گی، میں نے پورا ''نعت رنگ'' نہ پڑھا تھا کہ میرے کسی مہربان نے پڑھنے کے لیے ایک دو دن کے لیے لیا، آج تک نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ کو اس وقت منظور تھا، بہاول پور سے نعت کے سلسلہ میں میرے پاس محترم جناب محمد حیات چغتائی صاحب حاصل پور تشریف لائے تو آپ کا ذکر خیر ہوا۔ ایڈریس حاصل کیا اور کتاب پہنچانے کی سعادت پائی اور نعتیں ان کے کہنے پر ارسال کررہا ہوں۔

کتاب مل جائے تو ضرور اطلاع فرمانا بہت بہت شکریہ، کوئی تحریر میں لغزش یا غلطی ہوگئی ہو تو پیشگی معافی چاہتا ہوں۔

خدا حافظ

والسلام

محمد امین ساجد سعیدی

☆محمد امین ساجد سعیدی، مرتب: ''تاجدارِ عرب و عجم ﷺ'' (۱۹۹۷ء)، ''صلی اللہ علیہ وسلم'' (۰۳۔۲۰۰۲ء) ا۔۲۰۰۲ء، لاہور: کتاب سرائے، بار اول، ۱۲۸ص

انور سدید، ڈاکٹر (لاہور)

۱۴ جون ۱۹۹۶ء

محبّی صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون

نادم ہوں کہ میں ''نعت رنگ'' کے لئے اپنی پر خلوص خواہش کے باوجود مضمون پیش نہیں کرسکا۔اوّل بڑھاپا غالب ہے۔دوم،صحافت کی مصروفیت دماغ چاٹ جاتی ہے۔ درخواست ہے کہ فی الحال میری معذرت قبول فرمائیں۔

حسب ارشاد دو نعتیں ارسال خدمت ہیں۔اسے مدحت نہیں جسارت تصور کیجئے۔آپ خیرو برکت کا کام کررہے ہیں، آپ بھی لائق تحسین ہیں اور آپ کا کام بھی داد کے قابل ہے۔اللہ تعالیٰ توفیقِ مزید دے۔

رسید عنایت کیجئے گا۔

مخلص

انور سدید

☆ڈاکٹر انور سدید (پ:۱۹۲۸ء)، شاعر، ادیب، نقاد، محقق، مترجم، صحافی، کالم نویس، کتب: ''اردو ادب کی تحریکیں''، ''دلّی دور نہیں''، ''محترم چہرے''، ''اقبال کے کلاسیکی نقوش''، ''اردو حج نامے کی روایت''، ''اردو ادب

میں سفرنامہ‘‘، ’’پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ‘‘، ’’سعید صورتیں‘‘ و دیگر،
اعزازات: تمغۂ حسن کارکردگی (حکومت پاکستان)۔

۲۷۔فروری۔۱۹۹۸ء

محبّی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

’’نعت رنگ‘ ‘ کتاب نمبر ۵ کی صورت میں نظرنواز ہوا، اسے دیکھتے ہی آپ کے لیے دل سے دعا نکلی کہ خدا نے آپ کو کتنے بڑے کام کی توفیق دی ہے۔اس پرچے نے دہر کے اندھیروں میں اجالا کردیاہے۔ اوّلاً نعت کے چراغوں سے اورثانیاً اس موضوع کے متنوع زاویوں کے تعارف اورحسنِ تنقید سے۔ماشاء اللہ۔

ڈاکٹرہلال نقوی صاحب نے ’’اردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات‘‘ میں ایک نئے موضوع پرقلم اٹھایا ہے۔آپ اسے مرثیہ نگاروں کی نعتیہ شاعری کا عنوان کا دے سکتے ہیں، آپ کی یہ اطلاع کہ وہ اس موضوع پرکتاب مرتب کر چکے ہیں، بے حدخوش آئند ہے۔ ان کا رسالہ ’’رثائی ادب‘‘ مرثیے کی ادبی خدمت میں اسی طرح پیش پیش ہے جس طرح ’’نعت رنگ‘‘ نعت میں۔

آپ کوسن کرخوشی ہوگی کہ روزنامہ خبریں کے مدیر ضیا شاید صاحب نے لاہور سے ایک ماہنامہ ’’نعت رسول‘‘ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ریحان منیرزبیری اس کے مدیرمقرّر ہوئے ہیں۔ اس سے قبل راجا رشید محمود رسالہ ’’نعت‘‘ باقاعدگی سے نکال رہے ہیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ماہنامہ ’’نعت رسول‘‘ سے آپ خودبھی تعاون فرمائیں اور اہل کراچی کی معاونت بھی فراہم کیجئے۔

آپ کا پیغام مل گیا ہے۔توفیق الٰہی کا منتظرہوں اورآپ کی دعاؤں کامستحق ہوں۔

مخلص

انورسدید

❁

انور مینائی، ڈاکٹر (کولار۔انڈیا)

’’نعت رنگ‘‘[شمارہ ۴] ملا مشمولات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعت کی سمت کو نئی وسعتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے یہ مبارک سلسلہ شروع کیا گیاہے۔ ڈاکٹرسیّدمحمدابوالخیرکشفی کا طویل

مقالہ ''نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم'' شمارے کی جان ہے، جو مقالہ نگار کے تبحر علمی اور ژرف نگاہی کا جواز ہے۔ موصوف نے ''لفظ'' کی تخلیقی اہمیت وغایت سے متعلق حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ شعر کی صوری ومعنوی، جمالیاتی وتاثراتی سطح پر بھی بحث کی گئی ہے............ تلازمۂ خیال یعنی Association of Thought کے ضمن میں عرض ہے کہ ضیغم، سرخ لیلیٰ کی انگلیاں، مجنوں کی پسلیاں وغیرہ کو علامتوں، استعاروں اور پیکروں سے منسوب کیا جاسکتا تھا نہ کہ تلازمۂ خیال سے۔

''اب روزہ مرّہ گفتگو میں ''تو'' نے ''تم'' اور آپ کے لیے جگہ خالی کردی ہے۔'' یہ جملہ اس لیے کھٹکتا ہے کہ زمانہ لاکھ بدل جائے کوئی اپنے سے بڑوں کو ''تو'' سے خطاب نہیں کرے گا، البتہ ہندوستانی ہندی ٹی وی سیریلس میں ''تو'' اور ''تم'' کا فرق مٹ گیا ہے۔ پاکستانی ٹی وی سیریلس کے متعلق راقم التحریر لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔

''کہا جاتا ہے کہ کوئی دولفظ ہم معنی نہیں ہوتے۔'' مقالہ نگار نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ کہی سنی بات پُراعتماد ہوتی ہے۔ درحقیقت ہرزبان میں ہم معنی الفاظ کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ معینہ اور لغویہ کے لیے Lexeme فہمیہ کے لیے Sememe کی اصطلاحوں کی تجویز سے اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو کا استعمال اور آپ ﷺ کے سراپا کو منظور کرنے سے متعلق مقالہ نگار نے جو ٹھوس حوالے دیے ہیں وہ مقالے کو وقیع بناتے ہیں۔

رشید وارثی صاحب نے ''اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی'' تعلّی کے اصطلاحی معنوں کے علاوہ اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور نعتیہ شعرا کو احساس دلایا ہے کہ نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مصداق ہے۔ شاعر رسول ﷺ، دربان رسول ﷺ اور خادم رسول ﷺ ہونے کے دعوؤں کے بجائے شاعر کو چاہیے کہ حفظ مراتب کو ملحوظ رکھے اور خاکساری کا پہلو اختیار کرے۔ عزیز احسن کا مضمون ''اردو نعت اور جدید اسالیب'' لائق مطالعہ ہے۔ نور احمد میرٹھی نے ''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری'' میں غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری کا احاطہ کرنے کی سعی ہے۔

مگر ''کچھ اور چاہیے وسعت'' کے تقاضے کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس وسیع موضوع پر مزید تحقیق لازمی ہے۔ تاہم مضمون نگار نے نعتوں کے عالمی تراجم کا جو تذکرہ کیا ہے وہ معلوماتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری معتبر نقّاد ہیں انھیں چاہیے تھا کہ ''اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت'' میں وہ نعتیہ سانیٹ، نعتیہ ہائیکو، نعتیہ ماہیے، نعتیہ ترائیلے، نعتیہ ثلاثیاں وغیرہ کا ذکر حوالوں کے ذریعے کرتے۔ نعتیہ شاعروں کے مجموعوں پر تاثرات کی شمولیت نے ''نعت رنگ'' کے حسن کو دوبالا کردیا

ہے۔ بیشتر نعتوں کے شعر متاثر کن ہیں۔ خدا کرے کہ ''نعت رنگ'' کا سلسلہ جاری رہے اور اسے حیات دوام نصیب ہو۔

انور مینائی

☆انور مینائی، شاعر، ادیب۔

این اے بلوچ، ڈاکٹر (حیدرآباد)

21-10-2008

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی عنایت سے دو تحفے موصول ہوئے ہیں، یعنی کتاب ''نعت نگر کا باسی'' [۱] اور ماہ نامہ ''نعت گو'' کا شمارہ اگست 2008ء میں ممنون ہوں۔ کتاب ''نعت نگر کا باسی'' گراں قدر عطیہ ہے کہ آپ نے اسے بڑی محبت اور محنت سے مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی مرحوم سے کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا۔ مشفق و مہربان تھے۔ الحمدللہ آپ نے اپنی ان اشاعتوں سے ان کے نام کو مزید روشن کردیا ہے۔ ''نعت رنگ'' کی عالمانہ اشاعت سے نعت کے موضوع کو اردو ادب میں ایک مقام حاصل ہوا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

این۔ اے۔ بلوچ

☆ڈاکٹر این۔اے۔ بلوچ (۱۹۱۷۔۲۰۱۱ء)، اصل نام: نبی بخش خان، سندھی، فارسی، عربی اور اردو زبانوں کے عالم، پروفیسر ایمریٹس، یونیورسٹی آف سندھ، حیدرآباد، کتب: ''دیوانِ صابر''، ''دیوانِ ماتم''، ''طلبا اور تعلم''، ''سندھ میں اردو شاعری''، ''نہج تعلم''، ''سندھ لوک ادب''، اعزازات: ''تمغۂ پاکستان''، ''کمالِ فن ایوارڈ'' (اکادمی ادبیات پاکستان)، ''ستارۂ امتیاز''، ''ستارۂ قائداعظم''، ''صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی'' (حکومتِ پاکستان)

۱۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۱۶۰ص

31-03-2009

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آج کی ڈاک میں دو کتابیں موصول ہوئی ہیں جن سب سے اوّل تو آپ کی ہے[۱] اور دوسری محمد سہیل شفیق کی مرتب کردہ[۲]۔ اوپر سرنامے کے ساتھ آپ کا نامِ نامی پڑھ کر مجھے آپ کا شکرگزاری کا موقع ملا ہے۔ میں آپ کا اور سہیل صاحب کا ممنون ہوں کہ آپ نے یاد فرمایا اور کتابوں کے تحفہ سے نوازا۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

این۔ اے۔ بلوچ

۱۔نعت نگر کا باسی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۱۶۰ص

۲۔ اشاریہ نعت رنگ (شمارہ ۱۔۲۰)، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۷۴ص

آصف بشیر چشتی، پیر (فیصل آباد)

۱۵/دسمبر ۲۰۰۸ء

مکرمی ومحترمی ،لائق صد عزّ وجاہ!

حضرت سید صبیح رحمانی صاحب دامت برکاتہٗ

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ ۔مزاج گرامی القدر؟

جناب ڈاکٹر شبیر احمد قادری کی زبانی معلوم ہوا کہ ماہنامہ ''نعت رنگ'' پر شعراء وادبا کی تحریروں (تبصروں ،مقالات اور تاثرات وغیرہ) پر مشتمل کوئی سلسلہ شروع کیا گیا ہے ۔اور مجھے ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں منظوم تاثرات لکھنے کا حکم دیا ہے جس کی تعمیل میں اپنی فنّی استطاعت کے مطابق چند اشعار میں'' نعت رنگ'' پر کاوش کی گئی ہے'' گر قبول افتد زہے عزّ وشرف''

آپ کی زیرِ شفقت''شہر نعت'' بھی باقاعدگی سے اشاعت پذیر ہورہا ہے آپ کے اسمِ مبارک میں برکات ہی اتنی ہیں کہ کوئی بھی مشکل یا نامساعد حالات ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب کی انتھک محنت اور علالتِ شدید کے باوجود اس میں گہری دلچسپی پرچے کی تزئین و

وآرائش کا باعث ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائیں۔

آپ کی محبت ہمارے دلوں میں روشن چراغ ہے۔ جس کی نورانی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے ہم بھی مدحِ سرکارِ دوعالمؐ کی نعمت سمیٹنے میں کوشاں ہیں۔ زیارت کی تمنّا ہے۔ کراچی آنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ جونہی ڈاکٹر شبیر احمد قادری صاحب حکم فرمائیں گے۔ آپ کی زیارت سے اپنے دلوں کی سیاہیاں دھوئیں گے۔ دُعاؤں میں یاد رکھنے کا بہت شکریہ۔

تمام دوستوں اور کارکنانِ ''نعت رنگ'' کو میری جانب سے مؤدبانہ سلام۔

آپ کا خیر اندیش

پیر آصف بشیر چشتی

☆ پیر آصف بشیر چشتی (۱۹۴۳ـ۲۰۱۲ء)، شاعر، ادیب، مدیر: ''شہرِ نعت'' (فیصل آباد)، نگران: نعت ریسرچ سینٹر فیصل آباد، سجادہ نشین چشتیہ دربار شریف، جنرل سیکرٹری: انجمن مشائخ وسجادگان، فیصل آباد، سرپرستِ اعلیٰ: مجلس معینِ ادب (فیصل آباد)۔ کتب: ''رنگِ عقیدت''، ''شہرِ نعت''، ''بابِ جنت کھلا''، ''خلدِ نعت'' و دیگر۔

آصف بھلی، محمد (سیالکوٹ)

16-09-2004

صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت۔

فون پر آپ سے مختصر گفتگو ہوئی تھی۔ گویا تجدید ملاقات کی ایک تمہید تھی۔

''نعت رنگ'' کے جو شمارے آپ نے مجھے ارسال فرمائے تھے۔ وہ 3 تا 8 تھے۔ گویا پہلے دو شمارے شامل نہیں تھے اور شمارہ نمبر 8 کے بعد بھی مجھے ''نعت رنگ'' کی ترسیل نہیں کی گئی۔

مجھے جو تعاون آپ سے مطلوب ہے وہ بلاتمہید طولانی عرض کیے دیتا ہوں۔

1- اپنے سمیت کراچی میں آپ کے رابطے میں موجود ہر قابلِ ذکر اور ہر قابل حوالہ شاعر کا منتخب نعتیہ کلام، فوٹو کاپی یا اگر دوست کتاب ارسال کرسکیں تو ممنون ہوں گا۔

2- ''نعت رنگ'' کے بقیہ شمارے جو دستیاب ہوسکیں۔

3- نعت کے میدان میں اپنے تجربات کی روشنی جو بھی رہنمائی ممکن ہو تحریری صورت میں بھجوا

دیں۔

4- آپ کی نظر میں اب تک نعتیہ سرمائے کے جو انتخاب شائع ہوچکے ہیں اُن میں سے معیاری کتب کے حوالے۔ یہ کتب یا رسائل میں لاہور کی لائبریریوں میں اگر محفوظ ہوئے تو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

آپ کی طرف سے جلد از جلد تعاون کا منتظر۔

ایک بار پھر آپ کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں انعام پر مبارک ہو۔

محمد آصف بھلّی

☆محمد آصف بھلی، ایڈوکیٹ، ضلع کچہری، سیالکوٹ

آفتاب احمد نقوی، پروفیسر ڈاکٹر (لاہور)

17.5.95

برادرعزیز رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ جل جلالہٗ کے فضل وکرم سے آپ دیار مقدس سے ہوآئے آپ نے یقیناً جی بھر کر گنبد خضریٰ کی زیارت کے مزے لوٹے ہوں گے۔آپ اُن گلیوں اور بازارمیں گھومے ہو ں گے جہاں آقا حضورﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو سے آج بھی مشام جاں معطر ہیں۔ آپ نے دیار نور کی ان جگہوں راستوں پہاڑوں کو خوب خوب دیکھا جس پر آقا حضورؐ کی نظریں پڑتی رہی ہیں ۔میری طرف سے سفر حج اور حاضری دیار حبیب کی سعادت پر مبارکباد کا تحفہ قبول فرمائیں جی تو چاہتا ہے کہ اڑ کر آؤں اور آپ کی زیارت کروں لیکن فی الحال کچھ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔اللہ کو منظور ہوا تو جلدہی آپ کی زیارت کی صورت نکل آئے گی ۔

آپ کا گرامی نامہ ملا آپ نے دعاؤں میں یاد رکھا گویا جسمانی طور پر ہم آپ کے ساتھ اگر چہ نہیں تھے لیکن تصورات کی دنیا میں گویا ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔

''نعت رنگ'' کے اولین شمارے کی اشاعت پر بھی مبارک باد قبول فرمائیں اور حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ پر بھی، کراچی میں دوبارآیا آپ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی لیکن آپ ایک بڑے کام کے

لیے گئے ہوئے تھے اس لئے آپ سے جدائی کا احساس ایک وجدانی رُخ اختیار کرجاتا تھا۔
اللہ کرے آپ مع اہل وعیال واحباب خیریت سے ہوں۔

والسلام
آفتاب نقوی

☆پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (۱۹۵۱۔۱۹۹۵ء) ،شاعر، ادیب، محقق، نقاد، مدیر اعلیٰ: ''اوج'' (گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور)، کتب: ''پنجابی نعت'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''تفسیر وحدیث'' (کتابیات۔۸۸ء)، ''سیرت نگاری'' (تاریخ وتبصرہ۔۹۱ء)، ''کرکتن دل دھیان'' (شعری مجموعہ)، ''دلیلِ آفتاب'' (مقالاتِ نعت)۔

تابش دہلوی (کراچی)

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ ملا، میں نے اس رسالے کو آپ کے ذوق سلیم اور آپ کی ترویج صنف نعت گوئی اور فروغ نعت کی کوششوں کا صلہ پایا، آپ اس سلسلے میں جو کام کررہے ہیں وہ نہایت قابل قدر ہے۔ اللہ آپ کو توانائی اور حوصلہ دے!

تعجب ہے کہ ارباب نقدونظر نے صنف نعت کو اپنی تحریروں میں وہ مقام اور درجہ نہیں دیا جو دوسری اصناف سخن کو دیا ہے آخر کیوں؟ غالبًا اس کی وجہ مذہب سے کم تعلقی اور رسول ﷺ کی تعریف وتوصیف کے حوالے سے اس کو (نعوذباللہ) یک رخہ سمجھ کر نظرانداز کیا جاتا رہا، صنف نعت پر جستہ جستہ کام ہوا جو نہ ہونے کے برابر ہے، نعتوں کے مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں اور ایک آدھ کتاب تاریخ نعت کے حوالے سے منظرعام پر آئی ہے جس سے سیری نہیں ہوتی۔ آپ کا کام ٹھوس ہے اور آپ نے نعت کو ادبیات کی اعلیٰ اصناف میں شامل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

موجودہ شمارہ میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم'' نہایت فکرانگیز ہے اور لفظ وصوت کے حوالے سے جو گفتگو کی گئی ہے وہ اہل علم کے لیے اور خاص طور پر شعرا کے لیے سبق آموز ہے ایسے مضامین ادبیات میں خوشگوار اضافہ ہیں۔ رشیدوارثی صاحب نے بھی ''اردونعت اور شاعرانہ تعلّی'' کے عنوان سے نئے اسلوب سے شعرا کا محاکمہ کیا ہے جو شعرا کو رسول ﷺ کے اوصاف اور ان کی

تعلیمات کے بیان کے سلسلے میں زیادہ احتیاط کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

تابش دہلوی

☆ تابشؔ دہلوی (۱۹۱۱ء۔۲۰۰۴ء)، نام: مسعود الحسن، تخلص: تابشؔ، معروف شاعر و ادیب، کتب: ''نیم روز''، ''چراغِ صحرا''، ''غبارِ انجم''، ''تقدیس''، ''ماہِ شکستہ''، ''دید باز دید'' (خودنوشت)، ''دھوپ چھاؤں''۔ ۱۹۸۸ء میں حکومتِ پاکستان نے صدارتی ایوارڈ ''تمغۂ امتیاز'' عطا کیا۔

تحسین فراقی، ڈاکٹر (لاہور)

۷/ مارچ ۱۹۹۵ء

رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

کل مشفق خواجہ صاحب کو خط لکھا اور آج آپ کو لکھ رہا ہوں۔ آپ کی نعت کے باب میں ایک مختصر تاثر پیشِ خدمت ہے۔ پسند آئے تو کہیں ٹانک دیجیے۔ جعفر بلوچ صاحب کے نعتیہ مجموعے[۱] پر مضمون[۲] ہمراہ ہے۔ یہ مضمون میں نے ان کی کتاب کی تقریب اجرا کے موقع پر پڑھا تھا اور اس سال کے آخر تک میرے تنقیدی مجموعے میں شائع ہوگا۔ آپ اسے شامل اشاعت کر لیجیے۔ ملت اسلامیہ کی دردناک صورتِ حال پر کئی ماہ پہلے ایک مختصر نظم ہوئی تھی۔ عنوان تھا ''اُمتِ مظلمہ'' آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

''اُمتِ مظلمہ''

ماتھوں پہ چیٹیں لگی ہوئی ہیں
ہاتھوں میں کاسۂ گدا ہے
حلقومِ برادراں پہ خنجر
اور لشکر دشمناں میں جا ہے
عبرت کیشو! نگاہ کرنا
یہ اُمت شاہِ دوسرا ہے

دیگر احوال لائق شکر ہیں۔ درِ حضورﷺ پر حاضری کے موقع پر اس عاجز اور خطا کار کو بھی یاد

رکھیے گا۔

مخلص

تحسین

☆ڈاکٹر تحسین فراقی (پ: ۱۹۵۰ء)، اصل نام: منظور اختر، محقق، نقاد، شاعر، استاد شعبۂ اردو، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ناظم: مجلس ترقی ادب، لاہور، مدیر: ''صحیفہ''، ''مخزن''، ''مباحث'' لاہور، مدیر اعلیٰ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔ کتب: ''مولانا عبدالماجد دریا بادی: احوال و آثار'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''جستجو''، ''عجائباتِ فرنگ''، ''نقدِ اقبال: حیاتِ اقبال میں''، ''افادات''، ''اقبال: چند نئے مباحث''، ''مطالعۂ بیدل: فکرِ برگساں کی روشنی میں''، ''مغربی جمہوریت: اہلِ مغرب کی نظر میں''، ''نقشِ اول''، ''شاخِ زریاب'' ودیگر۔

ا۔ ''بیعت''، ۲۰۰۱ء، لاہور: الفیصل، بار دوم، ۱۲۰ص

۲۔ ''بیعت.... چند تاثرات''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ا، ص ۳۱۱۔۳۱۶

۱۰/جولائی ۱۹۹۶ء

مکرمی و محترمی صبیح صاحب! سلامِ مسنون۔

اُمید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ اور آپ کے معاون احباب لائقِ مبارک باد ہیں کہ آپ ''نعت رنگ'' جیسا معیاری اور انقلابی پرچہ نکال رہے ہیں۔ آپ کی عنایت سے دوسرا پرچہ مل گیا تھا اس پرچے کے حوالے سے چند باتیں گزارش کر رہا ہوں اگرچہ بڑی تاخیر سے!

آپ کا ''ابتدائیہ'' اور ''نئے دُکھ'' دونوں دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ آپ نے جو سوالات اُٹھائے ہیں وہ واقعی اس قابل ہیں کہ اہلِ علم اور مؤرّخانِ ادب کو ان پر غور کرنا چاہیے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بڑی شاعری کی طرح بڑی مذہبی شاعری بھی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خبر نظر کا، علم عین کا اور گوشِ آغوش کا روپ نہ دھار لے۔ ہمارے نقادوں کے صنفِ نعت سے اعراض کا ایک سبب شاید یہ بھی رہا ہو کہ اس کا بڑا حصہ محض رسمی اور رواجی رہا ہے اور جذباتِ عشق، محض بیان کی حد تک مطلوب رہے ہیں بالعموم عشقِ سرورِ کونین ﷺ شاعر کے لیے Living Presence نہیں بن سکا۔

نعت میں کن امور کا خیال رکھنا چاہیے اس باب میں حضرت حافظ فضل فقیر اور رشید وارثی کے مضامین قابل توجہ ہیں۔ مرحوم حافظ افضل فقیر کا مضمون جو دراصل ''وسلموا تسلیما'' / حفیظ تائب[ا] کا زندہ اور نہایت درجہ فکر افروز دیباچہ تھا، پہلے بھی میری نظر سے گزر چکا تھا مگر آپ کے پرچے میں اس

کی موجودگی نے قندِ مکرر کا مزہ دیا۔ حافظ صاحب کو اللہ نے جو غیرمعمولی بصیرت اور بیان کا جو حیران کن سلیقہ عطا کیا تھا وہ اس دیباچے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے شعر و شاعر کے ضمن میں جن چار مقدمات کا ذکر کرنے کے بعد کمال وسعت نظر کے ساتھ ان کی جو توضیح کی ہے اس سے خود میرے بعض اشکالات رفع ہوئے۔ البتہ مضمون کے آخر میں عرفی شیرازی کے نعتیہ قصیدے کے جو دو شعر انھوں نے درج فرمائے ان میں سے پہلے میں عرفی وہ احتیاط ملحوظ نہ رکھ سکا جس کی اس جیسے عالی دماغ شاعر سے توقع تھی۔ عرؔفی بعض اور مقامات پر بھی ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے مثلاً اس کے ایک اور نعتیہ قصیدے کا ایک شعر ہے:

عیسیٰ مگسِ تکلم تو
حلوائے دکانِ آفرینش

اب آپ غور فرمائیے کہ کیا اس شعر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخفیف کا پہلو صاف نمایاں نہیں؟ بہرحال کہنا یہ ہے کہ متقدمین خواہ وہ فارسی ادب سے متعلق ہوں خواہ اردو سے، ان امور پر وہ توجہ نہیں دے سکے جس کا تقاضا نعت گوئی کرتی ہے۔ اس تمام تر کے باوجود اردو اور فارسی کا کلاسیکی نعتیہ ادب اس کا مستحق ہے کہ اس کے قابل لحاظ حصے کو ادب عالیہ میں شمار کیا جائے۔

رشید وارثی صاحب کا مضمون بھی بحثیت مجموعی فکر افروز ہے اور نعت گوئی کے باب میں ایک عمدہ منشور کا درجہ رکھتا ہے۔ البتہ ص۵۲ پر انھوں نے جس شعر کا انتساب حافظ شیرازی سے کیا ہے وہ سعدی شیرازی کا ہے۔ شعر یہ ہے:

دفتر تمام گشت و بپا یار رسید عمر
ماہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

اس مضمون میں میں رشید وارثی صاحب نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ ذاتِ محمدیہ اور حقیقت محمدیہ دو مختلف حقائق ہیں۔ ان دو حقائق کو ایک قرار دینا ممکن کو واجب اور واجب کو ممکن قرار دینے کے مترادف ہے۔

عاصی کرنالی صاحب کے مضمون کے عنوان سے جو اُمید بندھی تھی وہ مضمون کے مشمولات سے پوری نہ ہوسکی۔ سوال یہ ہے کہ فارسی شعری روایت نے اردو نعت اور حمد پر صرف بحور و اوزان کی حد تک تو اثرات مرتب نہیں کیے۔ معانی، مضامین، تراکیب، تلمیحات اور بیان و بدیع کی بیسیوں صورتیں ہیں جن سے ہمارا حمدیہ نعتیہ شعری ادب متاثر ہوا ہے۔ عاصی صاحب کو ان امور سے بھی اعتناء کرنا

چاہیے تھا۔ حواشی میں ایک جگہ انھوں نے ایک شعر مستغرق گناہیم، ہر چند عذر خواہیم... درج کرکے اسے معین الدین چشتی سے منسوب کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معین الدین چشتی کے نام سے جس دیوانِ فارسی کا ہمارے یہاں چلن ہے وہ ان کا نہیں معین الدین ہروی کا ہے اور اگر میرا حافظ غلطی نہیں کرتا تو حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالات میں ایک جگہ اس کے معین الدین چشتی سے انتساب کو بہ دلائل غلط قرار دیا ہے۔ بہرحال اپنے مخصوص دائرے میں عاصی کرنالی کا یہ مضمون مفید اور معلومات افزا ہے۔ باقی مشمولات ابھی پوری طرح نہیں پڑھ پایا اس لیے ان کے بارے میں رائے نہیں دے سکتا۔

لاہور میں اپنے مختصر قیام کے دوران آپ نے ارشاد کیا تھا کہ میں اپنی چند نعتیں بھجواؤں۔ امتثالِ امر کے طور پر کچھ نعتیں حاضر ہیں۔ کسی قابل ہوں تو ''نعت رنگ'' میں شامل فرما لیجیے گا۔ ردیف ''آیا'' والی نعت تازہ نعت ترین ہے۔

احباب کی خدمت میں سلام

مخلص

تحسین فراقی

ا۔ ۱۹۹۰ء، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۸۴ص

تنویر پھول (کراچی)

مورخہ ۲۷/ مئی ۲۰۰۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۱ زیرِنظر آیا، نعتیہ سانیٹ شائع کرنے کا شکریہ! اس سے قبل ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۱۰ میں صفحہ نمبر۲۵۵ پر میری نعت شائع ہوئی تھی، جو سندھی صنف سخن ''وائی'' کی ہیئت میں ہے، اگر وضاحت کردی جاتی اور مصرعوں کو اسی ترتیب میں شائع کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ ''وائی'' سندھی ادب کی ایک صنف سخن ہے، جس میں مطلع کا مصرعہ ثانی ہر شعر کے بعد دہرایا جاتا ہے، شاہ عبداللطیف بھٹائی کا کلام بھی اس صنف سخن میں ہے۔

کچھ عرصے پیش تر کہیں پڑھا تھا کہ آپ غالبؔ کی زمینوں میں نعتیں شائع کرنے کا پروگرام بنارہے ہیں، چناں چہ میں نے بھی دو نعتیں آپ کے سابقہ پتے پر ارسال کی تھیں، معلوم نہیں ملیں یا نہیں؟ فی الحال ایک نعتیہ سانیٹ اور کچھ رباعیات، ثلاثی اور دوہے ارسال کررہا ہوں۔ ماشاء اللہ ''نعت

رنگ'' کا معیار کافی بہتر ہے جو آپ کی محنت اور انتھک کوششوں کا عکاس ہے:

دیکھو! بہار آئی ہے گلشن میں نعت کے!
ضوبار اس سے ہوگیا آئینۂ خیال!
اے پھول! ہے یہ کوشش احسن، صبیح کی
معیار ''نعت رنگ'' میں آیا نیا جمال!

گزشتہ سال بارہ ربیع الاول کی شب پی ٹی وی کراچی سینٹر سے ایک نعتیہ مشاعرہ پیش کیا گیا، ایک معروف نعت گو شاعر نے طائف کی سنگ باری کا حوالہ دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے لیے ''سنگسار'' کا لفظ استعمال کیا:

کیا لاؤگے طائف کا کوئی ایسا مسافر؟
جو ان ﷺ کی طرح راہ میں ''سنگسار'' ہوا ہو!

یہ لفظ نہایت قابل اعتراض ہے کیوں کہ ''سنگ باری'' اور ''سنگساری'' میں بڑا فرق ہے۔ موخر الذکر پتھر مار مار کر ہلاک کردینے کو کہتے ہیں جو شریعت میں بدکاری کی سزا ہے۔فنی اعتبار سے بھی شاعر موصوف کا یہ مصرعہ سقیم ہے کیوں کہ انھوں نے ''سنگسار'' بر وزن ''سنسار'' استعمال کیا ہے، جو غلط ہے۔''سنگسار'' میں نون غنہ نہیں ہے بلکہ اس کا اعلان ہوگا، جس کی وجہ سے مصرعہ ساقط الوزن ہوکر بحر سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ذرائع ابلاغ کو احتیاط برتنی چاہیے۔

اچھا اب اجازت دیجیے، امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

فقط والسلام
مخلص
تنویر پھول

☆تنویر پھولؔ (۱۹۴۸ء)، اصل نام: تنویر احمد صدیقی، شاعر و ادیب، نگراں (کورنگی زون): حرا فاؤنڈیشن پاکستان (رجسٹرڈ)، کتب: ''گلشنِ سخن''، ''خوشبو بھینی بھینی''، ''تنویرِ حرا''، ''رشک باغ ارم''، ''دھواں دھواں چہرے''، ''زبورِ سخن''، ''قندیل حرا''، ''چڑیا تتلی پھول''، ''نغماتِ پاکستان''، ''ارحم الراحمین''۔

'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ نظرنواز ہوا جسے دیکھ کر مسرت ہوئی۔ ریاض حسین چودھری صاحب کا مقالہ 'جدید اردو نعت کی صورت پزیری کا موسم' وقیع تحریر ہے۔ صفحہ۱۰۷ پر انھوں نے فرمایا ہے کہ 'نعتیہ رُباعی اور قطعہ نگاری کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی جا رہی۔' راقم الحروف چند نعتیہ رُباعیات ارسال کر رہا ہے۔ قطعات ان شاء اللہ آیندہ ارسال کیے جائیں گے۔

صفحہ۳۱۵ پر پروفیسر غلام رسول عدیمؔ کے مضمون میں حنیف نازش قادری[۱] کے ایک نعتیہ شعر کی توصیف کی گئی ہے جو یہ ہے:

حسانؓ جو ہے رونقِ بستانِ مصطفیٰؐ　　　میں نے اُس عندلیب کا دامن پکڑ لیا

اس شعر کا مصرعِ ثانی بحر سے خارج ہے کیوں کہ عندلیب کا 'ع' تقطیع سے باہر ہے۔

محترم پروفیسر محمد اقبال جاوید نے صفحہ۱۴۰ پر تعلّیانہ خودنمائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ راقم الحروف کے دو اشعار بھی اسی موضوع پر ہیں جو نعتیہ مجموعے 'قندیلِ حرا'[۲] میں شامل ہیں:

ثوابِ نعت گوئی کے بھلا کیا مستحق ہیں ہم
کریں کچھ غور، شہرت کی طلب میں ہر سخن ور ہے

ص۵۰۰ پر حافظ عبدالغفار حافظ صاحب نے جناب محمد علی شیدا کے مصرعے (یہ کائنات مطیع اک عرب کے شاہ ﷺ کی ہے) پر پروفیسر قیصر نجفی کے اعتراض کو رد کیا ہے کہ 'مصرع وزن سے باہر ہے مطیع کی 'ع' گر رہی ہے۔' پہلی بات یہ کہ 'ع' مذکر ہے مؤنث نہیں، اس لیے نجفی صاحب کو لکھنا چاہیے تھا کہ 'مطیع' کا 'ع' گرا نہیں اسے الف سے سہارا مل گیا۔ یہاں یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قیصر نجفی صاحب کے مجموعے 'رب آشنا'[۳] کے ص۶۳ پر ایک شعر ہے:

حوالے سے ترے اے سنگِ اسود!　　　اک عظمت کی کہانی لکھا رہا ہوں

چوں کہ مصرع ثانی میں عظمت 'ع' گر رہا ہے اس لیے یہ مصرع بحر سے خارج ہے کیوں کہ یہاں الف کا وصل نہیں ہے۔

بعض اصحاب نعت پر تنقید کے قائل نہیں لیکن اگر کوئی فنی غلطی ہو یا شرعی اعتراض ہو تو تنقید بلاشبہ درست ہے۔ 'نعت رنگ' یہی فریضہ انجام دے رہا ہے، اس موقع پر میں توجہ دلانا چاہوں گا کہ عصرِ حاضر کے ایک معروف نعت گو اپنی نعت میں اکثر اس مفہوم کا شعر پڑھتے ہیں کہ 'حضور ﷺ نے خلل کے چراغ بجھا دیے۔' چراغ ہمیشہ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اگر 'خلل کے چراغ' کہنا درست ہے

تو پھر 'جہالت کی شمع' اور 'باطل کا نور' کہنے میں کیا مضایقہ ہے؟ اسی طرح ایک شاعرہ کی نعت کا یہ مصرع دیکھیے 'کفر کے روشن ایوانوں میں آ کے اندھیرا کس نے کیا؟' یہ مصرع بھی قابلِ اعتراض ہے۔ کفر کے ایوانوں کو روشن کہنا درست نہیں اور اندھیرا کہنا اچھا فعل نہیں، جسے حضور ﷺ سے منسوب کرنا کھٹکتا ہے۔ یہ دونوں نعتیں شائع بھی ہوچکی ہیں اور اکثر مشاعروں میں سنی گئی ہیں۔ اس تنقید کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں صرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

تنویر پھول

۱۔محمد حنیف نازش قادری (پ: ۱۹۳۵ء)،نعت گو، نعت خوان، نعتیہ مجموعے : ''سخن سخن خوشبو''، ''آبرو''۔

۲۔۲۰۰۳ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۶۰ص

۳۔۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۴۴ص

۹/اگست ۲۰۰۷ء

جناب صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

کچھ عرصہ پیش تر نیویارک سے واپس کراچی آیا تو ''نعت رنگ'' کے دو شمارے (شمارہ:۱۸ اور ۱۹) نظر نواز ہوئے۔ اوّل الذکر مولانا احمد رضا خاں نمبر ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ ابتدائیہ میں آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ ''ہم نے مولانا کی نعتیہ شاعری کو ادبی نقطۂ نظر سے سمجھنے اور بحیثیت شاعر ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو پرکھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ خود کی نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی۔'' حالاں کہ یہ مولانا کی شخصیت یا علمی مرتبہ پر کوئی حملہ نہیں ہے، بقول آپ کے کیا سعدیؔ، رومیؔ اور جامیؔ کی منظومات پر کسی ادبی و لسانی تنقید نے ان کی شخصی عظمت اور علمی مرتبت کی ضیا کم کی ہے؟ راقم الحروف نے مولانا کے مجموعۂ نعت و منقبت ''حدائقِ بخشش'' کا جائزہ اسی تناظر میں لیا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ مجموعہ سب سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں طبع ہوا۔ اس وقت میرے سامنے اس کا جو نسخہ ہے اسے مدینہ پبلشنگ کمپنی میکلوڈ روڈ (موجودہ چند ریگر روڈ) کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپا ہے جب کہ سنِ اشاعت درج نہیں۔ ۱۰۴ صفحات کے اس مجموعے کا ہدیہ صرف نو (۹) روپے ہے جس سے اس کی قدامت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر سب سے اوپر حدیث نبویؐ درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شک شعر میں حکمت ہے اور بے شک بیان میں سحر ہے۔'' مجموعے کی

ابتدا اس مشہور نعت سے ہے جس کا مطلع یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِؐ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ نعت ۲۵؍ اشعار پر مشتمل ہے اسی سے متصل اسی زمین میں حضرت غوث الاعظم کی منقبت ہے اور اس میں بھی اشعار کی تعداد ۲۵ ہے، دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اس منقبت کے بعد دو مناقب اور ہیں جن میں سے ہر ایک ۲۵؍ اشعار پر مشتمل ہے، یہ دونوں مناقب بھی حضرت غوث الاعظمؒ کی مدحت میں ہیں اس طرح نعت اور تینوں مناقب ملا کر فاضل بریلوی نے ایک ہی زمین میں مسلسل سو اشعار کہے ہیں۔ جو اُن کی قادرالکلامی کا ثبوت ہے تاہم کہیں کہیں شدتِ جذبات میں ایسے اشعار کہے ہیں جن میں مخالفین کو زجر و توبیخ کا عنصر نہایت نمایاں ہے مثال کے طور پر غوث الاعظمؒ کو نہ ماننے والوں کو اس طرح مخاطب کیا ہے:

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا!
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا!
حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

بعض اشعار میں فنی تسامحات بھی مل جاتے ہیں کیوں کہ یہ بشر کا کلام ہے، اللہ کا کلام تو ہے نہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار:

اس گل کے سوا ہر پھول باگوشِ گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا!
طیبہ کے سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے

دیکھو گے چمن والو جب عہدِ خزاں آیا!
کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے!!
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا!

تقطیع کرتے وقت پہلے، دوسرے اور تیسرے شعر میں بالترتیب پھول، باغ اور عقل کے آخری حروف بحر سے خارج ہوجائیں گے، اسی طرح یہ شعر دیکھیے:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی!

لفظ ''وہابی'' میں ہائے ہوز مشدد ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''وہاب'' سے مشتق ہے جب کہ یہاں بغیر تشدید باندھا گیا ہے۔ یہ اشعار بھی دیکھیے:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا!!
دل تھا ساجد، نجدیا پھر تجھ کو کیا!
دیوں کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ اُنؐ کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا!

مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن فرقہ بندی کے سخت خلاف ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو ایک اللہ، ایک رسول ﷺ ایک آخری کتاب یعنی قرآن اور ایک قبلے کی بنیاد پر متحد ہوجانا چاہیے اسی تناظر میں راقم الحروف کے یہ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے:

مسلماں بھائی بھائی ہیں، خدا نے ہے یہ فرمایا!
مگر یہ مولوی صاحب نہ جانے کیوں لڑاتے ہیں!
ہمیں فرقہ پرستی سے بڑی نفرت ہے اے یارو!
نہ ہم ہیں دیو کے بندے، نہ ہم حلوہ اُڑاتے ہیں

فاضل بریلوی کے اس مجموعے میں خاک کے موضوع پر آٹھ اشعار مسلسل ہیں جن میں سے دو ملاحظہ فرمائیں:

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدمؑ جدِ اعلیٰ ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہؐ کونین!

معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

بحر ہزج مثمن سالم میں فاضل بریلوی کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا

تعالیٰ اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا!

یہاں چھڑکا نمک، واں مرہم کافور ہاتھ آیا!

دلِ زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

سرہانے اُنؐ کے بسمل کے یہ بے تابی کا ماتم ہے!

شہؐ کوثر! ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا!

مندرجہ بالا اشعار میں طیبہ، پروردہ اور تشنہ تینوں الفاظ میں ہائے ہوز تقطیع میں شامل نہیں ہے جو حسنِ کلام سمجھا جاتا ہے لیکن ناواقف حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں جو اُن کی کم فہمی ہے۔ علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار میں ''دیدہ'' اور ''سجدہ'' کی بھی یہی کیفیت ہے جو کلام کا حسن ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے!

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

فاضل بریلوی کے اس شعر میں کتنا سوز پنہاں ہے اسے اہلِ دل ہی محسوس کر سکتے ہیں:

سویا کیے نابکار بندے!

رویا کیے زار زار آقا!

خلفائے راشدین کی منقبت میں یہ خوب صورت شعر دیکھیے:

صدق و عدل و کرم و ہمت میں

چارسُو شہرے ہیں ان چاروں کے!

اس مجموعے کے صفحہ نمبر ۱۴ پر یہ اشعار دیکھیے:

مفلسو! اُنؐ کی گلی میں جا پڑو!

باغِ خُلد اکرام ہو ہی جائے گا!

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو!

شیخ درد آشام ہو ہی جائے گا!

''خُلد اکرام'' اور ''درد آشام'' میں الف کا وصل ہے یعنی تقطیع کرتے وقت الف شمار نہیں ہوگا اور الف پر مدہ کی صورت میں نہ صرف ایک الف لیا جائے گا جو لوگ یہ بات نہیں جانتے وہ خواہ مخواہ ایسے اشعار پر اعتراض کرتے ہیں جو ان کی کم علمی ہے۔ غالبؔ اور اقبالؔ کے اشعار دیکھیے:

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوءِ ظن ہے ساقیٔ کوثرؐ کے باب میں

دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے!

غالب کے پہلے مصرعے میں ''آج'' کا ایک الف جب کہ اقبال کے دونوں مصرعوں میں ''ایسا'' کا الف تقطیع میں شمار نہیں ہوگا۔ اقبال کے اس شعر کے مصرعۂ ثانی میں الف کا وصل دو مرتبہ ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

فاضل بریلوی کا یہ شعر کافی مشہور ہے:

حاجیو آؤ شہنشاہؐ کا روضہ دیکھو!
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو!

اب ذرا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:

کعبہ دلہن ہے، تربتِ اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

اسی زمین میں حضورﷺ کا باعثِ تخلیقِ کائنات ہونا ایک نئے انداز سے ان اشعار میں ملاحظہ فرمایئے:

اُنؐ کی نبوت اُنؐ کی ابوّت ہے سب کو عام
اُم البشر عروس انھیںؐ کے پسر کی ہے!
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل!

اُس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشرؑ کی ہے!

اب ایک شعر دیکھیے جو ذومعنی ہے اور اس میں کسی قدر مزاح کا عنصر بھی ہے:

میں مجرم ہوں آقاؐ! مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے!

مرزا غالبؔ کی زمین میں یہ اشعار دیکھیے:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں!
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں!

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰؐ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں!!

غالبؔ نے ''پاؤں'' کی ردیف میں غزل کہی ''ایڑیاں'' کی ردیف میں یہ خوب صورت نعتیہ شعر دیکھیے:

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا!
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں!

یہ دل نشیں اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں:

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانؐ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول!

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم!
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ!
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
خدائے محمدؐ، برائے محمدؐ!

اس مجموعے میں شامل فاضل بریلوی کی دو خوب صورت رُباعیات ملاحظہ فرمائیں، ان کا

عنوان ''رُباعیاتِ نعتیہ'' ہے لیکن ان میں مضمون مناجات کا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ!!
عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ!
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبرؐ کے حضور
ایمان پر اُس وقت اُٹھانا مولیٰ

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا
غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں، کردے معاف
جس میں ترا کچھ خرچ نہیں، دے مولا!

فاضل بریلوی کا مشہور سلام ''مصطفےٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ان کے مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' میں شامل ہے۔ مسلمانوں کا کوئی محلّہ اور کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں اُن کا یہ سلام سنائی نہ دیتا ہو۔ اس سلام سے پہلے اسی مجموعۂ کلام میں ان کا ایک اور سلام بھی ہے جو نسبتاً کم معروف ہے مگر اپنی اثر پذیری میں کم نہیں۔ اس سلام کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کعبے کے بدرالدجیٰ! تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

سرزمینِ کعبہ سے اعلانِ نبوت ہوا اور ہجرت کے بعد مدینہ منور میں مستحکم بنیادوں پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ بدرالدجیٰ (چودھویں کا چاند) اور شمس الضحیٰ (دن چڑھے کا سورج) کے الفاظ کے ذریعے اس لطیف حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جسے اہلِ دل ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مطلع کے بعد اس سلام میں حسنِ مطلع اور زیب مطلع کا بھی اہتمام کیا گیا ہے یعنی اس میں تین مطلع ہیں۔ ایک خاص بات اس سلام میں یہ ہے کہ اسے ''دیوان'' کی طرز پر تحریر کیا گیا ہے یعنی پہلے وہ الفاظ ہیں جن کا مصرعۂ اولیٰ ''الف'' پر ختم ہوتا ہے پھر ب، ت، ث وغیرہ اور آخر میں ''ے'' ہر حرف کے لیے کم سے کم ''ایک'' اور زیادہ سے زیادہ سات اشعار ہیں۔ پورا سلام ۵۹/اشعار پر مشتمل ہے۔ الف کی ردیف کے یہ اشعار دیکھیے:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا!
جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود
دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کفِ پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

دونوں اشعار عام فہم اور جذبۂ حبِ نبیؐ سے لبریز ہیں۔ اب اگلی یعنی ''ب'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰؐ تم پہ کروڑوں درود

''ت'' کی ردیف کا شعر:

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

''ث'' کی ردیف کا شعر:

تم ہو حفیظ و مغیث، کیا ہے وہ دشمن خبیث!
تم ہو تو پھر خوف کیا، تم پہ کروڑوں درود

''ج'' کی ردیف کا شعر:

وہ شبِ معراج راج وہ صف محشر کا تاج!
کوئی بھی ایسا ہوا، تم پہ کروڑوں درود!

''ح'' کی ردیف کا شعر:

جان و جہانِ مسیح داد کہ دل سے جریح
نبض چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

اسی طرح ہر حرف کی ردیف کے اشعار ہیں، کچھ مزید خوب صورت اشعار ملاحظہ کیجیے:

تم سے کھلا بابِ جود، تم سے سب کا وجود!
تم سے ہے سب کی بقا، تم پہ کروڑوں درود!

مندرجہ بالا شعر میں آیۂ رحمۃ للعالمین اور حدیث قدسی ''**لولاک لما خلقت الافلاک**'' کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کچھ اور اشعار دیکھیے:

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمھاری ہے آس
بس یہی ہے آسرا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو شفائے مرض، خلقِ خدا خود غرض!
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود
آہ وہ راہِ صراط، بندوں کی کتنی بساط!
المدد اے رہنما، تم پہ کروڑوں درود
سینہ کہ ہے داغ داغ، کہہ دو کرے باغ باغ
طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروڑوں درود

''ق'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

تم نے برنگِ فلق جیبِ جہاں کر کے شق
نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود!

''ل'' کی ردیف کا شعر:

خَلق تمھاری جمیل خُلق تمھارا جلیل!
خلق تمھاری گدا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا شعر میں زبر، زیر اور پیش کے فرق سے تین یکساں الفاظ کا استعمال مہارت سے کیا گیا ہے۔''م'' کی ردیف کے اشعار نسبتاً زیادہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسل کے امام
نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں درود
تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم، تم ہو رؤف و رحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
نافع و دافع ہو تم، شافع و رافع ہو تم

تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی ترجمانی نہایت احسن طریقے سے کی گئی ہے تاہم کہیں کہیں فنی تسامح بھی موجود ہے ''م'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

جائیں نہ جب تک غلام خلد ہے سب پر حرام!

ملک تو ہے آپ کا، تم پہ کروڑوں درود!

مصرعۂ ثانی میں آپ اور تم دونوں کا استعمال ''شترگربہ'' ہے یہی سقم آخری دو اشعار میں بھی ہے:

آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیا دیجیے

جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نام رضاؔ تم پہ کروڑوں درود

اب حاصل کلام شعر دیکھیے:

ہم نے خطا میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی!

کوئی کمی سرورا! تم پہ کروڑوں درود

راقم الحروف کی درد مندانہ گزارش ہے کہ امام احمد رضا اور اُن جیسی دوسری قابلِ احترام شخصیات کے نام پر فرقے نہ بنائیں۔ یہ المیہ ہے کہ مسلمان قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور انھوں نے حضورﷺ کے بعد دوسری شخصیات کو بھی ایمانیات میں شامل کرلیا ہے اور فرقہ بندی میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اس طرح وہ شرک فی النبوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے قادیانیت کا بھی دروازہ کھلا۔ حضور اکرمﷺ کے بعد کوئی بھی شخصیت خواہ وہ کتنی بھی محترم ہو ایمانیات میں شامل نہیں ہے۔

محمدؐ شخصیت ہیں آخری ایمانِ کامل کی!

نہیں ہے بعد اُنؐ کے کوئی بھی ایمان میں شامل

بناؤ تم نہ فرقے کہہ رہا ہے آج بھی قرآں

نہ کاٹو گردنیں ہو جاؤ گے دوزخ میں تم داخل

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۹ صفحہ نمبر۲۰۵ پر سیّد ہاشم حسین صاحب نے سورۂ یٰسین کی آیت ''و کل شیء احصینہ فی امام مبین'' [آیت: ۱۲] کے ترجمے پر اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''مولانا

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب قبلہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے ’’یہاں امام مبین کے معنی ’’کھلی کتاب‘‘ لیے گئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں۔ عرض ہے کہ ’’مفتاح اللغات‘‘ عربی کا صفحہ نمبر ۵۹ ملاحظہ فرمائیں جہاں امام کے معنی ’’کتاب‘‘ اور ’’قرآن مجید‘‘ بھی ہیں جب کہ ’’امام مبین‘‘ کے معنی لکھے ہیں: ’’لوحِ محفوظ یا کھلا ہوا راستہ‘‘۔ اس آیت کی وضاحت سورۂ نبا کی آیت نمبر ۲۹ سے ہوتی ہے جو یہ ہے ’’و کل شیء احصینہ کتبٰا‘‘ الفاظ وہی ہیں جب کہ ’’امام مبین‘‘ کی جگہ ’’کتبٰا‘‘ کہہ کر وضاحت کردی گئی ہے کہ یہاں کتاب یا لکھی ہوئی چیز مراد ہے، بلاشبہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام ہیں وہ صرف ولی نہیں بلکہ امام الاولیا ہیں لیکن مندرجہ بالا آیات میں کتاب یا لکھی ہوئی چیز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جناب احمد صغیر صدیقی نے راقم الحروف کا تنقیدی خط پسند فرمایا اُن کا شکریہ۔ صفحہ نمبر ۵۳۹ پر جناب منصور ملتانی نے حمدیہ مجموعے ’’رب خیرالبشر‘‘[۱] پر تبصرہ کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے، ’’مجھے یہ بھی کچھ عجیب سا لگا کہ سجاد سخن کے لیے تقریباً چالیس صفحات اور تنویر پھول کے لیے تقریباً پینتیس صفحات مخصوص کیے گئے۔ جب کہ ڈاکٹر شاہد الوری[۲] اور سحر وارثی[۳] کے کلام کے لیے صرف ایک ایک صفحہ۔ میرے خیال میں اتنا واضح امتیازی سلوک مناسب نہیں تھا۔‘‘ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن شعرا نے زیادہ تعداد میں ردیفی حمدیں کہیں انھیں زیادہ صفحات ملے اور جنھوں نے کم کہیں انھیں کم صفحات ملے اس میں امتیازی سلوک کی کوئی بات نہیں ہے۔

چند دن بعد نیویارک روانگی ہے۔ اُمید ہے کہ ای میل پر رابطہ رکھیں گے۔

فقط والسلام

تنویر پھولؔ

۱۔ مرتب: قمر وارثی، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۳۱۲ص

۲۔ شاہد الوری (۱۹۲۳۔۲۰۰۴ء)، اصل نام: نذیر محمد انصاری، ممتاز مزاحیہ شاعر، تلمیذ ارمان اجمیری وراغب مراد آبادی، صحافی، مترجم، بانی: ماہنامہ ’’شعلے‘‘ کراچی و دیگر رسائل، کتب: ’’سخن در سخن‘‘، ’’حمد و ثنا‘‘، ’’چراغ سے چراغ‘‘، ’’ففٹی ففٹی‘‘۔

۳۔ سحر وارثی، معروف شاعر قمر وارثی کے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی دعاؤں سے بخیریت نیویارک پہنچ گیا ہوں۔ کراچی میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور حسب الارشاد ''ارحم الراحمین''[۱] کا ایک نسخہ آپ کو مل گیا تھا، ''رنگِ ادب''[۲] کا نعت نمبر بھی آپ کو مل چکا ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کے نئے شمارے کا انتظار ہے۔ گزشتہ شمارے میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ کے مجموعے ''حدائقِ بخشش'' پر میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر مجھے ''کٹر دیوبندی'' سمجھ رہے ہیں۔ لاہور سے شائع ہونے والے ایک جریدے میں دارالعلوم اٹک سے تعلق رکھنے والے ایک حافظ صاحب نے تحریر فرمایا کہ لفظ ''اعلیٰ'' صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور جو لوگ اسے غیراللہ کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں، ظاہر ہے اُن کا اشارہ ''اعلیٰ حضرت'' کی طرف تھا۔ میں نے جواباً تحریر کیا کہ کچھ الفاظ اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن خالق اور مخلوق کا فرق برقرار رہے گا، سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت دیکھیے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ہے، ''**لاتخف انک انت الاعلیٰ**''[۳] اس پر وہ لاجواب ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے درسِ حدیث کے لیے کس شیخ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا ہے؟ انھوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ اپنی آخری علالت میں حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''قیامت کے دن میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔'' میں نے لکھا کہ حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ میں نے نہیں پڑھے، یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور یہ ایک پیش گوئی ہے، کیوں کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اہلِ بیتؓ میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ حافظ صاحب موصوف حیات النبی ﷺ کے سلسلے میں تردّد کا شکار ہیں، اس لیے انھوں نے حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ بڑھا دیے۔ دراصل ہم حیات النبی ﷺ کا صحیح ادراک نہیں کرسکتے جس طرح شہدا کی حیات کا، جو قرآن سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کا درجہ شہید سے زیادہ ہے، راقم الحروف کا ایک شعر ہے:

وہ بھی زندہ، شہادت ہے جس کو ملی
جان لو، جاوداں کوئی اُن سا نہیں!

معروف نعت گو اعجاز رحمانی[۴] صاحب کا مجموعۂ نعت ''آسمانِ رحمت'' جو حال ہی میں شائع ہوا ہے میری نظر سے گزرا، اس میں ان کا یہ مقطع موجود ہے:

و رفعنا لک ذکرک ہے کس کی شان میں آیا!
بھلا اعجاؔز پہنچے گی وہاں فکرِ سخن کس کی!

اس شعر کا پہلا مصرع بحر سے خارج ہے، یہ شعر بحر ہزج مثمن سالم (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) میں ہے۔وزن برقرار رکھنے کے لیے''رفعنا''کو''رافعنا''اور''لک''کو''لکا'' پڑھنا پڑے گا جو دینی اور فنی دونوں لحاظ سے قابلِ اعتراض ہے کیوں کہ یہ سورۂ انشراح کی آیت ہے تاہم اس سے دل شکنی مقصود نہیں، اگلے ایڈیشن میں اس مصرع کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

تنویر پھول

۱۔ارحم الراحمین/ تنویر پھول، ۲۰۰۵ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۵۲ص
۲۔ کتابی سلسلہ''رنگِ ادب''، مدیر: شاعر علی شاعر، کراچی ۳۔سورۂ طٰہٰ، آیت: ۶۸
۴۔اعجاز رحمانی (پ: ۱۹۳۶ء)، معروف شاعر، نعت گو، کتب: ''کاغذ کے سفینے''، ''اعجازِ مصطفٰے''، ''پہلی کرن''، ''آخری روشنی''، ''جذبوں کی زبان''، ''لہو کا آبشار''۔

جاوید احسنؔ (ڈیرہ غازی خان)

05-01-2012

محترم المقام صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

ٹیلی فون کال کے بعد آپ کی طرف سے''نعت رنگ'' کا تحفہ موصول ہوا۔ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نعت رسول کریم ﷺ کے حوالے سے نقد و نظر کا وہ مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جس کا میں ایک عرصے سے آرزومند تھا۔ بقولِ شاعر:

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اس تناظر میں مجھے اپنا ایک شعر بھی حسب حال دکھائی دے رہا ہے۔

تیری صورت میں نمایاں ہے مرا حسن خیال
تُو مرا مثل ہو، ہم زاد ہو، ایسا بھی نہیں!

ادب لطیف کے ممتاز علم بردار سجاد انصاری نے کہا تھا کہ''میں تو اُس حالی کا قائل ہوں جس نے پہلے شاعری کی اور بعد میں مقدمہ (مقدمہ شعر و شاعری) لکھا'' مگر اتفاق سے میرا معاملہ اس کے

برعکس ہے۔ میں نے پہلے نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ ''فی احسن تقویم'' [۱]مطبوعہ ۱۹۹۷ء کی صورت میں پیش کیا اور اس کے دس بارہ برس بعد اپنا نعتیہ مجموعہ ''لوحِ شفاعت'' [۲]منظرعام پر لایا۔ شاید اس میں کوئی حکمت کی بات ہو۔ تاہم:

ہر کام کا اک وقت مقرر ہے جہاں میں
جو وقتِ موافق ہو وہی کام ہے اچھا!

اس میں کوئی شک نہیں کہ میری ان دونوں کتابوں کی کمپوزنگ، طباعت اور پیش کش کا وہ معیار نہیں جو مارکیٹ میں پزیرائی کے لیے ضروری ہے۔ پھر بھی مطمئن ہوں کہ میں نے اپنے خیالات ضابطۂ تحریر میں لاکر اہلِ ادب کی خدمت میں پیش کردیے ہیں۔ بقولِ قدیم اردو شاعر:

تیری نظر کے سامنے چاند بھی چکور بھی
عشق کا انتخاب دیکھ، کوشش رائیگاں نہ دیکھ!

آپ بجا فرماتے ہیں کہ میں درماندہ رہرو کی طرح ڈیرہ غازی خان کے پس ماندہ جزیرے میں بیٹھ کر رہ گیا اور قافلۂ شوق بہت آگے نکل گیا۔ اس حقیقت کا اعتراف میں نے اپنے ایک شعر میں یوں کیا ہے:

نکل گئے ہیں بہت دُور ہم سفر میرے
میں رہ گیا ہوں کہیں گردِ کارواں کی طرح!

آپ نے ''نعت رنگ'' کی تہذیب و ترتیب اور طباعت و پیش کش میں جس اعلیٰ ذوق، والہانہ لگن اور عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے متنوع عنوانات قائم کرکے ''نعت رنگ'' کو جہاں حسنِ ترتیب کا مرقع بنایا ہے وہاں اہلِ قلم کی فیاضی نے اسے بہت ضخیم بھی بنا دیا ہے جس سے ''نعت رنگ'' مجلّہ سے بڑھ کر ایک مکمل کتاب کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ مضمون نگار حضرات اختصار اور جامعیت کے ساتھ کام کی بات ادبی اُسلوب میں لکھنے کی روش اختیار کریں۔ یہی حسنِ ادب اور سنتِ رسول کریم ﷺ ہے، مثلاً مقالات کے زیرِعنوان محترم گوہر ملسیانی کا مضمون ''رحمت و شفقت محسن انسانیت...نعت کے آئینے میں'' تقریباً ۵۰رصفحات پر مشتمل ہے جو غیرضروری طوالت کا شکار ہونے کے ساتھ درسی نوعیت کا ہے۔ علاوہ ازیں برادرم عزیزاحسن کا مضمون ''نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش'' غلط مفروضہ پر مبنی ہونے کے ساتھ ادبی حوالے سے گم راہ کن ہے۔ ''متن'' سے مراد کسی کتاب کی اصل عبارت ہے جسے انگریزی میں original text of a book کہتے ہیں۔ علم و

ادب کے مسلمہ اصول کے مطابق کسی مقتدرہ کو کسی ؤ کتاب کا اصل متن تبدیل یا تجدید کرنے کا اختیار نہیں البتہ اس کا ترجمہ یا تلخیص ہوسکتی ہے اور تشریح وتفسیر بھی قارئین کے صوابدید پر ہے اور وہ کسی متن کی تفہیم بھی اپنی سوچ اور اپروچ کے مطابق کرسکتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی مضمون کسی اور وقت لکھوں گا۔ فی الحال اجازت۔والسلام

نیاز کیش

جاوید احسنؔ

☆جاوید احسنؔ (پ:۱۹۴۸ء)،شاعر، ادیب، مصنف، محقق، کتب: ''فی احسن تقویم''، لوحِ شفاعت''، ''سرائیکی ثقافت''و دیگر۔ اعزاز:مسعود کھدر پوش ایوارڈ (۱۹۹۶ء)

ا۔۱۹۹۷ء، باراوّل، ڈیرہ غازی خان: سلیمان اکیڈمی، ۱۲۸ص

۲۔۲۰۰۹ء، باراوّل، ڈیرہ غازی خان: سلیمان اکیڈمی، ۱۲۷ص

جعفر بلوچ، ڈاکٹر (لاہور)

۲۷۔رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

جنابِ صبیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔عید مبارک !

آپ کا ''نعت رنگ''مسلسل نظر نواز ہورہا ہے آپ کے بے پایاں اخلاص وکرم کے لیے سراپا سپاس ہوں اور اپنی کوتاہ قلمی پر حد درجہ شرمندہ بھی کہ آپ کے عنایت ناموں کا جواب بھی بر وقت نہ دے سکا۔

'' نعت رنگ'' کے حوالے سے چند شعر موزوں ہوئے ہیں ۔امید ہے آپ قبول فرمائیں گے۔آپ کا نعت رنگ صبغۃ اللٰہی شان رکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیقات ارزانی فرمائیں۔ آمین! میرا نعتیہ مجموعہ ''بیعت''[۱] چند روز تک آپ کی خدمت میں پہنچے گا انشاء اللہ ۔خط اور اشعار کے تخاطب میں جوشتر بر بگی ہے' اس کے لیے معذرت خواہوں۔

نیاز مند

جعفر بلوچ

مرے عزیزِ مکرمؔ صبیح رحمانی
نہایت آگہی افزا ہے ''نعت رنگ'' ترا
ارادتوں کے تسلسل کی شان ہے اس میں
عقیدتوں کا حوالہ ہے ''نعت رنگ'' ترا
نقوش طیبہ و بطحا یہاں چمکتے ہیں
فروغِ دیدۂ بینا ہے ''نعت رنگ'' ترا
اس آئنے میں ہیں امروز ودوش عکس افگن
جمال طلعتِ فردا ہے ''نعت رنگ'' ترا
ہمارے دور میں منجملۂ فتوحِ حرم
بہ فضل ربِّ تعالیٰ ہے ''نعت رنگ'' ترا

☆ ڈاکٹر جعفر بلوچ (۱۹۴۷ـ۲۰۱۰ء)، اصل نام: غلام جعفر، شاعر، محقق، نقاد، ماہرِ تعلیم، کتب: ''مطلعین''، ''اقبالیاتِ اسد ملتانی''، ''اقلیم''، ''بیعت''، ''بر سبیلِ سخن''۔

ا۔ بیعت، ۲۰۰۱ء، لاہور: الفیصل، بار دوم، ۱۲۰ص

۲۰۔دسمبر ۱۹۹۹

برادر مکرم صبیح رحمانی!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ' عید مبارک!

ایک روز پہلے آپ کا مکتوبِ گرامی ملا کل رات حضرت تحسین صاحب [ا] نے آپ کے ارسال کردہ نعت رنگ کے دونوں شمارے عنایت کیے۔آپ کے لطف وکرم کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں؟

حمد نمبر کو آپ نے متنوع مضامین اور دل نواز حمدوں سے آراستہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائیں۔

یہ حمد نمبر دیکھ کر اپنی محرومیٔ قسمت کا بے طرح احساس ہوا۔میں گزشتہ تین چار ماہ سے خاکبازی میں ملوث ہوں یعنی توسیع مکان میں مصروف۔لکھنے پڑھنے کا ہوش ہی نہ تھا۔اب قدرے افاقہ ہے۔دُعا فرمائیں صحت کاملہ عطا ہو اور کچھ دینی خدمت کرنے کا موقع ملے۔

نیاز مند
جعفر بلوچ

پس نوشت: تلافیٔ مافات اگرچہ نہیں ہوسکتی، تاہم جلد ہی کچھ نہ کچھ گھسیٹ کر پیش کروں گا۔ڈاکٹر تحسین فراقی ہفتے عشرہ تک اسپین چلے جائیں گے۔ والسلام

ا۔ پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی مراد ہیں۔

---

۸ ۔جون ۲۰۰۱

جناب صبیح رحمانی صاحب!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

''سفیرِ نعت'' کا صبیح رحمانی نمبر[۱] اور ڈاکٹر ابو الخیر کشفی صاحب کی تالیف لطیف ''وطن سے وطن تک''[۲] نظر نواز ہوئے ۔ یہ آپ کے آثارِ محبت ہیں ۔سپاس گزار ہوں ۔

تازہ نعت رنگ مجھے اور تحسین فراقی صاحب کو نہیں ملا ۔معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک کی خرابی کی نذر ہو گیا ہے ۔حضرت حفیظ تائب صاحب نے فون پر بتایا کہ اس میں علیم ناصری صاحب کے نعتیہ مجموعہ پر میرا مضمونچہ[۳] بھی شامل ہے۔بارِ خاطر نہ ہو تو یہ پرچہ دوبارہ بھجوائیں ۔تحسین صاحب بھی اس کے منتظر ہیں ۔ایک تازہ نعت ''نعت رنگ'' کے لیے بھیج رہا ہوں ۔امید ہے آپ کو پسند آئے گی ۔

نیاز مند
جعفر بلوچ

ا۔سن ندارد، پہلی کتاب، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۲۸ص
۲۔''وطن سے وطن تک'' (سرزمین حجاز کے تاثرات)/ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار دوم، ۱۴۸ص
۳۔''علیم ناصری کی نعت گوئی''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۱، ص ۲۶۹۔۲۷۲

۱۸۔جون ۲۰۰۱ء

جناب صبیح رحمانی صاحب!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

چند روز قبل آپ کو غلطی سے پرانے پتے پر خط لکھ دیا۔معلوم نہیں وہ Redirect ہو کر آپ کو ملا کہ نہیں۔سفیرِ نعت کے صبیح رحمانی نمبر اور ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے کتابچے ''وطن سے وطن تک'' کی رسید بھیجی تھی۔یہ دونوں کام بہت اہم اور جاں نواز ہیں۔''سفیرِ نعت''میں ایک آدھ مختصر رائے جعفر بلوچ کی بھی شامل کی جاسکتی تھی۔

؎ مگر ایک میرؔ شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا؟

مجھے نعت رنگ نمبر ۱۱ اور غالب نمبر[۱] نہیں ملے ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کو بھی نہیں ملے۔ شاید ڈاک کی خرابی کی نذر ہو گئے ہیں۔بارِ دگر یہ کرم فرمائی کرنا ہوگی۔سُنا ہے نعت رنگ ۱۱ میں میرا ایک مضمونچہ بھی شامل ہے۔

نیاز مند

جعفر بلوچ

۱۔''نعت رنگ'' کا غالبؔ نمبر شائع نہیں ہوا، البتہ ش ۱۲ میں ''گوشۂ غالب'' شامل تھا۔

۲۹۔جولائی ۲۰۰۳ء

جناب مکرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

تازہ ''نعت رنگ'' نہ مجھے پہنچا نہ پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کو، مجھے تو برادرم خالد شفیق صاحب سے پرچے کی اشاعت کی اطلاع ملی۔آپ کی یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں۔

؎ قیمتِ جنسِ وفا ' نیم نگاہی؟ توبہ!
ایسی باتیں نہ کریں آپ کہ سودا نہ بنے

امید ہے آپ مع سوابق ولواحق خیرو عافیت سے ہوں گے۔

نیاز مند

جعفر بلوچ

پس نوشت: میں آج کل حضرت اسد ملتانی کا نعتیہ کلام Re -edit کررہا ہوں ۔دعا فرمائیں کہ بخیرو خوبی یہ کام مکمل ہو۔

جگن ناتھ آزاد، پروفیسر (نئی دہلی، انڈیا)

۷/نومبر ۲۰۰۱ء

محبِّ مکرم صبیح رحمانی صاحب، آداب

اس سے قبل ''نسیمِ حجاز'' [۱] کی چھے جلدوں پر مشتمل ایک پارسل آپ کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں۔ (تاخیر کے لیے اپنی معافی کے ساتھ۔) وہ ابھی رستے میں ہوگا۔

اس پارسل میں تین کتابچے اس فرانسیسی منظوم ترجمے[۲] کے ہیں جو میرے نعتیہ کلام کا ڈاکٹر حمیداللہ[۳] نے کیا ہے۔ ایک آپ کی نذر ہے دوسری دو کاپیاں آپ اپنے دو ایسے دوستوں کو دے دیں جو فرانسیسی سے آشنا ہوں۔

خدا کرے آپ ہر لحہ خیریت سے ہوں۔ والسلام

خیر اندیش

جگن ناتھ آزاد

☆جگن ناتھ آزاد (۱۹۱۸۔۲۰۰۴ء)،ممتاز شاعر، ادیب، محقق، ماہرِ اقبالیات، پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی (۱۹۷۰۔۱۹۸۰ء)، تصانیف: ''بے کراں''، ''ستاروں سے ذروں''، ''وطن میں اجنبی''، ''نوائے پریشاں''، ''کہکشاں''، ''بوئے رمیدہ''، ''جستجو''، ''گہوارۂ علم و ہنر''، ''آئینہ در آئینہ'' (شعری مجموعے)، ''روبرو'' (خطوط کا مجموعہ)، ''نشانِ منزل'' (تنقیدی مضامین)، ''اقبال اور اس کا عہد''، ''اقبال اور مغربی مفکرین''، ''اقبال اور کشمیر''، ''اقبال ۔شخصیت اور شاعری''، ''اجنتا''، ''دہلی کی جامع مسجد''، ''کولمبس کے دیس میں''(سفرنامۂ امریکاو کینیڈا)۔ادبی خدمات کے اعتراف میں پاکستان و ہندوستان کی حکومتوں نے کئی اعزازات سے نوازا۔

۱۔۱۹۹۹ء، نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی، بار اول، ۱۶۰ص

۲۔Hommage a Mohomet, 1990, Paris, p.38

۳۔ڈاکٹر محمد حمیداللہ (۱۹۱۰۔۲۰۰۲ء)، ممتاز محقق، مورخ، سیرت نگار، کئی زبانوں کے ماہر، متعدد کتب اور ان گنت مقالات کے مصنف، چند کتب کے نام:''عہد نبوی میں نظام تعلیم''، ''الوثائق السیاسۃ عہد نبویﷺ و خلافت

راشدہ‘‘،’’عہد نبویﷺ میں نظام حکمرانی‘‘،’’رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی‘‘،’’قانون بین المما لک‘‘،’’رسول اکرمﷺ کے میدان جنگ‘‘،’’خطبات بہاولپور‘‘،’’صحیفہ ہمام بن منبہ‘‘،’’سیرت نبوی‘‘ (فرانسیسی)،قرآن پاک کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ۔

’’نعت رنگ‘‘ کی جو جلدیں مجھے موصول ہوئیں ہیں انھیں تو میں انسائیکلو پیڈیا کہہ سکتا ہوں۔ سردست تو ’’نعت رنگ‘‘ کے لیے اپنی ایک غیر مطبوعہ نظم ’’محفل نعت میں ایک رات‘‘ آپ کو بھیج رہاہوں۔آپ مناسب سمجھیں تو اسے کسی شمارے میں شامل فرمالیں ذرا طبیعت سنبھل جائے تو میں آپ کو اپنا اور غیرمطبوعہ نعتیہ کلام بھی بھیجوں گا۔ اگر فرصت مل گئی تو علامہ اقبال کی نعت گوئی پر ایک مضمون بھی۔

اس وقت اسلام اور اسلامیات کے تعلق سے میرے غیرمطبوعہ کلام کا مجموعہ زیر کتابت ہے۔ اس میں حمدیہ کلام بھی ہے نعتیہ بھی اور منقبت بھی۔ اسلامیات کے تعلق سے دوسری نظمیں بھی مثلاً ’’دہلی کی جامع مسجد‘‘ اور ’’بھارت اور بھارت کے مسلمان‘‘ وغیرہ اس میں سے نعتیہ کلام نکال کر آپ کو بھیجوں گا۔

’’نعت رنگ‘‘ نمبر۶ میں علامہ اقبال کی نظم ’’ذوق وشوق‘‘ کا ذکر دیکھا میں بھی اسے نعت ہی کہتا ہوں حمد نہیں کہتا۔ پروفیسر عبدالمغنی کے ساتھ اس موضوع پر دو ایک بار گفتگو بھی ہوچکی ہے۔لیکن وہ بضد ہیں اور مصر بھی کہ یہ نعت نہیں حمد ہے۔ اس بارے میں اپنی رائے (یاناقص رائے) تفصیل سے لکھ کر بھیجوں گا۔

جگن ناتھ آزاد

❖

جمیل جالبی، ڈاکٹر (کراچی)

۱۸/ جنوری ۱۹۹۶ء

محترمی۔السلام علیکم!

گرامی نامہ ملا اور ساتھ ہی ’’نعت رنگ‘‘ کے دو شمارے اور ’’جادۂ رحمت‘‘[۱] کا ایک نسخہ بھی۔ ان سب کے لیے آپ کا شکرگزار ہوں۔

آپ نے جس سلیقے اور عمدگی سے ’’نعت رنگ‘‘ مرتب و شائع کیا ہے وہ یقیناً قابل تعریف ہے۔ معیار اور حسن طباعت کے اعتبار سے بھی ایسا کوئی دوسرا رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ آپ نے

نعت گو شعرا کے اندازِ نظر کی اصلاح کا جو بیڑا اُٹھایا ہے وہ بھی یقیناً قابل تعریف ہے۔ شرک ہر صورت میں روحِ اسلام کے منافی ہے۔ رسالے کے معیار اور طباعت کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ آپ کا رسالہ نہ صرف کامیابی سے ہم کنار ہوگا بلکہ بہت مقبول بھی ہوگا۔ ''جادۂ رحمت'' کی شاعری بھی دل پذیر اور پُراثر ہے۔ آپ کے اندر شعرگوئی کی بہت اچھی صلاحیت ہے۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

☆ڈاکٹر جمیل جالبی (پ: ۱۹۲۹ء)، دانشور، ادیب، محقق، نقاد، مترجم، سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی و صدر نشین مقتدرہ قومی زبان، چند کتب کے نام: ''پاکستانی کلچر''، ''تنقید اور تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''ادب کلچر اور مسائل''، ''محمد تقی میر''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان، یک جہتی، نفاذ اور مسائل''، ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ''، دیوان حسن شوقی''، ''دیوان نصرتی''، ''تاریخ ادب اردو''، ''فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ''، ''جانورستان''، ''ایلیٹ کے مضامین''، ''ارسطو سے ایلیٹ تک''، اعزازات: داؤد ادبی ایوارڈ (۱۹۶۴ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء)، محمد طفیل ادبی ایوارڈ (۱۹۸۹ء)، ستارۂ امتیاز، حکومت پاکستان (۱۹۹۰ء)، ہلالِ امتیاز، حکومت پاکستان (۱۹۹۴ء)

ا۔ صبیح رحمانی، ۱۹۹۳ء، کراچی: ممتاز پبلشرز، بار اول، ۱۲۸ص

جوہر قدوسی، ڈاکٹر (سری نگر)

22-04-2005

۱۲/ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاجِ گرامی بخیر ہوں۔

آپ تک یہ اطلاع پہنچاتے ہوئے بے حد مسرت محسوس ہورہی ہے کہ جموں و کشمیر میں نعت گوئی کے فن کی ترویج و اشاعت اور فروغ و ارتقا کے لیے راقم ناچیز کی ذاتی کوششوں سے 1998ء میں ''نعت اکادمی کشمیر'' کا قیام عمل میں آیا، جو اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

''نعت رنگ'' جس کا علم راقم کو حال ہی میں ہوا، کے نام''نعت اکادمی'' کا تھوڑا لٹریچر مع ماہ نامہ''الحیات'' (چند شمارے) اور ذاتی تعارفی مکتوب ارسال کررہا ہوں۔

ازراہِ کرم باہمی تعاون واشتراک اور استفادہ کے لیے اس خط سے منسلک تحریری مواد پر اپنی نظر التفات فرمائیں اور اپنے جوابی عنایت نامے کے ساتھ مؤقر ''نعت رنگ'' کے (ممکنہ حد تک) شماروں کی ایک ایک کاپی استفادہ کے لیے ارسال فرمائیں۔ (اعزازی طور بھیجنے کی گنجائش نہ ہوتو قیمتاً ارسال فرمائیں)

والسلام

جوہر قدوسی

☆ جوہر قدوسی، شاعر، ادیب، محقق، سیکریٹری نعت اکادمی کشمیر، مدیر: ماہنامہ''الحیات'' (کشمیر)

محترم المقام رحمانی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا عالمی معیار کا نعتیہ ادب کا شاہ کار رسالہ'نعت رنگ' (شمارہ ۱۱) حال ہی میں نظرنواز ہوا۔ دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا۔ اس کے بارے میں سنا بھی تھا اور پڑھا بھی تھا لیکن کشمیر میں کہیں بھی دست یاب ہوسکا۔ بالآخر یہ پرانا شمارہ ایک دوست کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ صد ہزار مبارک باد قبول فرمائیں۔

اللہ اپنے حبیب کے پاک ﷺ کی محبت میں آپ کے اس جذبۂ بے پایاں کو قبول فرمائے اور دین و دنیا و آخرت کی خوشیوں سے آپ کا اور آپ کے تمام متعلقین کے دامن بھر دے۔ آمین

راقم الحروف اوردہ نعت کے ساتھ والہانہ شیفتگی رکھتا ہے۔ غالبًا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ راقم نے پی ایچ۔ ڈی کے لیے اپنا تحقیقی مقالہ'اردو میں نعت گوئی: روایت اور ارتقا' کے موضوع پر ہی تحریر کیا ہے، جس پر راقم کو ۱۹۹۷ء میں کشمیر یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ اب تک راقم کی ایک کتاب (اردو کے ۲۵ نعت گو شعرا: ولی دکنی سے صلاح الدین پرویز تک، صفحات ۳۲۰، سالِ اشاعت ۲۰۰۲ء) اور ۱۵ سے زائد مقالے نعتیہ موضوعات پر شائع ہوچکے ہیں۔ ایسے میں راقم جیسے نعتیہ ادب کے طالب علم کے لیے'نعت رنگ' کی اہمیت و افادیت اور اس کے ساتھ والہانہ وابستگی کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔

چناں چہ میں نے بہت کوشش کی کہ دہلی یا کسی اور جگہ سے 'نعت رنگ' کے پرانے اور نئے شمارے حاصل ہوسکیں لیکن افسوس کہ اب تک کوئی کامیابی نہ ملی، حالاں کہ 'اردو بک ریویو' دہلی کے مدیر محمد عارف اقبال صاحب سے مارچ کے اوائل میں اسی غرض سے ملنے گیا کہ ان کے ذریعے شاید میرے شوقِ والہانہ کی تشفی ہوجائے لیکن انھوں نے بتایا کہ سارے شمارے ختم ہیں۔

سب سے پہلے تو میں یہی درخواست کروں گا کہ ازراہِ کرم 'نعت رنگ' کے جتنے شمارے آپ کے پاس دستیاب ہیں، ان تمام شماروں کی ایک ایک کاپی راقم ناچیز کو رجسٹرڈ پارسل سے ارسال فرمائیں اور رقم کے بارے میں بھی مطلع فرمائیں کہ کتنی رقم ادا کرنی ہے۔ ان شاء اللہ المستعان مطلوبہ رقم ادا کروں گا۔

دوسری بات یہ کہ نعت گوئی فکر وفن سے وابستگی نے ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق کے دنوں ہی میں راقم کو اس بات پر اکسایا کہ کشمیر میں اس جن کی باضابطہ ترویج و اشاعت اور فروغ و ارتقا کی خاطر ایک پلیٹ فارم منظّم کیا جائے، چناں چہ اللہ کے فضلِ خاص سے راقم کی انفرادی کوشش رنگ لائیں اور میری تحریک و ترغیب پر کشمیر کے چند اہلِ شوق 'نعت اکادمی' کشمیر کے قیام پر آمادہ ہوئے۔ جس کا قیام سال ۱۹۹۸ء میں عمل میں آیا۔ اس ادارے کا کچھ لٹریچر بھی آپ کے نام اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

راقم کی ادارت میں ایک خالصتاً دینی پرچہ 'الحیات' سرینگر (کشمیر) سے ۴ سال سے شائع ہو رہا ہے، جس کا مئی ۲۰۰۵ء میں مسلسل اشاعت کا ۳۸ر واں شمارہ منظر عام پر آرہا ہے، الحمدللہ۔ اس جریدے میں راقم نے 'نعت اکادمی کشمیر' (جس کا میں سیکریٹری ہوں) کے لیے دو صفحے مختص کردیے ہیں، جن میں حمدیہ ونعتیہ کلام وغیرہ کی اشاعت ہوتی ہے۔ (کئی شمارے ساتھ میں منسلک ہیں)

الحمدللہ 'نعت اکادمی کشمیر' ریاست جموں وکشمیر کی واحد ایسی انجمن ہے، جو خالصتاً نعت گوئی کے فروغ و ارتقا کے لیے کوشاں ہے۔ اس انجمن کا میں بانی سیکریٹری ہوں اور پروفیسر مرغوب بانہالی صاحب اس کے صدر ہیں جب کہ ریڈیو کشمیر سرینگر کے ایک پروڈیوسر غلام حسن غم گین اس کے نائب صدر ہیں۔ اکادمی کے پہلے نائب صدر مشتاق کاشمیری تھے، جو کشمیر کے سب سے معروف نعت گو شاعر ہیں لیکن موصوف اب کشمیر میں نہیں بلکہ آزاد کشمیر میں قیام پزیر ہیں۔

میں اللہ کے فضل سے 'نعت رنگ' کے شمارے موصول ہوتے ہی اپنا حقیر قلمی تعاون چند تحقیقی مقالموں کی صورت میں ارسال کروں گا اور آپ سے تعاون کی درخواست کروں گا۔

فی الحال میں بڑی بے تابی کے ساتھ اس دن کا انتظار کروں گا، جب اپنے محبوب رسالے 'نعت رنگ' کے زیادہ سے زیادہ نئے و پرانے شمارے موصول ہوں گے۔ براہِ کرم ترسیلِ زر کی صورت میں زرِمبادلہ کی صورت بھی بتائیں۔

نعت گوئی کے مختلف موضوعات پر میرے مطبوعہ مقالے/مضامین

نمبرشمار	نام اخبار/ رسائل	تاریخِ اشاعت	بہ عنوان
ا۔	ہفت روزہ 'ہماری زبان' نئی دہلی	یکم اگست ۱۹۹۷ء	اردو کا اوّلین نعتیہ نمونہ نئے انکشاف کی روشنی میں
۲۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۴/اپریل ۱۹۹۸ء	اردونعت کا ہیئتی تنوع
۳۔	ہفت روزہ 'خبرونظر' سری نگر	۱۰/اگست ۱۹۹۷ء	اردو کے نعتیہ انتخاب اور 'شہنشہِ کونینؐ'
۴۔	ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	جنوری ۱۹۹۸ء	اردو میں نعت کا اصطلاحی مفہوم
۵۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۶/ستمبر ۱۹۹۷ء	رسمی نعت گوئی اور حقیقی نعت گوئی
۶۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۵/ستمبر ۱۹۹۷ء	لفظ نعت کا اوّلین استعمال
۷۔	ہفت روزہ 'ہماری زبان' نئی دہلی	۱۵/فروری ۱۹۹۸ء	نعت گوئی کا فن اور اس کے تقاضے
۸۔	ہفت روزہ 'خبر ونظر' سری نگر	۱۶/نومبر ۱۹۹۷ء	اردونعت میں موضوعات کی بوقلمونی
۹۔	ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	مارچ ۱۹۹۷ء	احسان دانش کی نعتیہ شاعری
۱۰۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۷/اکتوبر ۱۹۹۸ء	علامہ اقبال کا نعتیہ کلام
۱۱۔	'گلالہ' کشمیر یونی ورسٹی سری نگر	سال ۱۹۹۸ء	مولانا ظفرعلی خاں کا نعتیہ کلام
۱۲۔	ہفت روزہ 'اخبارِنو' نئی دہلی	۷/ستمبر ۱۹۹۸ء	علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری
۱۳۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۷/اگست ۱۹۹۷ء	اردو میں نعت کے مختلف انداز و اسالیب
۱۴۔	ماہ نامہ 'حریمِ ناز' جموں	دسمبر ۱۹۹۸ء	تادم بلخی کا نعتیہ کلام
۱۵۔	روزنامہ 'عقاب' سری نگر	۱۷/اپریل ۲۰۰۰ء	اردو کے نعتیہ گلدستے اور 'عقاب'
۱۶۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۱۵/نومبر ۲۰۰۰ء	صلاح الدین پرویز کا نعتیہ کلام

۱۷۔ روزنامہ 'عوام' نئی دہلی	۱۳؍مارچ ۲۰۰۱ء	مولانا حالؔی کا نعتیہ کلام
۱۸۔ ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	اگست ۲۰۰۲ء	اردو نعت میں ہیئتی تنوع
۱۹۔ ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	اگست ۲۰۰۲ء	اردو نعت میں ہیئتی تنوع

اس کے علاوہ کئی اور مضامین میں مختلف نعتیہ موضوعات پر شائع ہوئے۔ افسوس کہ ان کا ریکارڈ دست یاب نہیں۔

والسلام

جوہر قدوسی

حبیب الرحمٰن سیال (نواب شاہ)

آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' کے تین محبت بھرے تحفے ملے۔ کچھ عرصہ شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے وصولی میں تاخیر ہوئی، جس کے لیے معذرت قبول فرمائیے۔ حقیقت میں یہ ہیچمدان کسی طرح بھی اتنی محبت اور اپنائیت کے قابل نہیں لیکن نعت پاک سے کسی طرح کی بھی نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ بنادیتی ہے۔ یہ بات میرے لیے باعث انبساط ومسرت ہے کہ سندھ میں نعتیہ شاعری پر پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہورہی ہے۔ ایسے وقت میں آپ دوستوں کا پرخلوص تعاون ناقابل فراموش ہے۔

محترم نعتیہ ادب کے جس پہلو کو آپ نے صفحۂ قرطاس پر سجایا ہے وہ میرے جیسے طالب علموں کے لیے جس قدر فائدہ مند ہوسکتا ہے اس کا اندازہ صرف کوئی طالب علم ہی لگاسکتا ہے ۔ اردو میں نعتیہ ادب پر آپ کی کاوش تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

مدحت رسول ﷺ کی سعادت تقریباً ہر زبان کو حاصل ہے۔ لیکن سندھی زبان نے آپ ﷺ کی ثنا اور تعریف کو ایک منفرد مقام دیا ہے مگر جغرافیائی قیود اور میڈیائی ذرائع کم ہونے کے باعث منظرعام پر نہیں آسکا۔ انشاء اللہ میں اس سلسلے میں تحقیقی مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

سندھی ادب میں نعتیہ شاعری پر تنقیدی پہلو کو یکسر فراموش کردیا گیا ہے یا ناکافی ہے۔ البتہ اصناف کے لحاظ سے جس قدر صنفوں کو نعت کا سنگھار بنایا گیا ہے، اردو ادب میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ مثلاً سہ حرفی، صنف واسع الشفتین، صنعت عکس وترد، صنعت تحت النقاد، صنعت فوق النقاط، صنعت حروف متصل، صنعت عمودی عکس اور بغیر الف کے وغیرہ اس سلسلے میں ''نعت رنگ'' کے مؤقر مضمون

نگاروں کو دعوت فکر و تحقیق ہے۔

آخر میں ایک گزارش عرض کرتا چلوں کہ ''نعت رنگ'' کے لکھنے والے ماشاء اللہ کافی تحقیق اور عرق ریزی سے مضامین لکھتے ہیں۔ اگر عہد رسالت ﷺ میں ''نعت'' کو ترنم کے ساتھ سنانے یا اس کی شرعی حیثیت کو واضح کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔ ڈاکٹر غلام یاسین طاہری میری طرف سے پرخلوص سلام قبول فرمائیے۔

حبیب الرحمٰن سیال

☆ حبیب الرحمٰن سیال، محقق، ادیب، مقالہ نگار۔

حسین نہری، شاہ (اورنگ آباد، دکن)

اگر آپ کو میرے خطوط ملے ہوں گے اور کتاب بھی، تو آپ کے لیے میرا نام نامانوس اور اجنبی نہ ہوگا اور اگر نہیں تو عرض ہے کہ مجھ بندۂ اللہ کو شاہ حسین نہری کہتے ہیں۔ شاعری کے چار مجموعے ''شب آہنگ'' (غزل و نظم)، ''شب تاب'' (غزل)، ''سامانِ تسکین'' (حمد و مناجات، نعت و منقبت)[۱] اور ''رُباعیاتِ شاہؔ'' شائع ہو چکے ہیں۔ میرا پورا نام سیّد شاہ حسین نہری ہے۔ میں بل بھیم کالج بیڑ میں جولائی ۱۹۹۹ء تک لگ بھگ تیس برس اردو کا لکچرر رہا۔ جی ہاں! بیڑ یعنی وہ شہر جہاں آپ کے قریبی عزیز، میرے شاگردِ رشید جناب سیّد سجاد اختر بھی رہتے ہیں۔ اب میں اپنے وطن اورنگ آباد، دکن میں مقیم ہوں، البتہ میرا بیٹا سیّد فرید احمد نہری مسلمہ، بیڑ کے ملیہ سینئر کالج میں اردو ہی کا لکچرر ہے۔ ۱۹۹۲ء سے یہ کالج انجمن اشاعت تعلیم، بیڑ کے تحت قائم ہے اور اس انجمن کے صدر جناب سیّد سجاد اختر ہیں۔ عزیزم فرید احمد نے اطلاع دی کہ آج کل سجاد صاحب بیڑ کی ادبی و ثقافتی سرگرمیوں سے متعلق ایک مثنوی تخلیق کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس مثنوی میں آپ کا نام نامی اور تذکرہ بھی بطورِ خاص شامل ہے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۹، ابھی چند روز قبل فضلی بک سپر مارکیٹ سے حاصل کیا۔ ماشاء اللہ ٹائٹل دیکھتے ہی طبیعت خوش ہوگئی۔ کوئی پوچھے کہ ''سادگی و پرکاری'' کیا اسی کو کہتے ہیں تو میں کہوں گا، جی ہاں! اس میں کیا شک ہے۔

مجھے جو نسخہ ملا ہے ''نعت رنگ'' کا اس میں دو صفحے سادہ ہیں، چھپے ہوئے نہیں ہیں، ص۱۸۲

اور ص۱۸۷، کیا یہ ممکن ہے کہ ان دو صفحات کی نقل مجھے مل جائے تاکہ میں متعلقہ جگہوں پر چسپاں کرلوں۔

''ظہورِ رحمت'' (شاؔد عظیم آبادی) مسدس کی ہیئت میں ہے نہ کہ مثنوی کی۔ مثنوی میں تو ہر شعر کا اپنا الگ قافیہ ہوتا ہے۔ اگلے مضمون میں کنیز فاطمہ زہرا کے کلام کو بجا طور پر مسدس کہا گیا ہے۔

اپنی چند رُباعیات اور چار نعتیں ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں، توقع ہے کہ پسند آئیں گی۔ میں نے غالبؔ کی غزلوں پر مبنی جو دو نعتیں کہی ہیں ان میں کوشش یہ کی ہے کہ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو غالبؔ کے الفاظ ہی کو باقی رکھا جائے۔ اب امان خاں دلؔ صاحب کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی کہ وہ غالبؔ کی زمینوں ہی میں نعتیں کہہ رہے ہیں، ماشاء اللہ

میں دسمبر ۲۰۰۶ء کے دوسرے نصف میں پاکستان آیا تھا۔ ایک مہینہ اسلام آباد میں رہا۔ اپنے چھوٹے بھائی سیّد شاہ احسان اللہ طارق نہری کی بیٹی سیّدہ مبینہ فاطمہ نہری سلمہا کی شادی میں شرکت کی۔ اب کراچی میں اپنی خالہ زاد بہن کے پاس مقیم ہوں اور ان کے گھر کو مرکز مان کر دوسرے رشتہ داروں اور احباب سے ملاقاتیں کر رہا ہوں۔ کیا آپ سے بھی ملاقات کی خوشی میسر آنے کا کوئی امکان ہے۔ میں ۶/مارچ کو ان شاء اللہ یہاں سے واپس روانہ ہوں گا۔

برادرِ گرامی سلیم شہزاد صاحب (مالیگاؤں، بھارت) سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ انھوں نے کوئی مقالہ ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے لیے روانہ کیا تھا، کب شائع کر رہے ہیں آپ؟

شاہ حسین نہری

☆ شاہ حسین نہری، شاعر، ادیب، لیکچرار اردو، بل بھیم کالج بیڑ، مہاراشٹر، دیگر کتب: ''سامان تسکین''۔ ا۔۲۰۰۳ء، اورنگ آباد: نوائے دکن پبلی کیشنز، بار اول، ۵۶ص

۷/ فروری ۲۰۰۱ء

۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

برادرِ گرامی قدر صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند رکھے، مزید بلند کرے۔ ربّ العزت اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں سرخ رو کرے اور بامراد رکھے، آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔

ایک زمانے سے ''نعت رنگ'' کے اعلانات اور اس پر تبصرے دیکھتا اور پڑھتا آیا ہوں۔ اب تک اس کا کوئی شمارہ دیکھنے تک کو نہیں ملا، لیکن نہیں، بہت دونوں کی بات ہے کہ عزیز گرامی پروفیسر سیّد سجاد اختر صاحب (ملیہ کالج، بیڑ) نے ایک مرتبہ آپ کی کوئی کتاب (غالبًا ''نعت رنگ'' ہی) دیکھنے کو دی تھی۔ سجاد اختر صاحب نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان کی آپ سے عزیز داری ہے۔

اپنی اُنتیس نعتیہ کاوشیں ارسال کررہا ہوں۔ ان کی تخلیق کا عرصہ برسوں پر محیط ہے۔ ابھی چند نعتیں (حمدیہ تخلیقات بھی) اور ہیں جو اس وقت مل نہیں رہی ہیں کہ میں نے کوئی بیاض نہیں بنائی ہے۔

ان نعتوں کے بارے میں آپ کی رائے جاننے کا اشتیاق ہے اور اگر ''نعت رنگ'' میں شائع بھی ہوجائیں تو مسرت و سعادت۔ رسید اور رائے سے مطلع فرمائیں تو احسان ہے، ممنون رہوں گا۔

توقع ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

والسلام

دعا کناں، طالب دعا

منتظر جواب

شاہ حسین نہری

حفیظ الرحمٰن احسن (لاہور)

17/12/2003

برادر گرامی قدر صبیح رحمانی صاحب ۔السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ‘

آپ کے مرسلہ ارمغان بہ تفصیل ذیل مصول ہوئے :

۱) نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۲۔۱۳

۲) سفیرِ نعت (تیسری کتاب)

۳) نعت اور تنقیدِ نعت

۴) اردو میں نعت گوئی

آپ کے ساتھ اُن سب کرم فرماؤں کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے یہ قیمتی تحفے عنایت کیے۔(وصولی کی رسید تاخیر سے دے رہا ہوں اس کے لیے معذرت)

ان کی اور دیگر رفقاء کار کی خدمت میرا سلام مسنون کہیے۔ جزاہم اللہ۔

پیرایۂ حمد کی اشاعت کے لیے شکریہ قبول فرمایئے ۔چھوٹے موٹے تسامحات ہیں ۔البتہ ایک جگہ خُبزِسمین کو جزِسمین لکھا گیا ہے۔ہوسکے تو آئندہ شمارے میں وضاحت شائع کردیجیے گا۔

وہ بے نیاز ہے، دیتا ہے جس کو جو چاہے

کسی کو خبزِسمین اور کسی کو نانِ شیر (کسی کو بھی کس لکھا گیا ہے)

اس طرح اس شعر کے دوسرے مصرع میں 'ہے' کا لفظ زائد ہے۔اصل شعر اس طرح ہے ۔

جو تلخیاں ہو کہ شیرینیاں اسی کا ظہور

عسل بھی اس کا ۔سم اس کا، اُسی کے حنظل وشیر

اچھا اب اجازت امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ والسلام

مخلص

حفیظ الرحمٰن احسن

☆ حفیظ الرحمٰن احسن (پ: ۱۹۳۴ء)، مدیر: ''سیارہ ڈائجسٹ'' لاہور۔

۲۳۔مئی ۔۲۰۰۵

برادرم صبیح رحمانی صاحب ۔اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

میں ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں ۔طبیعت اس عرصے میں کافی غیر مستحکم رہی ہے اس لئے آپ کے فرمودات پر اب تک عمل نہیں کرسکا۔

بہر کیف ''موجِ زمزم''[ا] کا ایک نسخہ حاصل کر کے ارسال خدمت کررہا ہوں مناسب ہے کہ آپ اس کی رقم براہِ راست جناب ضیاء محمد ضیا صاحب کو روانہ فرمادیں ۔

ان کا پتہ ہے : جناب ضیاء محمد ضیاء

محلّہ پتّی ۔سرکلر روڈ ۔سپردور (سیالکوٹ)

سوچ رہا ہوں اور حیران بھی کہ ''سیارہ'' کے کون سے اہم قلم کار ہیں جن کے پتے میں آپ کو دوں۔ ماشاء اللہ آپ کا اپنا حلقہ بہت وسیع ہے۔بہر کیف کچھ نہ کچھ پتے ضرور بھیج دوں گا چاہے چاہے وہ آپ کے لیے تحصیل حاصل ہی ہوں ۔

ابھی تک کوئی نظم بھی آپ کو نہیں بھیج سکا۔ جلد بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ ان شاء اللہ۔اچھا اب اجازت۔

امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔

مخلص

حفیظ الرحمٰن احسن

ا۔''موجِ زمزم''/ضیاء محمد ضیاء، ۲۰۰۱ء، لاہور: ایوانِ نعت، بار دوم،۱۹۲ص

---

۲۲ جون ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ایک عریضہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ آپ میرے دوسرے عریضہ کے منتظر بھی رہے۔ گزارش ہے کہ گزشتہ مہینہ پریشانیوں میں گزرا (گھر میں علالت رہی)۔

الحمد اللہ اب بڑی حد تک افاقہ ہے۔خود بھی علیل رہا۔شکر ہے اب بہت بہتر ہوں۔اللہ تعالیٰ عافیت سے بامراد رکھے۔ دعا کیجئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنی امان میں رکھے اور خدمت دین وادب سے بیش از بیش نوازے۔

گزشتہ دنوں چند اشعار ہوئے ہیں۔سووہ حاضر خدمت کر رہا ہوں اگر زیرِ ترتیب شمارہ مکمل ہو چکا ہوتو آپ اسے آئندہ شمارے کے لئے رکھ لیں ۔

سیارہ اشاعت نمبر۵۲ امید ہے جلد آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔

براہ کرم آئندہ شمارے کے لئے عنایت فرمایئے گا۔

احباب ورفقاء کی خدمت میں میرا سلام کہیے۔

والسلام
آپ کا بھائی
حفیظ الرحمٰن احسن

مکرر: گزشتہ پیر کو الحمراء میں جناب تائب کی یاد میں ایک بھرپور تقریب ہوئی ۔کلیات تائب کی تقریب رونمائی بھی تھی۔ برادرم عبدالمجید منہاس نے خاص اہتمام فرمایا۔

حفیظ تائبؔ (لاہور)

۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۵ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

گزشتہ اپریل میں، جب میں حضرت حسان نعت ایوارڈ کی تقریب میں شرکت کے لیے کراچی پہنچا تو احباب نے بے پایاں محبتوں سے نوازا، لیکن آپ کی کمی پھر بھی محسوس ہوئی۔ اگرچہ یہ مسرت بھی کیا کم تھی کہ آپ کو حج و زیاراتِ حرمین الشریفین کے ارمان نکالنے کا موقع نصیب ہوا تھا اور آپ اُن دنوں شہرِ محبوب... مدینہ مکرمہ میں مقیم تھے... ایوارڈز تقریب سے فارغ ہوکر جب ہم لوگ بھائی وسیم بیگ کے گھر پہنچے تو جناب غوث میاں[۱] نے جریدۂ ''نعت رنگ'' عطا فرمایا۔ میں اس شاہ کارِ حسن و معنویت پر ایک نظر ڈال کر حیران رہ گیا اور کافی دیر تک آپ کو یاد کرکے دعائیں دیتا رہا۔ جملہ احباب بھی ہم نوا تھے۔ پھر ہم جہاں جہاں گئے وہاں وہاں آپ اور ''نعت رنگ'' کا ذکرِ خیر ہوتا رہا۔

لاہور آ کر عوارض و مسائل میں گھرا رہا اور مدت تک اس شمارۂ خاص کا مطالعہ نہ کرسکا۔ اسی لیے پہلے آپ کو اس کے بارے میں، خط نہ لکھ سکا۔

''نعت رنگ'' کا شمارۂ اوّل حسنِ انتخاب و ترتیب کا رفیع و وقیع جریدہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ابتدائیہ میں بہت عمدہ و بلیغ انداز میں پیش کیے گئے مقاصد حاصل کرنے میں آپ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔

''اجمال'' میں آنے والی سحر انصاری اور شبنم رومانی کی حمدیہ و نعتیہ نظمیں نہایت خوب ہیں۔

سعید بدر کا مضمون ''نعت کیا ہے'' اس حصے میں آنے کی وجہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آئی...گل چیدہ کے عنوان سے نمائندہ شعرا کی نعتوں کا اچھا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔منظومات کا حصہ الگ ہی رہتا تو بہتر تھا۔آئندہ کوشش کیجیے کہ اس حصے میں تازہ نعتیں آئیں۔

تحقیق کے باب میں تمام تر مضامین بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ راجا رشید محمود اور غوث میاں نے ایک ہی موضوع پر کام کرکے ایک دوسرے کے کام کو تکمیل تک پہنچا ہے۔ دونوں حضرات کی عرق ریزی قابل تحسین ہے۔ ان کی محنت سے پاکستان میں چھپے ہوئے تمام تر نعتیہ گل دستوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ راجا رشید محمود نے البتہ سارے مجموعے دیکھ کر اُن کے کوائف جمع کیے ہیں اور یوں اُن کی فہرست ببلیوگرافی کے سائنسی اصولوں کو پورا نظر آئی ہے، مگر انھوں نے اپنے کام کو پاکستان تک محدود رکھا ہے اور قیامِ پاکستان سے پہلے چھپنے والے انتخابوں پر کام کرنے میں بنیادی دقت کا ذکر بھی کیا ہے پھر بھی ہم اُن سے اس ہفت خواں کو بھی سر کرلینے کی اُمید رکھتے ہیں، اگرچہ بھارت میں موجود نعت کے محقق اس کام کو نسبتاً آسانی سے کرسکتے ہیں۔غوث میاں اور شہزاد احمد[۲] سے بھی اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔غوث میاں نے پہلے بھی قیامِ پاسکتان سے پہلے چھپنے والے بہت سے نعتیہ گل دستوں کا ذکر تو کیا ہے۔ انھوں نے اُس دور کے اہم ترین انتخاب ''بوستانِ نعت'' کو دیکھ نہ سکنے کا اعتراف بھی کیا ہے، جب کہ راجا رشید محمود نے بجا کہا ہے کہ ''اس انتخاب کی اہمیت اور افادیت آج بھی مسلّم ہے''۔ بھائی غوث میاں کے ریکارڈ کے لیے عرض گزار ہوں کہ ''بوستانِ نعت'' کے مرتب احمد علی سیف کلانوری خود بھی نعت نگار تھے۔ اُن کا انتخاب "6"x9 سائز کے 272 صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور عمدہ کاغذ پر اشاعت پذیر ہوا تھا۔ یہ چھپا تو ''فیروز پرنٹنگ ورکس 119 سرکلر روڈ لاہور میں تھا، لیکن اس کی اشاعت کا اہتمام نواب صادق پنجم شہریار بہاول پور نے کیا تھا۔ مرتب نے اس بات کا ذکر اپنے دوصفحات پر مشتمل مقدمہ بعنوان ''وجہِ تالیف'' میں کیا ہے اور یہ تحریر انھوں نے 17/ذی قعدہ 1349 ہجری کے دن لکھی۔ اس مجموعہ میں ہر اہم شاعر کی نعتیں ردیف وار جمع کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے اپنے مضمون ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' (مطبوعہ ''اوج'' نعت نمبر) کو ''چند مزید نعت نمبر'' لکھ کر مکمل کردیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو وہ اس مضمون کی ابتدا میں اپنے پہلے مضمون کا خلاصہ دے دیتے۔

جاذب قریشی اور آپ کا مضمون تنقید کے باب میں چلے جاتے تو شاید زیادہ مناسب ہوتا کہ تحسین و جائزہ بھی تنقید کا حصہ ہوتا ہے۔

نعت میں محتاط رویوں کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا، لیکن دورِ موجود میں یہ ضرورت کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے کہ پہلے عام طور پر وہ لوگ نعت کہتے تھے جن کا فطری رجحان اس موضوع کی طرف ہوتا تھا اور وہ دینی تعلیم رکھتے تھے۔ لیکن پاکستان میں ہر شاعر نعت کہنے کی سعادت حاصل کررہا ہے اور نعت کے موضوعات میں بہت وسعت آرہی ہے۔ اس لیے نعت میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے لانے کی ضرورت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ غالبًا یہی محسوس کرتے ہوئے رشید وارثی اور عزیزاحسن نے اس کام کے لیے بڑے بھرپور انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ دونوں حضرات قرآن پاک اور حدیث مبارکہ پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اُن کا ادبیات کا مطالعہ بھی وافر ہے، پھر انھوں نے پہلے ہونے والے احتساب سے بہتر انداز اختیار کیا ہے... رشید وارثی نے ذم کے پہلو رکھنے والے اشعار کی نشان دہی کی، لیکن شعرا کرام کے نام نہیں دیے۔ یہ روش اس اعتبار سے بہتر ہے کہ مقصود نعت نگاروں کی تحقیر نہیں، بلکہ ذم کے پہلوؤں کو سامنے لانا ہے، تاکہ نعت، معیاری بن سکے۔ عزیزاحسن نے البتہ پورے اعتماد اور جرأت سے شعرائے کرام کے نام لے کر بے احتیاطیوں کی نشان دہی کی ہے، لیکن انھوں نے اپنا زاویۂ نظر یہ بتایا ہے:

محبتیں بھی رہیں دل کو ٹھیس بھی نہ لگے
کسی کے سامنے اس طرح آئنہ رکھیے

اشتہارات سے پتا چلا ہے کہ یہ دونوں حضرات اور ادیب رائے پوری ان موضوعات پر کتابیں تیار کرلیتے ہیں۔ اللہ انھیں مزید فکری بالیدگی اور توازن سے نوازے۔

''تنقید نعت''، تخلیق نعت سے بھی کہیں مشکل کام ہے، لہٰذا اس کام کو وسعت دینے والے احباب سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نعت کا فنی محاسبہ جس طرح چاہیں کریں، لیکن اس کے فکری پہلوؤں پر قلم اُٹھاتے ہوئے ہر نکتۂ نظر و زاویۂ فکر پر نگاہ رکھیں اور ہر پہلو کا بہ نظرِ عمیق جائزہ لے کر بات کریں۔ اختلافی معاملات میں احباب سے مشورہ کرلینے میں کچھ حرج نہیں ہوتا بلکہ باہمی تبادلۂ خیال سے کوئی نہ کوئی اور رُخ بھی سامنے آسکتا ہے۔ یہ دردمندانہ التماس اس لیے کررہا ہوں کہ نعت کا احترام بہرصورت قائم رہنا چاہیے اور اس سے مختلف دینی مسالک کو قریب لانے کی سعی بھی ہونا چاہیے۔ یہ بات اس لیے بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو بعد میں تنقید پر تنقید لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو اس ضمن میں آپ کو اپنا مدیرانہ استحقاق بھی بروئے کار لانا ہوگا۔

''فکر وفن'' میں مضامین کا انتخاب شان دار اور جان دار ہے۔ مطالعات مجموعہ ہائے نعت کا

یہ سلسلہ مفید ثابت ہوگا۔

''نعت رنگ'' شمارہ اوّل کے مطالعہ کے بعد ضروری لگا ہے کہ نعت میں تحقیق، تدوین، تنقید اور تخلیق کا کام کرنے والے صاحب نظر لوگوں کو یک جا کر کے ''مسائلِ نعت'' پر کوئی سمپوزیم ہو اور اُس کی کارروائی ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے کا حصہ بنے۔ سمپوزیم کا ایجنڈا طے کر کے مختلف مسائل پر ناقدین سے اشاراتی بلکہ کلیدی مضامین لکھوائے جائیں اور اُن پر بحث کے بعد کچھ نتائج مرتب ہوں۔ اس منصوبے پر اپنے رفقائے کار اور دوسرے اسکالرز سے مشوروں کے بعد، اگر تجویز اچھی لگے تو اسے عملی جامہ پہنانے کی اپنی سی کرنا چاہیے۔

آپ کی محبت اور ''شوق نے بات کیا بڑھائی ہے''، ورنہ ایک کم علم، کوتاہ قلم اور بیماری کے تھکائے آدمی سے کیا توقع ہوسکتی ہے... کسی مدیر کے نام یہ میرا (غالبًا) پہلا خط ہے اور رواروی میں جانے کیا کچھ لکھ گیا ہوں۔ اس کی اشاعت نہ ہو تو بہتر ہے کہ یہ صرف آپ کے لیے ہے۔

آپ کو بہت اچھے ساتھی، معاونت اور مشاورت میسر ہیں اور نہایت اہم ادیب و شاعر آپ سے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی محبت اور بڑوں کے ادب کی وجہ سے ہے اور بہت بڑی خوش بختی۔ اللہ کریم آپ کے ذوق و شوق اور توفیقات میں اضافہ فرمائیں۔ جملہ احباب، متعلقین اور اپنے اہل خانہ کو سلام اور دعائیں پہنچانے کی زحمت اُٹھائیں۔ خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں۔

مخلص

حفیظ تائبؔ

☆ پروفیسر حفیظ تائب (۱۹۳۱ـ۲۰۰۴ء)، اردو اور پنجابی کے نامور نعت گو شاعر، ادیب، سیرت نگار، کتب: ''صلو علیہ وآلہ'' (اردو نعت)، ''سِک متراں دی'' (پنجابی نعت)، ''وسلموا تسلیما'' (اردو نعت)، ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' (اردو نعت)، ''لیکھ'' (پنجابی نعت)، ''بابِ مناقب'' (تذکرہ نعت گو شعراء)، ''پن چھان'' (پنجابی تنقید)، ''پنجابی نعت'' (تحقیقی جائزہ)، ''کوثریہ''، ''کتابیاتِ سیرتِ رسولؐ'' (۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۷ء)

ا۔غوث میاں (پ: ۱۹۵۵ء)، مرتبہ کتب: ''انتخابِ حمد''، ''خواتین کی حمدیہ شاعری''، ''خواتین کی نعتیہ شاعری''

۲۔شہزاد احمد (پ:۱۹۶۰ء)، شاعر، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''حمد و نعت'' (کراچی)، کتب: ''انوارِ عقیدت''، ''کراچی میں نعتِ رسول''، ''حیدرآباد (سندھ) کے نعت گو شعراء''، ''بارگاہِ رسالت کے نعت گو''، ''حسنِ انتخاب''، ''آئینۂ ریاض سہروردی'' و دیگر۔

۱۵/جولائی ۱۹۹۶ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کے فون کی کچھ تعمیل کر رہا ہوں... اپنی تازہ حمد اور محترم احمد ندیم قاسمی کی پُرانی مگر غیر مطبوعہ نعت پیش خدمت ہے۔ یہ نعت خود ندیم صاحب کے ریکارڈ میں نہیں۔ تاج کمپنی لاہور نے ایک زمانے میں ایک بہت بڑا نعتیہ مشاعرہ بیرون باغ موچی دروازہ میں منعقد کیا ہے۔ یہ نعت مجھے اُس مشاعرے کے ریکارڈ سے ملی ہے...نعت میں نے احتیاطاً ندیم صاحب کو فون پُر سنا بھی دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں نعت آپ کو بھیج رہا ہوں...نعت خوان و نعت نگار کے سلسلے کا پہلا مضمون بھی حاضر ہے۔ ان شاء اللہ اگلے شمارے کے لیے سکندر لکھنوی مرحوم[ا] کے بارے میں مضمون لکھوں گا... محترم مرزا ادیب نے دونوں شماروں کے بارے میں کچھ لکھنے کی بجائے سلسلہ نمبرا پر مضمون لکھ دیا تھا اور اُن کی یہ خواہش تھی کہ اگر آپ کو مضمون پسند آئے تو نوائے وقت لاہور میں اشاعت کے لیے عمران نقوی صاحب کو بھیج دیں۔ یہ مضمون بھی آپ کو اسی لفافے میں ملے گا۔

''نعت رنگ'' کے سلسلہ ۲ کی خبریں لاہور کے جنگ اور نوائے وقت کے ادبی صفحات پر چھپ گئی تھیں اور غالباً آپ کی نظر سے گزر چکی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو رفقا و اہل خانہ سمیت محفوظ و مامون رکھے اور توفیقات میں اضافہ فرمائے...''نعت رنگ'' سے بہت سی توقعات وابستہ ہوتی جارہی ہیں۔ خدا کرے انھیں آپ کماحقہ پورا کرتے چلے جائیں۔

جملہ احباب و اقارب کی خدمت میں دعا اور سلام پہنچانے کی تکلیف اُٹھائیے۔

دعا گو و دعاجو

حفیظ تائبؔ

ا۔سکندر لکھنوی (پ:۱۹۱۸ء)، معروف شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''گلستانِ ثناء''، ''مختارِ کونین''، ''تسکینِ روح''، ''میخانۂ عرفان''، ''ممدوحِ کائنات''، ''تاجدارِ طریقت''، ''سید المرسلین''، ''امام القبلتین''، ''سحابِ رحمت''، ''قاسمِ خلد''، ''سفینۂ دل''، ''ارمغانِ حرم''، ''سراجاً منیراً''، ''نعت حبیب کریم''۔

۳۱۔مارچ۔۱۹۹۷

صبیح بھائی!

سلام ودعا !!

۲۰۔مارچ ۱۹۹۷ کو بچھڑنے والے ایک عظیم شاعر ونعت نگار[۱] کے بارے میں ایک مضمون بھیج رہا ہوں یہ وقت کی چیز ہے اس لیے اس کے لیے آنے میں شمارے میں ضرور گنجائش پیدا کیجیے۔ تازہ نعت بھی ارسال ہے۔

خدا کرے آپ عافیت سے ہوں اور مستعد و توانا۔

مخلص : حفیظ تائب

۱۔حسرت حسین حسرت (۱۹۲۵۔۱۹۹۷ء)، اردو و انگریزی نعت گو، تلمیذ: زخمی لکھنوی و احسان دانش، مجموعۂ نعت: ''سماوات'' (۱۹۹۸ء)۔

۲۱۔دسمبر ۱۹۹۹ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا ۱۱ردسمبر کا مکتوب مل گیا ہے۔حسب الارشاد تازہ نعت اور حافظ لدھیانوی صاحب [۱] کے بارے میں تعزیتی مضمون حاضر ہے...فون پر آپ نے اسلوب احمد انصاری صاحب کے مضمون مطبوعہ نقد و نظر علی گڑھ کی نقل بھی بھجوانے کو کہا تھا۔ وہ بھی حاضر ہے۔

کتاب ''مناقب'' [۲] بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔طبیعت پچھلے چند ماہ بہت بگڑی رہی۔اب کسی قدر بحال ہو رہا ہوں۔ ہم رمضان کے روزے رکھنے کے لیے آج کل بیٹی کے ہاں قیام پذیر ہیں، وہاں کا فون نمبر ۵۴۲۲۹۶۰ ہے۔

''نعت رنگ'' اور ۱۹۹۹ء میں چھپنے والی دوسری حمد و نعت کی کتابوں کے بارے میں ''نوائے وقت'' میں لکھوں گا۔کراچی میں چھپنے والی کتب جو دستیاب ہوں وہ بھجوانے کی زحمت اُٹھائیے۔ جو کتب دستیاب نہ ہوں اُن کے کچھ کوائف ہی لکھ بھیجئے۔

اہل خانہ اور احباب کی خدمت میں سلام اور محبتیں... خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں۔آپ کے دو اشعار پر مبنی نہایت خوب صورت اسٹکرز بھی ملے تھے، جو میں نے اپنے ڈرائنگ روم میں چسپاں کر دیے تھے۔شعر بھی نہایت عمدہ تھے۔ یاد فرمائیوں کے لیے ممنون۔

دعا گو و دعا جو

حفیظ تائبؔ

ا۔''ادب و نعت کا سراجِ روشن..... حافظ لدھیانوی''، مشمولہ: نعت رنگ، ش۹،ص ۲۰۹۔۲۱۲

۲۔۱۹۹۹ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، بار اول، ۱۲۷ص

۱۰۔اکتوبر۔۲۰۰۰

برادرِعزیز صبیح صاحب !

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا ۲۴ ۔ستمبر کا مکتوب مل گیا ہے ۔آپ کی محبت کے [کا] ممنون ہوں ۔آپ کے ذخیرۂ خطوط کے لیے پانچواں خط حاضر ہے۔نئے فلیٹ میں رہائش مبارک ہو ۔اس کا سب سے پہلے فائدہ غالباً مجھی کو ہوا کہ میرے مضامین مل گئے ۔

''غالب نمبر'' کب تک لانے کا ارادہ ہے اور اس میں کیا کچھ چھاپنے کا عزم ہے؟ یہ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے ذہن بنا سکوں ۔

سید افتخار حیدر[ا] ان دنوں لاہور میں ہیں اور آپ کو بڑی محبت سے یاد کرتے ہیں اور آپ کی نعت خوانی، نعت گوئی اور دیگر صلاحیتوں کے معترف ہیں۔اُن کے [کو] جو کچھ بھیجنا چاہیں میرے پتے پر بھیج دیں ۔۱۹۹۹ء والے نعت سیمینار کی جو رپورٹ میں نے اخبارات کو بھی بھجوائی تھی،اُس کی نقل ارسالِ خدمت ہے کہ شاید کسی کام آسکے اگر چہ یہ بھی کوئی ادبی رپورٹ نہیں ۔

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب[۲] کو نعتیں دینے کے لیے کہا ہے۔اُنھوں نے بھی حال ہی مکان بدلا ہے اور تمام مضامین و مسودات ڈبوں میں بند پڑے ہیں ۔البتہ اُنھوں نے نعتیں نکال کر دینے کا وعدہ کرلیا ہے ۔

''نعت رنگ'' کے دس شماروں پر لکھنا، پہاڑ کاٹنے سے کم نہیں میں سال بہ سال دو دو شماروں کے بارے میں شذرات'' نوائے وقت'' لاہور میں لکھتا رہا ہوں ۔وہ کہیں مل جائیں تو شاید کوئی صورت نکل سکیں[سکے] ۔بہر حال آپ اپنے ذہن میں موجود نقشے کوتو مجھ تک پہنچایئے۔

میں بھی اگست ستمبر میں مکان کی مرمت میں لگا رہا ہوں کہ مکان کی حالت بہت ختم ہو چکی تھی۔ اس عمل میں میرا سازو برگ کچھ زیادہ ہی بے ترتیب ہوگیا ہے اور وجود میں اسے کسی ترتیب سے رکھنے کی ہمت نہیں پاتا ،پھر یو نیو رسٹی بھی کھل چکی ہے اور بڑھا کر آنے کے بعد اُٹھنے کی ہمت نہیں پاتا۔ دعا کیجیے گا اور حضرت کشفی صاحب کو دعا کے لیے کہیے گا ۔اُنہیں اور اُن کے اہلِ خانہ کی خدمت میں میرا [سلام] پہنچانے کی زحمت بھی اٹھایئے گا ۔آپ کے بچوں اور اہلیہ کے لیے بہت سی محبتیں اور دعائیں :خدا کرے آپ عافیت سے ہوں ۔

دعا گو ودعاجُو

حفیظ تائب

ا۔ڈاکٹر وحید قریشی (۱۹۲۵۔ ۲۰۰۹ء)، ڈی لٹ، ادیب، محقق، شاعر، نقاد، ماہر تعلیم، چیئرمین: نیشنل لینگویج اتھارٹی، ڈائرکٹر: اقبال اکیڈمی، قریباً ۳۰ کتابوں کے مصنف، اعزازات: ''نیاز فتح پوری ایوارڈ'' (۱۹۸۴ء)، ''طفیل ایوارڈ'' (۱۹۸۶ء)، ''اقبال اکیڈمی'' (۲۰۰۳ء)، تمغۂ حسن کارکردگی (حکومتِ پاکستان)۔

۲۔ سید افتخار حیدر(پ: ۱۹۲۹ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''سوزِ ازل''، ''صبحِ ازل''۔

۱۶۔فروری ۲۰۰۱ء

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ سے بروقت رابطہ نہ ہونے کے باعث، ''جائزہ'' 2000ء ٹھیک سے نہیں چھپ سکا۔ بہرحال چھپا ہوا جائزہ مع اصل مسودہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

''بیاض'' جدید نعت نمبر کی ایک جلد بھی ارسالِ خدمت ہے۔

سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب کا تازہ پتا بھیجئے اور فون پر میری یادیں اور تسلیمات پیش کر دیجیے۔

خالد احمد کی ''تشبیب'' [ا]اور احمد ندیم قاسمی کی نعتیہ شاعری پر بھیجے گئے مضامین چھاپنے کا

ارادہ ہے؟ ''نعت رنگ'' کا کوئی تازہ کب تک آ رہا ہے؟

خدا کرے آپ مع اہل وعیال عافیت سے ہوں۔

مخلص

حفیظ تائبؔ

۲۔'' گھلتے لہجوں کی سوغات ۔تشبیب''،مشمولہ: نعت رنگ،ش ۱۱،ص ۲۹۶۔۳۰۰

۷۔دسمبر ۲۰۰۱ء

صبیح بھائی!

دعائیں اور محبتیں

آپ کا خط اور کتابیں مل گئی تھیں۔کشفی صاحب کی تنقید نعت پر کچھ لکھنا، بہت بھاری پتھر لگ رہا ہے۔ اُن کے بارے میں کتاب چھاپنے کا کب تک ارادہ ہے؟

۲۰۰۱ء میں چھپنے والی حمد و نعت کی کتابوں کا جائزہ بھیج رہا ہوں، مگر کراچی مرکز سے چھپنے والی کتابوں تک رسائی نہیں ہوسکی، سوائے ماجد خلیل صاحب کی کتاب [۱] کے۔

اگر آپ کے علم میں کچھ کتابیں ہوں تو اُن کے دو دو سطری کوائف کسی فوری ذریعے سے بھجوایئے یا فون پر لکھوا دیجیے کہ اگلی قسط میں شامل ہوسکیں۔

اہل خانہ و احباب کو دعائیں اور سلام

خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں۔

مخلص

حفیظ تائبؔ

۱۔روشنی ہی روشنی/ ماجد خلیل، ۲۰۰۱ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۶۰ص

۸۔۷۔۲۰۰۳

برادرِ عزیز صبیحؔ رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

''نعت رنگ'' کا ۱۵ واں شمارہ مل گیا ۔ممنون ہوں عزیز احسن کی کتاب بھی پہنچ گئی ہے۔ اُس کے لئے الگ شکریہ۔ دُعا کیجیے کہ اِن پر کچھ تفصیل سے لکھنے کے قابل ہوسکوں ۔

خدا کرے آپ مع اہل وعیال واحباب خیریت سے ہوں ۔

دعا گو ودعا جُو

حفیظ تائب

پس نوشت: رواں دواں رہنے کی مبارکباد۔ نعت پر حضرت مولانا کوکب صاحب کی کتاب تو بھجوایئے اور انہیں میرا سلام بھی پیش کیجیے ۔

۳۔اپریل

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب !

تسلیم!!

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔توجہ کے لیے ممنون ہوں اور اس بات پہ بہت مسرور کہ آپ میں مدیرانہ چابک دستی آگئی ہے، جو''نعت رنگ'' کے معیار کو مزید اونچا لے جائے گی۔

میں نے ۵۔مارچ کو کالے موتیا کا لیزر کے ذریعے آپریشن کروایا تھا ۔لیکن آنکھ کے جس حصّے میں لیزر لگا تھا ،اُس میں بہت درد رہتا ہے۔اسی عالم میں آپ سے ڈرتے ڈرتے کچھ مضامین بھیج دیئے تھے۔حافظؔ صاحب کی حمدیہ شاعری پر مضمون اس خیال سے بھیج دیا گیا کہ وہ حمدیہ شاعری میں بھی زیادہ سکور کرنے والے ہیں ۔ندیمؔ صاحب کی نعت پر مضمون ''بیاض'' میں بُری طرح اور بڑی اغلاط کے ساتھ چھپا ۔اس لیے سوچا کہ وہ مضمون بہتر انداز میں اور بہتر مجلّہ میں بھی چھپ جائے کہ'' بیاض'' کا وہ عام شمارہ ''نعت رنگ'' کے حلقۂ قارئین کی نگاہوں سے شاید ہی گزرا ہو۔بہر حال ان سطور کو محض میری معذرت سمجھیں ۔

پرچے کب تک آرہے ہیں ؟ کتاب ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''[ا] پر کسی سے کچھ لکھوایا؟ اگر نہ لکھوا سکے ہوں تو آپ پر کوئی حرف نہیں کہ میں نے لکھنے والے لوگوں کو کتاب بھیجی ہی نہیں ۔اس کوتاہی کا ازالہ جلد کروں گا۔

عطاالرحمٰن شیخ صاحب سے بات ہوئی اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ اب جب بھی کراچی

جائیں گے ،''نعت رنگ'' کی خدمت کرکے آئیں گے ،اس کے فوراً بعد وہ اچانک حج کے لیے چلے گئے وہ واپس آتے ہیں تو یاد دہانی کراؤں گا.... تحسین فراقی ،جعفر بلوچ اور ریاض مجید صاحبان کو گرمانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں .... قابل صد احترام ڈاکٹر سیّد کشفی صاحب اور جمیع احباب کی خدمت ہدیۂ سلام۔

آپ کے اہل و عیال کے لیے سلام ودعوات..... خدا کرے آپ سب لوگ عافیت سے ہوں۔

دعا گوودعا جُو

حفیظ تائب

پس نوشت: حضرت کشفی صاحب سے دُعا کے لیےبھی التماس کریں کہ آنکھ کی تکلیف پریشان کن ہے ۔

ا۔''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''/ حفیظ تائب، ۱۹۹۸ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۱۳۵ص

حمایت علی شاعر (کراچی)

آپ کی خواہش کے مطابق اپنی نظم بھیج رہا ہوں۔''عقیدت کا سفر''[ا] اوج کمال کے دفتر (صدر) میں رکھی ہے۔ وہ آپ کو پہنچادیں گے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے۔

ابھی ''عقیدت کا سفر'' (نعتیہ شاعری کے سات سو سال کا انتخاب) کا حصّہ اوّل شائع ہوا ہے۔ اس میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز سے لے کر مولانا ماہرالقادری تک شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب ہے۔(صرف مرحوم شعراء) دوسرے حصّے میں ان شعراء کا کلام بھی ہوگا جو خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ جن کا ذکر ٹی وی کے سلسلہ وار پروگرام میں کرچکا ہوں۔ (آپ بھی ان میں شامل ہیں) ممکن ہے آپ نے بھی یہ پروگرام دیکھا ہو۔

جب وہ حصّہ چھپے گا۔ میں آپ کو بھجوادوں گا۔ آپ کا رسالہ خوب ہے۔ اکثر مضامین قابل مطالعہ ہوتے ہیں۔ خدا آپ کا حوصلہ سلامت رکھے۔آپ اہم کام کررہے ہیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

حمایت علی شاعر

☆حمایت علی شاعر (پ: ۱۹۲۶ء)، شاعر، ادیب، معلم، کتب: ''آگ میں پھول''، ''شکستِ آرزو''، ''مٹی کا قرض''، ''تشنگی کا سفر''، ''حرف حرف روشنی''، ''دودِ چراغِ محفل'' (مختلف شعراء کا کلام)، ''عقیدت کا سفر'' (نعتیہ شاعری کے سات سو سال، تحقیق)، ''آئینہ در آئینہ'' (منظوم خودنوشت سوانح حیات)، ''ہارون کی آواز'' (نظمیں اور غزلیں)، ''تجھ کو معلوم نہیں'' (فلمی نغمات)، ''کھلتے کنول سے لوگ'' (دکنی شعراء کا تذکرہ)، ''محبتوں کے سفیر'' (پانچ سو سالہ سندھی شعراء کا اردو کلام)۔ اعزازات: ''نگار ایوارڈ'' (بہترین نغمہ نگار)، ''رائٹرز گلڈ آدم جی ایوارڈ''، ''عثمانیہ گولڈ میڈل'' (بہادر یار جنگ ادبی کلب)، ''صدارتی ایوارڈ'' (حکومتِ پاکستان)۔

ا۔ ۱۹۹۹ء، کراچی: دنیائے ادب، ۲۴۱ص

حنیف اسعدی (کراچی)

29-05-1999

پیارے صبیح ! دعائیں۔

تم نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ میں مر چکا ہوں تو یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ہے۔ میں واقعی مر چکا ہوں مگر یہ بات خاصی فکرمندی کی ہے کہ تم زمانۂ علالت میں آئے اور نہ بعد مرگ تعزیت کے لیے آئے۔ نہ پُرسا دیا۔ نہ فاتحہ میں شریک ہوئے۔ یہ رسمیں میں نے اکیلے ہی ادا کیں۔ اب اگر کبھی جی چاہے آنے کو تو پتا وہی ہے اس لیے کہ جس گھر میں رہتا تھا وہی اب میرا مقبرہ ہے۔

میرا حال جاننے کی خواہش ہو تو مجھے خط لکھو اس لیے کہ حال پوچھو گے تو حال بتاؤں گا۔ کیا تم نے ملازمت بدل دی ہے۔ پہلے تو ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ میں تھے وہاں تو فون کرنے کی سہولت ہے یا تھی...

بیٹی شاہین کو بہت سی دعائیں اور بچوں کا ڈھیر سا پیار۔

خبریں تو بہت سی ہیں مگر بے خبر کو کیا سناؤں__ مگر خبر تو وہی ہے خبر جو باقی ہے۔

والدعا

حنیف بھائی

☆حنیفؔ اسعدی (۱۹۱۹۔۲۰۰۵ء)، شاعر وادیب، نعت گو، نعتیہ مجموعہ: ''ذکر خیر الانام ﷺ''، ''آپ ﷺ''۔
آپ کے والد اسعدؔ شاہجہانپوری بھی معروف شاعر تھے۔

۲۵/جون ۱۹۹۹ء

صبیح صاحب

تم تو غم دے کے بھول جاتے ہو
مجھ کواحساں کا پاس رہتا ہے

تم نے فون کیا کہ دو۲ نعتیہ مجموعے واپس نہیں ہوئے۔میں نے دیکھا تو دونوں میرے پاس موجود۔میں کئی روز سے فون کررہا ہوں مگر کوئی ریسور اٹھاتا ہی نہیں۔یوں بھی تمہاری ''سہالکوں'' کے دن ہیں۔گھر نہیں محفلوں میں ملو گے۔بہر نوع کتابیں موجود ہیں۔جب چاہو آکر لے لو۔ایک کتاب پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔یہ مصنف کی تحریر ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب مجھے ہدیہ کی گئی ہے معلوم نہیں اس پر تمہارا استحقاق کس طرح قائم ہوتا ہے مگر یہ دور ہی دھاندلی اور دہشت گردی کا ہے۔سب کچھ ممکن ہے۔میری کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو اُٹھالو۔

کل شام شاہنواز[۱] کا فون آیا تھا۔ٹھیک ہیں۔ایک سے حالات سے گزر رہے ہیں۔

؎ نہ ساون سوکھے نہ بھادوں ہرے

پرسوں شام یا شاید کل ہی طاہر سلطانی آئے تھے۔اپنے سوالنامہ کے جوابات لینے۔میں نے لکھ رکھے تھے لے گئے۔

آج شام تابش بھائی کے سلسلے میں جلسہ ہے یہ نعیم میرٹھی[۲] نے برپا کیا ہے۔مجھے نہ بلایا نہ میں جاؤں۔میں کہیں نہیں آجارہا۔طبیعت اس قابل نہیں ہے۔کیسی ہے۔پوچھو گے تو بتاؤں گا۔ویسے مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ دُکھڑا سناتا پھروں۔کوئی پوچھتا ہے تو مزے لے لے کر سناتا ہوں اب یہی رہ گیا ہے۔کچھ دیر سوئے کچھ دیر روئے۔آنسو تو نکلتے نہیں شاید سنجیدگی مانع ہے۔بس جی رو لیتا ہے۔رات بھر جاگتا ہوں۔دن بھر سوتا ہوں۔

دن تو کٹ جاتا ہے لیکن ہر رات
ایک ہی رات کو دہراتی ہے

وہ رات کونسی ہے۔پوچھو تو بتاؤں ورنہ ....بچے کتنے بڑے ہوئے۔شاہین کیسی ہیں یہ

سب کچھ جاننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں اور شاید تمہارے لئے بھی ۔

حنیف بھائی

ا۔شاہنواز مرزا، شاعر، ادیب، نعت خواں۔
۲۔نعیم میرٹھی، شاعر، ادیب، تدوین: ''کشتِ نوا'' (کلیات تابش دہلوی)

۱۶۔ستمبر۔۱۹۹۹ء

خط لکھاپڑا رہا اور پوسٹ کرنے [کی] مہلت نہ ملی مصروفیت علالت کی تھی۔جب خود ہی ''گرے پڑے'' ہیں تو خط کو تو پڑا ہی رہنا تھا۔خیر ارادہ ہے کہ کل انشاء اللہ اسے پوسٹ کردیں گے۔ اسوقت رات کا ایک بجنے کو ہے ۔نیندتو...........

نیند کیا جانے کہاں جا سوئی
نیند آجائے تو ہم بھی سولیں

ساری رات کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے صبح کے قریب سوتا ہوں اور پھر دس، ساڑھے دس بجے اٹھتا ہوں ۔پھراس کمی کو دوپہر میں پورا کرلیتا ہوں۔اللہ کا شکر ہے کہ

عمر بھی کٹ رہی ہے راہ کے ساتھ

ایسا نہ ہوتا تو زندگی بور ہوجاتی اور پھر خودکشی ہی میں نجات نظر آتی ۔سنا ہے خودکشی حرام ہے ۔نہیں بھائی نہیں میں حرامی بننے کے لئے تیار نہیں ۔

چلوتم سے کچھ اور گفتگو ہوگئی ۔اللہ تمھیں خوش رکھے اور تمہارے صدقے میں ہم بھی خوش رہیں ۔آمین ۔

حنیف بھائی

پس نوشت: کل پر چہ لکھا تھا مگر بوجہ پوسٹ کرنا رہ گیا تھا یہ اچھا ہی ہوا ۔آج نعت رنگ کے دو شمارے موصول ہوئے ۔ہاتھ کے ہاتھ ان کا شکریہ بھی اد کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا ۔شکریے سے زیادہ مبارکباد قبول کرو۔شاید ملک بھر میں ''اقدار'' اور'' نعت رنگ'' جیسا خوبصورت اور دیدہ زیب کوئی پر چہ نہیں نکلتا ہے ۔پھر اسکی خصوصی حیثیت توصوری حیثیت سے بھی زیادہ قابل تعریف ہے۔اللہ تم کو خوش رکھے۔

''وہ کام کیا تم نے جو رستم سے نہ ہوگا''

میں ہنوز بیمار ہوں اور کوئی آثار صحت کی بحالی کے بظاہر نظر نہیں آ رہے ۔دعا کرو کہ اللہ برداشت عطا فرمائے۔ انعام الحق کا فون آیا تھا۔ بتا رہے تھے کہ ۲۵/ ستمبر کو وہ اپنے یہاں تابش بھائی کے اعزاز میں جلسہ کر رہے ہیں۔دعوت مجھے بھی ہے مگر میں خود سے عداوت پر تُلا ہوا ہوں دعوت میں کیسے جاؤں گا۔اچھا بھائی رخصت ۔

حنیف بھائی

20-09-1999

تاریخ آج کی نفی　　　　　مقام: جہاں میں رہتا ہوں

تم کون ہو اور میں کسے مخاطب کر رہاہوں یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں اس لیے نام اور القاب کا تکلف برطرف۔ البتہ سلام کی سعادت سے نہ میں خود کو محروم رکھنا چاہتا ہوں اور نہ تم کو اس لیے

السلام علیکم!

خط کیوں لکھ رہا ہوں۔ خط کے مندرجات سے تو یہ معلوم نہ ہوسکے گا لیکن ارسال شدہ مضمون (جو منسلک ہے) سے خط تحریر کرنے کی غایت ظاہر ہوجائے گی۔

یہ لکھنا کہ یہ انٹرویو ہے اور یہ کہ یہ تہذیب میں شائع ہوا تھا۔ یہ بھی غیرضروری ہے اس لیے کہ مضمون کسی طرح تشریح طلب نہیں۔ انٹرویو کس نے لیا تھا یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔

یہ مضمون میں صرف اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم کو وہ بھی معلوم ہوجائے جو تم میرے بارے میں نہیں جانتے ہو اور یہ کہ لوگ طرح طرح سے میری رسوائی کے طریقے تلاش کر لیتے ہیں۔ اللہ انھیں بھی رُسوا کرے۔ شہرت بھی ایک طرح سے رُسوائی ہے اور خصوصاً اس وقت جب انسان ''مشہوری'' نہ چاہتا ہو۔

اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ یہ مضمون تمھارے ریکارڈ میں رہے اور میرے بعد میری یاد کا ایک اور وسیلہ تمھارے ہاتھ آ جائے اور تم خود بھی محسوس کرسکو اور دوسروں کو بھی محسوس کراسکو کہ مرحوم کو تم سے کس درجہ محبت اور کتنا لگاؤ تھا۔

رات میں نے تبصروں کا جائزہ لیا۔ جیسا کہ میں نے تم کو بتایا تھا کہ چھ تبصرے لکھے جا چکے

ہیں۔ آج سے اُن کو صاف کرنا شروع کروں گا اور اس کے بعد باقی ماندہ کتابوں کا بھی پوسٹ مارٹم کر ڈالوں گا پھر تم کچھ کتابیں اور مجھ پر لاد دینا۔ گدھے کا اور مصرف ہی کیا ہوتا ہے۔ یہ باربرداری کے کام ہی تو آتا ہے۔

اپنی بیوی کو دعا اور میرے بچوں کو پیار۔اور ہاں اُن صاحب کو جن کا نام اللہ جانے کیا ہے الطاف ملطوفی، کریم مکرّمی کوئی کریمی[۱]۔کو بھی سلام پہنچا دینا۔

اگر تمھارے پاس ''مکالمہ'' (نیا) ہو تو مجھے پڑھنے کے لیے دے دو۔ میں تمھیں فون پر بتا دوں گا کہ تمھیں کب آنا ہے یعنی تبصرے کب مکمل ہوگا۔

حنیف بھائی

۱۔آفتاب کریمی(۱۹۴۴ء۔۲۰۰۷ء)، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ ''سفیر نعت''، کتب: ''آنکھ بنی کشکول''، ''قوسین''، ''ممدوحِ خلائق''، ''منہاج العقائد''۔

۳۰/اپریل ۲۰۰۰ء

پیارے صبیح دعائیں لاکھ دعائیں ہزار لاکھ دعائیں

دعاؤں کے علاوہ میرے پاس کیا رکھا۔اپنی خشک سالی میں میرے پاس کیوں کوئی پھٹکے۔آنا تو دور کی بات ہے فون تک سے لوگ گریزاں ہیں۔میں تمہارے لئے یہ بات نہیں کررہا۔عام بات کررہا ہوں اس لئے اکیلے تم ہی برا مت مان جانا۔

میرا فون آجکل یک طرفہ (One way) ہے بچے جانے کیا کرتے ہیں۔بل جمع نہیں کرایا ہوگا۔میں نے پوچھا بھی نہیں۔میری بے نیازی اب بیزاری میں بدل رہی ہے حالانکہ میں اسے پسند نہیں کرتا مگر شاید یہ بڑھاپے کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

پرچہ لکھنے کی غایت یہ ہے کہ سیّد وحید الحسن ہاشمی کا خط آیا ہے۔وہ گلہ گزار ہیں کہ میں نے صبیح رحمانی صاحب کو رجسٹرڈ خط لکھا مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔معلوم کرکے مجھے لکھیے۔اب تم وجہ بتاؤ تو میں ان کو جواب دوں جی چاہے تو مجھے فون کرلو۔بہرنوع ان کی شکایت تم تک پہنچانے کے سبب مجھے تمہاری خیریت معلوم کرنے کا بہانہ مل گیا۔تو بتاؤ کیسے ہو۔بچّے کیسے ہیں بیٹی شاہین کیسی ہے۔ ہماری دعوت کا کیا ہوا۔سحؔر صاحب بھی دعوت کا تقاضا کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی دن بس چلتے

چلتے ہیں اور جو کچھ گھر میں ہوگا کھا پی لیں گے ۔دعوت وغیرہ تکلف کی باتیں ہیں ۔اصل چیز تو حاضری ہے تو کسی دن بس ہم حاضر ہونے والے ہیں ورنہ اب آنے جانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں ۔بچوں کو پیار ۔شاہین کو دعا

والدّعا

تمھارا حنیف بھائی

07-05-2000

فراموشکار

بہت سی دعائیں

پرسوں فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اُٹھایا۔تمھاری آواز آئی۔ جی خوش ہوا۔ میں نے شکایت اور شکریے کے لفظ ایک ساتھ ادا کرنا شروع کردیے۔معلوم ہوا وہ تم نہیں تھے۔تم سے ملتی جلتی آواز والے اختر صاحب تھے... اے بسا آرزو کہ خاک شدہ...اُن سے معذرت کی اور تمھارے حق میں دعا کی اور تم کو معاف بھی کردیا۔ اب کسی معذرت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی خط پڑھ کر بھاگ پڑنے کی۔ بھلا تمھاری مصروفیت جب تم کو تمھارے لیے وقت نہیں دیتی تو اور کسی کے لیے وقت کہاں سے نکالا جائے گا۔ اپنی اپنی طرزِ زندگی ہے جو جس نے پسند کرلیا یا حالات نے خود جکڑ لیا اور فرصت کا ایک ایک لمحہ چھین لیا۔ بہرنوع خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو تمھارے دیدار سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔ رونمائی ہو تو رہی ہے۔کہیں بھی کسی کے لیے بھی :

جس کے پہلو میں ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے

میری دانست میں تم سے تو رقیب اچھا ہے

چاہنے والوں کا کیا ہے وہ تو صرف چاہنے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور چاہے جانے والے صرف چاہے جانے کے لیے۔ اپنا اپنا نصیب اور اپنا اپنا مشغلہ ہے۔

اور سناؤ۔ اور سے کیا مطلب؟ سنایا ہی کیا ہے کہ ''اور'' کا تکلف برتا جائے۔ بیوی بچے کیسے ہیں اُن کو وقت دیتے ہو؟ یا وہاں سے بھی شکایتیں بٹورتے ہو۔

میں نے نہ تمھارا ٹھکانا دیکھا ہے۔ نہ آنے جانے کی ہمت ہے ورنہ:

؎ تم نہ آئے تو ہم چلے آئے

والا کام دکھاتا۔ میں اب زیادہ بیمار رہنے لگا ہوں اب گھنٹی بجنا شروع ہوگئی ہے۔ ہمت انحطاط پزیر ہے الحمدللہ، الحمدللہ۔

ہر لحظہ ہو رہا ہوں تجھ سے قریب تر
ہر سانس اک قدم ہے مسافتِ حیات میں

(بقلم خود)

بس اس شعر پر مخاطبت ختم۔ باقی کبھی پھر یا تحریراً یا تصور میں۔ شاہین کو دعائیں۔ بچوں کو پیار۔

حنیف بھائی

۸۔۸۔۲۰۰۰

صبیح صاحب

بعد از سلام یہ اطلاع دینا ہے کہ دو عدد اپنی نعتیں ارسال کررہا ہوں اور ارادہ یہ ہے کہ صرف نعتیں بھیجنا ہیں سرنامہ (covering letter) نہیں لکھوں گا آخر اسکی ضرورت بھی کیا ہے۔خط وہاں لکھا جاتا ہے جہاں کی خیریت درکار ہوتی ہے یا اپنی خیریت پہنچانا ہوتی ہے لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ خط نہ آئے تو خیریت سمجھی جائے یعنی خط صرف ناگوار صورتِ حال کی اطلاع کا ذریعہ ہے اور بس۔میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔خط محبت کا سرنامہ ہے۔تعلق خاطر کا وسیلہ ہے۔چاہت سے لے کر عشق تک کا وسیع میدان ہے۔محبّ اور محبوب کی محبت کو چار چاند لگانے کا سررشتہ ہے ان سب باتوں کے باوجود میں خط لکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔خط تو وہ لکھے جسے محبت جتانا ہو اور یہاں جتائے بغیر محبت چل رہی ہے اور لطف یہ کہ دونوں طرف ایک سا عالم ہے۔برسوں (مبالغہ کا صیغہ) کی باہم خاموشی کے بعد کبھی کبھار ایک فون آجاتا ہے یا کیا جاتا ہے ورنہ سناٹا!

حضرت[ا] اوّل تو ہاتھ نہیں آتے اور آتے ہیں تو ہاتھ نہیں لگانے دیتے یعنی موعودہ نظم نہیں دے رہے یعنی وہ انگریزی والی اور اس کا ترجمہ۔ یاددہانی کراتا رہتا ہوں مگر اُن کو ٹالنے میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔''نہیں'' کہنا تو وہ جانتے نہیں۔معلوم نہیں اُن کی یہ عادت کتنی پرانی ہے ہمیں تو اس سے اب واسطہ پڑا۔

مکالمہ کا انتظار ہے۔ خریدار کر لادو۔ ادائیگی ہاتھ کے ہاتھ ہوجائے گی۔ اس بارے میں تکلف کو تکلف بے جا سمجھتا ہوں۔

اور کیا لکھوں ۔لکھتا تو جب ،جب خط لکھنا ہوتا مگر خط تو لکھنا ہی ہے ۔

؎ مجھے پہچان تو گئے ہوگے وہی بدنام زمانہ

ایکس وائی زیڈ

ا۔حضرت سے مراد پروفیسر سحؔر انصاری ہیں۔

۲۷۔ستمبر ۔۲۰۰۰ء

۹ بجے شب

رفیقِ صبیح صاحب

سلام مسنون اور دعائے سلامتی

میں نے آج اپنی تمام کتابیں چھان ماریں۔دونوں کتابوں کا پتہ نہیں چلا۔جہاں تک گیلانی صاحب[ا] کی کتاب کے دونوں حصّوں کا تعلق ہے مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ وہ تم واپس لے گئے تھے۔میں تساہل کے سبب لکھ نہ سکا تھا اور تمھیں شاید وہ کسی سلسلے میں درکار تھیں میں نے معذرت کرلی تھی اورتم نے کہا تھا کہ پھر سہی۔ذرا اپنا خزانہ تو چیک کرو۔

گوہرملسیانی بھی غائب ہیں۔میری ساری کتابیں ایک ہی جگہ رکھی ہیں اور وہاں سے کتابوں کا اِدھر اُدھر ہونا ناممکن ہے ۔پھر یہ کتابیں میں کسی اور کو دیتا بھی کیوں ۔ایک تو وہ امانت تھیں دوسرے کسی اور کے کام کی بھی نہیں ۔

اگرتم یہ بات مان لو گے کہ کتابیں واپس ہوگئی تھیں تو میرے جی کا بوجھ ہلکا ہوجائے ورنہ بصورتِ دیگر سوائے پشیمانی کے اور کیا ہوسکے گا۔

سحؔر آئے تھے ان سے تمہارا تذکرہ رہا۔اب وہ کسی دن پروگرام بنائیں تو میں بھی اُن کے سہارے آجاؤں گا ورنہ اکیلے تو ممکن نہیں ۔رہ گیا کھانے پینے کا تو وہ میں نے یوں ہی لذّت گفتار کے [لیے] بہت سی باتیں بگھار دیں تھیں۔پرہیز کرتا ضرور ہوں مگر کبھی کبھی سب کچھ کھاتا ہوں ۔تم جو کھلاؤں گے وہ کھاؤں گا حتیٰ کہ مٹھائی بھی کھاؤں گا۔ پندرہ بیس دن سخت پرہیز کرتا ہوں اور پھر ایک

دن میٹھا کھاتا ہوں ۔اس طریقہ سے کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی اور شوق بھی پورا ہوجاتا ہے۔
معلوم نہیں تم گھر کس وقت ہوتے ہو۔کبھی کبھی فون کرنے کو جی چاہتا ہے ۔کسی دن فون پر بتادو کہ کون سا وقت مناسب رہے گا۔
شاہین بیٹی کو بہت سی دعائیں اور بچوں کو ڈھیروں پیار۔

والسلام ودالدّ عا
حنیف بھائی

ا۔ سید عاصم گیلانی، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''وسیلہ''، ''وظیفہ''۔

اسی شہر سے
۵/ ستمبر ۲۰۰۰ء

مخاطبت کی کیا ضرورت ہے البتہ سلام قبول کرو
میں نے تمہارے لئے کس کس سے نہ پوچھا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا ناچار ہوکر طلوعِ صبح سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ گھر اور فون سب کچھ بدل گیا ہے ۔ اب رابطہ نئی جگہ پر ہوسکے گا۔تم نے گھر بدل دیا مگر میرا گھر وہی ہے ۔فون نمبر بھی وہی ہے بس رابطہ کے لئے توفیق درکار ہے اس باب میں بندے کی خواہش ضروری ہے باقی کام اللہ کا ہے ۔
میں عرصہ سے آنا چاہتا ہوں مگر تم عرصہ سے ٹال رہے ہو ۔اب زیادہ سہل ہے اس لئے کہ اب کھانے میں تکلف کی گنجائش نہیں رہی۔ پتلا شوربہ یا لمبے پانی کی دال وہ بھی مونگ کی، پھلکا یا سلائس۔قورمہ، بریانی، تنجن،فرنی سب دوسروں کے لئے ۔میرا حصّہ دور کا جلوہ ۔البتہ کباب کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ یہ گائے کے گوشت کے بھی چلیں گے مگر ان سب باتوں کا تعلق میری نیت سے ہے ۔جب تک اس میں میزبان کی نیت نہ شامل ہو یہ سب کچھ کاغذ کی حد تک ہی رہ جائے گا ۔بہرنوع وما توفیقی الاّ باللہ!
تابش بھائی بیمار ہیں۔فون پر رابطہ رہتا ہے جانے کی ہمت نہیں ۔
اس وقت دن کے ساڑھے دس بجے ہیں ۔میں چوبی چوکی پر براجمان ہوں۔زبان چپ

ہے قلم چل رہا ہے ۔دماغ بھی چل رہا ہے بلکہ چل گیا ہے۔بھلا ایک فراموش کار کو راہ پر لانے کی کوشش کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

یہ سب کچھ پڑھ کر بھاگ مت لینا ۔مجھے تمہاری بے وفائی ہی اچھی لگتی ہے۔دوسرے رنگ میں اللہ جانے کیسے لگو گے۔

مجھے اس بات سے بے انتہا مسّرت ہوئی ہے کہ تمہارا اپنا ٹھکانہ ہوگیا ہے ۔اللہ راس لائے۔ میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کرو ۔تم نے زندگی میں سب سے اچھا اور بڑا کام یہی کیا ۔بچّوں کا مستقبل محفوظ ہوگیا ۔اللہ ان سب کو خوش وخرم رکھے۔آمین۔

اپنی بیوی کو دعا اور میرے بچّوں کو پیار ۔اب نام کیا لکھوں ۔بس

والسلام

۲۹/ اکتوبر ۲۰۰۰ء

پیارے دوست صبیح

سلامِ مسنون

تم کو حیرت ہو یا نہ ہو مگر مجھے ضرور حیرت ہے کہ زندہ کیسے ہوں ۔پچھلے اتوار (۲۲/اکتوبر) کو صبح سو کر اٹھا اور بستر سے نیچے اتر کر چلنے کی کوشش کی تو دھم سے زمین پر آرہا ۔کولھے میں چوٹ آئی مگر بے غیرت آدمی کی بے غیرت ہڈّی سلامت رہی ۔بچوں کو آواز دی اُنہوں نے گرے پڑے انسان کو اٹھایا اب جائزہ لیا گیا تو اسی نتیجے پر پہنچے کہ یہ جزوی فالج (partial paralysis) ہے۔اللہ کا شکر کیا کہ دماغ دل اور زندگی محفوظ رہی۔بات ٹانگوں ہی تک رہی ۔میری ٹانگ تو پہلے ہی ناکارہ ہوچکی تھی اب یہ بیساکھیاں بھی گئیں۔ دوڑ بھاگ شروع ہوئی ۔بلڈ پریشر ناپا گیا شوگر ٹیسٹ ہوئی۔شوگر کے ماہر ڈاکٹر کو ذیابیطس کے ہسپتال سے بلوایا گیا۔معلوم ہوا کہ یہ سارا تماشا ذیابیطس کا ہے۔علاج تو ہورہا تھا ۔پرہیز پر زیادہ توّجہ نہیں تھی دونوں پر مزید توّجہ دی گئی۔اب حال یہ ہے کہ لڑکھڑا کر یا ڈگمگاتے ہوئے گھر میں چل لیتا ہوں یعنی بدّقت ہی سہی پیشاب پاخانے کو اپنے پیروں چل کر ہو آتا ہوں۔صحت تیزی سے گر رہی ہے اور کمزوری بڑھ رہی ہے ۔خوشی اس بات کی ہے کہ

؎ ہر لحظہ ہورہا ہوں میں تجھ سے قریب تر
ہرسانس اک قدم ہے مصافِ حیات میں (بقلم خود)

میں نے سوچا کہ تم کو مطلع کردوں ورنہ کچھ اور ہوگیا تو میرے جنم میں تھو کو گے کہ سب کچھ ہوگیا مگر اطلاع نہیں دی گئی۔سو اطلاع حاضر ہے مگر پریشان ہوکر اک دم سے دوڑ نہ پڑنا اسلئے کہ بچ گیا ہوں اور ابھی مرنے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔اس لئے آرام اور سہولت سے مناسب وقت پر آنا۔آنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ عرصہ دراز سے تمہاری شکل نہیں دیکھی۔البتہ اپنی شکل آج دیکھی تھی عرصہ کے بعد آج آئینہ دیکھا۔ارے یہ کون ہے۔یہ میں تو نہیں۔میں کہاں چلا گیا؟

کاروانِ رنگ وبو دورِ خزاں تک آ گیا
اپنے پیچھے چلتے چلتے میں کہاں تک آ گیا

ظاہر ہے کہ مشاغل میں صرف ہگنا موتنا کھانا پینا رہ گیا ہے۔رونا پیٹنا میرا مسلک نہیں۔یہ کام دوسروں کے سپرد ہے۔گھر والے۔اقارب واحباب یہ کام کررہے ہیں مگر میرے سامنے نہیں مجھ سے چھپ کر۔اس ڈر سے کہیں یہ کام با جماعت شروع نہ ہو جائے یعنی میری شرکت بھی شامل ہوجائے۔چلو اللہ اس طرح شرک سے بچا رہا ہے ورنہ مشرک کہلانے لگوں گا۔

اب کچھ تم بھی کہو۔میں نے تو اتنی بکواس کرلی۔اچھا پیارے والسلام

اپنی بیوی کو دعا کہو اور میرے بچوں کو پیار اور سب سے کہو کہ میرے لیے دعا کریں مگر دعا زندگی کی نہیں ''انجام بخیر'' کی ورنہ مجھے شکایت ہوگی کہ

مجھے زندگی کی دعا دینے والے
ہنسی آرہی ہے تیری سادگی پر

تمہارے حلقۂ احباب میں ایک بزرگ کریمی صاحب ہیں اُن سے ضرور دعا کروانا۔

حنیف بھائی

تازہ غزل کا مطلع سنو:

زندگی دی ہی گئی تھی ختم کرنے کے لئے
اک دن جینے کا باقی عمر مرنے کے لئے

ایک اور شعر:

ہم ہی کیا سارا زمانۂ ناشناسی کے سبب
ساغرِ ہستی اُٹھا لایا تھا بھرنے کے لئے

برادرم صبیح رحمانی

سلام مسنون

تم سے مل کر اِس بار کچھ زیادہ ہی خوشی ہوئی ان دنوں میں ذرا زیادہ ہی جذباتی رہا۔ اس کی وجہ علالت بھی ہے اور یہ احساس بھی کہ اب انجام قریب ہے ۔پھر کہاں یہ صحبتیں اور کہاں ہم ۔اللہ تمھیں خوش رکھے ۔تم میری اس فہرست میں ہو جو مختصر بھی ہے اور مخصوص بھی۔تم میرے لئے جو کتابیں اور رسالے لائے تھے ان میں سب سے پہلے میں نے ''گئے دنوں کا سراغ''[ا] پڑھی کتاب کا ٹائیٹل اور گٹ اپ جتنا خوبصورت ہے اندر سے کتاب اتنی ہی بے ہودہ اور غلیظ ہے۔اسکی زبان بھی گندی ہے اور لہجہ بھی جاہلانہ ہے ۔مظفر وارثی نے اب تک جو امیج بنایا تھا وہ سارا کا سارا ان کی تصنیف سے نیچے آرہا ۔انہوں نے دوسروں کو ننگا کرنے کی کوشش میں خود کو ننگا کرلیا ہے۔انہوں نے اپنے لئے اچھا نہیں کیا۔شیشے کے گھر میں بیٹھ کر خشت بازی کا جو انجام ہوتا ہے وہ اب شروع ہوجائے گا۔یہ عمر ایسی نہیں کہ لوگوں سے برگشتہ ہوا جائے یا لوگوں کو اپنے سے برگشتہ کرلیا جائے ۔

بہر نوع اُن کے اندر کا اصل انسان سامنے آ گیا۔تم نے کتاب پر تبصرہ کرنے کو کہا تھا۔ میرا تبصرہ نہ مصنف کے حق میں اچھا ہوگا اور نہ نتیجتاً میرے اپنے حق میں بھی اس لئے معذرت ۔

یہ تبصرہ جو نوکِ قلم پر بے اختیارانہ آ گیا یہ میرے اور تمہارے درمیان کا معاملہ ہے ۔اسے عام کرنے کی ضرورت نہیں ۔مظفر وارثی کینہ پرور آدمی نکلے ۔اُن سے وہ اعزاز ہضم نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اُن کو بخشا تھا۔نعت جیسی صنف کے مصنف کا ایسی پست سطح پر اترنا عجیب سا لگتا ہے۔ اخلاقیات کے موضوع پر بیسیوں اشعار کہنے والا شاعر اسقدر رکیک لہجہ اختیار کرے گا اس کا کبھی گمان بھی نہیں ہوا تھا ۔معلوم نہیں یہ کتاب تم نے مجھے بخش دی ہے یا محض پڑھنے کے لئے دی ہے۔ میں اس ''سنڈاس'' کو کہاں رکھوں۔

دوسری کتاب کا جواب نہیں۔یہ کتاب تم واپس مانگو گے تو مجھے واپسی میں تکلف ہوگا۔اللہ حافظ محمد نواز کو اجرعظیم سے نوازے انہوں نے جو موضوع منتخب کیا وہ انوکھا بھی ہے عقیدت مندی کا ثبوت بھی ۔

ہاں شمس الدین فاروقی نے وہ افسانہ کس نام سے لکھا ہے جس کی تم نے بہت تعریف کی تھی اور افسانے کا عنوان کیا ہے فون پر بتادینا۔فون کرتے رہا کرو ۔اب میرے ''کرب تنہائی'' کو رفاقتوں کی بہت ضرورت ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے رفیق کم ہیں ۔سحؔر۔صبیح اور.....اور کون؟

اچھا پیارے والدّ عا

پس نوشت: میرا حال نہ پوچھنا۔جو دیکھ گئے ہو بس وہی سچ ہے باقی سب مبالغہ۔کہنے کو حال بہت بہتر ہے مگر چال پون کی ہے ۔شاہین کو بہت سی دعائیں اور بچوں کو ڈھیروں پیار اور تم کو ۔تم کو صرف دکھاوے کی محبت اور نمبر ۲ خلوص ۔والدعا

تمھارا حنیف بھائی

ا۔''گئے دنوں کا سراغ''/مظفر وارثی، ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۷۰ص

۲/نومبر ۲۰۰۰

پیارے صبیح .... سلام علیکم

میں نے تم کو خط لکھا اور اس میں مظفر وارثی کی کتاب پر تبصرہ بھی بھیجا۔وہ تبصرہ یکطرفہ تھا۔ پوری کتاب پڑھنے کے بعد کتاب کا دوسرا رُخ سامنے آیا ۔پنجاب میں بیٹھ کر پنجابیوں کے بخیے اُدھیڑنے کی جرأت مظفر وارثی کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔ میں پہلے تبصرے کو القط [کذا] کرتا ہوں اور اس تبصرے کو زیادہ حقیقی سمجھتا ہوں۔کتاب میرے پاس ہی رہنے دو اور اگر واپس لوتو پھر احتیاط سے رکھو تاکہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے ۔

اور ہاں یہ بتاؤ کہ'' مکالمہ'' کے دونوں شمارے میں رکھ لوں یا تم کو واپس کردوں ۔اس کے علاوہ صحابہ کرام والی کتاب کس کی ملکیت رہے گی۔ یہ بھی بتا دو۔میں آج کل بہت جلدی جذباتی ہوجاتا ہوں۔ جہاں عقل ماری جاتی ہے۔یہ اعصاب کی کمزوری کی دلیل ہے جس سے میں ان دنوں گزررہا ہوں ۔اچھا پیارے اجازت دو۔

وعلیکم السلام

تمھارا حنیف بھائی

۱۶/فروری ۲۰۰۱ء

شفیق مکرّم صبیح صاحب

سلام مسنون

اللہ کرے تم بخیر ہو میں الحمدللہ باوجود یکہ زار و نزار ہوں مگر زندہ ہوں اور پیٹ بھر زندہ ہوں۔ تین روز سے انجائنا نے ستا رکھا۔ پہلے ہی سے ٹانگیں چلنے سے بیزار تھیں اب دوسرے آزار نے اور بھی مفلوج کررکھا ہے۔ چند قدم چلوں تو چند سیکنڈ کے لئے ٹھہرجانا پڑتا ہے یہ انجائنا کا شاخسانہ بھی ہے اور موصوف کی پہچان بھی ہے مگر میں ایسا ضدّی کہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کو سزا سمجھتا ہوں اور دن کو میں کئی چکّر پاپوش نگر کے لگاتا ہوں۔ میں ہار ماننے کو تیار نہیں جب تک پورا کھیل (game) ختم نہیں ہوجاتا۔اب یہ کون بتائے کہ کھیل ختم ہونے میں کتنی دیر ہے۔

یہ کس سے پوچھوں کہ اس بے ثبات دنیا میں
گزارنی تو ہے، کتنی گزارنی ہے مجھے (بقلم خود)

تم مناسب سمجھو تو اللہ میاں سے پوچھ کر بتادو۔مری تو اُن سے اس موضوع پر گفتگو ہوتی نہیں۔ ڈر لگتا ہے اُن کے جلال سے ویسے اُن کی ایک صفت۔**اللہ جمیل و یحب الجمال** بھی ہے۔ میرا اُن کا معاملہ اسی تناظر میں ہوتا ہے۔

حضرت[ا] سے دو روز سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ آئیں تو اُن سے تمہارے یہاں آنے کے بارے میں استفسار کروں۔چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ۔ حالات ایسے ہیں کہ کچھ دن میں آنا جانا ناممکن ہو جائے گا اس لئے کہ دشوار تو اب بھی ہے۔دیکھیں یہ حسرت کب پوری ہوتی ہے۔

خط لکھنے کا جواز اس طرح فراہم ہوا کہ تمہاری کتاب ''صحابہ کرام کی وصیتیں'' مل گئی۔ میں شرمندگی سے بچ گیا اور تم تقاضوں سے فارغ ہوئے۔آئندہ مجھے کوئی ایسی کتاب نہ دینا جس کے ساتھ واپسی کی شرط لگی ہو۔

اب کچھ تم بھی سناؤ۔کیا مصروفیت ہیں۔بچے کیسے ہیں۔شاہین کیسی ہیں۔تم اہل وعیال کو کتنا وقت دیتے ہو۔

میں آج کل ہاتھ سے تنگ ہوں۔دوائیں بڑھتی جاتی ہیں اور آمدنی محدود ہے بہرنوع اللہ کا کرم ہے کہ ابھی تک کسی کے سامنے دستِ طلب دراز نہیں کرنا پڑا۔ اللہ کے کرم سے پورا پڑجاتا ہے۔نہ کم پڑتا ہے نہ بچتا ہے۔نہ باقی بچے نہ کُتا کھائے۔کُتّے سے یہاں مراد کُتّے ہی سے ہے۔

کاغذ بھی ختم پر ہے اور باتیں بھی ٹُک گئیں اس لئے اب رخصت دو اور میرے حق میں دعا کرتے رہو۔

؎ کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ کر بادہ

آفتاب میاں انشاء اللہ ۲۵ رفروری کو حج کے لئے روانہ ہوجائیں گے اللہ اُن کو اس سفر میں آسانیاں مہیّا کرے اور حج قبول فرمائے ۔آمین ۔بچوں کو پیار ۔شاہین کو دعا اور والسلام

حنیف بھائی

ا۔یعنی، پروفیسر سؔحر انصاری

۲۷۔جون۔۲۰۰۱

صبیح مکرم۔ سلام مسنون

تم نے آنے کا وعدہ کیا مگر وہ وعدہ بھی تمہارے مجھ کو بلانے کے وعدہ کی طرح گوز شتر ثابت ہوا۔ تمہاری مصروفیات ظاہر ہے کہ تم کو وقت نہیں دیتیں تو اوروں کا معاملہ تو پھر دور کا ٹھہرا۔ بہر نوع تم میری یادوں کے ہدف میں رپر رہتے ہو۔کبھی نہ کبھی ملاقات بھی ہوجائے گی۔ میں اکیلا ہوں۔ اکیلا ہو گیا ہوں۔ اکیلا کر دیا گیا ہوں۔کل سؔحر کہہ رہے تھے کہ تابش بھائی شکایت کررہے تھے کہ حنیف نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا ہے اس طرح وہ اپنی صحت خراب کرلیں گے اور کررہے ہیں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ وہ بلائے جاتے ہیں اس لئے گھر سے باہر بھی وقت گزارتے ہیں۔ مجھے کوئی بلاتا نہیں تو کیا زبردستی بن بلائے مہمان کی طرح خود ہی شریکِ محفل ہوجایا کروں۔ آج کے جنگ کا ''مڈویک'' دیکھ لو۔ پورا ایک صفحہ نعت گوشعرا کے ناموں اور تصویروں سے بھرا پڑا ہے مگر مجھے کہیں نہ اپنی تصویر نظر آئی نہ نام۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے خود ہی آنا جانا ترک کیا اس لئے لوگوں نے بلانا ترک کردیا۔ چلو یہی سہی۔ بات اپنے منطقی انجام کو پہنچی اب مٹّی پاؤ ۔اور لمبی تان کے سوجاؤ یعنی مٹّی اُوڑھ کے سوجاؤ!

اور کیا لکھوں ۔دعائیں لو اور بیوی بچوں کے لئے خیر خواہی کے جذبات وصول کرو اور خوش رہو۔

میری ہوس کو عیشِ دو عالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تونے دیا دل دُکھا ہوا
(فاؔنی)

اللہ باقی من کل فانی ۔تھوڑی سی رہ گئی یہ بھی گزر جائے گی ۔خیریت یہ ہے کہ وقت

گزر رہا ہے ورنہ نہ عمر گزرتی نہ زندگی گزرتی۔

حنیف بھائی

۳۰/جولائی ۲۰۰۱ء

برادرم صبیح صاحب

دعائے سلامتی

خط بازی کو نیم ملاقات کہا جاتا ہے۔فون ایک قدم وحشت اور بڑھا اور تین بٹہ چار ملاقات کا مزہ دینے لگا۔سنا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں فون پر تصویر بھی آنے لگی ہے۔اگر ایسا ہے تو گویا پوری ملاقات مگر۔ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے۔وہی بات ہوجائے گی مگر یہ بات ''معاملات'' کی ہے یا شعر کی زبان میں ''معاملہ بندی'' کی مگر اسکی پیروی کے لئے آدمی کا داغؔ ہونا ضروری ہے۔

کمال یہ ہوا کہ جس دن تم سے فون پر بات ہوئی اُسی دن شام کو سحرؔ آگئے۔میں نے نعت کا ذکر کیا۔سن کر چلے گئے اور دوسرے دن ایک تازہ نعت جو بقول ان کے اُسی رات ہوئی دے گئے۔ میں اسے ارسال کررہا ہوں۔تم نے کہا تھا کہ آپ کے لئے تو بہت وقت ہے مگر سحرؔ صاحب سے یہ نہ کہنا تو میں تو اس بات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔

اُس دن تمہارے گھر آکر شاہین کی خوش سلیقگی دیکھ کر جی خوش۔اللہ بچّی کو سدا خوش رکھے۔کھانوں میں ایسی لذّت کہ میں نے تو اُسی وقت کہدیا تھا کہ ''پھر آنا پڑے گا''۔

اُس دن تم کو پرسکون دیکھا۔بہت جم کر بیٹھے ہوئے تھے ورنہ تم ہمہ وقت گھوڑے پر سوار نظر آتے ہو۔آنے کے ساتھ ہی جانے کی تیاری۔مضطرب بے چین۔خود اگر چین سے بیٹھے بھی تو ٹانگوں میں چھپا ہوا اہتزاز نظر آنے والوں کو نظر آتا ہے میں نے تو بہر نوع دیکھا ہے۔

اچھا اب رخصت۔باقی باقی۔

شاہین کو بہت سی دعائیں۔بچوں کو ڈھیروں پیار

والدّعا

حنیف بھائی

13-01-2003

پیارے بھائی! دعائے سلامتی۔

اس بار بھی وعدہ کر کے مکر گئے اور خود آنے کے بجائے پھر پیغامبر بھیج دیا۔ رسالے مل گئے۔ اُن کو سروے کرلیا۔ کیا معیار ہے۔ کیا اچھے اور نادر مضامین ہیں۔ مگر بھارت کا جیسا تعاون ہے ویسا پاکستان کا نہیں۔ کیا یہاں لکھنے والوں کا کال پڑ گیا ہے یا تمھاری اُن تک رسائی نہیں ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے۔

تم وعدہ کرتے ہو۔ میں منتظر رہتا ہوں اور تمھاری مصروفیت تم کو کروٹ لینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اب کیا کیا جائے سوائے صبر کے سو کر رہا ہوں۔

اُمید ہے اچھے ہوگے۔ اللہ اچھا ہی رکھے اور سارے خاندان کو خوش و خرم و شاد و آباد رکھے۔ آمین

والسلام

تمھارا حنیف بھائی

پیارے صبیح! دعائیں۔

دس غزلیں بھیج رہا ہوں۔ جہاں چاہو بھیج دو۔ رسوائی منظور ہے تو یوں ہی سہی۔

تمھارا دوسرا کام[۱] بھی ہو رہا ہے مگر بہت سست روی سے میں دراصل اب ڈھے رہا ہوں۔ زیادہ تر لیٹا رہتا ہوں بیٹھتا صرف ضرورت کے وقت ہوں اور کھڑے رہنے کی تو اب عمر بھی نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے ابھی حوصلہ نہیں ہارا۔ تھک جاتا ہوں آرام کرلیتا ہوں پھر تازہ دم ہوکر کام میں لگ جاتا ہوں۔ میرا بس چلے تو میں اپنے جنازے میں شریک ہوکر خود کو کاندھا دوں۔ خیر یہ تو سب سخن طرازیاں ہیں۔ نہ میں ابھی مر رہا ہوں نہ تمھیں ماتم کرنے کی اجازت ہے۔

میرے تمھارے تعلقات آج کل اچھے نہیں ہیں مگر اب ایسے بھی خراب نہیں ہیں کہ میں تمھارا کام بھی نہ کروں ویسے تم نے مجھے بڑا سخت کام دیا ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جب مجھ میں کام کرنے کی صلاحیت کم زور پڑ رہی ہے۔

ہاں تم یہ نہ پوچھنا کہ تعلقات کے خراب ہونے کی وجہ کیا ہے وجہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔

میرے بچوں کو پیار کرنا اور میری بیٹی کو دعائیں دینا۔

والدّعا

تمھارا بھائی حنیف

ا۔یعنی’’ نعت رنگ‘‘ کے لیے کتابوں پر تبصرہ۔

۱۱/۵/۲۰۰۲

پیارے صبیح دعائے سلامتی

اسوقت دن کے ۲/۱ ۱۲ بجے ہیں۔ میں لیٹے لیٹے اٹھا ہوں۔ طبیعت گھبرا رہی ہے۔ دل پر وحشت طاری ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے دل کا دورہ پڑنے والا ہے ریاحی غلبہ ہے۔دوا کھائی ہے۔ وقتی سکون ہوجاتا ہے۔سوچا تم سے باتیں کروں۔صحت روز بروز گر رہی ہے۔ایک دم سے گر جائے تو جان چھوٹے مگر یہ تو موت کے گڑھے میں بھی قسطوں میں گرنا چاہتی ہے۔ عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ تم کو ایک علیحدہ سے دلچسپ خط لکھوں گا مگر بھائی کہاں کی رباعی کہاں کی غزل ۔معلوم نہیں تابش صاحب کا کیا حال ہے اور ہم میں سے کون پہل کرے ۔نمبر تو ان کا ہے مگر یہ حساب تو قضا وقدر کے پاس ہے اور کوئی نہیں جانتا ۔خط لکھ رہا ہوں اور تم نظروں کے سامنے ہو۔ایسے اگر دھم سے جو آجاؤ تو کیا ہو! کافی تعداد میں بہ عنوانِ دیوانِ نعت میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کا کیا کروں۔ لے جاؤ ورنہ اپنی جان چھڑانے کے لیےکچھ اور کر گزروں گا۔ردّی میں دینا نہیں چاہتا بے حرمتی ہوگی ۔

قلم کیسا ہے۔تحریر کیسی ہے۔مضمون کیسا ہے ۔سب کچھ گڑ بڑ ہے ۔سارا عالم گڑ بڑ ہے ۔اچھا چھوڑو سب پر مٹّی پاؤ اور کبھی آجاؤ صورت دکھا جاؤ ۔صورت دیکھ جاؤ جانے بعد میں صورت دیکھنے کے قابل بھی رہے یا نہ رہے ۔

بچوں کو پیار شاہین کو دعا ۔

سحر لاپتہ ہیں۔ یونیورسٹی میں امتحانات ہو رہے ہیں اس میں مشغول ہیں اس لیے مجھ سے غافل ہیں۔آج عالمی مشاعرہ ہے ۔مدعو ہوں مگر جانا ممکن نہیں ۔آنا جانا ۔رات بھر جاگنا ۔بیٹھنا ۔پڑھنا۔ خود پر ہوٹنگ کروانا اب یہ بس کا نہیں رہا۔

تمھارا حنیف بھائی

پس نوشت: آنکھ کا آپریشن الحمدللہ کامیاب رہا۔خوب روشن ہے۔دوسری کا اب دیکھیں کب ہو۔خط کا پڑھنا دشوار ہے غلطیاں خود درست کرلینا۔

عزیز القدر صبیح رحمانی

سلامِ شوق اوردعائے سلامتی!

اور تو کون عیادت کے لیے آئے گا
بے خبرہی کو کسی روز خبر کر دیکھیں

آج بہت جی چاہا کہ تم سے گفتگو رہے سوقلم اٹھایا اور چل مرے خامے بسم اللہ۔ اللہ جانے مجھے یہ پوچھنے کا حق بھی ہے کہ نہیں کہ کہاں ہو اور اس قدر مجھ سے بے نیاز کیوں ہو۔مصروفیت کا عذر تو بڑا معروف اور بڑا مصلحت آمیز ہے۔بڑا کارآمد بھی آزما دیکھو۔فائدے میں رہو گے ورنہ گلے شکوے کا ہدف بن جاؤگے۔شرمندگی مفت ہاتھ آئے گی۔جس کا مصرف بھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

یہ تو رہی تمہید اب آمدم برسرِ مطلب:

۱۔تمہارے خیریت درکار ہے

۲۔بچوں اور شاہین کی خیریت کا خواہاں ہوں

۳۔اپنا حال بتانا ہے۔

۵رستمبر کو پھر دل کا دورہ پڑا۔ہلکا تھا اس لئے بے غیرت زندگی مزید بے غیرتی کے لیے بچ گئی علاج جاری ہے۔ فائدہ بھی ہے مگر آہستہ آہستہ بہتر ہورہا ہوں۔کمزور ہو گیا ہوں اور روز بروز کمزوری بڑھ رہی ہے۔ غذا کم ہوگئی ہے مگر معمولات زندگی میں فرق نہیں۔چل پھر رہاہوں۔لکھ پڑ ھ رہا ہوں۔مگر کم کم۔دل کی دھڑکن کبھی کم کبھی زیادہ۔یہ کسی شاعر کی مشہور غزل کی ردیف بھی ہے مگر اب تو میرا قافیہ تنگ کیے ہوئے ہے۔بقول کسے

گلیوں میں آزار بہت ہیں گھر میں جی گھبراتا ہے
ہنگامے سے سناٹے تک میرا حال تماشا ہے

چاروں طرف ہنگامہ برپا ہے مگر میرے اندر ایسا سناٹا ہے جس کا اندازہ تمھیں تو تمھیں مجھے خود بھی نہیں ہے۔تنہائی کے کرب میں مبتلا ہوں۔سحر چین گئے ہوئے ہیں۔تم شاید شہر کے باہر ہو۔ایک تابش بھائی ہیں ان سے کبھی کبھی فون پر بات ہوجاتی ہے ورنہ اس بیگانی دنیا میں کون اپنا ہے۔

کئی بار سوچا کہ تم جو کام دے گئے ہو وہ کرڈالوں ورنہ مردے پرلعنت بھیجنے کا ناگوار عمل کہیں تم سے بھی سرزد نہ ہو جائے ۔مگر حوصلہ نہیں ہوتا۔مگر آخر اسے نمٹانا تو ہے دعا کرو کہ پست ہمتی ختم ہو اور پھر سے کام کا آدمی بن جاؤں ۔

بچوں کو پیار ،شاہین کو دعا

حنیف بھائی

برادرم صبیح

دعائے سلامتی

میں موٹے قلم سے خط لکھ رہا ہوں کہ اس لئے کہ اب نیم نابینا ہوں اور اپنا لکھا بھی پڑھا نہیں جاتا ۔دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے۔چشمہ بھی اُتر گیا ہے ۔کل ایک آنکھ کا آپریشن کرانے جارہا ہوں اور انشاء اللہ کل ہی واپس آجاؤں گا ۔اب ٹیکنالوجی اتنی ترقی کرگئی ہے کہ چندمنٹ میں کام تمام ہوجاتا ہے۔گھر آکر تمہارا انتظار کروں گا ۔یہ ضروری نہیں کہ کل ہی تم وحشت زدہ ہوکر بھاگ لو۔ آرام سے کسی دن آجانا ۔ویسے:

؎ تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی

تم نے آنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے یہ شکایت کر رہا ہوں ورنہ اس افراتفری کے ماحول میں کس کے پاس وقت ہے ۔ہاں مگر فون کی سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے مگر اُس کے لئے بھی فراغت درکار ہے۔چلو چھٹی ہوئی ۔عذرمل گئے معذرت کی ضرورت نہیں ۔مٹّی پاؤ ۔

سحؔر آجاتے ہیں یا کم سے کم اُن سے فون پر رابطہ رہتا ہے تنہائی کا کچھ احساس کم ہوجاتا ہے۔ سنا ہے تابش بھائی بیمار ہیں اور چندروز ہسپتال رہ کر گھر واپس آگئے ہیں ۔فون کرلو۔

شاہین سے کہنا کہ میرے لئے دعا کریں ۔پرندوں میں سب سے اونچی اڑان شاہین ہی کی ہے۔قرب الٰہی اس کے علاوہ اس درجہ کس کے پاس ہے۔ہم تو شاہین کے مقابلے میں گدھ ہیں جسے کرگس بھی کہتے ہیں ۔یہمر دار کھاتا ہے اورمنحوس سمجھا جاتا ہے۔معلوم نہیں تم کیا ہو۔فاختہ کہ کبوتر کہ کچھ اور ۔ فاختہ اور کبوتر تو دونوں معصوم جانور ہیں۔کوّا مکّار ہوتا ہے تم چالاک ہو مکّار نہیں۔چلو ملاقات پر بتا دینا کہ کیا ہوکچھ بھی ہو مجھے تو اپنا جانتے ہو ۔مجھ سے تو محبت کرتے ہو۔اللہ تم کوخوش رکھے ۔

کئی دن ہوئے انصار صاحب[۱] سرِ راہ مل گئے تھے ۔الحمد اللہ اب صحتمند ہیں ۔کچھ کمزور

سے لگ رہے تھے ۔

شاہین کو دعا ۔بچوں کو پیار ۔

والدّعا

حنیف بھائی

ا۔ شاہ انصار الٰہ آبادی (۱۹۱۷۔۲۰۰۷)، پیرِ طریقت، شاعر، ادیب، سولہ مجموعہ ہائے حمد و نعت و مناقب: ''تحفۂ نظامی''، ''ھل اتیٰ''، ''سبحٰن الذی''، ''صلوٰۃ و سلام''، ''اشک متبسم''، ''آفتابِ چشت''، ''فیض العظیم''، ''سراج السالکین''، ''مرقۂ محبوبیت''، ''مرقع غوثیہ''، ''فردِ فرید''، ''صبغۃ اللہ''، ''کلام لا کلام''، ''الحمدللہ الذی''، ''مدینۃ العلم''، ''مظہر العلوم''۔

---

۸ /دسمبر ۲۰۰۲ء

برادرم خردم صبیحم رحمانیم

سلام علیکم

معہ خاندان عید کی دلی مبارکباد قبول کرو ۔میں نے دو روز میں چار بار فون کیا مگر رابطہ نہ ہوسکا۔ نہ جانے کہاں آوارہ پھر رہے ہو یہ منصب تو دوسروں کا ہے تم نے کہاں سے اختیار کرلیا ۔

سب سے پہلے تو ایک شکریہ واجب ہے ۔یہ تکلف سہی مگر ضروری ہے اس طرح بندے کا شکریہ اور اللہ کا شکر ادا ہوجاتا ہے اور جزائے خیر کی عطا حاصل ہوجاتی ہے ۔میرے بہت سے مسائل تم نے حل کردیے اور میں اسکی حامی بھی نہ بھروں ۔اعتراف بھی نہ کروں یہ تو زیادتی ہوگی۔زیادتی بہت وسیع المعانی لفظ ہے مگر یہاں بہت پاکیزہ طور پر استعمال ہوا ہے ۔خاطر جمع رکھو۔

تمہارے دیدار کو دیر ہوئی ۔آنہ سکو تو کم سے کم فون کرلو اچھا اب رخصت ۔

شاہین کو دعا بچوں کو پیار اور تم کو والسلام

پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔

تمھارا حنیف بھائی

جون ۲۰۰۳ء

برادرم صبیح رحمانی

السلام علیکم

میں نے کئی بار فون کیا مگر معلوم نہیں ایکسچینج سے طرح طرح کی زبان بولی جاتی ہے اور عموماً ہندسوں کی زبان میں کوئی خاتون بات کرتی ہیں ۔ یا اُن کا ریکارڈ بجتا ہے ۔

میری دونو ں آنکھوں کا آپریشن الحمد للہ کامیاب ہوگیا ہے ۔کل پورے طور پر فارغ ہوگیا۔ بار بار کا آنا جانا ختم ہوا چشمے کا نمبر گیا ۔ بہت سی رعایتوں کے باوجود کافی خرچ آیا اب چشمہ بنوانا ہے۔ کم سے کم دعا تو کرو ۔

سوچ رہا ہوں فارغ ہوں تو تمہیں اطلاع کروں۔تمہاری دعاؤں اور تعاون سے سارے کام سہل ہو گئے ۔الحمد اللہ !الحمداللہ !! سو اب خط لکھ رہا ہوں ۔

جی ہوتو ملاقات (کبھی کبھی) کرلیا کرو ورنہ آسان سی صورت فون ہے ۔ یہ سہولت اللہ کریم نے ہم دونوں کو دے رکھی ہے ۔

شاہین کو دعائیں۔بچوں ڈھیروں پیار ۔ سحر اچھے ۔آج کل زیادہ مصروف ہیں اب وہ بھی کم آتے ہیں ۔میں بہت اکیلا ہوں۔

والسلام

تمھارا حنیف بھائی

۲۳/ ستمبر ۲۰۰۳ء

برادرم صبیح رحمانی

دعائے سلامتی

تم ملک بدر ہو ۔ یہ بات مجھے ایک دن تمہاری تلاش کے دوران معلوم ہوئی۔ سوچا کہ تمہارے آنے سے پہلے تم کو خط لکھا جائے تا کہ کراچی آنے پر سب سے پہلی قطار میں میرا چہرہ تم کو صاف صاف نظر آئے۔

آنکھیں روشن ہیں مگر اب ایک مصیبت یہ ہوگئی ہے کہ ایک ایک کے دودو نظر آتے ہیں۔ اب دوسرے علاج کے پیچھے پڑا ہوں ۔

حالت خراب ہے ۔دوائیں بڑھ رہی ہیں ۔دواؤں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ وسائل محدود۔ بہرنوع گزار ہے ۔

تحریر خراب ہورہی ہے ۔کیڑے مکوڑے بن رہے ہیں بجائے الفاظ کے۔تم آؤ تو کچھ بخیہ گری کی سوچیں ۔بچوں کو دعائیں ۔شاہین کو دعا ۔

والدّعا

تمھارا حنیف بھائی

قبل ازمرگ واویلا

یعنی

قبل از وقت عید مبارک

پیارے بھائی

دعائے سلامتی

مدّت ہوئی کہ صورت نہیں دیکھی حالانکہ تم کہو گے کہ ابھی اسی دن تو ملے تھے۔یہ الگ الگ احساس کی بات ہے ۔بہرنوع عید آرہی ہے تو تم بھی آؤ گے اُس وقت میں کہہ سکوں گا کہ مصیبت تنہا نہیں آتی۔ عید تو بہرنوع اب مصیبت ہی بن کر آتی ہے کہ کس کے ساتھ عید مناؤں۔ عید تو اپنے ساتھ اتنی یادیں لاتی ہیں کہ سنبھالی نہ جاسکیں ۔

؎ اتنے آنسو کہاں سے لائیں ہم

اب رہ گیا تم کو مصیبت کہنے کا سوال تو یہ تو محاورے کی مجبوری تھی ورنہ احباب تو راحت کا سبب بنتے ہیں مصیبت کا موجب نہیں۔ ایک کتاب آئی ہے وہ کسی کا شعری مجموعہ ہے اسکا نام ہے ۔ ''وصلِ تنہائی'' ۔میرے ایک دوست زاہد حسین ہیں اُن کی نظر سے گزری وہ تذکرہ کررہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ نام کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔میں نے کہا یار اس شخص نے بلاوجہ اتنا تکلّف کیا سیدھا سادھا لفظ پہلے سے موجود تھا یعنی ''جلق'' لطف یہ ہے کہ اس کتاب پر تابش بھائی اور ہمدانی[۱] نے تقریریں لکھی ہیں۔ نام پر کسی نے غور کرنے کی تکلیف نہیں کی ۔

اشتیاق طالب نے مجھ سے پوچھا کہ سنا ہے سؔحر روزے رکھ رہے ہیں ۔''ہاں'' میں نے کہا۔ ''کیا نماز بھی پڑھتے ہیں'' انہوں نے پوچھا میں نے کہا ''ارے یار کیوں روزے بھی چھڑواؤ گے''۔

تم کہاں ہو۔ کہیں بھی ہو خوش رہو۔شاید سحؔر کی طرح روزوں میں مبتلا ہو چلو یہ ابتلا اب ختم پر ہے دو تہائی سے تو فارغ ہو رہے ہو ایک تہائی اور ہے وہ بھی کٹ جائیں گے۔

میں تو اس نعمت سے محروم ہوں ۔شوگر کے مریض کو روزہ ممنوع ہے ۔معلوم نہیں کس وقت شوگر کم ہوجائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ میں روزے کا صدقہ دیتا ہوں شاید اسی طرح نجات ہوجائے۔ ویسے مجھے نجات کی زیادہ فکر نہیں ہے ۔جنت تو ملنے سے رہی۔ اعمال ایسے ہیں ہی نہیں ۔دوزخ اس لیے قریب نہیں آسکتی کہ اب ایسے بداعمال بھی نہیں رہے۔ اس لئے برزخ پکّی ہے۔ برزخ کے عادی بھی ہیں۔ اس لئے کہ زندگی میں رحمتیں بھی رہیں اور زحمتیں بھی اٹھانا پڑیں۔ چلو یہ تو میری کہانی ہوئی تمہارا فسانہ کیا ہے۔تم تو جنتی ہو۔ اگر یہ میری خوش فہمی نہیں ہے تو پھر اسے میری دعا سمجھنا۔

بچوں کو پیار کرلینا ۔اور شاہین کو بہت سی دعائیں دے دینا۔

تمھارا حنیف بھائی

ا۔ سید احمد ہمدانی(پ: ۱۹۲۷ء)، شاعر، ادیب، سینئر پروڈیوسر: ریڈیو پاکستان، کتب: ’’پیاسی زمین‘‘، ’’ہجر کی چھاؤں‘‘، ’’قصّہ نئی شاعری کا‘‘، ’’سلسلہ سوالوں کا‘‘، ’’اقبال فکر وفن کے آئینے میں‘‘، ’’ نئے رنگ نئے ڈھنگ‘‘، ’’نئی شاعری کے ستون‘‘۔

❁

خالد شفیق (لاہور)

28-08-1994

میں آج تک صبیح رحمانی سے متعارف نہیں تھا۔سینکڑوں کلومیٹر کے زمینی فاصلے ہمیں ایک دوسرے سے کیسے متعارف کراسکتے تھے۔ جناب عاصی کرنالی کو تو یہ موقع جناب غوث میاں کے توسط سے مل گیا... بہرحال آج میں صبیح سے بہت اچھی طرح متعارف ہوچکا ہوں۔ زمینی فاصلے قلب ونظر میں سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ میرے سامنے صبیح رحمانی کا مجموعۂ نعت ’’جادۂ رحمت‘‘ تعارف کے لیے کھلا ہے اور صبیح کی شخصیت اور شاعری کے حوالے سے مجھ پر مسحور کن حیرت اور مسرت کے دریچے وا کررہا ہے کس قدر پاکیزہ اور عظیم خواہش ہے:

تمنا ہے کہ ہو وہ نام نامی آپ کا آقاؐ
میں جو لفظ آخری بولوں میں جو لفظ آخری لکھوں

اور پھر یہ مشاہدہ:

زباں کو تاب گویائی نہیں رہتی مدینے میں
صدا دیتی ہے لیکن چشمِ تر آہستہ آہستہ

اور پھر اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے:

جو اہلِ دل ہیں، مدینے کی سمت جاتے ہوئے
متاعِ نعت بھی زادِ سفر میں رکھتے ہیں

حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان بھی قابل دید ہے:

گفتگو خوش بو کے لہجے میں سکھائی آپ نے
خارِ نفرت چن لیے دے کر محبت کے گلاب

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیاتِ مصطفیؐ کو سوچنا اول سے آخر تک

صبیح کا ''جادۂ رحمت'' حال کے اُفق پر ایک رخشندہ و تابندہ مستقبل کے طلوع کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

خالد شفیق

☆ خالد شفیق (پ: ۱۹۳۲ء)، اصل نام: محمد خالد بٹ، کتب: ''عالم افروز''، ''نعت سوغات'' (پنجابی)۔

۹۔۲۔۱۹۹۹

محترم صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔

گرامی نامہ ملا۔ شکریہ'' شام وسحر'' کے نعت نمبروں کے بارے میں عرض ہے کہ میرے پاس صرف نعت نمبر۲ (نقش ثانی)، نعت نمبر۴ اور نعت نمبر۵ ہی ہیں۔ جو آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ آپ کا

''شام وسحر'' والوں سے رابطہ تو ہو چکا ہے ،انہوں نے نعت نمبروں کے بارے میں کیا جواب دیا تھا.....؟ دراصل ان سے میں نظریاتی اختلاف کی بناء دسمبر ۸۷ء میں علیحدہ ہوگیا تھا۔اسلئے ان سے نعت نمبروں کے حصول میں آپکی مدد کرنے کے قابل نہیں ویسے ممکن ہے کہ ان کے پاس سٹاک میں موجود نہ ہوں۔

مولانا صلاح الدین احمد[۱] کے مضمون ''محسن کاکوروی کی نعت گوئی'' کی فوٹو کاپی حاضر ہے۔'' نعت رنگ'' کے سلسلہ میں آپکی کاوشیں قابل رشک ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس ہمت اور جذبے کو روز افزوں فرمائے ۔آمین ۔

احقر

خالد شفیق

۱۔ مولانا صلاح الدین احمد (۱۹۰۲۔۱۹۶۴ء)، ممتاز صحافی، ادیب، محقق، انشاء پرداز، ناشر، مترجم، مدیر و مالک: ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور (۱۹۳۵۔۱۹۷۴ء)، کتب: ''اقبال کے دس شعر''، ''تصوراتِ اقبال''، ''اردو میں افسانوی ادب''، ''محمد حسین آزاد''، ''خدا ہمارے ساتھ ہے''، ''امریکہ کا سیاسی نظام''، ''توہمات یا سائنس''۔ اعزازات: ''صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی'' (حکومت پاکستان)۔

۲۱۔۳۔۲۰۰۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب !

السلام علیکم۔

ابھی ابھی ''نعت رنگ'' کے بارے میں ایک تعارفی کتابچہ شائع کردہ ''اکادمی بازیافت'' ملا ہے ۔جو میرے پرانے پتے پر بھیجا گیا تھا ۔براہِ کرم میرے پتے کی تبدیلی نوٹ کر لیجیے ۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہوں کہ نعت رنگ نمبر ۶ کے بعد مجھے آپ کا کوئی شمارہ نہیں ملا ۔گذشتہ دنوں علیم ناصری صاحب بھی پوچھ رہے تھے۔یہ صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ کہیں آپ ''نعت رنگ'' بھیج رہے ہوں اور مجھ تک نہ پہنچ رہا ہوں تو محکمہ ڈاک سے پوچھوں اور اگر آپ کی طرف سے یہ سلسلہ بند ہے تو کوئی بات نہیں ۔مہنگائی کے اس دور میں ایسا کرنا ہی مشکل ہے ۔

تعارفی کتابچہ ایک نظر دیکھا ہے ۔آپ نے جو کام اب تک کیا ہے قابلِ رشک ہے ۔اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق دے ۔آمین۔

ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ

خالد شفیق

۲۹۔۱۰۔۲۰۰۴ء

محترم صبیح رحمانی صاحب!

مکرمی۔سلام مسنون

الحمداللہ میں اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہوگیا ہوں۔براہ کرم اپنے ریکارڈ میں میرا پتہ تبدیل کرلیں۔پتہ درج بالا ہے۔

آپ کے کچھ خطوط میرے بہت ہی پرانے پتہ پر بھیج رہے ہیں۔جبکہ میں وہاں سے ۲۰۰۰ء میں رحمٰن پورہ لاہور کرایہ کے مکان میں منتقل ہوگیا تھا جہاں سے اب مندرجہ بالا پتہ پر منتقل ہو چکا ہوں۔

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔''حمایت اسلام'' کی ادارت سے میں سبکدوش ہو چکا ہوں اطلاعاً تحریر ہے۔

خالد شفیق

۱۰۔۲۔۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی

السلام علیکم

آپ کا ارسال کردہ پوسٹ کارڈ نومبر ۲۰۰۴ء میں ملا تھا لیکن حالات کی ہمواریوں کی بناء پر شکریہ ادا نہ کرسکا۔معذرت خواہ ہوں۔مختلف عوارض کے ساتھ بینائی کے بحران کا شکار ہو کر معذور سا ہو کر رہ گیا ہوں۔اس کے ساتھ اکلاپا میرے سارے جذبوں کو لے بیٹھا ہے۔دعا فرمائیں زندگی کا میرا بقایا سفر عزت آبرو اور سکون سے طے ہوجائے۔

آپ جس لگن اور محبت سے نعت کے فروغ کے لئے سرگرم عمل ہیں وہ میرے لئے قابل رشک ہے۔کاش میں بھی اسی لگن کا مظاہرہ کرسکتا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ مدحت رسول کریم ﷺ اور فروغ نعت کے لئے سرگرم عمل ہونے کی ہمت اور استطاعت سے نوازے۔آمین۔

دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

خیر اندیش

خالد شفیق

خضر حیات (سیالکوٹ)

۲۰۱۳۔۵۔۲

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

ٹیلیفون پر تعارف کے بعد میں اپنا خط قدرے قطع برید کے ساتھ نئے سرے سے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ قابلِ اشاعت پائیں گے۔

(ا) ڈاکٹر صابر سنبھلی اپنے تحقیقی مقالے 'کچھ آدابِ نعت کے بارے میں' (نعت رنگ شمارہ ۲۰۔ص۱۷۷) کے آخر میں فرماتے ہیں کہ 'اگر ہمارے نعت گو حضرات ..... کا مقصد خوشنودیِ سرکارؐ کے سوا کچھ نہیں ..... تو وہ نعت میں اپنا تخلص کیوں شامل کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ خوشنودی سرکار دوعالمﷺ تو محض گفتن ہے۔ اصل مقصد شہرت کی خواہش اور داد کی تمنا ہے۔ اگر کوئی بغیر تخلص شامل کیے نعت کہے تو مانا جائے گا کہ اُس نے خوشنودی آقاﷺ کے لیے خلوصِ دل سے نعت پاک کے اشعار کہے ہیں۔ یہ بات آجکل کے دنیادار شاعروں کے لیے ہے۔ اہلِ اللہ پر اس رائے کا نفاذ نہیں ہوتا۔'

میرے لیے یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ آجکل جو بھی ثنا گو اپنے کلام میں تخلص شامل کرتا ہے وہ صرف دنیاوی شہرت اور داد کا بھوکا ہے۔ اُنہوں نے لفظ 'آجکل' کے استعمال سے ایک زمانی تفریق بھی ڈال دی ہے جس سے یہی مراد لی جا سکتی ہے کہ اُن کے خیال میں ماضی میں تخلص شامل کرنے والوں کی نیتوں میں یہ خلل نہیں تھا۔ شکر ہے اُنہوں نے ہر دور کے اللہ والوں کو استثنا دے دیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ آجکل اللہ والا کون ہے۔ اگر وہ اپنا نقطہ نظر مشورے یا امکان کی حد میں رکھتے تو شاید اتنا عجیب نہ لگتا لیکن اُنہوں نے فردِ جرم عائد کرتے ہوئے دوٹوک بات کہہ دی جو سراسر زیادتی ہے۔ میرے خیال میں تو یہ مسئلہ اُٹھانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ شاید اُنہیں یہ اندازہ نہیں کہ اسطرح اُنہوں نے کتنے دلوں کو دُکھایا ہو گا۔ قبولیت کا دارومدار یقیناً نیتوں پر ہے اور اللہ اور اللہ کے حبیبﷺ اپنے ثناخوانوں کی نیتوں کو خوب جانتے ہیں بلکہ میرا ایمان ہے کہ ثنا کی توفیق و بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں۔ لہٰذا یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اس بارے

میں پیمانے مقرر کرے یا فتوے صادر کرے۔ یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ 'نعت رنگ' کے شمارہ ۲۱ کے صفحہ ۶۱۹ پر ڈاکٹر صاحب کی ایک خوبصورت نعت چھپی ہے جس میں اُن کا تخلص بھی شامل ہے۔ لکھتے ہیں:

ہے توقع یہ بھی صابؔر حشر کے دن خیر سے
قبر سے پڑھتا اُٹھے گا ، سیّدِ عالمؐ کی نعت

(۲) صبیح رحمانی صاحب نے 'نعت رنگ' شمارہ ۲۰ کے ابتدائیہ میں لکھا تھا کہ 'آج یہ بات پورے یقین سے کہی جاتی ہے کہ نعت ہر صنفِ سخن میں موجود ہے'۔ مَیں اِس کے ساتھ یہ گرہ لگانا چاہتا ہوں کہ ہر کلمہ گو شاعر کے کلام میں تھوڑی بہت عقیدت نگاری ضرور پائی جاتی ہیں بھلے ہی وہ کتنا دنیادار، ترقی پسند یا بادہ خوار کیوں نہ ہو وہ ضرور کبھی نہ کبھی اس قلبی واردات کا شکار ہوتا ہے۔ اس کی ایک قابلِ قدر مثال سیّد عبدالحمید عدؔم (مرحوم)[۱] کے کلام میں شامل اُن کے لا تعداد حمدیہ اور نعتیہ اشعار اور نظمیں ہیں۔

کچھ روز قبل اپنے میٹرک کے سال (۶۱-۱۹۶۰) کی درسی کتب کا ایک پرانا ڈبہ کھنگالتے ہوئے اُن کی تین کتب، ''خمِ ابرُو''، ''شہرِ فرہادؔ'' اور ''زلفِ پریشاں'' ہاتھ لگیں تو بڑے شوق سے ورق گردانی کرنے بیٹھا۔ حالی، اقبال اور غالب سے ابتدائی واقفیت تو سکول کی کتابوں سے ہوئی تھی البتہ عدؔم کو دیکھنے اور سننے کا اتفاق بھی ہوا جب کہ، شاید ۱۹۵۹ء میں، وہ ایک مقامی سینما میں مشاعرے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد ہی میرے ایک تایا زاد کہیں سے اُن کی یہ کتابیں ڈھونڈ لائے جو میرے پاس پڑی رہ گئیں۔ زیادہ تر چھوٹی بحر کی یہ چٹ پٹی اور غنائی شاعری اُس عمر میں خوب مزا دیتی۔ البتہ اب کے مجازی جہت کی بجائے کئی حمدیہ اور نعتیہ اشعار میری خوشگوار توجہ کا سبب بنے۔ ان میں سے کچھ کا قیاس حقیقت اور مجاز دونوں پر ہوسکتا ہے اور کئی ایک میں رِندانہ مگر فکر انگیز شوخی نے چار چاند لگا دیے ہیں۔ ہر مصرعے میں معانی کا ایک جہان آباد ہے۔ اُمید ہے کہ یہ اہلِ ذوق کی تسکین قلب اور اہلِ تحقیق کے لیے تحریک کا موجب ہوں گے۔ طوالت کے خوف سے اپنے انتخاب سے تقریباً آدھی مقدار میں اشعار یہاں نقل کر رہا ہوں:

یہ گر نہیں ہوا نہ سہی وہ تو ہو گیا
جو کچھ بھی ہو گیا وہ خدا کی رضا تو ہے
کچھ تو کہیے کہ سلسلہ کیا ہے

آدمی کیا ہے اور خدا کیا ہے
تیرے ہونے کا معترف ہوں میں
میرے ہونے کا مُدعا کیا ہے

ہم رضا بن کے آئے تھے تیری
کیا خبر اب تیری رضا کیا ہے
آ گیا ہے تیرے ہی در پہ عدمؔ
اے خدا تیرے ماسوا کیا ہے؟

قسم خدا کی بغیر خدا جنابِ عدمؔ
نہ کائنات میں رونق نہ آدمی میں لہو

وہ جو عرض و نیاز ہوتی ہے
عاشقوں کی نماز ہوتی ہے
ہے عبادت وہی بجا جو عدمؔ
اجر سے بے نیاز ہوتی ہے

ہو سکے تو حضور دے دیجیے
کچھ توجہ ضرور دے دیجیے
میرے دل میں بڑا اندھیرا ہے
اپنی آنکھوں کا نور دے دیجیے
ہو سکے تو عدمؔ کو ہستی کا
ہلکا ہلکا شعور دے دیجیے

مجھے تجسس و تحقیق کی نہیں عادت
مجھے خدا پہ یونہی اعتبار ہے ساقی
مرے خلوص کی آنکھوں سے دیکھ اُسے ایک دن
کہ تو محیطِ یمین و یسار ہے ساقی

ترک کر دو اُس آدمیت کو
جو خدا کو جگا نہیں سکتی

جونہی قریب دیارِ حبیب آتا ہے
سرور قلب و نظر کو عجیب آتا ہے
عدؔم جب بھی مَیں تنہائی میں اُس کو یاد کرتا ہوں
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ موجود ہوتا ہے
ہم نشیں صورتِ حالات سے مایوس نہ ہو
التجا دیر سے سنتا ہے خدا
کہتے ہیں جنابِ شیخ یہ کیا ماجرا ہوا آخر
سنا ہے آپکو کو کعبے میں بھی خدا نہ ملا
مَیں کو ئی جرم نہ کرتا تو خود خدا ہوتا
تیری خدائی بنی ہے میری خطاؤں سے
نہ آئے ہوں گے وہ رِندوں کے خواب میں بھی عدؔم
گناہ ہوگئے سرزد جو پارساؤں سے عدؔم
انسان کے بے لوث آنسو
فرشتوں کی دعا سے کم نہیں ہیں
منکرِ رحمتِ خدا رہنا کفر ہے اتنا پارسا رہنا
ہر اک روح پر ہے عدؔم کیف طاری
ہر ایک رنگ میں ذکرِ صلی علیٰ ہے
ستارے بے خود و سرشار تھے کل شب جہاں مَیں تھا
اندھیرے روکشِ انوار تھے کل شب جہاں مَیں تھا
دے اجازت کہ تجھ کو فاش کروں
لوگ کہتے ہیں لا پتہ ہے تو
بے سہاروں کا آسرا ہے تو
ماننا ہی پڑا خدا ہے تُو
باقی ہر چیز درمیاں کی کڑی
ابتدا تُو ہے انتہا ہے تُو

صورتِ حال کیا حسیں نکلی
اُن کے در سے میری جبیں نکلی
جس کو سمجھے تھے ہم حیات عدؔم
کیسی نادانی یقیں نکلی
محبت پر عدؔم بنیاد قائم ہے عناصر کی
یہ ہے اسلام اور اسلام مشکل سے بدلتا ہے
ستایا ہے بہت اُس کی رحمت کو عدؔم
اب اپنے جرم کا اقرار کرنے والے ہیں
کس بات کی مثال مہیا کرے کوئی
جو بات تھی حضور کی وہ لاجواب تھی
مَیں نے ہر ایک چیز کو اپنا سمجھ لیا
مجھ کو خبر نہ تھی یہ تری کائنات تھی

اپنے خط کے اس حصے کو یہاں ختم کرنا چاہ رہا تھا کہ مدتوں پہلے سُنی ہوئی عدؔم کی ایک مشہور زمانہ حمدیہ غزل ذہن میں اُبھر آئی ہے جسے اپنے وقت کی ایک مشہورِ زمانہ مغنیّہ نے امر بنا دیا تھا۔ ایسے خیال آفریں اور نایاب تلمیحات وتمثیلات سے مرصّع کلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے ۔

وہ باتیں تیری وہ فسانے تیرے
شگفتہ شگفتہ بہانے تیرے!
بس اک داغِ سجدہ مری کائنات
جبینیں تری آستانے ترے
ضمیرِ صدف میں کرن کا مقام
انوکھے انوکھے ٹھکانے ترے
بہار و خزاں کم نگاہوں کے وہم!
بُرے یا بھلے سب زمانے ترے
عدم بھی ہے تیرا حکایت کدہ
کہاں تک گئے ہیں فسانے ترے

یقیناً ایسے مزید گوہرِ مایہ نازان کے بقیہ کلام سے بھی ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ اگر ہوسکے تو ایسے اور بہت سے شعراء کا کلام بمعہ [کذا] تعارف وتحقیق گاہے بگاہے نعت رنگ میں شامل کریں ۔ لیجئے عدؔم کا ایک اورضرب المثل شعر یاد آ گیا ہے :

آگہی میں ایک خلا موجود ہے
اس کا مطلب ہے خدا موجود ہے

(۳) شمارہ ۲۰ صفحہ ۶۴ پر مندرجہ ذیل شعر کے آگے شاعر کا نام حافظؔ لدھیانوی لکھا گیا ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے۔ کیونکہ یہ لاجواب شعرمحترم صبیح رحمانی کا ہے جو اُن کی کتاب ’ سرکار کے قدموں میں‘ (بمعہ انگریزی) کےصفحہ ۹۷ پر درج ہے اور جومَیں اکثر اُٹھتے بیٹھتے گنگناتا ہوں :

لباسِ حرف میں ڈھالوں مَیں کردارِ حسیں اُنؐ کا
امیں لکھوں، اماں لکھوں ، غنی لکھوں ، سخی لکھوں

(۴) ’نعت رنگ ۲۳ ‘ کے صفحہ ۱۹ پر مصنفین اور ناقدین کوصبیح رحمانی صاحب کا یہ مشورہ بالکل درست اور بر وقت ہے کہ اگرچہ ’علمی موضوعات پر مکالمات کے جنم لینے سے علمی آفاق کی تسخیر کا عمل تیز تو ہوسکتا ہے لیکن لہجوں کی تلخی سے ہمیں آبگینہ ہائے قلوب کوٹھیس پہنچنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے! کاش اہلِ قلم ہماری محدودات اور موضوع کی متانت کا خیال رکھ سکیں !!!‘

میرے پاس ’نعت رنگ‘ کے صرف تین شمارے (۲۰،۲۱،اور۲۳) ہیں اور اپنی تسکینِ طبع کی خاطر کئی مضامین بار بار پڑھتا ہوں۔ مَیں نے نوٹ کیاہے کہ کہیں کہیں تنقید کے جواب میں شائستگی اور حوصلے کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ کار بھی کسی لطیفے سے کم نہیں لگتا کہ پہلے تنقید نگار کی کسی تعلق سے توصیف کی جاتی ہے اور پھر لٹھ مارنے کے انداز میں اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے۔ مَیں مثالیں دے کر کسی بحث میں شامل ہونا نہیں چاہتا ۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ ’ نعت رنگ‘ جیسے سنجیدہ فورم پر اس کے شایانِ شان زبان ہی استعمال کی جائے۔ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ پاکستان اور پاکستان سے باہر انگنت عاشقانِ حمد ونعت آپ کی تحریریں پڑھتے ہیں اور ایسا طرز تکلم یقیناً کوئی اچھا تاثر نہیں بناتا۔

کچھ بھی نہ کہوں اور یہ چاہوں کہ میری بات
خوشبو کی طرح اُڑ کے تیرے دل میں اُتر جائے

(۵) مقالات کے شروع میں انگریزی زبان میں مختصر تعارف کا اضافہ بے حد پسند آیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خوشگوار اضافہ جو کہ ’ورفعنالک ذکرک‘ کی مبارک روشنی کو بین الاقوامی سطح پر

پھیلانے کی مدیرِ 'نعت رنگ' کی سچی لگن کا مظہر ہے، خاطر خواہ نتائج پیدا کرے گا۔ اس پیش رفت پر 'نعت رنگ' کی ساری ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے۔

(۶) شمارہ ۲۳ کے شروع میں جو حمدیں دی گئی ہیں اُن میں سے چند اشعار پر اپنی ناقص سمجھ کے مطابق کچھ عرض کرنا چاہوں گا: از سجاد سخن (ص ۲۶)

کاتبِ قسمتِ بشر کیسے نہ پُر اُمید ہو

تیری رضا پہ چھوڑ کر اپنے معاملات دل

میرا گمان ہے کہ اس شعر کا مصرعہ اولیٰ کتابت کی غلطی سے اس طرح چھپا ہے ورنہ یہ کچھ یوں ہونا چاہیئے تھا: کاتبِ قسمت! بشر کیسے نہ پُر اُمید ہو

از بدیع الزماں سحر (ص ۲۷)

تری کہکشاں کے نظام میں ہے جو انتشار کی کیفیت

یہی وجہِ ارض و قمر بھی ہے یہی وجہِ شان ربوبیت

یہ شعاعِ برق یہ حرکتیں یہ نظامِ گردش و انتشار

تری حکمتوں کی مناسبت سے زمیں کو آنے لگا قرار

تُونے آب و باد کی چھاونی جو دی اس فضائے محیط میں

تو مہک اُٹھی ہے حیاتِ نو کی کلی ہوائے بسیط میں

ایسا لگتا ہے کہ جنابِ مصنف اپنے مافی الضمیر کی ٹھیک ٹھیک وضاحت نہیں کر پائے یا اس کے اظہار پر گرفت نہیں رکھ سکے۔ ہر دو مصرعوں کا آپس کا تعلق بھی عجیب غیر منطقی تاثر دیتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ان اشعار کو پھر ایک نظر دیکھ لیں۔

از فیاض ٹانڈوی (ص ۲۹)

فیاضؔ جس سے شوکتِ اسلام ہو عیاں

روئے حیات کو تو وہی خد و خال دے

'روئے حیات' کی ترکیب آفاقی مفہوم رکھتی ہے۔ میری دانست میں 'اپنی حیات' یا 'اپنے کلام' کے الفاظ زیادہ مناسب لگتے۔

(۷) آخر میں راقم الحروف کے دو قطعات:

ہر آلائش سے پاک رکھنا
اُنؐ کے قدموں کی خاک رکھنا
خدایا! خضرؔ کو یہ شرف دینا
فقیرِ صاحبِ لولاکؐ رکھنا
سنتا تو ہے مخلوق کی ہر حال میں لیکن
اشکوں کی زباں اللہ کو محبوب بہت ہے
تانکہ اُسے دکھلا دے وہ شانِ کریمی
ہر بندۂ عاصی اُسے مطلوب بہت ہے

باتیں تو اور بھی ہوسکتی تھیں لیکن فی الحال اتنا ہی۔ شکریہ اور والسلام اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

خضرؔ حیات

☆خضر حیات ولد حاجی عبدالرشید (پ: ۱۹۴۴ء)، شاعر، ادیب، نعت نگار۔

ا۔سید عبدالحمید عدمؔ (۱۹۱۰۔۱۹۸۱ء)، مقبولِ عام غزل گو شاعر،۵۰ کے قریب مجموعہ ہائے کلام چند کتب کے نام: ''نقشِ دوام''، ''خرابات''، ''چارۂ درد''، ''زلفِ پریشاں''، ''سروسمن''، ''گردشِ جام''، ''شہرِ خوباں''، ''گلنار''، ''عکسِ جام''، ''رمِ آہو''، ''بطِ مَے''، ''نگارخانہ''، ''سازِ صدف''، ''رنگ و آہنگ''۔

''نعت رنگ'' کی افادیت کے پیشِ نظر نعت خوانی کے حوالے سے اپنے کچھ ذاتی مشاہدات و محسوسات رقم کرنا چاہتا ہوں ۔ اُمید ہے کہ مفید تصور کریں گے۔

(۱) میری دانست میں نعت گوئی کے بعد نعت خوانی کا شعبہ اس بنا پر سب سے اہم ہے کہ یہ عوام الناس تک کلام کی رسائی کا بے حد آسان ، پُر اثر اور ہر دور کا پسندیدہ ذریعہ ہے ۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا بھی مسلسل تحقیقاتی اور تنقیدی جائزہ لیتے رہنے کی خاطر خواہ گنجائش موجود ہے تاکہ وقت کے ساتھ ساتھ اصلاح و افزائش کا عمل جاری رہے ۔ اس میں اہلِ قلم کے شانہ بشانہ اگر نعت خواں حضرات کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

(۲) مجھے یہ بات بہت کھلتی ہے کہ اکثر و بیش تر محافل میں حمد و نعت کے ساتھ صاحبِ کلام کا اسمِ

گرامی نہیں بتایا جاتا۔ ٹی وی کا بھی یہی عالم ہے۔ جو سراسر زیادتی ہے۔ کم از کم میرے جیسے سامع کا مزہ ادھورا رہ جاتا ہے ۔ یہ کیا بات ہوئی کے ہم کلام سُن کر تو جھوم جھوم جائیں لیکن یہ علم نہ ہو کہ یہ کس صاحبِ دل کی آواز ہے جو ہمارے دلوں کو گرما رہی ہے۔ ہم نعت خواں پر تو ڈونگرے برسائیں لیکن نعت گو ہمارے تشکر سے محروم رہے ۔ آخر کیوں ؟ میرے نزدیک اس میں پہلا فرض تو نعت خواں کا بنتا ہے اور اس کے بعد مُنتظمین کا کے وہ انصاف کے اس تقاضے کو پورا کریں۔

(۳) اُوپر والی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ سوال بھی اُٹھانا چاہتا ہوں کہ کیا کسی کلام کے پڑھے جانے سے پہلے صاحبِ کلام سے اجازت لی جاتی ہے یا لی جانی چاہیے؟ کیا اس کے لیے کوئی قاعدہ قانون وضع کیا گیا ہے؟ یہ خیال مجھے اس لیے بھی آتا ہے کہ ثناء خوانی اب معقول مالی منفعت کا ذریعہ بن چکی ہے اور کیا یہ عجیب نہیں لگتا کے اثاثہ کسی کا ہو اور فائدہ کوئی اور اُٹھا رہا ہو؟ ظاہر ہے کے یہ کوئی آسان بحث نہیں جسے چند جملوں میں سمیٹا جا سکے ۔ میری درخواست ہے کہ ''نعت رنگ'' میں اس حوالے سے بھی سیر حاصل بات کی جائے۔

(۴) ''نعت رنگ'' کے مضامین سے یہ خوش آئند حقیقت بڑی واضح طور پر میرے سامنے آئی ہے کہ حمد و نعت غزل کی زمین سے گزرتے ہوئے اپنی ادبی حیثیت کا لوہا منوا رہی ہیں۔ اس بیش بہا تبدیلی کے پیشِ نظر آپ اتفاق کریں گے کہ نعت خواں حضرات کو بھی اپنے لب و لہجے کو زیادہ سے زیادہ غزل سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے جو اب تک کم کم نظر آتا ہے۔ عوامی سطح پر بھی سامعین کی توجہ اور تربیت کا اہتمام کرنا ہوگا تاکہ ماحول بنانے میں آسانی ہو ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غزلیہ حمد و نعت کا سُنتا سنانا کسی خاص طبقہ تک محدود ہو کر رہ جائے یا پھر اس کے قبولِ عام ہونے کیلئے لمبا عرصہ درکار ہو۔

(۵) اکثر ایسی نعتیں بھی سننے میں آتی ہیں جن کی طرز فلمی گانوں پر بنائی جاتی ہیں اور کئی بڑے بڑے نعت خواں بھی اس روش پر چل نکلتے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کے ایسا کسی مجبوری سے ہوتا ہو یا کچھ سامعین اسے پسند بھی کرتے ہوں لیکن مجھے ذاتی طور پر اس سے نعت کا تقدس مجروح ہوتا دکھائی دیتا ہے اور میرے نزدیک اس رجحان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے ۔ تھوڑی سی کوشش اور ریاضت سے کوئی منفرد طرز موزوں کرنا چنداں مشکل نہیں ہونا چاہیے ۔ یہ بھی کہوں گا کے اگر کوئی لکھاری جان بوجھ کر کسی فلمی گانے کی تضمین لکھنے کی کوشش کرے تو میرے نزدیک یہ بھی نامناسب ہے۔

(۶) میرے خیال میں روائتی صنفِ حمد و نعت کے لیے موسیقی کے استعمال سے بھی چنداں گریز کرنا چاہیے۔ ادب اور روحانیت کا تقاضہ ہے کہ خاموشی سے الفاظ میں ڈوب کر کلام کو سنا اور سمجھا جائے جیسے کے صدیوں سے ہوتا آیا ہے۔ مجھے احساس ہے کی ہمارے ہاں اس بارے میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں اسی لیے میں نے روایتی صنف کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ موسیقی کا اس طرح کا استعمال روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے اور میرے خیال میں یہ جدت طرازی بھی پیشہ ورانہ سوچ کی آئینہ دار ہے۔

(۷) اگلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محافل میں نوٹوں کو عامیانہ انداز میں اُچھال اُچھال کر نچھاور کرنا یا مغرب کی تقلید میں ہاتھ کھڑے کر کے دائیں بائیں لہرانا حمد و نعت کے شانِ شایاں ہرگز نہیں لگتا۔ میرے لیے ایسے مظاہرے ایک غیر ضروری آزمائش سے کم نہیں ہوتے۔ دم سادھ لیتا ہوں اور سر جھک جاتا ہے۔ ساری توجہ ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ ثناخواں حضرات کی خدمت بے شک دل کھول کے کریں لیکن دکھاوے کا شائبہ نہ ہو۔ اس سے عزتِ نفس کے مجروح ہونے کا خدشہ بھی رہتا ہے . دوسری طرف لطف و سرُور کی کیفیت میں روح کے ساتھ جسم کا وجد ایک قدرتی امر ہے البتہ وقار کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

(۸) یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ ہمارے ہاں سامعین کی ایک بڑی تعداد اشعار میں استعمال شدہ بیش تر الفاظ، تراکیب یا تشبیہات کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ گویا عرفِ عام میں یہ اُن کے سر سے گزر جاتی ہیں . اگرچہ اس کے باوجود اُن کا شوق و واجدان دیدنی ہوتا ہے۔ غزلیہ نعت و حمد میں تو مشکل گوئم کا غالب ہونا ویسے بھی قرینِ قیاس ہے ایسے میں اگر ثناخواں مشینی انداز میں بولتے چلے جانے کی بجائے اندازِ بیاں میں لچک پیدا کرے، تلفظ پر زور دے اور کہیں کہیں رُک کر ضروری وضاحتیں کرنے کا فن اپنائے تو مجھے یقین ہے کہ نہ صرف سننے والوں کی دلچسپی بڑھے گی بلکہ نعت خواں کی قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہو گا۔ صرف ایک دو مرتبہ اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں کہ ''میرے ساتھ مل کر پڑھیں'' بلکہ چاہیے یہ کہ دیگر پہلوؤں سے بھی سامعین کو ساتھ لے کر چلا جائے تا کہ اس کارِ خیر کے جملہ مقاصد کے حصول کا بہتر موجب ہو۔

(۹) جب سے ٹی وی نے ثناخوانی کی بڑھ چڑھ کر سرپرستی شروع کی ہے جہاں اس صنف کو کئی اعتبار سے تقویت ملی ہے وہیں تجارتی مفاد کے در آنے سے معیار میں اکھاڑ پچھاڑ کا سماں بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔ اکثر غیر ضروری شو، شا اور نت نئی اختراعوں کے استعمال سے کافی حد تک مقصود

سامع کے دل کو نہیں بلکہ جیب کو ٹٹولنا لگتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا اپنا لوہا منوانے کے درپئے ہے ۔ معیار سے زیادہ مقدار پر زور ہے۔ انوار کی بجائے سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی بارش ہو رہی ہے۔ اکثر سُر پر اتنا زور دیا جاتا ہے یا یہ ایسی بے ربط ہوتی ہے کہ شعریت سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اس روش کی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے تو نعت و حمد کے حوالے سے یہ حرف وصوت کی خدمت نہیں لگتی۔

میں اپنی بات اس وضاحت اور التماس کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ میرا مقصود کسی کا دل دُکھانا ہرگز نہیں البتہ اگر کہیں بہتری کی گنجائش ہو تو اسے خوش دلی سے قبول فرمائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے بھی کئی سوال اُٹھائے جا چکے ہوں اور میں خوامخواہ لکیر پیٹنے بیٹھ گیا ہوں تو اس صورت میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔ میں آپ کے موقر جریدے نعت رنگ کا ایک نیا قاری ہوں اور میرے سامنے صرف دو تین شمارے اور چند ایک دوسری کتب ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً خود مجھے مرحمت فرمائی ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ شمارہ نمبر۲۰ میں محترم مولانا کوکب نُورانی نے بھی لباس اور وقار کے حوالے سے قابلِ توجہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

خضر حیات

خورشید رضوی، ڈاکٹر (اسلام آباد)

۱۵۔اکتوبر۔۱۹۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

عنایت نامہ موصول ہوگیا تھا۔ان دنوں بہت سے کاموں میں بہت عدیم الفرصتی کی کیفیت چل رہی ہے۔مسلسل ارادے کے باوجود جواب نہ لکھ سکا۔

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اطمینان سے بیٹھ کر کچھ لکھ سکنے کی توقع سردست نظر نہ آئی تو آج قلم برداشتہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ ڈالے ہیں۔اگر آپ کو پسند آجائیں تو میں خود کو سُرخرو سمجھوں گا۔وصولی سے مطلع فرماسکیں تو کرم ہو۔

اور کیا عرض کروں ۔امید ہے مع الخیر ہوں گے اور دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

والسلام

دعا گو ،دعا جو

خورشید رضوی

☆ ڈاکٹر خورشید رضوی (پ: ۱۹۴۲ء)، اصل نام: محمد خورشید الحسن رضوی، تخلص: خورشید، شاعر، ادیب، محقق، استاد: شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج سرگودھا، کتب: ''رائگاں''، ''شاخِ تنہا''، ''سرابوں کے صدف'' (شعری مجموعے)، ''تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام''، ''خاکے، مضامین، ترجمے''۔

۱۵۔اکتوبر۔۱۹۹۶ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون !

برادرم ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی معرفت آپ کا ارسال کردہ شمارہ ''نعت رنگ'' وصول ہوا۔ہنوز باقاعدہ مطالعے کی سعادت تو حاصل نہیں ہوئی تاہم ایک سرسری نظر ہی اس کے حسنِ ظاہری کے علاوہ حسنِ باطنی کا بھی قائل کردینے کے لئے کافی ہے ۔اللہ پاک آپ کو جزائے خیر دے۔آمین۔بہت وقیع کوشش ہے۔

یادآوری وذرّہ نوازی پر تہِ دل سے شکر گزار ہوں ۔دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

والسلام

نیاز مند

خورشید رضوی

۱۳/نومبر۱۹۹۶ء

مکرّمی صبیح رحمانی صاحب !

سلام مسنون!

گرامی نامہ موصول ہوا ۔یادآوری کا بے حد شکریہ ۔معافی کا خواستگار ہوں کہ جواب میں تاخیر ہوئی ۔''نعت رنگ'' میں عزیز احسن صاحب کے جن ارشادات کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا وہ اُن کی ذرّہ نوازی ہے اور میرے لئے وجہ اعزاز ۔میں نعت گوئی کی جسارت کم کم ہی کرسکا ہوں۔ بہرحال تعمیل ارشاد میں چند نعتیں ارسال کررہا ہوں ۔اگر کسی قابل نظر آئیں تو آئندہ کسی اشاعت میں شامل فرمالیجیے۔مناسب خیال فرمائیں تو وہ نعت بھی جو محترمی عزیز احسن صاحب نے نقل فرمائی ہے شامل کی جاسکتی ہے ۔اور کیا عرض کروں ۔دعاؤں میں یاد رکھیے ۔

والسلام

نیاز مند

خورشید رضوی

۷/جولائی ۱۹۹۷ء

مکرّمی جناب صبیح رحمانی صاحب !

سلام مسنون!

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ[شمارہ :۴] اور آپ کا گرامی نامہ ، یکے بعد دیگر ے وصول ہوئے ۔آپ کی کرم گستری پرممنون اور نا لائقی پر شرمندہ ہوں کہ بروقت رسید بھی نہ بھیج سکا ۔

آپ نے پوچھا ہے ،گوشہ کیسالگا؟ کیا عرض کروں ۔مختصراً اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اپنی اوقات اور اس اعزاز پرنظر کرکے آنکھیں نم ہوگئیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں آمین ۔

پرچے کا مواد سب کا سب بہت خوب ہے۔کس کس کا نام لے کر داد دوں ۔ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب نے اپنے فاضلانہ مقالے میں نہایت باریک ادبی ولسانی نکات اٹھائے ہیں۔جناب عزیز احسن اور جناب نور احمد میرٹھی[۱] نے اپنے اپنے موضوع کا کمال محنت سے بہت اچھا تجزیہ پیش فرمایا ہے۔حسرت حسین حسرت مرحوم کےفن نعت گوئی پر جناب حفیظ تائب کا مضمون بطور خاص اچھا لگا کہ یہ حُسنِ اعتراف اُس پختہ گو،درویش صفت شاعر کا حق تھا۔

نعت کے کسی پہلو پرسر دست کچھ لکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوسکی اگر کچھ بن پڑا تو ان شاء اللہ تعمیلِ ارشاد میں ارسالِ خدمت کیا جائے گا۔

آپ کی عنایت کا ایک بار پھر شکریہ اور اپنی کوتاہیٔ قلم پر اعتذار ۔
والعُذر عند کرام الناس مقبول۔

ممنونِ کرم
خورشید رضوی

ا۔سید نور احمد میرٹھی (پ: ۱۹۴۸ء)، محقق، ادیب، کتب: ''اذکار و افکار'' (تذکرہ شعرائے لانڈھی کورنگی)، ''نورِسخن'' (غیر مسلم شعراء کی نعتوں کا انتخاب)، ''صابر براری کی تخلیقات''، ''بہر زماں بہر زباں''، ''تذکرہ شعرائے میرٹھ''، ''مشاہیر میرٹھ''، ''شخصیات میرٹھ''، ''اشاریہ''، ''انتخاب'' (۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۶ء تک شائع ہونے والا زیرِ مطالعہ شعری مجموعوں کا انتخاب)، ''گلبانگِ وحدت'' (غیر مسلم حمد گو شعراء کا عالمی تذکرہ و کلام) و دیگر۔

۱۰/فروری ۲۰۰۶

برادرِ مکرّم صبیح رحمانی صاحب۔
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اُس روز ٹیلی فون پر عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اپنا ایک مطبوعہ مضمون ،کافی عرصہ ہوا، آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔چونکہ یہ آپ کو وصول نہیں ہوسکا تھا اس لئے دوبارہ اس کی نقل ارسال کی جارہی ہے ۔خدا کرے اس بار آپ کو مل جائے ۔وصولی سے مطلع فرمایئے ۔
اپنی عدیم الفرصتی کا حال آپ کو سنا چکا ہوں ۔اس وقت بھی بہت عجلت میں ہوں ۔اجازت چاہتا ہوں ۔

دعاؤں کا طالب
خورشید رضوی

۲/دسمبر ۲۰۰۸ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

عدیم الفرصتی بہت ہے ۔بہرحال چند سطور ،بطورِ امتثالِ امر ،حاضر خدمت ہیں خدا کرے

بروقت مل جائیں اور آپ کو پسند آئیں ۔

تاخیر کی معذرت ،دعاؤں کی درخواست ۔احباب کو سلام ۔

نیاز مند

خورشید رضوی

خوشتر نورانی (نئی دہلی)

۲۰رمئی ۲۰۱۴ء

صبیح میرے دوست ! سلام قبول کرو

ہر حال میں اللہ کا شکر ہے!

عزیزاز جاں دوست اسیدالحق قادری[۱] کی بغداد میں ناگہانی شہادت سے زندگی بے رنگ و نور ہوگئی ہے،کسی علمی کام میں بھی جی نہیں لگتا،ڈھیروں فون آتے ہیں،بیگانی آوازیں گویا سمع خراشی کرتی ہیں،اس لیے کبھی اٹھا لیتا ہوں ،ورنہ یوں ہی رِنگ ہوا کرتی ہے-اب نہ وہ زندہ دل ہنسی رہی،نہ وہ دیوار شکن قہقہے، نہ وہ علمی مباحث رہے اور نہ راز و نیاز کی وہ باتیں-زندگی اتنی بدرنگ ہوجائے گی ،کبھی سوچا نہ تھا- اب تو حال یہ ہے کہ

جب ترا نام لیجیے تب چشم بھر آوے
اس طرح سے جینے کو کہاں سے جگر آوے

تم سے دل کو بہت رسم و راہ تھی اور اب بھی ہے،مگرتم اتنی دور ہو کہ تمہارے سینے سے لگ کر دل کا غبار بھی نہیں نکال سکتا-آج برطانیہ سے کچھ اہل علم ملاقات کے لیے آئے تھے، انھوں نے ایک بار پھر اسید میاں کا تفصیلی ذکر چھیڑ کر دل غم زدہ کو مضطرب کردیا ،کیوں کہ:

تاب کس کو ہے جو حال میؔر سنے

بے قراری جب حد سے بڑھی تو تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا،کیوں کہ اسید میاں سے تمہارا گہرا تعلق رہا ہے-تم ان کے نیاز مند رہے اور وہ تمہارے ناز بردار-وہ ہمیشہ تمہارے قدردان رہے اوردل سے تمہاری علمی خدمات کے معترف بھی-وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ’’صبیح رحمانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ’نعت رنگ‘ کے ذریعے ہندو پاک کے ایک بڑے حلقے کو اجتماعی طور پر نعت کے تنقیدی مطالعے اور نعت شناسی کا فنی شعور بخشا ہے-‘‘ وہ جب بھی ہندوستان کے علمی مذاکروں اورنجی مجلسوں میں اس بات کو دہراتے

تو اہل علم ان سے متفق نظر آتے-اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں نعت شناسی کے حوالے سے 'نعت رنگ' کے اجرا سے پہلے بھی کام ہوتے رہے اورایک صنف سخن کی حیثیت سے اس کی فنی شناخت کے لیے آوازیں بھی اٹھتی رہی ہیں، مگر یہ آوازیں پاکستان کی سرحدی فصیل کو توڑ کر ہندوستان کے علمی حلقے تک نہیں پہنچ سکیں،ان انفرادی آوازوں اور کوششوں کوتم نے نعت رنگ کے ذریعے استحکام عطا کیا اور اس قدر توانائی بخشی کہ ہندوستان کے ادبا اور علما اجتماعی طور پر نہ صرف نعت کے مذہبی پہلوؤں، بلکہ اس کے سماجی ، تہذیبی اور فنی رویے پر بھی غور وفکر کرنے لگے-ورنہ یہاں 'نعت' دینی محفلوں اورمیلادوں میں سمٹ کررہ گئی تھی -اس میں بھی رسول کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت اور ان سے والہانہ قلبی وابستگی کے اظہار سے زیادہ'حصول برکت' کا رجحان نمایاں تھا-اللہ کا شکر ہے کہ نعت کے حوالے سے ہندوستان میں یہ برف پگھلی-فکری جمودٹوٹا اوربصیرت اجاگر ہوئی-اس کا تمام تر کریڈٹ تمھیں جاتا ہے- نعت کے فنی مقام ومرتبے کی تعیین کے حوالے سے جب بھی تاریخ لکھی جائے گی'صبیح رحمانی' کونظرانداز نہیں کیا جاسکے گا-

تمھیں یاد ہوگا کہ جون ۲۰۱۰ء میں جب پہلی بارتم انڈیا آئے تھے تو یہاں کس طرح اسید میاں نے تمہارا والہانہ خیر مقدم کیا تھا-تمہاری میزبانی میرے حصے میں بھی آئی تھی، اس لیے جیسے ہی تمہاری آمد کی خبر اہل علم کو ہوئی،تم سے ملنے کی کے لیے لوگ بے چین ہوگئے-یہ دراصل تمہاری علمی خدمات کا اثر تھا-مولانا یٰسین اختر مصباحی[۲]،ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی[۳]، پروفیسر خواجہ اکرام[۴] ،مولانا عطیف قادری[۵]، احمد جاوید[۶]،ابرار کرت پوری[۷]، ذیشان احمد مصباحی[۸] اورڈاکٹر نوشاد عالم چشتی[۹] اور نہ جانے کتنے اہل علم تم سے ملے اورتمہاری خدمات کو سراہا-ان سبھوں کی خواہش تھی کی تمہارے اعزاز میں دہلی میں مختلف پروگرامز ہوں،مگر ایک تو تمہاری آمد کی پہلے سے اطلاع نہیں تھی اور دوسرا یہ کہ تم بہت کم وقت لے کر آئے تھے-تاہم اسید میاں تمھیں لے کر اجمیر شریف گئے، میں بھی تمہارا شریک سفر رہا، وہاں مختلف ادبی نشستوں کا انھوں نے انعقاد کیا،لوگوں نے تمھیں جی بھر کے سنا اورتمہاری مقبول بارگاہ نعتوں پر سر دھنتے رہے-یہاں ان باتوں کا ذکر اس لیے کررہا ہوں کہ اسید میاں کی شکل میں تمہاری اور میری ناز برداری کرنے والا مخلص اور بے لوث دوست اب نہیں رہا-اس کی بے پایاں محبتیں اب بے حد یاد آتی ہیں اور تڑپاتی ہیں-

اسی طرح تمھیں یاد ہوگا کہ مارچ ۲۰۱۱ء میں محدث اعظم مولانا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی پچاس سالہ وفات کے موقع پر گجرات انڈیا میں دو روزہ ''محدث اعظم انٹرنیشنل کانفرنس'' ہوئی تھی، یہ

کانفرنس شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں کی سرپرستی میں ہوئی تھی،جس میں دنیا کے مختلف ملکوں سے بے شمار علما،مشائخ اوراہل علم مدعو کیے گئے تھے-حضرت شیخ الاسلام اور ان کے نواسے مولانا سید قاسم اشرف صاحب کی خواہش پرخاص طور تمھیں بھی مدعو کیا گیا اور تم نے اس کانفرنس میں شرکت بھی کی-مجھے خوب یاد ہے کہ پانچ لاکھ سے زائد ٹھاٹھیں مارتاہوا مجمع تمھیں کس طرح سننے اور دیکھنے کے لیے بے تاب تھا-بلا شبہ تمہاری یہ بے پایاں عزت وتوقیرنعت رسول کریم ﷺ کی اشاعت کی رہین منت ہے- اس موقع پر بھی اسید میاں صرف تمہاری خاطر بدایوں سے بمبئی تشریف لائے اور بمبئی میں تمہارے اعزاز میں ایک پروگرام ''ایک شام صبیح رحمانی کے نام''رکھا-جس میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط،ندیم صدیقی اور بمبئی کے کافی اہل علم نے شرکت کی-بمبئی سے دہلی واپسی پرہندوستان کے معروف دانشور پروفیسر اختر الواسع[۱۰] بھی تمہارے اعزاز میں اردو اکیڈمی میں تمہارے اعزاز میں نشست چاہتے تھے،مگر وقت کم تھا،اس لیے یہ نشست نہیں ہوسکی-

اسید میاں نے نہ جانے کتنی بارتمھیں اپنی خانقاہ کے سالانہ عرس قادری میں بھی بلانے کی کوشش کی،مگر ویزا کے دائمی مسائل حائل رہے-اسید میاں سے ہم دونوں کی رفاقت کا یہ سفرمختصر رہا، بلکہ ان کی زندگی ہی بہت مختصر رہی،مگر اس مدت میں انھوں نے،اپنے علم وفضل،تحریر و خطابت، عجز و انکساری اوراخلاص ومحبت کے جونقوش چھوڑے ہیں،وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے-

میرے لیے خاص طور پر دعا کرو کہ اللہ کریم مجھے صبر عطا کرے اورعلمی، دینی اور تحقیقی ورک کرنے کی توفیقات۔ احباب کوسلام پیش کریں۔

تمہارا

خوشتر نورانی

☆خوشتر نورانی (پ:۱۹۷۵ء)، عالمِ دین، مصنف، محقق، ادیب، ناظمِ تعلیمات: جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء (نئی دہلی)، ترجمان: آل انڈیا مدرسہ کوآورڈینیشن کمیٹی، مدیر: ماہنامہ ''جامِ نور'' دہلی، مدیرِ اعلیٰ: پندرہ روزہ ''New Age Vision''، کتب: ''قلم کی جسارت''، ''دورِ جدید کے بعض مسائل: باز دید''، ''تعقبات''، ''فغانِ درویش''، ''ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی''، ''مشارق الانوار'' (دوجلدیں)،''علامہ فضل حق خیر آبادی۔ چندعنوانات''، ''روبرو'' (انٹرویوز۔تین جلدیں)، ''Islam, Jihad and Terrorism''، ''تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ ایک تحقیقی مطالعہ'' و دیگر۔

۱۔ علامہ شیخ اسید الحق قادری عثمانی بدایونی (۱۹۷۵۔۲۰۱۴ء) خانوادۂ عثمانیہ بدایوں کے چشم و چراغ، جامعۃ الازہر کے فارغ التحصیل، شیخ الحدیث (مدرسۂ قادریہ بدایوں) ۶۰ سے زائد علمی و تحقیقی مقالات اور ایک درجن سے زائد مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف و مؤلف، اردو و عربی زبان و ادب کے ماہر، نئی نسل کے نمائندہ عالم اور قلم کار تھے۔ ۴/مارچ ۲۰۱۴ء کو بغداد میں دہشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بنے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

۲۔مولانا یٰسین اختر مصباحی (پ: ۱۹۵۳ء)، عالمِ دین، ادیب، محقق، کتب: ''المدیح النبوی''، ''دانش کی نظر میں''، ''گنبد خضراء''، ''امام احمد رضا کی فقہی بصیرت''، ''اصلاحِ فکر و عقائد''، ''جشن میلاد النبی ﷺ''، ''موئے مبارک''، ''معارف کنز الایمان''، ''مسلم پرسنل لاء کا تحفظ''، ''پیغامِ عمل''، ''ردِّ بدعت و منکرات''، ''سوادِ اعظم''، ''شرحِ بخاری''، ''تعارفِ اہلِ سنت'' و دیگر۔

۳۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (پ: ۱۹۴۴ء)، ممبر: مجلس مشاورت، الجامعۃ الاشرفیہ، ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ: گورنمنٹ طبیّہ کالج، نئی دہلی۔

۴۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام (پ: ۱۹۶۴ء)، ایسوسی ایٹ پروفیسر: جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی۔

۵۔ مولانا عطیف قادری (پ:۱۹۸۲ء)، برادرِ خورد علامہ اسید الحق قادری، عالمِ دین، خطیب۔

۶۔ احمد جاوید (پ:۱۹۶۷ء)، نگران مدیر: روزنامہ ''انقلاب''، پٹنہ (بہار)۔

۷۔ ابرار کرت پوری (پ: ۱۹۳۹ء)، شاعر، ادیب، نعت نگار، کتب: ''ورفعنا لک ذکرک''، ''خوشبو خیال کی''، ''دلکش نظمیں''، ''مدحت''، ''خالقِ ذوالجلال''، ''غزوات''، ''بچپن''، ''حرف حرف ثنا''، ''قسام ازل''، ''شہرِ علم''، ''بعد از خدا''، ''حمد کہوں تو ہوا جیارا''، ''روشنی تخیّل کی''، ''عقیدت پارے'' و دیگر۔

۸۔ ذیشان احمد مصباحی (پ: ۱۹۸۴ء)، شریک مرتب: مجلّہ ''الاحسان'' (الٰہ آباد)، مدیر: سالانہ ''الاحسان'' (عربی)، سابق مدیر: ''جامِ نور'' (دہلی)۔

۹۔ ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی (پ: ۱۹۶۵ء)، ممبر: عام آدمی پارٹی، علی گڑھ۔

۱۰۔ ڈاکٹر اختر الواسع (پ:۱۹۵۱ء)، پروفیسر: اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی)، وائس چیرمین: اردو اکیڈمی دہلی، ڈائرکٹر: ذاکر حسین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (جامعہ ملیہ اسلامیہ)، مدیر: سہ ماہی ''اسلام اور عصرِ جدید''، ''Islam and the Modern Age''، ''اسلام اور ادھونک یوگ'' (ہندی)، ماہنامہ ''رسالہ جامعہ''، اعزاز: ''پدما شری ایوارڈ'' (انڈیا)۔

دوست محمد خان، ڈاکٹر (پشاور)

08-04-2002

محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

''نعت رنگ'' کا بارہواں شمارہ نظر سے گزرا۔ پسند آیا۔ نعت کے ساتھ اسلامی تعلق کے علاوہ طالب علمانہ تعلق بھی ہے۔ ''پشتو نعت عقیدۂ توحید کی روشنی میں'' میرا ایم فل کے لیے موضوع تھا۔

''السراج'' سالانہ کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی سرانجام دے رہا ہوں۔ اسلامک سینٹر میں اسلامیات پڑھاتا ہوں۔ استشراق پر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے۔

براہِ کرم ''نعت رنگ'' کے گزشتہ رسائل سے مستفید ہونے کی راہ نکالیے گا۔ ''نعت رنگ'' کو اسلامک سینٹر کے لیے مستقل طور پر لگانے کے لیے ڈائریکٹر سے منظوری کے لیے کوشش کروں گا۔

والسلام

خیراندیش

دوست محمد خان

☆دوست محمد خان، ریسرچ اسکالر، اسلامک سینٹر، پشاور یونیورسٹی، پشاور

راجا رشید محمود (لاہور)

۳/۷/۲۰۰۱

محترم المقام صبیح رحمانی ولیح زید مجدکم

سلام ورحمت

کچھ وقت اُس کام پر بھی لگا رہا ہوں۔

آپ کی بہن شہناز کوثر[۱] بھی اپنے بھائی کے جریدے کے لیے کچھ لکھنے کا داعیہ رکھتی ہے لیکن وہ میری طرح ''راجا رشید محمود لاہور'' کے بجائے '' شہناز کوثر، ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ 'نعت' لاہور'' کے

طور پر آپ کے پرچے میں آنا چاہتی ہے۔ پتا نہیں، یہ ممکن ہے یا نہیں؟

کل مدیر ''الکوثر'' کا مکتوبِ گرامی مل گیا ہے' اس میں آپ کے لیے ایک خط تھا جس کی برکت سے مجھے بھی عریضہ لکھنے کی سعادت مل رہی ہے۔

فضلی سنز کو ماہنامہ ''نعت'' رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جاتا رہے گا۔حساب کتاب آپ جانیں یا روزِ حساب۔

اگر آپ راغب مراد آبادی ہوتے تو خود بھی پنجابی میں شاعری کر سکتے اور میری پنجابی شاعری بھی پڑھ لیتے۔لیکن میں کیا اور میری شاعری کیا۔آپ پڑھ بھی لیتے تو کیا تھا۔

اگر آپ نے مجھے دعاؤں میں یاد نہ رکھا تو میں مارا جاؤں گا۔

راجا رشید محمود

پس نوشت: ابھی چند دن پہلے میں نے الکوثر والا مضمون ''اولیاتِ نعت'' دیکھا تو معلوم ہوا کہ مضمون لکھ کر دوبارہ نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے بعض جگہوں پر غلطیاں رہ گئی ہیں۔کہیں واحد جمع کی' کہیں کسی اور قسم کی۔اگر اسے چھاپنا ہو تو احتیاط سے پڑھ لیجئے گا۔

☆راجارشید محمود (پ: ۱۹۳۹ء)،معروف نعت گو شاعر، مدیر: ماہنامہ ''نعت'' (لاہور)، ۴۰ سے زائد مجموعہ ہائے نعت شائع ہو چکے ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں: ''ورفعنا لک ذکرک''، ''حدیثِ شوق''، ''مدح رسول''۔

ا۔شہناز کوثر (پ: ۱۹۵۵ء)، صاحبزادی راجا رشید محمود، ادیبہ، محققہ، طبیبہ، ڈپٹی ایڈیٹر: ماہنامہ ''نعت''، لاہور، کتب: ''قوسِ قزح''، ''حالاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت''، ''حضور ﷺ کا بچپن''، ''حضور ﷺ کی معاشی زندگی''، ''سیرت مصطفےٰ ﷺ''، ''حضور ﷺ کی مکی زندگی اور مسلمان''، ''حضور ﷺ اور مکہ مکرمہ''، ''ہجرت حبشہ''، ''حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین''، ''دربارِ رسول ﷺ کے اعزاز یافتہ صحابہؓ''، ''دربارِ رسول ﷺ کی اعزاز یافتہ صحابیات''، ''بیعت عقبہ''، ''محاوراتِ نعت''، ''مفتی غلام سرور لاہوری'' و دیگر۔

۷۔۵۔۲۰۰۱ء

برادرِ عزیز ومکرم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

آپ کے کئی گرامی نامے، کئی فون اور کئی روحانی رابطے میرے سامنے ہیں، لیکن میری

ناکردہ کاریاں بھی تو آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے :

(۱) مجھے معاف کردیا کریں

(۲) دعاؤں میں یاد رکھنا نہ بھولیں

اللہ کریم آپ کو خوش رکھے۔ آپ کے بار بار تقاضے اور مدیر "الکوثر" کے مکتوب اور اپنی شدید خواہش کے باوجود میں اُن کے لئے کچھ نہیں لکھ سکا ......اور اب تو وقت بھی گزر گیا ہوگا۔

فضلی سنز سے تین کتابیں مل گئی ہیں۔ آپ کے اشارے پر اس بار رسالہ براہِ راست انھی کو بھیج دیا گیا۔ لیکن ذمہ دار بہرحال آپ ہی ہیں۔ اللہ آپ کو مزید عملی خدمت کی توفیق دے۔

راجا رشید محمود

۲۸۔ ۵۔ ۲۰۰۱ء

برادرِ عزیز ومکرم صبیح رحمانی! سلام و رحمت۔

آپ کی مسلسل ماردھاڑ سے بالآخر گھبرا گیا ہوں اور ایک مضمونچہ "الکوثر" کو بھیج رہا ہوں۔ اس کی نقل اس خیال سے آپ کو بھیج رہا ہوں کہ اگر میرا بھیجا ہوا نہ ملے تو آپ بھجوا سکیں۔

"نعت رنگ" کا تازہ پرچہ مل گیا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ آپ میری "غیر مرتبیت" پر پریشان ہوتے رہیں۔ میں نہ شاعر نہ نثر نگار۔ میری تو ایک ہی تمنا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں، اپنے آقا حضور ﷺ کی ثنا میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھتا چلا جاؤں۔ کبھی کوئی بات پسند خاطر سرکار ﷺ ہوگئی تو بات بن جائے گی۔

"نزول"[۱] آپ کی طرف سے نزولِ اجلال فرما چکی ہے۔ شکریہ! آفتاب کریمی کی انگریزی نعتیں کہاں ہیں۔

مئی کا شمارہ فضلی سنز کو رجسٹرڈ ڈاک سے گیا تھا، جون کا بھی اسی طرح بھیج دوں گا۔ بعد میں آپ کی رہنمائی کے لیے نگراں ہوں۔

دعاؤں کا طالب

راجا رشید محمود

ا۔شفیق الدین شارقؔ، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت،۱۴۴ص

۲۰۰۲/۴/۱۰

برادرِمکرم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

آپ کے کہنے پر ایک مضمونچہ[۱] محسن کا کوروی مرحوم پر لکھ دیا ہے،۔اگر''سفیرِ نعت'' مکمل نہ ہو گیا ہوتو شامل کرلیں ۔دوسری صورت میں ''کوئی بات نہیں''۔

دردؔ کا کوروی کا ایک مضمونچہ ملا ہے' وہ بھی بھیج رہا ہوں ۔اگر پہلے سے سامنے نہ ہوتو شاید کام آجائے ۔

شہناز کوثر کی اسناد کی عکسی نقل حاضر ہے۔اس نے ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔اردو کیا ۔بعد میں ڈویژن ''امپرووُ'' کی ۔سنا ہے کہ ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔کرنے والوں کے لیے ''ایم فل'' کی گھاٹی عبور کرنا ضروری نہیں ۔اگر ایسا ہے تو اسے پی ایچ۔ڈی کا کوئی موضوع دلوادیں ۔

اِن شا اللہ حسبِ وعدہ اپریل کے اواخر تک '' نعت رنگ'' میں حاضری کی سعادت مل جائے گی ۔شہناز کو بھی اور شاید مجھے بھی ۔

جن احباب نے فون پر خط کے ذریعے یا کسی دوست کی وساطت سے تعزیت کی ہے یا دل میں (بغیر مجھے یا کسی اور کو بتائے) مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی ہے، ان سب کا شکرگزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دین ودنیا کی نعمتوں سے نوازے ۔

دعا گو دعا جو

راجا رشید محمود

پس نوشت: اگر آپ نے یا کسی اور دوست نے سید ہجویر داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی منقبت کہی ہوتو اس کی نقل بھجوادیں ۔شاید اوقاف والے مناقب کا ایک کتابچہ چھاپنے اور مفت تقسیم کرنے پر رضا مند ہو ہی جائیں یکم مئی کو ایک مشاعرۂ نعت ومنقبت بھی ہوگا۔ان شا اللہ ۔

ا۔ ''محسن کاکوروی کی نظم دل افروز''، مشمولہ: کتابی سلسلہ ''سفیر نعت'' (محسن کاکوروی نمبر)، مرتب: آفتاب کریمی، ستمبر ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۴۔۲۰۵

۱۲۔۴۔۲۰۰۲ء

برادرِ مکرم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

ایک مضمونچہ ''محسن کاکوروی کی نظم دل افروز'' بھیج چکا ہوں ۔امید ہے مل گیا ہوگا ۔

خالد بزمی مرحوم کا ایک مضمون ''محسن کا کوروی ۔نعتیہ شاعری میں ایک معتبر نام'' حمایت اسلام لاہور (مارچ ۹۲ء) میں چھپا تھا۔

ایک چھوٹا سا مضمون عمر علوی شاہین کا ''محسن کاکوروی۔شخصیت اور شاعری'' ماہنامہ سیارہ لاہور (اکتوبر ۶۲ء) میں شائع ہوا تھا ۔

اور ایک چھوٹا مضمون ''مولانا محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری'' ضیائے حرم فروری ۱۹۷۳ء میں تھا جس کے ساتھ مضمون نگار کا نام نہیں ہے۔

اگر ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو اور گنجائش بھی تو فوٹو سٹیٹ بھجوا سکتا ہوں ۔

دعاؤں کی درخواست ہے

''نعت رنگ'' کے لئے آپ کے کہنے پر اپنے ایک مضمون ''نعت میں ذکر میلادِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) [ا] میں اضافے کررہا ہوں ۔اس خیال سے کہ شاید زیر تدوین شمارہ میلاد شریف پر لا یا جارہا ہے ۔

راجا رشید محمود

ا۔ مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۳، ص ۵۹۔۱۶۱

۲۰۰۲/۴/۲۱

محترم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

عجیب بات ہے کہ محسنؒ والے مضمون کی فوٹو سٹیٹ میں نے کروالی تھی' وہ اب حاضر ہے۔

ڈاکخانے والوں سے ڈر کر TCS کی وساطت پسند کی ہے۔خدا کرے خوش گمانی درست ہو۔''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۱۳۷ سلپس [slips] حاضر ہیں ۔میں نے محنت کر لی ہے' نقل میرے پاس نہیں ہے۔اس لیے خدارا اسے ضائع نہ ہونے دیجئے ۔کسی وجہ سے'' نعت رنگ'' میں نہ بھی چھاپنا ہو تو احتیاط سے مجھے واپس کر دیجئے کہ ''نعت'' میں چھاپ لوں ۔

محسن کاکورویؒ پر تین مضامین کی فوٹو سٹیٹ بھی حاضر ہے ۔

شہناز کوثر کی اسناد کی فوٹو سٹیٹ بھی دوبارہ بھیج رہا ہوں ۔بنیادی طور پر شہناز نے ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔کیا تھا بعد میں ڈویژن امپروو کی تھی ۔اور شاید ۱۹۹۳ء والوں کے لئے ایم۔فل۔ضروری نہیں ہے ۔اگر ایسا ہے تو مہربانی سے اسے پی ایچ۔ ڈی۔ کے لیے ٹاپک ڈلوا دیجئے ۔وہ مضمون لکھ رہی ہے' چند دنوں میں بھیج دیا جائے گا ۔

آپ کو محسن والے مضمون کی رجسٹری ۲۰۰۲/۴/۱۱ کو ڈاکخانہ قرشی دواخانہ لاہور سے کروائی تھی۔ رسید نمبر ۱۱۴۹ ہے ۔ڈاکخانے والوں کا کہنا ہے کہ آپ (صبیح) اپنے کراچی کے ڈاکخانے والوں سے پوچھیں کہ اس نمبر اور اس تاریخ والی رجسٹری انھیں وصول ہوئی ہے یا نہیں ۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ احباء واعزّہ کو سلام مسنون

والسلام

راجا رشید محمود

پس نوشت: اگر یہ پیکٹ مل ہی جائے تو از راہِ کرم اطلاع دے دیں ۔

۲۰۰۲/۱۲/۱۶

محترم المقام صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

۶ جنوری ۲۰۰۳ (پیر) کو صبح دس بجے سیمینار ہال' مرکزِ معارفِ اولیاء داتا دربار کمپلیکس میں ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کی کتاب (پی ایچ۔ ڈی کے مقالے) ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعت''[ا] کی تقریب رونمائی ہوگی اور ۲ بجے وہیں نعتیہ مشاعرہ (ماہانہ) ہوگا ۔

اگر آپ ان دونوں تقریبات میں شرکت فرمائیں ۔کتاب پر اپنے خیالات کا اظہار کریں اور

مشاعرے میں بھی نعت سنائیں تو بہت اچھا ہو۔

کتاب چھپتے ہی آپ کو بھیج دی جائے گی۔مصرع طرح میں ابھی بتائے دیتا ہوں :

ہیں تا ابد حضور ﷺ کی فرماں روا ئیاں

(حافظ محمد افضل فقیر۔وفات: ۸جنوری ۱۹۹۴ء)

آپ کو ایک طرحی اور ایک سے زیادہ غیر طرحی نعتیں سنانی ہوں گی۔کتاب پر بھی کچھ پڑھنا ہوگا۔محکمۂ اوقاف پنجاب آپ کی خدمت میں ہوائی جہاز کا کرایہ پیش کرے گا۔ازراہِ کرم یہ عریضہ ملتے ہی اطلاع دیں کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔تاکہ دعوت نامے کی دیدہ زیبی میں اضافہ ہو۔

والسلام مع الاکرام

راجا رشید محمود

۱۔''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری''،۲۰۰۲ء، لاہور: مرکز معارف اولیاء، محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، ۱۰۰۰ص

۲۰۱۳/۱۱/۶

محترم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت

آپ کا رجسٹرڈ والا نامہ اس وقت آیا جب میں اسلام آباد میں تھا۔واپسی پر دیکھا۔آپ کے حکم کے مطابق پورا مضمون اپنے ''سوادِ قلم'' میں لکھنا تو ممکن نہیں لیکن یہ یقین دلانے کے لیے کہ مضمون میرا ہی لکھا ہُوا ہے میں نے ہر صفحے کے اختتام پر دستخط کر دیے ہیں۔

میں تو مدینہ طیّبہ میں ہر ملنے والے سے یہ پوچھتا رہا کہ صبیح رحمانی صاحب کہاں ہیں لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔میں ۱۶/ ستمبر سے ۶/اکتوبر تک شہر سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رہا۔

امید ہے کہ آپ مع الخیریت ہوں گے۔

''مناقب خواجہ غریب نوازؒ'' چھپ گئی ہے، الگ ڈاک سے بھجواؤں گا۔

راجا رشید محمود

راغبؔ مرادآبادی (کراچی)

07-10-1995

عزیزم صبیح رحمانی! سلام ورحمت۔

''نعت رنگ'' کی اشاعت پر دلی مبارک باد قبول فرمایئے نعتوں پر قرآن وسنت اور زبان وبیان کی اساس پر دیانت دارانہ تنقید سے نعت گو حضرات کو فائدہ پہنچے گا۔ میں شکر گزار ہوں گا اگر مجھ ہیچ مدان کے نعتیہ مجموعے بھی پیش نظر رہیں۔ اکابر شعرا کے کلام میں بھی بے احتیاطیاں نظر آتی ہیں۔ یہ کارِخیر ہے اور اس کی جزا اللہ جل شانہ دیں گے۔ لوگ کیا کہتے ہیں اس کی پروا نہ کریں۔

جب خود اللہ بھی لوگوں کی زباں سے نہ بچا
ہم ہیں پھر کون کہ ہم پر کوئی الزام نہ ہو

''نعت رنگ''

اک آئینہ ہے صبغۃ اللہ کا
بلاشک، بہت خوب ہے نعت رنگ
بہ سعیٔ صبیحؔ، فدائے رسول
مسلماں کو محبوب ہے نعت رنگ
مرتب ہیں اس کے سزاوارِ قدر
بہت ہی خوش اسلوب ہے نعت رنگ
بخوبی ہیں اس سے بھی واقف صبیحؔ
کہ راغبؔ کو مرغوب ہے نعت رنگ

طالبِ دعا
راغبؔ مرادآبادی

☆ راغب مرادآبادی (۱۹۱۸۔۲۰۱۱ء)، اصل نام: سید اصغر حسین، معروف شاعر، تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ تصانیف: ''ساغر صد رنگ''، ''عزم و ایثار''، ''ضیائے سخن''، ''رگِ گفتار''، ''مدحتِ خیر البشر''، ''مکالماتِ جوش و راغب''، ''ہمارا کشمیر''، ''محنت کی ریت''، ''بحضور خاتم الانبیاء'' (رباعیات)، ''تاریاں دی لو'' (پنجابی کلام)۔

رزاؔق افسر (میسور، انڈیا)

17-07-2003

محترم المقام جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

سلام مسنون وخلوص بیکراں۔

بحمداللہ! بندہ بخیر اُمید کہ آپ اور جمیع اراکین ادارہ بعافیت ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ سہ ماہی ''اسباق'' پونہ تازہ شمارہ بات جولائی تا دسمبر 2002ء میں صفحہ نمبر29 میں نعت ریسرچ سینٹر (رجسٹرڈ) کراچی کے قیام کی خبر پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ ایک مدت کے بعد دین کے دو اہم موضوعات یعنی حمد و نعت کی تحقیق اور اس سلسلے کے دوسرے اہم امور انجام دینے کے لیے ایک باقاعدہ ادارے کا قیام عمل میں آیا ہے اور کئی ایک منصوبوں پر کام شروع ہو چکا ہے اس احسن پیش رفت پر دلی مبارک باد عرض ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ ادارے کو مزید استحکام اور ٹھوس ترقی عطا کرے اور جس مشن پر کام شروع ہوا ہے۔ جلد سے جلد تکمیل کو پہنچے آمین۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں بھی اردو شعرو ادب سے وابستہ ہوں اور اپنے شہر میں اردو ادب کے فروغ کے لیے مقدور بھر ممکنہ خدمات تقریباً پینتیس سالوں سے کرتا آیا ہوں اسی ناتے اربابِ ادب سے رابطے بھی بحال ہوئے۔ پچھلے سترہ سالوں سے بینائی کی غیر معمولی خرابی میں مبتلا ہوں۔ طویل علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا لیکن بفضل تعالیٰ فکر وقلم دونوں رواں دواں ہیں۔ تخلیقی عمل جاری ہے ملک اور بیرونِ ملک سے شائع ہونے والے چھیالیس ادبی رسائل اور 42 اخبارات میں اشاعت کے سلسلے بحال ہیں۔ رسائل و اخبارات میں تقریباً 1,600 تخلیقات شائع ہو چکے ہیں تین شعری مجموعے (۱) ''آبشار''، فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی اشتراک سے 1981ء۔ (۲) حمد و نعت اور مناقب پر مشتمل دوسرا شعری مجموعہ ''اعتراف'' سال 1990ء اور تیسرا (۳) غزلوں پر مشتمل ''شب چراغ'' دونوں کرناٹک اردو اکیڈمی کے مالی اشتراک سے شائع ہوئے ابھی آٹھ مسودے اشاعت کے منتظر میز پر دھرے ہوئے ہیں۔ اس خط ک ساتھ چند غیر مطبوعہ حمد و نعت کی نقول اور دوسرا شعری مجموعہ ''اعتراف'' دونوں آپ کے نام میرے ایک عزیز کی معرفت جو دبئی میں مقیم ہیں آپ کے نام بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ ڈاک ملتے ہی جواب سے شادکام فرمائیں گے۔

حمد، نعت، مناقب، غزل، پابند نظم، آزاد نظم، مختصر نظمیں، مکالماتی نظمیں، قطعات، ثلاثی، ماہیے، مرحومین کے نام نوحے (جس میں تاریخ گوئی بھی شامل ہے) پر طبع آزمائی کا سلسلہ بحال ہے۔ ماہ نامہ ''نقوش'' لاہور کے خصوصی مرحوم محمد طفیل نمبر کی دوسری جلد میں موصوف مرحوم کی رحلت پر لکھی

ہوئی نظم آپ دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کے ہر سالہ عرس میں دو تین منظوماتِ عقیدت لکھتا رہا ہوں اور یہ سلسلہ تقریباً 28 سال سے جاری ہے۔ موصوف شہیدؒ کے نام لاہور اور کراچی سے شائع ہونے والی کتابوں میں تین چار نظمیں شامل ہیں۔ ادارہ بزمِ اردو میسور کا بانی رکن اور 33 سالوں سے اس ادارے کا مستقل سیکریٹری ہوں۔ اُمید ہے کہ فوری جواب سے شادکام فرمائیں گے۔ آپ کے ادارے کے کاموں میں ممکنہ تعاون مجھ سے ہمیشہ ملے گا۔ ان شاء اللہ اس سلسلے میں چند ضروری باتیں درج ذیل ہیں:

1- حضرت امیر مینائیؒ اور علامہ منور بدایونی اور مولانا ضیاء القادری، احمد رضا خان بریلویؒ اور احسن مارہروی کے نعتیہ دیوان ضرور حاصل کریں اور آزادی سے بہت پہلے نعت کے دو انتخاب شائع ہوئے تھے جن کا نام مدحیہ کلام حصہ اوّل اور حصہ دوم جن میں کئی نعت گوشعرا اکٹھے ملیں گے۔

2- مرحوم امجد حیدرآبادی کی رُباعیات کا دیوان۔

3- شہر بنگلور کرناٹک کے متوطن مرحوم علامہ عبدالحیٔ احقر کا نعتیہ دیوان اور سیرت پر لکھی ہوئی ضخیم کتاب جنان السیر جو 32000 شعروں پر مشتمل ہے اور پچھلی ایک صدی سے اس کے ایڈیشن ہر تین چار سال میں ایک شائع ہوتا رہتا ہے، موصوف مرحوم کی ڈیڑھ سو کتابیں شائع ہوئیں جن کا تعلق دین سے ہے۔

4- عربی قصیدہ بردہ شریف مصنفہ حضرت سیّدنا شرف الدین امام بوصیری متوطن مصر کا اردو مقفع ترجمہ مرحوم محمد حسین عارف جو کشمیر ہائی کورٹ کے جج نے بہت اچھا کیا ہے جو 1986ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔ضرور حاصل کریں۔

جمیع اراکین ادارہ کو سلام و نیاز۔ دعاؤں میں یاد رکھیں جواب سے شادکام فرمائیں۔

طالب دعا

رزاق افسر

☆رزاق افسر، بانی ممبر و سیکریٹری بزمِ اردو میسور

رشاد عثمانی، شاہ (کرناٹک، انڈیا)

11-12-1996

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

گرامی نامہ مورخہ 15/نومبر 96ء ''نعت رنگ'' کے شماروں اور نعتیہ مجموعوں کے ساتھ براہِ وطن (گیا، بہار) کل یہاں موصول ہوا۔ اس کرم فرمائی کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر 3 ابھی وطن میں احباب کے درمیان گردش کر رہا ہے۔ پہلے دونوں شمارے جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے کتب خانہ میں بھی دیکھنے کو ملے تھے۔ کراچی و لاہور کی اکثر مطبوعات برادرم عبدالمتین منیری بھٹکلی (حال مقام دبئی) کے توسط سے یہاں آجاتی ہیں، جس سے استفادے کا موقع مجھے بھی مل جاتا ہے۔

''نعت رنگ'' کا پہلا ہی شمارہ دیکھ کر طبیعت پھڑک اُٹھی تھی اور آپ حضرات کے لیے بے اختیار دعائیں نکلی تھیں۔ بلاشبہ ظاہری و باطنی حسن سے آراستہ دستاویزی رسالہ آپ نکال رہے ہیں۔ اس شمارے کا تینوں حصے تحقیق نعت، تنقید نعت اور نعتیہ مجموعوں پر تبصرہ، وقیع و رفیع ہے اور وسیع مسائل و مباحث پر محیط ہے۔ اردو نعت کی باضابطہ تحقیق و تدوین کا کام تو گزشتہ دو تین دہائیوں سے جاری ہے اور اس موضوع پر بعض معرکہ کی چیزیں سامنے آگئی ہیں، مگر تنقید نعت کا کوئی کام ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا، گویا آپ نے مطالعۂ نعت کی ایک نئی طرح ڈالی ہے جو بے حد مفید و مستحسن ہے مگر اسے تنقید نعت کے بجائے نعت کا شرعی محاسبہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اردو نعت کا مطالعہ اسلامی فکر اور شریعت محمدیﷺ کی روشنی میں کیا جائے اس لیے کہ نعت گوئی ایک مشکل اور نازک فن ہے، ذرا سی لغزش شاعر کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتی ہے، عقیدہ و ایمان اور عشق و محبت کی ہم آہنگی اور خلوص و وابستگی کے بغیر کوئی شاعر نعت کا ایک شعر نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کے کلام میں تاثیر ہی پیدا ہوسکتی ہے۔ عرفی جیسا خودپسند اور متکبر شاعر بھی جب اس میدان میں آتا ہے تو کانپ اُٹھتا ہے، اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

جدید ادب کی فکری بے راہ روی اور فنی بے اعتدالیوں کے درمیان نعت کی مقبولیت اور اس کی بے پناہ وسعت نہایت خوش کن جزیرہ ہے اور یہ عصری ادب کا ایک خوش آئند اور مستحسن پہلو ہے جو

ادب و زندگی دونوں کی خیر و فلاح کا ضامن ہے۔ ارضِ پاک میں تو اب یہ ادبی رجحان ایک عوامی تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ان حالات میں محتاط رویہ کی اب اور زیادہ ضرورت ہے۔ آپ قابل مبارک باد ہیں کہ دنیائے نعت میں اس جہت سے آپ نے پہلی آواز اُٹھائی اور نعت میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے لایا۔ عاصی کرنالی، رشید وارثی، اور عزیزاحسن کے مقالات، ممنوعاتِ نعت، نعت نگاری میں ذم کے پہلو اور نعت نبی ﷺ میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں۔ دراصل اردو نعت کا بہترین شرعی محاسبہ ہیں۔ اُمید ہے کہ اس سلسلے کو آپ مزید آگے بڑھائیں گے اور نئ نئ تحقیقی کاوشوں کو پیش کرتے رہیں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر2 بھی قیمتی مقالات سے مزین ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہر حصے پر اظہارِخیال کروں مگر طوالت کا خوف مانع ہے، تاہم عصرحاضر میں نعت نگاری کے مختلف رنگ اور پہلو کو آپ نے جس ترتیب اور معنویت کے ساتھ جمع کردیا ہے، اس کی تعریف کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ عہد جدید کی نعت نگاری کے عنوان سے مذاکرہ بہت خوب ہے۔ جس سے موجودہ ادبی صورتِ حال کی بھی عکاسی ہوجاتی ہے۔ آپ کے مضمون سے دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری سے واقفیت حاصل ہوجاتی ہے۔ شبیر احمد قادری کا مضمون ''جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں استمداد، استغاثہ و فریاد'' مجھے بطورِ خاص پسند آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو نعت عصری آگہی، ملّی شعور اور اجتماعی درد کا مرقع ہے۔ خصوصاً عصرحاضر میں ملت اسلامیہ پر مصائب و آزمائش کا طوفان ٹوٹ پڑا ہے، اس کی بھرپور عکاسی نعتیہ شاعری میں بھی ہوتی ہے۔ شہید وفا ڈاکٹر سیّد آفتاب احمد نقوی (پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور) عصری اردو نعت کے عظیم ادیب و محقق اور عاشق تھے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس شمارے کا نصف حصہ اُن کے نام مختص کردیا۔ معلوم نہیں کہاں کہاں سے میرا پتا حاصل کرکے ''اوج'' کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں اپنے گراں قدر گرامی نامہ کے ساتھ مرحوم نے مجھ جیسے گم نام اور دُور افتادہ شخص کو ارسال فرمائی تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ نعتیہ ادب کا یہ ایک ایسا دستاویزی نمبر ہے جو انھیں دنیائے ادب میں عمر دوام عطا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

خط خاصا طویل ہوتا جارہا ہے، خوب صورت نعتیہ مجموعہ ''جادۂ رحمت'' از صبیح رحمانی اور ''آپ ﷺ'' از حنیف اسعدی، اس وقت مطالعہ کی میز پر میرے سامنے ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان پر تبصرہ لکھ کر یہاں کے رسالوں کو بھیج دوں گا اور اس کی نقل آپ کی خدمت میں بھی ارسال کردوں گا۔

میری کتاب ''اردو شاعری میں نعت گوئی''[ا] اس وقت یہاں موجود نہیں، وطن گیا بہار سے

یہاں منگوا کر جلد ہی رجسٹری سے ان شاء اللہ آپ کے نام ارسال کروں گا۔

ایک مضمون ''اردو میں نعت گوئی کا ارتقا'' بہت پہلے لکھا گیا تھا جو لکھنؤ کے ایک ادبی رسالہ میں شائع بھی ہوا، اس کی نقل ارسال خدمت کر رہا ہوں، شاید کبھی آپ کے کام آ جائے۔

رفقائے کار کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

جواب سے شاد کام فرمائیں، منتظر رہوں گا۔

والسلام۔خیر طلب

رشاد عثمانی

☆شاہ رشاد عثمانی، شاعر، ادیب، محقق، کتب: ''اردو شاعری میں نعت گوئی''، ''ادب کا اسلامی تناظر''۔

ا۔ (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ۱۹۹۱ء، دہلی، ۳۳۶ص

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے نمبر۹ اور ۱۰ موصول ہوئے۔ ساتھ ہی عصر حاضر کی بزرگ ادبی وشعری شخصیت جناب پروفیسر سیّد محمد ابوالخیر صاحب کشفی کا خوب صورت نعتیہ مجموعہ ''نسبت''[۱] نظر نواز ہوا۔ ان قیمتی تحفوں کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔

نعت گوئی کے فن پر جناب ابوالخیر کشفی صاحب کی تحریریں مختلف ادبی رسائل خصوصاً ''نعت رنگ'' میں پڑھنے اور مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہے، اور اسی طرح رسائل میں ان کی نعتوں سے محظوظ و مستفیض ہوتا رہا ہوں، مگر اب اتنی ساری نعتوں کو ایک ساتھ ایک مجموعہ کی صورت میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، اس کے مطالعہ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ پروفیسر کشفی صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں اور اس مجموعہ کی اشاعت پر مبارک باد بھی۔

کئی ماہ ہو گئے، میں نے اپنی ایک نئی کتاب ''ادب کا اسلامی تناظر'' آپ کی خدمت میں بہ ذریعہ رجسٹرڈ ڈاک بھجوائی تھی۔ معلوم نہیں ملی بھی یا نہیں۔ براہ کرم اس کے بارے میں بھی ضرور لکھیے۔

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے ابھی سرسری طور سے دیکھ سکا ہوں، دو دن قبل ہی یہ ڈاک سے ملے ہیں۔ آپ نے حسب معمول نہایت معیاری اور قیمتی مضامین جمع کر دیے ہیں، جس سے نعت کے فن پر نئے نئے مباحث سامنے آ رہے ہیں اور موضوع سے متعلق کئی نئے پہلو روشن ہو گئے ہیں، اس طرح ''جہان نعت'' میں آپ کے رسالہ کے ذریعے بڑا قیمتی اضافہ ہوا ہے اور یہ بلاشبہ آپ کا ایک بڑا

کارنامہ ہے۔ اس خدمت عظیم پر میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۰ کی خاص چیز پروفیسر شفقت رضوی کا وہ طویل مقالہ ہے جو اردو نعت کی تحقیقی وتنقیدی کتب پر تنقیدی تبصرے کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ موصوف نے خاصی محنت کی ہے اور تاریخی نوعیت کا کام انجام دیا ہے۔جس سے میرے جیسا نعت کا ایک معمولی طالب علم ہی نہیں، ماہرین شعر و ادب بھی استفادہ کریں گے۔ میں نے تو اس مضمون کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھا اور ایک بار میں جب سیری نہیں ہوئی تو دوسری بار خوب چباچبا کر پڑھا اور یقیناً میرے علم میں اضافہ بھی ہوا اور مطالعہ کی کئی نئی جہات واضح ہوکر سامنے آگئیں، جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ اس مبسوط مقالہ کی تخلیق پر میری طرف سے پروفیسر شفقت کی خدمت میں مبارک باد پیش فرما دیں۔ہاں اس وقت صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مقالہ کے حرف آخر کا دوسرا حصّہ ، جو مضمون کا آخری پیراگراف ہے اور صفحہ نمبر۱۳۷ پر شائع ہوا ہے، میرے خیال میں شاید اس کی ضرورت نہیں تھی۔بہرحال بے باکی اور صاف گوئی اس مضمون کی خاص خوبی ہے۔ ابھی تو میں صرف رسالہ کی مختصر رسید لکھنے بیٹھا تھا اور یہ خاصا طویل خط تیار ہوگیا۔جس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔آئندہ اِن شاء اللہ پورا رسالہ پڑھ کر خاص طور سے اس مضمون کے حوالہ سے اپنے تأثرات تحریر کروں گا۔

رشاد عثمانی

ا۔مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ص۹۶

رشید اختر خاں (بہار، انڈیا)

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

گزشتہ سال سمرسٹہ (پنجاب) سے ایک صاحب بھارت آئے تھے، غالبًا نومبر ۹۷ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ اپنی واپسی پر کراچی ہوکر جانے تھا، چناں چہ اُن کے معرفت کئی عزیزوں اور دوستوں کے نام خطوط کے پیکٹ بھیج دیا۔ انھوں نے اپنی معذوری بتاتے ہوئے اتنا ضرور کیا تھا، سارے لوگوں کو خطوط پہچانا تو ممکن نہیں لیکن کسی ایک سینٹرل پوائنٹ پر ضرور پہنچا دوں گا جہاں سے سب کو خطوط مل جائیں گے۔ میں نے غنیمت سمجھا کہ ڈاک سے بیش تر خطوط ضائع ہوجائیں گے آدمی معقول تھے گرچہ اُن کا تعلق شعر و ادب سے نہیں تھا۔آپ کے نام جو لفافہ بھیجا اس میں مختلف چیزیں تھیں جن کی تفصیل

کچھ اس طرح ہے:

۱۔ ''نعت رنگ'' پر اپنے تاثراتی مضامین کا ترانہ جو یہاں کے ہندی اخبار میں بزبانِ ہندی شائع ہوئے۔

۲۔ آپ کے نعتیہ اشعار، جو ہندی رسم الخط میں منتقل کر کے عیدمیلادالنبی کے موقع پر یہاں کے ہندی اخبار شائع کرایا تھا۔

۳۔ اپنا مضمون اردو کی نعتیہ شاعری پر ہندی اثرات کی زیراکس کاپی وہ مضمون آل انڈیا سے نشر ہو چکا ہے۔

۴۔ ایک دوسرا مضمون ''عہدحاضر کی اردو نعتیہ شاعری'' زیرترتیب کتاب سے ایک اقتباس برائے اشاعت ''نعت رنگ''

۵۔ ''نعت رنگ'' کے لیے کرشن موہن کی ایک عمدہ نعت۔

آپ کی طرف سے مکمل خاموشی کی وجہ سے میں بالکل مایوس ہوگیا، یقیناً یہ ساری چیزیں آپ تک نہ پہنچ سکیں مجھے اس نقصان کا بے حد افسوس ہے۔ اور وہ سب کچھ دوبارہ جمع و ترتیب کے بعد بھیجنا محال عمل ہے۔ پھر بھی آپ سے رابطہ کے بعد کوشش کروں گا، ان شاء اللہ۔

میں آپ کے لیے اجنبی ضرور ہوں لیکن ایک خاص تعلق ونسبت کی بنا پر آپ میرے بڑے قریب ہیں اور یہ عقیدت مندی میرے لیے باعث فخر و سعادت ہے۔ اس حقیر کو اردو کی نعتیہ شاعری سے خصوصی دلچسپی تو ہے لیکن نعت کے اشعار کہنے کی صلاحیت و سعادت سے محروم ہے۔ مدح و مداح رسولﷺ پر کچھ تخلیقی کام کر کے ایک وسیلہ ضرور بنانا چاہتا ہوں کہ دربارِ رسالتﷺ میں اُن خوش نصیب نعت گوشعرا کے ساتھ پچھلی قطار میں شامل ہونے کی سعادت مجھے بھی نصیب ہوجائے۔ عہدحاضر کی اردو نعتیہ شاعری پر ایک طویل و بسیط تنقیدی کام کر رہا ہوں (یہ کام ۱۹۸۸ء میں ''جدید اردو نعت ایک مطالعہ'' کے عنوان سے شروع ہوا لیکن کتابت و طباعت کے دشوار ترین مرحلے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر ناتمام مسودہ محفوظ رکھ دینا پڑا) اب اُسی مسودہ کو ازسرنو نظرثانی اور اضافہ کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش جاری ہے اور کاوش تو یہ ہے کہ اس طرح کے سابقہ کاموں کے کچھ منفرد انداز کی یہ چیز ہو۔ خاص طور سے عہد بہ عہد اردو نعت گوئی کی تاریخی وتخلیقی سفر میں زماں و مکاں کی تبدیلی عصری میلانات، اردو شاعری کے بدلتے مزاج و رجحان اور نت نئے تجربات وسعت فکر کی ہمہ گیری کے ساتھ آج کی نعتیہ شاعری اس دور میں داخل ہوکر اسے عہد نعت قرار دیا جانے لگا ہے۔ مجوزہ کتاب میں

اسباب وعوامل کے ساتھ تخلیقات کے حوالہ سے ایک اہم بحث شامل ہے۔ موضوع کے تنوع اور وسعت کے لحاظ سے کام پھیلتا جارہا ہے اور اسے سمیٹنا مشکل ہے۔ ورفعنا لک ذکرک دعا کیجیے یہ اہم کام سرانجام پاجائے کہ اس خاکسار کا دین و دنیا دونوں سنور جائے۔ اس کے علاوہ موضوع نعت پر کچھ دوسرے عنوان سے بھی کام ہوچکا کچھ تبصرے و مضامین کی شکل میں بھی اور کچھ تحقیقی بھی ۔سید الطائفہ محققِ نعت سیّدی رفیع الدین اشفاق صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر عہدحاضر کے اہم نعت گو جناب حفیظ تائب صاحب کے تیسرے مجموعہ نعت ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''[۱] ایک تبصرہ تیار ہوچکا ہے ٹائپ کاری کی دیر ہے رمضان کے بعد یہاں اردو بک ریویو کے ساتھ آپ لوگوں کو بھی ایک کاپی بھیجوں گا۔ ان شاء اللہ۔

میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ نہ تو میں کسی علمی انجمن سے وابستہ ہوں اور نہ ہی کسی تعلیمی ادارے سے، حصولِ معاش کے لیے مرکزی حکومت کے پرویڈنٹ فنڈ ڈپارٹمنٹ میں شعبہ آڈٹ سے متعلق ہوں جس کا علم و ادب سے کوئی تعلق نہیں اور دفتری مصروفیات بھی بے پناہ ہے لیکن کچھ تو خاندانی پس منظر اور کچھ قلندر صفت حضرات کے صحبت صالح نے دل کی تاریکیوں میں ایک قندیل تو منور کردیا ہے۔ لیکن اس کی لو اتنی مدھم ہے کہ دنیاوی حرص و ہوس کی تیز آندھی اسے گل نہ کرے۔ عمر رائیگاں کے بیش تر حصے یوں ہی نکل گئے زادِ راہ کے لیے اب تک کچھ نہ ہوسکا۔ آپ جیسے لوگوں کے جذبہ عشق صادق کی سرشاری اور اس میں ڈوبی ہوئی تخلیقات نیز دوسرے کاموں کے عزم و حوصلے کو دیکھ کر رشک آتا ہے اور بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

ہمارے مسائل کے پیش نظر اپنے قیمتی مشوروں، کتابوں سے میری رہنمائی اور تعاون فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اس گنہ گار کی کاوشیں بھی بارآور ہوں۔ آمین

''نعت رنگ'' کے چار شمارے کسی طرح دست یاب ہوئے اُسکے بعد کے شمارے دیکھنے کی تمنا دل میں ہے لیکن مایوسی مایوسی۔ دراصل یہاں اس طرح کی کتابیں قیمتاً بھی دست یاب نہیں آپ کا خوب صورت اور شان دار گل دستہ نعت۔بس دیکھنے کو دل میں تڑپ ہے،''انقلاب'' اخبار ہی تبصرہ پڑھا ہے۔

''بہارِ نعت'' /مرتب جناب حفیظ تائب، [۲] کے انداز پر ہندوستانی شعرا کے نعتوں کا ایک مجموعہ انتخاب بھی زیرترتیب ہے تاکہ مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے زیرآب موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تاکہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کو سہولت ہو۔

جناب نور احمد میرٹھی صاحب کو ہمارا سلام پہنچا دیں ان کی دوسری کتاب کے لیے کچھ چیزیں ہندی، بنگلہ، آسامی، تلگو ادب سے فراہم کروں گا، ان کی کتاب کے لیے، ان شاء اللہ۔ ان کی پہلی کتاب بہر زماں...[۳] دیکھا ہے پڑھا نہیں۔

جس بزرگ سے یہ خط آپ کو بھیج رہا ہوں وہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف (پٹنہ) بہار کی قدیم خانقاہوں میں ہے) سے تعلق رکھتے ہیں ان کا نام مولانا سیّد شاہ ہلال احمد قادری ہے اردو و فارسی ادب سے آپ کو گہرا شغف ہے فارسی میں شاعری بھی کرتے ہیں۔ملفوظات اور دوسرے عنوان پر بہت اچھا مقالہ لکھ چکے جو رابطہ کے اجلاس میں پڑھا گیا اور رابطہ کے سفر کاروانِ ادب میں شائع ہوا۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ اپنے قیام کا پتا وہ آپ کو لکھ دیں اگر موقع ملا تو آپ اُن سے ضرور ملاقات کر لیجیے۔ آپ مناسب سمجھیں تو ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۵۔۶۔۷ اُن کے معرفت بھیج سکتے ہیں اور اپنا مجموعہ نعت ضرور بھجوا دیجیے کرم ہوگا۔اپنا فون نمبر ضرور لکھیں۔

ڈاکٹر کشفی صاحب کو ہمارا سلام ضرور دیں۔

آپ کا بھائی

رشید اختر خان

☆رشید اختر خان، محقق، ادیب، نثر نگار۔

۱۔۱۹۹۸ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۱۳۵ص

۲۔۱۹۹۰ء، لاہور: پاکستان رائٹرز گلڈ، بار اول، ۲۰۸ص

۳۔ بہر زماں، بہر زباں (اضافہ شدہ)، ۲۰۰۶ء، کراچی: ادارۂ فکرِ نو، ۱۰۰۸ص

رشید امین (اسلام آباد)

۲۸/اپریل ۲۰۰۹ء

السلام علیکم!

کل آپ سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی چند نعتیں ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے آپ ''نعت رنگ'' میں شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

دراصل میں غزل کا شاعر تھا۔ (دو کتابیں ''صحرا میں پھوار'' اور ''مدھر سروں کا جھرنا'' شائع ہو چکی ہیں تیسری اشاعت کے لیے تیار ہے) اللہ نے کرم کیا اور نعت نبیﷺ کہنے کی کی توفیق عطا

ہوئی۔ اب اتنی نعتیں ہوچکی ہیں کہ ایک کتاب شائع کی جاسکتی ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ جلد شائع کرواؤں گا۔ شکریہ

نیازمند
رشید امیںؔ

☆رشید امیںؔ (پ:۱۹۴۹ء)،شاعر، ادیب، دیگر کتب: ''حدِّ ادراک سے آگے''۔

رشید وارثی (امریکہ)

۱۰۔۱۲۔۱۹۹۶ء

عزیزم سیّد صبیح رحمانی صاحب سلمہٗ
السلام علیکم

امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ اور آپ کے اہل خانہ بخیریت وعافیت ہونگے ۔کراچی سے آئے ہوئے تین روز ہو گئے ہیں ۔بہت اچھا سفر رہا ۔نیو یارک کے ادبی حلقوں سے وابستہ احباب روزانہ ملاقات کیلئے آجاتے ہیں۔''نعت رنگ'' کی چار جلدیں لایا تھا ۔دو جلدیں برادرم رئیسؔ وارثی سلمہٗ اورنصیر وارثی سلمہٗ کیلئے تھیں۔ باقی دو جلدیں مقامی شعراء میں سے دو حضرات کو دے دیں ۔لیکن اندازہ ہوا کہ یہ بہت کم ہیں ۔پروفیسر مامون ایمن ،حمیرارحمان ،حنیف اخگر صاحب[۱] ،ڈاکٹر صبیحہ صباؔ، یٰسین مراد آبادی ،ڈاکٹر متین ،مسرور جاوید ،ڈاکٹر جمال قادری ،ڈاکٹر شفیق اور دیگر صاحبان جن سے ابھی فون پر یا ذاتی ملاقات نہیں ہوئی ہے یہ کتابیں دینا ضروری تھیں ۔البتہ یہ بات رونق تحریر ہے کہ یہاں نیو یارک میں اگر چہ محدود حلقے میں سہی لیکن تمہارا تفصیلی تعارف ہوگیا ہے ۔یہ لوگ ''نعت رنگ'' سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور شاید دو چار روز میں اسکی تعارفی تقریب کا اہتمام ہوگا ۔میں اس لئے شرمندہ ہورہا ہوں کہ تعارفی تقریب کیلئے کم ازکم اظہارِ خیال فرمانے والے افراد کوتو کتاب دے سکتا ۔آنے سے پہلے مجھے اس کا خیال نہ آیا۔ اس کے علاوہ تمہاری آڈیو اور وڈیوکیسٹس (کسی پروگرام کی) ساتھ ہوتیں تو جس انداز میں، میں آپ کو متعارف کرانا چاہتا تھا۔اس میں بہت مدد ملتی تاہم پروگرام آرگنائز کرنے والے کئی افراد غائبانہ طور پر آپ سے متاثر ہوئے ہیں ۔حنیف اخگر صاحب شمالی امریکہ کے کسی شہر میں پرسوں مشاعرہ کررہے ہیں ،راغبؔ مراد آبادی صاحب اور غالب / خالد عرفان ان کے یہاں آئے ہوئے ہیں ۔مجھے مدعو کیا تھا لیکن میں مختصر سے عرصہ کیلئے آیا ہوں اس لئے اس کا متحمل نہیں ہوسکتا

کہ دو تین روز مشاعرہ میں آنے جانے کی نذر کردوں ۔سید ضمیر جعفری صاحب[۲] آج کل یہیں پر ہیں انہوں نے ''نعت رنگ'' کو بہت پسند کیا ہے اور مرتبین خصوصاً مدیر صاحب کی بہت تعریف کی ہے۔ابھی میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی ۔کل یا پرسوں وہ ہمارے گھر آرہے ہیں ۔''نعت رنگ'' میں شامل میری نعتیہ نظم کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی ہے۔دراصل یہ نظم رئیس وارثی سلمہ' اور بریگیڈیر صاحب کے پاس پہلے سے موجود تھی اور کسی نہ کسی موقع پر اس کا حوالہ گفتگو میں آجاتا تھا ۔اب کئی دوسرے احباب نے اسے پڑھا ہے اور ایسے الفاظ سے نوازا ہے کہ میں کتنا بھی شکر بجا لاؤں، کم ہے ۔میں پروگرام کے مطابق زیادہ سے زیادہ وقت اپنے بھائیوں کے ساتھ گزارنا چاہتاہو ں، اس لئے دوسرے معاملات پر سرسری سی توجہ ہے ۔البتہ'' نعت رنگ'' کا معاملہ مختلف ہے اسے میں زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا چاہتا ہوں ۔

یہ پہلا خط ہے جو یہاں سے لکھ رہا ہوں ۔موقع ملا تو شہزاد احمد صاحب اور عزیز احسن صاحب کو علیحدہ خط لکھوں گا ۔ان حضرات کو سلام کہہ دیں ۔رئیس احمد سلمہٗ کی کتاب ''حریم نعت''[۳] بہت پسند کی گئی ۔چار جلدیں ساتھ تھیں چاروں بٹ گئیں ۔طاہر سلطانی سلمہ' کی دو کتابیں اور مجلّے ساتھ لایا تھا ۔کتابیں اردو مرکز کی کتابوں میں شامل کردی ہیں ۔اس کے بارے میں سر ورق اور طباعت کے پھیکے پن کی وجہ سے واضح رائے سامنے نہیں آسکی ۔آئندہ دیکھتے ہیں ۔

''حرف معتبر''[۴] کی یہاں بہت پذیرائی ہوئی ہے ۔سو کتابیں میں نے ارسال کی تھیں ،ختم ہوچکی ہیں۔ان لوگوں کا خیال تھا کہ میں مزید کتابیں لاؤں گا لیکن اس مرتبہ میں ایک جلد بھی ساتھ نہ لایا کیونکہ میں سمجھا کہ گزشتہ سال کی کتب حاضر اسٹاک ہوں گی۔ اسی طرح ''ورثہ''[۵] اور'' معطر معطر''[۶] بھی بس حوالہ کی کتب کی حیثیت سے موجود ہیں ۔

یہاں کے مقامی صحافی حضرات میں سے مسرور جاویدصاحب ،اشرف قریشی صاحب نے گذشتہ روز یہ بات کہی کہ جناب ''نعت رنگ'' پر آپ تبصرہ لکھ دیجیے ہم اس کو شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے ۔لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی اور یہ خدمت انجام دے تو بہتر ہے ۔

اب خط مکمل کرتا ہوں شفیق الدین شارق صاحب[۷] سے آتے وقت فون پر بات کرنا بھول گیا ۔ان کو سلام کہئے۔ آپ سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے ۔ایک دو روز میں بات کروں گا۔ امید ہے کہ اہل اخانہ پر ضروری توجہ اور وقت دے رہے ہوں گے ۔اجازت چاہتا ہوں ۔والسلام

دعا گو۔طالب دعا

رشید وارثی

پس نوشت: آج شام ITV کے دو افراد اردو مرکز آئے تھے ملاقات کے دوران انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اردو نعت کے حوالے سے ہم ایک مذاکرہ ٹائپ کا پروگرام تشکیل دیں گے اس میں آپ جی بھر کر اظہار خیال کریں۔لیکن میری تمام تحریریں اور نوٹس پاکستان میں ہیں اور اسکرین پر کبھی میں آیا نہیں لہٰذا فی الحال معذرت کر لی۔آئندہ کے وعدہ پر۔شاید یہ بات آپ کے لئے خوش کن ہو۔ وارثی

☆رشید وارثی (پ: ۱۹۴۷ـ۲۰۰۹ء)،اصل نام: عبدالرشید خان، نعت گو شاعر،صحافی، مدیر: ''فلک پرواز'' (پی آئی اے)، صدر: بزمِ وارث، کتب: ''خوشبوئے التفات'' (حمد و نعت و مناقب)، ''اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، ''عالمِ اسلام کی شرح درودِ تاج'' ودیگر۔

۱۔حنیف اخگر (۱۹۲۸ـ۲۰۰۹ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، نعتیہ مجموعہ: ''خلق مجسم''۔

۲۔ سید ضمیر جعفری (پ:۱۹۴۱ـ۱۹۹۹ء)، معروف طنز و مزاح نگار، ریٹائرڈ میجر (پاکستان آرمی)، کتب: ''کارزار''، ''لہو ترنگ''، ''جزیروں کے گیت''، ''من کے تار''، ''مافی الضمیر''، ''ولایتی زعفران''، ''قریۂ جاں''، ''آگ''، ''اک تارہ''، ''ضمیریات''۔

۳۔''حریم نعت''، مرتب: رئیس وارثی، ۱۹۹۵ء، کراچی: اقلیم نعت، ۲۲۴ص

۴۔''حرف معتبر''/ ستار وارثی، ۱۹۹۴ء، نیویارک: اردو مرکز، ۲۲۴ص

۵۔''ورثہ''/ سعید وارثی، ۱۹۸۸ء، راولپنڈی: بزم وارث، ۱۱۹ص

۶۔''معطر معطر''/ ستار وارثی، ۱۹۸۶ء، کراچی: مدینہ پبلشنگ ہاؤس، ۱۲۷ص

۷۔شفیق الدین شارق (پ:۱۹۲۷ء)، اصل نام: سید شفیق الدین، کتب: ''نزول'' (نعتیہ مجموعہ)، ''نظرے خوش گزرے'' (مضامین)۔

۲۴۔۱۔۹۷ء

عزیزم سید صبیح رحمانی سلمہ

السلام علیکم!

آج روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی کے ادبی صفحہ پر ’’اردو نعتیہ شاعری اور عصری تقاضے‘‘ کے عنوان سے شائع ہونے والی پروفیسر حفیظ تائب صاحب کی تحریر نظر سے گزری، جس میں یہ پیراگراف شامل ہے۔ ’’سب سے پہلے انھوں نے شاعر دربار رسالت حضرت حسانؓ ابن ثابت کے رہنمایانہ کردار کو یاد کیا ہے۔ جنھیں اس وقت منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر مدحِ رسول ﷺ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جب منعوتِ ہر جہاں فرش زمیں پر جلوہ گر ہوئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، حفیظ تائب صاحب سے سخت مغالطہ ہوا ہے۔ دیگر واعظوں کی طرح وہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت حسانؓ منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر مدحِ رسول بیان کرتے تھے۔ جب کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو ضعیف العمری کی وجہ سے وعظ کے لیے قیام میں زحمت ہوئی تو 8ھ میں آپ کے لیے مسجد نبوی میں جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنایا گیا (اور استوانہ کو دفن کردیا گیا) (فتح الباری)۔ اور اسی سال فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ 9ھ میں جب بنوتمیم کے وفد نے مدینہ منورہ آکر مفاخرت کی تو ان کے ایماء پر آپ نے ان کے شاعر کا جواب دینے کے لیے حضرت حسانؓ کو حکم دیا اور انھوں نے کھڑے ہوکر اسلام کی مدافعت میں اشعار سنائے۔ اس کے بعد ایک چوکی نما منبر تیار کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسانؓ بن ثابت کے لیے یہ منبر رکھواتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہوکر حضور اکرم ﷺ کی مدحت بیان کریں (مدارج نبوت)۔ اس طرح اب یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت حسانؓ جس منبر کو اشعار سنانے کے لیے استعمال کرتے تھے وہ منبر رسول ﷺ نہیں تھا بلکہ ایک چوکی نما Portable (نقل پذیر) منبر تھا جس پر وہ بیٹھ کر نہیں بلکہ کھڑے ہوکر مدحت گوئی فرماتے تھے۔ رہا رسولِ اکرم ﷺ کا منبر شریف، تو وہ تین زینوں پر مشتمل تھا۔ زمین سے پہلے دو زینے Steps قیام کے لیے استعمال فرماتے تھے اور تیسرے زینے پر آپ نشست فرماتے تھے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نشست والے حصہ پر بیٹھنے کے بجائے آپ کے قدم مبارک رکھنے والے دوسرے زینہ پر نشست فرماتے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کی وجہ سے زمین سے پہلے حصہ پر نشست فرماتے تھے۔ (یہ تمام باتیں متفقہ علیہ ہیں)۔ لہٰذا منبر رسول ﷺ پر حضرت حسانؓ کے بیٹھنے کی بات بالکل غلط ہے۔ اس کو ذہن سے محو کر دینا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی کا پہلو ہے۔

اُمید ہے کہ محترم حفیظ تائب صاحب کے غیر ذمہ دارانہ جملے سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس کے ازالہ کے لیے مناسب تدبیر کی جائے گا۔

والسلام

لاشیءٍ

رشید وارثی

اتوار۔۳۱ راگست ۲۰۰۳ء

عزیزم سیّد صبیح رحمانی صاحب سلمہ

السلام علیکم

گذشتہ روز آپ سے فون پر بات ہوئی ۔رئیس احمد سلمہ کو آنا تھا لیکن وہ نہ آسکے ۔بہر حال شاید پیر کے روز آئیں گے۔اس بار آپ کے مضمون کے بارے میں انہیں تا کید سے یاد دہانی کراؤں گا بصورتِ دیگر چھٹی کے روز ان کاغذات کے پلندے میں تلاش کرنے کی کوشش کروں گا ۔جو کئی سال سے برائے دریابرد رکھا ہوا ہے ۔

میں نے آپ کو امریکہ سے آنے کے بعد یا جانے سے پہلے اپنی نئی مسدس (نعتیہ) کے ایک دو بند سنائے تھے ۔اب یہی مسدس منسلک رقعہ ہٰذا ہے اگر یہ آپ کو پسند آئے تو ''نعت رنگ'' میں شامل کرلیں ورنہ ازراہِ کرم بذریعہ ڈاک واپس لوٹا دیجیے گا۔

والسلام

دعا گو ۔طالب دعا

رشید وارثی عفی عنہ

۱۹/ مئی ۲۰۰۸ء

عزیزم سید صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم!

گزشتہ رات فون پر آپ سے بات ہوئی۔ ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی رحلت کا دلی افسوس ہوا۔ ان کی تاریخ وفات کے حوالے سے دو قطعات حسب ارشاد ارسالِ خدمت ہیں۔ ان کا

مناسب استعمال کر لیجیے۔ دو تین روز سے گردے میں تکلیف ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ افاقہ ہوا ہے۔ ذرا طبیعت اور بہتر ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ کشفی صاحب پر کچھ تحریر کروں گا ان کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں۔ سب سے اہم نسبت تو یہ ہے کہ وہ ڈاکٹریٹ میں میرے نگراں تھے۔ پھر میرے والد صاحب علیہ الرحمۃ سے محبت رکھنے والے بزرگ تھے اور انھیں گورنر جنرل آف پاکستان جناب غلام محمد وارثی صاحب کے زمانے سے جانتے تھے۔ مجھے یہ بات معلوم نہ تھی لیکن ایک بار انھوں نے آپ کی اور عزیزاحسن صاحب کی موجودگی میں اس بات کا اظہار کیا تھا۔ اس کے علاوہ میرے پسندیدہ موضوعات پر انھوں نے کئی بار تفصیلی گفتگو فرمائی اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت بہتر ہونے پر کچھ لکھنے کا ارادہ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ شاہین سلمہا اور بچوں کو دعائیں۔

والسلام
رشید وارثی عفی عنہ

❁

رفاقت علی شاہد (لاہور)

۱۸/ فروری ۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم!

اُمید ہے آپ بفضل خدا خیریت سے ہوں گے۔ حسب ارشاد ایک گل دستے [ا] پر تعارفی مضمون اور گل دستے کے دو شمارے ارسال کررہا ہوں جو آپ مشفق خواجہ صاحب سے حاصل کرسکیں گے۔ آپ فون کر کے خواجہ صاحب سے معلوم کرلیں کہ آپ کا پیکٹ اُن کے پاس پہنچ گیا ہے؟ پھر اُن سے حاصل کرلیں۔

میں نے جس نعتیہ گل دستے پر مضمون لکھا ہے، ساتھ ہی اُس کے دست یاب دونوں شمارے بھی ارسال کردیے ہیں۔ اگر آپ ان کی Tracing لے کر ان کا عکس بھی مضمون کے ساتھ شامل کردیں تو سونے پہ سہاگا ہوجائے گا۔ اگر آپ یہ کردیں تو میں کوشش کروں گا کہ آئندہ اس طرح کے نوادر آپ کے جریدے کے ذریعے منظرِعام پر آتے رہیں۔

میں نے آپ کے حساب میں ''نعت رنگ'' کے تین شمارے (شمارہ نمبر 6,5,4) لے لیے ہیں۔ آپ طارق صاحب کو بتا دیجیے گا۔ لاہور آنا ہوتو ضرور بتائیے گا۔ میں بھی کراچی آنے کے لیے پَر

تول رہا ہوں۔

احباب آپ کو سلام کہتے ہیں۔ میری طرف سے بھی آپ کو اور ساتھیوں کو پُرخلوص سلام پہنچے۔اجازت دیجیے۔

والسلام

رفاقت علی شاہد

☆رفاقت علی شاہد (پ: ۱۹۶۶ء)،محقق، ادیب، مدیر کتب: مجلس ترقی ادب لاہور، رکن مجلس ادارت: ''صحیفہ'' لاہور، کتب: ''انیسویں صدی میں اردو گل دستے .... تاریخ و تحقیق'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)،''اردو مخطوطات کی فہرست''، ''تحقیق شناسی''، ''کتابیات پاکستانی مطبوعات''۔

ا۔''گلزارِ نعت ۔ایک نایاب نعتیہ گلدستہ''، مشمولہ: ش ۸،ص۹۴۔۹۷

رفیع الدین اشفاق،سید، پروفیسر (ناگپور)

۳ مارچ ۹۶ء

محبّ مکرم ۔وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ارسال کردہ علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر ا ''نعت رنگ'' وصول ہوا۔آپ حضرات کے خلوص کا احسان مند ہوں ۔جسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھتا ہوں ۔جو علمی وادبی ماحول میں نے پاکستان میں پایا اس سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا ۔جی تو چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے طور پر آپ حضرات کی خدمت میں حاضری دوں مگر غالب کا یہ شعر یاد آجاتا ہے اور اپنے حال پر اس کے مفہوم کو قیاس کرکے سفر کی ہمت نہیں کرسکتا ۔

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احسان اٹھایئے

پرسان حال حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے ۔

پس نوشت: جناب شہزاد احمد صاحب سے ملاقات ہوتو میرا سلام پہنچا ئیں ۔جناب ادیب رائے پوری صاحب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تھی۔موصوف کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام

رفیع الدین اشفاق

☆ پروفیسر سید رفیع الدین اشفاق (پ: ۱۹۱۵ء/ ۱۹۱۶ء)، ادیب، محقق، کتب: ''اردو میں نعتیہ شاعری'' (اردو نعت پر پی ایچ۔ڈی کا پہلا مقالہ)، ''کشمکش'' (ڈرامہ)۔

عزیزی و محبی جناب صبیح رحمانی صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب نور احمد میرٹھی کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتے ہوئے آپ کا خیال آگیا اور آپ کے خلوص اور محبت کے احسان کا احساس تازہ ہوگیا۔خیال ہوا کہ چند سطور آپ کی خدمت میں بھی لکھ کر روانہ کردوں ۔امید ہے کہ میری خاموشی کی وجہ سے آپ خفا تو نہ ہوئے ہوں گے۔

حال یہ ہے کہ عمر طویل قوی مضمحل مشاغل کثیر اور گوناگوں، یہ ہیں میرے حالات۔نومبر ۹۷ء کے پہلے ہفتے میں علی گڑھ یونی ورسٹی میں لکچر کے لئے بلایا ہے۔گذشتہ سال انکار کردیا تھا اس سال ممکن نہیں اس لیے کہ وہ لوگ محض خلوص اور محبت کی وجہ سے بلاتے ہیں۔بچے میرے Ph.D کے لئے وہیں پڑھتے ہیں اسلئے چلا جاتا ہوں ۔بہرحال قوت ارادی سے کام کررہاہوں ۔احباب کی فرمائش پوری نہیں کرسکتا۔اس لیے شرمندگی بھی ہوتی ہے ۔

مخدومی جناب نور احمد میرٹھی کے ارشاد کی تعمیل تقریباً دس ماہ بعد کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ موصوف کے پر خلوص تقاضے کے سامنے سر جھکانا پڑا اور دیگر کاموں کو بالائے طاق رکھ کر یہ کام کرنا پڑا۔ جو کچھ عجلت میں لکھ سکتا تھا لکھ دیا۔خدا کرے انہیں پسند آجائے ۔

آپ سب حضرات بہت یاد آتے ہیں۔مکرمی ادیب رائے پوری[۱] صاحب، جناب غوث میاں صاحب اور جناب شہزاد احمد صاحب کو ان شاء اللہ لکھوں گا ۔راجا رشید محمود صاحب کا بھی اکثر خیال آجاتا ہے ۔سب کی خدمت میں سلام عرض ہے ۔

آپ کی نگارشات اور رسالے مجھ تک پہنچتے ہیں جس کے لئے میں نہایت ممنون ہوں ۔آپ حضرات کی عنایات کو میں عطائے ربانی سمجھتا ہوں۔

والسلام

ناچیز
رفیع الدین اشفاق

ا۔ ادیب رائے پوری(۱۹۲۸۔۲۰۰۴ء)، اصل نام: سید حسین علی، اردو حمد ونعت کے ممتاز شاعر، نقاد، خطاط، مصور، بانی: پاکستان نعت کونسل(۱۹۷۰ء)، پاکستان نعت اکیڈمی (۱۹۸۰ء)، بانی: ماہنامہ ''نوائے نعت'' کراچی، کتب: ''اس قدم کے نشاں'' (۱۹۷۷ء)، ''تصور کمالِ محبت'' (۱۹۷۹ء)، ''ارمغانِ ادیب''، ''مقصودِ کائنات''، ''نذرانۂ اشک''، ''مدارج النعت'' (۱۹۸۶ء)، ''مشکوٰۃ النعت'' (۱۹۹۳ء)، ''درودِ تاج: تحقیق وتشریح''(۱۹۹۷ء)، ''نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید'' (۱۹۹۹ء)، ''مرزا غالب کی نعتیہ شاعری''، ''اردو زبان کا ارتقاء تصوف کی روشنی میں''، ''موجِ اضطراب''۔

۸/نومبر۹۶ء

محبّ مکرم صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا تھا نیز کتاب بھی وصول ہوئی ۔آپ حضرات کی محبت کے احسان سے دبا جا رہا ہوں ۔شرمندہ ہوں کہ اس کے جواب میں کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

کئی مرتبہ سوچا کہ محض آپ حضرات سے ملاقات کی نیت سے حاضری دوں مگر اب کمزور ہوگیا ہوں اور تنہا سفر نہیں کرسکتا ۔اگر موقع ملا اور قسمت نے یاوری کی تو ایک بیٹے کو ساتھ لاؤں گا۔سب سے چھوٹا بیٹا سید حبیب الحسن مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں زیر تعلیم ہے۔اس وقت وہ عربی میں Ph.D کے لئے مقالہ تیار کررہا ہے ۔

امید ہے کہ آپ کے مزاج اچھے ہوں گے ۔

جملہ پرسان حال حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے ۔

والسلام
فقط
رفیع الدین اشفاق

پس نوشت: اس وقت میرے پاس شہزاد احمد صاحب کا پتہ نہیں ہے لہٰذا موصوف کے نام خط آپ کے توسط سے بھیج رہا ہوں۔

۲۵/اپریل ۹۹ء

محبی جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' کے تمام شمارے وصول ہوئے۔ ممنون ہوں کہ آپ حضرات کے التفات سے محروم نہیں ہوں۔ اب میرے لیے مشکل یہ آن پڑی ہے کہ میرا کوئی نامہ ایک سال سے پاکستان نہیں پہنچا۔ حالاں کہ میں جناب صاحب، جناب حفیظ تائب صاحب، جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب اور دیگر حضرات کی خدمت میں عریضے ارسال کرچکا ہوں۔ اس دفعہ ذریعۂ رجسٹری جملہ کاغذات بھیجے جارہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ آپ تک پہنچ جائیں۔

آپ کا تقاضا ہے کہ میں آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ لکھوں، اب کب تک لکھوں گا۔ عمر اپنی طبعی مدت سے تجاوز کرچکی ہے۔ 1953ء میں Ph.D ڈگری کے لیے مقالہ مکمل کرنے والا کب تک جیے گا۔ بہرحال جتنی عمر بڑھتی جا رہی ہے۔ مشاغل کی کثرت میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔ تدریسی مشغلہ بھی جاری ہے۔ شکر ہے کہ بحمدللہ۔ ربّ العزت کی عطا کردہ امانتیں یعنی توانائیاں ساتھ دے رہی ہیں۔

بڑی فکر تھی کہ جناب مسرور کیفی صاحب کی نعت گوئی پر کچھ لکھوں اس لیے کہ موصوف سے نہایت مختصر ملاقات نے دیدار کا مشتاق بنا دیا۔ چناں چہ موصوف کے کلام پر خفیف تبصرہ [۱] جو بہت پہلے تیار کرلیا ہے اب نظرثانی کے بعد ارسال کررہا ہوں۔ اگر پسند آجائے تو شائع فرما دیں۔

ایک مضمون علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری پر چند سال قبل سندھ یونی ورسٹی کے ''تحقیق'' میں شائع ہوا تھا۔ اب نظرثانی کے بعد ازسرنو لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے یہ کام جلد تکمیل کو پہنچا سکوں۔

آپ کے پاکستان کے مشہور شاعر پروفیسر منظور حسین شور مرحوم میرے علی گڑھ کے پُرانے سینئر ساتھی تھے اور ناگ پور یونی ورسٹی میں رفیق کار رہے تھے۔ موصوف کی خواہش پر میں نے پندرہ سال قبل ان کے کلام پر عمومی تبصرہ بھی لکھا تھا جو پاکستان میں شائع ہوا تھا۔ پھر موصوف نے اپنا نعتیہ کلام بھیجا تھا اور اس پر لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی۔ میں نے امتثال امر کے طور پر وہ کام بھی انجام دے

دیا لیکن وہ مضمون بھول کا شکار ہوگیا۔ اب مرحوم کی وفات کے بعد تلاش کیا تو مل گیا۔ معلوم نہیں آپ اسے شائع کرنا پسند کریں گے یا نہیں۔

دیگر یہ کہ میری کتاب ''اردو میں نعتیہ شاعری''[۲] کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ ویسے سندھ اکیڈمی کراچی نے شائع کیا تھا۔ اب دستیاب نہیں ہے۔ چاہتا ہوں کہ نظرِ ثانی کے بعد اسے دوبارہ شائع کروں۔ خدا کرے کہ وسائل ساتھ دیں اور طبیعت رجوع ہو۔

نام ونمود کی خواہش ہوتی تو بہت سے کام انجام پا جاتے مگر اس جذبے سے دل خالی ہے اس لیے کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ حمد کہتا ہوں تو اپنے مولا کو پہنچاتا ہوں، نعت کہتا ہوں تو روضۂ اقدس کا تصور کر کے تنہائی میں اپنے آقا کو سناتا ہوں اور غزل کہتا ہوں تو خیالی محبوب سے مخاطب ہوتا ہوں۔ اس حال میں زندگی گزار رہا ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ''نعت رنگ'' کے لیے مضامین لکھوں۔ خدا کرے کہ ہمت ساتھ دے۔

میرے ایک مخلص جناب رشید اختر خان صاحب جو ابھی ناگ پور میں مرکزی حکومت میں ایک عہدے پر تشریف لائے ہیں صاحبِ ذوق علم دوست ہیں اور تعلیم یافتہ شخصیت کے مالک ہیں۔ انھیں نعت سے نہایت دلچسپی ہے۔ غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام بھی موصوف کے پاس موجود ہے۔ حال ہی میں موصوف نے جناب حفیظ تائب کے حالیہ کلام پر تبصرہ لکھا ہے۔ موصوف جناب نور احمد صاحب کو بھی غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام فراہم کر سکتے ہیں۔ دیگر حالات حسب سابق۔ پُرسانِ حال حضرت کو سلام کہیے۔

والسلام

سید رفیع الدین

۱۔ ''مسرور کیفی کی نعت گوئی''، ش ۱۰، ص ۲۱۷۔۲۲۲

۲۔ پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ، ۱۹۷۶ء، کراچی: اردو نعت اکیڈمی سندھ، ۶۸۴ص

رفیع الدین ذکی قریشی (لاہور)

07-05-2007

محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بہت عرصہ پیش تر آپ کا محبت نامہ ملا۔ جو میرے منتشر کاغذات میں کہیں کھو گیا۔ چند روز پیش تر پُرانے کاغذ کو دیکھتے ہوئے دوبارہ نظرنواز ہوا۔ اس میں تحریر تھا کہ میرے مطبوعہ مجموعۂ نعت آپ کے ریسرچ سینٹر میں موجود نہیں ہیں اس لیے آپ نے ان کے حصول کا طریقہ پوچھا تاکہ اس گراں قدر سرمائے سے استفادہ کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں عرض کہ تفصیل لف مکتوب ہٰذا ہے۔ مبلغ 560 روپے کا بینک ڈرافٹ میرے نام کا بھجوا دیں۔ 11 عدد کتب بذریعہ رجسٹری روانہ کردی جائیں گی۔ میری صحت و سلامتی کا پوچھنے پر احسان مند ہوں اور تاخیر کے لیے شرمندہ ہوں اور معذرت کا طلب گار ہوں۔ اُمید ہے فراخ دلی فرماتے ہوئے کوتاہی کو صرفِ نظر فرمائیں گے۔

دعا گو اور دعا کا طالب

فقط۔ والسلام

خاکسارِ مدینہ

رفیع الدین ذکی قریشی

☆ رفیع الدین ذکیؔ قریشی (پ: ۱۹۳۴ء)، نعت گو شاعر، کتب: ''سازِ عقیدت''، ''نور ونکہت''، ''حرفِ نیاز''، ''مہرِ فاراں''، ''عنوانِ تمنا''، ''نویدِ رحمت''، ''ریاضِ نعت''، ''فیضان''، ''توشہ''، ''جواہر نعت''، ''صریرِ خامہ مدحت طراز''، ''خورشید حرا''۔

رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر (لاہور)

۶/ نومبر ۲۰۰۸ء

مکرمی برادرم سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔

آپ کا مراسلہ تحفہ پہنچا ''نعت نگر کا باسی'' [۱] اور ''نعت رنگ''... اس عنایت کے لیے شکرگزار ہوں۔

کتاب، مرحوم کشفی صاحب کی نعت گوئی اور صنف نعت سے دلچسپی، وابستگی اور دلی تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور یہ بھی کہ صنف نعت پر ان کی خاص توجہ رہی... خدا اُن کی مغفرت کرے۔ آمین

اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام
رفیع الدین ہاشمی

☆ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (پ: ۱۹۴۲ء)، معلم، محقق، نقاد، ماہر اقبالیات، سابق صدر: شعبۂ اردو، اورینٹل کالج لاہور، ایچ ای سی ایمینٹ پروفیسر، شعبۂ اقبالیات، جامعہ پنجاب، لاہور۔ چند کتب کے نام: ’’اقبال کی طویل نظمیں‘‘، ’’سرور اور فسانۂ عجائب‘‘، ’’خطوطِ اقبال‘‘، ’’کتابیاتِ اقبال‘‘، ’’تصانیفِ اقبال کا توضیحی و تحقیقی مطالعہ‘‘، ’’علامہ اقبال اور میر حجازؒ‘‘، ’’تفہیم و تجزیہ‘‘، ’’پوشیدہ تری خاک میں...‘‘، ’’اقبال: شخصیت اور فن‘‘، ’’سورج کو ذرا دیکھ‘‘، ’’اقبالیات: تفہیم و تجزیہ‘‘، ’’جامعات میں اردو تحقیق‘‘، ’’مکاتیب مشفق خواجہ‘‘، ’’علامہ اقبال: مسائل و مباحث‘‘، ’’یاد نامہ لالۂ صحرائی‘‘۔

ا۔ ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۱۶۰ص

۳۱/ مارچ ۲۰۰۹ء

سلام مسنون۔

آپ کی مراسلہ دونوں کتابیں (اشاریہ نعت رنگ[ا]، غالب اور ثنائے خواجہ[۲]) مل گئی ہیں۔ اس عنایت کے لیے ممنون ہوں۔ دونوں کتابیں اپنی اپنی نوعیت میں اہم ہیں۔ اشاریہ...نعت رنگ، کی پوری تاریخ ہے جس پہلو سے بھی دیکھیں، یہ ایک راہ نما اور گائڈ ہے۔ شفیق صاحب کو میری طرف سے مبارک باد!

غالب اور ثنائے خواجہ کے موضوع پر، مجھے یاد پڑتا ہے، ایک بہت عمدہ مضمون ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے بھی لکھا تھا... وہ بھی شامل ہوجاتا تو مجموعہ زیادہ وقیع ہوتا...

بہرحال، نعت کے خاص باب میں آپ کی کاوشیں قابل قدر و تحسین ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

والسلام
رفیع الدین ہاشمی

یاد آیا: ڈاکٹر تحسین فراقی کی کتاب ''غالب : فکر و فرہنگ'' (مطبوعہ اردو اکیڈمی لاہور ناظم: ڈاکٹر وحید قریشی) میں دو مضامین شامل ہیں (۱) مہر نیم روز اور غالب کا شعور دینی (۲) مثنوی: ابر گہر بار اور غالب کے عمومی فکری رویے'' دونوں کا موضوع ''غالب اور ثنائے خواجہ'' سے متعلق اور قریب تر ہے۔

رفیع الدین ہاشمی

۷/ اپریل ۲۰۰۹ء

۱۔ ۲۰۰۹، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۲۷۲ص

۲۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۷۶ص

''نعت رنگ'' کا صوری اور معنوی لحاظ سے حسین و جمیل تازہ شمارہ موصول ہوا۔ اس عنایت کے لیے دلی طور پر شکر گزار ہوں۔

آپ نے ''ابتدائیہ'' میں اختصار مگر جامعیت سے فروغ نعت کے سلسلے میں اپنی کاوشوں کا تعارف اور تذکرہ کر دیا ہے۔ اس سے ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر کی پوری تاریخ اور پورا پس منظر سامنے آ جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ نے نعت گوئی کو پوری ایک تحریک بنا دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نیک نیتی اور بے لوث طریقے سے (جو کام) انجام دیا جائے، باری تعالیٰ اس میں برکت دیتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''ہماری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی نہ کوئی نیا پہلو بھی ہم پیش کر سکیں۔'' یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی علمی، ادبی یا فکری تحریک آگے بڑھتی ہے، نشوونما پاتی ہے تو بلاشبہ نئے نئے پہلو بھی سامنے آتے ہیں مگر ان نئے پہلوؤں کے معیار پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ نعت شناسی کی تحریک پھل پھول رہی ہے، خدا کرے یہ کلمہ طیبہ کی طرح پھلے پھولے۔ جسے قرآن حکیم نے ایک ''شجر طیبہ'' کے مماثل قرار دیا ہے، جس کی جڑیں مضبوطی سے زمیں میں جمی ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پیش نظر شمارے میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی نے جن نکات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ بہت اہم اور قابلِ غور ہیں۔

رفیع الدین ہاشمی

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر (کراچی)

لفظ ''نعت'' کے استعمال کے سلسلے میں محترم مبین مرزا صاحب کی تحریر[۱] نظر سے گزری، جی خوش ہوا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اللہ تعالیٰ مرزا صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے اس مسئلے پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اور اس پر اضافہ کرنا مشکل ہے۔ البتہ صلاح الدین پرویز صاحب اور جیلانی کامران صاحب کے خیالات سے آگاہی کے بعد ایک نیا پہلو اس عاجز کے ذہن میں ابھرا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

چوں کہ پرویز صاحب اور کامران صاحب دونوں اردو ادب کی جانی پہچانی شخصیات ہیں اور عام قاری نہیں تو کم ازکم ادبی حلقے ان کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں لہذا بہتر ہوگا ان حضرات کے خیالات کی تہہ میں اور تحریر کے بین السطور جو پیغام مستور ہے اسے عیاں کر دیا جائے تاکہ قارئین بالخصوص راسخ العقیدہ مسلمان قارئین چند حقائق سے آگاہ رہ کر ان حضرات کی تحریروں سے لطف اندوز ہوں اور اگر اس میں کہیں شر یا شرارت کا پہلو ہو تو اس سے کماحقہ بچیں۔

اس ضروری تمہید کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۷ء۔ ۱۹۰۸ء) کے خیالات وتعلیمات سے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غالباً عام مسلمانوں کے علم میں ہوگا کہ موصوف نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے بھی (نعوذباللہ ۔نقل کفر کفر نباشد) انکار کردیا تھا اور باوجود اس کے کہ اس ضمن میں کسی بحث کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے بعد نہ صرف نئی شریعت بلکہ نبوت کا دروازہ بھی قیامت تک بند ہو چکا ہے (اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام بھی قیامت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر تشریف لائیں گئے) مرزا قادیانی صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا جو ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں لاتے۔

یہی نہیں مرزا قادیانی صاحب نے ۱۸۹۱ء کے لگ بھگ مہدی اور مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ اگر چہ ان کا انتقال ہیضے سے ہوا تھا لیکن موصوف نے نہ صرف مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا بلکہ غالباً سکھوں اور ہندوؤں کی ہم دردیاں حاصل کرنے کے لیے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ وہ گرو گوبند سنگھ (سکھوں کے دسویں گرو) اور مہا راج کشن (ہندوؤں کے نزدیک خدا کے اوتار) بھی ہیں۔

اناللہ وانا الیہ رجعون۔ گویا ہندو مت کا نظریہ تناسخ یا آواگون (اور جسے انگریزی میں Soul Transmigration Of اور re-incarnation کہتے ہیں) بھی اپنا لیا یہ سوچے سمجھے بغیر کہ یہ سراسر غیراسلامی عقائد ہیں اور نعوذباللہ اگر نبی ہونے کے دعویدار تھے تو کم ازکم اسلامی عقائد تک ہی محدود رہتے۔

اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ کرشن بت پرست تھا اور بت پرستوں کا جھوٹا خدا یا ان کے جھوٹے خدا کا اوتار تھا۔ جب کہ کبھی کوئی نبی بت پرست نہیں رہا۔ کیوں کہ حضرت آدم علیہ اسلام سے لے کر آخری نبی ﷺ تک تمام انبیا نے بنیادی طور پر ایک ہی دین یعنی ایک سچے رب کی تعلیمات کو پھیلایا لہذا کوئی بت پرست، کوئی شرک، کوئی کافر، کوئی وحدانیت کا منکر نہ تو نبی ہوسکتا ہے۔ نہ نعوذباللہ ''اگلے جنم'' میں دوبارہ نبی بن سکتا ہے۔

معافی چاہتا ہوں کہ تمہید کے بعد یہ عرض ذرا طویل ہوگئی لیکن ناگریز تھی۔ التماس یہ ہے کہ اگر محترم جیلانی کامران صاحب (اور صلاح الدین پرویز صاحب بھی) کافر ومشرک کرشن کو نعوذباللہ قادیانیوں کی طرح نبی سمجھتے ہیں تو بہتر ہوگا کو وہ اپنے بقیہ عقائد کا بھی اعلان کر دیں اور قارئین بھی خبردار رہیں کہ شعروادب کے پردے میں کون ان کے دین وایمان کی دولت بے بہا پر ڈاکے ڈالنے کی سازش کررہا ہے۔

چوں کہ مرزا قادیانی کا ذکر نکلا ہے تو یہ وضاحت کردی جائے کہ ان کے قریبی ساتھی محمد علی لاہوری (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۵۱ء) نے (اور ان کے پیروکاروں نے بھی) پوری کوشش کی ہے کہ کسی طرح یہ ثابت کردیا جائے کہ مرزا قادیانی نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن خود قادیانی صاحب کی کتابوں میں اپنی نبوت کے واضح دعوے اور دلائل ملتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ محمد علی لاہوری نے مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد خلیفہ نہ بنائے جانے پر اور پھر دوبارہ ایسا موقع آنے پر بھی خلیفہ نہ بنائے جانے پر احمدیہ جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی اور لاہوری گروپ کی بنیاد رکھی۔

ایک مزے کی بات اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذباللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے تھے (جبکہ قرآن میں واضح طور پر ہے کہ اللہ نے انھیں زندہ اوپر اٹھا لیا تھا اور نہ قتل کیے گئے نہ مصلوب ہوئے) اور بقول ان کے قبر کشمیر میں کہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں آپ نے شاید اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ کوئی امریکی محقق اور سائنس داں کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کسی مزار کے قریب سے مٹی کے نمونے بھی لے گئے ہیں تاکہ ان کا ڈی این

اے (DNA) چیک کر کے اس امر کی تصدیق کی جاسکے کہ وہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے یا نہیں (گویا نعوذ باللہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ڈی این اے کا نمونہ پہلے سے موجود ہے جس سے ان نمونوں کا تقابل کیا جاسکے)

لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ قطع نظر اس امر سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور حقیقت آسمانوں پر زندہ ہیں، اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ کا انتقال ہوگیا تھا تو انھیں بیت المقدس سے نکل کر کشمیر جیسے پہاڑی، دشوار گزار اور دور افتادہ مقام پر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ امریکی ان قادیانیوں کے اس عقیدے کے تصدیق کرنا چاہتے ہیں تا کہ جھوٹے نبی کے مسیح ہونے کے دعوؤں کو سچ مان کر ان کی قبر کی پبلسٹی کی جاسکے۔

دراصل یہ حضرات شروع ہی سے انگریزوں کے ایجنٹ رہے اور غالبًا انھی کے اشارے پر مرزا قادیانی نے جہاد کی بڑی شدومد سے مخالفت کی۔ کیوں کہ علمائے حق نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جہاد میں حصہ لیا تھا اور آزادی سے قبل کے ہندوستان میں بھی انگریزوں کے لیے یہ خطرہ موجود تھا۔ آج بھی جھوٹے نبی کے پیروکاروں کا مرکز لندن میں ہے۔

بہرحال، اردوادب کے تمام قادیانیوں، احمدیوں اور ''لاہوریوں'' (اس سے مراد مولانا محمد علی لاہوری کے پیروکار ہیں) سے گزارش ہے کہ اپنے چہرے سے نقاب اتار کر کھلم کھلا سامنے آئیں۔ تا کہ ''اردوادب کی ترقی میں قادیانیوں کا حصہ'' کے موضوع پر کوئی احمدی مقالہ لکھ کر کوئی ڈگری وغیرہ حاصل کر سکے۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

چلتے چلتے دونوں محترم اہل قلم سے (اہل علم تو کہنا مشکل ہے) عرض ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے لیکن قرآن میں ''پچیس چھبیس'' ہی کا ذکر ملتا ہے۔ اور ان کے علاوہ چند ایک کے بارے میں علماء بھی متذبذب ہیں۔ اور جب تک بقیہ کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہ ہوں کسی مشرک کو نبی کہنا اللہ کے ربّ العالمین ہونے کا اعتراف نہیں اپنی نادانی اور نبوت کے عظیم مقام نہ سمجھ سکنے کی جہالت کا اعتراف اور اعلان ہے۔ وماتوفیقی الاباللہ۔

رؤف پاریکھ

☆ڈاکٹر رؤف پاریکھ (پ:۱۹۵۸ء)، محقق، ادیب، نقاد، ناول نگار، کالم نویس، مدیر اعلیٰ: اردو لغت بورڈ،

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، تصانیف: ''اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''خفیہ پیغام'' (ناول)، ''پٹاخوں کا ہنگامہ'' (بچوں کے لیے مزاحیہ کہانیاں)، ''ہوائیاں'' (طنزیہ و مزاحیہ مضامین)، ''نازک صاحب کا بکرا'' (بچوں کے لیے کہانیاں) ''سرخاب کے پر'' (انگریزی میں مزاح کے تراجم)، ''عصری ادب اور سماجی رجحانات''۔

ا۔'' لفظ 'نعت' کا استعمال۔ ایک توجہ طلب مسئلہ''/ مبین مرزا، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۱، ص ۱۷۵۔۱۷۸

رئیس احمد نعمانی، ڈاکٹر (علی گڑھ)

28-12-1999

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

صدیق مکرم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کے علمی ذخیرے میں مجلّہ ''نعت رنگ'' کا ''حمد نمبر''[ا] دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ حصۂ نظم میں متعدد چیزیں پسند آئیں، مگر بھائی دو ایک کو مستثنیٰ کر کے مقالات اکثر غیر معیاری نظر آئے۔ ان مقالات کا سب سے بڑا سقم یہ ہے کہ ان کے لکھنے والے جتنی ادبی حساسیت رکھتے ہیں اس کے مماثل دینی شعور سے (قرآن و حدیث سے مستفاد خالص اسلامی تصور) سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں... بہرحال، ذاتِ رسول ﷺ سے اس بے عمل کو جو عقیدت ہے وہ اس پر آمادہ کرتی ہے کہ ''نعت رنگ'' جیسے رسالے کے اجرا پر آپ کو صمیم قلب سے مبارک باد اور ''نعت رنگ'' کو بقائے دراز کی دعا دوں۔ **وفقنا اللّٰہ لما یحب و یرضی و حشرنا مع المحبین لہ۔**

اس خط کے ساتھ ایک چھوٹی سی نعت ارسال خدمت ہے۔ اُمید ہے ''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں جگہ پائے گی۔ ساتھ ہی علاحدہ پیکٹ میں ''نیل المراد منظوم اردو ترجمہ قصیدہ بانت سعاد'' [۲] کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں۔ یہ اگرچہ چھپ چکا ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ پاکستانی محبانِ رسول ﷺ بھی اس کے مطالعے کی سعادت اندوزی سے محروم نہ رہیں۔ لہٰذا اس کو بھی ''نعت رنگ'' میں شائع کر کے عندی مشکور اور عنداللہ ماجور ہیں۔

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

☆ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی، استاد، شاعر، ادیب، مرکز مطالعاتِ فارسی، علی گڑھ انڈیا

ا۔ش ۷، اگست ۱۹۹۹ء، ۲۸۸ص ۲۔ش ۱۰، ص ۱۷۱۔۱۸۳

01-03-2001

برادرم صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۔ ۳۰؍جنوری کا مکتوب گرامی ۲۶؍فروری کو موصول ہوکر موجب تشکر ہوا۔ جس کے آخر میں تو دعا لکھی گئی ہے، مگر شروع میں بغیر سلام کے ہی کلام (نفس مطلب کا بیان) شروع کر دیا ہے! خدا جانے تعجیل میں آپ سلام لکھنا بھول گئے ہیں یا غالب مردود کی تقلید میں ایسا کیا ہے (کیوں کہ شخص ذلک بھی خط کو غیراسلامی طریقے پر شروع کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا)

۲۔اس سے پہلے مجھے آپ کا خط کبھی نہیں ملا۔ زندگی میں یہ آپ کی پہلی غیرمطبوعہ تحریر ہے جو میری نظر کے سامنے آئی۔

3-''نعت'' سے اور [کذا] ''غالب'' سے کیا تعلق ہے؟ کہ ''نعت رنگ'' کا ایک پورا نمبر اس کے لیے برباد کیا جائے؟ جیسے اشارے آپ مجھ سے غالب کی شاعری میں تلاش کرانا چاہتے ہیں، ایسے اشارے تو اکثر غیرمسلم شعرا کے ہاں بھی موجود ہیں۔ اس طرح تو سینکڑوں کافر ومشرک شعراء کے نام سے نمبر نکالے جاسکتے ہیں جنھوں نے زندگی میں ایک آدھ نعت غالب کی طرح لکھی ہے۔ غالب کے زمانے میں تو تقریباً ہر ہندو بھی اپنی کتاب کی ابتدا حمد ونعت سے کرتا تھا، پھر ان سب کا ایک ایک نمبر نکالنا ضروری ہوا؟

غالب کی شاعری کے فریب خوردہ لوگوں میں ایک غلام رسول مہر[۱] بھی ہوا کرتے تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی لاہور کی مجلس یادگار غالب نے مہر کا ترتیب دیا ہوا غالب کے ''قصائد ومثنویات'' فارسی کا جو مجموعہ ۱۹۶۹ء میں شائع کیا تھا وہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ ساڑھے چھے سو صفحات کی اس کتاب میں ۷۱ قصائد شامل ہیں جن میں سے صرف دو مختصر قصیدے نعت کے موضوع پر ہیں۔ ۱۶ قصیدے مغل بادشاہ کی چاپلوسی میں اور ۱۹ قصائد انگریزوں کی بھیئی[کذا] میں ہیں۔ باقی دوسرے ہندو مسلم اور شیعہ نوابین و امراء کی خوشامد میں ہیں۔تقریباً دس قصیدے خالص شیعیانہ ہیں جن کا کاملاً اسلامی ہونا نامعلوم! ایسے شخص پر'' نعت رنگ'' کیا کسی بھی دینی یا نعتیہ رسالے کا نمبر نکالنا میرے نزدیک انتہائی غیرمعقول تجویز ہے۔ کجا نعتِ رسول ﷺ اور کجا غالب جیسا شرابی، جواری، بے نماز، بے روزہ،

آزردہ جیسے دوست کا احساس فراموش، صحابہ رسول پر اپنی نثر و نظم میں (اردو، فارسی دونوں میں) تبرا لکھنے والا اور اسلامی عقائد و مسلّمات کا مذاق اُڑانے والا۔ قرآن و حدیث پر علمی نظر رکھنے والوں کو تو اس کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہونا چاہیے۔ ''نعت رنگ'' تو شیدایانِ رسول کا مجلّہ ہے۔ غالب پر اس کا ایک پورا نمبر نکالنا، میری نظر میں کسی طرح استحسان کے دائرے میں نہیں آتا۔ کسی عام ادبی رسالے میں کوئی مضمونچہ لکھا جاسکتا ہے اور بس!

(باقی آئندہ)

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

ا۔ غلام رسول مہرؔ (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء)، نامور صحافی، ادیب، مؤرخ، محقق، مترجم، شارحِ اقبال و غالب، روزنامہ ''زمیندار'' سے وابستگی (۱۹۲۲تا ۱۹۲۷ء)، بانی مدیر: روزنامہ ''انقلاب'' لاہور (۱۹۲۷۔۴۹ء)، چند کتب کے نام: ''نوائے سروش''، ''مطالب بالِ جبریل''، ''غالب''، ''سیاسیاتِ اسلامیانِ ہند''، ''آزادی کی جنگ''، ''تاریخِ سندھ''، ''سید احمد شہید''، ''جماعتِ مجاہدین''، ''سرورِ عالمؐ''، ''سرگزشتِ مجاہدین''، ''مطالعۂ تاریخ''، ''انسائیکلو پیڈیا تاریخِ عالم''، ''ہٹلر کا عروج و زوال''، ''طبقاتِ ناصری''۔

۱۴۲۰/۱/۲ھ

۲۰۰۱/۳/۲۸ء

برادرِ گرامی مراتب صبیح رحمانی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۱۴؍مارچ کا محبت نامہ وارد ہوکر موجب تشکر ہوا۔

۱۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے ایک صائب رائے قائم کی اور ''غالب نمبر'' کو ''گوشۂ غالب'' [۱] تک محدود کردیا۔ جزاک اللہ۔

۲۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ اوّلاً ایک مسلمان، حافظ قرآن، تھوڑا بہت عربی زبان اور تفسیر و حدیث کا علم رکھنے والا ہوں۔ اس کے بعد ادیب و شاعر ہونے کا نمبر آتا ہے اور یہی صفت میں ہر مسلمان میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ رسول ﷺ اور شعائر اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت کرنا میرے

لیے آسان نہیں ہے۔ اب اس میں راہ چاہے غالب کو پائے قلم سے روندنا پڑے، چاہے کسی اور کو۔

۳۔آج کل چار بچوں کے امتحان چل رہے ہیں، خود میں جہاں نوکر وہاں بھی سالانہ امتحانات کا دور ہے۔ کئی طرح کی مکروہات و مصروفیات صبرآزمائی کے درپے ہیں اور غالب پر مضمون لکھنے کے لیے جو فرصت درکار ہے اس سے سردست قطعاً محروم ہوں۔ اور معذرت خواہ (چاہے آپ رسالہ ارسال فرمائیں، چاہے نہ ارسال فرمائیں) غالب پر ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر لکھوں گا اور پورے دلائل کے ساتھ!

سردست ایک مضمون ''احمد رضا خاں کی نعت گوئی'' اس خط کے ساتھ ہی علیحدہ پیکٹ کی شکل میں ارسال ہے۔ اس کو آپ اپنے ایک ''مدیرانہ نوٹ'' کے ساتھ ''نعت رنگ'' میں شامل کرسکتے ہیں کہ اس کے مندرجات کے آپ ہرگز ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

۴۔''چراغ نوا''[۲] کی دو کاپیاں میں خود اپنے ہاتھ سے ۱۸رجنوری کو رجسٹری کرکے آیا تھا۔ تعجب ہے کہ ڈھائی ماہ کے قریب مدت ہوگئی اور آپ کو کتاب نہیں ملی! ہوسکتا ہے عن قریب پہنچ جائے۔ (بصورتِ دیگر دوبارہ ارسال کردی جائے گی۔)

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

۱۔ش ۱۲، ۳۷۴ص

۲۔ ۲۰۰۰ء، علی گڑھ، بار اول، ۶۴ص

07-06-2001

برادرِ گرامی جناب صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

کل جناب ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے آپ کا گراں قدر وگراں پایہ تحفہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۱ (مارچ ۲۰۰۱ء) عنایت فرمایا۔ از بس متشکر ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک اہم دینی و ادبی کام انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں بلندی، عزائم میں استحکام اور نظر وفکر میں صالحیت سے نوازے اور ہم جیسے ناکارہ لوگوں کو بھی توفیق دے کہ آپ کی ہم کاری کی سعادت حاصل کرسکیں۔ اس خط کو رسالے کی رسید سمجھئے۔ خدا نے

توفیق دی تو تفصیلی خط بعد میں لکھوں گا۔

۱۸/جنوری ۲۰۰۱ء کو آپ کے نام اور پتے پر ''چراغِ نوا'' کی دو کاپیاں رجسٹری کر کے آج تک رسید کا منتظر ہوں۔ اگر کتاب پہنچ گئی ہو تو آئندہ شمارے میں تبصرے کی زحمت فرمایئے گا اور اگر کتاب نہ ملی ہو تو اطلاع دیجیے تاکہ دوبارہ ارسالِ خدمت کردوں۔

حضرت بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کے ۱۲۹ ابیات کا منظوم ترجمہ ہو چکا ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آپ کو برائے اشاعت ارسال کرسکوں۔

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

۱۴۲۵/۱۲/۲۶ھ

۲۰۰۵/۲/۶ء

برادرم صبیح صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

۱۔ آج برادر گرامی ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کے توسط سے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۷ (نومبر ۲۰۰۴ء) کی زیارت ہوئی۔ کیا محبت رسول ﷺ کے دعوے کے باوصف آپ اس پر ہجرت نبوی ﷺ سے جاری شدہ مہینا اور سنہ نہیں لکھ سکتے؟

۲۔ ص ۳ پر حضرت بوصیریؒ کے نام سے انتساب دیکھ کر یاد آیا کہ کم از کم دو بار میں آپ کو اپنا ''اوراق الوردہ منظوم اردو ترجمہ قصیدہ بردہ''[۱] بھیج چکا ہوں، مگر خدا جانے کون سی مصلحت حائل ہے کہ آپ نے آج تک اس کو شائع نہیں فرمایا؟

۳۔ دسمبر ۲۰۰۰ء میں 'چراغِ نوا'' آپ کو تبصرے کے لیے بھیجی گئی، پھر اس کی دو کاپیاں مکرر جولائی ۲۰۰۱ء میں ارسالِ خدمت کی گئیں۔ لیکن اس کتاب پر تبصرہ بھی آپ نے تا حال شائع نہیں کیا!

۴۔ ''سلام در حضور خیرالانام ﷺ'' آپ کو اشاعت کے لیے بھیجا گیا وہ بھی آپ نے چھاپا!

۵۔ سلام در حضور خیرالانام ﷺ'' کی مطبوعہ کاپیاں برائے تبصرہ ارسالِ خدمت ہوئیں (جولائی ۲۰۰۴ء) اس کا بھی ''نعت رنگ'' میں کوئی ذکر نہیں!

۶۔ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہو تو لکھنے کی زحمت فرمائیے۔ میں ان شاء اللہ اس کے ازالے کی کوشش کروں گا۔ مگر یہ کون سا عشقِ رسول ﷺ ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کی مدح و ثنا میں جو چیز میں آپ کو بھیجتا ہوں اس کو بھی (خدا جانے کسی گروہی یا مسلکی عصبیت کے زیر اثر یا۔ کیوں۔) شائع کرنے سے گریز فرما رہے ہیں!

(خط کا جواب دینا بھی اسلامی اخلاق کی ایک فرع ہے)

سوائے سچ کے مجھے بولنا نہیں آتا
یہ عیب ہے تو یقیناً مری زبان میں ہے

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

۱۔ مشمولہ: ششماہی ''الایام''، کراچی: مجلسِ تحقیق برائے اسلامی تاریخ و ثقافت، ش۲، ص۱۲۹۔۱۶۸

۱۴۲۶/۱/۲۷ھ

۲۰۰۵/۲/۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب زیدت فضیلتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

۲۰۰۵/۲/۲۸ء کا نوشتہ باصرہ نواز ہوا۔ جی خوش ہوا کہ آخر آپ نے کچھ تو لکھا۔ جزاکم اللہ۔

''چراغِ نو ﷺ'' کے پیش لفظ میں تلخی ہے مگر حقیقت سے دُور نہیں ہے ویسے آپ اگر شیخ احمد رضا خاں صاحب کی زبان کے کچھ خاص نمونے دیکھ لیں تو غالبًا کیا یقیناً میری عبارت کی تلخی کو بھول جائیں گے۔ (علیحدہ لفافے میں ایک مصنف کی ایک کتاب کے چند صفحات کا برقی عکس ارسالِ خدمت ہے)

آپ نے ''اوراق الوردہ...'' کی عن قریب اشاعت کا مژدہ سنایا جزاکم اللہ خیر!

میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا، پھر عرض ہے کہ ''نعت رنگ'' اس وقت بظاہر پاک و ہند کا سب سے اہم رسالہ ہے جو نعتیہ ادب کے تعلق سے شائع ہوتا ہے۔ اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا

پورا سیٹ میری چھوٹی سی (ذاتی) لائبریری میں موجود رہے۔ چند شمارے میرے پاس ہیں۔ شماروں کی تفصیل آپ کو دو بار لکھ چکا ہوں۔ بقیہ بھی اگر حاصل ہوجائیں تو موجب تشکر ہوگا۔ اگر آپ فرمائیں گے تو میں ان کی قیمت بھی ہندی مطبوعات کی شکل میں آپ کو بھیج دوں گا! (باقی آئندہ)

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

۱۴۲۸/۱۱/۲۳ھ

۲۰۰۷/۱۲/۵ء

برادر صبیح رحمانی!

اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

۲۷ نومبر کو ''اے سبز گنبد کے مکینؐ'' [۱] کی ۵ کاپیاں رجسٹری کر چکا ہوں۔آپ کی نعت ریسرچ سینٹر کی لائبریری کی زینت میں اضافہ کریں گی،اور ہوسکتا ہے کوئی صاحب دوچار سال کی محنت کے بعد ایک تفصیلی تبصرہ بھی ''نعت رنگ'' میں لکھ دیں........ لیکن میں آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ حُبِّ نبیؐ کا وہ کون سا معیار ہے جو اتنا اخلاقی جرأت مند بھی نہیں بناتا کہ خط کا جواب نہ دیا جائے تو کم ازکم کتاب کے پہنچنے کی اطلاع تو دے دی جائے......اور..... خدا جانے وہ کون سی اخلاقی ہمت ہے کہ کسی کے خلاف ڈیڑھ سو صفحات کالے کئے جائیں اور اس تحریر کی ایک کاپی بھی اس کو ارسال نہ کی جائے۔

ایک درخواست یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ،نعت رنگ کے گذشتہ شماروں میں جس جس شمارے کی فاضل کاپی آپ کے پاس موجود ہو،اس کی اطلاع دینے کی زحمت فرمایئے تاکہ میرے ریکارڈ میں جو شمارے غائب ہیں ،اور آپ کے پاس برائے فروخت موجود ہیں ان کی قیمت کسی شکل میں ادا کرنے کی کوشش کروں تاکہ آپ وہ شمارے ارسال فرما دیں!

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

ا۔ السلام اے سبز گنبد کے مکیںؐ، ۲۰۰۷ء، علی گڑھ: مرکز مطالعات فارسی، بار سوم، ۳۲ص

۱۸/۱/۱۴۳۳ھ

۲۰۱۱/۱۲/۱۴

برادرم صبیح رحمانی!

سلام مسنون!

ا۔آپ کی تمام بے رخی اور بے مروتی کے باوصف آپ کو عزیز رکھتا ہوں۔

۲۔''نعت رنگ''میں''فروغ نوا'' پر تبصرے کا منتظر ہوں۔

۳۔آپ کے علم وفہم میں اضافے کے لئے دعا گو ہوں۔

۴۔تمام نعت گو حضرات کے ہدایت یاب ہونے کے لئے بارگاہ الٰہی میں آرزومند ہوں۔

اگر ممکن ہو تو ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے کی ایک کاپی یا اس پورے شمارے کی الیکٹرو اسٹیٹ کسی ذریعے سے مجھ تک پہنچا دیجئے۔فوٹو کاپی اور ڈاک رجسٹری وغیرہ کے تمام اخراجات جس ذریعے سے آپ کہیں گے ادا کر دوں گا۔

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۳ برادرم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کے پاس دیکھا۔نعت اور خط کی اشاعت کے لیے سپاس گزار ہوں! مگر بھائی شمارہ ۲۳ کی ایک کاپی مجھے بھی تو ملنی چاہیے! میں جس شوق و اہتمام سے''نعت رنگ'' کو اپنے ذخیرۂ کتب کا حصہ بناتا ہوں، اس کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ (اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مجھ جیسے آپ کے چاہنے والے دنیا میں بہت کم ہوں گے)

بہرحال، شمارہ ۲۳ کی ایک جلد کسی بھی طرح مجھ تک پہنچایئے اور براہِ کرم شمارہ اوّل کی فوٹو کاپی ہی سہی کسی طریقے سے میرے لیے مہیا فرمایئے۔ (میں نے یہاں متعدد شماروں کی فوٹو کاپیاں کئی ہزار روپے خرچ کرکے حاصل کی ہیں۔شمارہ اوّل کی کا یہاں کہیں سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اگر آپ ہندوستان میں کسی ایسے آدمی کی نشان دہی کرسکیں جس کے پاس''نعت رنگ'' پہلا شمارہ موجود ہو، تو میں

بہر قیمت اس کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

ریاض حسین چودھری (لاہور)

۳۰/ دسمبر ۹۶ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب!
السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

گزشتہ ہفتے سیال کوٹ جانا ہوا تو آپ کے خط سے ''ملاقات'' ہوئی۔ یاد آوری کا اور محترم عاصی کرنالی کے ایڈریس کا شکریہ۔ ''زرمعتبر'' [ا] کی ایک کاپی انھیں بھجوا رہا ہوں۔ کراچی سے دو ایک نام بھجوایئے ''زرمعتبر'' کا پہلا ایڈیشن اگرچہ ختم ہوا چاہتا ہے لیکن آپ جن احباب کا ایڈریس بھجوائیں گے انھیں کتاب بھجوا دوں گا۔

حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، ایک نعت ''ہوائے شہرِ مدینہ گلاب لائی ہے'' نظم معریٰ میں میں نے مسلسل تجربے کیے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ نعت بھی نظم معریٰ میں ہے اور عام ڈگر سے ذرا نہیں بہت ہٹ کر، نعت کا کینوس وسیع ہورہا ہے۔ آئندہ صدی امکانات کی صدی ہے اور نعت کا مستقبل روشن ہی نہیں روشن تر ہے۔ اپنے روشن ماضی کی طرح.......

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

احقر
ریاض حسین چودھری

☆ ریاض حسین چودھری (پ: ۱۹۴۱ء)، شاعر، ادیب، صدر شعبہ ادبیات: تحریک منہاج القرآن، کتب: ''زرِ معتبر''، ''رزقِ ثنا''، ''تمنائے حضوری'' (طویل نعتیہ نظم)، ''متاعِ قلم''، ''کشکولِ آرزو''، ''سلام علیک''۔

ا۔ ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم و ادب، بار دوم، ۲۸۸ص

۵/دسمبر ۹۹ء

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی۔

''نعت رنگ'' ۷ اور ۸ ارسال کر رہا ہوں۔ مضمون کا منتظر ہوں، اب یہ مضمون ہی آپ کی اور میری محبتوں کی بحالی رکھ سکتا ہے۔''

آپ کے خط محررہ ۶/نومبر کے اختتامی جملے کئی بار پڑھ چکا ہوں، محبت اور اپنائیت کا ایک جہان آباد ہے ان جملوں میں۔ یقین جانیے یہ جملے پڑھ کر جھوم اُٹھتا ہوں، کوئی مجھ سے اس قدر بھی محبت کرسکتا ہے۔ اچھا تو بھائی میں نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ کا جب یہ خط ملا تھا (شمارہ ۷ اور ۸) کے ساتھ تو میں نے اُسی وقت حکم کی تعمیل کا فیصلہ کرلیا تھا۔ کوئی اور گواہی تو نہیں دے سکتا البتہ میرا خدا شاہد ہے، میں نے ''بیسویں صدی میں اردو نعت'' کے موضوع پر کچھ لکھنے کا پروگرام بنایا تھا۔ ان دونوں لاہور میں ہی تھا... کہ ۲۲/نومبر ۹۹ء بروز اتوار سیال کوٹ سے لاہور جاتے ہوئے میری فلائنگ کوچ ایک خوف ناک حادثے کا شکار ہوگئی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ لاہور سے دو گاڑیاں جنھوں نے آپس میں دوڑ لگا رکھی تھی۔ میری فلائنگ کوچ سے پوری شدت سے ٹکرا گئیں۔ میں شدید زخمی ہوا۔ ہوش آیا تو خود کو ہسپتال کے بستر پر پایا۔

برادرِ عزیز! کیا گزری کچھ نہ پوچھیے، اللہ نے اپنے حبیب مکرم کے صدقے میں دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ سر، پیشانی اور دائیں آنکھ پر بے شمار چوٹیں آئیں۔ پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، شروع میں کسی سہارے کے بغیر بستر سے اُٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تقریباً حادثے کے تیرہ دن بعد تھوڑا سا سنبھلا ہوں۔ تقریباً ۱۵ ٹانکے کاٹے جاچکے ہیں، بستر سے خود اُٹھ سکتا ہوں۔ ڈاکٹروں نے ایک ماہ کے لیے مکمل بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا ہے۔ اس خوف ناک حادثے سے بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے۔ میں آج کل قائد محترم[۱] کی کتاب سیرت الرسول کی نہم جلد پر کام کررہا ہوں۔ یہ حصہ معجزاتِ حضور ﷺ کے بارے میں ہے۔ اس کا مسودہ نمبر۱۴ ساتھ لے کر لاہور جارہا تھا کہ یہ حادثہ پیش آ گیا اور مجھے معجزانہ طور پر نئی زندگی عطا کی گئی۔

یہ حادثہ پیش آنے کے تیسرے چوتھے دن ہسپتال سے یہ مسودہ معجزانہ طور پر ملا۔ آج کل گھر پر ہی ہوں، ذرا طبیعت سنبھلی ہے تو پہلا کام یہ کر رہا ہوں کہ آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ اچھا تو ایک بات آپ کو اور بتاتا چلوں۔ یہ حادثہ پیش آنے سے قبل ہفتہ عشرہ میں عجیب کرب اور اضطراب میں مبتلا

رہا۔ مجھے چاروں طرف موت کے سائے رقص کرتے نظر آتے، بلڈ پریشر بڑھ گیا، دل کی دھڑکن تیز ہوگئی کیا ہورہا ہے میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ شاید میری چھٹی حس آنے والے خطرے سے مجھے آگاہ کر رہی تھی، ان دنوں میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے سیرت الرسول کا کام مکمل کرنے کی مہلت دے، اس سال (۲۰۰۰ء) میں ربیع الاوّل کے موقع پر میرے تین نعتیہ مجموعے متاعِ قلم[۲]، کشکولِ آرزو'' [۳] اور ''تمنائے حضوری'' [۴] شائع ہورہے ہیں۔ یا اللہ! مجھے ان مجموعوں کو منظرعام پر لانے کی توفیق عطا فرما، یااللہ! بس سفرنامہ حجاز ''لبیک یارسول اللہ لبیک'' مکمل کرنا چاہتا ہوں، مولا! مجھے اس کی مہلت عطا فرما۔ یا اللہ!! بس ساری عمر تیرے حبیبﷺ کی ثنا کرتا رہا ہوں۔ مجھے یہ سارا کام سمیٹنے کی مہت دے، ان دنوں ایک نعت بھی ہوئی جس کے چند اشعار درج کر رہا ہوں:

دل کو گداز آنکھ کو نم کی تلاش ہے
کسی روسیہ کو قیصر و جم کی تلاش ہے
اک لفظ لکھ سکے نہ جو نعتِ نبی کے بعد
شاعر کو ایک ایسے قلم کی تلاش ہے
سرکار دست بستہ کھڑا ہوں میں شام سے
سرکار آپ ہی کے کرم کی تلاش ہے
اُن کی ثنا کے واسطے مانگی تھی زندگی
لیکن اسے بھی ملک عدم کی تلاش ہے

چوتھا شعر اُس وقت میری سمجھ میں، اپنی جزئیات کے ساتھ نہ آسکا، حادثے کے بعد اس کا مفہوم کھلا۔ اب جو زندگی مجھے عطا ہوئی ہے وہ صرف ثنائے رسولﷺ کے لیے ہے۔ نثر میں یا نظم میں، پہلے بھی ہر سانس سرکاﷺ کے لیے وقف تھی اب بھی ہر سانس سرکاﷺ کے لیے وقف رہے گی۔ میرا آپ سے وعدہ رہا کہ جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا سب سے پہلے آپ کا قرض چکاؤں گا کیوں کہمیں ایک مداحِ رسول اور وہ بھی آپ جیسے محبت کرنے والے دوست کی ناراضی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

اگر آپ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب، پروفیسر محمد اقبال جاوید، رشید وارثی، عزیز احسن اور بھارت کے سیّد یحییٰ نشیط اور دیگر احباب کے ایڈریس بھجوا دیں تو میں براہِ راست آپ کے حوالے کے ساتھ انھیں ''رزقِ ثنا'' [۵] کے اعزازی نسخے ارسال کردوں گا۔ میری اس فہرست میں اضافہ بھی فرما سکتے ہیں، کیوں کہ ''نعت رنگ'' کے حوالے سے آپ اہلِ قلم کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں۔ پاکستان میں،

میں چند ایک نعت خوانوں کی خدمت میں بھی ''رزقِ ثنا'' پیش کرنا چاہتا ہوں، چند ممتاز نعت خوانوں کے (کراچی) نام لکھیے ان کی کتابیں آپ کو بھجوا دوں گا۔

اس وقت صبح کے چھ بج رہے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لا رہا ہوں۔

احباب کی خدمت میں آداب، اجازت چاہتا ہوں۔ خداحافظ تفصیلی جواب کا انتظار ہے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

ا۔ پروفیسر ڈاکٹر علامہ طاہر القادری(پ: ۱۹۵۱ء)، ممتاز عالم دین، معلم، خطیب، مصنف، مشیر فقہ: اپیلٹ شریعت بنچ، سپریم کورٹ (۱۹۸۲ء)، بانی: ادارہ منہاج القرآن (۱۹۸۰ء)، قائد: تحریک منہاج القرآن، چند کتب کے نام: ''اسلامی فلسفہ زندگی''،'' نظام مصطفٰے''، ''ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا تعارف''، ''Islamic Concept of Human Nature''، ''Quranic Basis of Constitutional theory''، ''Islamic Penal Philosophy''۔

۲۔۲۰۰۱ء، لاہور: القمر انٹر پرائزز، بار اول، ۱۸۶ص

۳۔۲۰۰۲، لاہور: القمر انٹر پرائزز، بار اول، ۱۶۷ص

۴۔۲۰۰۰ء، لاہور: کنٹراسٹ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، بار اول، ۹۶ص

۵۔۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم و ادب، بار دوم، ۱۷۶ص

شہرِ اقبال

۲۴/فروری ۲۰۰۴ء

برادرم صبیح رحمانی

السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

آپ کے مسلسل اصرار کے آگے مجھے ہتھیار پھینکنا پڑے، ان دنوں ذیل کے موضوع پر تحقیقی کام کر رہا ہوں: ''جدید اردو نعت کا عصری حوالہ''[ا]۔ مضمون ذرا طویل ہوجائے گا، ان شاء اللہ ایک مہینے تک ''نعت رنگ'' کے لیے پیش کروں گا۔

اب تو خوش ہیں نا!

اُمید ہے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۶ شائع ہو چکا ہوگا۔ براہِ کرم اس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی درج ذیل ایڈریس پر بھجوا دیں۔

(ریاض حسین چودھری ۔ڈاکٹر جیز انٹرنیشنل،طور آباد، ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ)

عزیز احسن صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

۱۔ بعنوان'' جدید اردو نعت کی صورت پذیری کا موسم''،ش ۱۷،ص۶۳۔۱۲۰

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی آمد آمد ہے، پلکوں پر ابھی سے اَن گنت ستارے جھلملانے لگے ہیں، نعتِ مسلسل کے سرمدی رتجگوں کا شاداب موسم قریۂ جاں میں ابھی سے خیمہ زن ہے، کشتِ دیدہ و دل میں ابھی سے بادِ بہاری چل رہی ہے، شاخِ آرزو پر ابھی سے کلیاں مسکرانے لگی ہیں، صبحِ میلاد کی دل نواز ساعتوں کی پذیرائی کے لیے دل کی دھڑکنیں چشمِ محبت کی دہلیز پر ابھی سے سمٹنے لگی ہیں۔ صبا، خوش بو کے چراغ لے کر ابھی راہوں میں کھڑی ہے، تاریخِ کائنات کے سب سے بڑے دن کے استقبال کے لیے عناصرِ فطرت رنگ ونور کی نئ پوشاک پہنے ابھی سے چشم براہ ہیں۔

فصیلِ لب پہ سجانے لگی ہوا کلیاں   ابھی سے آنکھ سحابِ کرم میں ڈوب گئی
ابھی سے جشنِ ولادت کے خیر مقدم کو   مری زبان بھی میرے قلم میں ڈوب گئی

ربیع الاوّل کے مقدس چاند کے طلوع ہونے میں ابھی چند روز باقی ہیں، خوشیوں اور مسرتوں کی دھنک سات رنگوں کا پرچم اُٹھائے آسمانِ قلب ونظر پر جلوہ گر ہے۔

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں   غبارِ نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں
یہ کس رسول کی آمد ہے بزمِ ہستی میں   سحر ازل سے مؤدّب کھڑی ہے راہوں میں

اے صبحِ میلاد کی نورانی ساعتو! ہم غلاموں کا سلامِ شوق قبول کرو۔

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ... آپ کو اور 'نعت رنگ' کے قارئین کو مبارک، ربّ محمد اس دن کے وسیلۂ جلیلہ سے عالمِ اسلام پر کرم کی بارش کردے اور اُمتِ مسلمہ کے بجھے ہوئے افق پر عظمتِ رفتہ کا

سورج روشن فرما دے کہ ہماری ہر سانس اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

ان پُر کیف ساعتوں میں آپ 'نعت رنگ' شمارہ ۱۸ کے مضامین و نظم و نثر ترتیب دینے میں مصروف ہوں گے، سوت کی انٹی لے کر حاضر ہوں۔ شاید میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں شامل ہوجائے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا ہمارا سرمایۂ افتخار ہیں، آقائے مکرم ﷺ کی نعت کے حوالے سے قلم اُٹھاتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے کائنات کا سارا حسن ان کے قلم کے ہم رکاب بارگاہِ حضور ﷺ میں دست بستہ کھڑا ہو، لفظ لفظ میں مودّت کے چراغ جل اُٹھتے ہیں۔ ہر چند یہ تصویرِ ادب بن جاتا ہے ورق ورق پر ہجومِ مہ و انجم اُمڈ پڑتا ہے۔ نقدِ نعت کے حوالے سے ان کی خدماتِ جلیلہ آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔ 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میں ان کا تحقیقی مضمون ''نعت میں نعت'' موضوع کے حوالے ہی سے نہیں بلکہ اظہار و بیان کے حوالے سے بھی خاصے کی چیز ہے۔ اللہ ان کے قلم کو مزید روانی اور جولانی عطا فرمائے۔ زیرِ بحث مضمون میں میری نعتیہ نظم 'نعت کیا ہے؟' کے تین بند درج کیے گئے ہیں، میں رضا صاحب کا بے ممنون ہوں لیکن رفیع الدین ذکی قریشی کے نام سے منسوب جو دو بند درج کیے گئے ہیں وہ بھی میری اسی نعتیہ نظم سے لیے گئے ہیں، یعنی:

نعت کیا ہے وصفِ ختم المرسلیںؐ کا تذکرہ

اور

نعت کیا ہے ہر صدی کے سر پر دستارِ کرم

سب سے پہلے یہ نعتیہ نظم راجا رشید محمود کے ماہ نامہ 'نعت' کے خصوصی شمارہ 'نعت کیا ہے' میں شائع ہوئی تھی۔ یہ نظم میرے دوسرے نعتیہ مجموعے رزقِ ثنا (ص ۶۷، مطبوعہ جون ۱۹۹۹ء) میں بھی شامل ہے، ممکن ہے یہ کمپوزنگ کی غلطی ہو، براہِ کرم ریکارڈ، کی درستی کے لیے یہ وضاحت شائع فرما دیں۔

ریاض حسین چودھری

۲۰/نومبر ۲۰۰۸ء

برادرم سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

طویل انتظار کے بعد ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۲۰ طلوع ہوا تو قریۂ دیدہ و دل فکر و نظر کے اَن گنت چراغوں سے منور ہوگیا۔ اصلاحی نقطۂ نظر ورق ورق پر ضوفشاں ہے جو ایک خوش آئند بات ہے۔ گزشتہ روز لاہور کے ایک دوست لاہور سے نعت کے حوالے سے ایک سہ ماہی پرچے کے اجرا کی منصوبہ بندی کررہے تھے، لیکن انھیں مشورہ دیا کہ ''نعت رنگ'' کے چراغ سے اپنا چراغ روشن کرنا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر احتساب کا عمل جاری رہنا چاہیے، انا کا مسئلہ کھڑا کیے بغیر اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج کے نعت گو اور نعت خواں دونوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ قرآن و حدیث سے نعت گوئی سیکھنے کے شعور کی بیداری کرنے سے محض دیوارِ رزق چاٹنے کے عمل پر کاری ضرب پڑے گی، ''نعت رنگ'' کی اس اشاعتِ دل پذیر پر دلی مبارک باد قبول فرمائیے، اگر آپ نعت گو نہ بھی ہوتے اور دورِ نعت خوانی کا اعزاز بھی آپ کو حاصل نہ ہوتا تب بھی آپ ''نعت رنگ'' کے ان بیس شماروں کے حوالے سے کائناتِ نعت میں زندہ رہتے، اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ اسی لگن اور تڑپ کے ساتھ آگے بڑھتے جایئے۔ جہانِ نو کے مقفل دروازے خود بہت کھلتے جائیں گے اور ''نعت رنگ'' کی خوش بو چار دانگ عالم میں پھیل جائے گی۔

یہ اکیس ویں صدی کی پہلی دہائی ہے۔ نقد و نظر کے پیمانے بھی تبدیل ہورہے ہیں، شہرِ ادب میں تازہ کاری کی مسلسل بارشوں سے فرسودگی اور بوسیدگی کا زنگ بھی اُتر رہا ہے۔ آج کی نعت اعلیٰ حضرت کے زمانے کی نعت سے بہت مختلف ہے۔ نعت کی کائنات بھی ہر آن پھیلتی جارہی ہے۔ اگرچہ نعت گو کا اساسی رویہ وہی رہے گا جس سے ایوانِ نعت روزِ ازل سے گونج رہا ہے۔ لیکن سوچ اور اظہار کے ارتقائی سفر کے مختلف مراحل پر رونما ہونے والی تبدیلیوں کو نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا، ہر زمانے کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، اس کا ڈکشن بھی بڑی حد تک بدل جاتا ہے۔ آج کے نقاد کو بھی اَن گنت چیلنجوں کا سامنا ہے۔ اب ادبی منظرنامہ نئے رنوں کی رنگ آمیزی سے بڑی حد تک تبدیل ہوچکا ہے۔ نعت وہ واحد صنفِ سخن ہے جس نے تمام اصنافِ سخن میں اپنے وجود کو منوایا ہے حتیٰ کہ نثر میں بھی نعت کے خوب صورت نمونے مل جاتے ہیں، ہدایتِ آسمانی کی آخری دستاویز قرآن حکیم اس کی روشن تر مثال ہے۔ جدید اردو نعت میں موضوعات کے تنوع کو بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ آپ کا فکر انگیز اداریہ اس حوالے سے نئی سمتوں کی نشان دہی کر رہا ہے اور مستقبل کے نعت گو اور نقاد کی درست رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ جمود کو توڑنا اور افقِ شعر پر نئے آفاق کی تسخیر بذاتِ خود ایک اجتہادی اور

جہادی عمل ہے اور ''نعت رنگ'' اس اجتہادی اور جہادی عمل میں پہلے دن سے شریک ہے، نعت کائنات ہے اور ہم اس کائناتِ نعت میں سانس لے رہے ہیں۔ نقد و نظر کے نئے حوالوں کے ظہور اور نئے پیمانوں کی تشکیل کے بغیر اب آگے بڑھنا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ انتخابی تنقید کا نظریہ بڑا توانا اور جان دار ہے۔ عملی سطح پر یقیناً اس کی پزیرائی ہوگی۔ انتخابی تنقید کا نظریہ ایک دبستانِ تنقید کے طور پر جلد ہی اپنے تخلیقی اور تنقیدی وجود کو منوا لے گا۔ آپ کے اس نقطۂ نظر میں کافی وزن ہے کہ تنقید کے تمام دبستانوں سے اکتسابِ شعور کیا جائے، ابتدائی خاکہ آپ نے دے دیا ہے اب اس ابتدائی خاکے میں رنگ آمیزی کا فریضہ بھی اربابِ علم وفن کو دینا چاہیے، پاک و ہند کے ممتاز نقاد حضرات کا آپ کو تعاون اور اعتماد حاصل ہے۔ ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، پروفیسر محمد اقبال جاوید، ڈاکٹر ریاض مجید، حسن محمود جعفری، پروفیسر محمد اکرم رضا، پروفیسر افضال احمد انور، عزیز احسن، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم اور دیگر اربابِ فکر ونظر کے دروازوں پر دستک دیجیے کہ وہ شہرِ قلم کے دروازے وا کریں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی زندہ ہوتے تو آپ کو خوب خوب شاباش دیتے۔

علامہ کوکب نورانی صاحب میرے مضمون ''جدید اردو نعت میں صورت پذیری کا موسم''[۱] کے بارے میں فرماتے ہیں ''معلوم ہوتا ہے ریاض صاحب کو عبارت آرائی سے خاصا شغف ہے'' ان کے جملے کی کاٹ نے مجھے پہروں سرشار رکھا۔ جی ہاں، آپ نے درست فرمایا۔ مجھے عبارت آرائی سے اس لیے شغف ہے کہ میں شعوری طور پر بھی کوشش کرتا ہوں کہ خوب صورت سے خوب صورت جملہ تخلیق کرکے تاج دارِ کائناتﷺ کی بارگاہِ بےکس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں، میں نثر میں بھی نعت کہنے کا قائل ہوں۔ کیا شعر و سخن کے تمام تر سوتے اسی عبارت آرائی کے بطن سے نہیں پھوٹتے؟ میرے آقاﷺ حسنِ کائنات بھی ہیں اور کائناتِ حسن بھی، ارض و سما کا سارا حسن و جمال محبوبِ خداﷺ کے حسن و جمال کا پرتو ہے، نبی مکرمﷺ صناعِ ازل کا شاہ کار ہیں، حسن و جمال کے تمام حوالے حضورﷺ کے حسن و جمال کی رعنائیوں سے ابلاغ پاتے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی صاحب! دعا کیجیے کہ اللہ ربّ العزت میرے قلم کو مزید روانی اور جولانی عطا فرمائے۔ میرے ذوقِ عبارت آرائی کو علم وفن کے نئے آفاق کی تسخیر کے تخلیقی شعور سے نوازے، شاید میرا کوئی جملہ یا شعر بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرلے اور میرے آقاﷺ اسے سندِ جواز عطا فرما دیں اور میری نجاتِ اُخروی کا سامان ہوجائے۔ اس لیے قدرتی طور پر میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہوں۔ آپ نے میرے بعض جملوں اور منتخب اشعار کی نشان دہی کی ہے، میں آپ کا ممنون ہوں، اختلافِ رائے کے

جمہوری حق کو تسلیم کرتا ہوں۔ اتنا عرض کرتا چلوں کہ انسانی کاوش میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش بہر حال موجود رہتی ہے۔ حرفِ آخر صرف اللہ اور اُس کے رسولِ عظیم ﷺ کا فرمان ہے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

فون پر آپ کی آواز سن کر چونک پڑا تھا، یہ آپ کی محبت ہے کہ پاکستان واپس آتے ہی آپ نے مجھ ناچیز کو یاد کیا۔ اللہ آپ کو صحت اور تن درستی سے نوازے۔ آپ کے عزائم کو پرِ پرواز عطا کرے، آپ کے قلم کو حصارِ کرم میں رکھے کہ طاقِ جاں میں ثنائے رسول ﷺ کے چراغ جلتے رہیں، صبا نامہ بری کا فریضہ سرانجام دیتی رہے اور درِ حضور ﷺ سے ربطِ غلامی قائم رہے یہی ربطِ غلامی ہماری نجات کا باعث ہے:

زنجیر سرہانے رکھ کر میں اُس سوچ میں ڈوبا رہتا ہوں
جب شہرِ مدینہ آئے گا دیوانے کا عالم کیا ہوگا

جی ہاں، ''نعت رنگ'' ۲۲ مجھے زکریا شیخ الاشرفی[۱] مدیر ''نعت نیوز'' کے توسط سے مل گیا تھا۔ پرچہ کیا ہے حوالے کی ایک کتاب ہے۔ جدید تر اردو نعت کا اشاریہ ہے، نعتِ حضور ﷺ کی ایک دستاویز ہے جو انفرادی اور اجتماعی رویوں کی آئینہ بردار ہے۔

غیر مشروط اور غیر متزلزل کومٹ منٹ کا پہلا صلہ یہ عطا ہوتا ہے کہ تخلیقی سطح پر سوچ اور اظہار کے مقفل دروازے خود بخود کھلنے لگتے ہیں۔ تخیل کے پرندوں کو تازہ ہواؤں سے دائمی وابستگی کا ادراک ملتا ہے اور لفظ معانی کی فضائے بسیط میں اونچی پرواز کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ''نعت رنگ'' نے اپنے جس تخلیقی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس کے نقوشِ پا اتنے تابندہ اور روشن ہیں کہ بہت سے دوسرے اربابِ وفا پر بھی سفر کے مراحل آسان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ثنائے حضور ﷺ کی خنک ہواؤں کے قافلے کے رواں دواں رہنے کا چرچا خوش بوئیں ہی نہیں، دھنک کے رنگ بھی کرتے رہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۲۲ پھولوں کی اپنی خوش بوؤں، دھنک کے انھی رنگوں اور آفتابِ ادب کی اسی روشنی کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ابتدائیے اور اظہاریے میں جن گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے

اُسے جدید نعت نگاری کے نصاب کا درجہ حاصل ہے۔ نعت کے اسلوبیاتی پس منظر میں نئے امکانات کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے آپ کا مختصر مگر فکر انگیز اداریہ بھی شعور کے اَن گنت مقفل دروازوں پر دستک دے رہا ہے، نعت شناسی کے حوالے سے شعرا کی انفرادی تفہیم ایک نئے جہان معنی کے تخلیق کا کارنامہ سرانجام دے رہی ہے جو آگے چل کر نعت کے جدید اور قدیم رجحانات کو مزید مضبوط کرنے کا باعث بنے گی اور ادبی تاریخ کی حرارت میں بھی آپ کو سرخ رو ہونے کا اعزاز بخشے گی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر ریاض مجید اور گوہر ملسیانی کی نعت شناسی پر پُرمغز مقالات میں جہاں نعت نگاری کے دل کش اور منفرد انداز سے آگاہی ملتی ہے وہاں شخصی حوالوں کی مربوط کڑیوں کا ادراک بھی جدید نعت کے قارئین کے ذہنوں میں چراغاں کرتا دکھائی دیتا ہے۔ برادرِ عزیز! چراغ سے چراغ جلنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یعنی آپ کے اخلاص، لگن اور تڑپ کا بالواسطہ اعتراف بھی کیا جارہا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے سفر زندگی کا دل کش بیان جہدِ مسلسل کی ایک دل آویز کہانی ہے۔ ثابت ہوا کہ عظمت یوں ہی طشت میں رکھ کر کسی کے نامۂ اعمال میں درج نہیں ہوتی، نعت شناسی کے موضوع کو مزید وسعت دیجیے اسے ایک تحریک بنا دیجیے، فکری منظر کے اَن گنت گوشے بے نقاب ہوتے چلے جائیں گے اور روحانی رتجگوں کا موسم ہماری ثقافتی اکائی کو تحفظ کی ردا دے گا۔

ربّ کائنات کی رضا کے سامنے سر جھکانا بھی شعورِ بندگی کی پہلی کرن ہے۔ برادرِ عزیز! کیا کہوں بڑھاپا اس تیزی سے حملہ آور ہوا ہے کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا سکا، چند قدم چلتا ہوں تو سانس پھول جاتا ہے اور قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، شوگر اور بلڈ پریشر اس کے علاوہ، غلافِ کعبہ کو تھام کر التجائیں کرنے کی سعادت حاصل ہو تو میرے لیے ایمان کی سلامتی اور صحتِ کاملہ کی دعا کیجیے گا اور شہرِ بے مثال میں درِ حضور ﷺ پر چشم کرم کی التماس:

سب کچھ عطا کیا ہے خدا نے حضور پاک
سب کچھ ریاضؔ دامنِ خیرالبشر میں ہے

شائستگی، قناعت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو زبان و قلم دونوں شترِ بے مہار کی طرح شہرِ ادب کی گلیوں اور بازاروں میں جگالی کرنے لگتے ہیں، آئینہ خانے کا ہر عکس سر پیٹ لیتا ہے اور تنقیدی رویے دشنام طرازی میں تبدیل ہوجاتے ہیں، کسی بھی دور میں اہل علم کا یہ شیوہ نہیں رہا،

ڈاکٹر شعیب نگرامی کا ''مقالہ'' الا ماشاء اللہ تنقید نگاری کی ایک خوب صورت مثال ہے جس پر بے ساختہ انھیں داد دینے کو جی چاہتا ہے افسوس وہ اپنے مخصوص مسلکی فریم سے باہر ہی نہیں نکل سکے۔ مفروضوں پر مبنی بہتان تراشیوں کے پہاڑ تحقیق کر لینا کہاں کی دانش وری ہے۔ موضوع نعت ہے لیکن مدرسوں کے نصاب تعلیم میں قرآن وحدیث کو تبرکاً شامل کرنے کی پھبتی بھی کسی جارہی ہے۔ گویا مقصود تنقیدِ نعت نہیں اپنے مخصوص مسلک کی تنگناؤں کی رونمائی ہے ارشاد فرماتے ہیں:

> عربی کی نعت کو توحیدِ خالص کی ڈگر سے ہٹا کر شرک کے غار میں دھکیلنے کے گناہ گار ساتویں صدی کے اندلسی الاصل شاعر ابن ہانی اور اسکندریہ کے نعت گو شاعر محمد بن سعید البوصری تھے۔ جن کے بارے میں ایک دوسرے استاد محمد البخار کہا کرتے تھے کہ مذکورہ دونوں شعرا نے شرکیہ نعت گوئی کا شجرِ خبیثہ لگایا تھا جو آج بھی پھل پھول رہا ہے۔

موصوف نے حسان بن ثابت، زہیر بن کعب اور عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ذکر کیا ہے، یقیناً وہ جانتے ہوں گے کہ ان شعرائے دربارِ رسالت مآب ﷺ نے نعت سے دفاع رسول ﷺ کا کام لیا تھا اور کفار ومشرکین کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیا تھا۔ ڈاکٹر شعیب نگرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ نعت آج بھی دفاع رسول ﷺ کے منصب جلیلہ پر رونق افروز ہے۔ طائف کے اوباش لڑکوں کے قہقہے آج بھی فضاؤں میں زہر گھول رہے ہیں، آج بھی سفاک لمحے ابوجہل اور ابولہب کی چیرہ دستیوں کی یاد دلا رہے ہیں۔ حق وباطل کا معرکہ آج بھی جاری ہے، حق، باطل کے ساتھ سمجھوتے کا روادار نہ کل تھا اور نہ آج ہے۔

آج دشمنانِ اسلام اور منکرین رسول کا دائرہ مزید وسیع ہو چکا ہے۔ گستاخانہ خاکوں سے لے کر نعوذ باللہ قرآن پاک کو جلانے تک کے روح فرسا واقعات اِسی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں بعض اوقات ذہن مسلک کے گردوغبار میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ نہ زبان قابو میں رہتی ہے اور نہ قلم ہی گرفت میں آتا ہے۔ زبان ہذیان بکنے لگتی ہے اور قلم گالیاں تخلیق کرنے لگتا ہے انتہاء پسندی دہشت گردی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کسی تحریر یا کسی شعر کا من مانا مفہوم اخذ کر کے بہتان تراشی کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے۔ کفر وشرک کا الزام لگانے کے بعد خود ہی فتویٰ صادر فرمانا قلم فروشوں کی پرانی عادت ہے۔ موصوف نے ایک ہی سانس میں نعتیہ شاعری کے ۸۰ فیصد حصّہ کو شرکیہ شاعری قرار دے ڈالا ہے اور تو اور انھوں نے اقبال کو بھی نہیں بخشا۔

نگاہِ عشق و مستی میں رہی اوّل وہی آخر

کیا تاجدارِ کائنات ﷺ، نبی آخرالزماں ﷺ، حضور رحمت عالم ﷺ رسولِ اوّل وآخر نہیں؟ وہ صاحبِ علم جو رباعی اور دواشعار کے مابین فنی فرق سے بھی آگاہ نہیں، اس کے لکھے کو اعتبار اور اعتماد کی سند دی جاسکتی ہے؟ اربابِ نقدونظر اس زہرفشانی کا تریاق دریافت کریں ورنہ یہ زہر سارے جسم میں سرایت کر جائے گا۔

گزارش یہ ہے کہ توحید تو ہمیشہ خالص ہی ہوتی ہے۔ اس میں ملاوٹ کا تصور بھی بندے کو کفر و شرک کے الاؤ کا ایندھن بنادیتا ہے۔ اللہ ایک ہے اور وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی ثانی نہیں، کوئی ہمسر نہیں وہ یکتا اور تنہا ہے۔ لائقِ بندگی صرف اور صرف خدا کی ذات ہے سجدہ صرف اُسی کو روا ہے ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات کا روزی رساں ہے، وہی بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ وہی زمین کے سینے سے خوشۂ گندم اگاتا ہے۔ ہماری ایک ایک سانس اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہی طاقت کا سرچشمہ ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، وہی کائنات رنگ وبو کا مالک ومختار ہے۔ آقائے محتشم ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں، وہ بندے اور رسول جن کے سرِ اقدس پر قادرِ مطلق نے ختم نبوت کا تاج سجایا۔ انھیں کل جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ تاجدارِ مدینہ اللہ کے وہ بندے اور رسول ہیں جن کی قدم بوسی کے لیے یہ جہان رنگ وبو تخلیق کیا گیا۔ جس رسول اوّل وآخر پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور ربِ کائنات ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی رسولِ رحمت پر خوب خوب درودوسلام بھیجا کرو، حضور ﷺ اللہ کے وہ بندے اور رسول ہیں جن پر ہدایت آسمانی کی آخری دستاویز نازل کی گئی۔ قرآن عظیم میں جن کے محاصرومحاسن کی دھنک سجائی گئی ہے، جنھیں مہمانِ عرش ہونے کا اعزاز بخشا گیا ہے جن کے وسیلے سے ہمیں ایمان نصیب ہوا۔ جنھیں زمین کے سارے خزانوں کی کُنجیاں عطا کی گئیں، قیامت کا دن شافعِ محشر ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کے ظہور کا دن ہے۔ ربّ کائنات آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول اپنی امتوں سمیت حضور ﷺ کے خیمۂ عافیت کی تلاش میں نکلیں گے، سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا ہوگا۔ نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ ساقیٔ کوثر حوضِ کوثر پر پیاسوں کو پانی پلا رہے ہوں

گے، سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپ جنت الفردوس میں داخل ہوں گے، رہی علم غیب اور تصرفاتِ رسول کی بات تو گزارش ہے کہ اللہ رب العزت کا علم لامحدود ہے اور یہ علم اس کا ذاتی علم ہے۔ اللہ خالق ہے اور حضورﷺ اس کی مخلوق ہیں، حضورﷺ کا علم ذاتی نہیں عطائی ہے ، اللہ رب العزت کا عطا کردہ ہے۔ حضورﷺ کو اُن کے ربِ عظیم نے کتنا علم اور کیا کیا عطا کیا ہے ، مَیں اور آپ اس کا تعین کرنے والے کون ہوتے ہیں، کیا قاسم آقا حضورﷺ کی کنیت نہیں؟ ہر عہد میں ہر نعت گو کا یہی عقیدہ رہا ہے سوویت روس کے بکھرنے کے بعد یہود، ہنود اور نصاریٰ نے اپنی توپوں کا رخ اُمتِ مسلمہ کی طرف کر دیا تھا۔ اسلامیان عالم کو ہر محاذ پر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، نعتیہ شاعری پر شرکیہ شاعری کا لیبل لگا کر آپ اپنے کن آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں، کیا آپ ان عالمی قزاقوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کر رہے؟

فکری مغالطوں کی چلیں لاکھ آندھیاں
پرچم اُڑے گا اور بھی اونچا حضور کا

بدقسمتی ہے کچھ لوگ حضورﷺ کی دکھی امت کو مزید خانوں میں تقسیم کرنے کی گھناؤنی سازش میں مصروف ہیں۔ مکینِ گنبدِ خضرا سے غلامی کا رشتہ ازسرِنو استوار کرنے کے بجائے یہ غلامیٔ رسول کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت امت مسلمہ کو جدید علوم میں مہارت حاصل کرکے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو اغیار کے ہاتھوں سے چھیننا ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علم و حکمت کی ہر روشنی تاجدارِ کائنات، حضور رحمت عالمﷺ کے قدموں کی خیرات ہے، نعت درود و سلام کے پیکر شعری کا نام ہے۔ آقاﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے اکتسابِ شعور کرنے کی سعی ہے۔ نعت کے خلاف ہر سازش پیغمبر اسلامﷺ کے خلاف ایک کھلی سازش ہے۔ پیغمبر اسلامﷺ کے خلاف سازش دین اسلام کو للکارنا ہے۔اس کی توقع دشمنانِ اسلام سے تو کی جاسکتی ہے کسی کلمہ گو سے نہیں۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ یہ لوگ دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرکے کون سا مذہبی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، چلیے بات مختصر کرتے ہیں۔ کیا آپ اپنی محافل اور مجالسوں میں (بقول آپ کے) یہ ۲۰ فی صد غیر شرکیہ شاعری پڑھتے ہیں، یقیناً نہیں پڑھتے ، تو پھر یہ تنقید برائے تنقید ہی ہوئی نا؟

(صبیح رحمانی صاحب!) گزشتہ دنوں جب آپ سیال کوٹ تشریف لائے تھے تو آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آج کل میری مصروفیات کیا ہیں؟ پھر اچانک گفتگو کا رخ دوسری جانب مڑ گیا،

برادرعزیز! اللہ کے فضل وکرم اور آقائے کائناتﷺ کی خصوصی توجہات سے نعتِ حضورﷺ کے حوالے جو عمر بھر تھوڑا بہت کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس کام کو سمیٹ رہا ہوں، میرا بیٹا محمد حسنین مدثر میری بھرپور معاونت کرتا ہے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ زرِ معتبر (۱۹۹۵ء) رزقِ ثنا (۱۹۹۹ء) تمنائے حضوری (۲۰۰۰ء) متاعِ قلم (۲۰۰۱ء) کشکولِ آرزو (۲۰۰۲ء) سلام علیک (۲۰۰۴ء) اور خلدِ سخن (۲۰۰۹ء) اب تک میرے سات نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ''رزقِ ثناء'' پر مجھے صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے بھی ''رزقِ ثناء'' کو سیرت ایوارڈ دیا تھا۔ اب ''خلدِ سخن'' کو حکومت پاکستان کی طرف سے صدارتی ایوارڈ ملا ہے جب کہ ''خلدِ سخن'' کو نعت ایوارڈ کا بھی مستحق گردانا گیا ہے۔

۲۰۰۲ء میں تحریک منہاج القرآن کے شعبۂ ادبیات (لاہور) سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد واپس گھر (سیال کوٹ) آ گیا ہوں، جن مسودہ جات کو آخری شکل دے دی ہے، ان کی تفصیل یہ ہے ''طلوعِ فجر'' ۱۲/ربیع الاوّل کے حوالے سے یہ پانچ سو بند پر مشتمل ایک طویل نعتیہ نظم ہے۔ ہر بند کی آخری دو سطروں کو با قاعدہ شعر کی صورت دے دی ہے اور سعی کی ہے کہ بند کے نفسِ مضمون کو اس شعر میں سمیٹا جاسکے۔ ''طلوعِ فجر'' کا دیباچہ ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحاق قریشی نے تحریر کیا ہے۔ ''غزل کاسہ بکف'' کو بھی آخری شکل دے دی ہے۔ ''ہشت نعتیہ'' غزل کاسہ بکف کی پہلی نعت ہے جو ۴۰۰/اشعار پر مشتمل ہے، غزل کاسہ بکف کا پیش لفظ بشیر حسین ناظم نے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ نعتیہ نظموں پر مشتمل دو مجموعے، نعتیہ قطعات، نعتِ معریٰ اور مزید چار پانچ نعتیہ مجموعے بھی زیرِ ترتیب ہیں۔

حمدِ ربِ جلیل اور مناجات کے تین مجموعے مرتب ہوئے ہیں ''کتاب التجا''، ''لامحدود'' اور حمدیہ قطعات، غزلوں کے بعد دو مجموعے تیار ہیں، دعا کیجیے کے عمرہ کے دونوں سفرناموں کو بھی حیطۂ تحریر میں لاسکوں۔

مکینِ گنبد خضرا کا ہے کرم بے حد
قلم پہ رحمتِ یزداں بھی انتہائی ہے

جسمانی عوارض اپنی جگہ لیکن بڑھاپا ثنائے مصطفیٰ کی تجلیات میں گم ہے، یہ میرے اللہ کا فضل ہے اور میرے حضورﷺ کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ قلم بڑھاپے کا شکار نہیں ہوا۔

فضائے نعت میں اُڑتے ہوئے نہیں تھکتا
مرا قلم بھی ہے جبریل کے پروں کی طرح

ریاض حسین چودھری

ا۔ زکریا شیخ الاشرفی (پ:۱۹۸۳ء) مدیر: ’’نعت نیوز‘‘، مرتب: ’’مدحت شاہِ دوعالمؐ‘‘ (نعتیہ انتخاب)

نامور ادیب، نقاد اور نعت گو عزیز احسن کا نعتیہ مجموعہ ’’اُمید طیبہ رسی‘‘[ا] اور ممتاز دانش ور پروفیسر محمد اقبال جاوید کی کتاب ’’مرقع چہل حدیث‘‘[۲] گزشتہ دنوں حاجی محمد رفیق الرفاعی کے توسط سے موصول ہوئیں۔ چند روز بعد حاجی صاحب ہی کی معرفت ’’نعت رنگ‘‘۲۳ بھی نظر نواز ہوا۔ اتنے قیمتی تحائف کا بے حد شکریہ۔ آپ نے میری منتظر آنکھوں کو روشنیوں سے بھر دیا ہے۔

ابھی یہ چند جملے ہی حیطۂ تحریر میں آئے تھے کہ موبائل فون کی گھنٹی بجی، آن کیا تو آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ خوش خبری سنا رہے تھے کہ محترم عزیز احسن اور جناب شہزاد احمد نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی ہے۔ دلی مسرت ہوئی، دونوں احباب کی خدمت میں میرا سلام عرض کیجیے گا اور میری طرف سے مبارک باد بھی دیجیے گا۔ ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ان کی تخلیقی توانائیوں میں مزید نکھار پیدا ہو گا اور حمد و نعت کا کام مزید تیزی سے آگے بڑھے گا۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی کے متنازعہ مقالے[۳] کا ردِّعمل یقیناً خوش گوار نہیں ہوسکتا تھا۔ پروفیسر طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر اشفاق انجم اور علامہ محمد شہزاد مجددی نے موصوف کو آڑے ہاتھوں لیا ہے ایک دو صاحب مقالہ نگار کے ہم نوا بھی نکلے، مجھے چنداں حیرت نہیں ہوئی۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے خوشامد کی ڈگڈگی بجانا ان لوگوں کی مجبوری ہے۔ ان جیسے ہم نواؤں کی ہرزہ سرائیوں کے پس منظر ہی میں امریکیوں کو گستاخانہ فلم بنانے کی جرأت ہوئی ہے۔ ’’یومِ عشقِ رسول ﷺ‘‘ پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ ابھی غیرتِ مسلم زندہ ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں نے یہ نام کس طرح ہضم کیا ہوگا۔ یہ مقالہ چھاپ کر آپ نے اچھا کیا۔ یہ خارش زدہ اور مکروہ چہرے بے نقاب تو ہوئے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم کے گراں قدر خیالات جمہور اہلِ اسلام کی ترجمانی کر رہے ہیں:

’’نعت نہایت مقدس و محترم صنف سخن ہے لہٰذا اس کی تقدیس اور طہارت کا

تقاضا ہے کہ مضامین و افکار بھی ایسی ہی صفات کے حامل ہوں۔ ان کے
اظہار کا ذریعہ زبان ہے تو اس کا بھی صحیح اور پاکیزہ و شستہ ہونا لازمی ہے۔
اس لیے الفاظ کا انتخاب غور و فکر اور احتیاط کا طالب ہے۔ اگر ایک بھی
نامناسب لفظ در آیا تو ساری شعری فضا کو مکدر کر دیتا ہے‘‘۔

’’ثنائے رسول ﷺ‘‘ کے ضمن میں میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ شہرِ غزل، نعت گو کی تربیت گاہ ہے۔ رموزِ شعر سے آشنائی ضروری ہے۔ نعت گو کو شعر کی باریکیوں، نزاکتوں اور لطافتوں سے آگاہ ہونا چاہیے جمالیاتی قدروں کی پاسداری کا اہل ہو تو اسے اقلیم نعت میں داخلے کی اجازت ملنی چاہیے، آنسوؤں سے وضو کرنے کا سلیقہ جانتا ہو تو قلم اٹھائے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا جائے تو نعت فنی حوالے سے بھی اعتبار و اعتماد کے معیارات پر پورا اُترتی ہو۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یہاں تو ذرا سی بھی لغزش یا شوخی سوئے ادب میں شمار ہوگی اس لیے احتیاط اور ادب پہلی شرط ہے لیکن مجھے ڈاکٹر صاحب کے ان خیالات سے اختلاف کرنے کی اجازت دیجیے کہ

’’زبان کے ساتھ فن شاعری اور عروض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ یہی
شاعری کی اساس ہے‘‘۔

یقیناً زبان کے ساتھ فن شاعری اور عروض کا علم بھی شاعر کے لیے ضروری ہے لیکن یہ شاعری کی آساس نہیں۔ شاعری تو دل کے آبگینوں کے رقص میں آنے کا نام ہے، شاعری کی اساس تخیل ہے، شاعرانہ اپردچ ہے۔ اظہار کا کھرا پن ہے ندرت فکر اور سوچ کی بلند پروازی ہے۔ جذبے کی سچائی اور اثر پزیری کے اوصاف زندہ شعر کی بولتی علامتیں ہیں، شاعری جمالیاتی شعور کے ابلاغ کا نام ہے، گذارش ہے کہ پہلے شاعری وجود میں آئی۔ فن شاعری کے ضابطے اور اصول اساتذہ کی شاعری سے اخذ کیے گئے کون کافر علم عروض کی اہمیت سے انکار کرسکتا ہے لیکن ہر شاعر کے لیے علم عروض کا ’’ماہر‘‘ ہونا بھی تو ضروری نہیں۔ اگر مذکورہ کلیے کو حرف آخر سمجھ لیا جائے تو علم عروض کے ماہرین ہی کو شعر لکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ایک اچھا عروضی ایک اچھا شاعر نہیں ہوسکتا وہ ہر وقت جمع تفریق کے چکر ہی میں رہتا ہے۔ شاعری تو ایک خداداد صلاحیت کا نام ہے، شعوری کوششوں سے محض ان صلاحیتوں میں نکھار پیدا کیا جاسکتا ہے، شاعر پیدا ہوتے ہیں۔ عروض کی کتابیں پڑھ کر شاعر نہیں بنا

جاسکتا، علم عروض شاعری کی اساس نہیں بلکہ شاعری علم عروض کی بنیاد ہے، کیا آپ محسوس نہیں کرتے کہ آج لاشعوری طور پر زبان و بیان کا نیا ضابطۂ تحریر مرتب ہو رہا ہے۔

برادرِ عزیز! کیا عرض کروں گزشتہ دو ماہ آنسوؤں، ہچکیوں اور سسکیوں میں ڈوبے رہے، طارق امین۔ میرے ماموں زاد جو میرے ہم زلف بھی تھے طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ وہ کئی برس سے صاحب فراش تھے، ہر وقت درود پاک ورد زبان رہتا، تصور میں مدینے کے در و دیوار کو چومتے رہتے۔ابھی آنسو خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی اطہر حمید کا بڑا بیٹا فیض رسول حرکت قلب بند ہو جانے سے ابدی نیند سو گیا۔ یہ وہی فیض رسول ہے جس نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر آپ کی ویب سائٹ بنائی تھی۔ ہمارے خاندان پر قیامت گزر گئی۔ ۲۳ سالہ گل رعنا آناً فاناً مرجھا گیا۔ شام کو ہم اسے سپرد خاک بھی کر آئے، ایک روز قبل فیض رسول اپنے بھائیوں حسن اور قاسم کے ساتھ مجھے ملنے آیا۔ کہنے لگا انکل میں پرسوں واپس دبئی اپنی جاب پر جا رہا ہوں، ہم تقریباً دو گھنٹے باتیں کرتے رہے، اپنے آقا ﷺ کی باتیں، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی نورانی فضاؤں کی باتیں۔ فیض کہنے لگا، انکل! اب کے ربیع الاوّل حضور ﷺ کے قدموں میں گزارنے کا ارادہ ہے۔ انتہائی ملنسار اور صلح پسند نوجوان تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں نعت کا وہ ذوق وشوق پایا تھا کہ رشک آتا تھا۔ اس عمر کے نوجوانوں کے معمولات کے برعکس ہر وقت سر زمیں حجاز کی تجلیات میں گم رہتا۔ چار بار دیار محبت کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۶/عمرے کیے میرا وجدان کہتا ہے کہ فیض رسول کی روح اب قیام حشر تک مواجۂ اقدس میں تاجدارِ کائنات کی بارگاہ میں محو ثنا رہے گی۔

بعد مرنے کے چلے جائیں گے سب سے چھپ کر
ایک گھر ہم نے مدینے میں بنا رکھا ہے

گزشتہ ماہ ہی میرے ایک کزن حافظ محمد رمضان بھی ۹۲ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آنکھیں تو اشکبار تھیں قلم بھی اشکبار ہو گیا۔ رہے نام اللہ کا۔

نعت رنگ ۲۳: خضر حیات صاحب کے مکتوب میں بہت سے سوال اٹھائے گئے ہیں واقعی نعت خواں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ نعت نگار کی پذیرائی بھی ہونی چاہیے، کیا نعت نگار کو اپنے آقا کی ذات اقدس کے حوالے سے اپنے تشخص، یا اپنی شناخت کا حق حاصل نہیں، الیکٹرونک میڈیا کے صاحبانِ اختیار کو اس مسئلے کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، جن نکات کی طرف خضر حیات صاحب نے نعت خواں حضرات کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کاش ان نکات کو دائرۂ عمل میں بھی لایا

جائے۔ اسے انا کا مسئلہ بنا لیا گیا تو یہ روش مزید افسوس کا باعث ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا مقالہ ''نثری نظم اور نعت'' دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی جن قدیم اور جدید نثر پاروں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نثری نظم کے عنوان سے نہیں لکھے گئے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ غیر ارادی طور پر نثری نظمیں اور نثری نعتیں تخلیق ہوتی رہیں۔ آج اپنے آبا کے اپنے انھی نقوش قلم کو بنیاد بنا کر نثری نظم ایک باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر سامنے آ رہی ہے تو اس پر منفی ردّعمل کیوں؟ یوں لگتا ہے جیسے عبارت آرائی کو نثری نظم کا نام دیا جارہا ہے۔ لوگ عبارت آرائی کو منفی معنوں میں لیتے ہیں۔ کسی اہلِ قلم کو تضحیک کا نشانہ بنانا ہو تو اس پر عبارت آرائی کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ میں اس بات کا زبردست حامی ہوں کہ قاری کو تخلیق کار کے نقطۂ نظر سے اختلاف کرنے کا جمہوری حق ملنا چاہیے، البتہ تنقید برائے تنقیص کا دروازہ بند ہونا چاہیے۔ عبارت آرائی بھی تخلیقی عمل کا حصہ ہے۔ یہ کسی نثر پارے کی اضافی خوبی ہے جسے بجا طور پر اب نثری نظم کا نام دیا جارہا ہے۔ نثر پر شاعری کا گمان ہونا ہی نثری نظم یا نثری نعت کا دستاویزی جواز ہے، ہمارے بعض مقررین کی تقاریر کے بعض حصوں کو بھی نثری نعت میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ عطا اللہ شاہ بخاری، صاحبزادہ فیض الحسن، شورش کاشمیری، پیر کرم شاہ الازہری اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بعض مکمل تقاریر یا ان کے متعدد حصے بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ نثری نظم اور نثری نعت کو ایک نئے تجربے کے طور پر اپنے قدم جمانے کا موقع تو دیں۔ اگر اس نئی صنفِ سخن میں تخلیقی توانائی ہوگی تو یہ زندہ رہے گی۔ ورنہ وقت سب سے بڑا اور ظالم نقاد ہے، نئی نئی اصنافِ سخن متعارف ہورہی ہیں۔ یہ سب تخلیقی عمل کی ارتقائی صورتیں ہیں۔ تخلیقی عمل بغیر کسی رکاوٹ کے جاری و ساری رہتا ہے۔ جمود کا لفظ موت کے مترادفات میں شامل ہے، تخیل کا پرندہ پرِ پرواز مانگتا ہے۔ اظہار کی تنگناؤں میں اُڑنا اس کی جبلت کے خلاف ہے۔ یہ مسلسل پرواز کا تمنائی ہے۔ سانیٹ اور ہائیکو اب اجنبی اصنافِ سخن نہیں، تلاثی، کوثریہ... اور اب ''اکائی'' نئی اصنافِ سخن کے طور پر متعارف ہورہی ہیں۔ ''اکائی'' (حمد و نعت) کے تعارفی کلمات میں میں نے لکھا ہے:

> ''ہمارے ہاں، یک مصرعی نظموں کی روایت پہلے سے موجود ہے میں نے اس میں ہیئت کی معمولی سی تبدیلی کی ہے اور اس نئی صنفِ سخن کو ''اکائی'' کا نام دیا ہے۔ اکائی میں شامل تمام یک مصرعی نظمیں ایک ہی بحر میں ہوں گی، ان ہم وزن مصرعوں کی تعداد پر پابندی نہیں ہوگی۔ اسے شاعر کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا۔ قافیے اور ردیف کا اہتمام بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس پابندی سے

نئے تخلیقی آفاق کی تسخیر کے امکانات محدود ہوسکتے ہیں۔''اکائی'' کی وسعت پزیری شاید اس کی متحمل نہ ہوسکے، یوں اس کی انفرادیت بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اکائی میں شامل ہر مصرعی نظم کا آغاز ایک ہی یا ایک سے زیادہ الفاظ سے ہوگا۔ اور یہ لفظ یا الفاظ ہر یک مصرعی نظم میں دہرائے جائیں گے۔ اس تکرار سے ایک دل نواز آہنگ پیدا ہوگا۔ اس کا انداز عموماً خطابیہ ہوگا ہر یک مصرعی نظم الگ خیال کی حامل ہوگی، لیکن بہت سی یک مصرعی نظموں کو جب ایک مربوط نظم کی شکل دی جائے گی تو یقیناً اس کا ایک مجموعی تاثر بھی مرتب ہوگا۔ اکائی کا مرکزی خیال حمد و نعت کے مضامین سے ابلاغ پائے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس نئی صنفِ سخن کو صرف اور صرف حمد و نعت کے لیے مختص رکھا جائے، زیادہ سے زیادہ اس کا دامن منقبت اور سلام تک پھیلایا جاسکتا ہے۔ یہ اس کے مزاج کا تقاضا بھی ہے۔ اکائی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسے محافل میں ترنم سے پڑھا جاسکتا ہے۔''اکائی'' کی تازگی ہوائے خوش گوار کا ایک جھونکا ثابت ہوگی۔ اس نئی صنفِ سخن کی پزیرائی کے بارے میں پُرامید ہوں''۔

''نعت رنگ'' کی موجودہ اشاعت میں مضامین کا خلاصہ انگریزی زبان میں درج کرنے کا سلسلہ پسند آیا۔ اسے جاری رکھیے۔ مضمون نگار کے یک سطری تعارف کا فیصلہ بھی خوب ہے۔

ریاض حسین چودھری

۱۔۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، صفحات ۱۲۸

۲۔۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، صفحات ۲۴۸

۳۔''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت''، ش ۲۲، ص ۴۳-۴۳

شہر اقبال

۲۲/ فروری ۲۰۱۴ء

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی!

السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی۔

''آبروئے ما'' کے چند صفحات لف ھذا ہیں۔ یہ میرا ۱۰ واں نعتیہ مجموعہ ہوگا۔ اس کا دیباچہ ڈاکٹر خورشید رضوی نے تحریر فرمایا تھا۔ کمپوزنگ مکمل ہوچکی ہے۔''طلوعِ فجر''[۱] جو میرا ۹ واں نعتیہ مجموعہ ہے، طباعت کے آخری مراحل میں ہے۔'' آبروئے ما'' انشاء اللہ ''طلوعِ فجر'' کے فوراً بعد شائع ہوگا۔

آپ سے'' آبروئے ما'' کا بیک فلیپ (پسِ سرورق) لکھنے کی استدعا ہے۔ اس میں غزل کی ہیت میں نعتیں ہیں۔ نعتیہ قطعات، نعتیہ ثلاثی اور فردیات بھی شامل ہیں۔ بیک فلیپ کے لیے ۳۰/۴۰ سطریں مناسب ہوں گی۔ جدّہ جانے سے پہلے مجھے رجسٹرڈ ڈاک سے مطلوبہ فلیپ بھجوادیجیے گا۔

''نعت رنگ'' کا انتظار ہے۔

منتظر

ریاض حسین چودھری

۱۔۲۰۱۴ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۵۱۸ص

ریاض حسین زیدی، سیّد، پروفیسر (ساہیوال)

محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم: ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۵ (مئی ۲۰۰۳ء) گل دستۂ سو رنگ کی طرح مہکتا، جگمگاتا اور ذہنی و قلبی اور روحانی آفاقی کو عطر بیز کرتا ہوا انگ انگ کو سرشار کرتا گیا۔ میں بلاشرط اس خوب صورت جریدے کی اشاعت پر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ بلاشبہ:

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

۱۰ اعدد وقیع مقالہ جات نے نعتﷺ کے اَن گنت چشم کشا پہلو ہمارے سامنے رکھ دیے ہیں۔ بالخصوص پروفیسر محمد اقبال جاوید کا نہایت جان دار مقالہ ''ظہورِ قدسی'' دلائل و براہین اور حوالہ جات کی وقعتوں کی وجہ سے لطف دے گیا۔ ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ معانی سے مالامال اور ایمانی مواد سے معطر ہے۔ محمد اقبال جاوید کی تحریریں مرصع نظموں کی طرح محظوظ کرتی ہیں۔ اُن کے ہاں تعصّبات اور فقہی موشگافیوں کی بھول بھلیاں نہیں ملتیں۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں اور قرآن و حدیث سے براہِ راست استفادہ کرتے ہوئے بے تعصب اور بے لاگ نتائج فکر مرتب کرتے جاتے

ہیں۔لیکن مولانا کوکب نورانی اپنی توضیحات میں جیسے کسی مجلس مناظرہ سے خطاب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ لٹھ باز خطباء کی طرح اپنے حریفوں کو چتھاڑنے، پیس ڈالنے اور انھیں رگید ڈالنے کا عزم بالجزم ہر لمحہ مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ صفحہ ۴۰۲ سے نہایت برہم انداز میں حریفوں کو للکارتے اور روایتی دلیلوں کے اسلحہ کو چمکاتے اور ''دشمنوں'' کی آنکھوں کو خیرہ کرتے گزرتے جاتے ہیں جو بھی اُن کے مسلک سے ذرا اِدھر اُدھر ہوتا نظر آتا ہے، وہ اسے اُڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے ہیں پر اُس کا منھ ماتھا خاک میں رگڑتا اور حلیہ بگڑتا، چہرا بدوضع ہوتا اور لہجہ مغموم و ملول ہوتا دیکھ کر اُن کا کلیجہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ وہ کتابوں کے پشتارے دائیں بائیں سجاتے ہیں اور روایتی مناظروں کی طرح نشان زدہ صفحات نکال نکال کر مخالفین کا ناطقہ بند کرتے جاتے ہیں۔صفحہ۴۰۲ سے صفحہ ۴۷۰ تک ایک ہی سُر اور ایک ہی راگنی الاپتے گئے ہیں لیکن یقین کیجیے،صفحہ ۴۷۰ پر پہنچ کر مجھے حیرت ہوئی کہ مکتوب نگار نے تعصّبات کی بھٹی کو خوب دہکانے کا حق ادا کردیا ہے۔ میرے پلّے چند نفرتوں کے نوکیلے پتھر آئے ہیں جو ملت اسلامیہ کے حسد کو جگہ جگہ زخمی کرتے اور زخموں کو کریدتے بلکہ ادھیڑتے دکھائی دیے ہیں۔ کاش حضرتِ والا نعت جیسے صدق دلانہ مومنانہ اور روحانی و وجدانی کیفیات کو دو چند کرنے والے موضوع پر محبت آمیز قلم اُٹھایا کریں اور بے جواز دلائل کے انبار در انبار لگا کر اپنے آپ کو کنویں کا مینڈک نہ بنایا کریں۔
الحمدللہ نعتوں کا انتخاب نہایت عمدہ ہے۔ ہر نعت پڑھ کر بے ساختہ سبحان اللہ کا کلمہ منھ سے ادا ہوتا گیا۔ حافظ یوسف سدیدی صاحبؒ کی ٹائٹل خطاطی۔ ماشاء اللہ

پرچہ نورعلی نور ہوگیا۔

پروفیسر سید ریاض حسین زیدی

☆ پروفیسر سید ریاض حسین زیدی، شاعر، ادیب، صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت گو، کتب: ''جمال سید لولاکؐ''، ''ریاض مدحت''، ذکرِ شہِ والا''، برگِ گل شاداب ہے'' و دیگر۔

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم!

''نعت رنگ'' کے دو شمارے ۱۳، ۱۴ (دسمبر۲۰۰۲ء) نظر نواز ہوئے۔ سبحان اللہ، نعت کے فروغ اور اُس کی ہمہ جہت اشاعت کا نہایت ایمان افروز سلسلہ ہے۔ اس سے قبل کے شمارے میری نظر

سے نہیں گزرے (یہ میری کم نصیبی ہے اگر آپ شمارہ ۱ سے ۱۲ تک مجھے قیمتاً (بذریعہ وی پی پی) بھجوا دیں تو میں اسے پا کر بے حد خوشی محسوس کروں گا۔ یعنی ۱۲ شمارے یا جتنے بھی ہوں) ''نعت رنگ'' کا ہر مضمون معانی نعت کو واشگاف کرتا ہے اور اُس کی لطافتوں کو انگ انگ میں اُتارتا ہے۔ شمارہ ۱۳ کا پیرایۂ حمد (حفیظ الرحمٰن احسن) اور شمارہ ۱۴ کی دو حمدیں (حضراتِ حفیظ تائب، امین راحت چغتائی) نہایت وجد آفریں ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں حمدوں کی تعداد میں اضافہ کریں کیوں کہ حمد کے بغیر نعت کا حسن اُجاگر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ تصور کہ نشانی کے طور پر ایک آدھ حمد شامل اشاعت کردی جائے، زیادہ مناسب نہیں۔ حفیظ الرحمٰن احسن کا سرمایۂ حمد و نعت نہایت وقیع ہے۔ اُن کے اشعار میں آمد ہی آمد ہے۔ جناب حفیظ تائب کی ذاتِ والا تبار ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے کہ آپ نے حمد و نعت کے باکمال شاہ کار پیش کرکے اپنے آپ کو ہر محبّ حمد و نعت کا گرویدہ اور حمد و نعت کے بہترین ادبی رویوں کا روشن ترین اظہاریہ منوا لیا ہے۔ جناب امین راحت چغتائی کا یہ شعرِ حمد انشراحِ صدر کا باعث ہوا:

ہم اُس کے ہیں کہ جس کی رحمتیں ہیں سارے عالم پر
کوئی پرکھے گا کیا راحت ہمارا جذبۂ ایماں

میرے برادرِ نسبتی صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں سیّد منظور الکونین فرماتے ہیں کہ حفیظ تائب اور امین راحت چغتائی کی دونوں حمدیں ترنم کے اعلیٰ معیاروں پر بھی پورا اُترتی ہیں۔ لہٰذا وہ آئندہ مجالس میں اُن کی ترنم ریزی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ ''اردو زبان میں نعت گوئی کا فن''[۱] ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی کا مضمون نہایت چشم کشا ہے۔ تاہم حرفِ ''تُو'' یا ''تم'' کے ذیل میں حضورﷺ کے لیے اس صیغے کو غیر مستحسن قرار دینے کے دلائل دل کشا نہیں ہیں۔ اس کو معیار مان لیں تو علامہ اقبالؒ کی بہترین نعت ''لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب'' کس کھاتے میں جائے گی۔ مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، اعلیٰ حضرت بریلوی اور حسرت موہانی جیسے بلند مرتبہ نعت گو حضرات نے نہایت خضوع وخشوع سے حرفِ ''تُو'' سے عشق و محبت کے لافانی جذبات منسلک کیے ہیں۔ میرے خیال میں یہ شاعر کے انداز پر منحصر ہے کہ وہ اسے حضورﷺ کی عظمت و رفعت میں ''خدانخواستہ'' کسی کمی یا خرابی کا مرتکب تو نہیں بنا رہا۔ میں اپنے طور پر ہمیشہ ''آپ'' کا صیغہ ہی استعمال کرتا ہوں۔ ''ریاضِ مدحت'' میرا مجموعۂ نعت ہے جس پر صدارتی سیرت ایوارڈ عطا کیا گیا ہے۔ اُس کی تمام نعتوں میں حرف ''آپ'' کا صیغہ ہی استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا شعرا کے لیے بہترین روش یہی ہے کہ حضورﷺ کے لیے ''آپ'' کو اپنائیں۔

حضرت عاصی کرنالی نثر لکھیں یا حمد و نعت کا حق ادا کریں، جی چاہتا ہے کہ اُن کے ہاتھ چوم لیں۔ اُن کا قلم تھام لیں اور اُسی سے یہ راز پوچھیں کہ عاصیؔ جس جذب و شوق کا والہانہ اظہار کرتے ہیں، کاش اُس کی کوئی رمق ہمارے اندر بھی اُتر آئے۔ مضمون ''جنوبی پنجاب میں نعت گوئی''[۲] تھا اور آپ نے اُس کے جملہ پہلوؤں کا کماحقہ احاطہ کیا ہے۔ علامہ کوکب نورانی کا خط ایک جامع مقالہ نظر آتا ہے۔ آپ نے علامہ اقبال جیسے عاشقِ رسول ﷺ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے حضرات کو بھی تقدیم و تقدیس کا مستحق نہیں گردانا۔ میرے خیال میں ''نعت رنگ'' جیسے پرچے میں اس قدر فرقہ واریت کو فروغ نہیں ملنا چاہیے۔ ''نعت'' تو محبت کی بہترین تبلیغ اور زمزمۂ محبت کا خوش ترین ترانہ ہے۔ لہٰذا جس نے بھی نعت کہی ہے، یقین کرنا چاہیے کہ اُس نے حضور ﷺ سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے۔ اُن سے وابستگی کا حق ادا کیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ جس مسلک کے آدمی نے بھی نعت کہی ہے، وہ حضور کی ختم المرسلینی کو بے مثال اور اُن کی رحمۃ للعالمینی کو بے نظیر ہی سمجھتا ہے۔ ظفر علی خان، محمد علی جوہر اور سیّد نفیس الحسینی شاہ، حضرت کوکب نورانی کے ہم مسلک تو نہیں۔ لیکن اُن کی نعتیں اس قدر عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ انھیں پڑھ کر حضور سے وابستگی اور والہانہ پن زیادہ اُجاگر اور دل نشیں ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا نعت کے حوالے سے اس قدر کرخت فقہی بحثیں شاید سودمند نہ ہوں۔ میں آپ کی اشاعتی کوششوں کو فروغِ نعت کے حوالے سے بہترین قرار دیتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ یہ پھلیں پھولیں۔ میں ان شاء اللہ آپ کے ساتھ ہوں۔

(شمارہ ۱ تا ۱۲۔ ضرور بھجوا دیجیے۔ ان کے جتنے بھی پیسے بنتے ہیں اُن کا نصاب وی پی پی کر دیجیے۔ اس بارے میں مجھے آپ وسیع القلب پائیں گے)

فقط آپ کا بے حد مداح

(پروفیسر) ریاض حسین زیدی

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۴، ص۱۱۔۴۰

۲۔ ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ'' / عاصی کرنالی، ش۱۴، ص۱۰۰۔۱۰۸

ساجد صدیقی لکھنوی (لکھنؤ)

برادرِ مکرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اُمید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ جناب کی خدمت میں یہ میرا تیسرا خط ہے آپ نے ازراہِ کرم ''نعت رنگ'' کے دو نمبر اور ایک اپنا نسخہ بھیجا جس کا میں نے شکریہ ادا کیا اور ''نعت رنگ'' نمبر کو دیکھنے کے فیصلہ کیا کہ آپ سے کراچی آ کر ملاقات کی جائے۔ پروردگار کا ہزار ہزار احسان ہے کہ جو کام میں ۱۹۵۱ء سے نعت پاک کے سلسلے میں کر رہا ہوں وہی کام آپ اور آپ کا ادارہ کر رہا ہے۔ میں نے سب سے پہلے ''ارمغانِ نعت'' جس میں عربی، فارسی اور قدیم نعت جدید نعت اور دورِ حاضر کے نعت گو شعرا کی ایک ایک نعت پاک شائع کی جو نعتیہ شاعری کی مکمل چودہ سو سالہ تاریخ اور تنقید ہے۔ والی آسی کا مقدمہ ہے جس کے بارہ چودہ ایڈیشن اب تک چھپ چکے ہیں جس کو خواص وعوام دونوں نے پسند فرمایا۔ پھر دوسری کتاب مقبول کلام جس میں عربی فارسی اور اردو کے وہ تمام مشہور و معروف سلام جمع کر دیے جو محفلوں میں پڑھے جاتے تھے۔ اس کتاب کے بھی کئی ایڈیشن چھپے پھر کیا تھا کہ میں نے ہند و پاک کے نعت گو شعرا کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی ہر مجموعہ کے بارہ بارہ چودہ چودہ ایڈیشن چھاپے۔ والی آسی میرے ساتھ کام کرتے تھے مکتبہ دین و ادب میں نے قائم کیا۔ والی آسی صاحب میرے ساتھ بحیثیت مددگار رہے۔ نعت گو شعرا میں انتخاب اعلیٰ حضرت اوّل و دوم حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، مولانا ماہرالقادر، ظہور قدسی، شکیل بدایونی کی نعتوں کی کلیات جس میں ان کے فلمی نعتیہ گیت بھی شامل ہیں۔ نغمۂ فردوس کے نام سے شائع کی۔ آئینہ انوار مولانا ضیاء القادری، صدائے عارف مولانا ابوالوفا عارف شاہ جہاں پوری، نوری برکھا، آفتابِ نور، بزمِ رحمت، عرش کا جلوہ سرورِ جاویداں مکمل ضخیم مجموعہ، بیکل بلرام پور کا شائع کیا۔ نوائے ایماں نازش پرتاب گڑھی، ترانۂ نعت عمر انصاری آبشار علامہ محوی صدیقی لکھنوی مدینے کی گلیاں زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی، شمع ازل عزیز سلونوی، موجِ طہور بہزاد لکھنوی، گل افشانیاں ڈاکٹر خوشتر کھنڈری پھر میرے اپنے نعتیہ مجموعے (صہبائے حرم، برق جمال، سیل نور، نور ہی نور، برق ایمن، عرب کا چاند، آوازِ حق، نسیمِ حجاز منتخب سلام ساجد صدیقی لکھنوی، اردو ادب میں تمام اصناف کو ادیبوں اور شعرا نے تسلیم کیا لیکن نعت پاک کو ابھی تک وہ درجہ نہیں دیا جو اس کو ملنا چاہیے تھا۔ مرثیہ پر نوحہ پر اور دوسری اصنافِ سخن پر لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ہندوستان میں، میں نے اور پاکستان میں آپ کے ادارے نے۔ آپ نے اور آپ کے ادارے نے جو نمبر مجھے ملے یا آپ کا نعتیہ مجموعہ دو ایک اور صاحب کے نعتیہ مجھے دیکھنے میں آئے۔ بہت آئے لیکن ہمارے اور آپ کے شائع کردہ مجموعوں میں فرق ہے۔ آپ حضرات کو جو آسانیاں وہاں میسر ہیں وہ ہم کو نہیں۔ آپ کی کتابت، کاغذ، مضامین، نعتیں اور نعتوں کا انتخاب بہت اچھا ہے، جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ آپ سبھی حضرات کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں قبول فرمائیں۔ دوسری بات جو خاص طور پر آپ سے اور اپنی برادری یعنی شعرائے کرام سے عرض کروں گا کہ جب قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے جانثار صحابہ کرام کا بھی ذکر ہے، پروردگار عالم نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے راضی ہوں اور یہ مجھ سے راضی ہوئے۔ اسی مضمون کو میں نے اپنے دو شعروں میں عرض کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہاں کیا مدحِ اصحابِ حبیب کبریا ہوگی
صحابہ کی حقیقت روزِ محشر آئینہ ہوگی
خدا سے وہ ہوئے راضی خدا ان سے ہوا راضی
صحابہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی

ہندوستانی اور پاکستانی شعرا میں یہی فرق ہے کہ ہم لوگ اپنی نعتوں میں صحابہ کرام کا بھی ذکر کرتے ہیں اور خصوصیت سے لکھنؤ کے سنی شعرا تو نعت پاک میں ترتیب کا بھی خاص اہتمام کرتے ہیں جو آپ کے وہاں نہیں ملتا۔ میں نے آپ کے بھیجے ہوئے نمبر اور آپ کا خود مجموعہ کئی بار پڑھا لیکن کہیں بھی اصحابِ رسول ﷺ کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیا آپ حضرات صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کو نہیں مانتے جس کے واسطے سے اسلام ہم تک پہنچا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنینؓ کا تو ذکر ملتا ہے اور حضرت خدیجہؓ کا۔ لیکن حضور کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی جن کے حجرۂ پاک میں آج بھی حضور آرام فرما رہے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ۔ پروردگار ہم سب کو نعت پاک کے ساتھ فضائل صحابہ بھی نظم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ساجد صدیقی

☆ ساجد صدیقی لکھنوی، شاعر، ادیب، کتب: ''نغمۂ فردوس''، ''منتخب سلام''۔

۱۲؍نومبر؍۱۹۹۸ء

برادرِ مکرم جناب صبیح رحمانی صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں بہت شرمندہ ہوں اور بدقسمت کہ میرے خطوط جناب کو نہیں مل سکے۔ایک بار پھر معذرت خواں ہوں۔آپ میری طرف سے دل صاف کرلیں اور دل سے فیصلہ فرمائیں کہ کیا کوئی اپنے کرم فرما کو بھول سکتا ہے آپ نے کرم فرمایا برابر ''اقلیم نعت'' کے نمبر ارسال فرمائے اور مجھے مل بھی گئے جس میں سے تین یا چار نمبر مجھ سے ضائع ہوگئے جس کا دکھ ساری زندگی رہے گا۔ بھائی آپ جو خدمت انجام دے رہے ہیں وہ ساری دنیا کے مسلمانوں پر احسان عظیم ہے میں بھی آپ کا مداح ہوں اور آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ تھوڑا سا تعاون فرمائیں وہ یہ کہ میرے نام بصورت دعوت نامہ ایک خط بھیج دیں جس کو دکھا کر میں ویزا لے سکوں اور پاکستان آسکوں۔جب میں جدّے میں تھا تو انڈیا جب بھی آیا پاکستان ہوکر آیا۔کراچی میں حفیظ صاحب سے ملا احسان دانش کے وہاں حاضری دی اور اپنے بھائی صوفی محمد نظیر صاحب سے ملا جن کا ادھر کافی عرصے سے کوئی پتہ نہیں ہے اگر آپ زحمت فرمائیں۔صوفی محمد نظیر نعت خواں (ڈرگ کالونی چورنگی کراچی)اسوقت ان کا مکمل پتہ نہیں مل رہا ہے۔وہ معروف ہیں چورنگی پر ایک مٹھائی کی دوکان ہے اس پر وہ ضرور ملتے ہیں وہ مٹھائی کی دوکان بہت مشہور ہے وہیں آپ کسی سے ان کے بارے میں دریافت فرمائیں اور کیا عرض کروں ایک بات اور عرض کردوں کہ یہ میرا آنا آپ سبھی حضرات سے ملاقات کرنا ہے جس کا بار آپ پر نہیں ہوگا میں اپنے خرچے سے آؤں گا اور رہنے کا انتظام کروں گا۔ انشاء اللہ کراچی، لاہور اور پھالیہ میں ایک ماہ گزاروں گا۔ جناب نورؔ میرٹھی کو بھی میں نے ایک خط آپ کے ساتھ لکھا ہے خدا کرے مل جائے آپ جلداز جلد میرے آنے کے سلسلے میں دعوت نامے کی شکل میں ایک خط بھیج دیں تاکہ دہلی جا کر ویزا لگوا کر پاکستان آسکوں۔سب سے میرا سلام عرض کردیں اپنی خیریت سے جلد نوازیں۔

فقط۔والسلام

ساجد صدیقی لکھنوی

پس نوشت: میں نے آپ کو کئی بار فون بھی کیا جو باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔فون نمبر گھر کا ضرور تحریر فرمائیں تاکہ آنے سے پہلے آپ کو فون پر اپنا پورا پروگرام بتاسکوں۔ ساجد صدیقی

۱۵/فروری ۹۹ء

برادرِ مکرم صبیح رحمانی صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

جناب کا روانہ کردہ ''نعت رنگ''، نمبر مل گیا جناب ظفر اقبال پرسوں لکھنؤ تشریف لائے تھے ان کا قیام غریب خانے ہی پر رہا،کافی اُن سے باتیں ہوئیں اور پاکستان آنے کا بھی پروگرام تیار ہوا جس کی اطلاع جلد ازجلد جناب کو دوں گا ایک مضمون ''نعت رنگ'' کیلئے بھیج رہا ہوں اگر پرچے کی شایان شان ہو تو شائع فرمادیں ورنہ کوئی شکایت نہ ہوگی ۔میں بالکل جاہل ہوں مجھے اپنی جہالت کا اعتراف ہے ہاں شعروشاعری میں تک بندی ضرور کرلیتاہوں اچھے شعراء کے اچھے شعر یاد کرلیتا ہوں فی الحال نعتِ پاک پر کام کررہا تھا اور اب بھی وہی سلسلہ جاری ہے۔ چھے مسودے نعتوں کے دہلی لیکر جارہا ہوں :

۱۔عرفانِ عارف : مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری

۲۔تبرکاتِ احمؔد: حضرت مولانا صوفی محمد امجد صاحب احمد پرتاب گڑھی

۳۔فیضانِ ثاقب باندوی : حضرت مولانا قاری احمد صدیق احمد ثاقبؔ باندوی

۴۔پیغامِ صحابہؓ: عبدالرشید قمر افغانی جانشین علامہ انوؔر صابری

۵۔چار موتی :لکھنؤ کے پانچ نعت گو

۶۔نسیم حجاز :یہ مجموعہ میری نعتیہ شاعری کا ہے اور یہ باربار شائع ہوا ۷۵ء کے بعد اب دوستوں کے اصرار پر اضافہ کے ساتھ شائع کررہاہوں انشاء اللہ یہ تمام مجموعے میں خود لے کر آپ کی خدمت میں پیش کروں ں گا ۔اور کیا عرض کروں اور ہاں جو سب سے زیادہ ضروری بات تھی وہ تو رہ ہی گئی آپ نعت گوشعراء کی اپنی تصویر کے ساتھ ایک ایک تصویر بھیج دیں تا کہ گلدستۂ نعتؐ و مدح صحابہؓ، کے تاریخی البم میں دے سکوں اور کچھ علمائے پاکستان کی اگر ان کے سیرت پاک پر مضامین بھی مل جاتے تو اچھا تھا۔ ویسے یقین تو نہیں اب میں تین پاکستانی شعراء کی ''نعت رنگ''، میں سے لے لوں گا۔ پروردگار آپ کو اور آپ کے ادارے قائم ودائم رکھے ۔

آپ کی اس محنت کا صلہ تو پروردگار ہی دے گا میں تو دعا کرسکتا ہوں اور کرتا رہوں گا انشاء اللہ اور ایک عرض کروں آپ سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے لیکن کیا عرض کروں اپنی بیماری، سب سے بڑی بات کہ میں تنہا ہوں سب بچے نواسے اور پوتے وغیرہ جدّے میں ہیں اور میں بھی عمرے کے لئے گیا تھا اور اس سال بھی جانے کا ارادہ تھا بوجہ بیماری ملتوی کرنا پڑا بہرحال پاکستان آپ سے اور برادرِ

محترم نور احمد میرٹھی سے ضرور ملوں گا ان کا مجموعہ ''بہر زباں بہر زماں''، مجھے ایک صاحب نے دیکھنے کے لئے دیا تھا آج کل اسی کو پڑھ رہا ہوں کافی محنت کی ہے ایک اچھا خاصہ میٹر جمع کرلیا ہے بڑا مجموعہ غیر مسلموں کا نذرانہ عقیدت (گلہائے رنگا رنگ) جس میں تقریباً چار پانچ سال صرف کر چکا ہوں اس بیماری کی حالت میں بھی لگا ہوا ہوں انشاء اللہ آپ حضرات صاحبِ نظر ہیں پسند فرمائیں گے اس میں بھی میں ادیب اور شعراء کی تصاویر کا اہتمام کیا ہے جو کئی سو پر مشتمل ہیں ۔

ہندوستان میں آپ کے اس خادم نے ہی نعت پاک پر کام کیا ہے اور کررہاہوں اور کیا عرض کروں ۔ سب سے میرا سلام عرض کریں۔ ''نعت رنگ'' بھیجنے کا بہت بہت شکریہ کیا امید کروں کہ جناب جواب سے سرفراز فرمائیں گے مضمون صاف کرکے جلد ہی ڈاک سے بھیجوں گا ۔

فقط ۔ والسلام

ساجد صدیقی لکھنوی

سبطین شاہ جہانی، خواجہ محمد، پروفیسر (اسلام آباد)

25-02-2006

برادرِ گرامی جناب سید صبیح الدین رحمانی!

سلام مسنون و آدابِ طریقت!

برادرِ معظم جناب عرش ہاشمی صاحب کی وساطت سے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۸ موصول ہوا۔ اس سلسلے میں آپ کی کاوش و کاہش ہر لحاظ سے قابل صد تحسین و آفرین ہے۔ لاہور میں ریلوے اسٹیشن کے سامنے سب سے اوّل ''یوم رضا'' جناب محمد حکیم محمد موسیٰ امرتسری نظامیؒ [۱] نے نوری مسجد میں کرایا تھا۔ جس کی معاونت کی سعادت ناچیز کو حاصل ہوئی تھی۔ اُس جلسے میں مجھے منقبت خوانی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ حکیم صاحب محترم نے وہ منقبت اوّلین اشاعتوں میں شائع بھی کی تھی۔ ''حدائقِ بخشش'' کے فنی محاسن پر بھی ناچیز نے ایک نظم لکھی تھی۔ وہ بھی محترم حکیم صاحب نے شائع کی تھی اور مجھے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ آپ کی نظم کی جناب ماہرالقادری صاحب نے تبصرہ فرماتے ہوئے کافی تعریف کی ہے۔ یہ اُن کی بات ہے جب آتش جواں تھا۔ نعتیہ ادب میں ماشاء اللہ ''نعت رنگ'' نے اپنا خاص رنگ جما رکھا ہے۔ مطالعہ جاری ہے تاہم صفحہ ۳۸۷ پر جناب عرش صدیقی [۲]

صاحب کے ایک شعر سے متعلق گزارش کروں گا۔ جس میں انھوں نے لفظ ''بدنصیب'' نظم کیا ہے۔ ''بد'' کا لفظ باندھنا مناسب نہیں نعت کے ادب کے خلاف ہے۔ عرش صاحب کا شعر:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آگئے
کیا بدنصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

خوش نصیب کے ساتھ غم نصیب ہونا چاہیے تھا۔ یہ ادب بھی ہے اور حسنِ شاعری بھی مرے خیال میں شعر اس طرح ہونا چاہیے تھا:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آگئے
کیا غم نصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

ناچیز آپ کے ملاحظہ اور مطالعہ کے لیے سلسلہ عالیہ کا کچھ لٹریچر بھیج رہا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ اسلام آباد میں خاموشی کے ساتھ عقیدے کا کام کس قدر ہو رہا ہے۔ ''محرم شریف'' کے پروگرام نعتیہ مشاعرے اور محفلِ مسالمہ کے پروگرام الحمدللہ اس کے علاوہ ہیں۔ ''صد صلوٰۃ صد سلام'' بھی ارسال ہے۔ یہ سلام مجھے الحمدللہ مدینہ منورہ میں عرصہ ۴؍سال تک پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اگر آپ نے اس کے کچھ اشعار منتخب کر کے ''نعت رنگ'' میں شائع کر دیے تو شکرگزار ہوں گا۔ اُمید واثق ہے کہ آپ لٹریچر کی رسیدگی اور اپنی رائے سے ناچیز کو سرفراز فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص
شاہ محمد سبطین شاہجہانی

☆ پروفیسر شاہ محمد سبطین شاہجہانی (پ:۱۹۳۹ء)، سجادہ نشین درگاہ عالیہ حبیبیہ رحمانیہ صابریہ پاکستان، کتب: ''حسنِ تحریر''، ''تاریخ اردو ادب کا پہلا سہروی مشاعرہ''، ''بربطِ جمال''، ''نذرانۂ عقیدت''، ''صد صلوٰۃ و سلام''۔

۱۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۱۹۲۷۔۱۹۹۹ء)، نامور علمی، دینی و روحانی شخصیت، محقق، ادیب، طبیب، کتاب دوست، خلیفہ: مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی، اعزازی مدیر: ماہنامہ ''مہرو ماہ''، ''بانی رکن: ''پنجابی ادبی بورڈ''، ''نائب صدر: ''دارالعلوم انجمن نعمانیہ''، رکن مجلس قائمہ: ''مرکزی پاکستان طبی کانفرنس''، کتب: ''اذکارِ جمیل''، ''ذکرِ مغفور''، ''مولانا غلام محمد ترنم''۔

۲۔ عرش صدیقی (۱۹۲۷۔۱۹۹۷ء)، اصل نام: ارشاد الرحمٰن، شاعر، نقاد، ماہر تعلیم، افسانہ نگار، بانی: اردو اکیڈمی ملتان، پرنسپل: ملتان پوسٹ گریجویٹ کالج، صدر: شعبۂ انگریزی، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، کتب: ''دیدۂ

یعقوب‘‘، ’’محبت لفظ تھا میرا‘‘، ’’ہر موج ہوا تیز‘‘، ’’کالی رات دے گھنگھرو‘‘، ’’کملی میں بارات‘‘، ’’باہر کفن سے پاؤں‘‘ (افسانے)، ’’عرش صدیقی کے سات مسترد افسانے‘‘، ’’تکوین‘‘، ’’محاکمات‘‘، ’’ارتقاء‘‘۔

12-07-2006

عزیز القدر صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون و آدابِ طریقت۔

’’نعت رنگ‘‘ آپ کی کوششوں اور کاوشوں سے روز بروز نعتیہ ادب میں بادب اضافے کر رہا ہے۔ اس بار تو آپ نے حضرت مولانا احمد رضا بریلویؒ کی حیات پر ضخیم نمبر نکال کر تاریخ عقیدت اور صحافت میں قابل ذکر اضافہ کیا۔ اس ہنگامہ آرائی اور مہنگائی کے دور میں اتنا پُرمغز اور پُرفکر صحیفہ نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ کریم آپ کی رحمانیت عرفانیت میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا احمد رضاؒ نے مسلک کا اور مشرب کا جو بے مثال کام کیا ہے وہ آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کے مینار سے کم نہیں۔ آپ نے حضرت مولانا احمد رضا کے اس بھاری بھرکم نمبر میں مستند اور معتبر اہلِ قلم اور اہلِ سخن کی ایک پُر جمال کہکشاں سجا دی ہے۔ اب تو پاکستان کے ہر شہر میں کسی نہ کسی حوالے سے حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کو یاد کیا جاتا ہے جو ایک خوبی کی بات ہے۔ میں اُس زمانے کی بات کررہا ہوں جب لاہور ایسے فقیدالمثال شہر میں بھی ذکرِ رضاؒ نہیں ہوتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۶۰ء کے شروع یا ۷۰ء کی دھائی کے اختتام پر معروف مؤرّخ ژرف نظر طبیب، مستند ادیب جناب حکیم محمد موسیٰ نظامی امرتسریؒ نے حضرت مولانا احمد رضاؒ کا پہلی بار ’’یومِ رضا‘‘ نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور میں کرانے کی سعادت حاصل کی۔ بندۂ عاجز نے اس میں بطور کارکن اور بحیثیت رضا کار کے کام کیا جس سے حکیم محمد موسیٰ صاحبؒ بہت خوش ہوئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آتش جوان تھا۔ حکیم صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں اپنا منظوم خراجِ عقیدت بھی پیش کروں اور یوں آہستہ آہستہ ’’یومِ رضا‘‘ کی لاہور میں داغ بیل پڑ گئی۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

حکیم صاحب ہی کی رہنمائی میں اُن دنوں ہر سال یومِ رضا لاہور میں ہونے لگا اور بندۂ عاجز ہر سال منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرتا رہا۔ انھی جلسوں میں ایک بار میں نے ایک نظم پیش کی جو

''حدائقِ بخشش'' کے محاسن کو بیان کرتی تھی اُس کا عنوان ''حدائقِ بخشش کے نام'' رکھا۔ یہ نظم حکیم صاحب نے مقالات کے کسی مجموعہ میں شائع کی۔ جناب حکیم محمد موسیٰ راوی ہیں کہ یہ کتاب کسی نہ کسی طرح جناب ماہرالقادری مرحوم کے ماہرانہ ہاتھوں میں جان پہنچی۔ ماہر صاحب نے اپنی ماہرانہ اُپچ کی روشنی میں بے رحمانہ قلم سے تنقید لکھ ڈالی۔ تاہم جب نظم پر آئے تو خاصی تعریف کر گئے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

حکیم صاحبؒ اکثر اس بات کا ذکر اپنے مطب میں احباب سے کرتے تھے۔ میری یہ خواہش تھی کہ وہ نظم آپ تک پہنچ جائے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ تاہم جب بھی وہ نظم بازیافت ہوئی آپ کو ارسال کردوں گا۔ یہاں ''نعت رنگ'' کے پرچے ہمیں برادرم و مکرم جناب ریاض الاسلام عرش ہاشمی صاحب کی وساطت سے مل جاتے ہیں، وہ اس سلسلے میں بڑے فعال ہیں۔ اللہ کریم اُن کی مسلکی خدمات قبول فرمائے۔

دعا گو
آپ کا مخلص
شاہ محمد سبطین شاہجہانی

❋

سجاد مرزا (گوجرانوالہ)

۸/ فروری ۲۰۰۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
اُمید ہے آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

''نعت رنگ'' میں آپ نے نعت کے حوالے سے تنقید، تحقیق اور تشریح کی جو طرح ڈالی ہے، وہ قابلِ قدر ہے۔ ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مکتوبات پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ بعض مکتوب نگاروں نے قلم کو تیغ و تبر بنا رکھا ہے۔ اگر کسی سے اختلاف ہو تو اسے سلجھے ہوئے ملائم لفظوں میں بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ کسی بزرگ ہستی نے بڑی خوب صورت بات کہی ہے، ''اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور کسی کا عقیدہ چھیڑو نہیں۔''

میرے تین نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں (ا) کیفِ دوام، (۲) چراغِ آرزو، (۳) شوقِ نیاز۔ ناشر ہیں، محمد اقبال نجمی، فروغِ ادب اکادمی، ۸۸۔بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔

اُمید واثق ہے، نجمی صاحب نے آپ کو مذکورہ مجموعے بھجوا دیے ہوں گے۔ اگر آپ کو نہ ملے ہوں تو مطلع فرمائیے تاکہ بھیج دیے جائیں۔

ایک تازہ اور غیر مطبوعہ نعت، ''نعت رنگ'' کی نذر۔

احباب کی خدمت میں سلام۔

والسلام ۔مخلص

سجاد مرزا

☆سجاد مرزا (۱۹۴۴۔۲۰۱۴ء)، اصل نام: عبدالحمید بیگ، شاعر و ادیب، دیگر کتب: ''لہو پکارے گا'' (۱۹۶۶ء)، ''سوچاں'' (۱۹۸۳ء)، ''اکھراں ہتھ زنجیراں'' (۱۹۸۴ء)، ''بقائے دوام'' (۱۹۸۶ء)، ''کیفِ دوام'' (۱۹۸۸ء)، ''دشتِ تنہائی'' (۱۹۹۰ء)، ''چراغِ آرزو'' (۱۹۹۲ء)، ''درد کی خوشبو'' (۱۹۹۴ء)، ''غالب نکتہ بیں'' (۱۹۹۴ء)، ''شوقِ نیاز'' (۱۹۹۸ء)۔

ا۔ ۱۹۸۸ء، ۱۱۳ص ۲۔۱۹۹۲ء، ۹۶ص ۳۔۱۹۹۸ء، ۱۴۴ص

سحر انصاری، پروفیسر (کراچی)

برادرم صبیح رحمانی!

دعائیں!

اپنی اور تمھاری یادداشت کا مشترکہ اظہار یوں کروں گا کہ میں ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے سے تازہ ترین شمارے تک اس کا قاری بھی رہا ہوں اور گاہے گاہے اس میں میری تحریریں بھی شائع ہوتی رہی ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ایک نیا مواد لے کر آتا ہے جس میں معیاری تحریریں بڑی لگن اور ذمہ داری سے لکھی ہوتی ہیں۔ کسی کی کوشش کو کم تر ثابت کرنا مقصود نہیں لیکن نعت کے حوالے سے تمھارے پرچے کے لیے یہی کہنا پڑتا ہے کہ:

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تنقید، تحقیق، محاکمہ، اختلاف رائے، تازہ تخلیقات اور بے لاگ مراسلات بلاشبہ زندگی،

حرارت اور توانائی کے مظہر ہوتے ہیں۔''نعت رنگ'' کی اشاعتوں سے برصغیر بلکہ اردو دنیا میں نعت گوئی، نعت فہمی اور نعت شناسی کے کئی تازہ در وا ہوئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم اسی انہماک سے اس اہم خدمت میں اپنے شب و روز صرف کرتے رہو۔ نیکی کا اجر نیکی ہی ہے۔

اُمید ہے کہ تم ہر طرح خیریت سے ہوگے۔

سحر انصاری

☆پروفیسر سحر انصاری (پ:۱۹۴۱ء)، اصل نام: انور مقبول انصاری، تخلص: سحؔر، ممتاز شاعر، ادیب، تلمیذ: جالبؔ مرادآبادی، مدیر: ''نورس'' اورنگ آباد، ہفت روزہ ''نئی جمہوریت'' کراچی، کتب: ''نمود'' (شعری مجموعہ)، ''خدا سے بات کرتے ہیں'' (شعری مجموعہ)، ''ناسخ۔ حیات اور شاعری'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''تنقیدی افق'' (مجموعۂ مضامین) سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ کراچی، سابق صدر اردو لغت بورڈ، حکومت پاکستان نے صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی سے بھی نوازا ہے۔

سراج احمد قادری بستوی، ڈاکٹر (کبیر نگر، انڈیا)

یکم نومبر ۲۰۰۰ء

عزت مآب جناب سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

ایک عرصہ دراز بعد آپ کو خط لکھنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اُمید کہ میری اس کوتاہی کو درگزر فرمائیں گے۔ چوں کہ آپ کا حکم بھی تھا اور میرا وعدہ بھی کہ آئندہ مراسلت قلمی تعاون پر ہی موقوف ہے۔ جب کہ اس درمیاں برادر محترم جناب زبیر قادری[۱] مدیر ''افکارِ رضا'' بمبئی کے توسط سے نوازشوں کا ایک پیکٹ بھی (۱) اردو نعت اور جدید اسالیب[۲] (۲) نعت رنگ نمبر ۱۱ (۳) سفیر نعت وغیرہ موصول ہوا تھا۔ میں نے آپ کو اس کے وصول یابی کی اطلاع بھی نہیں دی تھی محض اس لیے کہ میں اپنے کیے ہوئے وعدے کا ایفا نہیں کر پانے کی وجہ سے بے حد شرمندہ تھا۔ اب جب کہ اپنی ایک تازہ تخلیق ''تنقید نعت کا ایک تجزیاتی مطالعہ'' کے ساتھ آپ کی جناب میں حاضر ہوں، عرض گزار ہوں کہ میری تمام تر کوتاہیوں کو معاف فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ نعتیہ ادب پر وقتاً فوقتاً آپ

کی بارگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کرتا رہوں گا۔ نیز نعتیہ ادب پر جو بھی تازہ مطبوعات آپ کے حوالے یا ''نعت رنگ'' کے زیرِسائے منظرعام پر آئی ہوں عنایت فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔ استاذ گرامی پروفیسر سیّد ابوالحسنات حقی کے برادر محترم پروفیسر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب قبلہ کو سلام عرض ہے۔

اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

فقط۔ والسلام
منتظر کرم
سراج احمد قادری

☆ ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی (پ: ۱۹۶۹ء)، شاعر، ادیب، محقق، اردو ترجمان محکمۂ اترپردیس پولیس، ضلع سنت کبیرنگر، کتب: ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' (پی ایچ۔ڈی)، ''گلدستہ نعت''، ''خزینہ رحمت''، ''موج کوثر''، ''پنج گنج قادری''، ''عمدۃ الاسلام'' (ترجمہ)، ''مزارات پر عورتوں کی حاضری''، ''حقوقِ والدین''۔

۱۔ محمد زبیر قادری (پ: ۱۹۶۹ء)، مدیر: ''افکارِ رضا'' بمبئی، مدیر اعلیٰ: ''مسلک'' دہلی۔

۲۔ عزیز احسن، ۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، بار اول، ۱۸۴ص

۱۱/ دسمبر ۲۰۰۱ء

عزت مآب، محبّ رسول، عظیم نعت شناس، جناب حضرت سید صبیح رحمانی صاحب قبلہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کا ارسال کردہ کتابوں کا ایک پیکٹ موصول ہوا جس میں درج ذیل کتابیں موصول ہوئیں۔ (۱) ''نعت رنگ'' کے تین شمارے نمبر ۶، ۸، ۱۲، '' سفیر نعت'' کے دو شمارے اور جو ایک کتاب آپ نے برادرِ محترم زبیر قادری کو میرے نام ارسال کی تھی کل کی ڈاک سے وہ بھی موصول ہوگئی۔ (جادۂ رحمت کا مسافر) مذکورہ کتاب دیکھ کر بے پناہ مسرت ہوئی اور دل نے دل ہی میں صدا دی کہ یقیناً اس کا خلوص بارگاہِ رسول ﷺ میں قبولیت کا شرف حاصل کرچکا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کامیابی لوگوں کو ان کی زندگی میں شاذ و نادر ہی ہاتھ لگا کرتی ہیں۔ فارسی کے مشہور شاعر حضرت سعدی شیرازی

رحمۃ اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محترم! میں کام کرنے کا جذبہ تو ضرور رکھتا ہوں مگر آپ سے کیا عرض کروں زندگی شاید کہ ''مرمر کے جیے جانے ہی کا نام ہے'' میں یہاں جس محکمہ میں کام کرتا ہوں وہاں دن بھر سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ مطالعے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اسی لیے احباب کو بھی خطوط کے جواب لکھنے میں کبھی کبھی تاخیر ہوجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ میرا ایک اصول ہے کہ آدمی سال بھر میں ایک ہی مضمون لکھے مگر محنت کر کے اور معیاری۔ میں اس طرح کے مضامین لکھنا قطعاً پسند نہیں کرتا کہ کوئی صاحب بعد میں یہ کہیں کہ آپ نے میرا فلاں مضمون سرقہ کیا ہے۔ جیسا کہ شمارہ نمبر۱۲ کے مطالعہ سے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اور ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کے خطوط سے منکشف ہوا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے آپ کو ''نعت رنگ'' کا پورا سیٹ ارسال کیا تھا جب کہ آپ نے ایک بار مجھے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے ۹، ۱۰ ارسال کیے تھے اور اس کے ساتھ مخدوم گرامی پروفیسر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کا نعتیہ مجموعہ ''نسبت''[۱] اور برادر زبیر قادری صاحب کے توسط سے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۱ اور عزیزاحسن صاحب کی کتاب ''اردو نعت اور جدید اسالیب''[۲]، ''سفیرِ نعت'' کا شمارہ نمبر اوّل اور آفتاب کریمی صاحب کا مجموعہ ''آنکھ بنی کشکول''[۳] اور ایک بار آپ نے پروفیسر غلام یحییٰ انجم دہلی کے توسط سے اپنا مجموعہ کلام ''خوابوں میں سنہری جالی ہے''[۴] ارسال کیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ بھی نہیں آپ کی جانب سے ملا ہے۔ یہ شکایت نہیں محض یاددہانی کے طور پر تحریر کردیا ہے۔ معاف فرمائیں گے۔ ایک مضمون اور قلم بند کرنے کی تیاری میں ہوں ''نعتیہ موضوعات کا ایک تنقیدی جائزہ'' جب بھی تیار ہوگیا ارسالِ خدمت کردوں گا۔ ویسے محترم عزیزاحسن صاحب کا یہ مقولہ بہت اچھا لگا تحریر فرماتے ہیں، ''ہر علمی کام کرنے سے قبل اس میدان میں ہونے والے معتدبہ کام کی آگہی بھی ضروری ہے اور اس سے خاطرخواہ استفادہ بھی لازمی ہوتا ہے۔'' (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۲، ص۱۸۸)

اگر ہوسکے تو اس کے باقی ماندہ شمارے اوّل، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ہفتم ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں اور اگر مذکورہ شمارے اختتام پزیر ہوگئے ہوں تو شمارہ اوّل جو تنقیدِ نعت پر مبنی ہے ضرور ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، مہربانی ہوگی۔ اور بقیہ احوال اچھے ہیں دعاؤں کے لیے

درخواست ہے۔ اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

عید سعید کی مبارک باد قبول فرمائیں۔

فقط و سلام

محتاجِ دعا

سراج احمد قادری

ا۔مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹۶ص

۲۔عزیز احسن، ۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، بار اول، ۱۸۴ص

۳۔آفتاب کریمی، ۱۹۹۷ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار دوم، ۱۴۸ص

۴۔مرتب: عزیز احسن، ۱۹۹۷ء، کراچی: فضلی سنز، بار دوم، ۱۰۰ص

یکم جنوری ۲۰۰۵ء

محبّ محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کے حکم کے مطابق امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر شائع ہونے والی دو درجن کتابوں کا تعارف لکھ کر ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ اُمید کہ شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

ہاں مضمون کی ارسالگی میں قدرے تاخیر ہوگئی ہے۔ اس لیے کہ کچھ کتابیں میرے پاس نہیں تھیں ان کو حاصل کرکے مطالعہ کرنے کے بعد ہی مضمون مکمل ہوسکا۔ کچھ کتابوں کے لیے آپ کو بھی لکھا تھا مگر آپ نے جواب ہی سے محروم رکھا۔ بہرحال کوئی بات نہیں، آپ کی بھی اپنی مصروفیات ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا یہ مضمون ضرور بہ ضرور امام احمد رضا نمبر میں مناسب مقام پر اشاعت پزیر ہوگا۔ اور میرے پہلے والے مضمون کو بھی آپ نے کہیں نہ کہیں سٹ کردیا ہوگا۔ ادھر کافی دن ہوگئے آپ کی جانب سے کوئی کتاب نہیں موصول ہوئی۔ اُمید کہ اپنی تازہ ترین مطبوعات سے نوازیں گے۔ اور بقیہ احوال اچھے ہیں، مضمون ملنے کی اطلاع بذریعہ فون ضرور اتنا ہی بتا دیں گے کہ مضمون مل گیا ہے، دل کو سکون ہوجائے گا۔ احباب کو سلام عرض کریں، خصوصاً مخدوم مکرم پروفیسر ابوالخیر کشفی صاحب کو۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

فقط و سلام

محتاجِ دعا

سراج احمد قادری

۹/مارچ ۲۰۰۹ء

محترم و مکرم جناب سید صبیح رحمانی صاحب قبلہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کے حکم کے مطابق اپنی نعت شناسی پر مضمون ارسالِ خدمت کر رہا ہوں، قبول فرمائیں۔ میں ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر صاحب کی نعت شناسی پر مضمون اس لیے قلم بلند نہیں کرسکا کہ آفس میں اتنا زیادہ کام بڑھ گیا ہے کہ میں بالکل ہی پڑھنے لکھنے سے مجبور ہوگیا ہوں۔ اُمید کہ میرا عذر قبول فرمائیں گے۔ اپنے مقالات کے مجموعہ ''شمائم النعت''[۱] کو آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں۔ اس کی خوش خبری پہلے ہی محترم جناب محمد علی صدیقی شیّداؔ بستوی صاحب آپ کو دے چکے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ پسند فرمائیں گے اور اس پر ایک وقیع تبصرہ مجلّہ ''نعت رنگ'' میں شائع فرمائیں گے۔ آپ سے ایک شکایت ہے کہ کافی دن ہوگیا آپ کی نوازشوں سے محروم ہوں۔ نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتب کے مطالعے کے لیے دل بے چین رہتا ہے۔ اگر زیادہ بار نہ محسوس ہو تو نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتب کرم فرما کر ارسال فرما دیا کریں۔ جس سے کہ علمی تشنگی بجھ سکے۔ احباب کو سلام عرض کریں جواب و دعا سے نوازیں۔

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

فقط و سلام

محتاجِ کرم

سراج احمد قادری

۱۔ ۲۰۰۹ء، دہلی، بار اول، ۲۰۰ص

مجھے آج بے پناہ خوشی ہو رہی ہے کہ آپ کی ناراضگی نے مجھ سے ایک بہت بڑا کام لے لیا۔ مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر مضمون حاضر خدمت ہے۔ دیر آمد درست آید شرف قبولیت سے نوازیں۔

محترم! میں آپ سے اپنی پریشانیوں کو کس الفاظ میں بیان کروں اگر آپ قریب ہوتے تو میں بذات خود حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کو آپ سے بیان کرتا۔ میں جس محکمے میں ملازم ہوں وہاں چھٹی نام کی کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ اتوار اور دوسرے چھٹی کے دنوں میں بھی آفس جانا پڑتا ہے اور شام کو کب واپسی ہوگی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرے یہ کہ میں شگر کا مریض ہوں۔ مجلّہ ''نعت رنگ'' کے لیے اس بار مضمون نہ لکھ پانے کا بے حد افسوس تھا مجھے اس لیے کہ میں دلی طور ''نعت رنگ'' کے لیے مضمون لکھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں میں نے درمیان میں ڈرتے ڈرتے آپ کو ٹیلی فون کیا تھا جب کہ مجھے اس نسبت عظیم (سیّد) سے بے پناہ امید تھی آپ نے فرمایا تھا کہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ بھیجا جا رہا ہے مگر افسوس کہ تاہنوز میں اس کی زیارت سے محروم ہوں۔ جب کہ میں احباب میں اس کا ذکر بڑی ہی خندہ پیشانی سے کرتا ہوں۔ میری ایک سوچ ہے کہ اکابر اہل سنت نعت گو حضرات کی نعتیہ شاعری کا تعارف ہونا چاہیے اور خصوصاً جن کی شاعری یقیناً شریعت کی روشنی میں ہے میں عنقریب ہی حضرت مفتی رجب علی نانپاروی کی نعتیہ شاعری پر ایک مضمون آپ کی خدمت میں ارسال کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔

مجھے امید ہے کہ اب میرے اور بند نوازشوں کا دروازہ کھل جائے گا اور مجلّہ ''نعت رنگ'' کے مذکورہ شمارہ کے علاوہ ادارے کی دیگر مطبوعات سے نوازیں گے اور بقیہ احوال اچھے ہیں۔ احباب کو سلام عرض ہے۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

سراج احمد قادری

سرشار صدیقی (کراچی)

''نعت رنگ'' کی چوتھی جلد رحمت دوعالم ﷺ کی نسبت سے نعمت بن کر نازل ہوئی۔ ممنونیت کے ساتھ دعا ہے کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آپ کی یہ کاوشیں شرف قبول حاصل کریں۔ آمین۔

علالت کے بہت سے نقصانات کے باوجود فرصت کا ایک فائدہ ضرور میسر ہے، فرصت جو عالم صحت میں آرزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ فراغت کے یہ اوقات مطالعے اور آموختے سے معنویت پاسکیں۔

آپ کا جریدہ کھولا تھا کہ قرعہ فال کی طرح محبی ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کا مضمون سامنے آ گیا۔ ورق ورق، ٹھہر ٹھہر کر، سمجھ سمجھ کر کئی نشستوں میں ختم کیا۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون کی تفہیم کے لیے محض سرسری مطالعہ کافی نہیں ۔اس میں غور وخوض کے لیے متعدد علمی اور فکری مسائل چھیڑے گئے ہیں اور کئی سنجیدہ سوال اٹھائے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اہل قلم اور اہل نظر کے لیے اس کے مواد پر مکالمہ واجب آتا ہے۔

میں وسیع المطالعہ نہیں۔ لیکن بہر حال پچھلی نصف صدی سے پڑھنے ہی کا کارطفلاں انجام دے رہا ہوں اور لکھنے کا شوق فضول اس کے علاوہ ہے ان محدودات کے پیش نظر، یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ''زبان، زندگی اور اظہار'' کے موضوع پر اس مضمون سے بہتر کوئی تحریر نہیں دیکھی۔

''لفظ اور نعت'' پر لکھتے ہوئے کشفی صاحب نے اردو کے معتوب ترین لفظ ''تو'' کو فکری دلائل اور منطقی استدلال سے ادب اور شاعری کی دنیا کا ایک زندہ، توانا اور مقدس لفظ ثابت کر دیا ہے اور اس طرح ایک پرانی بحث کی بساط لپیٹ دی ہے ۔ میں ابھی تو اس مضمون کے مندرجات کے سحر میں ہوں۔ تحیر کا یہ حصار ٹوٹے اور توانائی بحال ہو تو تفصیل کے ساتھ اپنا تاثر تحریر کروں گا۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

سرشار صدیقی

☆سرشارؔ صدیقی (پ:۱۹۲۶ء)، نام: اسرار حسین محمد امان، تخلص: سرشارؔ، شاعر، ادیب، مدیر: ''قومی بنکاری'' (جریدہ، نیشنل بینک)، کتب: ''حرفِ مکرّر''، ''زخمِ گل''، ''پتھر کی لکیر'' (منتخب کلام)، ''حرزِ جاں'' (قومی نظموں اور نغموں کا مجموعہ)، ''خزاں کی آخری شام''، (قومی منظومات) ''اساس'' (نعتیہ کلام)، ''میثاق'' (حمد و نعت)، ''اجمال'' (تنقیدی اختصاریے)، ''آموختہ'' (منظومات)، ''ہجرت پر مجبور تھے''، ''بے نام''۔

۞

سعید بدر (لاہور)

کنار راوی

۲۷/جون ۹۸ء

محترم ومکرم جناب صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم!

مزاجِ گرامی۔ خدا کرے آپ کی ڈائری آپ کو مل جائے تا کہ آپ کا اپنے احباب سے

سلسلہ ازسرنو شروع ہوسکے۔ دراصل دور ہی ایسا آ گیا ہے کہ حضرت انسان، ایجادات کا محتاج ہوکر رہ گیا ہے۔ کہیں ٹیلی فون اور اس کے نمبروں کا کہیں ڈائری کے پتوں کا۔ اس طرح دوست دلوں اور ذہنوں سے بھی خارج ہوکر رہ جاتا ہے، مثلاً اگر ذہن میں، یا دل کے نہاں خانے میں کبھی یاد کی لہر آ بھی گئی تو آپ کیا کرسکتے ہیں، فون کرنے کے لیے فون نمبر اور خط لکھنے کے لیے پتہ کے محتاج ہیں۔ مشہور ادیب میاں بشیر احمد آف ''ھمایوں'' نے ایک بار کہا تھا کہ:

''ٹیلی فون اچھا رفیق ہے لیکن ناقابل اعتبار''

آپ کے مکتوب گرامی کی آمد کے بعد ایک شام وارثی صاحب[ا] کی خدمت میں حاضر ہوا، ملاقات ہوگئی۔ ''نعت رنگ'' نہ ملا، وہ کہیں رکھ کر بھول گئے تھے۔ البتہ چند روز بعد اُن کا فون آیا تو پرچہ مل سکا۔

''نعت رنگ'' نمبر۵ بہت شان دار ہے، ہر شمارہ پہلے سے بہتر اور معلومات افزا ہوتا ہے اور اپنے دامن میں رنگ رنگ کے حسین وجمیل پھول لیے ہوتا ہے جن کی خوش بو سے مشامِ جاں تازہ ہوتی ہے اور دل کو سکون ملتا ہے۔ نوجوانی ہی میں آپ ہم جیسے سن رسیدگان سے بازی لے گئے ہیں، راجا رشید محمود کے بعد بلاشبہ آپ کا نمبر آتا ہے۔ نعت کی اشاعت کے سلسلے میں آپ نمایاں مقام پر کھڑے ہیں۔

تازہ شمارہ، علامہ اقبال کی نظم ''ذوق و شوق'' پر پروفیسر افضال احمد انورؔ کی کاوش پسندیدہ ہے۔ انھوں نے نہایت محنت سے عرق ریزی اور جاں فشانی سے علامہ اقبال ہی کے اشعار سے ثابت کردیا ہے کہ ذوق وشوق حمد نہیں بلکہ خالصتاً نعت ہے۔ ڈاکٹر عبدالمغنی بہت بڑے ادیب، بلند پایہ محقق اور نقاد ہوں گے لیکن ان کے دلائل بودے، کم زور اور حقائق سے بعید ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے شاید کہ بریلویوں کے مقابلے میں ایسے گروہ اور افراد پیدا ہورہے ہیں جو بزعم خویش توحید پرست بنتے ہیں اور نعت کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر۔ اس لیے نعت گو شاعر بریلویوں سے قریب ہوجاتا ہے اس لیے اب اُسے ''توحیدی'' ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں وہ نقاد ہونے کے زعم میں اور نیا خیال ونظریہ پیش کرنے کی کوشش میں راہِ حق سے بھٹک گئے ہیں۔ جس طرح فلسفی کے بارے میں مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا تھا:

ڈور کو سلجھا رہے ہے اور سرا ملتا نہیں
فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں

(اس شعر کے مصرع آگے پیچھے ہوسکتے ہیں فقط یاد کے سہارے لکھ رہا ہوں۔) اس طرح آج کل کے نقاد حضرات، تنقید کے شوقِ فراواں کے ضبط میں مبتلا ہوکر ایسی ایسی بے پر کی ہانک جاتے ہیں کہ انسان ششش در رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''حسنِ ازل'' کی ترکیب سے ''محبوبِ حقیقی'' مراد لے لیا ہے۔ حالاں کہ اصل ترکیب ''حسنِ ازل کی نمود'' ہے۔ جوشِ استدلالیت میں ڈاکٹر موصوف نے ''نمود'' کو نظرانداز کردیا ہے جس سے دراصل معانی واضح ہوجاتے ہیں۔

درحقیقت ہمارے خیال میں ''ذوق و شوق'' قصیدہ نما نعت ہے بلکہ قصیدہ کے معیار پر پورا اُترتا ہے، اس لیے تغزل بھی موجود ہے۔ اس میں پہلا بند بالکل قصیدے کی طرح ہے۔ قصیدے میں آغاز ہمیشہ کسی جگہ مقام یا موسم یا وقت کی تعریف وتوصیف ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے پہلے بند میں شہر مدینہ کے نواح میں '' صبح'' کے وقت کو موضوع بنایا ہے اور اسی پر اپنا زورِ قلم صرف کردیا ہے جس کا ثبوت پہلے ہی مصرع میں ''صبح کا سماں'' کی ترکیب میں موجود ہے اور دوسرے مصرع میں چشمۂ آفتاب سے ''نور کی ندیاں'' رواں کہہ کر اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کردی ہے۔ آپ کسی ریگستان یا صحرا میں ''صبح کے سماں'' کا تصور کیجیے، آفتاب طلوع ہورہا ہو، کھلے اور صاف شفاف میدان میں سورج کی کرنیں پھیل رہی ہیں۔ (ہوا تازہ اور صاف و شفاف ہے۔) علامہ اب آگے بڑھتے ہیں تو اس منظر کو ''حسن ازل کی نمود'' قرار دیتے ہیں، سورج اور اُس کی روشنی، حسنِ ازل کی نمود نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ اس منظر کو شعری حسن دیتے ہوئے ''نور کی ندیاں'' قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد سرخ و کبود، نیلی اور سرخ بدلیاں کیا خوب صورت منظر نگاری ہے، راقم کو مدینہ شریف میں صبح کے وقت ان بدلیوں کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ سورج کے طلوع کا منظر بھی دیکھا ہے۔ جسے دیکھ کر خاکسار وہاں وجد کے عالم میں جھومتا رہا اور ذوق وشوق کے اشعار پڑھ کر محظوظ ہوتا رہا۔

اسی طرح کوہِ اضم، وادیٔ کاظمہ کی تراکیب، سرزمین مدینہ کو ثابت کردیتی ہیں۔ دراصل علامہ کا یہ قصیدہ، مشہور قصیدہ نگار امام سعید بوصیریؒ کے تتبع میں لکھا گیاہے۔ علامہ اقبالؒ، بوصیریؒ سے بہت متاثر ہیں، چناں چہ دو مقامات پر بوصیریؒ کا ذکر کرتے ہیں:

اے بوصیریت را ردا بخشندہ
بربطِ سلمٰی مرا بخشندہ

(رموز بے خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمت للعالمین)

یعنی یارسول اللہﷺ! جس طرح آپ نے بوصیریؒ کو اپنی ردا (چادر) عطا

فرمائی ہے، جامی اس چادر کو بردِ یمانی کہتے ہیں اسی طرح مجھے شعر و شاعری کا ذوق اور ملکہ عطا کیا ہے۔

دوسری جگہ مثنوی ''پس چہ باید کرد'' میں ''درِحضور رسالت مآب'' میں فرماتے ہیں:

چوں بوصیریؒ از تو می خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود

یہاں علامہ اقبالؒ خواب میں سرسیّداحمد خاں کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اپنی صحت کے لیے دعا گو ہیں اور عرض کرتے ہیں جس طرح آپ نے اپنی چادر مبارک بخش کر بوصیری کو صحت سے ہم کنار کیا تھا اسی طرح مجھ پر کرم فرمایئے تاکہ میری صحت بحال ہوجائے اور میری تن درستی کے دن لوٹ آئیں۔ اس بند کے اختتام پر، آئی صدائے جبرئیل...''گریز'' کا شعر ہے اور اس کے بعد وہ اپنے ممدوح سے مخاطب ہیں:

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ علامہؒ نے اپنے پورے کلام میں صرف دو مقامات پر قدرے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ ایک تو مصرع بالا میں اور دوسرا ''پیامِ مشرق'' میں:

مرا اے کاشکے مادر نزادے

کہہ کر اظہار کیا ہے ورنہ علامہ ''اُمید'' کے شاعر ہیں اور اُن کے کلام میں مایوسی کا ذکر نہیں بلکہ وہ مایوسی کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہیں۔

اگر ہم رموز بے خودی میں ''عرضِ حال بحضور رحمت للعالمین'' اور ''بحضور رسالت مآب (پس چہ باید کرد) کو پیش نظر رکھیں تو پتا چلتا ہے کہ علامہ جہاں کہیں بھی سرورِ کائناتﷺ کا ذکر کرتے ہیں، وہاں سراپا ادب و احترام بن جاتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ گوسفند سلیم۔ وہ ذاتی پریشانیوں یا قوم کی بدحالی کا ذکر کرتے ہیں تو دل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ ''پیامِ مشرق'' کی غزلیات میں ہے:

باخدا در پردہ گویم از تو گویم آشکار
یارسول اللہ اُو پنہان و تو پیدائے من

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے چھپ کر باتیں کرتا ہوں اور حجاب قائم رہتا ہے لیکن آپ سے آشکار ہوکر عرض کرتا ہوں یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ تو میرے لیے پوشیدہ ہے، غائب ہے، لیکن آپ میرے سامنے ہیں جنھیں میں دیکھ رہا ہوں۔

حتیٰ کہ ''عرض حال'' میں تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں:

مدتے با لالہ رویاں ساختم
عشق با مرغولہ مویان باختم

بادہ ہا با ماہ سیماباں زدم
بر چراغِ عافیت داماں زدم

برقہا رقصید گرد حاصلم
رہزناں بردند کالائے دلم

کہہ کر دل کھول کر رکھ دیتے ہیں اور پھر اپنی کم زوری بیان کرتے ہیں:

سالہا بودم گرفتارِ شکے
از دماغِ خشک من لاینفکے

علامہ کا اسلوب اور انداز قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ وہ ذوق وشوق میں اللہ تعالیٰ کی بجائے صرف اور صرف حضور رسالت مآب ﷺ سے مخاطب ہیں۔ اس کا ثبوت اس شعر سے بھی ملتا ہے جو علامہ نے ابتدا میں درج کیا ہے:

دریغ آمدم، زاں ہمہ بوستاں
تہی دست رفتن سُوئے دوستاں

یہ شعر مشہور صوفی شاعر۔۔۔۔[کذا] کا ہے جس سے اس واقعہ کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے جو فلسطین میں وقوع پزیر ہوتا ہے۔ اُس واقعہ کے مطابق علامہ ''ارضِ فلسطین'' میں پہنچنے اور ارادہ کے باوجود حجازِ مقدس جانے کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں اور ساتھی مولانا غلام رسول مہر سے عرض کرتے ہیں کہ ''میں اعمالِ محمود کے سرمایہ سے محروم ہوں اس لیے کس منہ سے مدینہ جاؤں۔'' اور اس تصور کے آتے ہی سفر کا ارادہ بدل دیتے ہیں اور اسی ''تہی دستی'' یعنی خالی دامن ہونے کا ذکر درج بالا شعر میں ہے۔ علامہ اقبالؒ کے اس ''تاثر'' کی تصدیق اُن کی معروف رُباعی سے ہوجاتی ہے جو اُن کے کلام میں موجود نہیں لیکن انھی کی ہے:

تو غنی از ہر دوعالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

در حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

یعنی حضور رسالت مآب ﷺ کا احترام اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فریاد ہے کہ روزِ حشر آں حضرت ﷺ کی موجودگی میں میرا نامۂ اعمال نہ کھولنا، اُن کی نگاہ سے بچ کر، اُن سے ذرا دُور ہٹ کر کھولیں کیوں کہ نامۂ اعمال، اعمالِ نامحمود سے پُر ہے۔

اس سے ثابت ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اقبال پیش ہونے کو تیار ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ سے حیا وشرم کا یہ عالم ہے کہ اُن کے سامنے ''نامۂ اعمال'' کھلوانے سے گریزاں ہے۔

علامہ اقبال کے پورے کلام میں نگاہ ڈالیے، اللہ تعالیٰ کا جہاں بھی ذکر آیا ہے، اس کا انداز اور پیرایہ بالکل مختلف ہے، بعض اوقات وہاں علامہ کا اندازِ بیان باغیانہ ہوجاتا ہے۔ ''شکوہ'' کے اشعار بطورِ مثال پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

یا پھر:

یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

اس لیے ذوق وشوق کے پیرایۂ اظہار سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حمد ہرگز نہیں۔ یہ محض نعت ہے جو قصیدے کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ تغزل کی موجودگی نے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

پروفیسر افضال احمد انوار نے چوتھی دلیل میں ''عشق تمام مصطفیٰ'' کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالمغنی کی دلیل کا معقول رد پیش کیا ہے۔ درحقیقت علامہ نے ''عشق'' کا ذکر زیادہ تر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے ہی سے کیا ہے یا پھر یہ لفظ مقصود اور نصب العین کے لیے استعمال کیا ہے اور اگر گہرائی میں جائیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ علامہ کا ''مقصود'' بھی رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک ہی ہے۔ اس کا ثبوت ''اسرار و رموز'' کے اُس شعر سے ہوتا ہے جہاں علامہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے سے کہا ہے:

معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری با دیدۂ صدیقؓ اگر

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

یعنی اگر آپ تحقیق کریں اور حضرت ابوبکر صدیق کی نگاہ پاک بیں سے دیکھیں تو نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات قلب وجگر کی قوت بن جاتی ہے اور ان سے عشق و محبت کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ حضور رسالت مآب کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ سے محبوب تر لگتی ہے۔

یہ ہے وہ ''عشق'' جس کا علامہ جابجا ذکر کرتے ہیں اور ذوق وشوق میں ''عشق تمام مصطفیٰ'' کہہ کر فرماتے ہیں کہ ''عشق کی تکمیل'' مصطفیٰ کی ذات میں ہے۔ عشق کامل ہوتا ہے تو وہ محمد مصطفیٰ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ تو کیا خود اللہ تعالیٰ (قرآن کے مطابق) اُن پر درود و صلوٰۃ بھیجتا ہے اور مومنوں کو اس کا حکم دیتا ہے۔

اس کے باوجود ڈاکٹر عبدالمغنی کو ذوق وشوق حمد نظر آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ان کی ایک بھی دلیل معقول نہیں جس سے حمد ثابت ہو۔

پروفیسر افضال احمد انوار کے دلائل بہت ٹھوس ہیں اور انھوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب ذوق وشوق کے اس شعر پر توجہ دیتے تو ذوق وشوق کو حمد کبھی نہ کہتے:

عین وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہِ بے ادب

نقادوں کی میں بات نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ دُور کی کوڑی لانے کے عادی ہوتے ہیں، خواہ انھیں اندھیرے ہی میں دُور کی سوجھ جائے۔

اہل نظر کے نزدیک درج بالا شعر میں علامہ اپنے ''خواب'' کا ذکر کرتے ہیں جس میں آپ نے حضور رسالت مآب ﷺ کو دیکھا۔ یہ کیفیت حضوری کی ہے اور پاسِ ادب بھی ہے۔ محبوب کی خدمت میں حاضر ہوکر، محبّ ہمیشہ سراپا احترام بن جاتا ہے اور اُسے ہمت نہیں پڑتی کہ وہ دیدے پھاڑ کر دیکھے جو سوئے ادب ہے۔ علامہ کو چوں کہ رسالت مآب ﷺ سے بے حد وحساب عشق ہے اسی لیے احترام و ادب کی بھی انتہا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے آپ حوصلہ نظر نہیں پاتے لیکن وہی عقل والی بات، جستجو کا مسئلہ، وصال کی انتہائے آرزو کہ کنکھیوں سے دیکھنے کی کوشش جس کو وہ ''نگاہِ بے ادب'' قرار دیتے ہیں۔ یہ

کیفیت اہلِ دل جانتے ہیں بھلا یہ بے چارے نقاد کیا جانیں۔ علامہ کو تو رسولِ اکرم ﷺ سامنے نظر آتے ہیں وہ انھیں زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں:

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
''حرفِ تمنا'' جسے کہہ نہ سکیں ''روبرو''

(بالِ جبریل)

حقیقت یہ ہے کہ ذوق وشوق کا ہر لفظ، ہر ترکیب، ہر استعارہ، ہر مصرع اور ہر شعر بلکہ ہر بند نبی اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے باوجود کوئی نہ سمجھے تو کیا کیا جائے۔

آخر میں ہم اس شعر پر ختم کرتے ہیں:

کور ذوقاں داستاں ساختند
وسعتِ ادراک اُو نشناختند

ورنہ علامہ اقبال کا یہ شعر بھی ثابت کرتا ہے کہ علامہ شدید خواہش کے باوجود حضور رسالت مآب ﷺ کے حضور پیش ہونے سے ڈرتے ہیں اور سخت گھبراتے ہیں ایک جگہ کہا ہے:

آہ تیرے سامنے آنے کے ناقابل ہوں
منہ چھپا کر مانگتا ہوں تجھ سے وہ سائل ہوں میں

سب سے آخر میں ایک ذاتی واقعہ بیان کرتا ہوں شاید دلچسپی کا حامل ہو۔

۶۳۔۱۹۶۲ء میں خاکسار نے پنجاب یونی ورسٹی میں ایم اے اردو میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا، ڈاکٹر سیّد عبداللہ[۲] اورینٹل کالج کے پرنسپل اور شعبۂ اردو کے ہیڈ تھے۔ ان سے خاکسار کی کچھ شناسائی تھی۔ چوں کہ بی اے میں ''اردو'' مضمون پڑھا نہیں تھا اس لیے سیّد عبداللہ نے ایسے طلبہ سے ٹیسٹ لینے کا فیصلہ کیا۔ ٹیسٹ میں شامل ہوا تو تین سوال لازماً کرنا تھے جن میں سے ایک سوال ''میری بہترین نظم'' تھا۔ خاکسار نے ''ذوق وشوق'' کو بہترین نظم کے عنوان سے لکھنا شروع کردیا۔ حالاں کہ بڑے بڑے ماہرین اقبالیات ''مسجد قرطبہ'' کو بہترین نظم قرار دیتے ہیں۔ خاکسار نے لکھنا شروع کیا تو لکھتا ہی چلا گیا۔ شیٹ پر شیٹ لیں اور دونوں اطراف سے سیاہ کردیں۔ تین گھنٹے کا وقت تھا، خاکسار کو کچھ یاد نہ رہا کہ کوئی اور سوال بھی حل کرنا ہے۔ بس لکھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ بائیس صفحات بھر گئے، ابھی

لکھنے کا سلسلہ جاری تھا کہ وقت ختم ہوگیا۔ پرچہ واپس لے لیا گیا۔ راستہ میں یاد آیا کہ خاکسار نے صرف ایک ہی سوال حل کیا ہے اور وہ بھی ابھی نامکمل تھا۔

ایک ہفتہ بعد انٹرویو تھا، بورڈ میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ اور سیّد وقارعظیم[۳] کے علاوہ ایک اور استاد شامل تھے۔ جب خاکسار کی باری آئی تو سیّد عبداللہ صاحب نے سیّد وقارعظیم کی جانب دیکھا۔ مقصد تھا کہ وہ خاکسار کے پرچہ کے نمبر بتائیں۔ وقار صاحب بولے، سیّد صاحب! معاملہ کچھ عجیب ہے۔ بس آپ انھیں (سعید بدر کو) داخل کرلیں۔ سیّدعبداللہ نے مزید استفسار کیا تو وقارعظیم صاحب نے بتایا کہ سعید بدر فیل بھی ہیں اور فرسٹ بھی ہیں۔ یہ سن کر سب حیران ہوئے۔ سیّد صاحب نے کہا وہ کیسے؟ وقارعظیم نے صورت حال بتائی کہ اس طالب علم نے ۲۲رصفحات پر مشتمل ایک ہی سوال حل کیا ہے اور وہ بھی اب تک نامکمل ہے۔ دوسرے سوال نہ کرنے کی وجہ سے فیل ہے لیکن جو سوال حل کیا ہے وہ اس قدر جامع، مدلل اور ٹھوس مثالوں سے بھرپور ہے کہ میرے جیسا آدمی آج دوراہے پر کھڑا ہے جو مسجد قرطبہ کو بہترین نظم قرار دے چکا ہے اور آج سوچ رہا ہے کہ بہترین نظم ''ذوق وشوق'' ہے۔

سیّد صاحب نے پرچہ دیکھا، صفحات اُلٹ پلٹ کیے۔ پھر کچھ سوچ میں پڑ گئے اور پھر داخلہ فارم پر ''داخل ہے'' لکھ کر دستخط کردیے اور مجھے فرمایا، سالانہ امتحان میں ایسا نہ کرنا۔ بہرحال موقع ملے تو اس ''سوال کو مکمل کرنا''۔ اس سے سوچ کی نئی راہیں کھلیں گی۔ زندگی میں یہ سوال نامکمل ہی رہا۔ وقت نے ساتھ نہ دیا اور آج ایسے لوگ پیدا ہورہے ہیں جو بہترین نعت کو ''حمد'' قرار دیتے ہیں۔

کاش بقول علامہ اقبالؒ:

کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

صبیح رحمانی صاحب!

ایک بار آپ کو کئی نعتیں ارسال کی تھیں، کبھی کبھار ایک آدھ شائع فرما دیا کیجیے تاکہ ثناخوانوں کی فہرست کے (آخر ہی سہی) اس گنہ گار کا نام بھی شامل رہے۔ شاید نظرکرم ہوجائے کسی وقت۔ بہرحال ایک دو نعتیں بھیج رہا ہوں شاید پسند آئیں۔

مخلص

سعید بدر

☆ محمد سعید احمد بدر قادری (پ: ۱۹۴۰ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، مدیر: ''برقاب''، ''دلیلِ راہ''۔

۱۔ رشید وارثی مراد ہیں۔
۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶۔۱۹۸۶ء)، ممتاز ادیب، نقاد، محقق، استاد، اقبال شناس، مدیر: دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہِ پنجاب، لاہور۔ کتب: ''مقاماتِ اقبال''، ''طیفِ اقبال''، ''سھلِ اقبال''، ''مسائل اقبال''، ''شیخ اکبر اور اقبال''، ''مقاصدِ اقبال''، ''مطالعۂ اقبال کے چند نئے رخ''، ''رمزِ اقبال''، وغیرہ۔
۳۔ سید وقار عظیم (۱۹۰۹۔۱۹۷۶ء)، معلم، مترجم، نقاد، محقق، ماہرِ اقبالیات، صدر: شعبۂ اردو، اورینٹل کالج لاہور، نگران: ادارۂ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب (لاہور)، چند کتب کے نام: ''فن افسانہ نگاری''، ''ہمارے افسانے''، ''شرحِ اندر سبھا''، ''باغ و بہار اور اس کا مصنف''، ''آغا حشر اور ان کے ڈرامے''، ''ہماری داستانیں''، ''داستان سے افسانے تک''، ''اقبال معاصرین کی نظر میں''، ''اقبال بطور شاعر و فلسفی''، ''اقبالیات کا تنقیدی جائزہ''۔

کنار راوی

13-12-2002

محترم و مکرم محبی صبیح رحمانی!

السلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

آپ نے بہت کرم فرمایا کہ میرے ایک فون پر شرفِ ملاقات بخشا اور ''نعت رنگ'' کے شمارے مع ''سفیرِ نعت'' عطا فرمائے۔ یہ آپ کے بے پایاں خلوص و محبت کا اظہار ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔

جی چاہتا تھا کہ رک جاتا اور آپ کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتا لیکن قافلۂ شادی کے ساتھ گیا تھا، اسی کے ساتھ واپسی ضروری تھی۔

میرے میزبان اشفاق احمد خاں بھی دینی ادب اور کتب کے رُسیا ہیں۔ انھوں نے آپ کے دو تین شماروں کا پتا لکھ لیا تھا۔ وہ شاید رابطہ کریں۔ ممکن ہو تو انھیں مطلوبہ شمارے عنایت فرمائیں ورنہ کم از کم یہ عنایت ضرور کریں کہ انھیں تاجرانہ کمیشن پر دے دیا کریں۔ ایک پولیس افسر اور اس قدر گداز دل کا مالک۔ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ آپ کی مجھ پر عنایت ہوگی۔

پرچوں کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ جو کام آپ نے تفویض کیا ہے۔ دعا کریں اس سے عہدہ برآ ہوسکوں۔ کام عظیم ہے اور بندۂ ناچیز ناقابل و نااہل۔ البتہ آپ کی دعاؤں سے شاید اس بارگراں سے سبکدوش ہوسکوں۔ یہ کام بہت ادیب کے کرنے کا ہے، ادنیٰ صحافی سرانجام نہیں دے سکتا۔ انکار اس لیے نہ کرسکا کہ شاید خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوسکوں۔

آپ عظیم انسان ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر میں مہمات سر کرلیں اور متعدد کارہائے نمایاں سرانجام دے ڈالے۔ بقول حسرت موہانی کارِ سخن بھی جاری ہے اور چکی کی مشقت بھی۔ سچی بات یہ اللہ کے خاص کرم وفضل اور رسول مقبولﷺ کی خاص عنایت اور توجہ کے بغیر ناممکن ہے۔کسی دعائے سحر میں ناچیز کو یاد کرلیجیے۔ شاید مجھ ناچیز پر بھی اُن کی نظرِ کرم ہوجائے۔

کل دوپہر ایک بجے بخیریت ہم لوگ واپس پہنچ گئے۔ البتہ وہاں سے پرسوں شام چلتے وقت کچھ تکلیف ہوئی۔ رش کی وجہ سے اسٹیشن دیر سے پہنچ سکے۔ بمشکل تمام گاڑی ملی۔

احباب کی خدمت میں سلام۔

پسِ نوشت: نیز مطلوبہ کتاب کا خاکہ بہ نفسِ نفیس بنا کر روانہ فرمائیں تاکہ واضح ہو کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں آپ کے ذہن نے زیادہ بہتر خاکہ سوچا ہوگا اور زیادہ خوب صورت تصویر بنائی ہوگی۔ عبدالعزیز خالد سے رابطہ ہوا ہے۔ بہت جلد انٹرویو بھیج دوں گا۔ انشاء اللہ

مخلص

سعید بدر

۲۱۔ جولائی ۲۰۰۴ء

عزیزم عزیز القدر صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

چند روز پہلے آپ کی جانب سے ایک مکتوب گرامی اور ایک کتاب ملی تھی جس کے لیے سپاس گزار ہوں۔ ''نعت رنگ'' تو نہیں ملتا، کتاب ہی سہی، چلو کراچی والوں کے دل میں کسی جگہ یاد تو باقی ہے۔ سچی بات ہے کہ آپ اکثر یاد آتے ہیں لیکن میرے مسائل نہ کچھ کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی یہ خود سلجھتے ہیں بلکہ بگڑتے جاتے ہیں جن دنوں آپ کا خط آیا میں مکان کی شفٹنگ کے مرحلے سے دوچار تھا۔ ہزاروں کتابیں ڈھیر کی صورت میں بکھری پڑی تھیں جو پھٹ رہی تھیں۔

چند روز پہلے آپ کا مکتوب تلاش کیا تاکہ خط لکھ سکوں۔ حسنِ اتفاق سے مل گیا ورنہ اُمید نہ تھی۔ حفیظ تائب اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان پر ایک ٹوٹا پھوٹا مضمون لکھا جو ''نوائے وقت'' میں چھپا۔ پھر

اس کی تجدید نو کی، وہ باتیں مزید شامل کیں جو پہلے نہ تھیں، آج پھر اُسے دوبارہ ازسرنو لکھا، بہت طویل ہوگیا ہے۔ معلوم نہیں، آپ کا ''نعت رنگ'' کس پوزیشن میں ہے آپ کوئی گوشۂ حفیظ شاید چھاپ رہے ہوں۔ پرسوں حفیظ تائب کا چہلم بھی ہوگیا۔ کامیاب تقریب تھی دُور و نزد سے لوگ آئے تھے۔ نعت خواں بھی بہ کثرت تھے۔ آپ کی کمی محسوس کی۔ جانے مجید منہاس نے آپ کو دعوت بھیجی تھی، یا نہیں؟

تھوڑے روز پہلے آپ کے دوست جناب رشید وارثی کی کتاب ''خوشبوئے التفات''[۱] بھی ملی۔ یہ کتاب دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ جناب رشید وارثی صاحب نے نہایت محبت، توجہ، لگن اور خلوصِ دل سے کتاب طبع کرائی ہے۔ لے آؤٹ بہترین، کاغذ بھی اعلیٰ، جلد بھی عمدہ، متن دیکھا تو حیران و ششدر۔ ابواب میں منقسم اور ہر باب سے پہلے کچھ تاریخی و تحقیقی مواد۔ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بہت تحقیق کی ہے، بہت کاوش ہے۔

کسی دن اس پر تفصیل سے لکھوں گا۔ میری طرف سے انھیں فی الحال مبارک باد کہہ دیجیے۔ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' والی مثال ہے۔ کہیں ایک کتاب منسوب بہ شفقت رضوی کا تبصرہ پڑھا۔ اب یاد آیا کسی ہندوستانی رسالہ میں۔ میں کچھ نہ کرسکا۔ ہوسکے تو اس کتاب کا ایک نسخہ بھی بھیج دیں۔ ممنون ہوں گا۔

کچھ باتوں کی وضاحت کردوں تاکہ دلوں میں میل نہ رہے:

(ا) آپ نے سوال نامہ مرتب کرکے دیا تھا۔ میں نے اس میں کچھ اضافہ کرکے دو تین بار کمپوز کرایا۔ عبدالعزیز خالد سے بات کی اور انھیں پوسٹ کیا۔ انھوں نے کہا میرے بہت انٹرویو چھپ چکے ہیں۔ اب ضرورت نہیں، تین ماہ قبل ایک شناسا نے ''خلش'' کے نام سے رسالہ نکالا۔ میں نے ان کا ایک پُرانا انٹرویو کمپوز کراکر ان کو بھیجا کہ اس میں کچھ اضافے یا ترامیم کرنا چاہیں تو کردیں۔ ایک دو ماہ انتظار کے بعد مایوس کن جواب ملا۔ بہت اصرار کیا تو ایک دو جملوں کی تبدیلی کرکے وہ بھیج دیا۔ میں نے نعت سے متعلق سوال نامہ بھی بھیجا تو اس کا جواب بھی دینے سے گریز کرتے رہے۔ ویسے بات کرو تو بہت محبت سے بات کرتے ہیں، دل جوئی بھی کرتے ہیں اور میرے ناگفتہ بہ حالات پر کڑھتے ہیں جب میری کاوش کا کوئی جواب نہ دے تو میں آزردہ ہوجاتا ہوں۔ ڈپریشن بڑھ جاتی ہے، مایوسی سے ہم کنار ہوجاتا ہوں۔ پھر بہت کرکے قدم اُٹھایا۔ حفیظ تائب سے بار بار کہا وہ بیماری کی وجہ سے ٹال مٹول کرتے رہے۔ آخر اس بیماری نے انھیں ہم سے جدا کردیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے کوشش نہیں، بہت کوشش کی، نتیجہ حسب مرضی نہ نکلا۔ اب پھر ارادہ ہے کہ کوشش کی جائے۔

حفیظ تائب کے تبصرے (''نوائے وقت'' شائع شد) چھاپنے کا ارادہ ہو، بھیج سکتا ہوں۔ مزید برآں ان کی وفات پر شائع شدہ مضامین جمع کیے ہیں، ارادہ ہو تو وہ بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔

آپ ''نعت رنگ'' نہیں بھیجتے تو دل ڈوب جاتا ہے۔ اندھیرے بڑھتے جاتے ہیں، سوچتا ہوں کہ یہ سب اس لیے ہے کہ میرے پاس کسی اخبار کا صفحہ نہیں ورنہ بڑے بڑے انکم ٹیکس کمشنر دفتر جانے سے پہلے میرے گھر چھ بجے سلام کرنے آیا کرتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ لوگ کرسی کو سلام کرتے ہیں، میں نے ایسے نعت نگار اور نعت خواں بھی دیکھے ہیں جو اسی مرض میں مبتلا ہیں، یہی دعا ہے کہ اللہ مجھ پر فضل کرے اور ان پر کرم کرے۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے اور حضور رسالت مآب کی خاص نظر۔ میرے لیے دعا کیا کریں۔ حضور پُرنور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مومن دوسرے کے حق میں دعا کرے تو وہ جلد قبول ہوجاتی ہے۔ آپ دل سے دعا نہیں کرتے، ورنہ میں اس حال میں نہ ہوتا، کعبہ ہو آتے ہیں، مدینہ میں حاضری دے آتے ہیں لیکن میرے حق میں دعا نہیں کرتے۔ کتنے کنجوس ہیں آپ؟

بہت سی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ، لاہور کب آ رہے ہیں؟

فقط والسلام
مخلص
سعید بدر

۱۔۲۰۰۴ء، کراچی: بزمِ وارث، ص۲۰۸

❖

سعید، محمد، حکیم (کراچی)

۱۸/ جولائی ۱۹۹۸ء

جناب محترم صبیح رحمانی صاحب!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ!

علم کی اشاعت، فکر کی وسعت اور دانش کی حفاظت کسی قوم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے وہ اصحاب جو اس خدمت میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے علم وفکر کی ملک وملت کے لیے عام کرتے ہیں ہمارے لیے نہایت قابلِ احترام اور لائق ستائش ہیں۔

میں نے برصغیر کے ان اہلِ فکر و نظر اور صاحبانِ تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین و اطمینان ہے کہ انھوں نے برصغیر میں انقلاب فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر و تہذیب اذہان میں نا قابلِ فراموش اور مؤثر و مثبت حصہ لیا ہے۔ اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ از راہِ لطف و کرم اپنے گراں قدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ہدیۃً بھجواتے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ ہے، مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ برصغیر میں اہلِ فکر و قلم کی تحریرات کو محفوظ کرنے کا تخیل صرف اس حد تک ہے کہ قومی اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں اس قسم کا انتظام کیا جاتا ہے ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سیاسی رہنما سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ شخصیات ہیں کہ جو افکار کو جنم دیتی ہیں اور علم و عمل کی راہوں کو ہموار کرتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایسی تمام تحریرات کو جمع کرکے ان کو محفوظ کر دینے کا انتظام کردوں۔ بلاشبہ یہ تحریرات آج بھی قیمتی ہیں اور آج سے پچاس اور سو سال بعد ان کی قیمت و قدر کئی گنا زیادہ ہوگی کہ ان کو ایک اثاثہ ملّی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ پچاس اور سو سال بعد شاید ہم تو اس دنیا میں موجود نہیں ہوں مگر میں فکر و نظر کے لیے آنے والی ملت کے لیے یہ تاریخی سرمایہ محفوظ کر جاؤں گا کہ جو متعدد اعتبارات سے موضوعِ فکر بن سکتا ہے۔

میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کم سے کم اپنی کسی ایک تصنیف کا مکمل مسودہ اصل حالت میں (یعنی جس حال میں کہ کتابت یا طباعت کے لیے دیا گیا تھا) مجھے عطا فرما دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے مجلد کرا کے بیت الحکمہ کے شعبہ مسودات مصنّفین میں محفوظ کردوں۔ آپ کے اس تعاون و عطا سے مجھے ملّی خدمت کا موقع مل جائے گا اور میں ہدیۂ تشکر و امتنانِ بھی آپ کو پیش کر کے مطمئن ہوں گا۔

میری ایک اور درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے حالات (بایوڈیٹا، حیات نامہ) سے بھی مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ میں اس مسودہ کے ساتھ اسے بھی محفوظ کرسکوں۔

احترامات فائقہ کے ساتھ
آپ کا مخلص
(حکیم محمد سعید)

☆حکیم محمد سعید (۱۹۲۰ء۔۱۹۹۸ء)، نامور طبیب، ادیب، سماجی و سیاسی شخصیت، سیاح و سفرنامہ نگار، بانی: مدینۃ الحکمت کراچی، صدر: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، گورنر صوبہ سندھ (۱۹ جولائی ۹۳ء تا ۲۲ جنوری ۹۴)، چند کتب کے نام: ''نورستان''، ''اخلاقیات نبوی''، ''قرآن روشنی ہے''، ''تعلیمات نبوی''، ''سائنس اور معاشرہ''، ''ارضِ قرآنِ حکیم''، ''داستانِ حج''، ''یورپ نامہ''، ''جرمنی نامہ''، ''کوریا کہانی''، ''داستانِ لندن''، ''درۂ خیبر''، ''سعید سیاح اردن میں''، ''سعید سیاح امریکا میں''، ''سعید سیاح ترکی میں''، ''سعید سیاح چین میں''، ''ماہِ سعید''، ''یہ جاپان ہے''، ''اکیسویں صدی کی جانب''، اعزازات: ۱۹۶۶ء میں حکومت پاکستان نے ستارۂ امتیاز سے نوازا، ۱۹۸۳ء میں کویت فاؤنڈیشن برائے سائنس نے ''کویت پرائز برائے طب اسلامی'' عطا کیا۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی ارسال کردہ کتاب ''نعت رنگ'' مجھے مل گئی ہے۔ اس ہدیہ علمی کے لیے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ اس کے بارے میں میرے تاثرات درج ذیل ہیں:

''نعت رنگ'' مختلف شعراء کے نعتیہ کلام اور صنف نعت سے متعلق کچھ مشاہیر ادب و نقادان گرامی کے مضامین پر مشتمل نہایت اہم اقابل قدر تالیف ہے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج کل اردوشاعری میں نعت گوئی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے ہمارے شعراء موضوع اور تکنیک ہر اعتبار سے نعتیہ کلام کے سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کررہے ہیں پچھلے دنوں میں روایتی اسالیب سے الگ آزاد، معراء اور نثری نظم میں بھی نہایت اثرآفریں ودلنشیں نعتیں تخلیق کی گئی ہیں جن میں سے کچھ نعتیں اردو کی نعتیہ شاعری میں بیش بہا اضافہ ہیں۔

زیرنظر تالیف ''نعت رنگ'' کے مولفین نے کوشش کی ہے کہ عہدحاضر کی نمائندہ نعتوں کو یک جا کرکے پیش کیا جائے تاکہ عام قارئین نعتیہ شاعری کے فروغ کی رفتار کا اندازہ کرسکیں اور نعتیہ شاعری کے سلسلے میں تازہ تر پیرایۂ اظہار سے بھی واقف ہوسکیں۔ نعتیہ کلام کے انتخاب کے علاوہ زیرنظر تالیف میں نعت سے متعلق کچھ تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں ان مضامین میں سیّد آل احمد رضوی کا مضمون ''نعت کا سفر'' اپنی نوعیت میں نہایت ہی وقیع تحقیقی مضمون ہے جناب آل احمد رضوی بتاتے ہیں کہ نعت اپنے موضوع کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ کی طرح قدیم ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف موجود ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

جناب رضوی صاحب کے تحقیقی مضمون کے علاوہ نعت سے متعلق کچھ تنقیدی مضامین بھی زیرنظر تالیف میں شامل ہیں۔ ان مضامین میں جناب عاصی کرنالی، جناب رشیدوارثی اور جناب عزیزاحسن

کے مضامین خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

ان مضامین میں ایسی تراکیب، استعارے اور مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے جو ہماری نعتیہ شاعری میں اکثر استعمال ہوتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ان مروجہ مضامین میں شان رسالت میں گستاخی کے پہلو نکلتے ہیں جن سے اجتناب برتنا چاہیے۔ نعتیہ شاعری دراصل پل صراط پر چلنے سے بھی مشکل کام ہے کیوں کہ یہاں معمولی سی بے احتیاطی بھی دین ودنیا میں خسارہ کا سبب بن سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے میدان نعت گوئی کو ایک ایسی ''ادب گاہ'' سے تعبیر کیا ہے جو عرش سے بھی ''نازک تر'' ہے اور جہاں ''جنید و بایزید'' جیسے صاحبان بصیرت بزرگوں کے بھی ہوش گم ہوجاتے ہیں مذکورہ تینوں مقالے نعت گو شعراء کے لیے ہدایت ورہنمائی کے نکات سے پوری طرح آراستہ ہیں جن کا مطالعہ عام قارئین کے علاوہ بہت سے نعت گو شعراء کے لیے بھی خاطر خواہ افادیت کا حامل ثابت ہوگا۔

''نعت رنگ'' کے مؤلفین نے نعتیہ کلام اور نعت گوئی سے متعلق مضامین میں جس محنت اور توجہ سے کام کیا ہے وہ ان کے دلوں میں موجزن حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا قابل تردید شہادت ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس سعیٔ سخن کو قبول فرمائیں اور انھیں اجر عظیم سے نوازیں۔

آپ کا مخلص

(حکیم محمد سعید)

سلطان جمیل نسیم (کراچی)

06-01-1999

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔ اسلام علیکم

''نعت رنگ'' کے مطلوبہ شمارے ملے۔ گزشتہ دنوں یعنی رمضان المبارک سے چند روز پہلے طبیعت کچھ اس طرح رہی کہ سارا وقت گھر میں اور پڑھنے میں گزرا۔ پھر آپ کا ٹیلی فون آیا تو میں نے ''نعت رنگ'' کے بارے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ اختصار سے مجموعی تاثر کا اظہار بھی کردیا۔ مگر آپ کا اصرار کہ میں اپنے تاثرات قلم بند کرکے بھیجوں۔ اس لیے تعمیل کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو اپنی بات کا جواب سن لیجیے۔ حضرت قبلہ صباؔ اکبرآبادی پر اب تک جتنے مضامین جناب ابوظفر صہباؔ نے تحریر فرمائے ہیں وہ ان کو کتابی صورت دینے کے ارادے سے نظر ثانی کر

رہے ہیں۔ میں نے آپ کی فرمائش ان تک پہنچا دی ہے کہ صبا صاحب کی غزل میں جو نعتیہ مضامین آ گئے ہیں ان پر بھی ایک مضمون تحریر فرمادیں چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔ انھوں نے وعدہ تو کرلیا ہے۔ اب یہ وعدہ میں آپ سے کرتا ہوں کہ جیسے ہی وہ مضمون مجھے مل گیا میں بلاتاخیر آپ تک پہنچا دوں گا۔

مولانا الطاف حسین حالی نے شاعروں، خصوصاً غزل گو شاعروں کے لیے جو پند نامہ لکھا ہے یعنی مقدمۂ شعر و شاعری...اس میں غزل اور مضامین غزل کے بارے میں جو اندازِ نقد اختیار کیا گیا ہے اس معیار پر خود مولانا حالی کی غزل پوری نہیں اُترتی۔ مقدمۂ شعرو شاعری کی اہمیت اور قدر و قیمت اپنی جگہ لیکن جذبات و خیالات کا بہاؤ اور تخلیقی جذبہ...تنقید کو خاطر میں نہیں لاتا۔ لیکن اس کے باوجود تنقید ہی تربیت کا باعث ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے نعت کے موضوعات پر ایک بصیرت افروز مضمون تحریر فرمایا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے تو میں بالکل ہی متفق ہوں کہ دوسروں سے الگ اپنی راہ تراشنے کے شوق میں، جدت کے گرداب میں بہت سے شاعر پھنس جاتے ہیں۔ یوں وہ زبان سے غفلت برتتے ہیں اور نئے موضوعات تک رسائی حاصل کرنے کی جگہ اپنے اسلوب کی بھول بھلیوں میں گم ہوجاتے ہیں۔

یہ صرف نعت گو شاعروں کا حال نہیں ہے بلکہ آج کل جو بھی قلم سنبھال کے ادب کے میدان میں اُترتا ہے وہ ان ہی مذکورہ سامانِ حرب سے لیس ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو جواب ملتا ہے، بات سمجھ آ رہی ہے نا... گویا اصل مقصد بات سمجھ آنا ہی رہ گیا ہے۔

پھر ایسے شاعروں کو جو اپنی راہ تراشنے کے شوق میں جدت کے گرداب میں پھنس جاتے ہوں..... زبان سے غفلت برتتے ہوں اور اپنے اسلوب کی بھول بھلیوں میں گم ہوجاتے ہوں، ہمارے کشفی صاحب کا مشورہ یہ ہے کہ وہ مطالعۂ حدیث اور مشاہدۂ کائنات کے ذریعہ ہی رسول اکرم ﷺ کی حقیقی عظمت کی بارگاہ میں بار پاسکتے ہیں..... بھائی! ہمارا شاعر تو رسالے کا بھی وہی صفحہ پڑھتا ہے جس پر اس کا کلام بلاغت نظام شائع ہوا ہو...... اور جو شاعر ''پڑھے لکھے'' ہونے کے دعویدار ہیں وہ مشاہدۂ کائنات اور مطالعۂ قرآن و حدیث کے بجائے دیگر فلسفیوں کی کتاب پڑھتے ہیں۔ نعت صرف ضرورتاً کہتے ہیں یعنی ریڈیو، ٹی وی کے مشاعروں کے لیے۔

اردو میں جب سے شعروادب لکھا جارہا ہے اس وقت سے حمد و نعت بھی کہی جارہی ہے لیکن برکت و تبرک کے لیے.....اس جذبے سے بلند ہوکر جن شعرائے کرام نے نعت کو ایک صنفِ سخن کی

حیثیت سے اپنایا ان میں حضرات محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضاخان بریلوی کے نام خصوصیت سے لیے جاسکتے ہیں۔ اب رہی بات علامہ اقبال کی ..... انھوں نے واقعی حمد اور نعت کو ایک نیا رخ دیا ہے اور کشفی صاحب کے مطالبہ پر پوری اترتی ہے...... یعنی اقبال کے یہاں قرآن و حدیث کا مطالعہ اور کائنات کا مشاہدہ نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑوں سے نسبت ہی بڑا بناتی ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری اسی وجہ سے بلند تر ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے اکتساب نور کرتے ہیں۔ اب رہی مولانا الطاف حسین حاؔلی کی نظم ''مدّ و جزر اسلام'' تو اس کے ادبی محاسن اپنی جگہ لیکن برادرِ محترم جمال پانی پتی صاحب نے نہایت پتے کی بات کہی ہے ۔فرماتے ہیں: ''انھوں نے (مولانا حاؔلی نے) اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضور نبی کریمﷺ کی بے مثل بشریت اور عبدیت کاملہ کو ہم جیسے عام انسانوں کی سطح کے برابر لانے سے نعت گوئی کا حق تو رہا درکنار، خود ایمان کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔''

ہمارے بزرگ جو کچھ لکھ گئے ہیں ہم اس سے ہدایت بھی حاصل کرسکتے ہیں اور عبرت بھی بشرطیکہ دیدۂ بینا رکھتے ہوں...... آپ شاید میرے اس مشورے پر ہنس دیں لیکن میں اپنے نوجوان اور جدید شعراء کو یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ جس طرح دنیا کا کوئی بھی فن...... گانے بجانے سے لے کر..... کرکٹ، فٹبال اور شاعری تک بغیر سیکھے نہیں آتا...... اس لیے وہ جس شعبے سے بھی متعلق ہوں اس کے بارے میں پرانی سے پرانی اور نئی سے نئی ہر اہم بات ضرور سیکھیں اور معلوم کریں...... خاص طور سے نئے شاعروں کو یہ چاہیے کہ وہ مطالعہ اور مشاہدے کے ساتھ ساتھ جو آئمہ فن آج موجود ہیں ان سے بھی رہنمائی حاصل کریں۔ اس لیے کہ شاعری میں مشکل ترین صنف نعت ہے ......ذرا سے ڈگمگائے اور گئے۔

پاکستان میں ۱۹۸۰ء کے بعد نعت گوئی کا چلن عام ہوا۔ ریڈیو اور ٹی وی پر نعتیہ مشاعروں کی کثرت دیکھ کر بڑے بڑوں کو، راتوں رات مشہور ہوجانے کا راستہ نظر آیا۔ پھر اردو کے ادبی رسائل نے بھی شعرائے قدیم کے دواوین کی طرح اپنے وقیع رسائل کی ابتداء حمد اور نعت سے کرنے کی بنیاد رکھی۔ یوں رفتہ رفتہ نعت ادب کا حصہ بنتی چلی گئی۔ گزشتہ بیس سال میں جتنے نعتیہ مجموعے شائع ہوئے ہیں بیس برس پہلے شاید اتنی نعتیں بھی شائع نہیں ہوئی ہوں گی۔ نعت گوئی کے سلسلے میں ٹھوس علمی اور ادبی کام کی طرف صاحبانِ علم کو متوجہ کرنا...... پھر ان کے کام کو سامنے لانا۔ یہ بڑا دقّت طلب کام تھا...... جو آپ بڑی عمدگی سے انجام دے رہے ہیں۔ ایک زمانہ میں ''بگڑا شاعر مرثیہ گو'' کا مفروضہ قائم کرلیا گیا تھا اسی طرح نعت اور نعت خوانی کو بھی محفلِ میلاد کی ضرورت سمجھا جانے لگا تھا۔

اب ..... آپ جیسے باہمت لوگوں کی وجہ سے نعت،محافلِ میلاد سے نکل کرعلم و ادب کی انجمن میں آن بیٹھی ہے۔نعت پر گنا چنا تحقیقی کام تو سامنے آیا ہے لیکن آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعہ تنقید کو بھی نعتیہ ادب سے منسلک کرنے کی سعیٔ مبارک کی ہے۔''نعت رنگ'' مستقبل میں تحقیقی کام کرنے والوں کے بہت کام آئے گا۔

''حضارت جدید''[۱] پر حمید نسیم مرحوم کا تجزیہ بھرپور ہے اور قاری کو نظم کے بہت سے مستور معنی کی بھی جھلک دکھاتا ہے۔ افسوس حمید نسیم مرحوم نے لکھنے پڑھنے کی طرف اپنی عمر کے آخری حصہ میں توجہ دی (جوانی موسیقی اور حفیظؔ جالندھری کی دوستی میں گزاردی) بہرحال لکھنے پڑھنے کی ابتداء انھوں نے کلام پاک کی تفسیر سے کی ..... اگر وہ اپنی شاعری کی کتابیں شائع کرانے کی طرف توجہ دینے کے بجائے ساتھ ساتھ تنقیدی مطالعہ اور موسیقی کے بارے میں اپنے علم کے مطابق کوئی کتاب چھوڑ جاتے تو اور نیک نامی حصے میں آتی ۔ویسے حمید نسیم مرحوم نہایت نفیس طبع اور خلیق سیرت آدمی تھے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

''قصیدہ مدیح خیر المرسلین کی ایک نادر تضمین'' از ڈاکٹر محمد یونس حسنی[۲] ایک تاریخی حیثیت کی چیز ہے۔ حضرت محسن کاکوروی کا یہ قصیدہ اب مشکل ہی سے دستیاب ہوتا ہے۔ اب تضمین کے ساتھ قصیدہ پڑھنے اور ''نعت رنگ'' کے ذریعہ بہت سے ضرورت مندوں کے پاس پہنچ جائے گا۔

عزیز احسن خوب لکھ رہے ہیں۔ ان سے ایک بار سرسری ملاقات ہوئی تھی۔ اب ان کی جب بھی کوئی تحریر پڑھتا ہوں۔ دوسری بار ملنے کا اشتیاق اورسوا ہوجاتا ہے ۔

آپ کی فرمائش یعنی میرا خط طویل ہوگیا۔ مگر مشورہ سمجھیے یا شکایت، میں یہ لکھے بغیر رہ نہیں سکتا کہ نثر کے لیے جو خط (فونٹ) آپ نے منتخب کیا ہے وہ مناسب ہے لیکن اسی خط میں جب آپ ایک ہی صفحہ پر تین یا چار نعتیں شائع کرتے ہیں وہ بھلی نہیں لگتیں ہیں ان کے لیے ذرا جلی فونٹ ہونا چاہیے۔

اب آخر میں ایک بات اور....... محمد صادق قصوری کے مضمون ''سلسلۂ جماعتیہ کے نعت گو شعراء''[۳] میں حضرت ڈاکٹر مغیث الدین فریدی صاحب کا ذکر خیر آگیا ہے ۔ میں صرف اتنی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مغیث صاحب شاعری میں حضرت صباؔ اکبر آبادی کے شاگرد ہیں۔ جس کا اعتراف انھوں نے اپنے مجموعۂ کلام ''کفر تمنا'' کے انتساب میں بھی کیا ہے۔

اللہ آپ کو خوش رکھے اور ہمت عطا فرمائے کہ آپ ''نعت رنگ'' اسی آب وتاب کے ساتھ

شائع کر کے ثواب کماتے اور دعائیں لیتے رہیں۔

مخلص

سلطان جمیل نسیم

☆ سلطان جمیل نسیم (پ: ۱۹۳۵ء)، صبا اکبر آبادی کے فرزند، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، صدا کار،
کتب: ''جنگ زمین خوشبو''، ''حامد منزل''، ''کھویا ہوا آدمی''، ''سایہ سایہ دھوپ''، ''ایک شام کا قصہ''،
''میں آئینہ ہوں''، ''جنگل زمین خوشبو''۔

ا۔ ''حضارت جدید۔ تجزیاتی مطالعہ''، ش ۶، ص ۲۰۱۔۲۲۲ ۲۔ ش ۶، ص ۲۰۱۔۲۲۲ ۳۔ ش ۶، ص ۱۲۷۔۱۷۷

14-06-2004

عزیز مکرم صبیح رحمانی! سلام و رحمت۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۶ اور جناب شفقت رضوی کی کتاب ''نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ''[ا] ارسال کرنے پر شکریہ قبول کیجیے۔

آپ نے جب ''نعت رنگ'' کا اجرا کیا تھا اور اس کے ابتدائی شمارے تواتر و تسلسل سے مجھے پہنچائے تھے، اُس وقت میں نے ''نعت رنگ'' کے حوالے سے جو کچھ سوچا اور محسوس کیا تھا وہ آپ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ نعت شاعری کا وہ رُخ ہے جس میں غزل یا نظم کی طرح موضوعات کے تنوع کی گنجائش نہیں ہے اور شاعر کو جولانیِ طبع کے اظہار کا موقع کم سے کم تر ملتا ہے، اس لیے کہ ایک مخصوص موضوع کا پابند رہتے ہوئے، احترام و عقیدت کا اظہار ایک نہایت ہی مشکل ترین مرحلہ ہے۔ محض اسلوب اور اندازِ بیان کے نت نئے تجربات کے سہارے نعت گوئی میں جتنی گنجائش تھی وہ اساتذۂ فن نے پوری طرح برت لی ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اب تک کہی جانے والی نعتیہ شاعری پر کتنے اور کب تک مضامین لکھوائے جاسکیں گے۔ تنقید نویسوں کے متعلق میں بہت زیادہ خوش گمان نہیں ہوں۔ اوّل تو ناقد خال خال ہیں۔ آج کل تو کالج اور یونی ورسٹی میں پڑھانے والے اساتذہ نے یہ منصب سنبھال رکھا ہے اور تعلیم کا حال بھی روزِ روشن کے مانند عیاں ہے تو اساتذہ کا کمال بھی پوشیدہ نہیں۔ کتابوں کی تقریباتِ رونمائی سے ہی بے چاروں کو فرصت نہیں ملتی ہے۔ اب تو حال بہ ایں جا رسید کہ مزاح نگار بھی کتابوں کی رونمائی میں مضامین پڑھنے لگے ہیں۔ ایسے عالم میں نعت گوئی جیسے سنجیدہ اور برگزیدہ موضوع

پر مضامین کون لکھے گا۔ فرض کیجیے آپ نے چند اہم نقادانِ کرام سے مضامین لکھوا بھی لیے تو وہ کب تک لکھیں گے۔ غالباً ایسی ہی بات میں نے ''رثائی ادب'' کے مدیر عزیزم ڈاکٹر ہلال [۲] سے بھی کہی تھی۔ مگر آپ دونوں ماشاء اللہ اب تک اپنا کام نہایت استقلال سے کیے جا رہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اور جناب شفقت رضوی کی کتاب دیکھ کر ہی آپ کے عزمِ صمیم، پختگیٔ ایمان و ایقان و اعتقاد کے ساتھ میرا یقین بھی ایمان کی حد تک پہنچ گیا کہ وہ بھی امداد و اعانت فرماتے ہیں جن کا بیان ہے۔

شعرائے کرام، اظہارِ محبت و عقیدت کے جتنے پیرائے اختیار کرتے ہیں مضامین تحریر کرنے والے بھی اسی حساب سے اپنی فکری تحریر میں تنوع اختیار کر رہے ہیں۔

ایک بات اور بتاؤں...کوئی پندرہ سولہ برس ہوئے یا شاید زیادہ...سوچا کہ شعرائے کرام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اپنے جذبات و کیفیات کے اظہار کے لیے نظم و غزل کے انداز کو اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی قصیدہ و مثنوی کا اسلوب اپنا لیتے ہیں، ہم افسانہ لکھنے والے اس سعادت سے کیوں محروم ہیں... یہ خیال اور احساس اتنا حاوی رہا کہ ۱۹۹۲ء میں ایک افسانہ ''کروٹ'' کے عنوان سے لکھا اور ''اردو ڈائجسٹ'' لاہور کے لیے بھیج دیا۔ انھوں نے ''سیرتِ نبوی کے پس منظر میں ایک دل کش افسانہ'' کی ذیلی سرخی کے ساتھ شائع کر دیا۔ ایک دو برس اس شش و پنج میں رہا کہ وہ لوگ ''اسلامی فکر'' رکھنے والے تھے شائع کر دیا۔ کیا ادب کی طرف بھی ''کروٹ'' کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ صہؔبا لکھنوی [۳] ایک مذہبی انسان تھے مگر اپنے رسالے ''افکار'' کو انھوں نے ابتدا سے ہی ''ترقی پسند نظریات'' کے تابع کر رکھا تھا۔ چناں چہ میں نے ''کروٹ'' ''افکار'' کے لیے بھیج دیا اور مجھے خوشی ہے کہ وہ افسانہ اپریل ۱۹۹۴ء کے ''افکار'' میں شائع ہوا۔ میں آج بھی اسی فکر میں غلطاں ہوں کہ محسنِ انسانیت ﷺ کی تعلیمات کے بے حد و بے شمار ایسے رُخ ہیں جو عہدِ حاضر کے انسان کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

خط خاصا طویل ہوگیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رحم و کرم اور شافعِ محشر ﷺ کے طفیل ہم سب کو ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے آمین۔

میں ان شاء اللہ اگست تک پاکستان میں ہوں... اور متوقع کہ جب تک ''نعت رنگ'' کا ایک شمارہ اور منصۂ شہود پر آجائے گا۔

دعائیں اور سلام

سلطان جمیل نسیم

۱۔۲۰۰۴ء، کراچی: مہر منیر اکیڈمی، ۳۲۴ص

۲۔ڈاکٹر ہلال نقوی (پ: ۱۹۵۰ء)، شاعر، ادیب، مرثیہ گو، محقق، کتب: ''بیسویں صدی اور جدید اردو مرثیہ'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''مشعل و مقتل''، ''گلدستہ اطہر پر ایک نظر''، ''جدید مرثیے کے تین معمار: جوش، آل رضا، نسیم''، ''علاقائی زبانوں کے پانچ بڑے شاعر''، ''پسِ تاریخ''، ''مسدس فریاد، جواب فریاد''، ''مقدمہ فرہنگ اقبال فارسی''، ''ارمغان نسیم''، ''عرفانیاتِ جوش''، ''مرثیے کی نایاب آوازیں''، اعزازات: ''اردو ورثہ ایوارڈ'' (لندن)، ''نیاز فتح پوری ایوارڈ'' (کراچی)، ''میر انیس ایوارڈ'' (ٹورنٹو)۔

۳۔ صہبا لکھنوی (۱۹۱۹۔۲۰۰۲ء)، اصل نام: سید شرافت علی، شاعر و ادیب، صحافی، محقق، بانی مدیر: ماہنامہ ''افکار'' کراچی (۱۹۵۱۔۲۰۰۲ء)، کتب: ''ماہ پارے''، ''زیر آسماں''، ''مجاز ایک آہنگ''، ''میرے خوابوں کی سرزمین'' (سفرنامہ)، ''اقبال اور بھوپال''، ''برطانیہ میں اردو''، ''غالب ایک صدی''۔

❁

سلیمان خمار (بیجا پور، انڈیا)

۲۰/اگست ۲۰۰۸ء

محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

سلامِ مسنون۔ امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

کیو ٹی وی [QTV] پر آپ سے بار بار ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ویسے اس سے بہت پہلے ہی ''نعت رنگ'' کے ذریعے آپ سے تعارف حاصل رہا ہے۔ آپ نے ''نعت رنگ'' نکال کر اس صنف کے ہر گوشے پر جتنی معلومات فراہم کی ہیں وہ نعتیہ ادب میں یقیناً ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ آپ نے نعت کے اسالیب میں نئے نئے تجربوں کی ہمت افزائی بھی کی ہے۔ میں نے بھی ہندوستان میں غزلوں کے علاوہ نعت کو بھی نیا رنگ دینے اور اس کے مضامین میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ، ہندوستان میں میری نعتیں ماہ نامہ ''سب رس'' حیدرآباد، ماہ نامہ ''شاعر'' ممبئی، روزنامہ ''انقلاب'' ممبئی، ''اعتماد'' حیدرآباد۔ ''اردو ٹائمز'' ممبئی، اور ''آبشار'' کلکتہ میں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں۔ ''شاعر'' نے اپنے حمد و نعت نمبر کے اداریے میں میری نعتوں کے تعلق سے اظہارِ خیال فرماتے ہوئے لکھا تھا کہ ان دنوں ہندوستان میں جو جدید رنگ کی نعتیں کہی جارہی ہیں ان میں ایک اہم نام خمار کا بھی ہے۔ ماہ نامہ ''سب رس''، حیدرآباد کے اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں مدیر محترم مغنی تبسم صاحب نے میری ایک نعت آپ کی نعت کے ساتھ نمایاں طور پر شائع کی ہے۔ اُمید کہ آپ کی نظروں کے گزری ہوگی۔ اس کی ایک

فوٹوکاپی میں اسی لفافے میں آپ کے لیے بھیج رہا ہوں... بھائی ندیم صدیقی (معاون مدیر روزنامہ ''انقلاب''، ممبئی) نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنی نعتیں ''نعت رنگ'' کے لیے بھی ارسال کروں۔ لہٰذا چار نعتیں مرسل خدمت ہیں۔ پسند آنے کی صورت میں میرے پسندیدہ رسالہ ''نعت رنگ'' میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

ہندوستان میں ''نعت رنگ'' حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ ''نعت رنگ'' ۴ میں نے قریب دس سال پہلے دہلی کے سفر میں ایجوکیشنل بک ہاؤس والوں سے خریدا تھا۔ اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں صاحب نمبر برادرم ندیم صدیقی صاحب نے فراہم کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی شمارہ میری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر آپ کے پاس اس کے حصول کا کوئی معقول طریقہ ہو، یعنی ہندوستان میں کہیں رقم جمع کرنے کا اہتمام ہو تو مطلع فرمائیں۔ میں چار پانچ شمارے اس شہر کے حلقۂ احباب کے لیے خریدنا چاہتا ہوں۔ پاکستان سے میرے پاس ''آئندہ''، ''مکالمہ'' اور ''روشنی'' کے شمارے آتے ہیں۔ ''شب خون'' الٰہ آباد کے توسط سے ''تخلیق'' راست میرے پتا پر آجاتا ہے۔ اس کی رقم ۴۰۰/روپے میں نے نارنگ ساقی صاحب(نئی دہلی) کے پاس جمع کردی ہے۔ ایسا آپ کے پاس بھی کوئی انتظام ہو تو ہمارے لیے آسانی رہے گی۔

نیا E-mail ID والا کارڈ بھی ساتھ رکھ رہا ہوں۔ اور ایک مختصر سا تعارف بھی جو انگریزی میں ہے حاضر خدمت ہے۔

ان نعتوں کے تعلق سے اپنی گراں قدر رائے سے نوازیں تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔ ای میل کے ذریعے تخلیقات کی رسید اور اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔

میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔

والسلام
خلوص کیش
سلیمان خمارؔ

☆ سلیمان خمارؔ، سابق ممبر: کرناٹک اردو اکیڈمی بنگلور، صدر عادل شاہی ایوانِ اردو بیجاپور، ڈائرکٹر: الامان گروپ آف انسٹی ٹیوشنز بیجاپور۔

سلیم اختر، ڈاکٹر (لاہور)

برادرم صبیح رحمانی!

کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ'' کا چوتھا رنگ ملا اور اس رنگ کو بھی گزشتہ رنگوں جیسا خوش رنگ پایا۔

صبیح صاحب! منہ دیکھی بات نہیں، نعت کے حوالے سے سنجیدہ فکری پرمبنی۔ آپ کی یہ کاوش لائقِ تحسین ہے، گزشتہ شماروں کی مانند تازہ شمارہ میں بھی نعت کے فن کے بارے میں بعض بہت اچھے مقالات پڑھنے کو ملے، اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، نور احمد میرٹھی، احمد ہمدانی اور ڈاکٹر مجید بیدار کے مقالات خصوصی تذکرے چاہتے ہیں۔ ان میں سے بیش تر مقالات کی اساس تحقیقی مواد پر استوار ہے اور اسی میں ان کی افادیت مضمر ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقالات بھی موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے خوب ہیں۔ ظاہر ہے اس نوع کا پرچہ مرتب کرنے کے لیے محنت اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے جس کی آپ کے پاس کمی نہیں اور اس لیے ''نعت رنگ'' فکری اعتبار سے قابلِ توجہ جریدہ ثابت ہوتا ہے۔

مخلص

سلیم اختر

☆ڈاکٹر سلیم اختر (پ: ۱۹۳۴ء)، ماہرِ لسانیات، اقبال شناس، محقق، نقاد، متعدد کتابوں کے مصنف، چند کتب کے نام: ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ''اقبال کا نفسیاتی مطالعہ''، ''اقبال ممدوحِ عالم''، ''اقبال اور ہمارے فکری رویے''، ''نفسیاتی تنقید''، ''انشائیہ کی بنیاد''، ''غالب شناسی اور نیاز و نگار''، ''آدھی رات کی مخلوق''، ''اک جہاں سب سے الگ''، ''عجب سیر تھی''، ''نشانِ جگر سوختہ''۔

برادرم رحمانی!

کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ'' کے دو شمارے اور محترم کشفی صاحب کی ''نسبت'' ملی۔ بے حد شکریہ۔

''نسبت'' قابلِ مطالعہ، خوب صورت کتاب ہے۔ ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے۔

''نعت رنگ'' کے ٹائٹل اتنے خوب صورت ہوتے ہیں کہ اگر آپ ان کے پوسٹر بنا دیں تو

ہر کمرے کی زینت بن سکتے ہیں۔ بالخصوص مارچ کے شمارہ نمبر۹ کا سرورق تو مصوری کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ حالاں کہ یہ پینٹنگ نہیں ہے۔

گزشتہ ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے روزنامہ ''جنگ'' لاہور نے'' عصری تقاضے اور نعت گوئی'' کے موضوع پر جنگ فورم میں ایک مذاکرہ کرایا تھا، اچھے لوگوں نے اچھی گفتگو کی تھی، میرا خیال ہے کہ مذاکرہ لاہور ایڈیشن تک ہی محدود ہوگا اور کراچی میں نہ چھپا ہوگا۔

اگر آپ اسے شائع کرنا چاہیں تو میں اخبار کا تراشہ ارسال کرسکتا ہوں۔''جنگ'' کراچی آفس سے بھی آپ لاہور ایڈیشن حاصل کر سکتے ہیں۔ غالباً ۹/جون کا پرچہ تھا۔

مخلص

سلیم اختر

کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ'' اور''نعت نگر کا باسی''[ا] کے لیے ممنون ہوں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب سے میرے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ میں کراچی جاتا یا وہ لاہور آتے تو ملاقات ہوتی۔ سب سے محبت کرنے والے، سب کی عزت کرنے والے اور کلمہ تحسین میں بخل نہ کرنے والے ابوالخیر صحیح معنوں میں اسمِ بامسمّیٰ تھے۔آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کے بارے میں تحریر کردہ مقالات کو کتابی صورت میں محفوظ کردیا، آپ نے ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ کا بھی ان کے نام انتساب کیا ہے جو کشفی مرحوم سے آپ کی محبت اور عقیدت کا مظہر ہے۔

آپ نے نعت کے فروغ کے لیے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر رکھا ہے ایسے کاموں کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے۔''نعت رنگ'' میں آپ جو مقالات طبع کرتے ہیں ان میں جذباتیت یا غلو کے برعکس تحقیق وتنقید کا رنگ زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ ایسے مقالات جو اس ضمن میں مزید کام کرنے والے اصحاب نقد کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔ کسی بھی مجلّہ کا آخری امتیاز یہی ہوتا ہے کہ وہ حوالے اور سند کا درجہ اختیار کرلے اور اس لحاظ سے''نعت رنگ'' نہ صرف آج اہم ہے بلکہ کل کو مزید اہمیت اختیار کرلے گا۔ اگرچہ میں خود کو قلمی معاونت سے قاصر پاتا ہوں لیکن آپ کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

مخلص

سلیم اختر

ا۔مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۱۶۰ص

❁

سلیم یزدانی (کراچی)

جب 'نعت رنگ' کا ۱۷ واں شمارہ جناب مبین مرزا کے توسط سے مجھ تک پہنچا تو مسرت و شادمانی کی ایک لہر میرے جسم و جاں میں اُترتی چلی گئی جس عقیدت و محبت اور جاں سوزی سے اس کو نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت رکھنے والوں تک پہنچانے کا اہتمام نظر آتا ہے، وہ آپ کی محبت وعقیدت کا مظہر ہے، یہ آپ کی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ آپ ایک ایسا مبارک مقصد لے کر آگے بڑھ رہے ہیں جو اللہ کی دی ہوئی توفیق اور میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظرِ کرم کے بغیر ممکن نہ تھا۔

کسی انسان کی بساط ہی کیا ہے کہ وہ ختم المرسلین اور محبوب ربّ العالمین کی محبت کے چراغ روشن کرسکے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعے اور 'نعت رنگ' کے اوراق پر حضور ﷺ کی ثنا سے مزین رنگوں سے وہ نقش اُبھار رہے ہیں جو خلقِ خدا کو تاریکیوں میں بھٹک بھٹک کر ہلاک ہونے سے بچائے رکھیں گے۔ میری نظر میں 'نعت رنگ' کا اجرا اور تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہنا ایک قابلِ تحسین کارنامہ ہے۔

جس عرق ریزی سے آپ نے اس شمارے کو ترتیب دیا ہے اُس کا اظہار اس میں شامل نثر و نظم کے شہ پاروں سے ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی بھی تہذیب ہو اُس میں اعلیٰ ترین مقام اُس کے مذہبی شہ پاروں کو ہوتا ہے۔ یونان کے دیومالائی ادب کو اور دیوی دیوتاؤں کے شان میں کہے گئے گیتوں اور زمزموں کو جو مقام یونانی ادب میں حاصل ہے، وہ بعد میں معرضِ وجود میں آنے والے ادب کو نہیں ہے، یہی صورتِ حال بھارت کے کلاسیکل ادب کی ہے۔ سنسکرت میں جو ادبِ عالیہ نظر آتا ہے، اُس میں اظہار، وجدان کی سرحدوں کو چھوتا نظر آتا ہے، اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسا ادب تخلیق کیف و مستی کی فضا میں ہوتا ہے۔ اور یہ خاص و عام سب کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

'رگ وید' میں بھارت میں آئے ہوئے آریوں کی عظیم شاعری اور مناجاتیں اُس دور کی بے مثال شاعری تصور کی جاتی ہے، اس لیے یہ وجدانی ذوق شوق کی مظہر ہیں۔ یہی حال کتاب متیٰ، مرقس کی انجیل اور اُس سے پہلے تورات، زبور اور کتبِ انبیا کی حمدیہ شاعری کا ہے جو تخلیقی اعتبار سے بلند پایہ کلام ہے۔

نعتیہ شاعری کی روایت عربی ادب سے فارسی ادب اور پھر اردو کے دامن کو گل رنگ کرتی ہے۔ عربی کے چار بڑے عربی شعرا جنھوں نے عربی شاعری کو شعری محاسن سے مالامال کیا، وہ کعب بن مالک انصاریؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ تھے۔ یہ چاروں حضرت محمدﷺ کے صحابی تھے۔ ان میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ کو حضورﷺ نے خاص طور سے یہود و مشرکین کے شعرا کی مخالفانہ شاعری کے جواب میں شعر کہنے کی اجازت دی تھی،انھوں نے نعت گوئی کے فن کو بلندیوں تک پہنچایا اور پھر یہ ایک مستقل صنف شاعری کے طور پر عربی ادب کی شناخت بن گئی۔ آج عربی کا شعری ادب نعتیہ شاعری سے مالامال ہے۔

بات درحقیقت یہ ہے کہ ہر شعر کہنے والا نعت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اس کے لیے شعری سلیقہ، رسول اللہﷺ سے عشق، رسالت کے تقدس سے آگہی، مقامِ رسالت کا شعور اور لفظوں کو موتیوں کی طرح شعری مالا کا روپ دینا آنا ضروری ہے کہ کوئی لفظ مقامِ رسالت کے منافی نہ ہو اور کوئی شعر تقدسِ رسالت کے خلاف نہ ہو کہ کوئی لفظ مقامِ رسالت کے منافی نہ ہواور کوئی شعر تقدس رسالت کے خلاف نہ ہو اور یہ سب اُس وقت آتا ہے جب وہ ایک تہذیبی روایت، ماحول فضاے ربانی سے گزر رہا ہو جس کی برتر مثال حضورﷺ کے دور کی مدنی زندگی ہے کہ حضورﷺ کا ہر صحابی حضورﷺ کے عشق سے سرشار نظر آتا ہے۔

اس کا اندازہ کچھ بنی نجار کی لڑکیوں کے ان استقبالیہ اشعار سے بھی ہوتا ہے کہ اُن کے لیے رسول اللہﷺ کی ذات کیا تھی اور وہ اُس ہستی میں کس کل کا منظر دیکھ رہی تھیں یا اُن کو دکھایا جا رہا تھا:

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعیٰ للّٰہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کیا ماحول تھا کہ بنی نجار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں بلند پایہ روایت کی بنا ڈال رہی تھیں۔ حضورﷺ کے مدینہ شریف میں ظہور فرمانے سے پہلے ہی اہلِ ایمان کے گھروں میں سرشاری کی کیفیت تھی۔ حضورﷺ سے محبت کا ذکر بلند تھا اور یہ نعتیہ اشعار اُس ذکر و شوق کا

نتیجہ تھے یہ لفظ ہمیشہ کے لیے زندگی پا گئے، امر ہوگئے۔ اب میں اُس فضا، اُس تقدس، اُس ماحول کی طرف آتا ہوں جو ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کی یادوں میں محفوظ ہے اور جس کا سفر آج بھی جاری ہے، لیکن وقت نے اسے نئی جہتیں دے دی ہیں۔ اور اب یہ گھروں کے آنگنوں، راہ داریوں اور حویلیوں سے نکل کر عوامی سطح پر ایمان افروز محافل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اب یہ ایک ایسی Poetic sensibility (شعری حسیت) ہے جو تقدس کی زر مالاؤں کا روپ دھار چکی ہے، نعتیہ شاعری نے عربی ادب میں عشقِ نبیﷺ سے اظہار کی ایک Dynamic (متحرک) اور پُر اثر شکل اختیار کرلی جب کہ Devotional (جاں نثاران) شاعری کی اصناف میں کوئی دوسری شکل رائج نہ ہوسکی اس میں ایک تو یہ کہ نبی پاکﷺ سے محبت کرنے اور اُس کے اظہار کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ فعل سمجھا گیا۔ دوسرے یہ کہ صحابۂ کرامؓ نے آپﷺ سے محبت کا وہ معیار قائم کیا جو روحِ زمانہ کے ساتھ سفر کر رہا ہے، ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی نے یادوں کے دریچوں سے پردے اٹھا کر وہ کہکشاں دکھائی ہے جو شہرِ نبیﷺ کی فضاؤں کو چھو رہی ہے۔

'نعت کے جگنوؤں کے تعاقب' میں کشفی صاحب کا سفر جاری ہے اور یہ ایک ایسا سفر ہے جو تاابد جاری رہے گا۔ یہ ہندوستان میں نقش بندیوں، چشتیوں، سہروردیوں اور قادری خانقاہوں کی روایت ہے جو سینہ بہ سینہ ظاہر اور باطن میں نور فشاں ہے اور اہلِ ایمان کے خون میں گردش کر رہی ہے۔

کشفی صاحب نے جس ماحول کا نقشہ کھینچا ہے، یہ صرف اُن کے گھرانے اور شہر کا نقشہ نہیں ہے، یہ ہندوستان میں مسلمان گھرانوں کی تہذیب کا نقشہ ہے، مجھے یاد ہے میں نے بدایوں کے ایک قصبے شیخو پور میں آنکھ کھولی، یہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی اولادوں کی بستی ہے۔ یہاں فریدیہ پٹاری ہے اس کی عمارت پاک پٹن میں بابا فریدؒ کے مزار سے مشابہ ہے اور اس میں خوب صورت شیشے لگی چوبی الماری ہے جس میں بابا فریدؒ کے تبرکات محفوظ ہیں اور محرم کی ۵ تاریخ کو ان تبرکات کی زیارت اس خاندان کا بزرگ ترین اور اہلِ علم شخص کراتا ہے۔

جب ربیع الاوّل کا چاند نظر آتا، ننھے میاں کے چھتے میں نعت خوانی کی محفل آراستہ کی جاتی، ذکرِ رسولﷺ ہوتا، مولود شریف کی ایک کتاب ''کحل البصر فی ولادت خیرالبشر'' سے اقتباس ہر روز پڑھ کر سناتے، اُس کے وہ شعر جو مجھے یاد رہ گئے ہیں، وہ بھی اس لیے کہ میری والدہ بواجی صاحبہ مسیت النسا بیگم یہ شعر اکثر یہاں پاکستان آکر بھی سناتی رہتی تھیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

جس نے اصحابِ باصفا کو دیکھا
اُس نے گویا کہ مصطفیٰ کو دیکھا
اور جس کی نظر پڑے نبی پر باللہ
اُس نے تو بعینہٖ خدا کو دیکھا

شعرفہمی کا تعلق براہِ راست شعری حسیت سے ہوتا ہے اور یہ ہر سخن فہم کی الگ ہوتی ہے، کم تر سطح سے کچھ اور نظر آتا ہے بلکہ یوں کہیے کہ قطرے میں قطرہ بھی نظر نہیں آتا، لیکن شعری حساسیت کا ایک وہ مقام ہے کہ قطرہ گہر نظر آنے لگتا ہے یا پھر قطرے میں سمندر موجیں مارتا نظر آتا ہے، ۱۲ ربیع الاوّل کے دن بڑی دھوم دھام ہوتی۔ کھانے کھلائے جاتے، شیرینی تقسیم ہوتی، کچھ یہی کیفیت زنانی محافل کی ہوتی اُن دنوں پوری بستی لوبان اور اگربتیوں کی خوش بو سے معطر ہوتی۔

میں کشفی صاحب کے حوالوں اور یادوں کے سہارے ماضی میں چلا گیا اللہ تعالیٰ منشی محمد عاشق علی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جنھوں نے مولود شریف کی ایسی کتاب لکھی کہ عشقِ رسول ﷺ اہلِ ایمان کے دلوں میں بسا گئی۔ یہ ۱۲۹۶ھ میں ۱۳۰ سال قبل مطبع گلزارِ محمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اور میری والدہ بواجی صاحبہ کو لفظاً لفظاً یاد تھی جو شمع میرے والد حضرت شاہ محمد اسمٰعیل میاں فاروقی چشتی اور میری والدہ بواجی صاحبہ نے میرے ننھے سے دل میں روشن کی تھی، وہ میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ رسول ﷺ سے محبت کا جو بیج میرے دل میں بویا گیا تھا، وہ تناور درخت بن گیا ہے جس کی بدولت میں نے سیرتِ رسول ﷺ پر چار کتابیں لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ پاک پر چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی کتاب ہے، اس کتاب کو حکومتِ پاکستان نے سیرت ایوارڈ سے نوازا، رائٹرز گلڈ ایوارڈ عطا ہوا، ساکنانِ کراچی کی ایک تنظیم نے نشانِ فضیلت دیا اور اب تک اس کے گیارہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ دوسری کتاب 'شفیق و مہربان نبی ﷺ' [۱] ہے جو روزنامہ 'جنگ' کے مذہبی صفحے پر شائع شدہ میرے مضامین کا مجموعہ ہے۔ تیسری کتاب 'شانِ نبی ﷺ' [۲] ہے جو نبیِ پاک ﷺ کی فضیلت اور آپ ﷺ کے مقامِ رسالت کا بیان ہے اور یہ اُن تقاریر کا انتخاب ہے جو مختلف محافل میں احقر نے حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کی تھیں۔ چوتھی کتاب ''نبیِ پاک حضرت محمد ﷺ'' ہے یہ اُن نوجوان لڑکے لڑکیوں کے لیے ہے جو انگریزی اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ یہ اہم تاریخی واقعات کے تناظر میں تحریر کی گئی ہے۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ماحول اور تربیت ہوتی ہے جو دلوں میں

منظروں کو جنم دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور ان کے ذکر سے جو روشنی دل و دماغ میں فروزاں ہوتی ہے وہی فقیر راہ کو اسرارِ مسلمانی کا خوگر بناتی ہے اور یہی وہ سرِّ نہاں ہے جو ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی سے کہلاتا ہے:

''جس ذاتِ گرامی کی تشریف آوری مومنوں کے لیے نعمت ہے، جس کی نبوت انسانوں کے لیے نعمت ہے، اُس کا ذکر بھی نعمت ہے اور نعمت کے اعتراف کی ایک شکل ہے **واما بنعمت ربک فحدث**۔(سورۃ الضحیٰ) اور ذکرِ رسالت مآب ﷺ کی عظمت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس سورہ سے سورۂ الناس یعنی اختتامِ قرآن تک سورہ کی تلاوت کے ساتھ تکبیر کہنا سنت ہے۔حضور ﷺ کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے اعترافِ کبریائی کی ایک صورت ہے۔

یہ وہی بات ہے جو اس شعر میں کہی گئی ہے:

اور جس کی نظر پڑے نبی پر باللہ
اُس نے بعینہٖ خدا کو دیکھا

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بعد حضور ﷺ کی ذاتِ کامل و اکمل ہمہ جہت و ہمہ صفات ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اُسے باور آیا کہ اللہ ایک ہے۔میلا دالنبی کے جلسے اور نعت کی محفلیں مسلم تہذیب کی شان دار روایت ہے۔ اس سے حضور ﷺ کی محبت آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، آپ ﷺ کی حیاتِ پاک دلوں و دماغ پر نقش ہوتی ہے اور اللہ کا وہ تصور جو حضور ﷺ نے پیش کیا، بندہ اُس کے قریب تر ہوجاتا ہے اور اللہ کی ذات و صفات عظیم تر ہوجاتی ہے۔

اگر رسول ﷺ کو راضی کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں سے خود راضی ہوجائے گا۔

کشفی صاحب کی یادوں کی چاندنی دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہے، حقیقت کا اعتراف ہے، تہذیب کا بہاؤ ہے، حبِ رسول ﷺ کا رچاؤ ہے، یہ ایک دعوت ہے، مصلحتوں سے پاک ہے، بلندیوں اور رفعتوں کو چھونے کے لیے ہمارے پاس ایک ہی نسخۂ کیمیا ہے۔

... نگاہے یارسول اللہ نگاہے...بچپن اور بچپن کے احساسات سچ کا مظہر ہوتے ہیں، جھوٹ اور فریب سے کوسوں دُور۔ میں نے شیخوپور میں ننھے میاں کے چھتے میں جس محفلِ میلاد کا ذکر کیا ہے وہاں تہجد کی نماز کے بعد درود شریف کا بلند آواز میں ذکر ہوتا تھا اور اختتام، سلام پر ہوتا تھا:

السلام اے حضرت خیرالانام السلام اے سرورِ عالی مقام
السلام اے مہرِ ایماں السلام السلام اے ماہِ عرفاں السلام

یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

کشفی صاحب کی یادیں ایک بھرپور اظہار ہے اُس تہذیب اور تہذیبی رویوں کا جن کو جب مسلمانوں نے چھوڑا، دامنِ مصطفیٰ ﷺ چھوٹا اور جب دامنِ مصطفیٰ ﷺ چھوٹا تو رب روٹھا۔ کشفی صاحب کے دل میں اس اُمت کا جو درد ہے، کاش اللہ تعالیٰ اُس کا سو واں حصہ بھی اُمت کو دے دے تو ہر طرف دینِ محمدی کا پرچم لہرانے لگے:

ہر مرض کی دوا درود شریف دافعِ ہر بلا درود شریف
ورد جس نے کیا درود شریف اور دل سے پڑھا درود شریف
جس لیے جو پڑھے وہ حاصل ہو ہے یہ عقدہ کشا درود شریف

حضرت ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی ایک ولی صفت انسان ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ولی ہیں۔ صاحبِ علم وعرفان ہیں۔ ساری زندگی علم کی دولت بانٹتے گزری ہے، عاجزی و انکساری اُن کا طرۂ امتیاز ہے، زمانے میں ایسے صاحبِ علم اور صاحبِ فکر کم ہوتے ہیں، حق کہنے سے چوکتے نہیں وہ ایک صاحبِ طرز نثرنگار ہیں۔ خانقاہی سلسلے کی کڑیوں میں پروئی ہوئی شخصیت ہیں وہ خانقاہیں آج کی خانقاہیں نہ تھیں یہ تو سجدہ گاہیں ہیں انسانوں کو انسانوں کے غلام بنانے کا نظام ہے وہ خانقاہیں علم کا مرکز تھے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے اور مومن سازی کے ادارے جیسا کشفی صاحب کے اس مضمون سے پتا چل ہی گیا ہوا۔

سلیم یزدانی

☆ سلیم یزدانی، ادیب، کالم نویس، سیرت نگار، متعدد کتب کے مصنف۔

۱۔۲۰۰۲ء، کراچی: مجلس شاہ فرید، ۸۸ص

۲۔۲۰۰۳ء، ایضاً، ۸۰ص

سمیعہ نازؔ اقبال (لیڈز، یو۔کے)

اُمید ہے کہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ آج اگر قلم اُٹھا کر کچھ لکھنے کی جسارت کر پا رہی ہوں تو تشکر کے طور پر۔ صبیح جی میرے شوہر پرویز اقبال صاحب اور میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کے مشکور اور ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارے تعاون کو بصد ممنونیت کے قبول کیا جو کسی عظیم اعزاز سے کم نہیں ہے۔ بلاشبہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس قدر خوب صورت اور لازوال زمہ داری کو اُٹھا پاتے لیکن جس ذات والا کے صدقے اور نسبت سے یہ کام آج تک ہو رہا ہے وہی نسبت حوالہ بنی ہے اور انشاء اللہ آخرت میں یہ سب کام ہمارے لیے توشہ آخرت ہوگا۔

اس خط کو لکھنے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ تمام عالم اسلام کو اس بات کی آگہی ہو کہ نعت رنگ کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور اسے ہر کوئی پڑھنا چاہتا ہے۔اور تمام عالم اسلام کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے ماشاء اللہ پاکستان ، انڈیا، میں تو ازحد مقبولیت ہے جس کی ہم سب کو بہت خوشی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے کرم سے نعت ریسرچ سینٹر کے قیام سے بہت راہیں کھلیں گی اور مزید روشن ہوں گی۔

صبیح رحمانی صاحب میں بہت اعزاز وتکریم کی بات سمجھتی ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اس عظیم سعادت کے ساتھ منسلک ہوئی اور کچھ کر گزرنے کا اک حسین موقع عطا ہوا بلکہ یوں کہوں تو بہتر ہوگا کہ میرے پرور دگار عظیم نے بار بار یہ سعادت عطا کر دی۔یو کے انگلینڈ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جس میں خواتین کا نعتیہ مشاعرہ اور محفل نعت کا خصوصی طور پر انتظام کیا گیا۔میں نے اس تقریب کا انعقاد ۱۷ جنوری ۲۰۰۹ کو بالخصوص بہت اعلیٰ پیمانے پر یو کے کے شہر لیڈز میں کیا جس میں یو کے کے مختلف شہروں سے خواتین شاعرات اور نعت خوانوں نے شرکت کی جن میں ناٹنگھم، برمنگھم، ہڈسفیلڈ، باٹلی، بریڈفورڈ، ڈیوزبری اور لیڈز شامل ہیں۔اس تقریب کا عظیم مقصد ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر یو کے کو متعارف کروانا تھا جو کہ میرے نزدیک ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس تقریب میں ''نعت رنگ'' کے تمام شمارے اور اس کے متعلق شائع ہونے والی کتب بھی تمام شرکاء کے لیے موجود تھیں۔استقبالیہ خطاب میں نے دیا جس میں میں نے ''نعت رنگ'' کے اجرا سے لے کر نعت ریسرچ سینٹر تک بات کی اور اس میں خصوصاً نعت رنگ کے بیسویں شمارے سے میں نے ایک سبق آموز مقالہ[۱] جو کہ محمد اکرام شاہ اوسلو کا تحریر کردہ ہے چند اقتباسات کے ساتھ اس میں

شامل کیااور جو موقع کی مناسبت سے بہت اچھا لگا۔اور آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کے ''نعت رنگ'' اس قدر وسیع و وقیع جریدہ ہے کہ اس پر کچھ منٹ ،کئی گھنٹے کیا کئی دن بھی بات کرنے کے لیے کم ہیں۔میں آپ کی بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اس قدر مصروف ہونے کے باوجود بھی اس تقریب میں بذریعہ فون شرکت کی اور تمام مہمانوں اور انتظامیہ کا بطور خاص شکریہ ادا کیا اور سب کو مبارک باد بھی دی ۔میں نے بطور خاص لیڈز ریڈیو اور نور ٹی وی برمنگھم کی خدمات حاصل کیں تا کہ ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر کو بالخصوص برطانیہ میں اور اس کے ساتھ تمام عالم اسلام میں متعارف کروایا جا سکے اور ماشاء اللہ اس تقریب کو بہت پزیرائی ملی اور بہت سراہا گیا ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اور لیڈز یوکے کی تاریخ میں ایک اہم علمی اورادبی نوعیت کی یادگار تقریب قرار پائی ۔اس تقریب کے سپانسرز میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن میں لوکل بزنس والوں کے ساتھ ساتھ افتخار قریشی صاحب (بک سینٹر بریڈ فورڈ) اشتیاق میر صاحب لیڈز (رائٹ ٹریک فوڈز) جیسے بڑے بزنس والوں نے بھی بہت تعاون کیا جس کے لیے میں ان کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اس خوب صورت اور کامیاب تقریب کے پورے چھ ماہ کے بعد نعت ریسرچ سینٹر لیڈز یوکے کے زیر اہتمام ۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء کو ایک اور تقریب کا میں نے خصوصاً انتظام کیا جس کا نام بھی ایک کتاب کے ٹائٹل نام پر رکھا ، ''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں''[۲] اس تقریب کی بے حد افادیت اور ضرورت نظر آئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تمام کام بخیر وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچے۔ اس تقریب کا خاص مقصد یہ تھا کہ'' نعت رنگ'' کی متعلقہ کتابوں کو منظر عام پر لایا جائے اور یوکے میں بسنے والوں تک اس علمی اور ادبی ذخیرے کو متعارف کروایا جائے۔ اس تقریب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیااور پہلے حصّے کا آغاز بُک ایگزبیشن سے شروع ہوا جس میں مہمانوں کو تمام کتب سے روشناس کروایا گیا ۔خصوصاً ''نعت رنگ اہل علم کی نظر میں''اس کتاب پر باقاعدہ بات چیت کی گئی اور مزید معلومات بھی فراہم کی گئیں۔ اس بُک ایگزبیشن میں ان سب کتب کو متعارف کروایا جن میں سرفہرست:

''نعت رنگ'' اہلِ علم کی نظر، میں نعت کیسے کہوں[۳]،نعت اور تنقیدِ نعت[۴]، شہپر توفیق[۵]، اشاریہ ''نعت رنگ''[۶]، ''غالب اور ثنائے خواجہ''[۷]، اس کے علاوہ تمام'' نعت رنگ'' کے شمارے بھی اس ایگزبیشن میں موجود تھے۔ ان سب کتب کے ساتھ ایک اور خوب صورت کتاب بھی بصد شوق احترام وتکریم شامل کی گئی ،جس کی سب شرکا محفل نے بہت پزیرائی کی اور جو نعت ریسرچ سینٹر لیڈز یوکے کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے بلاشبہ صبیح رحمانی صاحب وہ آپ کی کتاب ''سرکار

کے قدموں میں'' [۸] ہے جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ سارہ کاظمی نے کیا اور نعت ریسرچ سینٹر لیڈز یو کے کو اس کتاب کے پبلشر ہونے کا خصوصی اعزاز بھی حاصل ہوا۔

تقریب کے دوسرے حصے میں ایک نعتیہ مشاعرے کے ساتھ ساتھ خواتین کی محفل نعت بھی ہوئی ۔نعتیہ مشاعرے کی خصوصی مہمان مشہور و معروف شاعرہ صدف مرزا جو ڈنمارک سے بطور خاص تشریف لائیں اور اس میں شرکت کر کے اس کو عزت بخشی اور اپنے خوب صورت حمد و نعت کے کلام سے بھی سب کو مشرف کیا ۔اس تقریب میں مقامی شاعرات و نعت خوان خواتین نے بھی شمولیت کی اور اس تقریب'' نعت رنگ اہل علم کی نظر میں'' کے آخری حصّے میں پاکستان اور بین الاقوامی شہرت یافتہ نعت خوان شہباز قمر فریدی جو اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے بصد افتخار اس میں شرکت فرمائی اور تمام شرکائے محفل کو اپنی خوب صورت اور پُرسوز آواز میں ثنائے مصطفےٰ ﷺ سے مستفید کیا اور دلوں کو سرور بخشا۔شہباز قمر فریدی نے میری کتاب خزینۂ نور[۹] سے تین منتخب نعتیہ کلام جن میں سے دو اردو کے اور ایک پنجابی کا کلام بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ تمام حاضرین مجلس کو پیش کیا۔جس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔

''نعت رنگ'' نمبر ۲۱ بہت تاخیر اور طویل انتظار کے بعد ملا لیکن اُسے پڑھتے ہی ساری تشنگی مٹ گئی۔ ہمیشہ کی طرح یہ شمارہ بھی اپنی مثال آپ ہے اور بلاشبہ کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لیے اس کی لگن اور خلوص نیت شرط ہے ورنہ ایسے علمی، ادبی اور روحانی کام سرانجام نہیں دیے جاسکتے، نبی اکرم ﷺ کا یہ کرم خاص ہے کہ ''نعت رنگ'' میں لکھنے والوں اور کام کرنے والوں کو یہ خوب صورت لگن عطا ہوئی، تا کہ وہ سیّد المرسلین، راحۃ العاشقین ﷺ کی ثنا و توصیف کو دُنیائے نعتیہ ادب میں علمی، ادبی،فکری اور فنی سطح پر عام کرسکیں۔میرے نزدیک ''نعت رنگ'' میں چھپنے والا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی قدرو قیمت میں بے مثال ہے، کیوں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی توصیف و مدحت جیسے گراں مایہ اشعار، مضامین اور مقالات میں استعمال ہوتا ہے۔

ابتدائیہ ہمیشہ کی طرح ہی اک نئے آہنگ ،فکر انگیزی اور چونکا دینے والی نگارشات سے مزین ہے۔ اس میں آپ نے ''نعت رنگ'' کے اشاعتی سفر آغاز سے لے کر شمارہ نمبر ۲۱ تک کی اشاعت کا ذکر خیر کیا۔ اقلیم نعت سے چھپنے والی کتب کا حوالہ بھی پیش کیا جو بلاشبہ نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے نہایت مثبت قدم تھا جس سے تحقیقی و تنقیدی امکانات کو مزید وسعت ملی۔آپ نے نعت ریسرچ سینٹر کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسے منظّم کیا اور اس کی افادیت کے گواہ تمام ارباب اہل علم و فکر ہیں۔اور

وہ تمام کتب جو اس کے زیرِ اہتمام پایہ تکمیل تک پہنچیں اور جن کی اشاعت آپ نے پورے وثوق، لگن اور دیانتداری کے ساتھ انجام دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ نعت کی بہت بڑی خدمت ہے جو آپ نے پچھلے سال ۲۰۰۹ء میں پوری جان فشانی کے ساتھ انجام دی۔ اور اتنی ساری کتب کو نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے پیش کیا جس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نئے دکھ کے حوالے سے آپ کی جملہ تحریریں پڑھ کے دل بہت افسردہ ہوا۔ کہ نعت سے منسلک خواہ وہ نعت لکھنے والے ہوں یا نعت کو پڑھنے والے ہوں کتنی ہی عظیم شخصیات اس دارِ فانی سے رخصت ہوکر اپنے ابدی مقام تک پہنچ گئیں۔ اللہ کریم ان کے احسن اعمال اور مدحت سرورِ کونین ﷺ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ان کے درجات کو بلند فرما کر اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

اس شمارے میں تمام مقالات و مضامین اس قدر عمدہ ہیں کہ بار بار پڑھ کے بھی جیسے تشنگی رہ جاتی ہے۔ تمام مضامین ایک سے ایک بڑھ کر ہیں جن میں ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' رشید وارثی صاحب کی ایک خوب صورت کاوش جو سدا یاد رکھی جائے گی اور جو نعت لکھنے والوں کے لیے بے حد کار آمد ثابت ہوگی۔ گوہر ملسیانی کا مضمون ہمیشہ کی طرح بہت عمدہ ہے اپنے نام کے اعتبار سے بخوبی حق ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ دل جیسے سجدہ ریز اور آنکھیں اشکبار ہوتی جاتی ہیں جیسے جیسے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی ضو فشانیاں نعت کے آئینے سے ضو ریز ہوتی ہیں۔ تمام تحقیقی مقالات بے مثل ہیں جس میں سرفہرست پروفیسر محمد اکرم رضا، شہزاد احمد کے تحقیقی مقالے ہیں۔ سب سے بڑھ کر جو مفصل تحقیقی مقالہ تمام اہلِ علم و فکر کو پڑھنے کو ملا وہ ڈاکٹر شبیر احمد قادری اور ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کی ایک عظیم کاوش ہے۔ جسے پڑھ کر بہت تسکین ملی کہ مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کو گورنمنٹ کے حلقوں میں ایک بنیادی پزیرائی حاصل ہوئی جو کہ بہت پہلے سے ہی رائج ہو جانی چاہیے تھی لیکن کہا جاتا ہے:

''دیر آید درست آید''

نعت شناسی پر لکھے گئے سب مضامین دل موہ لینے والے ہیں اس قدر خوب صورت تحریریں ہیں کہ الا ماشا اللہ! ہر ایک مضمون پر بات کرنا میرے جیسی کم فہم کے بس کی بات نہیں ہے لیکن پھر بھی کچھ کہے بغیر قلم رکے گا نہیں کیونکہ وہ مضامین جن ہستیوں کے بارے میں تحریر کیے گئے ہیں اور جنھوں نے انھیں احاطۂ تحریر میں لانے کی سعی کی ہے بلاشبہ بہت ہی گرانقدر کام کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط کی تحریر ''ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق کی نعت شناسی'' پروفیسر اقبال جاوید کی تحریر ''نظیر

لدھیانوی کی نعت شناسی'' اور ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی کی تحریر''ڈاکٹر سراج احمد قادری کی نعت شناسی'' شامل ہیں اور کچھ ایسے مضامین بھی ہیں جن سے صرف نظر کر کے اور کچھ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔

عزیز احسن نے ''پروفیسر اقبال جاوید کی نعت شناسی'' پر جو مضمون نعت رنگ کے قارئین کو پیش کیا ہے ایک عمدہ کاوش ہے۔انھوں نے پروفیسر اقبال جاوید کے بارے میں ایک خوب صورت اقتباس نقل کیا ہے۔

''مخزن نعت'' میں ''عرض تمنا'' کے تحت لکھتے ہیں:

اگر میں شاعر ہوتا تو نعت کہتا،مگر وہ عطیۂ ربانی ہے جو عطا ہوتا ہے۔ لیا نہیں جاتا پھر سوچا کہ میں اگر نعت کہہ نہیں سکتا تو کم از کم وہ قلم تو چوم سکتا ہوں جنھیں فطرت نے نعت گوئی کی توفیق بخشی ہے۔ کہ شاید عقیدت کے یہ بوسے میرے لیے توشۂ آخرت ہو جائیں۔

سجا کر لخت دل سے کشتی چشم تمنا کو
چلا ہوں بارگاہ عشق میں لے کر یہ نذرانہ

یہ مضمون اپنے اندر اس قدر گراں مایہ خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے کہ کس کس بات کو بیان کیا جائے۔ خط کی طوالت کے باعث صرف ایک اور اقتباس کا بیان ضرور کرنا چاہوں گی جو دل کو چھو گیا۔عزیز احسن پروفیسر اقبال جاوید کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔کہ محمد متین خالد صاحب کی کتاب شہیدان ناموس رسالت ﷺ کی تقدیم بعنوان ''سر بیچ کر متاع دل و جاں خریدنا'' لکھتے ہوئے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کی تڑپ رکھنے والوں کے کچھ واقعات اس طرح حوالۂ قرطاس کیے ہیں کہ قاری پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ ناموس نبوت ﷺ کے تحفظ کے سامان خود فراہم کیا کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگ تحریریں لکھتے اور تقریریں کرتے رہ جاتے ہیں۔ اور قدرت کسی سادہ دل کے جگر میں آگ لگا کر اس کے ایمان کو عمل کا خوش رنگ نقش بنا دیتی ہے۔ کہ لالے کی حنا بندی فطرت کا محبوب مشغلہ ہے۔

دہد حق، عشق احمد بندگان چیدۂ خود را
بہ خاصاں می دہد شہ، بادۂ نوشیدۂ خود را

نعت شناسی پر ایک اور مضمون جس نے دل کو تازگی بخشی وہ ہے ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی کی خوب صورت تحریر ''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' صبیح رحمانی صاحب میں آپ کی اور ڈاکٹر صاحب کی بہت ممنون ہوں کہ یہ تحسین آمیز تحریر تمام قارئین کی نذر کی ۔نعت رنگ بلاشبہ عطیۂ خداوندی کے سوا اور کچھ نہیں جس میں اس قدر دل آویز تحریریں اپنی جگہ پاتی ہیں اور دلوں کو عشق محمد ﷺ سے گرماتی اور سرور عطا کرتی ہیں ۔''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' کو بار بار پڑھنے پر بھی تشنگی نہیں جاتی کہ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کی نعت شناسی کا کیا ہی عالم ہے۔ دل عقیدت سے سرشار ہوجاتا ہے ۔کہ میرے رب غفور و رحیم نے اتنے بلند پایہ فکر ونظر کے لوگ اس دنیا میں بھیجے جو اس قدر خوب صورت لکھتے ہیں اور نہ صرف نعت کہنے ہی کی نہیں اس میں مزید غور وفکر کی تمیز و توفیق بھی عطا کر دی ما شاء اللہ!

ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی محمد اکرم رضا کی نعت شناسی کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہیں۔'' نعت گو شاعر کی فکر کو شعری سرخروئی کے لیے کثیر الجہات ہونا ضروری ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا ہمہ وقت نئے سے نئے عنوانات تلاش کرتے ہیں۔ان کے بیش تر مقالات کا خمیر عصر حاضر کے تقاضوں سے اُبھرا ہے۔ بارگاہ رسول ﷺ میں استمداد طلبی ہو یا آرزوئے شفاعت رسول ﷺ اُمت اسلام کی بے بسی ہو یا نعت کی جدت افکار، شعرا کے احساسات کی وسعت میں اضافے کا ذکر ہو یا جذبۂ عشقِ مصطفےٰ ﷺ، شوق تحریر نعت ہو یا ماضی اور حال کی نعتیہ شاعری میں تفاوت، عصر حاضر میں نعت کی ارتقا پزیری کا مسئلہ ہو یا احترامِ حضور ﷺ کے تقاضوں کی داستان، انھوں نے درجنوں موضوعات کی محفل سجائی ہے۔''نعت رنگ'' کراچی کے مدیر اعلیٰ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی اس حوالے سے پروفیسر رضا کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ایک طرف تو ان کی نثری تحریروں نے ان کی شخصیت اور تعارف کو توضیح اور توسیع بخشی ہے دوسری طرف شعری جہات نے ان کی ذہنی روش اور فکری رویّوں کو پایۂ استقرار بخشا ہے۔ خصوصاً ان کی نعتیہ شاعری کی تب و تاب خاصی متاثر کن اور دلوں کو چھو لینے والی ہے۔ جس میں علم اور شاعری ساتھ ساتھ چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس خوش آئند رفاقت نے ان کے کلام میں توازن اور سلیقے کی شمعیں روشن کر دی ہیں۔

''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' کے بعد'' رشید وارثی کی نعت شناسی'' اور وہ بھی پروفیسر محمد اکرم رضا کی خوب صورت تحریر کی صورت میں ایک عقیدتوں بھری تحریر پڑھنے کو ملی۔اس میں پروفیسر

صاحب نے رشید وارثی صاحب کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جو مجھے از حد پسند آیا اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ صرف اور صرف ایک عاشق رسول ﷺ ہی سمجھ سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے۔ اس لیے آپ سب سے شیئر کرنے کو جی چاہا۔

> بات دراصل یہ ہے کہ عشق ہی وہ جوہر ہے جو انسان کو مئودّب بناتا ہے اور اس جوہر کی تاثیر ہی ممدوح کی تعریف میں کہے جانے والے اشعار کو الفاظ و معانی کا نورانی پیکر عطا کرتی ہے اور اگر دل متاعِ عشق سے محروم ہے تو نہ صرف نعت نگاری کے تقاضے پورے نہیں کیے جا سکتے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی برتنے سے تمام اعمال کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از لطفِ اب

نعتیہ تذکرہ نگاری اور ''نعت رنگ'' کے عنوان سے شہزاد احمد نے کراچی سے بہت ہی خوب صورت ''نعت رنگ'' کے ۲۰ شماروں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں ایک نہایت ہی عمدہ کاوش ہے۔ جس سے نئے قارئین کرام کو'' نعت رنگ'' میں چھپنے والی ان تحریروں سے بہت استفادے کا موقع ملے گا۔

فکر و فن میں ڈاکٹر محمد علی اثر کی دونوں نگارشات تحسین آمیز اور نہایت ہی عمدہ ہیں۔ ''حضرت خواجہ بندہ نواز کی نعت گوئی'' اور ''کلامِ شائق میں زیارتِ مدینہ کی آرزو''۔اسی طرح عزیز احسن ، ظفرعلی راجہ ، پروفیسر منظر ایوبی نے بھی بہت عمدہ نگارشات سے ''نعت رنگ'' کے فکر و فن کے ایوان کو سجایا۔

''نعت رنگ'' اتنا وقیع جریدہ ہے کہ اس کے کسی بھی مضمون یا مقالے پر بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔اور یہ عنایت ربّانی کا ایک ایسا بے بہا خزانہ بن چکا ہے جس میں ایسے ایسے ہیرے، موتی اور لعل و جواہر بند ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں ۔ خواہ وہ مدحتیں ہوں، تحقیقی و تنقیدی مقالے ، مضامین ،تذکرہ نگاری ہو ، نعت شناسی کے جوہر ہوں یا پھر مطالعات نعت اور خطوط کا منفرد تسلسل۔ سب کچھ ہی بے مثل ہے۔ماشاء اللہ!

مطالعات نعت میں صبیح رحمانی صاحب آپ کا یہ سرسری جائزہ بہت عمدہ کاوش ہے اور جن

باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اُمید ہے اللہ ربّ العزت آپ کے اس احسن عملِ خیر کو مزید وسعت اور توفیق دے گا تا کہ ڈاکٹر افضال انور کے کام کو تمام اہلِ علم وفکر کے لوگوں تک پہنچایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان جذبوں کو استقامت عطا کرئے اور مزید توفیقات عطا فرمائے۔ آمین!

حاصلِ مطالعہ ہمیشہ کی طرح لاجواب ہے اور جن کتابوں کا مطالعہ پیش کیا گیاہے بلاشبہ عارف منصور کی یہ نہایت ہی خوب صورت پیش کش ہے۔ ان میں بیشتر کتابوں کا مطالعہ کرنے کا مجھے بھی شرف حاصل ہے ۔"نعت نگر کا باسی"، "غالب اور ثنائے خواجہ" ، "شہپر توفیق"، اشاریہ "نعت رنگ"، "نعت میں کیسے کہوں" اور جس کے لیے صبیح رحمانی صاحب آپ کی خصوصی طور پر ممنون ہوں کہ یہ تمام کتب ارسال فرمائیں۔

"نعت رنگ" نمبر۲۱ میں میرے خط کو پہلی بار شامل اشاعت ہونے کا شرف حاصل ہوا جس کے لیے میں آپ کی اور "نعت رنگ" کے جملہ معاونین کی مشکور ہوں۔ کہ انھوں نے میرے خط کو "نعت رنگ" جیسے خوب صورت علمی و ادبی جریدے میں جگہ دی۔ مجھے مطلقاً بھی اندازہ نہیں تھا کہ میرا خط شامل اشاعت ہو پائے گا کیوں کہ میرے اندر وہ علمی و ادبی بصیرت قطعاً نہیں ہوسکتی جتنی کہ "نعت رنگ" سے جڑے لوگوں کی ہے ما شاء اللہ۔ جہاں تک "نعت رنگ" کے خطوط کی بات ہے تو وہ سراسر علمی و ادبی نوعیت کے ہی ہوتے ہیں جن سے ایک قاری کو بہت سی ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے جو شاید سب کی نظر میں نہ آئیں لیکن اہلِ علم و ادب علمی اور فنی نکتۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور پھر اس کو سب کے علم میں لایا جاتا ہے جو کہ بہت ہی احسن عمل ہے۔ اور بلاشبہ یہ اس جریدے کا ایک منفرد پہلو ہے۔ اور اس سے بہت سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔اور انشاء اللہ تعالی بفضل رب غفور و رحیم یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

سب سے آخر میں جو بات شیئر کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ کی کتاب "جادۂ رحمت"[۱۰] جس کا انگلش ترجمہ ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب نے تحریر کیا ہے الحمدللہ! ایک بار پھر بصد افتخار نعت ریسرچ سینٹر یوکے کو اس کتاب کے پبلشر ہونے کا شرف ملا ہے۔

والسلام

سمیہ ناز اقبال

☆سمیہ ناز اقبال (پ: ۱۹۶۹ء)، شاعرہ، نعت گو، نعت خواں، نگراں: نعت ریسرچ سینٹر، یو کے

۱۔ ''نعتِ رسولِ اعظم و آخر (ایک پیغام.....ایک تحریک)، ص۲۵۵۔۲۶۳

۲۔ مرتب: ڈاکٹر شبیر احمد قادری، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۵۰۰ص

۳۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید، ۲۰۰۹، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۶۸ص

۴۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ۲۰۰۱ء، کراچی: طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی، ۷۶ص

۵۔ عزیز احسن، مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۰ص

۶۔ محمد سہیل شفیق، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۲۷۲ص

۷۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۱۷۶ص

۸۔۲۰۰۹ء، Reverance Unto His Feet (انگریزی ترجمہ)، ۱۴۶ص

۹۔۲۰۰۷ء، لیڈز، ۱۷۶ص

۱۰۔Jada-i-Rahmat (انگریزی ترجمہ)، ۲۰۰۹ء، ۲۷۲ص

سر ورق بہت خوب صورت ہے کلمہ طیبہ کے نورانی حروف سے مزین۔ ماشاء اللہ! بہت اچھا لگا یہ دیکھ کر کہ اس '' نعت رنگ'' [شمارہ ۲۲] کو رشید وارثیؒ کے نام سے انتساب کیا گیا۔اللہ کریم اُن کو غریقِ رحمت کرے آمین۔

اس دفعہ ابتدائیہ پڑھ کر بہت ہی اچھا لگا۔ ڈاکٹر ریاض مجید ایک'' مہمان مدیر'' کی حیثیت سے انھوں نے بخوبی اپنا کردار نبھایا۔ بہت ہی باریک بینی کے ساتھ انھوں نے ''نعت رنگ'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔عقیدت نگاری کے حوالے سے جو کچھ بھی انھوں نے کہا دل کو چھو گیا۔ ان کے کہنے کے مطابق تمام نعت سے جڑے ہوئے لوگوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے اورمحتاط رہنا چاہیے۔وہ یوں رقم طراز ہیں:

> نعت کو محض موضوع کے اظہار کا وسیلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس اظہار کو سخن اورفن کا درجہ دینے کے لیے ہمہ پہلو کوشاں بھی رہنا چاہیے اور صنف میں بین الاقوامی معیارات فن اور ادبیات عالیہ کے حامل نمونے تخلیق کرنے کی خواہش رکھنی اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ مقدور بھر خواہش اور استعداد بھرکوشش کی کہ عقیدت نگاری کے راستوں کا رخت یہی خواہش اور کوشش ہے۔ یہ قدرت اور استعداد بھی عطائے ربی کرتی ہے اس رحمت کے حصول کے لیے اخلاص سے دُعا گو ہی رہنا چاہیے۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

> صبیح رحمانی کی محنت اور توجہ قابل تعریف ہے۔ انھوں نے اپنی استعداد سے بڑھ کر کاوش کی ہے۔ اور اپنی ذات میں ایک ادارے کا کام کیا ہے۔تنقیداتِ نعت کے باب میں ''نعت رنگ'' کی کارکردگی کو دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ان کی محنت اور مختلف مسالک سے جڑے ہوئے لوگوں کو ساتھ لے کے چلنے کے شائستہ رویوں کی قدرو قیمت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو تنقیدِ نعت جیسے نازک معاملات و مسائل سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور نعت سے فکری و فنی مسائل کے بارے میں مستقل غوروفکر کرتے رہے ہیں۔

اب آتے ہیں۔صبیح جی ''اپنی بات'' کی جانب آپ نے بجا فرمایا کہ کارہائے دُنیا میں یہ تاخیر ہو جاتی ہے، لیکن اس بار ''نعت رنگ'' بلا مبالغہ کہوں گی کہ بہت تاخیر سے ملا۔ ایک تو اتنے طویل عرصے کے بعد چھپا اور پھر چوں کہ ہم سب یہاں دیارِ غیر میں ہیں تو اور بھی تاخیر سے اس کا دیدار نصیب ہوا، جو علمی، فنی، تنقیدی اور ادبی معیار ''نعت رنگ'' کا ہے وہ ابھی تک کسی اور جریدے کو حاصل نہیں ہو پایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم وفکر کے حامل لوگ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور بڑی بے تابی سے ''نعت رنگ'' کا انتظار کیا جاتا ہے۔یوکے کے متعدد شہروں میں ''نعت رنگ'' بہت محبت اور عقیدت کے جذبوں سے سرشار ہو کر پڑھا جاتا ہے۔اُمید ہے صبیح رحمانی صاحب آپ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور آئندہ ''نعت رنگ'' کی اشاعت میں اس درجہ تاخیر نہ ہو گی۔ان شاء اللہ!

''نعت رنگ'' میں ہر چند نیا اضافہ ملتا ہے جو کہ بہت خوش آئند اور تحسین آمیز ہونے کے ساتھ ساتھ ''نعت رنگ'' کی روزافزوں کامیابی کی دلیل بھی ہے۔ پچھلے شمارے میں ''نعت شناسی'' جیسے عمدہ سلسلے کو شامل کیا گیا اور یہ خوب صورت سلسلہ ''نعت رنگ'' کو زینت بخش رہا ہے اور اب ایک نیا سلسلہ'' مہمان مدیر'' کو دعوت دینے اور ان کے علمی ادبی رنگوں سے مزین اظہاریہ بلاشبہ ''نعت رنگ'' کے حسن کو مزید ضوریز کرے گا۔

وفیات کو پڑھ کے دل بہت افسردہ ہوا کہ کیسی کیسی عظیم شخصیات اس دار فانی سے پردہ فرما گئیں۔ اللہ کریم سب کی مغفرت فرمائے اور غریق رحمت کرے ۔پروفیسر شفقت رضوی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، پروفیسر جعفر بلوچ اور مظفر وارثی صاحب یہ وہ شخصیات ہیں جن کی نگارشات سے گاہے بہ گاہے مستفید ہوتی رہی ہوں اور علامہ اقبال کے بعد مظفر وارثی صاحب وہ پہلے شاعر ہیں جن کی نعتوں کو جتنی

بار بھی میں نے پڑھا ہر بار اک نیا لطف و سرور میسر آیا۔ مظفر وارثی صاحب سے اک روحانی اور قلبی تعلق میرا بچپن سے رہا ہے ۔کیوں کہ میرے والد صاحب مرحوم نے ان کی نعتوں کو کمال محبت و شوق سے پڑھا اور جب پی ٹی وی اسلام آباد سے انکی پڑھی ہوئی نعت آتی تو سنا بھی کرتے اور مجھے بتایا بھی کرتے تھے کہ مظفر وارثی صاحب بہت خوب صورت نعتیہ کلام لکھتے بھی ہیں اور خوب صورت لحن کے ساتھ اپنی نعتوں کو پڑھتے بھی ہیں۔ یہ ایک ادبی ذوق ہوتا ہے جو والدین سے منتقل ہوتا رہتا ہے۔آپ نے نعت کائنات کا ذکر کیا جس میں مظفر وارثی صاحب کوخراج تحسین پیش کیا گیا۔وہ بہت خوب صورت اور ایک یادگار پروگرام رہا۔

تمام مقالات اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ پہلا مقالہ پڑھ کے دل بہت ملول ہوا۔ میں اس کے کسی بھی پیرائے پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی کیوں کہ مجھے علم ہے کہ اس پر بہت علمی سطح پہ اہل علم وفکر بات کریں گے۔لیکن اس مرتبہ مجھے نہیں علم کہ صبیح جی آپ نے کیا سوچ کر اس مضمون کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دی۔ یہ آپ بہتر جانتے ہیں لیکن میری ناقص رائے کے مطابق اس کے عنوان سے ہی پتا چلتا ہے کہ اس میں صرف اور صرف عقیدے پر بات کی جائے گی۔''نعت رنگ'' کو نعت کے خوب صورت رنگوں سے آراستہ ہی رہنے دیں تو بہتر ہے اس میں عقیدوں کا تفرقہ نہ ڈالا جائے تو مہربانی ہوگی۔ ویسے بھی مسلکی اور عقیدوں کے حوالے سے ''نعت رنگ'' پہلے ہی اپنے بہت سے شماروں میں ان مسائل سے گزر چکا ہے اور ایک بار پھر سے یہ باتیں دوہرانا، مسلکی مسائل کو زیر بحث لانا چہ معنی دارد؟ اب ''نعت رنگ'' میں اصلاحی اور فنی موضوعات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہونا چاہیے ۔ایک ہی لکیر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس پہ آپ کو مزید توجہ دینا ہوگی۔ اُمید ہے کہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ کسی بھی مکتبِ فکر کے عقیدے اور احساسات کو مجروح اور ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی۔اچھی اور مثبت سوچ راہیں کھولتی ہے لیکن ایسے مضامین تنگ ذہنی اور محدود سوچ عطا کرتے ہیں اور اس میں قطعاً کوئی اصلاح کا پہلو نہیں ملتا۔

''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کی نہایت عمدہ کاوش ہے۔ اس مقالے کی سب سے خوب صورت بات جو مجھے اچھی لگی وہ یہ ہے کہ انھوں نے قارئین کرام کو شریعت اور شعریت کا امتیاز نہایت ہی مختصر اور جامع الفاظ میں پیش کرنے کی سعی کی۔ انھوں نے بہت سے شعرا کے کلام کو موضوع فکر بنایا ہے جو گاہے بہ گاہے مخزن اور خیابان ارم میں شامل اشاعت ہوتا رہا۔ انھی میں سے چند نعتیہ اشعار محترمہ طلعت سلیم صاحبہ کے بھی ہیں ۔جو میرے لیے بہت ہی قابلِ

احترام ہستی ہیں ۔میری بہت ہی پیاری آپااور نہایت ہی شفیق اور ملنسار خاتون ہیں۔ بہت ہی خوب صورت فکر و خیال کی حامل نعت گو شاعرہ اور افسانہ نگار بھی ہیں۔میں ان کو ہمیشہ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مدعو کرتی رہتی ہوں نور ٹی وی کے پروگرام بزم نور میں جس کی میزبانی کے فرائض میں خود انجام دیتی ہوں۔

''نعت رنگ'' میں نعت شناسی کا خوب صورت سلسلہ شروع کرکے آپ نے نہایت احسن کام کیا ہے اور اک مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی مدحت کے لیے کیسے خوب صورت لوگوں کو منتخب کیا اور انھیں تحسین آمیز خوب صورت علمی اور روحانی بصیرت عطا فرمائی۔پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی پر نہایت عمدہ دل و نظر کو خیرہ کرتا ہوا مضمون'' نعت رنگ'' کے قارئین کی نذر کیا ہے جس کے لیے میں ان کی بہت مشکور ہوں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ میں ایک کم فہم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کہاں کچھ کہہ پاؤں گی۔ڈاکٹر صاحب اپنے آپ میں ایک پورے ادارے کی حثییت رکھتے ہیں۔دل چاہتا ہے کہ بہت ساری باتوں کو تحریر کرتی چلی جاؤں لیکن خط کی طوالت کے پیشِ نظر صرف اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

پس ہر پردۂ توصیف یارب! تو نکلتا ہے
نبی کی نعت میں بھی حمد کا پہلو نکلتا ہے
ریاض آنکھوں پہ یہ فیضان ہے نعت محمد کا
اثر میں ڈوب کر جو ایک اک آنسو نکلتا ہے

ڈاکٹر ریاض مجید کے نزدیک نعت کا تصور اور اس کی تشکیل کیا ہے؟ ان کا کہنا ہے:

> حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے عشق وعقیدت اور محبت کو نعت کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔نعت گو شاعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی رکھتا ہو۔ وہ جس قدر آپ کے عشق میں سر شار ہوگا اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہوگا۔حفیظ جالندھری نے دین حق کے لیے حضور کی غلامی کو شرطِ اوّل قرار دیا ہے محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے۔اسی طرح تخلیق نعت کے لیے آپ کی محبت کو ایک لازمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک شاعر نظمیں اور غزلیں تو لکھ سکتا ہے لیکن اس کے دل میں محبت رسول کی چمک موجود نہ ہو تو اچھی اور کیفیت انگیز نعت

کبھی نہیں لکھ سکتا۔ اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنھوں نے
اپنے دل میں محبت رسول کی باضابطہ پرورش کی ہے۔ اپنی فکرونظر کی تربیت کی
ہے اور قلب و روح کو احتیاط و احترام کا خوگر بنایا ہے ورنہ جذبات ہمیشہ
دامن احتیاط چھوڑ کر اِدھر اُدھر نکل جانے کے عادی ہیں۔

ہمیشہ کی طرح مطالعات نعت میں عزیز احسنؔ صاحب کی کاوش ''حاصل مطالعہ'' مجھے بہت پسند آئی اور میں ممنون ہوں آپ کی اور عزیز احسنؔ صاحب کی جن کے توسل سے ان تمام کتب کا تعارف خوب صورت حوالوں سے پڑھنے کو ملتا ہے ۔ میں یہاں پر چند کتابوں کا ذکر ضرور کرنا چاہتی ہوں۔جس میں ''خوش بو تری جوئے کرم'' / ریاض ندیمؔ نیازی کی ایک خوب صورت کاوش ہے۔ بہشت تضامین / حافظ عبدالغفار حافظ کی ایک نہایت عمدہ اور شاہ کار کاوش ہے اور صحیح معنوں میں حاصل مطالعہ ہے۔

اس کے علاوہ جس کا میں خصوصی ذکر کرنا چاہوں گی وہ ہے ۔ فہرست کتب خانہ، نعت ریسرچ سینٹر/ محمد طاہر قریشی[۱] کی مرتب کردہ یہ کتاب کسی عظیم کارنامے سے کم نہیں اور جس کی افادیت سے کسی کو بھی کبھی بھی انکار نہ ہو پائے گا ۔اور جیسا کہ عزیز احسنؔ صاحب نے معروف سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل کی رائے پیش کی ہے کہ ''اس فہرست کو ایک انفرادیت ،خصوصیت اور توجہ یوں بھی حاصل رہے گی کہ یہ فہرست اردو میں موجود دیگر اس نوع کی فہرستوں کے مقابلے میں فہرست سازی کے جدید تر اور سائنٹفک اصولوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے ۔'' میں سمجھتی ہوں کہ نعت ریسرچ سینٹر بلاشبہ خراج تحسین کا مستحق ہے جو اس قدر علمی اور ادبی سطح پر کام ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ! اور آئندہ بھی ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔آیئے معزز ومکرم قارئین کرام آپ سے چند باتیں شئیر کرتی چلوں جو صرف دلچسپی کا باعث ہی نہیں ہیں بلکہ روشن راہوں کی طرف اُٹھے ہوئے مثبت اقدامات بھی ہیں ۔اور میں خصوصی طور پر یہ بات ''نعت رنگ'' کے معزز قارئین کرام سے شئیر کرنا چاہتی ہوں۔ کیوں کہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ سب اس بات کو جاننے کا بطور خاص حق رکھتے ہیں۔

''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر یو کے جس کو میں نے بطور خاص آپ کی اجازت سے ۲۰۰۹ء میں لیڈز میں ایک بڑے پیمانے پہ متعارف کروایا تھا اور اب صبیح رحمانی صاحب آپ کی اجازت سے اور ہم سب کے متفقہ فیصلے کی بنیاد پر اس کو با ضابطہ طور پر ایک باقاعدہ ٹرسٹ کی صورت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جو کہ ایک نہایت مثبت اور خوش آئند قدم ہے۔''نعت رنگ'' کے تمام معزز قارئین کرام

کو اور آپ کو بہت مبارکباد پیش کرتی ہوں۔نعت ریسرچ سینٹر یوکے کی کمیٹی کے چار ممبران منتخب ہوئے ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

سیّد صبیح رحمانی ،سمیعہ نازاقبال، حاجی فراز یونس اور راہب رشید۔ ان تمام اراکین کی متفقہ رائے کی بنیاد پرنعت ریسرچ سینٹر یوکے کے سر پرست اعلیٰ اور چیئرمین صبیح رحمانی صاحب آپ کومنتخب کیا گیاہے۔ اس تنظیم کی وائس چیئرپرسن مجھے منتخب کیا گیا ہے جب کہ راہب رشید تنظیم کے جنرل سیکریٹری مامور کیے گئے ہیں اور حاجی فراز یونس مالی امور پر مامور ہوئے ہیں۔

مجھے ازحد مسرت ہے کہ ربِّ احمد مصطفیٰ ﷺ نے ہماری اس کوشش اور کاوش کو دائمی قبول و منظور فرمایا اور آپ سب سے پُر خلوص دُعاؤں کی درخواست ہے کہ نعت ریسرچ سینٹر یوکے ہر قدم پر احسن کامیابیوں اور سرفرازیوں سے ہمکنار ہو۔آمین ثم آمین!

ہر ایک انسان اپنے اندر بے بہا صلاحیتیں سمیٹے ہوئے ہے لیکن ان کا ادراک تبھی ہوتا ہے جب آپ محنت اور لگن کو اپنی زندگی میں اوّلین درجہ دیتے ہیں تو بہت سے خوب صورت کام سر انجام دیے جا سکتے ہیں۔ میں نے بھی محنت اور لگن کو اپنی زندگی کا شعار بنایا ہے اور اس میں ربّ غفور و رحیم نے برکت اور خوب صورت توفیق عطا کردی کہ میں نعت ریسرچ سینٹر یوکے کے خوب صورت پلیٹ فارم سے اس خوب صورت کام کا آغاز کر پاؤں۔آپ سب بھی سوچ رہے ہونگے کہ میں نے اتنی تمہید کس بات کے لیے باندھی ہے تو اصل بات یہ ہے کہ جب بھی میں مشہور و معروف اشعار کو بہت ہی خوب صورت دیدہ زیب ڈیزائن اور رنگوں سے مزین تصاویر کی صورت میں دیکھتی تھی تو دل میں یہ خیال آتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ اللہ کریم مجھے توفیق عطا کر دے تا کہ میں آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خوب صورت مدحتوں کو ایسے ہی دیدہ زیب، دل کش ڈیزائنوں اور حسین رنگوں سے آراستہ کر پاؤں تو میری یہ دُعا اللہ کریم کی بارگاہ میں قبول و منظور ہوئی اور ۲۰۱۰ ء کے اوائل میں، میں نے تمام معروف شعرائے کرام کے نعتیہ کلام سے یہ کام شروع کیا اور اب تک چالیس شعرا کے نعتیہ کلاموں پر کام کرچکی ہوں۔اور اب مزید توفیق یہ عطا ہوئی کہ حفیظ تائب کی ''کلیات حفیظ تائب''[۲] میں سے نبی کریم ﷺ کے ۲۷۱ر ناموں پرتحریر کردہ اشعاروں میں سے ۹۰ پر کام کرنے کا شرف عطا ہوا۔

یہ تمام تصاویر انٹرنیٹ پر دیکھی اور پرنٹ بھی کی جا سکتی ہیں ۔اس کا ایک لنک فیس بک میں بھی بنایا ہے اور یہ میری ویب سائٹ پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہرنعت یا نعت کا ایک شعر خوب صورت ڈیزائن اور رنگوں سے سجا کر ایک تصویر میں منتقل کر دیا جاتا ہے اس میں نعت ریسرچ سینٹر یوکے کے نام کے ساتھ اس

نعت کے لکھنے والے نعت گو شاعر کا نام بھی آخر میں درج کیا جاتا ہے۔آپ تمام قارئین کرام سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ مجھے مزید ہمت اور توفیق عطا کرے تا کہ میں اس کام کو مزید محبت اور لگن سے انجام دے سکوں۔آمین ثم آمین!

سمیعہ ناز اقبال

۱۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۳۸۷ص

۲۔ ۲۰۰۵ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۶۹۶ص

سہیل احمد صدیقی (کراچی)

آپ کے مؤقر جریدے ''نعت رنگ'' کے پانچویں شمارے کے حوالے سے بعض نکات پر خامہ فرسائی کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر نعیم عزیزی کے مضمون ''تقسیم ہند کے بعد مغربی بنگال میں نعت گوئی'' میں ایک شاعر محامد حکیم حاذق کے متعلق لکھا ہے: ''ہائیکو اور سن دائی یو میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں۔'' ساتھ ہی موصوف کے نعتیہ ہائیکو اور ''سن دائی یو' درج کئے گئے ہیں۔مضمون نگار کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سین ریو (SENRYO) (نہ کہ سن دائی یو) ہائیکو کی وہ قسم ہے جو اپنے موجد سین ریو سے موسوم ہے اور ایسی تمام ہائیکو جن میں سماجی موضوعات خصوصاً معاشرے کی بدعنوانیوں پر گہرا طنز نمایاں ہو سین ریو ہیں۔اس عنصر کے بغیر ہائیکو کو سین ریو کا نام دینا نادانی ہے۔ براہ کرم یہ وضاحت فرمائیں کہ نعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں طنز ومزاح کا عنصر کس طرح شامل کیا جاسکتا ہے؟ میرے علم کے مطابق شاعر موصوف نے ہائیکو کو نادانستگی میں سن دائی یو (یعنی سن ریو) کا نام دے دیا ہے۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے ''نعت رنگ'' کے چوتھے شمارے میں شائع ہونے والے کشفی صاحب کے مضمون کے حوالے سے لکھا ''صفحہ نمبر پچاس پر ہے کہ اس لیے بہت سے صاحبان اللہ کے لفظ پر اصرار کرتے ہیں اور خدا کے لفظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں کیوں کہ خدا کی جمع خداؤں استعمال ہوتی ہے۔اس حوالے سے عرض ہے کہ لفظ خدا اللہ کا نام نہیں ہے، خداحافظ (وغیرہ) کہنا جائز ہے مگر اللہ کہنے پر ثواب ہوتا ہے، چالیس نیکیاں ملتی ہیں اور مومن کو ثواب کی طلب وخواہش بدیہی بات ہے۔'' یہاں بصداحترام گزارش کرتا ہوں کہ ایک عالم اور عالم زادہ سے مجھے اس قدر نامکمل جواب کی توقع نہ تھی۔ انھوں نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ لفظ خدا کی جمع کی بنا پر استعمال غلط ہونے کا اعتراض شرعی اعتبار سے کتنا درست ہے، یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ لفظ خدا اللہ کا نام نہیں، نیز اس لفظ کے استعمال

سے ثواب میں کمی یا اس سے محرومی کا احتمال کیوں ہے؟

کشفی صاحب نے بھی یہ ظاہر کرنے سے گریز کیا ہے کہ وہ لفظ خدا کے استعمال کے قائل ہیں یا مخالف.......... قیاس کہتا ہے کہ اگر قائل ہیں تو اعتراض نقل نہ کرتے یا اس کے رفع کرنے کو دلائل دیتے۔ براہ کرم تاخیر سے سہی، وضاحت فرمائیے!

مندرجات بالا کے حوالے سے اب اپنی معروضات پیش کرتا ہوں۔ دورجدید کی ایک شان دار اور قابل ستائش علمی کاوش شرح صحیح مسلم کی شکل میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (مدرس دارالعلوم نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا، کراچی) کے قلم سے، کچھ عرصہ قبل منظر عام پر آئی، اس کی ساتویں جلد سے اقتباس پیش خدمت ہے:

''اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ ''خدا'' کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق: اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن وسنت میں وارد نہیں ہوا، ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہرزبان اور لغت میں علَم (عین اور لام پر زبر) اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے،مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنکری کہنا بالاتفاق جائز ہے البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب وسنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے۔ اگر اس کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہوتو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے۔'' آگے علامہ صاحب نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سرخسی، علامہ بدرالدین عینی صاحب شراح ہدایہ، علامہ آلوسی اور علامہ شعرانی وغیرہ کے حوالوں اور دلائل سے لفظ خدا کا استعمال (حتیٰ کہ نماز میں) جائز قرار دیا ہے(ملاحظہ کیجیے صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۵) علامہ سعیدی نے امام اعظمؒ کے ذکر میں لکھا کہ انھوں نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر اہل ایران کے پاس بھیجنے کی حدیث سے استدلال فرمایا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دوررسالتﷺ یا بہ اختلاف روایت دور فاروقی میں جنگ قادسیہ کے موقع پر سورۂ فاتحہ کا فارسی میں جو ترجمہ فرمایا، اسے تراجم کی فہرست میں اولیت حاصل ہے، اس ترجمے کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ''بنام خداوند بخشائندہ و مہرباں'' (بسم اللہ کا ترجمہ) صحابی موصوف ایک جلیل القدر صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام، نصرانیت، یہودیت اور مجوسیت کے عالم تھے،اگر انھوں نے لفظ خداوند(جو لفظ خدا کی ایک شکل ہے) استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا تو بیسویں صدی کے مسلمان اس لفظ پر کیوں

اعتراض کرتے ہیں۔(حوالہ کے لیے'' نقوش'' کا رسول نمبر ملاحظہ کیجیے)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے عہد تک پہلوی بڑی حد تک فارسی بن چکی تھی،اندازہ یہ ہے کہ لفظ خدا کا ماخذ قدیم زبان پہلوی ہے جو زنداوستا کی زبان ہے۔ زنداوستا میں توحید، رسالت، آخرت، کتب الہامیہ پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، نماز، روزے کاحکم جیسے عقائد واحکام موجود ہیں اور جدید تحقیق کی رو سے زرتشت(ZARTUSHT) یا زردشت (ZOROASTER)توحید پرست اور توحید کے مبلغ تھے۔محمد حفظ الرحمٰن صدیقی سیوہاروی نے قصص القرآن میں انھیں پیغمبر لکھا ہے مگر میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اس ضمن میں سکوت بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی داعی کو پیغمبر قرار دیا جائے یا اس کی تنکیر کی جائے۔

حوالہ جات

1. The World's religions by Stewart Sutherland ETC.
   Published by Routledge, London .198.Page NO 552 to 568.
2. Encyclopaedia Britannica, Macropaedia-1986.
3. Do - 1981 Edition
4. Caxton Encyclopedia
5. Paris-Ancient and Modern and their Religion.
   By. F.K. Dadachanji, Karachi. 1989.

۶۔قصص القرآن از محمد حفظ الرحمٰن صدیقی سیوہاروی

۷۔ وحید۔تہران (فارسی رسالہ) اکتوبر ۱۹۴۹ء

۸۔مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ ازایم ایس ناز

۹۔ ارتقا۔ سلسلہ نمبر ۱۷۔مضمون زبانی تعصب ازسرکار زینی جارچوی،مئی ۱۹۹۶ء

۱۰۔ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔

مندرجہ بالا ماخذ میں مؤخرالذکر مضمون جدید اذہان کے لیے بہت سے اعتراضات کا سدِّ باب کرتا ہے، اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ لفظ خدا پر جو بنیادی اعتراضات وارد ہوئے ہیں،غلط ہیں اور تکنیکی ومذہبی بنیاد پر اللہ کے لیے اس لفظ کا استعمال بالکل اسی طرح درست ہے، جس طرح لفظ اللہ کا استعمال ! لفظ خدا کے لغوی معنی ہیں: خود سے آنے والا یا خود سے قائم۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات اس نام سے موسوم ہوسکتی ہے؟ میری دانست میں لفظ خدا کا مجازی استعمال شرعی اعتبار

سے قابل گرفت ہے، لہٰذا اس کی جمع بھی نامناسب ہے!

آخر میں عرض کروں کہ میں عالم تو نہیں، علماء کا صحبت یافتہ ضرور ہوں۔ لہٰذا ایسے امور پر رواروی میں قلم چلانے کا قائل نہیں! میرے موئید اور محترم استاد مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب خطیب جامع مسجد آرام باغ نے فرمایا کہ ان معاملات میں تنگ دلی کی بجائے کشادہ ذہنی کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ کوکب نورانی صاحب کی تشفّی ہوگی، نیز کشفی صاحب ودیگر اس باب میں عقلی ونقلی دلائل کو قبول کریں گے۔ براہ کرم قطع برید کے بغیر اس خط کو شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سہیل احمد صدیقی

☆ سہیل احمد صدیقی (پ: ۱۹۶۴ء)، مصنف، ادیب، ریڈیو پاکستان سے وابستہ، کتب: ''خوش کن ہے پت جھڑ''، "Songs from the land of Rising Sun" و دیگر۔

الجواب....(نوٹ: مذکورہ بالا وہ واحد خط ہے جس کا جواب نعت رنگ میں شائع کیا گیا۔مرتب)

آپ کا پہلا اعتراض ہائیکو کی ایک قسم SENRYO کے اردو تلفظ کے بارے میں ہے۔ اس کا بہتر جواب تو مقالہ نگار موصوف ہی سے متوقع ہے۔ سردست اتنی وضاحت کی جاتی ہے کہ دیگر زبانوں کی طرح انگریزی زبان میں بھی دوسری زبانوں کے بعض الفاظ کا تلفظ اصل زبان کے تلفظ سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام کو Jacob، یوسف علیہ السلام کو Joseph، یونس علیہ السلام کو Jonah اور ادریس علیہ السلام کو Enoch لکھا جاتا ہے۔ اب اگر انگریزی زبان سے ان انبیاء علیہم السلام کے اسمائے مبارک کا املا اخذ کیا جائے تو عربی زبان بالکل مختلف ہوگا۔ لہٰذا یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ SENRYO جاپانی زبان کے ایک لفظ کا انگریزی تلفظ ہے۔ اس جاپانی لفظ کا اردو میں تلفظ سین دائی یو اخذ کیا گیا ہے جسے بھارت کے ماہر لسانیات کلیم احمد صاحب نے اپنی لغت میں اسی طرح تحریر کیا ہے اور مقالہ نگار نے وہیں سے یہ تلفظ اخذ کیا ہے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ براہ راست جاپانی زبان سے اس کے الفاظ کا تلفظ اخذ کرنے کے بجائے انگریزی میں وضع کردہ تلفظ کی اردو میں بھی متابعت کی جائے۔

اسی طرح SENRYO کو نعت میں ذریعۂ اظہار بنانے کے لیے اسے نئے امکانات سے آشنا کیا جائے تو اس وسعت کے تجربات غزل کی وسعت کی طرح قبول کیے جانے چاہئیں۔

آپ نے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح مسلم کے جن صفحات کا حوالہ دیا ہے اگر آپ نے خود ان صفحات کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا ہوتا تو یہ نہ لکھتے کہ ''لفظ خدا پر جو بنیادی اعتراضات وارد ہوئے

ہیں، غلط ہیں اور تکنیکی ومذہبی بنیاد پر اللہ کے لیے اس لفظ (خدا) کا استعمال بالکل اسی طرح درست ہے، جس طرح لفظ اللہ کا استعمال۔'' کیوں کہ علامہ موصوف نے صفحہ۲۰۲ پر خود یہ صراحت فرمائی ہے۔'' ان حوالہ جات کے نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے اور ہر دور میں آئمہ اور فقہا اللہ تعالیٰ کی ذات کو خدا سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں۔ ہر چند کہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ کے لفظ کو''اللہ'' سے ہی تعبیر کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو خدا سے تعبیر کرنا بھی جائز ہے۔''اسی طرح صفحہ۲۰۵ پر علامہ صاحب تحریر فرماتے ہیں''ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اوراولیٰ یہی ہے کہ اللہ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے کیوں کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے محولہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خدا کالفظ استعمال کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور بلاکسی عذر کے ترک اولیٰ کہاں کی دانش مندی ہے۔ علامہ موصوف کی تحریر میں آپ کے اکثر اعتراضات کے جواب موجود ہیں۔ آپ اس تحریر کا غور سے مطالعہ فرمائیں تو تشفی ہوسکتی ہے۔

مکتوب گرامی کے آخر میں اگرچہ آپ نے خود یہ اعتراف کیا ہے''میری دانست میں لفظ خدا کا مجازی استعمال شرعی اعتبار سے قابل گرفت ہے لہٰذا اس کی جمع نامناسب ہے۔'' لیکن بات صرف اتنی نہیں ہے بلکہ اردو اور فارسی میں لفظ خدا کی جمع کے علاوہ اس کے دیگر مشتقات، اس کی تانیث اور مختلف لاحقوں کے ساتھ اس کا لسانی برتاؤ بھی ہے جس کی کچھ مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

۱۔ خدائے سخن: فن شعروشاعری میں باکمال، میرتقی میر کو اردوغزل کے حوالے سے خدائے سخن کہاجاتا ہے۔ اسی طرح ولی دکنی کے بارے میں کہاجاتا ہے:

ولی سے ہوئی ابتدائے سخن
کہ مشہور ہے وہ خدائے سخن

۲۔ خدائے خیر: ایزد (آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق خیر کا خدا۔)

۳۔ خدائے شر (بدی کا خدا): آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق بدی کا خدا۔

۴۔ خدائے مجازی: بادشاہ وقت، حاکم وقت، خاوند۔

۵۔ خدافروش: مکارصوفی

۶۔ خدا تراشنا: (محاورہ) اپنے خیالات کے مطابق کسی کو اعلیٰ درجہ دینا

''تراشیں تخیل میں اپنے خدا''

۷۔ خدانی: مالک کی تانیث۔ سردارنی۔ دیوی (خدا+نی) لاحقۂ تانیث)

(استعمال: مرتبہ پاؤ گی خدائی کہلاؤ گی)

طلسم نوخیز جمشیدی

۸۔ خدائنی: آقا۔ مالک کی تانیث۔ (لغت۔ انجمن ترقیٔ اردو) ملکہ

۹۔ خداوند: مالک، خدا، حاکم عہدیدار، حاکم

بحرکاہل کے جزیروں کے افیمی باسی
قسمت مشرقِ اقصیٰ کے خداوند بنے

(ابن انشا)

۱۰۔ خداوند: (کنایۃً) محبوب، معشوق

اک بوسے کا سائل ہوں خداوند سے اے مہر
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

۱۱۔ خداوند: بادشاہ کو مخاطب کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ (لاحقۂ صفت)

''بادشاہ کے سامنے زمین بوس ہوکے عرض کرنے لگا۔ خداوند! میری عمر پچیاسی برس کی ہے۔''
(مضامین شرر)

۱۲۔ خداوند زادہ/ خداوند زاد: (کنایۃً امیر یا رئیس کا بیٹا)

۱۳۔ خداوند طبع: آقا منش، مقدورانہ طبیعت کا مالک۔

''اردو نے تھوڑی سی عمر میں وہ شوخی دکھائی کہ اچھے اچھے خداوند طبع لوگ اس کی محبت کا دم بھرنے لگے۔'' (مقالات ناصری)

۱۴۔ خداوند مجاز: دنیاوی اور ظاہری خداوند، پیرومرشد، صاحب کرامات

(خداوند + مجاز = لاحقہ صفت)

تجھے منظور ہو دنیا تو یہ کیا روک سکتا ہے
ذریعہ ہے حقیقت میں خداوند مجاز اپنا

(دیوان حبیب)

۱۵۔ خداوند نعمت: بادشاہوں اور رئیسوں کو مخاطب کرنے کا کلمہ۔

جگر کو مرے عشق خونا بہ مشرب
لکھے ہیں خداوند نعمت سلامت

(غالب)

۱۶۔ خداوندان وقت: وہ لوگ (صوفیا) جو زمانے کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔

(ترجمہ کشف المحجوب)

۱۷۔ خداوندی: اللہ کی قدرت، حکم الٰہی، خدائی (اور اس کے ساتھ)

۱۸۔ خداوندی: امیری، بادشاہت

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

(اقبال)

۱۹۔ خدائی: الوہیت، خدا سے منسوب، بندگی کی ضد۔

''خدا کی خدائی میں کون شریک ہے۔'' (اس کے ساتھ یوں بھی مستعمل ہے)

۲۰۔ خدائی: راج، حکمرانی

رہیں گے اب خدائی میں بتوں کی
بہت گزری ہے دور آسماں میں

۲۱۔ خدائی: خدا بنانے کا عمل، ایسا کام جس سے کسی کو خدا ٹھہرا دیا جائے۔ (فرہنگ اقبال)

''گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ'' (اقبال)

۲۲۔ خدایان: خدا + ی (اتصال) + ان (لاحقہ جمع) جو لوگ مالک ہیں۔ (فرہنگ اقبال)

۲۳: خدایان بحروبر: سمندر اور روئے زمین کا علم رکھنے والے۔ قضا وقدر کے کارکن فرشتے۔

''خبر ملی ہے خدایان بحروبر سے مجھے'' (بال جبریل)

۲۴۔ خدایان ہمالہ: ہمالیہ کی وادیوں میں رہنے والے ہندوسادھو۔ ہندودھرم کے فلسفی۔

''دیتے ہیں یہ پیغام خدایان ہمالہ'' (ارمغان حجاز)

لفظ خدا کے مشتقات اور لاحقوں کے ساتھ استعمال کی یہ وہ صورتیں ہیں جن کی بنا پر ذات باری تعالیٰ کے لیے لفظ خدا کے استعمال سے بعض احتیاط پسند حضرات اجتناب کرتے ہیں۔ تاہم اولیائے کرام اور فقہائے عظام نے لفظ خدا اس کے اصل معنٰی میں کثرت سے استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لیے خدا کا استعمال جائز ہے۔ لیکن افضل واولیٰ یہی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کو اس کے اسم ذات یا اسمائے حسنٰی ہی سے پکارا جائے۔

مکتوب گرامی میں فارسی میں نماز کے حوالے سے یہ وضاحت پیش خدمت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اپنے فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا (الھدایہ) اور صرف عذر کی حالت میں یہ حکم ہے یعنی یہ عارضی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ عذر کے رفع ہوجانے کے بعد یہ رعایت باقی نہیں رہتی۔ کتابیات کے حوالے سے بھی یہ بات محل نظر ہے کہ خط کے آخر میں صرف کتابوں کے نام تحریر کردیے گئے ہیں اور یہ نشان دہی نہیں کی

گئی کہ کون سے نکات کہاں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

(ادارہ)

۞

شاکر اعوان، پروفیسر ڈاکٹر (لاہور)

صباحتیں آپ کی دہلیز چومیں اور رحمانیت ربانی کے در آپ پر سدا وا رہیں۔ کس کس جذبے اور شوق سے ایک بہارستان نعت سجانے میں مصروف ہیں۔ نعت کو ایک باقاعدہ صنف سخن منوانے میں آپ کی سعی ان شاء اللہ کامیاب ہوگی۔ اس عاجز گناہ گار نے ۱۹۸۰ء میں ''عہد رسالت میں نعت''[۱] مرتب کی عربی لغت کی تحقیق و تنقید کا شاید یہ پہلا تجربہ تھا۔ مقصد اصولِ نعت گوئی کی تعیین تھا اسی لیے اس کا نام ''الاصول فی مدح الرسول مقبولﷺ'' رکھا۔ اللہ غریق رحمت فرمائے احمد ندیم قاسمی کو انھوں نے ۱۹۹۳ء میں مجلس ترقی ادب لاہور کی ریویو کمیٹی کی اس رائے کے بعد کہ ''ایسی تخلیقی تحقیق اردو تو کیا خود عربی میں بھی نہیں آئی'' اپنی نگرانی میں اس کی اشاعت کی ہامی بھری تو نام کو آسان کرنے کی تجویز بھی آئی۔ چناں چہ بہت سارے مجوزہ ناموں سے ایک نام عہد رسالت میں نعت منتخب ہوگیا۔ لطافت ''میں نعت'' نے پیدا کی، ''کی نعت'' کا مفہوم کچھ اور ہوتا۔ اب اسے چھپے انیس بیس برس ہورہے ہیں۔ اس کی مکرر اشاعت آپ کے ذریعے ممکن ہوتو آپ کے ذوقِ جمال کی وساطت سے کماحقہ، حسن کمال پاسکے گی۔

اس مختصر رسالے میں نعت سے متعلق جملہ مباحث اختصار اور جامعیت کے ساتھ جمع ہیں۔ نعت کے ارتقا میں عصری روح کی ترجمانی ہو یا لفظ واصطلاح کی بحث اس کتاب کا حصّہ ہے۔ میرا خیال ہے اب ''درود وصلوٰۃ'' کے درمیان معنوی بعد پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ درود، فارسی مصدر درودن (کاٹنا) کا ماضی مطلق ہے اور۔

صلوٰۃ: عربی مصدر التصلیہ سے مشتق ہے یعنی جوڑ۔ ملاپ، اتصال۔

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

سبحان اللہ! اس شعر کے حرف حرف سے پھوٹتی لو، شاعر کے خلوص کی آئینہ دار ہے۔ اس خصوص کا آدمی ''نعت رنگ'' جمائے تو کیوں نہ ساری ادبی فضا رنگ ونور میں ڈھلنے لگے۔ انتخابی تنقید کی اصطلاح، نعت کی زلف سنوارنے میں آپ ہی کی بدولت ظہور میں آئی۔ اللّٰہم زِد فزد۔

''نعت رنگ'' کے چند شمارے ملے، آنکھیں روشن ہوئیں بلکہ سچ پوچھیے تو کھلیں کہ نام یہ ہوتا ہے۔ صبیح صاحب کچھ عرصہ پہلے محمود آباد کے مجلّہ نعت کے کسی مضمون میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے منسوب دوبیتی کی اصل خالق خاتون صحابیہ کا نام نظر سے گزرا تھا۔ وہ مجلّہ اب مجھے نہیں مل رہا۔ سب سے پہلے شاید'' عہدِ رسالت میں نعت'' ہی کے اندر، حضرت حسان سے ان شعروں کی نسبت پر عدم اتفاق کا اظہار ہوا تھا۔ اس مضمون سے میرے خیال کی توثیق ہوئی۔ کیا آپ میرے لیے یہ دردِ سر قبول فرمائیں گے؟ مجھے اُس صحابیہ کا نام نامی چاہیے۔ آپ اسے ''حضرت حسان کی ایک، دوبیتی'' کے عنوان سے مزے کا مضمون ''نعت رنگ'' میں چھاپ سکتے ہیں۔ میری صحت اچھی ہوئی تو لکھ کر بھیجوں گا مگر مطلوبہ نام کے بغیر تحقیق ادھوری رہے گی۔ ہم نے اپنے شعبہ کے ایک ایم فل اسکالر کو''خواتین کی نعتیہ اردو شاعری'' کا موضوع دے رکھا ہے۔ اس کی طرف سے تحریک ہوتو تعاون ضرور کیجیے۔ ہاتھ رعشہ سے کانپتے ہیں اس لیے بدخطی کے لیے معذرت۔

شاکر اعوان

☆ پروفیسر ڈاکٹر شاکر اعوان (پ: ۱۹۴۰ء)، مصنف، محقق، کتاب: ''عہد رسالت ﷺ میں نعت''۔ ۱۔۱۹۹۳ء، لاہور: مجلس ترقی ادب، بار اول، ۲۶۴ص

شاکر کنڈان (سرگودھا)

محترمی صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ایک فوجی آدمی ہوں، اس لیے زیادہ القابات سے آگاہ نہیں، سیدھی سادی بات سیدھے سادے انداز میں کہتا ہوں۔

میرے القابات پر کیا موقوف، اللہ ربّ العزت نے آپ کو ثنائے خواجہ کونین ﷺ سے جو نوازا ہے یہ کسی طور کم نہیں بلکہ ایک بہت بڑا انعام اور اعزاز ہے۔

بہرحال... آمدم برسرِ مطلب

''نعت رنگ'' شمارہ ۵ دیکھا اور فوراً ہی خرید لایا۔ مجھے علم ہے کہ ایک کتاب کو مارکیٹ تک لانے میں کتنی مشکلوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے... لیکن ہم نے اپنی جیب پر نظر کرنا ہوتی ہے۔

۱۵۰/روپے ''نعت رنگ'' کا ہدیہ کوئی زیادہ نہیں لیکن... آپ کو اب کیا بتاؤں۔ میں گزشتہ شمارے منگوانا چاہتا ہوں اور کراچی سے نعت کے حوالے سے مرتب ہونے والی کتب خریدنا چاہتا ہوں۔

میں صرف فوجی ہی نہیں ایک ادیب اور شاعر بھی ہوں گو کہ مبتدی ہوں لیکن شوق نے مجھے خوب مہمیز لگا رکھی ہے۔ چند ایک کتب شائع کروا چکا ہوں۔ اگر آپ حوصلہ افزائی کریں تو میں ''نعت رنگ'' کے لیے علاقائی سطح پر تخلیق ہونے والا نعتیہ کلام مقالے کی صورت لکھ کر بھیج سکتا ہوں۔

علاوہ ازیں آپ ارشاد فرمائیں کہ ''نعت رنگ'' اور آپ کے ادارے کی شائع شدہ نعتیہ کتب کس قیمت پر ناچیز کو عنایت فرما سکتے۔ اُمید ہے آپ میری اقتصادی حالت کے مدنظر بندہ کو قیمتیں ارسال فرمائیں گے اور فہرست بھی۔ بہت ممنون ہوں گا۔ احباب کو سلام۔

والسلام

دعا گو

شاکر کنڈان

☆ شاکر کنڈان (پ: ۱۹۵۱ء)، اصل نام: عطا رسول، شاعر، ادیب، مرتب: سہ ماہی ''عقیدت'' (سرگودھا)، کتب: ''آشوبِ زیست''، ''رفاقتوں کی فصلیں''، ''اردو ادب اور عساکر پاکستان'' (تین جلدیں)، ''اردو نعت اور عساکر پاکستان''، ''نعت حضور اور سرگودھا کے شعراء''، ''کراچی کے نعت گو شعراء''، ''سندھ کے نعت گو''، ''راولپنڈی شہر کے نعت گو شعراء''، ''اسلام آباد کے نعت گو شعراء''، ''جادۂ شوق و محبت''، ''بیرک نامہ''، ''ہتھیلی پہ سورج''، ''مضبا ہے''، ''سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں''، ''نعت گویانِ سرگودھا''، ''وجدان کی دوسری آنکھ''۔

شان الحق حقی (کینیڈا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے کچھ معجزات ان کی حیات میں ظہور میں آئے ہوں یا نہ آئے ہوں، ان کی وفات کے بعد جو درود و سلام، **لا تعد و لا تحصی**، ان کی ذات گرامی پر بھیجے گئے وہ اپنی جگہ ایک معجزے سے کم نہیں۔ یہ میرے نزدیک سب سے بڑا اور سچا معجزہ ہے، جس کا جواب محال ہے۔ نعتوں کا سلسلہ الگ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور برگزیدہ شخصیت کے لیے، اتنے منظومات، سلام، گیت، بھجن یا مدحتیں لکھی گئی ہوں گی۔ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں بہت سے odes, hymns, songs لکھے گئے ہیں، جیسے سپنسر کا Ode to the Nativity of Christ (برمیلادِ مسیح)

مگر ان کی تعداد اس کا عشر عشیر بھی نہ ہو گی۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ خود غیر مسلموں نے اس میدان میں دل کھول کر طبع آزمائی کی اور بہت کچھ دادِ سخن آرائی دی، جس کا اعتراف واجب ہے۔ یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے جاری ہے، اس کا آغاز جناب رسالت مآب ﷺ کے حین حیات میں ہو گیا تھا، اور برابر فروغ پذیر رہا۔ حتیٰ کہ بیسیوں صدی میں گزشتہ سب زمانوں سے بڑھ گیا۔ ہمارے ہاں تحریک پاکستان سے بھی اس کو تقویت ملی، جس میں ایک نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل اور دین کی عظمت مدنظر تھی، جو جناب رسالت مآب کی ذات مکرم سے عبارت ہے، بقول اقبال:

''بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست''

اس صدی کے آغاز میں بعض خلاف مذہب تحریکات کے ردعمل کے طور پر بھی دنیا بھر کے مذہبی حلقوں میں ایک ہلچل پیدا ہوئی، جس میں سوویت یونین کے خلاف کچھ شعوری تحریک کا بھی دخل تھا۔ جس کی روحانیت سے عاری نظام فکر اور محض مادی تصور حیات نے دنیا بھر میں بہت سے انسانوں کے ایمان کو متزلزل کر دیا تھا۔ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں ایک طرف روس کے خلاف سرد جنگ زوروں پر تھی اور یہ اس مہم کا آخری مرحلہ تھا جو ستر بہتر برس خصوصاً امریکہ کی طرف سے بہ شدت و بہ ہر حیلہ جاری رہی۔ دوسری طرف جنرل صاحب نے اسلامی نظام رائج کرنے کا سبز باغ دکھایا، جس سے مومنین کے دل میں ایک نئی امنگ پیدا ہوئی اور اس سے اہل تخلیق بھی متاثر ہوئے۔ چناں چہ انیس سو اسی (۱۹۸۰ء) کی دہائی میں سب سے زیادہ نعتیں لکھی گئیں اور جو نعتیہ مجموعے جب سے اب تک شائع ہوئے ان کی تعداد تمام ہند اسلامی تاریخ کے نعتیہ مجموعوں سے بڑھ گئی۔

حب رسول مسلمان کا جزو ایمان ہے، اور اس کا اظہار بصورت نعت ایک فطری اور اندرونی تقاضا ہے۔ چناں چہ کوئی بیرونی تحریک یا تقریب بھی تخلیقی ذہن کو اس طرف بآسانی مائل کر سکتی ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اب وہ جوش و جذبہ جسے بڑی طاقتیں اپنے مفید مطلب سمجھتی تھیں اور اسے ہوا دینے پر مائل تھیں، انھیں کھٹکنے لگا ہے۔ اب وہ اسے تقویت دینے کی جگہ اسے دبانے پر مائل ہیں۔ مگر بقول مولانا ظفر علی خاں:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مذکورہ تاریخی پس منظر سے قطع نظر، ثنائے رسول بھی صلوٰۃ و سلام کی طرح، ہمارا محبوب مشغلہ، بلکہ فریضہ اور ایک مبارک ادبی روایت ہے۔ یہ ہمیشہ سے جاری تھا اور جاری رہے گا۔ ''نعت

رنگ'' کے کتابی سلسلے نے اس مقدس روایت کو منظّم institutionalized صورت میں جاری رکھا ہے، اور بڑے دل پذیر، رنگا رنگ، روح پرور، ایمان افروز مجموعے شائع کیے ہیں۔ میں آپ کے ذوق اور لگن کا معترف و مداح ہوں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء۔

شان الحق حقی

☆شان الحق حقّی (۱۹۱۷ء۔۲۰۰۵ء)،شاعر، ادیب، محقق، مترجم، ماہر لسانیات، نائب مدیر: ''آج کل''، مدیر اعلیٰ: ''ماہِ نو'' (کراچی)، رکن و معتمد: ترقی اردو بورڈ (کراچی)، ڈائرکٹر: یونائیٹڈ ایڈورٹائزر (کراچی)، چند تصانیف و تالیفات: ''انتخابِ ظفر''، ''انجان راہی'' (ترجمہ امریکی ناول)، ''تارِ پیراہن'' (منظومات)، ''دل کی زبان''، ''پھول کھلے ہیں رنگ برنگے'' (منظومات)، ''نکتۂ راز'' (تنقیدی مقالات)، ''لغاتِ تلفظ''، ''آپس کی باتیں''، ''افسانہ در افسانہ'' (خودنوشت سوانح)، ''حرفِ دل رس''، ''اوکسفرڈ انگریزی اردو لغت''، ''شاخسانے''۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے ''تمغۂ قائداعظم'' (۱۹۶۹ء) اور ''ستارۂ امتیاز'' (۱۹۸۶ء) عطا کیا۔

شبنم رومانی (کراچی)

۲۰/اگست ۱۹۹۵ء

عزیزم!

رنگوں میں نہائی نعتیں اور نعتوں میں ڈوبے ہوئے رنگ...تم نعت پڑھتے ہو تو کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ تم تو خود ''نعت رنگ'' ہو پھر یہ کتاب تم سے الگ کوئی چیز کیسے ہوسکتی تھی! سوچتے تو ہم بھی تھے اور بھی بہت سے اہلِ دانش و بینش نعت کی صنفی اہمیت کے قائل ہیں، مگر تم نے لگائی ایڑ تو خندق کے پار تھے۔ یہ ایک ایسا ہی کارنامہ ہے:

ایں کار از تو آید مردانِ چنیں کند

حقیقت یہ ہے کہ مدتِ دراز تک ''نعت'' کو ہمارے ہاں دوسرے درجے کی صنفِ سخن سمجھا جاتا رہا ہے۔ نعت کہنے والوں کا ایک الگ ہی گروہ تھا جس کو دانش ورانِ ادب قابلِ توجہ نہیں سمجھتے تھے۔ خدا بھلا کرے اقبال صفی پوری کا کہ انھوں نے کل پاکستان نعت مشاعرے کی روایت قائم کی اور ملک کے تمام بڑے اور اہم شاعروں کو باقاعدہ نعت کہنے کی طرف راغب کیا۔ نعتیہ شاعروں سے میرا شغف انھیں مشاعروں کے سبب پیدا ہوا۔ اس کا اظہار ضروری تھا کہ یہ بات ریکارڈ پر آجائے۔ حق دار کو اس کا

حق ملنا ہی چاہیے۔ دوسرا سنجیدہ کام تم نے شروع کیا ہے بلکہ دوسرا نہیں، یہ پہلا سنجیدہ کام ہے جو اس جہت میں کیا گیا ہے۔''نعت'' کے سیاق و سباق پر گفتگو، نعت کے سفر کی نشان دہی، اس کی صنفی اہمیت پر تنقیدی مضامین اور نعت گوشعرا کی بے احتیاطیوں پر گرفت۔ یہ سب کچھ''نعت رنگ'' میں یک جا ہے اور یہ کام یہاں ختم نہیں ہوگیا، تم نے اس کو جاری رکھنے کے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ نئ نسل کی تمام کج رویوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کردے گا۔ میری دلی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔

دعا گو
(شبنم رومانی)

☆شبنم رومانی(۱۹۲۸ـ۲۰۰۹ء)،اصل نام:مرزا عظیم احمد بیگ چغتائی،تخلص:شبنم، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، کالم نویس، مدیر: سہ ماہی''اقدار'' (کراچی)، کتب:''مثنوی سیر کراچی''،''جزیرہ'' (شعری مجموعہ)،''حرفِ نسبت'' (نعت)،''ارمغانِ مجنوں''،''تہمت''،''دوسرا ہمالہ'' (شعری مجموعہ)۔

شبیر احمد قادری، ڈاکٹر (فیصل آباد)

۲۸۔نومبر ۲۰۰۱ء

محترم صبیح بھائی!

السلام علیکم!مزاجِ گرامی۔

کس طور آپ کا شکریہ ادا کروں... میرے چھوٹے سے ذاتی کتب خانے کا دامن آپ رنگ رنگ موتیوں بھرتے جارہے ہیں۔آپ کی ان نوازشات پر ممنون ہوں ے۔

سبدِ گل[۱]، قصرِ بلند[۲]، ایچ ایچ امام اکبرآبادی[۳] کی اہم کتب ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی''جادۂ رحمت کا مسافر''[۴]دیکھ کر ہوئی۔ بھئی کیا کہنے؟ سبحان اللہ۔ مجھے بتاتے تو دیر سے لکھا ہوا آپ کے حوالے سے اپنا ادھورا مضمون میں بھی بجھوا دیتا۔ بغور اور بغائر مطالعہ کے بعد تفصیل سے کچھ لکھ سکوں گا۔

ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا''حصہ'' انھیں پہنچا دیا ہے۔شکریہ ادا کر رہے تھے۔کشفی صاحب کے بارے میں وہ مضمون غالباً مکمل کر چکے ہیں، میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔

والسلام

شبیر احمد قادری

☆ڈاکٹر شبیر احمد قادری (پ: ۱۹۶۰ء)، معلم، محقق، ادیب، مدیر اعلیٰ: کتابی سلسلہ ''شہرِ نعت'' (فیصل آباد)، کتب: ''شعروں کی خوشبو''، ''غنچۂ شوق''، ''سحرِ معلومات''، ''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں''۔

۱۔اگست ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص ۲۔ایضاً

۳۔ایچ ایچ امام اکبر آبادی (۱۸۸۴۔۱۹۶۶ء)، اصل نام: حاجی حافظ امام الدین، شاعر، ادیب، دیگر کتب: ''ہندوستانی زبان''، ''پردہ اور تعلیم''۔

۴۔مرتب: ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۳۶ص

محترم صبیح بھائی!

السلام علیکم! مزاج صبیح۔

آپ کے فکر وفن کے بارے میں رسائل کے خصوصی نمبر آنے لگے۔ بہت خوشی ہوئی۔ ایسا ہونا چاہیے۔ یہ تحفہ بھیجنے کا بہت شکریہ۔

میں حافظؔ لدھیانوی مرحوم کی نثری اور شعری خدمات پر پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ[۱] لکھ رہا ہوں۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد کے زیرِاہتمام ڈاکٹر بشیر سیفی[۲] کی نگرانی میں لکھے جارہے ڈاکٹریٹ کے اس تھیسس کے لیے مجھے آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ سوال نامہ بھیج رہا ہوں۔ اپنی بے لاگ رائے سے ضرور نوازیں۔ ہوسکے تو دوسرے احباب کو بھی زحمت دیں یا مجھے باقاعدہ ایڈریس لکھ بھیجیں، میں خود اُن سے رابطہ کرسکوں۔ اُمید ہے آپ ''جواب نامہ'' ضرور بھجوائیں گے۔

والسلام

نیازمند

شبیر احمد قادری

۱۔''حافظؔ لدھیانوی کی نثر اور شاعری''، ڈاکٹر بشیر سیفی کی زیرِنگرانی کام کا آغاز کیا گیا،۲۰۰۱ء میں ڈاکٹر سیفی کے انتقال کے بعد ڈاکٹر ریاض مجید کی زیرِنگرانی یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۲۰۰۷ء میں ڈگری ایوارڈ ہوئی۔(غیر مطبوعہ) ۴۰۰ص

۲۔ ڈاکٹر بشیر سیفی (۱۹۴۸۔۲۰۰۱ء)، شاعر و ادیب، محقق، نقاد، تصانیف: ''مطلع''، ''خاکہ نگاری''، ''شعرائے راولپنڈی''، ''اردو میں انشائیہ نگاری'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''گفتار''، ''تنقیدی مطالعے''، ''دھوپ سے خالی دن'' (ہائیکو)۔

السلام علیکم!

'نعت رنگ' کا سترھواں شمارہ ضخامت کے اعتبار سے گزشتہ شماروں پر بازی لے گیا۔ ۵۱۲ صفحات پر مبنی یہ شمارہ بھی اپنے اندر رنگینیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ ان سترہ شماروں میں حمد و نعت کے بعض بنیادی نوعیت کے موضوعات پر اہلِ علم و فضل نے خوب جم کر لکھا ہے۔ آپ نے نعت کے ایسے مقدس موضوع کی معیار بندی کی خاطر تنقید کے جو در کھولے ہیں اس سے نعت نگار اور نعت خوان دونوں محتاط ہوگئے ہیں۔ معاصر شاعروں کی نئی نعتوں میں ان موضوعات سے دامن بچا کر چلنے کا شعور پیدا ہوا ہے جنھیں صنفِ نعت سے دُور کی بھی نسبت نہ تھی۔ نعت پر تنقید اس سے پہلے بھی ہو رہی تھی مگر 'نعت رنگ' کا تخصص یہ ہے کہ اس حوالے سے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کام شروع ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نعت پر تنقید کے بعض ایسے نمونے دیکھنے کو ملے جس کی اس سے پہلے مثال موجود نہ تھی۔ اس سے ردّعمل بھی سامنے آیا جو فطری بات تھی اس لیے کہ نعت کو صرف عقیدتوں کے اظہار تک محدود رکھنے والے اس کے فنی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کررہے تھے۔ نعت کو اصنافِ سخن میں شمار نہ کیے جانے کے پیچھے یہی عمل کارفرما تھا... مگر اب یونی ورسٹیوں میں نعت کو ادبی صنف کے طور پر قبول کرکے اس پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی سطح کے تحقیقی مقالات لکھنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

ادھر اردو کے صفِ اوّل کے نعت گو شاعر حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی ہمارے بعض علماے کرام نے 'فاضل بریلوی' سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ حالاں کہ ان علما میں بھی بعض شاعری کرتے ہیں۔ ایک شاعر دوسرے شاعر کی عظمت اور اہمیت کو بہتر جانتا ہے۔ اب مولانا احمد رضا خان کی شاعرانہ حیثیت اور مقام و مرتبہ پر کھل کر بات کرنا ہوگی۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ (۱) جب تنقید کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کلام رضا پر کام کیا جائے۔ (۲) تحقیقی اصولوں کو بروے کار لاتے ہوئے بے لاگ تحقیق کی جائے۔ اس کے لیے ہم عقیدت مندانِ رضا کو حوصلے اور برداشت سے کام لینا ہوگا۔ اور دلائل کی روشنی میں بات کو آگے بڑھانا ہوگا۔ آپ نے 'جامِ نور' (نئی دہلی) کو دیے گئے انٹرویو (مئی ۲۰۰۵ء) میں ایک سوال کے جواب میں درست کہا ہے کہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب پر کام کرنے والوں پر ایک خوف کا سایہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری کو اگر ہم تنقیدی رویوں سے گزاریں گے تو ہمارے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا جب کہ میرا خیال یہ ہے کہ اس تاثر کو ختم کرنا چاہیے۔ دیکھیے! غالب اردو کا ایک عظیم شاعر ہے اگر اس کے حق میں دو سو کتابیں وجود میں آئی ہیں تو اس کے فن کے خلاف بھی دو سو کتابیں وجود میں آئی ہیں مگر شاعر ہونے کی حیثیت سے اس کے قد پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ تنقیدی کسوٹی سے گزر کر اس کی شاعری دن بدن فن کے نئے پہلوؤں سے ہمیں آشنا کر رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی شاعری اتنی بڑی، اتنی وقیع اور مقبول ہے کہ ان کے سر سے کلام کی مقبولیت اور عظمت کا تاج اب کوئی چھین نہیں سکتا۔ لیکن مولانا کی شاعری پر کھل کر گفتگو نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ اب تک ان کا کوئی ادبی مقام متعین نہ ہوسکا۔ (صفحہ نمبر ۳۷)

صبیح بھائی! آپ نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے یہ بڑا پُر خار ہے اور پُر پیچ ہے۔ اس میں بہت مشکلات ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ بادِ مخالف سے یہ گھبرائیں اور آپ وہی کریں جو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نعت کے میدان میں انقلابی سوچ رکھنے والے مدیر ہیں، 'خوف کا سایہ' خود بخود ہٹ جائے گا اور کوئی 'بہت بڑا مسئلہ' بھی کھڑا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ سترہ شماروں کے ذریعے آپ لوگوں کے ذہن تیار کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔ اختلافِ رائے بقول آپ کے 'بری چیز نہیں مگر شائستگی ضروری ہے'۔ (اداریہ: شمارہ نمبر ۱۷)

'نعت رنگ' صوری اور معنوی ہر دو حوالوں سے بڑا معیاری اور دل آویز کتابی سلسلہ ہے۔ ایک مسلک سے منسلک ہوتے ہوئے بھی آپ نے 'نعت رنگ' کو 'مسلکی جریدہ' نہیں بننے دیا۔ اس میں ہر طبقے کو نمائندگی دے کر اسے آپ نے ایک دلچسپ مرقع بنا دیا ہے۔

'نعت رنگ' میں مستقل لکھنے والوں نے اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ وہی مطالعہ اور مشاہدہ کہتا ہے۔ خطوط کا حصہ تو اچھا خاصا 'ہائیڈ پارک' بن چکا ہے۔ اس میں کسی خاص موضوع کے حق اور مخالفت میں دونوں آرا موجود ہوتی ہیں، ایک عمل کا ردّعمل اگلے شمارے میں سامنے آجاتا ہے۔ جواب آں غزل تو خیر کمال دلچسپی لیے ہوئے ہے۔ 'نعت رنگ' آپ کے باطنی اخلاص اور ذاتِ سرور کائناتﷺ سے تعلق خاطر کا مظہر ہے۔ ایک طرف آپ نعت گوئی اور دوسری جانب نعت خوانی کے ذریعے جو سعادت

دارین حاصل ہوتی ہے وہ عطائے ربی ہے،'نعت رنگ' عقیدتوں کے اظہار کی تیسری جہت ہے جس میں آپ کے ساتھ ہزاروں لاکھوں عقیدت مندوں کا قافلہ بھی ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔'نعت رنگ' کے اجرا سے پہلے جب آپ محترم غوث میاں کے ہمراہ فیصل آباد آئے تھے تو آپ کا عجز آثار عزم بتا رہا تھا کہ آپ کوئی بہت بڑا منفرد کام کرنے جا رہے ہیں اور میرا یہ تاثر اب ایک زندہ حقیقت بن چکا ہے۔۵۱۲ صفحات کے شمارے کا حرف حرف اعلان کررہا ہے کہ آنے والے دنوں میں اس سے بھی زیادہ کی توقع رکھی جائے۔

صبیح بھائی! آپ کی اب تک کی خدمات کو دیکھتے ہوئے مجھے تو کم از کم یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام آپ خود نہیں کرتے بلکہ یہ کام آپ سے لیا جا رہا ہے۔ بالفاظ دگر آپ کو اس کام کے لیے چن لیا گیا ہے۔ اللہ کریم قبولیت کا یہ سلسلہ جاری رکھے۔ آمین۔ دس سال اور سترہ شمارے گل ہائے تبریک قبول کیجیے۔

والسلام

نیازمند

شبیر احمد قادری

شفقت حسین رضوی، سیّد، پروفیسر (کراچی)

۱۹/ فروری ۱۹۹۷ء

برادرم! سلام علیکم۔

آپ نے عنایت بالائے عنایت فرمائی، میرا پتا معلوم کرکے گھر تشریف لانے کی زحمت اُٹھائی۔ اپنی نعتوں کے مجموعے اور ''نعت رنگ'' کے شمارے عطا فرمائے۔ آپ ٹھہرے دولت و دین سمیٹنے والے، آپ کا نعتیہ کلام آپ کے لیے زادِ راہِ آخرت ہے۔ میری کم علمی اور کم بصری کہ میں آپ کا ہم سفر نہیں۔ بہرحال یہ مقدس شعری سفر آپ کو مبارک! مجھے لذت نظارہ کچھ کم نہیں ہے۔

نعت میں آپ کا لہجہ روایت سے الگ اور منفرد ہے۔ اس عمر میں یہ ذوق اور تخلیقی صلاحیت قابلِ رشک ہے۔ ''نعت رنگ'' کی اشاعت کے سلسلے میں بھی آپ کی کاوشیں لائق داد ہیں۔ ہم جیسے لوگ جو نقش بر آب ہوئے جاتے ہیں۔ نئی نسل سے کچھ اچھی توقعات نہیں رکھتے ہیں۔ آپ نے ہماری غلط فہمی کا ازالہ کردیا۔ آپ طاہر سلطانی[۱]، ہلال نقوی اور بہت سے دوسرے نوجوان اُمید کی کرنیں

ہیں۔ خدا آپ سب کو سلامت رکھے اور وہ کام کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کرے جو ہم سے نہ ہوسکا۔ آپ لوگوں کی ہمت اور محنت دیکھ کر ہماری زندگی میں دو چار روز کا اضافہ شاید نہ ہولیکن دو چار قطرہ خون کا اضافہ ضرور ہوجاتا ہے۔

''نعت رنگ'' مجموعی طور پر پسند آیا۔ نعتیہ کلام اعلیٰ درجہ کا ہے اور مضامین خیال افروز۔ چند مضامین میرے خیالات کے ترجمان ہیں۔ شمارہ نمبر۳ میں عاصی کرنالی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس سے متفق ہی نہیں بلکہ حفظ مراتب کے لیے مزید اصلاح کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں نعت میں جو سراپا نگاری کی جاتی ہے وہ ذات گرامی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی محض مجاز کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ تخاطب کے لیے ''تو'' اور ''تیرا'' کی ضمیریں میرے دل میں چبھتی ہیں۔

نعتیہ ادب کے سلسلے میں کسی دقیق مطالعہ کا میں دعویٰ نہیں کرتا لیکن جو کچھ پڑھا اور دوسروں کی رائے سے متاثر ہوئے بغیر جو رائے قائم کی ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔ لیکن یہ میری رائے ہے اور اسی طور قبول کرنا میرے حق کو تسلیم کرنا ہے۔ میرا مطالعہ یہ نظریہ قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اردو میں نعت گوئی چار نوع کی ہے۔

۱۔ وہ نعت جو جذبۂ صادق اور خلوص بے پایاں کے ساتھ لکھی گئی ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ قاری اور نعت خواں پر پڑھنے کے دوران ایک خاصی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

۲۔ کمالِ فن کے اظہار کے لیے لکھی گئی نعت، اس کا اثر دل پر کم ہوتا ہے۔ البتہ دماغ غور وفکر پر مائل ہوتا ہے۔ اس کی داد دی جاتی ہے اس سے کیف طاری نہیں ہوتا۔

۳۔ روایت کی پاسداری میں کہی جانے والی نعت۔

۴۔ بس یوں ہی کہی ہوئی نعت! جب سب کہتے ہیں تو ہم کیوں نہ کہیں کے جذبے سے وجود میں آنے والی نعت۔

ذرا سی توجہ سے ہر نعت کو ان میں سے کسی قسم میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں (۱) اور (۲) کے امتزاج سے جو نعت وجود میں آتی ہے وہ ہر اعتبار سے کامیاب ہوتی ہے۔

یہ میرے خیالات ہیں ضروری نہیں کہ آپ یا دوسرے ان سے متفق ہوں۔ میں نے دانستہ مثالوں سے گریز کیا ہے۔

''نعت رنگ'' عصر حاضر کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ اس کا نہج قابلِ تحسین ہے۔ میرے خیال میں دو، تین مزید شماروں میں نئی جہتوں کی تلاش لازم ہوجائے گی۔ کیوں نہ ابھی سے اس کی داغ

بیل ڈالی جائے اور ''نعت رنگ'' کے scope کو وسیع کیا جائے۔ اچھا ہو اگر آپ پاکستان میں مروّج زبانوں سے اس صنف کی نمائندہ تخلیقات حاصل کرکے ان کے اردو تراجم شائع کریں۔ اس کے علاوہ مشرقی اور مغربی زبانوں کی نمائندہ تخلیقات کو بھی شامل کریں۔ دوسرے اس امر کی کوشش بھی کریں کہ سابق میں جن شعرا نے نعت گوئی کے معیاری نمونے تخلیق کیے لیکن وہ اب گوشہ گم ناں میں ہیں انھیں متعارف کروایا جائے۔ اگر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ان امور کی جانب توجہ کی تو مستقل میں ''نعت رنگ'' ''نعت انسائیکلوپیڈیا'' بن جائے۔

میں آپ کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنے بیٹھا تھا ذہنی رو میں جانے کیا کیا لکھ گیا۔ طوالت کلام کی معذرت اور آپ کے لیے بہت سی نیک خواہشات اور دعاؤں کے ساتھ۔

نیازمند

شفقت رضوی

☆سید شفقت حسین رضوی (۱۹۲۷۔۲۰۱۰ء)، ادیب، محقق، نقاد، افسانہ نگار، استاد: نیشنل کالج کراچی، کتب: ''اردو کے یورپین شعراء''، ''بندے اور ان کی تاریخ''، ''سراج اورنگ آبادی (شخصیت وفن)''، ''مولانا حسرت موہانی''، ''دیوان مہ لقا بائی چندا''، ''حسرت موہانی (کتابیات)''، ''مضامین حسرت موہانی''، ''فیضان دکن''، ''مخدوم محی الدین، حیات اور ادبی خدمات''، ''بیگم حسرت موہانی، حیات و سیرت''، ''اذکار دکن''، ''اردو میں حمد گوئی''، ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' و دیگر۔

ا۔طاہر حسین طاؔہر سلطانی (پ: ۱۹۵۴ء)، شاعر حمد و نعت، مدیر: ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' و کتابی سلسلہ ''جہانِ حمد'' (کراچی)، کتب: ''اردو حمد کا ارتقا''، ''حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر''، ''اذانِ دیر''، ''گلشنِ حمد''، ''خوشبوؤں کا سفر''، ''نعت کی بہاریں''، ''نعت رحمت'' و دیگر۔

ایک/چھ/دوہزار ایک

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب نعت رنگ

بعد تسلیمات یہ حقیر وکم ترین قلم بردار اپنے چاہنے والوں اور ناچاہنے والوں کی خدمت میں اس کے ذریعہ بقائمی ہوش وحواس، بلا جبر واکرہ، حالت ذہنی صحت میں برضا ورغبت تحریر کرتا ہے کہ ساٹھ سال قلم گھسنے کے بعد چند زخم اور چند داغ لیے ادبی دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔ میں لکھنے کے عمل سے تائب ہوچکا۔ یکم جون ۲۰۰۱ء کے بعد لائق اشاعت علمی یا ادبی تحریر سے گریز کروں گا۔ البتہ سابق میں

جس اندوختہ پر میرے ''کم فرماؤں'' نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اس پر میرا کوئی حق نہیں ہوگا، وہ چاہے چھاپیں نہ چاہیں نہ چھاپیں۔ چاہے میرے نام سے میری تحریریں چھاپیں یا اپنے سے کم ترجیحوں کے ناموں کو ترجیح دیں مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ ماقبل بھی لوگوں نے میری چھ کتابیں اپنے نام سے چھپوا لیں تو میں نے کیا بگاڑ لیا جو اب بگاڑ [لوں گا]۔ ایک کتاب لاہور کے ایک ناشر کے پاس عرصہ چار سال سے ہے ایک مسودہ کراچی سوپر مارکیٹ کے تہہ خانے میں عرصہ ساڑھے چار سال سے بند ہے ایک مسودہ حیدرآباد سندھ کے ایک پبلشر کے پاس ہے۔ ان کے خلاف ایک ۷۵ سالہ بوڑھا ریٹائرڈ پروفیسر کیا اقدام کرسکتا ہے یہاں تو ان کا اُلّو بولتا ہے جن کا علم ''حرفِ چند'' سے ماسوا اور وہ افلاطون، سقراط اور بقراط کے استاد بننے شہرت اور سونے بٹور رہے ہیں۔ جاہلوں کی قدردانی ناشروں کی بے بسی ایڈیٹر کی جہالت کو دیکھتے ہوئے شرفا اپنی عزت اسی طرح بچا سکتے ہیں کہ ''کتا شاہی'' ریس سے خود کو دُور رکھیں۔

اس لیے آپ سے دست بستہ التماس ہے کہ

۱۔ آئندہ کوئی مضمون یا کتاب لکھنے کے لیے مجھ سے رجوع نہ کیا جائے۔

۲۔ جو مضامین آپ کی تحویل میں ہیں اس کی اشاعت یا عدم اشاعت آپ کی صوابدید پر منحصر ہے اگر دو چار ٹکے دے کر کوئی اپنے نام چھپوانا چاہے تو ضرور اس کو یہ خوشی مہیا کریں۔

۳۔ دیگر مدیران کرام اور ناشرین جن سے آپ کا رابطہ رہتا ہے ان تک میری یہ لعنت ضرور پہنچا کر ثواب داریں حاصل کریں۔

۴۔ اس خط کو من وعن، بلا ترمیم و تنسیخ اپنے رسالہ میں شائع کریں تاکہ دیگر مدیران و ناشرین کو اطلاع ہوجائے اور لکھنے والے عبرت حاصل کریں۔

والسلام

شفقت رضوی

میاں صبیح رحمانی مدیر اعلیٰ ''نعت رنگ'' کی خدمت میں سلام و دعائیں اور شکایتیں، مہربانوں کی نامہربانیاں اس حد تک بڑھ چکی ہیں، کینیڈا اور ملیشیا تو ان کی دسترس میں ہے مگر کسی منتظر التفات کے نام نامہ لکھنے کی فرصت ہے نہ ضرورت! پچھلے دو ماہ میں دو خط لکھے کسی کا جواب نہ ملا۔ ایک خط میں چیک روانہ کرنے کا ذکر تھا اس میں چیک رکھنا بھول گیا بعد میں چیک لکھا مگر پوسٹ نہ کرسکا کہ ۳؍نومبر کی رات کو ہارٹ اٹیک سے نمٹنا پڑا۔ بڑا سخت جان ہوں لوٹ پوٹ کر ٹھیک ہوگیا کہ آپ لوگوں نے

سینوں پر مونگ دل سکوں۔ چیک اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر دیں اور رقم پچھلے خط میں لکھے مصارف میں استعمال کریں۔

''نعت رنگ'' کا خاص نمبر اُمید ہے ۲۰۰۶ء میں ورنہ ۲۰۰۷ء میں ضرور چھپ جائے گا شاید تب پڑھنے کے لیے ہم نہ رہیں، ہماری قبر پر پھولوں کے بجائے ''نعت رنگ'' چڑھا دینا۔ اس سے ہماری مغفرت ہو یا نہ ہو تم کو ثواب ضرور مل جائے گا۔

میں خط لکھوں نہ لکھوں مہینے میں ایک خط ضرور لکھ دیا کرو۔ اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ پڑھنا بھولتا جارہا ہوں۔ اگر نامہربانوں نے مہربانیاں کیں تو شاید ان کے خطوط کے ذریعے پڑھنے کی عادت عود کر آئے۔

تفصیلات اہم و غیر اہم سے آگاہ کرتے رہیں۔ ڈاکٹر عقیل، کشفی صاحب، عزیز احسن، مبین مرزا اور مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی بریلوی کی خدمت میں سلام اور نیاز۔

والسلام

شفقت رضوی

جناب صبیح رحمانی صاحب!

سلام! مزاج گرامی۔

ٹیلی فون پر یاد کرنے کا شکریہ!

آپ کو میرا پتا درکار ہے۔ خط کی پیشانی پر نام اور پتہ کی اسٹیکر لگی ہے اسے پھاڑ کر محفوظ کرلیا بلکہ تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں جملہ آفات سے بچے رہیں گے۔

کشفی صاحب کے انتقال پر ملال رہا۔ جب سے خبر ملی دل اُچاٹ سا ہے حالاں کہ شخصی رابطہ کم رہا اور ابتدا بھی خوش گوار نہیں تھی، مگر انھوں نے ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا، میں نے نہا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل ۳رمرتبہ پڑھ کر ان کی مغفرت کی دعا کی اس طرح باہم مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔

لکھنے لکھانے سے طبیعت بیزار سی ہوگئی۔ ناقدردانی حد سے سوا ہے کوئی رسالہ سوائے ''مخزن'' معاوضہ نہیں دیتا وہ پہلے آٹھ سو دیتے تھے اب پتا نہیں کیا ریٹ ہے۔۲،۳ سال سے ان کے لیے لکھا ہی نہیں۔ قومی زبان والے سو روپیہ دیا کرتے تھے میں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ معاوضہ ملا تو شکریہ نہیں نہ

ملا تو شکایت نہیں۔ پہلی دفعہ ڈاکٹر جعفر احمد[۱] نے معقول معاوضہ دلایا، کتاب کے ۲۵/ہزار روپیہ دلوائے۔ خدابخش لائبریری والوں نے کبھی معاوضہ نہیں دیا نہ مقالہ کا، نہ کتاب کا۔ اب تو حد ہوگئی میں نے حسرت موہانی کی نثرنگاری پر ایک مسودہ روانہ کیا تھا کئی سال ہوئے وصولی کے خط کے ساتھ اس وقت کے ڈائریکٹر نے اشاعت کی یقین دہانی کرائی۔ عرصہ گزر گیا حال معلوم نہ ہوا۔ ابوسلمان[۲] صاحب انڈیا گئے تھے خدابخش لائبریری کی بھی زیارت کی۔ ڈائریکٹر صاحب نے میری کتاب اور ان کی کتابوں کی اشاعت کا یقین دلایا۔ وہ صاحب چلے گئے نئے صاحب ... کسی استفسار کا جواب نہیں دیتے اب اگر ماں بہن کو گننے پر آمادہ نہ ہوں تو میں کیا کروں۔ یہی حرکت بار بار ہوچکی ہے ایک بار ڈاکٹر وحید قریشی نے ''صحیفہ'' کے لیے مضمون چھاپنے کی اطلاع [کذا] وہ بدل گئے۔ احمد ندیم قاسمی مجلس پر مسلط ہوئے مسودہ ہضم کر دیا۔ بزمِ اقبال لاہور نے ایک مضمون چھاپنے کے لیے لکھا نئے ڈاکٹر کوئی ... ذوالفقار[۳] آئے ابوسلمان سے کہا مسودہ بہت پُرانا ہے اب کیا اہمیت! یعنی تحقیق نئی باتوں کی ہونی چاہیے پُرانی باتوں کی نہیں۔

میرے حالات لائق تشکر سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔ میری چھوٹی بیٹی اور داماد نے موجودہ گھر نومبر ۲۰۰۶ء میں خریدا تھا تب سے میں یہیں مقیم ہوں۔ بیٹی تو خیر جو کرتی ہے اس کا فرض ہے داماد نے اولاد سے بڑھ کر خیال رکھا ہے۔ نواسے، نواسی، بہو سب ہر لمحہ خدمت پر آمادہ رہتے ہیں۔ مکان بہت بڑا ہے ایک ملین ڈالر میں خریدا ہے زمیں ایک ایکڑ کے قریب ہے، مکان کے سامنے سڑک کو بڑا سا لان ہے بیک یارڈ میں لمبی چوڑی زمین کے علاوہ لان، باغ، دو سوئمنگ پول ایک مچھلیوں کا پانڈ، ایک طرف گیاریج۔ یوں سمجھیں ڈیفنس یا کلفٹن کے اچھے سے اچھے مکان سے اچھا ہے۔ اتنا کشادہ کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کو ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ سب کے کمرے پہلی منزل پر ہیں۔ گراؤنڈ پر ڈرائنگ، ڈائننگ، میڈیا، لائبریری اور ۸۰/گز کے مکان کی طرح کچن ہے۔ صرف ایک کمرہ ہے جسے گیسٹ روم کہہ سکتے ہیں جس پر میرا قبضہ ہے ایک فقیر کو اور کیا چاہیے۔ گھر سے باہر کہیں شاپنگ کو جانا ہو تو کسی کو ساتھ لے کر اس کی گاڑی میں جاتا ہوں۔ ہر بچے کے پاس اپنی گاڑی ہے کوئی چیز خریدوں، حد یہ کہ بال کٹواؤں تو پیسے خرچ کرنے نہیں دیتے۔ یہ تفصیل میں نے اس لیے لکھی، آپ کی فکرمندی دُور ہو۔

میرے بارے میں ایم۔ اے۔ کے مقالے لکھے گئے تھے ایک مقالہ سندھ یونی ورسٹی میں لکھا گیا وہ میں نے چھپوا دیا تھا اس سے میں مطمئن تھا، کیوں کہ تیاری کے دوران لڑکی میرے ساتھ رابطہ میں رہی۔ اس کے ایک سال بعد ڈاکٹر عقیل نے کراچی یونی ورسٹی کے طالب علم سے لکھوایا، مقالہ

نگار مجھ سے رابطہ میں نہیں رہا ڈاکٹر عقیل نے رہنمائی [کی]۔ مقالہ کی ایک جلد مجھے بھی دی جو میں نے پڑھی بھی نہیں اور ابوسلمان صاحب کی لائبریری میں رکھوا دی تھی۔ اگر وہ یا آپ زحمت کریں اسے پڑھیں اور اسے قابلِ اشاعت سمجھیں تو کوئی صورت نکالی جائے۔

اب عمر ۸۲/سال ہوگئی ہے۔ ۷/برس سے ایک گردہ پر گزارا ہے، صبح شام انسولین لیتا ہوں۔ ۲/شدید ہارٹ اٹیک سے جانبر ہوچکا ہوں۔ پیر کے انگوٹھوں میں گاؤٹ کی تکلیف ہے۔ آنکھیں پڑھنے سے جلد تھک جاتی ہیں، معلوم ہوتا ہے اللہ میاں کو بلاوے کا نوٹس دینا یاد ہی نہیں رہا۔ اگر تاریخ طے ہوجائے اور اطلاع پہلے ہی پہل مل جائے کراچی میں آخری سانس لوں اور یا تو والد کی قبر میں جگہ پاؤں یا بیوی کی قبر میں ان کے ساتھ آرام کروں۔ یہاں دفن ہوا تو بس اکیلا ہی رہوں گا۔

شام کو یاد رہا تو امان خاں دلؔ کو فون کروں گا۔ پچھلی بار انھوں نے گھر پر کھانے پر بلایا تھا میں جوابی دعوت تب بھی دی اور اس بار بھی مگر وعدہ کے باوجود بعد وہ نیویارک میں ملنے بھی نہیں آئے۔ البتہ ڈیلاس میں نورؔ امروہوی [۴] نے جو مشاعرہ کیا تھا اس میں شرکت کے لیے میرے گھر آئے مگر ایسے موقع پر کہ میں گھر میں اکیلا تھا سب لوگ کہیں مدعو تھے۔ نیویارک میں ایک علاقہ ہے جو Long Island کہلاتا ہے زمینی ایک بہت بڑا قطعہ سمندر میں گھسا ہوا ہے اس کے ۳/اطراف میں سمندر ہے میں بھی لانگ آئی لینڈ میں ٹھہرتا ہوں ان کا گھر بھی وہیں ہے مگر دونوں کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ امریکا کا ہر شہر فاصلوں کا ہے۔ نیویارک میں ایئرپورٹ سے گاڑی وغیرہ پونے دو گھنٹوں میں پہنچاتی ہے۔ لانگ آئی لینڈ کی خوبی یہ ہے کہ جس سمت نکل جائیں تفریح کے لیے Beach موجود! تقریباً ۶۵ مقامات تفریح کے قابل بنائے گئے ہیں۔ گرمیوں میں ہر بیچ لوگوں سے بھری رہتی، سیکڑوں مرد، عورتیں، بچے نہانے کے لباس پہنے پانی میں چھلانگ لگاتے نظر آتے ہیں اب کی بار ایک ہفتہ سخت طوفانی رہا۔ Beach پر جانے کی ممانعت تھی ایسے میں کئی پاکستانیوں نے شوق پورا کیا دو نوجوان واپس نہ آسکے۔ ڈیلاس میں بیچ کم ہیں۔ لانگ آئی لینڈ میں مہینے میں ایک دو بار خود ہم بیچ پر گزارہ کرتے۔ اس کے علاوہ وہ وہاں عام جیسے خوب صورت پارک ہیں مگر وہاں تفریح کے لیے جانے کو جی نہیں کرتا۔ نیویارک میں میری بڑی بیٹی اس کے شوہر اور مزید چار بھتیجے رہتے ہیں۔ ان کی اولادیں، بچے، پوتے پوتیوں کی بھرمار ہے۔ وہ اس طرح لپٹے رہتے ہیں کہ واپس ہونے کی اجازت مشکل ہوجاتی، بڑی بیٹی کا برتاؤ بیٹی کا طرح کا نہیں ہے، وہ میری ماں بنی رہتی ہے۔

یہی زندہ رہنے کے آسرے ہیں اب اور کیا چاہیے۔

جہاں ''نعت رنگ'' کا کام کررہے ہو وہاں کسی سے نعت کی کتابیات مرتب کرواؤ۔ اردو میں نعتیہ مجموعے کتنے چھپے ہیں، کتنے مجموعوں میں نعتیں شامل ہیں۔اچھی ضخیم کتابیات مرتب ہوسکتی ہے۔ مقتدرہ مرتب کو معاوضہ دے کر اسے چھاپتا ہے۔

پُرسانِ حال کو سلام

شفقت رضوی

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر جعفر احمد، معروف محقق، مصنف، ادیب، دانشور، سیکریٹری: انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز (جامعہ کراچی)، نائب صدر: کونسل آف سوشل سائنسز پاکستان، ڈائرکٹر پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، کتب: ''افکارِ تازہ''، ''ادب اور روشن خیالی''، ''مغنیٔ آتش نفس: سجاد ظہیر''، ''مارکس اور مشرق''، ''ڈاکٹر فیروز احمد کے مضامین''، ''جنوں میں جتنی بھی گزری''، ''حمزہ واحد اور جہدِ حیات''، ''محنت کشوں کے نام شاعری''، ''Fettered Freedom''، ''تعلیم۔ مسائل و افکار'' و دیگر۔

۲۔ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری (پ:۱۹۳۷ء)، خاندانی نام: تصدق حسین خان، ادیب، محقق، مورخ، نقاد، مولانا ابوالکلام آزاد کے متخصص اور ان پر بہت سی کتابوں کے مصنف، مؤلف اور ناشر، اعزازی مدیر: ''اردو'' کراچی، سو سے زائد تصنیفات و تالیفات، چند کتب کے نام: ''تذکرۂ خانوادہ شاہ ولی الٰہی'' (پی ایچ ڈی کا مقالہ)، ''مولانا ابوالکلام آزاد۔ ایک مطالعہ''، ''مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ ایک مطالعہ''، ''مولانا عبید اللہ سندھی حیات و خدمات''، ''علامہ اقبال اور مولانا محمد علی جوہر''، ''مولانا عبیدا للہ سندھی اور ان کے چند معاصر''، ''شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی۔ ایک سیاسی مطالعہ''، ''مولانا احمد سعید دہلوی ۔ ایک سیاسی مطالعہ'' و دیگر۔

۳۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (۱۹۲۴۔۲۰۰۷ء)، محقق، اقبال شناس، استاد و صدر: شعبۂ اردو: اورینٹل کالج لاہور، استاد اردو: استنبول یونیورسٹی (ترکی)، ناظم: بزمِ اقبال لاہور، کتب: ''اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر''، ''دیوان زادہ''، ''تاریخ جامعۂ پنجاب''، ''پنجاب تحقیق کی روشنی میں''، ''مردم دیدہ وشنیدہ''، ''اقبال۔ ایک مطالعہ''، ''جگر لخت لخت''، ''استنبول، ترکیہ''، ''مولانا ظفر علی خاں: حیات، خدمات و آثار''۔

۴۔نوؔر امروہوی (مقیم امریکہ)، شاعر، ادیب۔

محبّ مکرم ۔سلام!

آپ کی آمد کا انتظار ہے تاکہ آپ چند کتابیں ساتھ لے جائیں اور حسب سہولت انڈیا، کینیڈا، پنجاب بھجوانے کا استعمال فرماسکیں۔ میں ایک مضمون لکھنا چاہتا ہوں جس کا میں نے آپ سے

ذکر کیا تھا، موضوع ہے ''اردو حمد ونعت میں صنمیات اور اس کا جواز'' اس مضمون کے سلسلے میں مجھے جن کتابوں کی ضرورت ہے درج ذیل ہے۔ حسب سابق مواد کی فراہمی کی ذمہ داری کب کی ہے اس کو پورا کیجیے:

(۱) محسن کاکوروی کا لامیہ قصیدہ (سمت کاشی کا چلا جانب متھرا بادل)

(۲) مضطر خیرآبادی کا حمدیہ دیوان

(۳) میر اعظم علی خاں ساکن کی نعتیہ ٹھمریاں

(۴) امیر حمزہ کا کلام بالخصوص ٹھمریاں (چمنستانِ حمزہ مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)

(۵) دیوانِ حسرت، (عبدالقدیر) حیدرآبادی

(۶) حضرت امجد حیدرآبادی کی نظم ''جوگنی''

(۷) رفیع الدین اشفاق کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ[۱]

(۸) اسماعیل آزاد کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ

ان کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر ماخذ جو آپ کے علم میں ہوں یا آپ کے احباب کے علم میں ہوں۔

''نعت رنگ'' کا انتظار ہے، احمد صغیر صدیقی نے میری کتابوں پر تبصرہ کردیا ہو تو ان کی فوٹو اسٹیٹ چاہیے۔ میں خود ترجمہ کرکے یا کسی سے ترجمہ کروا کے انگریزی میں شائع کروانے کی سعی کروں گا۔

اہلیہ اور بچوں کو دعائیں۔

والسلام

شفقت رضوی

۱۔ ''اردو میں نعتیہ شاعری''، ۱۹۷۶ء، کراچی۔

01-01-05

جناب صبیح رحمانی صاحب!

کب تک خواب خرگوش میں رہوگے۔ اکتوبر میں لکھے گئے خط کا جواب آپ پر ادھار ہے۔ قرضہ بڑھتا جاتا ہے ادا کرنے کی کوئی صورت ہے؟ ''نعت رنگ'' کا قرض پچھلا اور موجودہ بھی ادا طلب

ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ غیر اہم کاموں میں الجھ کر آپ نے ''نعت رنگ'' سے بے رُخی اختیار کیوں کر رکھی ہے۔ میری بات مانو ''نعت رنگ'' تمھیں زندہ رکھے گا باقی جو کچھ ہے بے کار ہے۔ اگر میرے آنے کے بعد کوئی شمارہ نہیں چھاپا ہے تو اس سے بڑھ کر آپ کی نالائقی اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ بہرحال اگر خرافات سے فرصت ہو تو جملہ کوائف سے مطلع کرو یا پھر مجھ سے بھی بے تعلقی کا اعلان کردو۔ میں نے اتنے صدمے برداشت کیے ہیں کہ اب میرے سامنے کوئی بات صدمہ نہیں ہے۔

باقی خیریت

شفقت رضوی

25-10-2005

میاں جہاں گرد۔ اب بھی گھر میں ہو یا گھر ہونے کے باوجود بے گھر، بے خانماں ہو، کئی بار ای میل چیک کروایا کوئی میل نہ ملی، فون کیا، کسی لڑکے نے اطلاع دی کہ ملیشیا کو پیارے ہوگئے ہیں معلوم نہیں کب وہاں سے رہائی ملے گی؟ میاں! بڑوں کی بات مانا کرو۔ یہ کینیڈا گردی اور ملیشیا گردی میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ وقتی واہ واہ سے بچو! بات تو جب ہے کہ تم کراچی میں رہو اور کینیڈا اور ملیشیا میں تمھارے نام کی دھوم مچی رہے۔ یہ درویش کی باتیں ہیں تمھاری سمجھ میں ابھی نہیں آئیں گی ان چکروں میں پڑ کے تم نے ''نعت رنگ'' کو فراموش کردیا گویا سانس لینا چھوڑ دیا ہے۔ جلدی سے خاص نمبر نکال لو اور اگلے نمبر کی تیاری کرو تو ایک دھماکہ خیز مضمون لکھنا شروع کروں۔ پڑھو گے تو جی خوش ہوجائے گا۔

؎ میرا کوئی کام تم سے ہوتا نہیں ہے۔

جامعہ کراچی کے شعبہ پاکستان اسٹڈیز کے ڈاکٹر جعفر احمد....... منقار زیر پر ہیں۔ میں ان کی طرف سے نااُمید ہوکر انا اللہ و انا الیہ راجعون پڑھ چکا۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں میری دلچسپی اس لیے بھی ختم ہوگئی کہ یہ کتاب زیادہ معتبر اور ممتاز ادارہ سے شائع ہوچکی ہے۔ میں نے خدابخش لائبریری کو ایک نئی کتاب کا مسودہ جون ۲۰۰۵ء کو نیویارک سے روانہ کیا تھا اس کی رسید اور اشاعت کے لیے منظوری کی اطلاع بھی آ گئی تھی۔ اب ڈاکٹر ابوسلمان کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ میں حیران ہوں چند ماہ میں یہ کیوں کر ممکن ہوا۔ کہیں ڈاکٹر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہو یا انھوں نے ''شائع ہوجائے گی'' کے بجائے ''شائع ہوگئی ہے'' لکھ دیا۔ بہرحال کتاب مجھے ابھی تک نہیں ملی۔

میں نیشنل بینک میں اپنے اکاؤنٹ کے سلسلہ میں پریشان تھا معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ ہے اپنے اکاؤنٹ میں کم سے کم ۵؍ہزار روپیہ رکھنا ضروری ہوتے ہیں۔ میرے اکاؤنٹ میں ۱۸؍ہزار تھے میں نے ۱۵؍ہزار کا چیک بھجوایا وہ کیش نہ ہوسکا تھا بعد میں ۱۰؍ہزار کا بھجوایا۔ وہ کیش ہوگیا ابھی ۳؍ہزار روپیہ بغیر کسی اعتراض کے نکالے جاسکتے ہیں اس لیے ایک چیک ۳؍ہزار کا روانہ کررہا ہوں اسے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کردو اور جب کبھی میرے لیے کوئی کتاب یا رسالہ بھجوانا ہو ڈاک خرچ اس میں سے ادا کردینا۔

جامعہ کراچی کے شعبہ تصنیف و تالیف میں خالد جامعی[۱] نہیں رہے ہیں کوئی صحافی باری صاحب [۲]مسلط ہیں ابو سعادت صاحب[۳] نے ''سراج اورنگ آبادی'' کا مسودہ شعبہ کو روانہ کیا تھا اس کی رسید کسی شکیل مدنی نے دی تھی مجھے رسید کی کاپی ملی ہے معلوم نہیں مسودہ کا کیا حشر ہوا، اگر رابطہ کی کوئی صورت ہو تو معلوم کرو۔

مشفق خواجہ کے بارے میں میرا مضمون قومی زبان کے لیے پہنچایا نہیں۔ اس کی اشاعت ہوئی یا نہیں۔ ابواسحاق صاحب کے پاس ''قومی زبان'' آتا ہے۔ پچھلے شماروں میں تلاش کرو۔ اگر چھپا ہو تو اس کا عکس روانہ کرو۔ اس کے علاوہ ''سفیرِ اردو'' میں میرا مضمون چھپا تھا۔ ''حسرت موہانی کا احساس جمالیات''اور نوادر میں ''حسرت موہانی کے بارے میں غلط بیانیاں''ان کی نقول بھی چاہیے۔ میری خاطر اتنی زحمت تو کرسکتے ہو۔

وہاں کے حالات کیا ہیں۔ زلزلہ آیا تو پہاڑی معصوم بستیوں پر، شہری حرام خوروں کو اب کے بھی معاف کردیا گیا۔ افسوس! یہاں بھی اس موسم گرما میں اٹلانٹک میں اب تک ۲۲ زبردست طوفان اُٹھ چکے ہیں جن میں سے ۳؍کارٹینا، ریٹا اور وعیما نے امریکا کے جنوب مشرق ساحلی علاقوں میں بڑی تباہی مچائی۔ لاکھوں افراد بے گھر ہوئے، اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ قدرت سزا دینے پر مائل ہے اس لیے ان حادثات میں افسوس ہے رنج نہیں۔ متاثرین لائق سزا ہوتے تو خوشی ہوتی۔

اپنے احباب کا حال لکھو اور جو جو پرسانِ حال ہو اس کو سلام پہنچا دو۔

ای میل کا جھگڑا ختم کرو۔ مہینہ میں ایک تفصیلی خط لکھنے کی زحمت گوارہ کرلو اس کی تکلیف بھی زیادہ عرصہ نہ دوں گا۔

والسلام

شفقت رضوی

ا۔خالد جامعی،شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی۔
۲۔ پروفیسر عبدالباری،شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی ۔
۳۔ ابو سعادت جلیلی (پ: ۱۹۳۸ء)، اصل نام: عزیز احمد، محقق، ادیب، نثر نگار، کتب: ''للّو لال کوی'' (ادبی سوانح حیات)، ''مبارز الدولہ''۔

محترم سلام!

(۱) اچھا ہوا کہ آپ نے آنا جانا ترک کردیا۔ میرا پیچھا چھوٹا۔ اب کوئی میری جان کھا کر سو دو[سو] صفحے کے مضامین نہیں لکھوا سکتا۔

(۲) اگر ''نعت رنگ'' کے شمارے چھپ چکے ہوں تو کسی کے ذریعے بھجوا دیں۔

(۳) اگر خدابخش لائبریری جنرل آیا ہو اور اس میں میرا مضمون شائع ہوا ہو تو وہ شمارہ (غالبًا ۱۱۹) مجھے بھجوا دیں۔

(۴) اسماعیل آزاد ذبیح نے اپنی کتاب میں جس مخطوطہ کو اردو کی اوّلین تحریر قرار دیا۔ اس کے بارے میں تفصیل درکار ہے۔

مخطوطہ کا عنوان؟

لکھنے والا کا نام؟

سالِ تصنیف یا سال کتابت؟

آزاد نے اسے پوربی کی کون سی بولی قرار دیا ہے۔

باقی خیریت اُمید کہ آپ بھی بخیر ہوں گے۔

والسلام

شفقت رضوی

۱۱/ ستمبر ۲۰۰۶ء

جناب صبیح رحمانی سلّمۂ تعالیٰ!

میاں صاحب زادے کیا تم زندہ ہو؟ میں پہلی جون کو نیویارک چلا گیا تھا۔ ۲۶/اگست کو واپس آیا، اس دوران نیویارک سے پھر ڈیلاس واپس آ کے بارہا فون کیا، گھنٹی بجتی ہے کوئی اُٹھاتا نہیں،

حیرت ہے۔ رات ۱۱، ۱۲/ بجے تک گھر میں کوئی نہیں ہوتا۔

''نعت رنگ'' کا انتظار رہا، میں نے ''روپ''[۱] کے بعد مرزا دبیر کی نعت گوئی پر مضمون بھیجا تھا، معلوم نہ ہوسکا۔ دونوں مضامین تم کو ملے یا نہیں۔ ماشاء اللہ اردو کے رسائل کے ایڈیٹروں کی طرح تم بھی اخلاقیات کو لپیٹ کر تکیہ کے نیچے رکھ کر بھول گئے ہو۔ اللہ یہ روش سلامت رہے، مسلمان ہو اور پاکستانی کبھی اچھی بات قبول نہ کرنا۔

توقع تو نہیں جواب طلب امور پر توجہ دوگے پھر بھی ضروری باتوں کے جواب کا انتظار رہے گا۔ کوئی پُرسانِ حال ہوتو سلام کہنا۔ باقی حسب معمول جی رہا ہوں۔

والسلام

شفقت رضوی

۱۔ ''مسدس در حالِ جنابِ رسولِ خدا(تصنیف روپ کنوار شاگرد نجم آفندی وفضل رسول)، مشمولہ: ش۱۹، ص۲۹۳۔۳۰۶

Nov. 24, 2006

جناب سید صبیح الدین صاحب رحمانی ۔مدیر اعلیٰ (ناکارہ) نعت رنگ (بے قاعدہ) سلام اور دعائیں ۔

آپ نے بڑا کرم کیا کہ ایک سال کے سکوت کے بعد ٹیلی فون کرنے کی سعادت آپ کو نصیب ہوئی ۔حسب ذیل دستور قدیم اب کی بار بھی نوید سنائی کہ ''نعت رنگ'' بس چھپنے والا ہے ۔پریس میں ہے ۔دیکھیں نو ماہ سے زائد عرصہ ہوگیا نوبت تولید کی نہ آئی بس امید ہی امید ہے اور دنیا کہتی ہے کہ وہ امید پر قائم ہے اور ہم ہیں کہ غالب کے ہم زبان نہیں ہم نوا ہیں ۔

''کوئی امید برنہیں آتی، کوئی صورت نظر نہیں آتی آپ نے جھانسہ تو دیا کہ دسمبر میں ''نعت رنگ'' مجھے پہنچ جائے گا دسمبر کے لئے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں اگر جھانسہ حقیقت بن جائے تو ہم قرب قیامت کا یقین کرلیں۔''نعت رنگ'' روانہ کرنے میں تاخیر نہ کریں خیال پڑتا ہے میرے دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت پاکستانی آپ کے اکاؤنٹ میں جمع ہیں انہیں استعمال میں لائیں اور نعت رنگ بھیجنے کا صرفہ اٹھائیں ۔اگر ممکن ہوتو فضلی سنز سے کلیات میر اور کلیات اقبال بھی خرید کر ''نعت رنگ'' کے ہمراہ

روانہ کردیں باقی حساب کتاب ہوتا رہے گا کلیات میر تو چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے کام آنے کا سنا ہے اس سے مردہ دل زندہ ہوجاتا ہے۔کلیات اقبال ... عرصہ سے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے ۔جی چاہتا ہے ان کو بھی جوش ملیح آبادی [۱] بنادوں کیسی رہے گی ۔

اہل کراچی کی نا معقولیت کا یہ عالم ہے کوئی خط کا جواب دینے کا روادار نہیں ۔ان سب کی شان میں کچھ لکھنے کی آزادی قلم کو دے دوں تو آفت آجائے ۔

یہاں آج کل سردیوں کی ابتدا ہے مستقل نزلہ زکام ،بیٹی ڈاکٹر، داماد ڈاکٹر اور ان کے درمیان ہم مریض! انشاء اللہ پوسٹ مارٹم تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے ۔

آپ کے کرم فرما ڈاکٹر تقی عابدی نے بڑی محبت اور عقیدت اور احترام کے ساتھ ایک دن میرے ساتھ گزارا۔ معلوم ہوا کہ ان کے پہلے ہی سے ہمارے چھوٹے داماد ڈاکٹر تجمل حسین سے جان پہچان ہے۔میں تو خیر انہیں کیا روٹی کھلاتا داماد ہی نے مدعو کیا تھا۔ جب میں نیویارک چلا تو تجمل اپنی پوری فیملی کے ساتھ کینیڈا کا چکر لگا آئے میں نہ جا سکا۔ اب اس کو کیا کہا جائے کہ لوگ ایک جملہ بھی برداشت نہیں کرسکتے ۔بظاہر تو انہوں نے ناراضگی نہ دکھائی میرا خیال ہے وہ مجھ سے خوش نہیں ہیں میں نے ان کے یادگار مرثیہ کا مطالعہ کیا ۔وہ ڈاکٹر تجمل کو دے گئے تھے ۔

ان کو میں نے لکھا ''سنا تھا کہ آدمی کے مرنے کے بعد ڈاکٹر لوگ نعش کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اب معلوم ہوا کہ کینیڈا کے ڈاکٹر زندہ ادب کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے لگے ہیں''۔یہ جامع تبصرہ بھلا ناراض ہونے کا ہے بہرحال مشغلہ تو ''چھیڑ خوباں سے چلی جائے'' والا ہے۔

عید کی مبارک کیا دوں عید سے زیادہ مبارک باد باسی ہوگئی ہے ۔تازہ خبر یہ ہے کہ کرسمس آنے والا ہے ابھی سے دھوم ہے چاروں طرف روشنی پھیلی رہتی ہے یہاں بس ایک کمی ہے کہ دل بجھا رہتا ہے اب تو روشنی کی امید ہی نہیں ۔

ے میرا پیغام محبت جہاں تک پہنچے

شفقت رضوی

ا۔جوش ملیح آبادی (۱۸۹۸ء۔۱۹۸۲ء)، اصل نام: شبیر حسن خان، نامور شاعر، شاعرِ انقلاب، تلمیذ: عزیز لکھنوی،

مدیر: ''کلیم'' و ''آج کل'' نئی دہلی، مشیر: وزارتِ تعلیم پاکستان، کتب: ''روحِ ادب''، ''شعلہ وشبنم''، ''جنون و حکمت''، ''نقش و نگار''، ''فکرو نشاط''، ''حرف و حکائت''، ''آیات ونغمات''، ''عرش و فرش''، ''رامش و رنگ''، ''سیف و سبو''، ''سرودو خروش''، ''سموم و سبا''، ''شاعر کی راتیں''، ''موجدِ فکر''، ''طلوع فکر''، ''نجوم وجواہر''، ''جذباتِ فطرت''، ''الہام و افکار''، ''محراب ومضراب''، ''مقالاتِ زریں''، ''اوراقِ سحر''، ''اشارات''، ''یادوں کی بارات''۔ اعزازات: پدما بھوشن (بھارت)، نگارایوارڈ۔

حسبِ قرارداد آپ نے کینیڈا سے 'نعت رنگ' شمارہ۱۷ نیویارک روانہ کردیا تھا۔ وہیں میں نے اس کا مطالعہ کرلیا تھا۔ ڈیلاس واپس آنے کے بعد آپ کا کراچی سے روانہ کردہ پیکٹ ملا۔ اس میں 'نعت رنگ' کے مذکورہ شمارے کے علاوہ حضرت مولانا کوکب نورانی کی کتاب 'نعت اور آدابِ نعت' شامل تھے۔ میرے حق میں آپ کا بڑا احسان ہے۔ حضرت قبلہ کے خطوط کے بارے میں نے اپنی کتاب 'نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ' میں خراجِ تحسین وعقیدت کے تمام پھول نچھاور کردیے تھے اب نچھاور کرنے کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔ یہ غالباً تیسری بار ان خطوط سے بصیرت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ کتاب کی اوّلین اشاعت سے قبل کمپوز میٹر کا بالتفصیل مطالعہ کیا تھا پھر کتاب نظر افروز ہوئی اور اب اضافہ کے ساتھ قندِمکرر کے مزے لوٹے۔ کہیے کس قدر خوش نصیب ہوں میں بھی!

'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میرے لیے دولتِ باپایاں ثابت ہوا۔ عرصے سے..(یہاں)..انگریزی سنتے سنتے کان پک گئے تھے۔ امریکی لہجے میں انگریزی بولتے بولتے زبان اور جبڑے تھک گئے تھے۔ انگریزی کتابیں پڑھتے پڑھتے آنکھیں پتھرانے لگی تھیں۔ 'نعت رنگ' نے اردو زبان کے چٹکارے لینے کا مزہ دیا۔ ایک تو سلونی زبان اس پر ذکرِ حبیبِ خدا ﷺ کی نورفشانی دل کے سرور اور روح کے کیف کے سامنے ہوگئے۔ خیال ہوا اردو کو مٹانے کے لیے غیروں نے اور ان سے زیادہ اپنوں نے جو زحمتیں اٹھائیں وہ سب بے کار ثابت ہوئیں۔ اگر اردو جنوبی ایشیا میں مٹ بھی جائے تو امریکا، کینیڈا، لندن، اٹلی، جاپان، وسطی ایشیا میں زندہ رہے گی اور اس کو مٹانے کا عزم رکھنے والے دوستوں کے سینے پر مونگ دلتی رہے گی۔ ذکرِ حبیبِ خدا ﷺ کے سلسلے میں بھی یہ رویہ صدیوں سے جاری ہے اور ذکر کی فراوانی ہے کہ بڑھتی جاتی ہے۔ لاکھ پابندی لگاؤ کہ ذکر نہ ہو، احترام نہ ہو، عقیدت میں سر نہ جھکے، ہاتھ کا اشارہ نہ ہو، زبان پر یارسول اللہ نہ آئے، لیکن نہ تو فتوؤں کی ضرب اور نہ قینچیوں کی ضرب دلوں کے جذبوں پر قابو پاسکیں نہ محبتوں اور عقیدتوں کے سوتے سوکھ سکے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذہنی خلفشار، تہذیبی

اقدار کی شکست و ریخت، مصلحتوں کو نظر سے ہٹانے کے اس دور میں 'نعت رنگ' طوفانوں کے درمیان جگنو کی طرح روشن ایک چھوٹا سا دیا ہے۔ اسے ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہیے۔ غالباً میں نے اپنے کسی پچھلے خط میں لکھا تھا کہ 'نعت رنگ' ختم ہوا تو سمجھو تمھاری زندگی ختم ہوگئی۔ میرے خیال میں 'نعت رنگ' کے تمام لکھنے والے اور پڑھنے والے بھی اس سے متفق ہوں گے۔

'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ پچھلے تمام شماروں کی طرح جان دار ہے۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے شوقی کے جس قصیدے کا تعارف کروایا ہے وہ نہایت شان دار ہے مسلمانوں کے موجودہ حالات کے تناظر میں ایک ایک شعر دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے کہیں کہیں تو اشعار اشک فشانی کے موجب بن جاتے ہیں۔ میں نے ان اشعار کو غور سے پڑھا اور شاعر کی ندرتِ بیان کا قائل ہوا۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ہمیشہ غور وفکر کی دعوت دینے والی تحریروں کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان کے مضمون نے باور کروایا کہ حضورﷺ کی ذاتِ گرامی کا ذکر زبان، نسل، مذہب، عہد اور دیگر نوعیت کی ہر حد بندیوں سے آزاد ہے۔ آپ سے عقیدت کے پھول کہاں کہاں اور کتنے خوب صورت اشکوں میں کھلتے چلے جاتے ہیں کہ ان کا شمار بھی انسانی قوت سے باہر ہے۔ مراٹھی زبان میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم حضرات نے نعت کے گلاب کھلائے ہیں، اس مضمون سے معلومات کا نیا در وا ہوا ہے لیکن اس میں ایک طرح کی تشنگی کا احساس ہوا۔ یہ مضمون غیر مراٹھی دان افراد کے لیے لکھا گیا ہے لیکن اس کا رویہ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراٹھی دان لوگوں کے لیے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مراٹھی کے جو اسما اور مراٹھی کی شاعری کے جن اصناف کا ذکر ہے ان کے مفہوم سے کماحقہ آشنائی نہیں ہو پاتی۔ جس طرح ڈاکٹر صاحب موصوف نے 'کلغی طرے' کی وضاحت (ص۵۲) فرمائی ہے۔ اسی طرح مراٹھی صنفِ سخن 'روایتی' کی بھی وضاحت فرما دیتے۔ مراٹھی زبان کے الفاظ، اصطلاحات اور اسما و معنوں سے مبرّا صرف... لفظوں کے ڈھیر بن کر رہ گئے ہیں۔

'گرام گیتا'، 'دارگری سنیر دائے'، 'تلک اگرکر'، 'مراٹھی وشوکوش' جیسے الفاظ اپنی معنویت سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوئے یا یوں سمجھیے کہ ہم ان کے معنوں کو تلاش نہ کرسکے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کم استعداد لوگوں کا خیال رکھ کر تحریر فرمایا کریں تو اس کی اہمیت اور افادیت سیکڑوں گنا بڑھ جائے۔ اس مضمون میں دوسری بات جو تشنگی لیے ہوئے ہے شاعروں کے عہد کے تعین سے متعلق ہے۔ مضمون پڑھ کر یہ تعین کرنا کہ کون سا شاعر کس عہدے کا ہے ممکن نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف ہر شاعر کے بارے میں اشارہ کرتے تو قاری کے لیے عہد کے تعین میں مدد ملتی۔ ہمیں علم ہے کہ ڈاکٹر صاحب صاحبِ علم ہیں اس

کے اظہار کی ان کو ضرورت نہیں ہے ان کی معلومات ہمارے علم کے حدود سے بھی پرے تک ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک مضمون میں غیر متعلق ضروری اور اہم باتوں کو بھی شامل کرلیا جائے۔ اس مضمون کے ص۵۸ کے آخری پیراگراف سے لے کر اگلے صفحے کے دو ابتدائی پیراگراف مضمون میں پیوند معلوم ہوتے ہیں۔

ریاض حسین چودھری اور پروفیسر فیروز شاہ کے مضمون نفسِ مضمون کے لحاظ سے ایک دوسرے کا سلسلہ ہیں۔ اس موضوع پر مزید گوہر افشانی کی ضرورت ہے۔ ان دونوں صاحبانِ علم نے مضامین میں اشعار کے جو گل دستے سجائے ہیں ان سے ان کے مطالعے کی وسعت اور شعرفہمی کی صف نمایاں ہے۔ اگرچہ تعداد بڑھانے کے خیال سے ایسے چند اشعار بھی حوالہ میں آگئے ہیں جو مضمون سے مطابقت نہیں رکھتے یا نعت کے مزاج یا حضورﷺ کی عظمت سے میل نہیں کھاتے۔

ان دونوں مضامین کو پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ ان میں الفاظ کی کثرت ہے۔ بیان میں رنگینی ہے، زبان میں لطف ہے، مفہوم میں کمی ہے اور خیال کی تکرار ہے۔ میری ناقص راے ہے۔ اس موضوع کے لیے اسلوب جداگانہ ہوتا ہے 'طلسم ہوش رُبا' اور 'فسانۂ عجائب' نوعیت کی زبان اور ہے علمی، ادبی معلومات اور راے کے لیے طرزِ بیان مختلف ہے۔ افسانہ اور ناول جداگانہ نوعیت کی تحریر کے متقاضی ہوتے ہیں۔ عشقیہ خطوط کی رنگینی بیان سے جدا ہوتی ہے۔ حضورﷺ کے ذکر کو 'طلسم ہوش رُبا' نہ بنائیے۔ 'فسانۂ عجائب' کو بھول جائیے کہ اب مزاج اس سے ہم آہنگ نہیں۔ عقیدت کو عقیدت رہنے دیجیے اسے افسانے میں نہ ڈھالیے آگے مرضی آپ کی جو آپ کی رضا ہو سو کریں۔

'نعت رنگ' کے لکھنے والوں میں سب جانے پہچانے نام ہیں ان سب کی یادوں کے لیے دل کا ایک ایک گوشہ سجا رکھا ہے۔ جعفر بلوچ، مصباح الدین شکیل، 'نعت رنگ' میں کم دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی محبتیں اور عنایتیں خوب یاد ہیں۔ جتنے اچھے یہ لوگ ہیں اتنی ہی اچھی باتیں کرتے اور لکھتے ہیں۔ مصباح الدین شکیل نے مرحوم رحمٰن کیانی[۱] کی یاد تازہ کردی۔ وہ شاعر بھی خوب تھے اور انسان بھی خوب تھے۔ ایک گروپ فوٹو میں ان کی یادگار موجودگی میرے پاس محفوظ ہے۔

اور آخر میں سب سے اہم نام ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی سب سے اہم ہے۔ یقین مانیے ان کی تحریریں ذہن میں ہلچل مچا دیتی ہیں۔ دل کے تاروں کو چھیڑنا خوب جانتے ہیں۔ ان کے دونوں مضامین میں جو ماضی قریب کی تہذیبی زندگی کے حوالے سے پڑھنے کو ملے ان کے وسیلے سے اپنے ۷۵ سالہ ماضی کو بار بار دُہرانے اور لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ برصغیر کے مسلمانوں کی

تہذیب، ان کا تمدن، ان کا رکھ رکھاؤ کسی قدر جاں فزا اور روح کو بالیدہ کرنے والا تھا کہ آج ان کے ذکر سے تاریکیِ جاں میں اُجالے جاگ جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مضمون میں ظاہری انتشار پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں فکری ربط ضرور ہے۔ کیا خوب ہو اگر وہ ذہن میں محفوظ تہذیبی یادوں کے ذخیرے کو نئی نسل کی تربیت کی خاطر مفصل تحریر کر کے شائع کرنے کا اہتمام کردیں۔

یوں تو مسلمانانِ عالم کا شعوری اور تہذیبی رویہ رو بہ انحطاط ہے۔ اس کی پست ترین سطح پر پاکستانی معاشرہ ہے کتنی بدنصیب قوم ہے جو گزشتہ نصف صدی میں ایک رہ نما قوت پیدا نہیں کرسکی۔ بیس ویں صدی کے نصف اوّل میں جو مسلمان رہ نما گزرے ہیں ان کے پست قامت بھی نصف آخر کے قدآور سے بلند تھے۔ مذہبی، سیاسی، سماجی، علمی میدانوں میں ہُو کا عالم ہے۔

کوئی بے راہ روی کو روکنے والا نہیں کوئی درست راہ سجھانے والا نہیں۔ ڈاکٹر کشفی اور وہ تمام بزرگ جو تہذیبی یادوں کے خزانے رکھتے ہیں اب اپنی تحریروں کے ذریعے زمانے کو لٹا دیں یہ بڑا احسان ہوگا اس عہد پر۔

شفقت رضوی

۱۔ رحمٰن کیانی (۱۹۲۴۔۱۹۹۰ء)، نام: عبدالرحمٰن، ممتاز شاعر، ماسٹر وارنٹ افسر: پاک فضائیہ،شعری کتب: ''ناشنید''، ''پلکوں کے چراغ''، ''سیف وقلم''، ''شعلۂ مشرق''، ''شرار سنگ''،نعتیہ مجموعے: ''حرفِ سپاس''، ''شمشیرِ ضیاء بار''۔

جناب صبیح رحمانی صاحب !

مدیر اعلیٰ ''نعت رنگ''۔

بعد سلام و دعا کے اطلاع ہے کہ آپ کی روانہ کردہ آٹھ عدد کتب وصول ہوئیں گو ان کے پہنچنے میں دو ماہ کی تاخیر ہوئی لیکن کیا کیا جائے حالات آپ کے اور میرے قابو میں نہ تھے۔ کتب کیا ہیں عطیہ من جانب اہل الخیر ہیں موسم خشک سالی میں لہلہاتے سبزہ زار ہیں۔ چند ماہ پہلے طوفان کینسر اور Rediation سر پر سے گزرا ہے اس کے بعد کھلتے ہوئے چمن کی فضائے صحت افزا کی نوید:

تم جیو ہزار برس اور ہر برس کے چاہو جتنے دن لے لو

تمھارا اصرار ہے کہ ان کتب پر میری رائے ضبط تحریر میں آنا چاہیے۔ میری رائے سے لوگ کب خوش ہوئے ہیں جو اب ہوں گے تم چاہتے ہو کہ لوگوں کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا رہے تو یہ سر

حاضر ہے بات عزیز محترم جناب عزیزاحسن سے شروع کی جائے۔''..... بے مزہ نہیں ہوتے''۔ ان کے مجموعۂ نعت ''شہپر توفیق'' غور سے پڑھا، کتاب کے نام کو بار بار دہرانے کی کوشش کی عجیب وغریب آوازیں نکلیں مگر صحیح تلفظ ادا نہ ہوسکا شاید کینسر کی سرجری کے مابعد اثرات ہوں لوگ کتابوں کے نام اتنے مشکل کیوں رکھتے ہیں ''آسان اردو'' والوں کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ بہرحال اندازہ ہوا کہ عزیز محترم ہیئت اور اظہار کے تجربوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ کرم کرے گا تو کوئی سمت تکمیل کی نکل ہی آئے گی۔ آثار اچھے ہیں۔ لیکن جو مزہ غزل یا قصیدہ کی ہیئت میں ہے وہ ذرا کم ہی کسی دوسری صنف میں ہے یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔

''نعت میں کیسے کہوں!''[ا] ایک سوال مع جواب ہے ہم تو پروفیسر محمد اقبال جاوید کی عبارت آرائی بلکہ طرز مرصع کے پرانے قتیل ہیں بار بار اس طرز خاص کو اپنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے میرا خیال ہے عطاحسین خان تحسین بھی نو طرز مرصع کا جدید ایڈیشن تیار کرنا چاہیں اور محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' کی سبیل لگانے پر اصرار کریں یا خلیل جبران نثری شاعری میں الہامی شاعری دہرانا چاہیں تو بھی پروفیسر صاحب موصوف کی اس تصنیف کے آگے سپر ڈال دیں یہ ہم جیسے اردو سیکھنے والوں کے لیے مفید بلکہ مجرّب ہے۔ لیکن یہ احساس ہوتا ہے کہ مندرجات اور عنوان کے درمیان کچھ فاصلہ زیادہ ہے۔

یادش بخیر پروفیسر ابوالخیر کشفی کے بارے میں صاحب الرائے مبصرین کے خیالات پر مشتمل ایک کتاب پہلے ہی وصول ہوئی تھی اب ان کے مضامین کا مجموعہ ملا ''نعت اور تنقیدِ نعت''[۲] قند مکرّر کا مزہ پایا کشفی صاحب سے ہمارے بہت پرانے تعلقات ہیں کبھی وہ ہم سے ناخوش رہے کبھی ہم اُن سے، اس طرح رسم التفات نبھائی جاتی رہی ہماری کیا بساط کہ ہم ان کی شان میں ایک کلمۂ نادرست زبان پر لاتے ان کی اعلیٰ ظرفی کہ جب ہماری بات چلی اچھے لفظوں میں ذکر کیا ان کی تحریریں ان کی یاد کو زندہ رکھنے اور علم سکھانے میں مددگار رہیں گی۔

''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں''[۳] یہ ''نعت رنگ'' کے لیے ایک توصیف نامہ ہے اس میں اہلِ علم کی آرا وقیع اور'' نعت رنگ'' کی اہمیت کو اجاگر کرنے والی ہیں البتہ اہلِ علم کے درمیان ''نااہلِ علم'' بھی ہیں۔ مثلاً شفقت رضوی! کیا اچھا ہوتا اگر صراحت کی جاتی ''اہلِ علم اور نااہلِ علم کی نظر میں'' کتاب کو مرتب کرنے میں بڑی محنت کی گئی ہے اور مطبوعہ تحریروں سے زیادہ غیرمطبوعہ تحریروں کا وزن ہے۔

''اشاریہ نعت رنگ'' [۴] کئی کوششوں کے بعد ایک جامع اشاریہ ہے غالباً ''نعت رنگ'' کے اوّلین اشاریہ لکھنے کی بدعت میرے قلم سے ہوئی تھی جس کا تکملہ سہیل شفیق نے کردیا ہے اور ہم سے زیادہ محنت سے کیا ہے اور سابقہ تمام کاوشوں پر سبقت لے گیا ہے۔

اس کا مقدمہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے لکھا ہے حسبِ عادت اس کی ابتدا مولانا ابوالکلام آزاد [۵] سے ہوئی ہے اور اختتام بھی مولانا ابوالکلام آزاد ہی پر ہوا ہے انھوں نے اشاریہ نویسی کے سلسلہ میں اہم کاوشوں کا ذکر کیا ہے لیکن غالباً مقدمہ عجلت میں لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض اہم کڑیاں ذکر سے محروم رہیں، مثلاً ڈاکٹر عابد رضا بیدار [۶] کا اشاریہ حسرت موہانی کے رسالہ ''اردو معلیٰ'' جو رسالہ ''برہان'' دہلی میں سولہ اقساط میں شائع ہوا ان کے علم میں ہے مگر اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

صبیح رحمانی کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اپنی کہی ہوئی نعتوں کی وجہ سے مقبول ہیں یا ''نعت رنگ'' کے شائع کرنے کی وجہ سے مشہور ہیں اب انھوں نے ادارت کا قلمدان بند کرکے ترتیب و تدوین کا کام بھی شروع کردیا ہے اب نئے نئے شعبوں کی تلاش میں ہیں کہ اپنے جوہر دکھلائیں۔ مؤلف نو کی حیثیت سے انھوں نے ''غالب اور ثنائے خواجہ'' [۷] پیش کردی ہے ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے ان مضامین کا مجموعہ جن میں غالب کی نعت گوئی کو موضوع بنایا گیا ہے مضامین وقیع اور جان دار ہیں مگر موضوع اتنا وسیع ہے کہ ابھی تشنگی باقی ہے اردو میں چیدہ چیدہ اشعار نعتیہ ہیں مگر فارسی میں بھرپور نعتیں ہیں ان کی فارسی نعتوں کا جس قدر ذکر اس کتاب میں ہونا چاہیے تھا نہیں ہے ہمارے محبّ محترم ڈاکٹر سید تقی عابدی [۸] مقیم ٹورانٹو نے مذہبی لٹریچر کی اشاعت نو کے سلسلہ میں جو عظیم کام شروع کیا ہے وہ قابلِ صد تحسین ہے انھوں نے ایک ضخیم دیوان غالب نعت و منقبت مرتب کیا ہے جو ۸۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں غالب کی تمام فارسی نعتیں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر نعتیہ اشعار کی تعداد ڈھائی سو سے زائد ہے اکثر اشعار کا مفہوم اردو میں دے دیا ہے مگر بہت سے اشعار کو اس عمل سے محروم رکھا گیا ہے اب جب کہ فارسی داں طبقہ برائے نام رہ گیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ فارسی کلام کو سمجھنے کے لیے اردو مفہوم سے کام لیا جائے ڈاکٹر صاحب موصوف اسے بخیروخوبی کرسکتے تھے کہ وہ فارسی کو اہلِ زبان کی طرح بولتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ''نعت رنگ'' غالب کی فارسی نعتوں کا اردو منظوم ترجمہ کروا کر اسے اہتمام سے شائع کرے غالب کی فارسی مثنوی ''ابر گوہر بار'' کا ایک طویل حصہ نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے یاد پڑتا ہے اس کا اردو منظوم ترجمہ مرحوم رفیق خاور [۹] نے کیا تھا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔

''فہرست کتب نعت لائبریری''[۱۰] ایک اہم جدت ہے اوّل تو نعت لائبریری خود ایک جدّت ہے قابل تحسین ہیں وہ حضرات جنھوں نے بے سر و سامانی میں ذوق کی تکمیل کی کوشش کی یہ عمل ان کی ہمت و حوصلہ، لگن اور خلوص کی نشان دہی کرتا ہے اور صاحب وسیلہ، ظاہر پرست نمود و نمائش کے خواہاں صاحبان ثروت کے منہ پر طمانچہ ہے جو شخص لائبریری اپنی دولت مندی کی نمائش کے ساتھ بے جا صاحب ذوقِ علم و ادب ہونے کی شباہت کے طور پر رکھتے ہیں حالاں کہ ان لائبریریوں کی کتابیں کبھی کھول کر دیکھی بھی نہیں گئی ہوتیں۔ نعت لائبریری کا تصوراعلیٰ ذہنی اور روحانی خلوص کا نتیجہ ہے اس سلسلے میں پہلے راجا رشید محمود اور غوث میاں کے نام سننے میں آئے ہیں یہ میری بدنصیبی ہے کہ کبھی ان سے استفادہ کا موقع نہیں ملا اب نعت ریسرچ سینٹر نے بھی اس نوع کی لائبریری قائم کی ہے ان تمام لائبریریوں کی فہارسِ کتب تیار ہو جائیں تو محقق حضرات کی رہنمائی کے لیے ادبی ماخذ بن جائیں گی ہم محمد یوسف ورک صاحب قادری کی خدمت میں سپاس گزار ہیں کہ ان کی محنت اور کاوش سے شاہدرہ نعت لائبریری کا قیام عمل آیا ہے اور اس بات کے لیے بھی سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے فہرست بھی مرتب کردی۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ موجود کتب کی نسبت سے مطلوبہ کتب کی تعداد کم نہیں ہے یہ صاحبانِ تصنیف اور ناشرین کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

اور آخر میں سب سے اہم کتاب ہے صبیح رحمانی کی نعتوں کا انگریزی ترجمہ "Reverence Unto His Feet"[۱۱] ہم پہلے ہی صبیح رحمانی کی نعتوں کی سحر کے اسیر تھے اب سارہ کاظمی کے انگریزی ترجمے نے اس دام کو مزید مضبوط کردیا ہے اردو شاعری کے ترجمے تو ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن نعتوں کا کوئی ترجمہ اب تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ سارہ کاظمی کو اس سلسلہ میں تقدم کا شرف حاصل ہے۔ یہ ترجمہ انھوں نے اصل مفہوم میں ڈوب کر کیا ہے۔ اس میں تخلیقی شان پیدا ہوگئی ہے۔ اندازہ ہوا کہ انھیں انگریزی زبان پر کامل عبور حاصل ہے اور وہ ہر قسم کے مضامین کو اس زبان میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی ہے ایک بات اس میں ہمیں یہ بھی نظر آئی کہ جہاں عربی یا مذہبی الفاظ و اصطلاحات استعمال کی ہیں تو ان کا صحیح تلفظ من و عن لکھا ہے۔ دوسرے لکھنے والوں کی طرح الفاظ کا حلیہ نہیں بگاڑا ہے اب ہم حیران ہیں اس کتاب کے لیے صبیح رحمانی کو تحسین کے لائق سمجھیں یا محترمہ کی خدمت میں کلماتِ تحسین گزاریں یہ ایک اہم کاوش ہے شاعر کو غیر اردو دنیا میں متعارف کروانے کی لاجواب کوشش ہے۔

شفقت رضوی

۱۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۶۸ص

۲۔۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر،۲۳۲ص

۳۔مرتب: ڈاکٹر شبیر احمد قادری، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۵۰۰ص

۴۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر،۲۷۲ص

۵۔مولانا ابوالکلام آزاد(۱۸۸۸۔۱۹۵۸ء)، ممتاز عالم، صحافی، ادیب و شاعر، مدبّر، ماہرِ تعلیم، مدیر: ''الندوہ''، ''وکیل''، ''لسان الصدق''، ''الہلال''، وزیرِ تعلیم: حکومتِ ہند، کتب: ''ترجمان القرآن'' (جلد اول و دوم)، ''غبارِ خاطر''، ''کاروانِ خیال''، ''تذکرہ''، ''مسئلۂ خلافت''، ''میرا عقیدہ'' و دیگر۔

۶۔عابد رضا بیدار (۱۹۳۴۔)، مصنف، محقق، ڈائرکٹر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، کتب: ''آزاد۔ ایک عظیم صحافی''، ''نثر کا حسن''، ''متاع فقیر'' (ڈاکٹر ذاکر الرحمٰن کے حالات و خدمات)، ''غالبیاتِ نو''، ''غالب کی عظمت''، ''اردو کے اہم ادبی رسالے اور اخبار''، ''قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمانی۔ دو نظریے''، ''نئے اور پرانے چراغ''، ''نواب یوسف علی خان ناظم''، ''ہندوستانی مسلمانوں کے ریفارم کے مسائل''، ''مثنوی تصویرِ محبت'' (داستان رام چندر) و دیگر۔

۷۔۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۷۶ص

۸۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی (پ: ۱۹۵۲ء)، شاعر، ادیب، محقق، میڈیکل ڈاکٹر، کتب: ''چوں مرگ آید''، ''اقبال کے عرفانی زاویے''، ''رموز شاعری''، ''شہید''، ''جوشِ مودّت''، ''گلشن رویا''، ''انشاء اللہ خاں انشاءؔ''، ''اظہارِ حق''، ''دُربارِ رسالت''، ''فکر مطمئنہ''، ''مجتہد نظم مرزا دبیرؔ''، ''طالع مہر''، ''سلکِ سلام دبیر''، ''تجزیہ یادگار انیس''، ''ابواب المصائب''، ''روپ کنوار کماری''، ''مصحفِ تغزل''، ''غالبؔ دیوانِ نعت ومنقبت''، ''سبدِ سخن'' و دیگر۔

۹۔رفیق خاور(۱۹۰۸۔۱۹۹۰ء)، شاعر، ادیب،مترجم، محقق، نقاد، مترجم، ماہر لسانیات، مدیر: ''ماہِ نو'' لاہور، چند کتب کے نام: ''ریختہ رشکِ فارسی''، ''خاقانی ہند''، ''اقبال اور اس کا پیغام''، ''ابر گہر بار''، ''پدما سے چناب تک''، ''ہماری موسیقی''، ''پاکستان کے گیت''، ''گیت مالا''، ''گاندھی نامہ''، ''قلوپطرہ'' (ناول۔ شریک مصنف)، ''شاہ جہاں'' (ڈرامہ)، ''حرفِ نشاط آور''۔

۱۰۔۲۰۰۶ء، لاہور: نعت پبلی کیشنز، بار دوم ۲۵۴ص

۱۱۔۲۰۰۹ء، برطانیہ: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۴۶ص

May 2, 2009

جناب صبیح رحمانی صاحب

محترم۔سلام۔ بہت دنوں سے بات نہیں ہوئی بے چینی سی ہے گلہ کام نہیں کر رہا ہے کہ فون

کرتا سوچا خط لکھ کر بھڑاس نکال لوں ۔امید یہ ہے کہ۲۳ ر اپریل کو Radiation کا عمل جوں توں ختم ہوا گردن کے اندر کا حال معلوم نہیں بیرونیکیفیت یہ ہے کہ آگے کا حصہ دہکتی آگ کی طرح سرخ، یوں معلوم ہوتا کہ کسی نے بکرے کا گلہ کاٹ کر تن سے جدا نہیں کیا یوں ہی چھوڑ دیا ہے پتہ نہیں محاوروں میں اسے کیا کہتے ہیں۔گردن زنی تو سنا تھا گردن سوختنی کے مرحلہ سے گزرا جیسے دوزخ کی نصف سزا یہیں بھگت لی ہے معلوم نہیں وہاں بھی آگ کس قسم کی ہوگی عمومی یا بجلی کی۔

آپ کی حسب ہدایت اسی روز میں نے امان خان صاحب دلؔ کو فون کرکے کتابیں منگوانے کے لیے کہہ دیا تھا انہوں نے کراچی اپنے عزیز سے بات کرنے کا وعدہ تو کیا معلوم نہیں یہ مرحلہ طے ہوا یا نہیں۔

آپ نے جس کتاب کو بھجوانے کا وعدہ کیا اس کا کیا ہوا ضروری نہیں کہ کوریئر سے بھجوایا جائے عام رجسٹرڈ ڈاک سے آجائے گی۔

آپ ایک ضروری کام کریں ابو سعادت جلیلی میرے کرم فرما ہیں میں ان کا زیر بار احسان ہو ان کی عنایتوں اور مہربانیوں کی تفصیل لکھ نہیں سکتا صورت حال یہ ہے کہ کینسر کی وجہ سے ان کو فون نہ کر سکا خط ان کو ملتے نہیں۔ متعدد خط بھیجے جواب نہیں آیا میں فون کرنے سے کتراتا ہوں آپ انہیں اس نمبر پر فون کریں ۴۸۱۶۵۹۱ اور میرا حال سارا ان کو بتلادیں۔آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہیں ان سے کہیں مجھے خط لکھیں بڑی مہربانی ہوگی۔

آپ نے اقلیم نعت کے شہنشاہ [۱] کا کلام بلاغت نظام روانہ کرنے کو کہا تھا میں منتظر ہی رہا آپ ردیف الف کا کلام فوٹو کاپی کروا کرڈاک سے روانہ کردیں میں کلام کو دوبارہ صحت کے ساتھ تحریر کردوں گا اس عرصہ میں کچھ اور صفحات روانہ کرسکتے ہیں اس طرح سلسلہ بلاقساط جاری رہے گا کسی قسط کے کھو جانے سے بھی زیادہ نقصان نہیں ہوگا آج کل فرصت ہے کوئی کام نہیں شاید یہ ہی کام ہوجائے میرے پاس وقت کم ہے اور تیزی سے گذرتا جارہا ہے اگر AG سندھ میں کوئی بااثر آدمی ہے یا وہاں کسی افسر کو جاننے والا ہے تو تلاش کرو۔اگر میری پینشن بحال کرواسکتا ہے تو یہ کام کردے شاید یہ لالچ مجھے کراچی لے آئے کیا ہمارے مولانائے محترم کوکب نورانی کے حلقۂ ارادت میں ایسا کوئی نہیں ہے جو یہ کام کروادے۔ میری طرف سے سلام آداب اور کورنش گزاریے اور استدعا کریں کہ جہاں وہ بابرکت کام کرتے ہیں وہاں اس بے برکت کے لیے یہ کام بھی کردیں۔ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام۔ کام کیا لکھوں صفحات درکار ہوں گے وہ سب دور ہیں مگر دل سے دور نہیں جب گردن جھکا تا ہوں انہیں دیکھ

لیتا ہوں۔

میں نے ذکر کیا تھا ڈاکٹر جعفر احمد کو خط لکھا ہے دو ماہ کی تاخیر سے جواب دیا ہے اور میرے مسودات منگوائے ہیں جلد بھجوادوں گا۔ باقی خیریت ۔

شفقت رضوی

ا۔ کفایت علی کافی شہید، مجاہدِ آزادی، شاعر، ادیب، کتب: ''دیوانِ کافی'' و دیگر۔

جناب مولانا صبیح رحمانی صاحب ۔السلام علیکم ۔مزاج گرامی ۔خط ملا اور خوشگوار حیرت ہوئی۔ چلئے اس بہانے آپ کو لکھنا تو آ گیا ۔

مجھ پر ٹی وی دیکھنے کی بات محض تہمت ہے جو کچھ لکھا تھا وہ اچٹتی نظر کا حاصل تھا بھلا پاکستان اور انڈیا کے ٹی وی اور فلم میں رکھا ہی کیا ہے وہی فرسودہ موضوع محبت اور شادی ،سو صدیاں ہو گئیں اس دفتر کو در یابرد کیے۔البتہ کچھ عرصہ امریکی ٹی وی سے شغف رہا یہاں کے مسائل اور نکتۂ نظر سمجھنے کے لئے معلوم ہوا یہاں جتنی اچھائیاں ہیں اس سے زائد برائیاں ہیں اگر یہاں کے ٹی وی کا حال لکھوں تو آپ کی روح کانپ جائے البتہ ''خالی ہاتھ'' میں اس پر ایک باب لکھوں گا۔

آپ رسالہ چھاپتے نہیں اور مضمون کے تقاضے کرنے لگتے ہیں آپ نے ''نوادر'' میں میرا مضمون چھپنے کی اطلاع دی ہے مجھے یاد نہیں ان کو مضمون کب بھجوایا تھا البتہ یہ مضمون ''انشا'' کے ایڈیٹر مجھ سے لے گئے تھے یہ یاد ہے۔ یہ میرے ایک طویل مقالے کا حصہ ہے ممکن ہے کبھی اس کا پھیلاؤ کتاب کی شکل اختیار کرلے ۔آپ نے زحمت کی مضمون پڑھنے کی۔اس میں آپ کے محبّ خاص ڈاکٹر پروفیسر فرمان فتح پوری کا بھی ذکر خیر ہے پڑھیے اور موقع ہوتو ان کو پڑھوایئے میں نے ان پر جب بھی اعتراضات کیے اس کے جواب کا منتظر رہا ان پر میرا بہت قرض چڑھا ہوا ہے ۔

بھائی عزیز احسن سے ملاقات ہوتو سلام کہیے اور میری طرف سے گزارش کیجئے کہ اپنے آپ کو سنبھالیں ۔انسان وہ نہیں جو مسجد کا فقیر بن کر رہ جائے ۔اللہ نے بت کدے بھی آباد کئے ہیں اس کے درشن بھی ہوتے رہنا چاہئے۔ چلو تو ساتھ زمانہ کو لے کے چلو ۔دین لینا ہے تو دنیا کو نہ چھوڑو جو دین کا ہو کر رہ گیا وہ بھی کام سے گیا اور جو دنیا کا ہوکر رہ گیا وہ بھی کام سے گیا۔ کیا اللہ میاں یہ نہیں پوچھیں گے کہ تجھے دنیا میں کیا صرف عمرے کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا ۔بات تو جب ہے نہ بحرِ عصیان

کے کنارے سے گذرو اور دامن کو بھیگنے نہ دو نگاہیں پھیر کر گزر جانا کیا معنی! اللہ اور بندے کے تعلق کو میں رسومات سے بالا تر سمجھتا ہوں عبادت اور رسومات ایمان نہیں ۔ایمان کے اظہار کا ذریعہ ہیں زیادہ سے زیادہ اسے تجدید کا عمل کہہ لیں ۔اب اگر ایمان تو رہا طاق میں اور اظہار ہی اظہار ہے یا تجدید ہی تجدید ہے تو کیا حاصل برا نہ مانیں ۔آپ لوگ رسمی مسلمان ہیں میں ایمان رکھنے والا مسلمان ہوں آپ لوگ عبادت اور رسومات کے ذریعہ خدا کو خوش کرنا چاہتے ہیں میں ایمان کو دل کی اور روح کی گہرائیوں میں بسا کر اسے خوش کرنا چاہتا ہوں میں سمجھتا ہوں عبادت سے بالا تر ہے کہ انسان دنیا میں ملوث رہے اور گناہ سے بچا رہے ۔جس کا دنیا سے واسطہ نہ ہو وہ گناہ کو کیا سمجھے گا اور گناہ کی طاقت کو کیا سمجھے گا۔ طاقت سے منہ موڑ کر گزر جانا اور ہے طاقت کا دیوانہ وار مقابلہ کرنا اورزیر نہ ہونا اصل ایمان ہے ۔

واللہ کہ میں گنہگار ہوں منکر نہیں مشرک نہیں صاحب ایمان ہوں اس لیے اپنے پر بھروسہ رکھتا ہوں جس خار زار سے کہیں گزرنے کے لئے تیار ہوں شاید کوئی یقین نہ کرے مجھے ہمیشہ تائید غیبی حاصل رہی ہے مشکل سے مشکل حالات میں جہاں سے گزرنا میرے بس کی بات نہیں تھی وہاں غیبی طاقت نے میرا ساتھ دیا ۔ان حالات سے گزرا ہوں جس کے بارے میں کوئی منطق کوئی تاویل کام نہیں آسکتی مگر ایسا ہوا ہے معلوم ہوا معجزے پیغمبروں کے لیے ہی نہیں ہوتے ہم جیسے دین دار ایمان داروں کے لئے بھی ہوتے ہیں اگر زندگی رہی تو اس بارے میں تفصیلی شواہد اور واقعات کے حوالے ''خالی ہاتھ'' میں پیش کروں گا ۔

یہ سب اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ آپ کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مائل کروں۔زبان سے نہ سہی دل سے آپ بیعت کر چکے ہیں یہی کافی ہے ۔

''حسرت موہانی کی ادبی اور تحقیقی خدمات'' کے موضوع پر کتاب مرتب کر رہا ہوں اندازہ ہے کہ سو صفحات ہوجائیں گے۔''خالی ہاتھ'' کے سو، سوا سو صفحے لکھ چکا ہوں۔ ابو سعادت جلیلی صاحب نے جعفر احمد صاحب کے خط کی نقل بھجوائی ہے جعفر احمد نے میری کتاب پاکستان اسٹیڈی سے جلدی شائع نہ ہونے کی معذرت کی اور فوری طور پر کام شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔معلوم نہیں شروعات ہوئی ہیں یا نہیں۔ خدا بخش لائبریری سے جو کتاب چھپی ہے وہ ابھی تک دیکھنے کو نہیں ملی۔ یہ نصیب ہے اردو کے ادیبوں کا۔ یہاں یہ حال ہے کہ کلنٹن کی سوانح عمری ۸ ملین کی تعداد میں چھاپنے کا معاہدہ ہوا ہے پہلے روز ایک ملین کتابیں فروخت ہو گئیں ۔کلنٹن کو معاوضہ میں ۳۵ فی صد رقم ملے گی لکھ پتی بننے کے لیے ایک کتاب کافی ہے ۔

امریکہ بڑا عجیب ملک ہے جہاں برائی بڑے پیمانے پر ہے تو اچھائی اس سے بھی بڑے پیمانے پر ہے۔سماجی اور سیاسی نظام ایسا ہے کہ آپ کا جو جی چاہے لکھیں کوئی برا نہیں مانتا ۔ایک کتاب ۸؍اگست کو چھپی ہے نام Check Point لکھنے والا ہے Necholson Baker سیاسی نوعیت کا ناول ہے جس کے ابتدائی ۱۱۰ صفحات میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ کیوں نہ موجودہ صدر امریکہ کا مواخذہ کرکے سزا دی جائے۔ میںنمرزا سے کہیں اس کا ترجمہ کرواکے چھاپیں خوب بکے گی۔ اس کتاب پر بھی کوئی باز پرس نہیں ہوئی۔مائیکل مور نے ۱۱؍ اگست کے حوالے سے ایک فلم بنائی ہے اخبارات میں اس کی نہایت حمایت اور مخالفت میں ڈھیروں لکھا گیا ۔سینما گھروں میں فلم چلانے سے انکار کردیا خوب کیسٹ بکیں اس کے خلاف بھی کوئی کاروائی نہیں ہوئی نہ کوئی قانونی گرفت نہ کوئی فتویٰ اسے کہتے ہیں اظہارِ خیال کی آزادی !

ابوسلمان صاحب انڈیا جانے والے تھے گئے یا نہیں مشفق خواجہ صاحب کے کیا حال ہیں ان سے ملیں یا فون کرنے میرا سلام پہنچائیں اورخیریت معلوم کریں ۔

وغیرہ وغیرہ کوسلام

شفقت رضوی

مزید اور ضروری : اب ذہن جواب دیتا جارہا ہے ایک وقت میں تمام باتیں یاد نہیں آتیں ۔خط میں ضروری امور کے بارے میں لکھنا بھول گیا تھا جو یہ ہیں ۔

۱۔خدا بخش لائبریری کا مکمل پتہ ہے مع Zip no (پوسٹل کوڈ) چاہئے ۔

۲۔میری ایک زیرِ تکمیل کتاب کے لئے میرا ہی مضمون درکار ہے عنوان ہے’’ حسرت موہانی کا جمالیاتی احساس‘‘۔غالباً ’’ سفیر اردو‘‘ میں چھپا ہے پرچہ ان پرچوں میں ہوگا جو آپ لے گئے ہیں۔ ویسے آپ کے ذخیرہ میں بھی ہوگا براہِ کرم تلاش کریں ۔اگر آپ کے پاس پرچہ کی ایک سے زائد کاپیاں ہیں تو اس کا تراشہ بھجوادیں ورنہ عکس

۳۔ خط بھیجتے ہوئے فضول خرچی سے اجتناب کریں ،میں سمجھتا ہوں خرچہ مجھ پر عائد کیا جارہا ہے جو واجب الادا ہے رجسٹری کی قطعی ضرورت نہیں ۔پاکستان میں رجسٹری کیا انشورڈ لیٹر کی بھی کوئی اہمیت نہیں اور یہاں خاص ہدایت ہے چاہے سرکاری محکموں کی ہو یا کاروباری اداروں کی ہو وہ کہتے ہیں اہم سے اہم دستاویز بھی اعتماد کے ساتھ عام ڈاک سے بھجیں Certified کرنے یا

Courier سے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہزاروں ڈالر کے چیک معمولی ڈاک سے بھجوائے جاتے ہیں۔

۴۔ نعت رنگ چھپ گیا ہوتو Surface Mail سے بھیجیں کم خرچہ لگے گا حساب لکھتے رہیں اور جو رقم مجھ پر خرچ ہو مجھے بتلاتے رہیں چیک بھجوادوں گا۔ وہاں بینک میں ابھی کافی فالتو پیسے چھوڑ آیا ہوں۔

شفقت رضوی

جناب سنی مولانا حضرت صبیح رحمانی دام اقبالہٗ۔

بعد سلام معلوم ہو کہ ابھی زندہ ہوں اور دعا دیتا ہوں ادبی رہزنوں کو۔ امید ہے کہ آپ مع اہل وعیال واقربا و احباب بخیر وعافیت ہوں گے۔ مکان کی خریدی اور گھر بسائی پر مبارک باد۔ وہاں ایک گوشہ میرے نام منسوب کر کے رکھنا کیا پتہ کبھی نازل ہو کر رونق بخشوں۔ ارادہ آنے کا نہیں۔ آخری چار ماہ میں نے وہاں جو عذاب جھیلا ہے اس کے بعد کراچی اور کراچی والوں کے نام سے وحشت ہوتی ہے ویسے وحشت کے بڑے سامان یہاں بھی ہیں کچھ وحشت مسلمانوں کی وجہ سے ہوتی ہے کچھ نئی نسل کی جنس عجیب کی وجہ سے!

آپ کو سنی مولانا اس لیے کہا کہ یہاں ٹی۔وی پر کئی دن اشتہار آتا رہا عید میلاد النبی کا۔ تقریب بھی ''سنی رضوی جامع مسجد'' میں۔اب مسجد مسلمانوں کی نہیں رہیں جانے کس کس نے قبضۂ ناجائز کر رکھا ان پر!

یہاں اردو، اسلام اور پاکستان کی جو مٹی پلید ہورہی ہے آپ کا ملک اس سلسلہ میں بہت پیچھے ہے آئے دن اردو مشاعرے اور کانفرنسیں ہوتی ہیں مقامی نہیں سب انٹرنیشنل ہوتی ہیں معیار صفر درجے سے کم ہے جو کسر رہ جاتی ہے وہ PTV Prime اور ARY پوری کردیتے ہیں معلوم ہوتا ہے جو لوگ یہاں چینل چلارہے ہیں وہ خصوصیت سے اسلام دشمن اور پاکستان دشمن ہیں دونوں کی بدنامی میں کوئی کمی نہیں کرتے۔اگست کا پورا مہینہ دونوں چینلوں پر نئی نسل کے ہیجڑوں اور طوائفوں کے اشتہارات کا زور تھا۔کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آزادی کے نام پر ناچ گانوں کے اشتہار نہ دکھائے جاتے ہوں، بے سری آواز میں چیخ چیخ کر بے معنی گیت الاپنا، کمر مٹکانا، کولھے مٹکانا، چھاتیاں اچھالنا اس نسل کا پیشہ ہے سنا ہے خوب کماتے ہیں اور ساری قوم کو نچاتے ہیں۔اب تو یہ عالم ہے مذہبی نوعیت کا کلام بھی پاپ کی نذر ہو گیا ہے ایک بار دیکھا ایک صاحب چیخ رہے تھے ''میرا خدا اور ہے تیرا خدا اور ہے''

چیخنے میں اتنا زور صرف ہورہا تھا کہ منہ پھٹا جاتا تھا حلق کا کوّا تک صاف نظر آتا تھا ہاتھ اور جسم اس طرح متحرک تھے گویا دیوانگی کا دورہ پڑا ہو سازوں کی آواز ان کی آواز کا ساتھ دے رہی تھی عرش پر خدا بھی کانپ گیا ہوگا کس مخلوق کو پیدا کیا مجھے پاپ کی نذر کردیا۔

ایک پروگرام میں دیکھا ایک صاحب آیت اللہ کا جیسا لباس پہنے گا رہے ہیں سازندے سامنے فرش پر بیٹھے ساز بجا رہے ہیں کلام مذہبی نوعیت کا تھا پتہ نہیں گانے کے لئے آیت اللہ کا یونیفارم کب سے لازمی ہوگیا ہے۔

مجھے نیرہ نور کی آواز بہت پسند ہے ٹی۔وی پرائم پر جلوہ افروز ہوئیں۔شوق نے ور غلایا آواز بلند کی۔ وہ گا رہی تھی 'بلاوا آیا ہے مجھے دیار نبی سے' ساز بج رہے تھے اور نعت فضامیں گونج رہی تھی۔میرا جو حال ہوا سو ہوا اس شاعر کا کیا حال ہوا ہوگا جس کا دیار نبی سے بلاوا آیا تھا۔میرا خیال ہے نعت نگاری سے تائب ہوگیا ہوگا۔

ان سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں جس چینل کو کھولو پہلے ٹی وی کی پیشانی پر ایک پٹی نمودار ہوتی ہے جس کے درمیان میں اس پروگرام کا نام ہوتا ہے جو چل رہا ہے بائیں تاریخ، وقت کے ساتھ یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ پروگرام اور کتنی دیر چلے گا سیدھی جانب چینل کا نمبر اور نام ہوتا ہے ایک بار ٹی وی کھولا پٹی پر درج تھا

''حی علیٰ الفلاح''

اسکرین پر دیکھا ریما ناچ رہی تھی طبیعت خوش ہوگئی کہ قوم نے فلاح کی راہ پالی ہے۔ دوسری بار دیکھنے کا اتفاق ہوا۔پٹی پر لکھا تھا

''Comedy Theatre''

اسکرین پر دیکھا حضرت مولانا حسین کاظمی تقریر فرمارہے تھے۔موصوف سے ملو میرے حوالہ سے ان کو بتلا دو کہ ٹی وی پر آنے کے شوق نے ان کو کس کس طرح رسوا کیا ہے۔

کیا کہتے ہیں علمائے دین بالخصوص حضرت مولانا کوکب نورانی پیش اس مسئلہ کے!

یہاں اردو کے رسائل نہیں چھپتے اخبارات چھپتے ہیں ہفت روزہ، بکتے نہیں، اسٹوروں پر رکھ دیے جاتے ہیں جس کا جی چاہے اٹھا لے جائے۔اردو وہی بولتے ہیں جو ترک وطن کرکے آئے ہیں ان کی نسل اردو سے نابلد ہے خود ہماری چھوٹی پوتی 'نسا' اور پوتا 'جو زر' صرف انگریزی بولتے ہیں اردو بولیں تو امریکی لب ولہجہ میں! پیشہ ور شاعر آتے ہیں اپنے اعزاز میں مشاعرے کرواتے ہیں۔اپنی

کتابیں بیچ کر ڈالر کماتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔حمایت علی شاعر آئے اپنی دھیڑی[کذا] بجا کر چلے گئے ۔مظفر وارثی آئے گائے بجائے مال کمایا چلتے بنے ۔ہر دفعہ مجھے چلنے کو کہا گیا میں نے معذرت کرلی۔ شاعؔر نے فون نمبر بھجوایا رابطہ کرنے میں گول کرلیا ۔البتہ اب کی بار اتوار کو پھنس گیا ہمارے چھوٹے داماد ڈاکٹر تجمل رات کھانے پر ایک ایرانی ہوٹل لے گئے۔ہوٹل کا مالک ایرانی ہے ڈاکٹر تجمل اور ہماری بیٹی ۸ سال ایران میں ڈاکٹر رہے ہیں دونوں جدید فارسی خوب بولتے ہیں ،وہاں کھانا کھا کر وہ لوگ ہمیں سیدھے اس ہوٹل میں لے گئے جہاں مشاعرہ تھا ہم کافی دیر بعد پہنچے پھر بھی بڑے بڑوں کو بھگتنا پڑا صرف ذکیہ غزل[۱] اور خواہ مخواہ حیدآبادی نے لطف دیا باقی بھرتی کے شاعر تھے رات ۲ بجے مشاعرہ ختم ہوا اردو کا چاہے ستیاناس ہو مشاعروں کی وبا ختم نہ ہوگی بڑی سستی عیاشی ہے رنڈی طوائف کو بلواؤ تو رات بھر کے ہزاروں ڈالر مانگے شاعر آئے تو ایک پیالی چائے کا خرچ اورلطف دوبالا ۔

خط طویل ہوگیا اتنا پڑھنا بھی تمہاری طبیعت پر بار ہوگا اور پھر یہ کہ میں سیدھی بات کو بھی ٹیڑھا کرکے بیان کرتا ہوں ۔کیسے ہیں مولانا کوکب نورانی ،مولانا ابوالخیر کشفی مولانا عزیز احسن ،مولانا ابو سلمان شاہ پوری و دیگر مولانا حضرات بشمول مولانا مبین مرزا سب کوسلام۔

ہمیں یاد کرتے رہو تو کیا برا ہو۔

شفقت رضوی

ا۔ ذکیہ غزل (پ: ۱۹۶۳ء)، معروف شاعرہ، ادیبہ، اناؤنسر: ورلڈ سروس (ریڈیو پاکستان)، مجموعۂ کلام:''بادل، گیت، ہوا اور میں''۔

جناب صبیح رحمانی صاحب!

جیو اور جینے دو!

''نعت رنگ'' نمبر۲۰ دلؔ [۱] کو ۱۷نومبر کو ملا۔ ۱۹ کو انھوں نے مجھے پوسٹ کیا۔ ۲۶ کو مجھے ملا میں اوّل تو ''نعت رنگ'' کشفی صاحب پر کتاب اور اپنے مضمون کی نقل مل جانے پر آپ کی توجہ اور مہربانی کا شکریہ ادا کردوں حالاں کہ اس کی ضرورت ہے نہیں۔ آپ تبصرہ مانگتے ہیں یاد کریں ''نعت رنگ'' نمبر۱۹ کے چھپنے سے کچھ دنوں پہلے میں نے خط میں وعدہ کیا تھا کہ میں تنقید سے کنارہ کش ہوتا ہوں صرف تحقیق کا کام کروں گا میں اس وعدہ پر قائم ہوں۔ زندگی میں کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ اب

دوسرا وعدہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں مذہب کے موضوعات پر ہرگز نہیں لکھوں گا اور نہ مذہبی رسائل کے لیے، نہیں لکھوں گا سو اللہ مجھے اس وعدہ پر قائم رہنے کی ہمت عطا کرے اور آپ بھی یہی دعا کرلیں۔

اپنے دونوں مضامین پڑھے۔ جب آپ نے اطلاع دی تھی کہ کشفی صاحب پر میرا مضمون شامل کتاب ہے تو میں واقعی حیران تھا کہ یہ جسارت بھی میں [نے] کی ہے۔ یہ مضمون میرے ذہن کے کسی گوشہ میں موجود نہ تھا پڑھا اور مزید حیران ہوا کیا ایسی تحریریں میرے واہیات قلم سے نکل سکتی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کشفی صاحب کو مضمون پسند آیا نہیں۔

''نعت رنگ'' نمبر۲۰ میں یحییٰ نشیط کا مضمون[۲] پڑھا موضوع کی ندرت نے مزہ دیا۔ میں نے کبھی کسی شاعر کے شعر پر سن کر داد نہیں دی لیکن جب کبھی اور جہاں کہیں لوک گیت سنے ہیں میں یا میرا دل رقص کناں رہے زندگی کی بھرپور کیفیت اور سچائی کی آخری حد کو دیکھنا ہو تو لوک گیت سنو۔ اس مضمون کے حوالہ سے سلیمان خطیب بہت یاد آئے۔ بہت پیارا شخص اور محبت کرنے والے دل کا مالک تھا۔اس نے بتلایا تھا کہ وہ اور اس کی بیوی چوڑیاں، گہنے، کپڑے بطور سوغات لے کر گاؤں گاؤں گھومتے، جھونپڑے میں کسانوں کے مہمان بن جاتے۔ ان کو رک کر لوک گیت سنتے، جو ہندی، مراہٹی، تیلگو، کوکنی وغیرہ زبانوں میں ہوتے مفہوم کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے لیکن اس کے رنگ اور رس میں کھو جاتے۔ بے حال ہوکر ان کے تال و سر پر رقص کرتے۔ دو چار دن فطرت کی گود میں گزار کر لوٹتے تو سوغات ان کی امانت ان کے حوالے کر دیتے۔ سلیمان صاحب کا کئی برس دستور رہا کہ گرمی کے موسم میں میرے غریب خانہ پر سال میں ایک رات ضرور گزارتے۔ چاندنی رات میں گھر کی چھت پر فرش ہوتا قالیں اور گاؤ تکیہ لگے ہوئے۔ چند حضرات باذوق محفل سجاتے۔ پہلے طعام ہوتا نو بجے کے بعد محفل سجتی۔ حیدرآباد کے شاعر کلام پیش کرنے کے لیے بے تاب رہتے۔ میں منع کرتا اور سوائے سلیمان خطیب کے کسی کو سننا پسند نہیں کرتا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں زندگی [کا] جو رس ان کی شاعری میں تھا وہ اور کہیں نہیں ملے گا۔ ان کے تقابل میں نظیر آبادی آتے ہیں لیکن خطیب کی مٹھاس ان کے پاس بھی نہیں ہے۔ اردو کے تمام اساتذہ نے جو تشبیہات اور تمثیلے استعمال کیے ہیں ان کے مقابلہ میں خطیب کے تشبیہات اور قہقہے تو سب حقیر دکھائی دیں۔محبوب کی یاد کے لیے کہتا ہے ''جیسے کچی دیوار میں کنکر دھنسے'' ہے اردو شاعری میں اس کا جواب؟ ان کی نظم پگڈنڈی بھی غضب کی چیز ہے کیا کیا نادر تشبیہات ہیں۔ میں ان کے بارے میں لکھنے کے لیے سوچتا رہا۔ میری نالائقی کہ میں لکھ نہ سکا۔

اس مضمون میں یحییٰ نشیط نے امجد حیدرآبادی کا ذکر کیا اور ان کا نام امجد حسین لکھا ہے۔

میں بوڑھا ہوگیا ہوں یادداشت کم زور ہوگئی ہے لیکن ذہن ماؤف نہیں ہوا ہے۔ یاد پڑتا ہے حضرت امجد کا نام امجد حسین نہ تھا۔ کسی کتاب میں دیکھ لیں اور اگلے شمارہ میں تصحیح کریں۔ کئی غلط روایت نہ بن جائے اور اگر میں غلط ہوں تو میری تصحیح کردیں۔

''نعت رنگ'' میں ایک اور مضمون نظر سے گزرا۔ نام نہیں بتاؤں گا۔ جو اعتراضات میں نے محبی مکرم عزیز احسن پر کیے تھے وہی ان پر وارد ہوتے ہیں۔ میاں امتحان کا پرچہ حل کرنا اور صحیح جوابات لکھنا اور ہے ادیب بننا اور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے مضمون نگار کو استغراق کی بیماری ہے۔ علم ہضم نہیں ہوا جیسا کا ویسا باہر نکل آتا ہے۔ جو ہماری تاک میں رہتے کہ کہیں تو پکڑا جاؤں۔ اگر واقعی انھیں میری تلاش ہے تو ان کا تذبذب ختم کریں اور انھیں بتلا دیں میں امریکا کی ریاست ٹیکساس کے شہر ڈیلاس میں ہوں اور تاحال زندہ ہی نہیں سلامت بھی ہوں۔ میرا مطلب عزیز محترم جناب احمد صغیر صدیقی سے ہے۔ اگر وہ وصول کرنے آمادہ ہوں تو میرا سلام ضرور پہنچا دیں۔

میری بیٹی جس کے ساتھ میں رہتا ہوں ۱۹؍نومبر کو انڈیا گئی ہے وہاں سے۸؍نومبر کو کراچی جائے گی۔ کہاں ٹھہرے گی معلوم نہیں میں نے تم سے کہا تھا کچھ کتابیں بھجوانے کا انتظام کرو تم ٹال گئے۔ وہ جہاں بھی ٹھہرے گی اپنی خالہ سے ملنے پارک ویو اپارٹمنٹ ضرور جائے گی وہیں کا پتا میں نے دینا چاہا تھا تمھارا قصد کام نہ کرنے کا دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

میری خواہش تھی کہ زندگی کا آخری حصہ کراچی یا انڈیا میں گزاروں میں امریکا میں مرنا اور دفن ہونا نہیں چاہتا۔ امریکا ظاہری زندگی کے لیے بہترین جگہ ہے۔ اندرونی زندگی کے لیے زہر قاتل ہے۔ اچھا ہوتا کہ میں کراچی میں والد کی قبر میں یا بیوی کی قبر میں دفن ہوتا۔ لیکن کراچی کے حالات دیکھ کر ہی اس ملک سے نفرت ہوگئی ہے۔ جہاں صرف حرام خوروں کا جینا آسان ہے دنیا میں اتنی بے وقوف قوم کوئی اور نہ ہوگی جو جان بوجھ کر کمینے ترین افراد کو حکمران بناتی ہو۔ بزرگوں نے سچ کہا تھا کہ جیسی قوم ہو ویسے ہی لیڈر ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام اخبارات صدر مملکت کو بغیر اس خطاب کے یاد نہیں کرتے Formerly Known as 10% اور وہ بے غیرت ہے جو قوم کا مال خرچ کرکے دنیا بھر میں تفریح میں مبتلا ہے۔ بھیک مانگتا ہے اس کی حیثیت دیکھو ہر ملک امداد کی بھیک تو کیا قرض دینے کو بھی تیار نہیں۔ دنیا میں اس ملک کی کیا حیثیت ؟ میں سناؤں۔ ایک دن میں اپنے ڈاکٹر سے ملنے ان کے آفس گیا۔ وہاں ویٹنگ روم میں بہت سارے لوگ بیٹھے تھے جیسے ہی میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دروازہ کے قریب ایک بوڑھے جوڑے کو بیٹھا دیکھا۔ مجھے دیکھ کر بوڑھے نے اپنا انگوٹھا اوپر کی

طرف کرتے ہوئے کہا، ''انڈین'' میں نے کہا،'' نو پاکستانی'' اس نے انگوٹھا نیچے کی طرف کر دیا۔ یہ زندگی میں سب سے بڑی گالی تھی جو میں نے سہی صرف پاکستانی ہونے کی وجہ سے۔

میں ایک خاص کیفیت میں خط لکھتا ہوں۔ یہ بھی خودکلامی کا ایک انداز ہے، اسے خط نہ سمجھو۔ میں اپنے آپ سے اسی طرح کی باتیں کرتا ہوں۔ تم سمجھوگے میں بوڑھا ہوکر سٹیا گیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ حساس آدمی کا اس دنیا میں یہی حشر ہوتا ہے۔ میں نے خبر کو خیر کے سوا کچھ نہ سمجھا، میں بد کو خیر ثابت نہ کرسکا اور پھر ایسا کرنا چاہا۔ اس حیثیت اور Values کی پاس داری نے مجھے کہیں کا نا رکھا۔

آج ۲۸رنومبر کو خط لکھ رہا ہوں رات سے گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں ہلکی بارش ہے شہر کا میل باکس گھر کے سامنے نہیں لیکن دوری پر سڑک کنارے ہے بارش اور سردی میں وہاں تک جانے کو ہمت نہیں۔ دیکھو کب پوسٹ کرنے کی نوبت آتی ہے۔

جس مضمون کی نقل مانگی تھی اس کا کیا بنا؟

میاں صبیح مولانا کوکب کی خدمت میں، میرا سلام پیش کریں اور معلوم کریں کہ کیا ان کے حلقہ اثر میں کوئی ایسے صاحب ہیں جو سندھ اکاؤنٹس آفس (A.G. Sindh) میں اہم عہدہ پر مامور ہوں اور میری پنشن کا مسئلہ حل کرسکتے ہوں تو شاید میں اپنے آپ کو کراچی آنے میں آمادہ کرسکوں۔

والسلام

شفقت رضوی

۱۔امان خان دلؔ مراد ہیں۔

۲۔''اردو لوک گیتوں میں ذکر رسولﷺ''، ش۲۰، ص۸۲۔۱۰۹

شکیل اوج، محمد، پروفیسر ڈاکٹر (کراچی)

محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔

برادرم! آپ ایک عرصے سے سرگرمِ عمل ہیں، بحیثیت نعت گو اور بحیثیت نعت خواں آپ نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے۔ نعت رنگ کی مسلسل اشاعت سے آپ کی صحافیانہ صلاحیتیں بھی ظاہر ہیں۔

اور اس میں تحریر کردہ اداریے جہاں آپ کی دانش و بینش کی چغلی کھاتے ہیں، وہیں نعت ریسرچ سینٹر کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے آپ کی کاوشیں، آپ کے حسنِ انتظام کی آئینہ دار ہیں۔ آپ نظم و نثر دونوں میں لکھتے ہیں اور کیا ہی اچھا لکھتے ہیں، جس بلا کا لکھتے ہیں اسی غضب کا بولتے ہیں ۔ نوعمری میں ہی آپ نے اپنے شعبہ کا اقلیمِ ہفت خواں طے کرلیا ہے۔

؎ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

گزشتہ دنوں (۲۴ مارچ ۲۰۱۲ء) جب میں نے ڈائرکٹر سیرت چیئر ، جامعہ کراچی کا اضافی چارج سنبھالا تو حسن اتفاق کہ انہی دنوں ایک محفل میں آپ سے ملاقات ہوگئی۔اور باتوں باتوں میں یہ بات بھی ہوئی کہ سیرت اور نعت ایک دوسرے کا اٹوٹ انگ ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے جدانہیں ہوسکتے ۔ اس لیے جہاں سیرت چیئر ہو، وہاں نعت چیئر بھی ہونی چاہیے، کیونکہ نعت بجائے خود ایک جہان ہے۔ جسے ملک کی تمام جامعات میں آباد ہونا چاہیے اور'نعت' کو ایک باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر جامعات کے نصاب کا حصہ بننا چاہیے ۔ اس نکتہ پر ہم دونوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ اب دیکھیے کہ یہ اتفاق کب معرضِ وجود میں آتا ہے۔

والسلام

محمد شکیل اوج

☆پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج(پ:۱۹۶۰ء)ڈی۔لٹ۔ ادیب، شاعر،مصنف،محقق،دانشور، مدیر: ششماہی ''التفسیر'' کراچی، رئیس: کلیہ معارف اسلامیہ و ڈائرکٹر: سیرت چیئر، جامعہ کراچی، کتب:''صاحبِ قرآن علیہ وسلم''، ''قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ''(پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)،''اصولِ حدیث و تاریخ حدیث''، ''نسائیات'' (اردو، انگریزی،عربی)،''خواجہ غلام فریدؒ اور ان کے مذہبی افکار''، ''تعبیرات''، ''افکارِ شگفتہ'' و دیگر۔

شکیل عادل زاد (کراچی)

کسی ایک موضوع پر رسالہ شائع کرنے کے مسائل و مراحل کا تھوڑا بہت اندازہ ہے۔ اردو میں موضوعی رسالے نکلتے بالعموم بڑے جوش و خروش سے اور دم جلد ہی توڑ دیتے ہیں۔ ایک نہیں، بے شمار مثالیں ہیں۔ ایسی پیچیدہ، حوصلہ شکن صورتِ حال میں آپ نے فنِ نعت پر ایک رسالہ شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور وہ کام کیا ہے جو دوسروں نے نہیں کیا جو دوسرے نہیں کر پاتے، وہ کام یقیناً دشوار ہوتا

ہے۔

نعت ہمارے ادب کی ایک مستقل صنفِ سخن ہے۔ قریباً ہر شاعر نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور کمال کمال کیا ہے، صرف کلمہ گویاں ہی نہیں، دیگر مذاہب کے شعرا نے بھی بہ قول شخصے، کچھ یوں اپنی عاقبت کا سامان کرلیا ہے۔ نعت بڑی نازک صنف ہے۔ شاعری کی تمام اصناف میں شاید سب سے زیادہ نازک۔ سو اس موضوع پر رسالہ شائع کرنے کا کام کچھ کم احتیاط نہیں چاہتا۔ آپ کو پھونک پھونک کے قدم رکھنے، قدم اُٹھانے پڑیں گے۔

اب تک ''نعت رنگ'' کے تین شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی وقعت اور جامعیت کا ہر گوشے میں اعتراف کیا گیا ہے۔ ''نعت رنگ'' کی جلوہ نمائی کے بعد احساس ہوتا ہے کہ کتنی بڑی بھول ہوتی رہی ہے۔

ہر اردو رسالے کے لیے مہم جوئی کی خدمات درکار ہوتی ہیں۔ یہ تو ایک خاص رسالہ ہے۔ آپ اسی تن دہی، مستعدی سے، کوئی تحریک، کوئی کارنامہ سمجھ کر جُٹے رہے تو مجلّہ ''نعت رنگ'' اردو کے موضوعی رسالوں میں یادگار حیثیت اختیار کرسکتا ہے۔ ساری بات اس کام میں یقین اور خلوصِ نیت کی ہوتی ہے۔ مکمل شاید کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہی گنجائش تخلیق کاروں، ہنرکاروں کا حوصلہ فزوں رکھتی ہے۔ مجھے آپ کے وسائل کی تنگی کا علم ہے لیکن وسائل والوں کو آج تک اس طرف توجہ دینے کا خیال کب اور کہاں آیا۔ وسائل والے تو مسائل اور بڑھانے کا ورد کرتے ہیں۔ آپ کے پاس اور خوبیاں بے پناہ ہیں۔ تکلم ترنم، سخن کاری و خوش نوائی، جذبۂ فراواں، عمر بھی آپ کے ساتھ ہے۔ کام کرنے کے لیے تین بنیادی اوصاف شمار کیے جاتے ہیں۔ محنت، دیانت اور راست سمت میں جستجو، اقدام اور ہاں ایک اور چیز عشق۔ آپ کے ہاں عاشقی کی خو ہے اور سب سے بڑا عشق تو ایک ہی ہوتا ہے اور اسی عشق کا اظہار ''نعت رنگ'' ہے۔

شکیل عادل زادہ

☆شکیل عادل زادہ (پ: ۱۹۴۰ء)، صحافی، ادیب، تبصرہ نگار، مدیر: ''سب رنگ''، رکن مجلسِ ادارت: روزنامہ ''شیراز''، ماہنامہ ''انشاء''، ماہنامہ ''عالمی ڈائجسٹ''، تصانیف: ''اقابلہ''، ''امربیل''، ''بازی گر'' و دیگر۔

شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر (الٰہ آباد)

۱ جون ۲۰۰۵ء

برادرم جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب ، سلام علیکم

کچھ مدت ہوئی 'نعت رنگ' کا ایک ضخیم اور بہت عمدہ شمارہ آپ کا بھجوایا ہوا مجھے ملا تھا۔ کہنے کو تو ہر غلام سرورِ کائنات کی طرح میں نے بھی کچھ نعتیہ کلام کبھی نہ کبھی ضرور لکھا ہے، لیکن میں نعت کے میدان میں خود کو مجبور اور معذور سمجھتا ہوں، اس لیے میں نعت کا اچھا طالب علم بھی نہیں ہوں۔ بس اللہ کی مہربانی ہے کہ نعت کا اچھا شعر کہیں پڑھتا ہوں تو دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ دل تھام لیتا ہوں۔ 'نعت رنگ' کے موجودہ شمارے میں کئی اشعار ایسے تھے جسے میں پڑھ کر بے اختیار ہوگیا اور بے ساختہ آپ کے لیے دل سے دعا نکلی۔

جناب مولانا کوکب نورانی کے فاضلانہ اور عشقِ رسول کے سوز و گداز سے بھرے ہوئے مکتوبات بہ عنوان 'نعت اور آدابِ نعت'[۱] کا ایک نسخہ بھی ملا تھا۔ آپ اور صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی[۲] ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ نعت گوئی کے فن پر کچھ تحریریں ہندوستان میں گزشتہ چند برسوں میں ضرور چھپی ہیں اور ایک صاحب نے اپنے مسلک کو بیان کرنے میں بہت غلو بھی کیا ہے۔ لیکن حضرت مولانائے موصوف کی دقتِ نظر اور وضعِ احتیاط کا جواب شاید ہی کہیں ملے گا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ پہلے بھی آپ نے 'نعت رنگ' کے کچھ شمارے اور کچھ نعتیہ کتب مجھے بھجوائی تھیں لیکن جواب نہ ملا۔ میں شرمندہ ہوں کہ کتاب تو مجھے کوئی یاد نہیں آتی، لیکن 'نعت رنگ' کے ایک دو شمارے ضرور ملے تھے اور میں نے E-mail سے ان کی رسید بھی بھیجی تھی بلکہ ایک صاحب کا تقاضا تھا کہ مجھے بھی 'نعت رنگ' منگوا دیا جائے تو میں نے شاید آپ کو لکھا بھی تھا۔ بہرحال اگر میری کوئی تحریر آپ تک نہیں پہنچی تو میں اسے اپنی ہی کوتاہی پر محمول کرتا ہوں اور آپ سے معافی کا خواست گار ہوں۔

دراصل بات یہ ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مجھے خط کا جواب لکھنے میں دیر ہوجاتی ہے، مثلاً یہی کہ کوئی اگر کتاب ہے تو اسے پورا نہ سہی تھوڑا بہت پڑھ لوں تب ہی تو لکھوں اور اسی انتظار میں دیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر اتفاق یہ کہ آپ کی یہ کتابیں ایسے زمانے میں آئیں جب میں بہت بیمار تھا اور کئی مہینے تک کچھ کام نہ کرسکا تھا۔ اس بنا پر آپ کے موجودہ مراسلے اور مرسلہ کتابوں کے جواب میں

اور بھی دیر ہوگئی۔ ان شاء اللہ آیندہ ایسا نہ ہوگا۔

یہاں کچھ احباب ’نعت رنگ‘ باقاعدگی سے پڑھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ عندالاشاعت ہر شمارے کے پانچ نسخے آپ مجھے بھجوا دیں اور اس کے عوض یہاں کی جو کتابیں آپ کو مطلوب ہوں میں بھجوا دیا کروں؟

آپ کا نیاز مند
شمس الرحمٰن فاروقی

☆شمس الرحمٰن فاروقی (پ: ۱۹۳۶ء)، محقق، نقاد، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، مدیر: ’’شب خون‘‘ (الہ آباد)، دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ومؤلف، چند کتب کے نام: ’’گنج سوختہ‘‘، ’’سبز اندر سبز‘‘، ’’چار سمت کا دریا‘‘، ’’آسماں محراب‘‘ (شعری مجموعے)، ’’سوار اور دوسرے افسانے‘‘، ’’افسانے کی حمایت میں‘‘، ’’لفظ ومعنیٰ‘‘، ’’فاروقی کے تبصرے‘‘، ’’شعر شور انگیز‘‘(’سرسوتی سمان‘ ایوارڈ یافتہ)، ’’عروض، آہنگ اور بیان‘‘، ’’اردو غزل کے اہم موڑ‘‘ (مجموعہ ہائے مضامین)۔

ا۔مرتب: صاحبزادہ ارشد جمال، ۲۰۰۴ء، کراچی: مہر منیر اکیڈمی، ۴۴۸ص

۲۔صاحبزادہ ارشد جمال نقش بندی، سجادہ نشین خانقاہِ بدخشانی، محمد شاہ قبرستان، نارتھ کراچی، کراچی

---

۲ مئی ۲۰۰۹ء

برادرم جناب سید صبیح الدین ! سلام علیکم۔

’’نعت رنگ‘‘ کا شمارہ:۲۰ بابت اگست ۲۰۰۸ء مجھے کچھ دن پہلے ملا تھا۔ اس کا ایک نسخہ جناب زبیر قادری نے بھی مجھے ممبئی سے بھجوا دیا تھا اور فرمائش بھی کی کہ اظہارِ خیال کروں۔ تفصیلی اظہارِ خیال کی نیت کے باوجود اب تک یہ کام انجام نہ دیا جاسکا اور اب بھی افسوس کہ اتنی فرصت نہیں کہ میں پوری کتاب پر نہیں تو کم سے کم اہم مشمولات پر اظہارِ خیال کرسکوں۔ بہرحال سب سے پہلی بات تو یہ کہتا ہوں کہ آپ صنف نعت کی اہمیت کو دوبارہ قائم کررہے ہیں اور اسے مذہبی شاعری کے دائرے سے باہر نکال کر لیکن اس کا تقدس برقرار رکھتے ہوئے ایک نیا علمی رنگ دے رہے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ اس زمانے میں بہت سے لوگوں نے نعت کو فیشن کے طور پر یا رواج عام کی پابندی کی مجبوری کی بنا پر اختیار کرلیا ہے۔ دوسری مشکل یہ کہ اکثر شعرائے کرام کو زبان پر پوری طرح قدرت نہیں، لہٰذا ان سے عجب عجب طرح کی بے تمیزیاں اور بھونڈے پن سرزد ہوتے رہتے

ہیں۔ ایک عام طریقہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ یا پیغمبرِ اسلام سے یوں مخاطب ہوتے ہیں گویا نعوذ باللہ ان کو کچھ دے رہے ہوں، یعنی اظہارِ محبت اس طرح ہوتا ہے کہ اپنی محبت کا ذکر زیادہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا اپنی ثنا اور توصیف کا مستفید قرار دیے جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ آپ کی زیرِنظر کتاب میں کچھ مختصر تحریریں ایسی ہیں جن میں نعت گوئی کے آداب سے بحث کی گئی ہے، لیکن تشنگی محسوس ہوتی ہے کیوں کہ بنیادی باتیں پوری طرح زیرِ بحث نہیں آئیں۔ دیگر مضامین میں جناب حسن محمود جعفری کا مضمون[۱] بہت خوب ہے لیکن مغربی حوالوں کی کثرت کے باوجود کوئی بنیادی نتیجہ پوری طرح واضح ہوکرنہیں ملا۔ ''نعت رنگ'' کے انیسویں شمارے پر جوبہت طویل مذاکرہ آپ نے شائع کیاہے اس میں بھی بعض باتیں اختلاف کے دروازے کھولتی ہیں اور بات کو صاف ہونے سے روکتی ہیں۔ عزیز احسن صاحب کے شعر:

زکات سیرت اطہر کی چاہتا ہے عزیز
گدائے خلق ہے آقا، یہ زر نہیں رکھتا

میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرض کیا جارہا ہے کہ ان کے اوپر زکات فرض ہے اور انھیں چاہیے کہ اپنی سیرت پاک کو زکات میں دے دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں نہ صرف مہمل ہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف جاتی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ شعر دولخت ہے، کیوں کہ دوسرے مصرعے کو پہلے مصرعے کا لازمی نتیجہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی شخص گدا ہے تو وہ حضورِ پاک ﷺ سے ان کی سیرت کی زکات کیوں مانگے؟ علاوہ ازیں، سیرت پاک سے کچھ زکوٰۃ مانگنا اور شے ہے اور پوری سیرت پاک ہی کو زکوٰۃ میں مانگ لینا اور چیز۔ ''گدائے خلق'' کی ترکیب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی طرح عزت بخاری سے منسوب شعر:

ادب گاہیست زیرآسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کا مفہوم شرکائے مذاکرہ کے ذہن میں واضح نہیں ہوا۔ ''نفس گم کردن'' کے معنی ہیں، سانس روک لینا، خاموش رہنا اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس آسمان کے نیچے ایک ایسی بھی جگہ ہے جس کی پاکیزگی اور تقدس عرش سے بھی زیادہ نازک ہے (یعنی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزارِ مبارک)۔ لہٰذا اس خوف سے کہ کہیں اس کی نزاکت کو ٹھیس نہ پہنچے، جنید اور بایزید جیسے سرگشتہ اور مغلوب الحال اور بلند مرتبہ خداشناس شخص بھی جب پیغمبر کے روضے پر پہنچتے ہیں تو دم سادھ لیتے ہیں۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے حفظ مراتب کا پورا پورا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اتنے صاف اور خوبصورت شعر کے معنی لوگوں نے خدا جانے کیا کیا نکالے ہیں۔

اسی طرح صفحہ ۴۱۴ پر ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ نواب صدیق حسن خاں کی کتابیں ان کی اپنی تصنیف نہیں ہیں۔ ان کے تمام معاصرین اور فوراً بعد آنے والے تمام علما نواب صدیق حسن خاں کے معترف اور ثنا خواں ہیں اور کسی نے کبھی یہ نہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی کتابوں کے مصنف نہیں تھے۔ ان کے دو صاحب زادگان کے بارے میں ضرور بعض لوگوں نے دبی زبان سے کہا ہے کہ ان کی کتابیں ان کی اپنی تصنیف نہیں ہیں۔ لیکن یہ بھی محض افواہ ہے اور بہرحال دلیل کے بغیر ایسی بات نہ کہنی چاہیے تھی۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا طویل مراسلہ حرف حرف پڑھنے کے قابل ہے۔ ان کی یہ بات بھی گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ ہم میں سے اکثر خودپسندی اور خودرائی کے شکار ہیں اور دورخاپن بھی ہم میں کچھ کم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ علمی مباحث کے علاوہ خود حمد و نعت کی شاعری پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ ان کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ لفظ ''حمد'' اور ''محامد'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی آتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صنف سخن کے طور پر جب ''حمد'' کا لفظ لایا جائے گا تو اس کے معنی اللہ کی تعریف ہی ٹھہریں گے۔ مولانا نے اپنے معترضین کا جواب خوب لکھا ہے، خاص کر احمد صغیر صدیقی اور ظہیر غازی پوری صاحبان کے لیے ان کے مراسلے میں بہت سی اچھی باتیں ہیں۔

مجموعی طور پر آپ کا یہ شمارہ بہت خوب ہے۔ بعض شاعر اور شاعروں کے بارے میں بعض مضامین البتہ اس بلند معیار کے نہیں ہیں جس کی آپ سے توقع ہمیشہ رہتی ہے۔

آپ کا نیازمند
شمس الرحمٰن فاروقی

ا۔ ''صنفِ نعت انسانی تخیل کے تناظر میں''، ش ۲۰، ص ۲۵۔۵۰

شمیم احمد گوہر، سید، ڈاکٹر (الٰہ آباد۔انڈیا)

16/3/2003

محبّ گرامی محترم جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مزاج گرامی

یہ آپ کی محبت، التفات خیر اور خلوص بیکراں ہے کہ تازہ مطبوعات سے خاکسار کو نوازتے رہتے ہیں بے حد ممنون و مشکور ہوں اس سلسلۂ خلوص کو جاری رکھئے حتی المقدور استفادہ کرکے بہت محظوظ ہوتا ہوں۔

کیا عرض کروں کافی مصروف رہتا ہوں جسکے سبب اپنی تحریر حقیر سے آپکی خاطر خواہ خدمت نہیں کر پاتا احساس ہے تاہم دو نعتیہ آپکے لئے وقف کرتے ہوئے دو مضامین دو نعت شریف ارسال کررہا ہوں قبول فرمائیں۔

اس بار ''دیارِ نعت'' کے تعلق سے جناب راجا صاحب نے بہت مایوس کیا اس مایوسی کا اظہار تبصرے[ا] میں موجود ہے اگر آپ حضرات کو قابل قبول ہو تو شائع فرمادیں امید ہے کہ دیگر تحریریں بھی پسند آئیں گی۔

''نعت رنگ'' کراچی (شمارہ: ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء) میں جناب شارق جمال صاحب کا مضمون بہ عنون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں حروف علت کے تعلق سے فنی سقم کے بعض گوشوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ الف، واو اور یائے معروفہ کے غیر قانونی محل استعمال کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس نوعیت کا ناجائز استعمال قانوناً غلط ہے۔ خواہ اساتذۂ سخن ہی کے ہاں یہ عیب کیوں نہ پایا جائے قانون بخشتے گا نہیں۔ بطور مثال آتش کا یہ مصرع پیش کیا گیا:

شہر میں قافیہ پیمائی بہت کی آتش

تقطیع کے تحت پیمائی کی ''ئی'' کے سبب یائے معروفہ کو زائد مانتے ہوئے اس مصرع کو خارج از بحر قرار دیا گیا جب کہ بقرینۂ صوت و قرأت ءِ ئی ہی کی منزل میں ہے۔ ایسی صوتی نزاکت میں نہ کوئی مضائقہ ہے اور نہ ہی فصاحت و بلاغت کے خلاف۔ بعد کے اس قانونی توضیع نے حروف علت کی بعض اہم کارکردگی کے پیش نظر بعض حرفی و صوتی اتصال و تعلق کا لحاظ نہیں رکھا جو اردو شاعری کا بنیادی خاصہ ہے۔ ضرورت شعری کے تحت بعض اوقات وزن کے ایک حرف کو دو کے برابر تسلیم کرلیا جاتا ہے جو فطری لہجے کے مطابق صوتی وابستگی کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ شاعری تقطیع کی روشنی میں نہیں اوزان کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ اگرچہ اوزان، تقطیع ہی کے تابع ہوتے ہیں اور تقطیع، صوتی ہم آہنگی سے الگ نہیں رہ سکتی۔ بہت سے شعرا محض گنگنانے (یعنی لے کاری) ہی کے سہارے بحروں کو اپنی گرفت میں لے کر شاعری کرتے رہتے ہیں۔ نہ وہ بحروں کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی

تقطیع کی توضیح سے لے کاری یا ردم کی بنیاد پر بڑی سے بڑی شاعری کے نمونے پیش کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مصرع مذکورہ کے لفظ پیائی کے ہمزۂ مکسور کو ہائے معروفہ کے ساتھ مدغم کر دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ مثلاً حالی کا یہ شعر:

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں
عداوت اس کی عذابِ الیم جاں کے لیے

اگر مصرع اولیٰ میں یہ دیکھا جائے کہ ''جیتے'' کی یائے معروفہ زائد ہے تو پھر مصرع ثانی میں یہ بھی غور کرنا پڑے گا کہ ''عداوت اس کی'' کے مابین الف بے تعلق کیوں رہ گیا۔ یہ بے تعلقی قانوناً صوت و قرأت کے سبب ہے تقطیع کی بنیاد پر نہیں۔ چناں چہ ایسے وضع قانون سے جماعت شعرا کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ جس کے زیر اثر اساتذۂ سخن کے سیکڑوں، ہزاروں اشعار فضول مجروح ہو جائیں۔

اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یہ پورا مصرع ہی غلط نقل کیا گیا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس بے بحر مصرع کا وزن تک بتاتے ہوئے اس کی تقطیع بھی کر دی گئی۔ مفعول مفاعیلن، مفعول مفاعیلن حالاں کہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا:

اے بے کسوں کے آقا اب ہے تری دہائی

جس کی بحر مضارع مثمن اخرب کے تحت مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن ہے اور رول مثمن مشکول کے تحت فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ہے۔ ہزج مثمن اخرب یعنی مفعول فعاعیلن مفعول مفعاعیلن کے تحت مصرع کا وزن یہ ہونا چاہیے تھا:

اے جانِ وفا تیرے انداز نرالے ہیں

(گوہر)

اب جہاں تک اجتماع ردیفین کا تعلق ہے پہلے متولہ اشعار ملاحظہ فرما لیں:

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے
حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

یہ چار مصرعے نہ رباعی کے ہیں نہ قطعہ کے، بلکہ غزل کے دو اشعار ہیں جس کی ردیف ''ہو جائے'' ہے۔ تیسرے مصرعے کے آخر میں ''بات بن جائے'' ہے جس کا ردیف سے کوئی تعلق نہیں۔

مضمون نگار نے اس کو ردیف سے تعبیر کرتے ہوئے اجتماع ردیفین کا عیب قرار دے دیا اور اس عیب سے چھٹکارہ دلانے کے لیے الگ سے ایک مصرع بھی کہہ ڈالا:

حضور آپ جو سن لیں تو میری بات بنے

یہاں پر اجتماع ردیفین کی نزاکت ''میری بات بنے'' کی بنیاد پر بات نہیں بنا سکتی یہاں پر صرف حرف یائے معروفہ ہی کے سبب یہ خرابی لازم آرہی ہے۔ یائے معروفہ ہٹ جائے اجتماع ردیفین کا عیب خود بخود ساقط ہو جائے۔ مصرع کو یوں ہونا چاہیے تھا:

حضور بات بنے میری آپ جو سن لیں

''تو ان شاء اللہ ضرور بن جائے گی محض سن لیں'' کے تحت یہ عیب جاتا رہا۔

جناب قمؔر وارثی ایک مشہور و ممتاز اور صاحب دواوین شاعر اسلام ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام سے برابر محظوظ ہوتا رہتا ہوں۔ انھوں نے ایسے بہت سے روحانی و ایمانی اشعار کہے ہیں جو والہانہ عشق و محبت اور احساس معصیت کے چراغوں سے خوب خوب چمکتے دمکتے رہتے ہیں۔ تازہ مجموعۂ نعت ''کہف الوریٰ''[۲] پر حضرت گرامی جناب ڈاکٹر سیّد شاہ محمد طلحہ رضوی برؔق دانا پوری بھارت کا تبصرہ پسند آیا۔ محض تبصرے کی بنیاد پر ''کہف الوریٰ'' کے اوصاف و محاسن، جذبۂ عشق رسالت اور فکری و فنی توسیعات کی گہری سچائی تک قاری کو پہنچا دینا اور بعض منتخب اشعار کی فنی پختگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مستند پیمانہ سامنے رکھ دینا یہ تبصرہ نگار ہی کا کمال ہوسکتا ہے۔

طالب خیر
سید شمیم احمد گوہر

☆ سید شمیم احمد گوہر، سجادہ نشین: خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ۔ چک۔ الہٰ آباد (انڈیا)

ا۔ ''دیارِ نعت۔ ایک مطالعہ'' / سید شمیم احمد گوہر، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۵، ص ۳۲۵۔۳۳۰

۲۔ ''کہف الوریٰ'' / قمر وارثی، ۱۹۹۵ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۲۸ص

23/12/2004

حضرت گرامی جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مزاج گرامی

خدا کرے آپ تمام حضرات بخیر و عافیت ہوں۔ آمین

جس روز آپ کا فون آیا میں مضمون مکمل کرنے میں مصروف تھا مکمل ہوتے ہی آج ارسال کررہا ہوں قبول فرمائیں۔ فون کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

راجا صاحب کو اپنے علم وادب کی بنیاد پر اعتراضات کا جواب سنجیدہ وادبی پیرایہ میں دینا چاہیئے تھا نہ کہ اس قدر ذاتیات پر حملہ کر دینا چاہیئے ۔ان کی بوکھلاہٹ انہیں اور بھی ہلکا کردے گی امید ہے آپکو میرا یہ تبصرہ بھی ضرور پسند آئے گا اگر راجا صاحب نے اب بھی نرمی اختیار نہ کی تو پھر میں آپ کی اجازت کا منتظر رہوں گا اور جس قدر وضاحت سے صَرفِ نظر کررہا ہوں سب سامنے لے آؤں گا ۔

صنف نعت پر کام کرنے یا نعتیہ شاعری کرنے والوں کی ہندوستان میں کوئی کمی نہیں مگر صنفِ نعت کے فروغ وارتقا اور سیمنار وسمپوزیم یا کانفرنس منعقد کرتے رہنے کی تحریک بحمدہٖ تعالیٰ سب سے پہلے اسی خاکسار نے شروع کی جس کی شہادت یہاں کے پچیسوں اخبارات وجرائد دے سکتے ہیں اسی سلسلہ میں نعت اکیڈمی کی عمارت قائم کرنے کی بے پناہ تمنا ہے اسی غرض سے میرے ایک مرید نے شہر میں تقریباً ایک ہزار اسکوائر فٹ زمین بھی دی جو میرے نام رجسٹرڈ اور داخل وخارج ہے میں چاہتا ہوں کہ نعت اکیڈمی کی چھوٹی یا بڑی عمارت اس زمین پر ضرور قائم ہوجائے لیکن ہنوز معقول رقم کا بندوبست نہیں ہوپارہا ہے عمارت تعمیر ہونے پر نعتیہ فروغ وارتقا کے تعلق سے ہندوستان میں زبردست انقلاب پیدا کیا جاسکتا ہے۔ فراہمی رقم کی بابت اگر آپ کے توسط سے کوئی خاطر خواہ صورت نکل آئے تو ضرور ارشاد فرمائیں ممنون ہوں گا ۔

''ارحملنا'' کا ایک مختصر اعلان بھی ساتھ کررہا ہوں ترمیم و اضافہ کے ساتھ آپ شائع کردیں گے نوازش ہوگی ۔

طالب دعا

سید شمیم احمد گوہر

23/12/2004

حضرت گرامی محبّ محترم جناب صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مزاج گرامی

میں اِدھر کچھ عرصے سے اپنے اولین مجموعہ نعت ''ارحملنا'' کومکمل کرنے میں مصروف ہوگیا جس کے سبب شدید احساس کے باوجود جناب راجا رشید محمود کے اعتراضات کا جواب دینے میں تاخیر ہوئی معذرت خواہ ہوں ایسے ادبی وتنقیدی اختلافات سے آپ قطعی نہ گھبرائیں ادارتی ذمہ داریوں کے تحت ایسے حالات سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے معاملہ میری اصلاح کا ہو یادوسروں کی، ایسی خدمات کا سلسلہ جاری رکھنا عینی فریضہ ہے۔

بعض تنقیدی مسائل ونظریات کاذکر کرنے اور گزشتہ اعتراضات کے جواب میں میں نے راجا صاحب کی شاعری کاایک بار پھر محاسبہ کرنے کی کوشش کی ہے مجھے یقین کہ آپ ضرور پسند فرمائیں گے اور شائع کرکے ممنون فرمائیں گے انشاء اللہ نعتیہ اور نعتیہ کے بعد ایک اور تازہ ترین مضمون جلد ہی ارسال کرنے والا ہوں۔ جملہ اہل خانہ واہل بزم کی خدمت میں میرا سلام ونیاز کہئے۔

طالب دعا

خاکسار

سید شمیم احمد گوہر

3/1/2005

حضرت گرامی جناب سید صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

چند روز ہوئے جناب راجا رشید محمود صاحب سے متعلق جواب الاغراض خدمت میں ارسال کرچکا ہوں خدا کرے مل گیا ہورسید سے مطلع کرنے کی زحمت فرمائیں۔

جناب عزیز احسن صاحب کی تصنیف ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' کا مطالعہ کرنے بیٹھا تو موصوف کے دیباچے ہی میں الجھ کر رہ گیا اورمحض اسی دیباچے ہی پر اعتراض نام بھی ترتیب پا گیا۔ایسے نقطہ نظر اور ادبی اسلوب کی اصلاح ضروری ہے بعض حضرات نے ان کے اس تحریری مقاصد پر اثباتی فیصلے کا اظہار کیا جبکہ میں قطعی متفق نہیں مطالعہ کرنے کے بعد آپ خود ہی اپنی رائے قائم کرسکتے ہیں۔ اگر آپکے نزدیک کوئی وجہ مانع نہ ہوتو ادارتی فریضے کے تحت شائع کرکے ممنون فرمائیں۔ انشاء اللہ دوسرا تازہ مضمون بھی جلد ہی ارسال کرونگا دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اہل بزم خدمت میں سلام نیاز کہیے۔

طالب خیر
سید شمیم احمد گوہر

شوکت زریں چغتائی، ڈاکٹر (کراچی)

محترمی مخدومی آداب!

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آمدم برسر مطلب عرصۂ دراز سے نعت رسول مقبول سرورِ کونین پر تحقیق کا کام کررہی ہوں اور اس کے علاوہ ۱۹۹۶ء میں جامعہ سندھ سے باقاعدہ ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے موضوع ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' [ا] کے تحت پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ چناں چہ میں نعت کے موضوع پر ''نعت رنگ'' اقلیم نعت کے لیے لکھنے کی خواہش مند ہوں۔ اُمید ''نعت رنگ'' میں شامل ہونے کا موقع فراہم کیا جائے گا اور نمونے کے طور پر چند مضامین نعت ارسالِ خدمت ہیں اور ایک نعت ہے ،انھیں ''نعت رنگ'' میں شامل کرکے کاپی ضرور ارسال فرمائش نوازش ہوگی۔

والسلام
طالب دعا
ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی

☆ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (م: ۲۰۰۹ء)، مصنفہ، محققہ، کتب: ''مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور بچوں کی نفسیات'' (ایم۔ اے کا مقالہ)، ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)

ا۔ ۲۰۱۱ء، کراچی: بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، ۳۸۳ ص

شوکت عابد (کراچی)

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء

برادرم صبیح! السلام علیکم۔

تم نے میرے بکھرے ہوئے نعتیہ کلام کو یکجا کرکے ''نعت رنگ'' میں خصوصی گوشہ [ا] شائع

کرنے کی گنجائش خوب نکالی۔ گوشہ پر جو تنقیدی و تعارفی نوٹ تم نے لکھا یا لکھوایاہے، بہت جامع ہے۔ جس نے بھی لکھا ہے وہ نعت شناسی کے سمندر کا پرانا شناور لگتا ہے۔ خدا کرے یہ نوٹ تم نے کشفی صاحب سے لکھوایا ہو۔ ویسے میری رائے میں مجھ سے زیادہ غزل کے کئی اور شاعر ایسے ہیں جو ''نعت رنگ'' میں گوشے کے مستحق ہیں۔ جیسے انور شعور، ڈاکٹر پیرزادہ قاسم، احمد جاوید اور سرشار صدیقی..... مجھے علم نہیں کہ ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں انہیں اس طرح شائع کیا گیا ہے یا نہیں۔ فراستؔ رضوی[۲] بھی نعت کی طرف آ رہا ہے، غزل کی طرح فراستؔ کی نعت بھی مرصع ہونی چاہیے۔ ہاں یاد آیا جمال پانی پتی نے فراستؔ سے تمھارے بارے میں بڑی توقعات کا اظہار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ تم ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعت کے فروغ اور نعتیہ تنقید پر جس معیار کا کام کر رہے ہو وہ حیران کن ہے..... میں ذاتی طور پر بھی جمال بھائی کی رائے سے سو فیصد متفق ہوں۔ تم جس کمال بے نیازی سے نئی نعت کے کارواں کو لے کر آگے بڑھ رہے ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور دیگر غزل گو شاعروں کو اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ویسے تمھاری شخصیت کا ایک اور گوشہ بھی مجھے قابل رشک لگتا ہے۔ اور وہ ہے تخلیقی صلاحیت رکھنے والے لکھاریوں کو نعت کے حوالے سے کام پر لگا دینا۔ تمھاری یہ کوشش اور صلاحیت بجائے خود انتہائی مفید اور بارآور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے اب تک نعت کے فروغ کے حوالے سے جو کام لیے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ کام ابھی شاید باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم ﷺ کے فیض سے تمھیں اپنے مستقبل کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور تمھارے سلسلۂ عمر کو دراز کرے۔ (آمین) اور ہاں ''نعت رنگ'' کے موجودہ شمارے میں تم نے جو مضمون[۳] جمال پانی پتی سے لکھوایا ہے وہ کمال کا ہے۔ عسکری صاحب کے مضمون کو حوالہ بناتے ہوئے جمال بھائی نے بات کو جس طرح آگے بڑھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ جمال بھائی سے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ اور بھی لکھواؤ۔

والسلام۔ طلبگارِ دعا

شوکت عابد

☆شوکت عابد (پ: ۱۹۵۳ء)، شاعر، ادیب، استاد: شعبۂ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی، کتب: ''شاعری میرا تعارف نہیں''، ''جیسے دل کہیں'' (نظمیں)، ''اشکِ رواں'' (نعتیہ مجموعہ)۔

۱۔ش ۶،ص ۱۷۴۔۱۸۰

۲۔سید فراست حسین رضوی(پ:۱۹۵۴ء)، شاعر، ادیب، نقاد، سینئر آڈیٹر، سیلز ٹیکس (حکومتِ پاکستان)، کتب: ''کہر میں ڈوبی شام''، ''کتابِ رفتہ'' و دیگر۔

۳۔''نعت گوئی کا تصورِ انسان''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۶، ص ۲۲۔۴۶

یکم اپریل ۲۰۱۲ء

برادرم صبیح رحمانی! السلام علیکم۔

گزشتہ ہفتے میرے گھر پر منعقد ہونے والی ''شبِ مدحتِ سرکارﷺ'' میں پڑھی جانے والی تمھاری نعتیں آج بھی میرے دل کے گوشوں میں گونج رہی ہیں اور مجھے تر و تازہ و شاداب رکھے ہوئے ہیں۔محفل کے شریک سامعین (سرشار صدیقی سمیت) نے بھی اس محفل کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ خدا تمھیں اسی طرح ذکرِ سرکارﷺ کو بلند کرتے رہنے میں اپنا حصہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی..... تمھاری نعتوں نے مجھے ایک طرح کی مجرمانہ غفلت سے بیدار ہونے کا موقع بھی فراہم کیا۔یعنی مجھے خیال آیا کہ حضرتِ صبیح رحمانی جو ایک غیر منظّم، جستہ جستہ ،بکھرے بکھرے سے نظر آتے ہیں، اردو زبان میں نعتیہ ادب کے حوالے سے مختلف جہتوں میں جتنا کام کر چکے ہیں وہ ایک وقیع و جامع مضمون کا تقاضا کر رہا ہے اور اگر یہ کام میں خود ہی سرانجام دینے کی کوشش کروں تو صبیح کا شکریہ ادا کرنے اور اظہارِ محبت و عقیدت کا ایک معقول ذریعہ بھی ہاتھ آجائے گا۔ لکھنے بیٹھا ہوں تو سلسلہ ذرا دراز ہوگیا ہے اور تیس پینتیس صفحے لکھنے کے باوجود تشنگی بجھنے کے بجائے فزوں تر ہوتی جارہی ہے۔ مسئلہ تمھارا ہی پیدا کردہ ہے لیکن مشکل کا شکار ہونا میں نے خود پسند کیا ہے یعنی تم نے نعت خوانی میں اپنی طرز اور لحن کا ایک منفرد مکتب تو تخلیق کر ہی لیا ہے لیکن جب میں نے نعتیہ ادب کے حوالے سے تمھاری سرگرمیوں پر ایک نگاہ ڈالی تو پتہ چلا کہ تم اس شعبہ میں معیار اور مقدار دونوں لحاظ سے جتنا کام کر چکے ہو اس میں تمھارا کوئی مدِّ مقابل نہیں۔ تمھارا تیسرا شعبہ نعت نویسی ہے جو غیر معمولی معیار کا نہ ہونے کے باوجود ناقابل نظر اندازی نہیں۔ یعنی ایک صبیح نعت کی تین جہتوں میں جس تیز رفتاری اور وسعت سے سفر کر رہا ہے وہ قابلِ رشک، لائقِ تحسین اور قابلِ صد احترام

ہے۔

اسی لیے مجھے خیال آیا کہ تمھارے مضمون کا عنوان ''صبیح رحمانی۔نئ اردو نعت کا سیّدِ سہ جہات'' ہونا چاہیے۔ دعا کرو کہ مضمون جلد سمٹ جائے اور میرے سر سے یہ قرض اترے۔

طلب گارِ دعا

شوکت عابد

۷/ اکتوبر۲۰۱۲ء

برادرم صبیح! السلام علیکم۔

میں نے چند ماہ قبل تمھیں جو خط لکھا تھا اس میں اس دعا کی استدعا کی تھی ''خدا کرے تم پر لکھا جانے والا مضمون جلد از جلد سمٹ جائے اور میرے سر سے قرض اتر جائے''۔ بات یہ تھی کہ میں نثر کے معاملے میں انتہائی کام چور قسم کا آدمی ہوں، نہ نثر کی کتب یکسوئی اور توجہ سے پڑھ پاتا ہوں اور نہ ہی لکھ پاتا ہوں۔ تمھاری خوبیوں کی مدح میں سو اشعار کا ''قصیدۂ رحمانیہ'' لکھنا میرے لیے چند گھنٹوں کا کام ہے لیکن نعت کی تنقید ..... بھائی کانٹوں پر تیز رفتاری سے چل کر بچ نکلنا آسان کام نہیں۔ یہ کام کشفی صاحب جیسا کشف و کرامات والا آدمی ہی کرسکتا ہے۔

ساتھ ایک عارضہ اور لاحق ہے کہ جب بھی کوئی ایسی تخلیق ختم کرنے بیٹھتا ہوں جو میں دل سے لکھ رہا ہوتا ہوں تو اچانک نئے موضوعات اور نئے گوشے سامنے آنے لگتے ہیں اور سفر ختم ہونے سے پہلے ہی ایک نئی سمت کی جانب دوبارہ شروع ہوجاتا ہے۔ کچھ یہی حال تمھارے اوپر لکھے جانے والے مضمون ''صبیح رحمانی۔نئی اردو نعت کا سیّد سہ جہات'' کے ساتھ ہورہا ہے ۔ دوتین کیفیتِ تخلیق سے بھری نشستوں میں جوتیس پینتیس صفحات مضمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے لکھے تھے مضمون کی تمہید لگنے لگے۔ ایک بات پر تو اچھی طرح یقین آ گیا کہ مضمون کا نام یا عنوان بالکل درست رکھا گیا ہے۔لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ ان تینوں جہتوں پر لکھنے کا حق ادا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔محض خانہ پری اور رسمی تبصرے اور تذکرے بازی سے کام نہیں چلے گا۔تم نے مجھے ڈاکٹر ابوالخیر کشفی جیسی شخصیت سے متعارف کرا رکھا ہے جو میری نظر میں اس وقت نئی اردو نعت کے سب سے بہتر اور معتبر نقاد ہیں۔نعتیہ ادب پر ان کی تجزیاتی، تخلیقی اور تاثراتی نوعیت کی تنقید لاجواب و باکمال ہے۔ بلکہ اسے تنقید

کہنا بھی شاید زیادتی ہو، ان کی تاثراتی تنقید کے تخلیقی معیار نے اسے مزید اعلیٰ درجے کی چیز بنادیا ہے جسے کوئی نام نہ دینا ہی فی الحال بہتر ہوگا۔ کشفی صاحب سے کم تر معیار کی تنقید مجھے ذرا کم ہی سمجھ آتی ہے اس لیے تمھارے مضمون کے تخلیقی و تنقیدی معیار کو میں نے کشفی صاحب کے معیار و ذوقِ تنقید پر پرکھنا شروع کیا تو شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔ نتیجتاً اب یہ مضمون پچاس ساٹھ صفحات سے تجاوز کر چکا ہے۔ جب ذرا سنجیدگی سے تمھارے کمالاتِ مستور کے پردے اٹھانے کا کام شروع کیا تو کام رفو کا زیادہ نکل آیا۔

طوالت و تاخیر کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ اردو کے معروف نقاد محمد حسن عسکری[۱]، سلیم احمد[۲] اور کشفی صاحب ہیں۔ عسکری کا معرکتہ الآرا مضمون جو انہوں نے محسن کاکوروی کے قصیدہ لامیہ کے حوالے سے لکھا ہے، نعتیہ تنقید کے نئے معیارات کا تعین کرتا ہے اس لیے عسکری صاحب کے اس طویل مضمون کے بغیر تمھارے مضمون کو صحیح معنوں میں معیاری بنانا شاید ممکن نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اردو ادب کے معروف ادیب، نقاد اور شعرائے کرام اور ہمارے موجودہ نعتیہ ادب کے مخصوص طبقے کے مابین فاصلے کم ہونے چاہییں۔ ویسے بھی کم از کم اب اردو غزل کے نئے شعراء بھی گزشتہ پچیس برسوں سے نعت نگاری پر توجہ دے رہے ہیں، جو کہ ایک اچھا شگون ہے۔ تم پر لکھے جانے والے مضمون کو بھی میں اسی سلسلے کی ایک کڑی بنانا چاہتا ہوں۔ ہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ کیا تمھاری حرکات و سرگرمیوں کے تین حوالوں پر ایک طویل مضمون کے بجائے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اس مضمون کو کتابی شکل ہی دے دوں..... تمھاری مخلصانہ، ماہرانہ، ناقدانہ اور ''طاہرانہ'' رائے درکار ہے۔ ویسے اگر تم رائے نہ بھی دو تو مجھے بہت شدت سے محسوس ہو رہا ہے کہ کیا پتہ مجھ جیسے نابلد، نالائق اور غافل آدمی کو اللہ تعالیٰ تم پر ایک کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمادے۔ مجھے پتہ ہے کہ تم حسبِ روایت اسے بھی سنجیدگی سے نہیں لو گے اور ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دو گے۔ لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تم ایک نظر میرے مقدمے پر ڈالو گے تو تمھیں پتہ چل جائے کہ تم تو محض اس مضمون کو کتاب کے درجے تک پہنچانے کا ایک بہانہ تھے۔

تم نے کشفی صاحب پر حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''نعت نگر کا باسی'' کے دیباچے میں کشفی صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلامی ادب کی تفہیم، تحسین اور پرَکھ کے معاملے میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ اور یہ کہ ان کی ادبی رائے مسلّم، ادب شناسی غیر متنازع، مذہبی مواد سے آگہی لائقِ تقلید اور بلند ذوقی قابلِ رشک ہے۔ مجھے تو لگتا ہے تعریف و تحسین کے یہی الفاظ تمھارے لیے بھی

یکساں طور پر موزوں ہیں، تو شاید اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو۔ یہ تمھاری تعریف نہیں ہے بلکہ میرے سیدھے سچے تاثرات و خیالات ہیں تمھارے کام کی وجہ سے تمھارے بارے میں ..... خیر چھوڑو یہ سلسلہ تو جاری رہے گا۔ اس بار میں خط کا اختتام اس درخواست پر نہیں کروں گا کہ تم اپنے اوپر لکھے جانے والے مضمون کے جو میرے لحاظ سے کتاب بن چکا ہے، جلد از جلد اختتام کے لیے دعا کرو....

دعاؤں کا طلب گار

شوکت عابد

ا۔ پروفیسر محمد حسن عسکری (۱۹۲۱۔ ۱۹۷۸ء)، تاریخی نام: اظہار الحق، بہترین افسانہ نگار، نامور ادیب، اعلیٰ پایہ کے نقاد، کالم نویس، مترجم، شریک مدیر: ''ساقی'' کراچی، مدیر: ''ماہ نو'' کراچی، استاد: شعبۂ انگریزی، اسلامیہ کالج کراچی، کتب: ''جزیرے''، ''قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے''، ''انسان اور آدمی''، ''ستارہ یا بادبان''، ''وقت کی راگنی''، ''جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کا خاکہ'' (دینی مدارس کے لیے درسی اشاعت)، ''ریاست اور انقلاب'' (ترجمہ)، ''میں نے لکھنا کیسے سیکھا'' (ترجمہ) و دیگر۔

۲۔ سلیم احمد (۱۹۲۷۔۱۹۸۳ء)، شاعر، ادیب، صحافی، ڈرامہ نگار، نقاد، کتب: ''ادبی اقدار''، ''بیاض''، ''نئی نظم اور پورا آدمی''، ''غالب کون''، ''ادھوری جدیدیت''، ''اقبال، ایک شاعر''، ''اکائی''، محمد حسن عسکری۔ آدمی یا انسان'' و دیگر۔

۸/ فروری ۲۰۱۴ء

جنابِ من!

گزشتہ دنوں ''سچ'' ٹی وی پر فراست رضوی کی میزبانی میں تمھارا پروگرام دیکھا۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے حسبِ روایت مناسب معیار کی گفتگو کی۔ لیکن فراست کی موجودگی میں تم نے نعت پر جہاں سے گفتگو شروع کی اور جہاں تک اسے پہنچایا وہ بہت عمدہ تھی۔ فراست رضوی نے مجھے دس عدد نعتیں ''نعت رنگ'' کے لیے دی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان پر تعارفی نوٹ میں خود ہی لکھ دوں اور ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں ان نعتوں کو یکجا شکل میں شایع کیا جائے۔

بھائی صاحب! شکایت کا تو میں آدمی نہیں لیکن ایک مسئلہ کے طور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تم سے بالمشافہ ملاقات کم کم ہونے کی وجہ سے بہت سارے نئے کام شروع ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ بہت سی باتیں کہی جانے سے رہ جاتی ہیں، اور بہت سے ادھورے کام پایۂ تکمیل تک تاخیر سے پہنچتے

ہیں، مجبوراً خط کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کوشش کرو کہ محض روحانی طور پر نہیں جسمانی طور پر بھی دستیاب رہو۔

یاد آیا..... آرٹس کونسل کے محمود احمد خان تمھارے ساتھ جو پروگرام کرنے کے بارے میں کہہ رہے ہیں ان سے کہہ دو پروگرام منعقد کرنے کا اہتمام کریں ، شرکائے تقریب ہم خود تجویز کریں گے۔ پروگرام کا نام ہوگا: ''عقیدت کے رنگوں سے بھری شام صبیح رحمانی کے نام''۔

فراست رضوی میزبانی جبکہ انوار احمد زئی، سحر انصاری اور میں اظہار خیال..... ہوسکا تو طلعت حسین (صدا کار و اداکار) سے تمھاری انگریزی نعتوں کی recitation کروادیں گے۔ میں طلعت بھائی سے بات کرلوں گا۔

تم جدّہ سے واپس آجاؤ تو تفصیلی ملاقات کا رکھو۔

والسلام

نیاز کیش

شوکت عابد

---

۳۰ مئی ۲۰۱۴ء

برادرم سید صبیح رحمانی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جنابِ من! حسن اتفاق سے کل رات غالباً ARY ٹی وی پر شب معراج کے حوالے سے منعقدہ محفل میں تمھاری ایک دو نعتیں سننے کی توفیق نصیب ہوئی۔ طبیعت ہشاش بشاس، تروتازہ اور باغ باغ ہوگئی....بالخصوص تم نے علامہ شہزاد مجددی صاحب کا شب معراج کے حوالے سے جو نعتیہ کلام حسبِ تقاضائے محفل پڑھا اس نے تو رُکی رُکی محفل کو رواں دواں کردیا اور محفل کا رنگ ہی بدل گیا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اسی طرح سرکار ﷺ کی محفلوں میں عقیدت و محبت کے رنگ بکھیرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر یہ کلام کسی شکل میں مجھے دوبارہ اور سہ بارہ سننے کے لیے مل جائے تو میں تمھارا از حد ممنون رہوں گا۔

مذکورہ محفل نعت میں تمھاری آمد اور نعت خوانی کو صرف توصیفی ہی نہیں تنقیدی نگاہ سے بھی دیکھ رہا تھا اور سابقہ محفلوں میں تمھاری بحیثیت نعت خواں کارکردگی کے حوالے سے جائزہ لے رہا تھا۔ فوری تاثر یہ ہے کہ محفل کے تقاضوں کے مطابق اور حاضرین کے ذوق و شوق سے ہم آہنگ تمھاری

نعت خوانی کی صلاحیت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ قابل ستائش اور قابل رشک ہے۔..... یہ سب انہی کا کرم ہے جن کی نعت تم پڑھتے ہو، لکھتے ہو اور بسر کرتے ہو۔ بسر کرنے کے لیے نعت سے بہتر طرزِ زندگی اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ہمیشہ نعت اور نعت سے وابستہ تجلیات، کرامات اور فیضِ خاص سے جڑا ہوا رکھے اور مجھ فقیر کو بھی تم سے تعلق کے حوالے سے کچھ حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ شہزاد مجددی مجھے کچھ اپنے اپنے سے دکھائی دیتے ہیں۔ ٹی وی پر دکھائی جانے والی وضع قطع سے تو مجھے وہ اپنے ہی سیفیہ سلسلے کے جواں عزم بزرگ دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ صاحب کی نعت بھی کمال کی ہے اتنی سادہ، پر اثر اور باوقار نعتیں میری نظر سے کم ہی گزری ہیں۔ خصوصاً یہ شعر ؎

یہ نکتہ ہی شہزاد معراج میں تھا
کہ رستے کو خود رہنما دیکھ آئے

سن ۹۵ء کی وہ دوپہر یاد کرتا ہوں تو یوں لگتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے جب برادرِ عزیز احمد سراج نے میرے کاندھے پر ''نعت رنگ'' نامی ایک جریدے پر مختصر سا تبصرہ تحریر کرنے کی ذمہ داری سپرد کی تھی۔ جس کے بعد تم سے مراسم کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اب تقریباً بیس برس کی عمر کو پہنچنے والا ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ایک حد تک یہی لگتا ہے کہ جیسے میں نے تمھاری شخصیت اور اس سے وابستہ باکمال و منفرد خوبیوں کے بارے میں آ گہی کا آغاز ہی کیا ہے۔ شاید جب ہم کسی دوست سے اخلاص و محبت کے ساتھ اکثر و بیشتر ملتے رہتے ہیں تو بہت سی باتوں کو taken for granted لینے لگتے ہیں اور اگر تعلق و مراسم کی نوعیت بے تکلفانہ ہوجائے تو بعض اوقات ایک دوسرے پر عائد شدہ حقوق کی انجام دہی میں غفلت کے مرتکب بھی ہونے لگتے ہیں۔ مجھے اپنے اور تمھارے باہمی تعلق کے حوالے سے کچھ ایسا ہی احساس دامن گیر رہنے لگا ہے کہ میں اپنے اندر تم سے جتنا اخلاص و محبت محسوس کرتا ہوں، عملی طور پر اس کا اظہار نہیں کر پاتا ہوں۔ زندگی کے اس مرحلے پر جہاں میری تاریخ پیدائش ایک بھولا بسرا خواب بن چکی ہے اور تاریخ وفات ایک جیتی جاگتی حقیقت کی طرح میرے سامنے کھڑی ہے مجھے اپنی ان ادھوری چیزوں کو سمیٹنے کی فکر شدت اختیار کرتی جارہی ہے جنہیں میں نے اپنی خواہشوں کی فہرست میں اولین جگہ دی ہوئی ہے۔ ''نعت رنگ'' اور تم سے مبارک تعلق کے حوالے سے میری زندگی میں جس طرح کی بہاریں اپنا رنگ دکھاتی رہتی ہیں اور مجھے سرخوش و سرمست کرتی رہتی ہیں اسی پر میں اپنے آپ کو اس حد تک تمھارا ممنون احسان سمجھتا ہوں کہ میں زندگی بھر تمھارا احسان اتارنے

سے قاصر رہوں گا۔ البتہ اپنی بساط کے مطابق اپنی ٹوٹی پھوٹی کوششیں اپنی تسلی کے لیے ضرور کرتا رہوں گا۔ میرے ذمے جو قرض تم پر تحریر ہونے والی کتاب ''صبیح رحمانی نئی اردو نعت کا سہ جہات'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں اپنی تمام تر کوشش و خواہش کے باوجود اس کتاب کو تمھاری حقیقی قدر و منزلت کے لحاظ سے سپردِ قلم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہونے کے باوجود اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہا ہوں، جس پر میں تم سے اپنی لاچاری اور شرمندگی کا اظہار کرتا رہا ہوں۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ مجھے حج کی سعادت نصیب فرمارہا ہے کتاب کا آخری باب میں روضۂ رسولﷺ کے سایۂ رحمت اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں...... دعا کرو میری یہ آرزو بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اور شاید آخرت و دنیا دونوں میں میری سرخروئی کا سبب بن جائے۔ آمین۔

صبیح رحمانی...... تم آدمی ہو لیکن کمال کے ...... مجھ جاہل، غافل اور قلیل المطالعہ اور شاعری کی سلطنت سے خود ساختہ جلاوطنی اختیار کرنے والے کو نعت جیسے نازک و قیع اور کثیر مطالعے کے متقاضی موضوع پر ایک مختصر مضمون کو کتاب کی صورت دینے کی ذمہ داری سونپ دی ہے۔ کتاب تقریباً ۹۰ فیصد مکمل ہے اور میری ذاتی رائے میں تمھارے اخلاص و فیض نے ہی اسے یہاں تک پہنچایا ہے اور تمھاری دعا سے ہی میری یہ حقیر سی کوشش اختتام کو پہنچے گی ..... خیر چھوڑو اس موضوع کو درحقیقت میں تمھارے اوپر لکھی جانے والی مذکورہ کتاب کے ذکر پر جذباتی اور guilty ہوجاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جلد میری اس مشکل کو آسان فرمائے۔ اس سلسلے میں خصوصی دعا کا طلب گار ہوں۔

پرسوں فراست رضوی سے تمھارے اور ''نعت رنگ'' کے بارے میں بات ہورہی تھی .....فراست تمھاری کاوشوں کا دل سے معترف ہے اور بڑی عزت سے تمھارا تذکرہ کرتا ہے جو بلاشبہ فراست کے قلب کے سچے اور شفاف ہونے کی ایک دلیل بھی ہے۔ کیونکہ میری ذاتی رائے میں سرکارﷺ کی نسبت سے محروم کوئی بھی شخص تمھارے قریب آنے اور تمھارے بارے میں خیر کے کلمات ادا کرنے کی توفیق سے بھی ہمیشہ محروم ہی رہے گا۔ یعنی بقول قمر انجم

انجم جسے نصیب ہوا عشق مصطفیٰ
وہ محترم نہیں تو کوئی محترم نہیں

یہ سرکارﷺ سے نسبت اور وابستگی ہی ہے جو دومومنوں کے دلوں کو جوڑنے اور ایک دوسرے کے لیے خیر کا ذریعہ بننے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

ادھر بھائی ڈاکٹر طاہر مسعود[۱] بھی تمھارے بارے میں مجھ سے معذرت خواہ تھے..... کہہ

رہے تھے کہ مجھے صبیح نے ''نعت رنگ'' کا شمارہ ازراہِ خلوص بھجوایا تھا لیکن مجھ کم نصیب کو سنجیدگی سے مطالعے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اس کی ایک ذاتی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ نعت کے سلسلے میں ان کا ذوق انتہائی محدود ہے اور بہت مشکل ہی سے کوئی نعت ان کے دل کو چھوتی ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے ذوق کا حال بھی نعت کے سلسلے میں یہی ہے اور نعت کی سماعت کے حوالے سے بھی مجھے قاری وحید ظفر قاسمی، امِّ حبیبہ اور صبیح رحمانی کے سوا کسی کی نعت سنائی نہیں دیتی۔ لیکن جہاں تک ''نعت رنگ'' کا تعلق ہے اس کا مطالعہ اس بنیاد پر بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس جریدے میں جس معیار کا معلوماتی اور تنقیدی مواد نعت کے حوالے سے یکجا شکل میں شائع ہو رہا ہے کسی اور جریدے کو یہ توفیق نصیب نہیں۔ ''نعت رنگ'' نے جہاں صنف نعت کو مقبول بنانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے وہیں ''نعت رنگ'' غزل و نظم لکھنے والے شاعروں اور ادبی تنقید لکھنے والے نقادوں کے دلوں میں بھی اپنا راستہ بنا رہا ہے جو کہ ایک نیک شگون ہے۔

اور ہاں ایک خاص بات جو میں صرف تم سے ہی شیئر کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ طاہر مسعود نے تخلیہ میں مجھے ؎ 'یہ سب تمھارا کرم ہے آقا' والی نعت انتہائی دل سوز و دل کشا لحن میں سنائی اور مجھے اشک بار کردیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ طاہر کی سنائی ہوئی نعت نے میرے قلب پر خورشید احمد کی پڑھی ہوئی نعت سے زیادہ اثر کیا..... میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ طاہر مسعود کی شخصیت کا یہ گوشہ مجھ پر چالیس پینتالیس برسوں کی رفاقت میں کیوں نہیں عیاں ہوا...... کسی دن موقع ملا تو تمھارے سامنے بھی میں طاہر سے نعت سنانے کی فرمائش کروں گا۔

فی الحال اتنا ہی کافی ہے..... باقی باتیں انشاء اللہ ملاقات پر ہوں گی جو کہ بہت جلد ہونے والی چاہیے۔ تب تک کے لیے اللہ حافظ

دعاؤں کا طلب گار

خاکسار

شوکت عابد

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود، صحافی، ادیب، کالم نویس، افسانہ نگار، محقق، صدر: شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی، کتب: ''اردو صحافت انیسویں صدی میں'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''یہ صورت گر کچھ خوابوں کے'' (انٹرویوز)، ''کوئے دلبراں'' (شخصی خاکے)، ''دل درد سے خالی ہے'' (شخصی خاکے)، ''دل سوز سے خالی ہے'' (شخصی

خاکے)، ''بر گردن راوی''، ''اردو صحافت کی نادر تاریخ''، ''صحافت اور تشدد'' (مضامین)، ''گمشدہ ستارے'' (افسانے) و دیگر۔

❁

شہزاد مجددی، محمد، علامہ (لاہور)

''نعت رنگ'' کی برکات کا دائرہ مسلسل وسیع تر ہوتا جا رہا ہے، اہلِ علم و دانش خصوصاً اہلِ نعت کے افکار و آثار مائل بہ ارتقا ہیں اور یوں محسوس ہورہا ہے کہ مضامین نو کے انبار لگنے والے ہیں گلشنِ معانی میں فصلِ بہار ڈیرے ڈالنے والی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ:

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

''نعت رنگ'' (شمارہ:۱۹) پیشِ نظر ہے، ابتدائیہ میں آپ نے ''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کی تجویز پیش کی ہے جو نہایت مناسب بلکہ ضروری ہے۔ نعت اور صاحبِ نعت کو آفاقیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو اُمتِ مسلمہ کو یوں بھی ایک دوسرے کے نزدیک لایا جاسکتا ہے، حضرت اقبالؔ نے فرمایا ہے:

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

نئے دُکھ پڑھ کر حضرت صابر براری مرحوم یاد آئے، خدا مغفرت کرے، انھوں نے بہ کمالِ شفقت اس ناچیز کے پہلے مجموعۂ نعت ''حریصٌ علینا''[۱] کے لیے تاریخی قطعہ لکھ کر بھجوایا تھا۔

مضامین و مقالات میں بے جا تکرار و طوالت بعض اوقات کافی گراں گزرتی ہے، کچھ علاج اس کا بھی...

''اسلام میں نعت کا مقام: جواز/عدم جواز'' ص۳۴ پر ایک فقرے کی عبارت یوں ہے ''نبی کریم ﷺ نے ہر ضرورت کے موقع پر ان کی شاعری سے استفادہ کیا ہے۔''

یہ سطر لکھتے ہوئے شاید فاضل مضمون نگار کی توجہ اس طرف نہ تھی کہ:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
و لکن مدحت مقالتی بمحمد

کہ میں اپنے کلام سے محمد ﷺ کی مدح نہیں کرتا بلکہ آپ کے اسم گرامی سے اپنے مقالے

کی شان بڑھاتا ہوں۔

ص۳۴ پر بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا دوسرا مصرع کمپوزر یا پروف ریڈر کی نذر ہوگیا ہے: اس کو یوں ہونا چاہیے تھا:

و عند اللّٰہ فی ذاک الجزاء

ص۳٦ پر بھی دوسرے شعر کا مصرعِ اولیٰ اسی رویے کا شکار ہوا ہے۔ اسے قد انزل... ہونا چاہیے تھا۔

ص۳۵ پر بھی پہلے شعر کا دوسرا مصرع غلط لکھا گیا ہے:

''رسول اللہ شیمتہ الوفاءُ'' ہونا چاہیے تھا۔

اگرچہ یہ اصلاح و تصحیح بھی کسی رِسک (Risk) سے کم نہیں ہے۔ بہرحال معاملہ نعت کا ہے اور اشعار سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

ص۳۹ پر ''الأغانی'' کے حوالے سے ایک عبارت ہے جس میں عنترہ بن شداد کا شعر مندرج ہے لیکن شعر بھی عربی عبارت کا حصہ بنا کر لکھا گیا ہے اور اس میں بھی ''أظلہ'' کا الف غائب ہے، یعنی ''ظلہ'' لکھا ہے۔ یہ شعر چوں کہ ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کا پسندیدہ ہے اس لیے تبرکاً اسے درست اور صحیح کر کے پڑھ لینا چاہیے۔

ولقد أبیت علی الطوی و أظله

حتی أنال به کریم الماکل

(عنترۃ بن شداد)

فاضل مضمون نگار نے اس شعر کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

''میں رات اور دن بھوکا رہنے کو تیار ہوں تاکہ محنت و مشقت کے ذریعے عزت کی روزی حاصل کرسکوں۔'' انتہا

راقم کی نظر میں درست ترجمہ یوں ہوگا:

''یقیناً میں نے کئی راتیں اور دن بھوک (پیاس) کی حالت میں گزارے، یہاں تک کہ میں اسی کے باعث پاکیزہ روزی تک پہنچ گیا۔''

''کتاب الأغانی'' میں اس سے متصل ہی عنترہ بن شداد کا یہ قول موجود ہے۔''

مجھ پر مسلسل دو دن کھاتے پیتے ہوئے کم ہی گزرے ہیں۔

یعنی دو دن کا فاقہ اس کے معمولات میں تھا۔

ص۴۴ پر نعت کا مشہور فارسی شعر یوں درج ہے:

مولانا عبدالرحمٰن جامی ارشاد فرماتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک وگلاب... الخ

کیا یہ شعر مولانا جامی ہی کا ہے؟

''گلستانِ نعت میں سیرتِ مصطفیٰ کی بہارِ جاوداں'' اپنے عنوان اور محتویات کے لحاظ سے مفید اور دلچسپ مضمون ہے۔ ص۶۵ کے آخر میں محمد اعظم چشتی مرحوم کے ۱۲ اشعار ہیں جن میں سے پہلے شعر کا پہلا مصرع کچھ یوں لکھا گیا ہے:

گھبرائے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر

یہ غالبًا درست نہیں ہے، ''بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر'' ہونا چاہیے تھا۔

اسی مضمون میں ص۷۳ پر مولانا احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کا نعتیہ شعر یوں لکھا گیا ہے:

ترے خُلق کو حق نے عظیم کیا، تری خلق کو حق نے عظیم کیا

جو کہ درست نہیں ہے، صحیح مصرع یوں ہے:

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خَلق کو حق نے جمیل کیا (حدائق:ص۲۷)

''افصح العرب کے حضور میں'' واقعی بہترین کاوش اور اصلاحی تنقید کا لائق تقلید نمونہ ہے۔ البتہ ص۱۳۸ پر حضور ﷺ کی طرف شفا کی نسبت کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ من وعن تسلیم کرنے میں راقم کو تامل ہے، کیوں کہ ہمیں تو روایات صحیحہ اور اخبار متواترہ سے پہنچا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ظاہری و باطنی امراض سے شفا کے لیے بارگاہِ طبیب کائنات میں رجوع کرتے رہے ہیں بلکہ آپ سے نسبت رکھنے والی اشیا کے ذریعے بھی شفا حاصل کرتے رہے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت میں الفاظ کچھ اس طرح آئے ہیں، جبہ مبارکہ کے بارے میں فرماتی ہیں:

''فنحن نغسلها للمرضى يستشفى بها''

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۰)

تو ہم اسے مریضوں کے لیے دھوتے اور اس کے ذریعے شفا طلب کی جاتی تھی۔

بوقت ضرورت اس حوالے سے تفصیلی بات ہوسکتی ہے۔

ص۱۴۲ پر مسئلہ امتناعِ نظیر کے حوالے سے اسماعیل دہلوی کی طرف جو الفاظ منسوب ہیں

غالبًا فاضل مضمون نگار نے خود لکھے ہیں یعنی مفہوم ہے اصل عبارت جہاں تک مجھے یاد ہے، سخت بے ادبی والے الفاظ پر مشتمل ہے۔ حضرت عزیز احسن صاحب نے شرک فی النبوت کے حوالے سے بہت بجا لکھا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مسلمانوں کے پہلے امام اور حضور اکرم ﷺ کے اوّلین ظاہری و باطنی خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرہانے اُم المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شعر ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے پڑھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کہا گیا تھا تو یارِ غار و مزار نے بیٹی کے منھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا:

''ذاک رسول اللّٰہ'' یعنی یہ تو حضور کی شان ہے۔

''نعت گوئی کا تقدس اور اس کی تنقیدی قدریں'' بھی مفید اور اچھی کاوش ہے، ص۱۷۲ پر جناب شریف امروہوی کے ایک شعر پر تنقید کرتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نظرِثانی کا متقاضی ہے، کیوں کہ کسی سہو کی نشان دہی کرتے ہوئے بعض اوقات خود مصلح بھی خطا کر جاتا ہے، بات ہے عرش کے دروازے کھلنے یا کھولے جانے کی، تو اے اہلِ علم و دانش! ذرا غور فرمایئے کہ آسمان اور عرش میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور کیا دروازے عرش کے کھلوائے گئے تھے یا آسمان کے؟ دیکھیے ص۱۷۳ پر مندرج عربی عبارت اور اس کا ترجمہ ''عجب تضاد ہے کہیں عرش کے دروازے اور کہیں آسمان کے دروازے، یہ کیا غتربود ہے۔

ص۴۳۹ پر ڈاکٹر سرمد صاحب کا مضمون ''محمد اکرم رضا... تجلیاتِ نعت کے ایوان میں'' ایک لائق ستائش اور قابل تقلید عمل ہے جو اخلاص کے جذبے سے لکھا گیا ہے، البتہ ص۴۳۹ اور ص۴۴۲ پر دو اشعار آئے ہیں جن میں مشہور موضوع روایت ''الفقر فخری'' کو منظوم کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم کا مضمون ''نعت رنگ'' شمارہ:۲۰ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ص۴۴۵ کا آخری مصرع:

اک بحرِ بے کنار کی صورت اچھل کے آ

محل نظر اور خلاف احتیاط ہے، کیا رحمت تمام کو ایسے مخاطب کیا جا سکتا ہے؟ ''نعت رنگ'' شمارہ:۲۰ بھی حسب سابق تمام تر اہتمام و احتیاط کے ساتھ سامنے آیا ہے، ماشاء اللہ! مبارک ہو۔

ص۲۲ پر حمد باری تعالیٰ ہے، جس کے شعر نمبر۳ کا دوسرا مصرع صحیح کمپوز نہیں ہوا، درست یوں ہے:

اور اس کو بناتا ہے وہی نخلِ ثمر بار

ص۱۵۱ پر عزیز احسن صاحب کے مضمون کا اختتام حدیث شریف پر ہوا ہے، لیکن یہاں بھی ''**لاتجتمع**'' کو ''**تجمع**'' لکھا ہے۔

فاضل اہلِ قلم سے گزارش ہے کہ حدیث کا حوالہ ہمیشہ حدیث کے اصل متون و مآخذ سے دیا کریں تو بہتر ہے۔

ص۱۶۸ پر امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی رُباعی کا دوسرا مصرع غلط کمپوز ہوا ہے، صحیح یوں ہے:

بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

ص۲۸۷ پر سیماب اکبر آبادی کے اشعار ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ردیف میں آئے ہیں۔ چوتھا شعر خبر نہیں کیا سے کیا ہوگیا ہے؟

ص۳۱۷ پر ''التفاتِ سیّد ساداتﷺ'' کے عنوان سے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی تحریر ہے۔ فرماتے ہیں، مندرجہ بالا عنوان، حافظ لدھیانوی مرحوم کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے:

التفاتِ سیّد سادات کب محدود ہے
وسعت دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شعر حضرت حفیظ تائب مرحوم کا ہے۔

ص۳۶۶ کے آخر میں ''فیاض ٹانڈوی کی نعتیہ شاعری'' سے ماخوذ حمدیہ اشعار میں دوسرے شعر کا مصرع نمبر۲ یوں ہے:

شام کی یہ ملگجی میلی ردا تیری عطا

کیا یہی انداز حمد ہے؟ **سبحان اللّٰہ عما یصفون۔**

ص۳۷۴ پر آفتاب کریمی کا شعر ہے:

میں نبی کا ادنیٰ غلام ہوں مری آل ابن غلام ہے
مری آل کی بھی جو آل ہے وہ غلام ہو یہ پیام ہے

''آل ابن غلام'' کچھ زیادہ درست نہیں لگتا بلکہ آل، آلِ غلام ہے'' زیادہ مناسب ہے۔ ایسے ہی ''آل کی آل'' بھی سمجھ سے باہر ہے۔ ص۴۵۳ پر ایک فقرہ ہے، ''کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے آپ کی۔'' بات سمجھ نہیں آئی، نرینہ اولاد نہ ہونا اور نرینہ اولاد کا بلوغت سے پہلے ہی دنیا سے چلے جانا

کیا اس میں کچھ فرق ہے؟ اور یقیناً ہے تو پھر یہ کیسے سمجھ لیا گیا ہے؟

''خطوط'' میں علامہ کوکب نورانی صاحب کا مفصل خط واقعی لائق مطالعہ اور معلومات افزا ہے۔ البتہ ایک مقام ص۵۵۲ پر میں رُک گیا، جہاں انھوں نے فیروزشاہ (میانوالی) کے مبالغے اور مغالطے کا تذکرہ یوں فرمایا ہے،'' وہ لکھتے ہیں، سرکارِ دوجہاں کا فرمان ہے، فضیلت اس گواہی کی ہے جو دشمن بھی دے۔'' اس پر علامہ کوکب نورانی فرماتے ہیں:

''فی الواقع اگر یہ فرمان رسول کریم ﷺ ہی کا ہے تو اصل عربی مجھے یوں یاد ہے۔ **الفضل ماشهدت به الأعداء....الخ**''

میرے نزدیک صحیح ترجمہ یوں ہوگا کہ ''فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔'' بجا فرمایا ترجمہ تو یہی درست ہے، البتہ یہ فرمان رسول کریم ﷺ نہیں ہے بلکہ مشہور عربی مصرع ہے جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ امام ثعالبی علیہ الرحمہ نے ''التمثیل والمحاضرة'' ص۲۲ میں اسے معروف عرب شاعر السری الموصلی الرفاء کے حوالے سے نقل کیا ہے:

النویری نے ''**نهاية الارب فی فنون الادب**'' میں اس طرح لکھا ہے:

و فضائل شهد العدو بفضلها

الفضل ماشهدت به الاعداء

ابن ہشام انصاری کی شرح ''قصیدہ بانت سعاد'' ص۶ پر یہ شعر اس طرح لکھا ہے:

و مليحة شهدت لها ضراتها

والفضل ما شهدتُ به الاعداء

''نعت رنگ'' کا اشاریہ جناب محمد سہیل شفیق کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

انتساب بھی خوب ہے البتہ سورۃ الاسراء آیت نمبر۲۴ قرآنی رسم الخط کے خلاف اور غلط لکھی گئی ہے۔ قرآن پاک دیکھ کر درست فرمالیں۔

طوالت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

والسلام

محمد شہزاد مجددی

☆ علامہ محمد شہزاد مجددی، نعت گو شاعر، نعتیہ تخلیق: ''تحیّت''۔

ا۔۱۹۹۶ء، لاہور: قرطاس پبلی کیشنز، بار اول، ۸۸ص

برادرِ مکرم سید صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲۰ پیش نظر ہے۔ ماشاء اللہ! دیر آید دوست آید کا مصداق بجز کہ آخر یہ اہلِ محبت کا محبوب مجلّہ اشاعت پذیر ہو کر سامنے آ ہی گیا۔ آپ نے ''ابتدائیہ'' میں تنقید نعت کے حوالے سے اہم امور کی نشان دہی کی ہے، اُمید ہے ناقدین اس جہت سے بھی غور و فکر فرمائیں گے۔

ص۲۲ پر راقم کی حمد کے شعر نمبر۳ کے مصرع ثانی میں لفظ ''وہی'' چھوٹ گیا ہے۔ مصرع یوں ہے:

اور اس کو بنانا ہے وہی نخل ثمر بار

جناب عزیز احسن نے اپنے مضمون ''نعت اور تصور مقصود کائنات'' کے آخر میں ایک حدیث کے دو مختلف متون پیش کیے ہیں اور دوسری حدیث کے نیچے بطور حوالہ ''کشف المحجوب'' (اردو ایڈیشن) کا ذکر کیا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ وہ حدیث کا حوالہ حدیث ہی کی کتاب سے پیش کرتے، کیوں کہ علم و تحقیق کا تقاضا یہی ہے اور پھر احادیث کشف المحجوب کی تو تخریج بھی ہو چکی ہے۔

حدیث کے متن کی تصحیح فرما لیجیے۔ ''لاتجمع'' نہیں بلکہ ''**لاتجتمع**'' حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ ابن ماجہ الفلق رقم: ۳۹۴۰، ترمذی: الفتن، رقم: ۲۰۹۳، ص۳۱۷ پر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مضمون کا آغاز کرتے ہوئے حضرت حفیظ تائب مرحوم کا مشہور شعر حافظ لدھیانوی مرحوم کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۹ کے حوالے سے شائع شدہ مذاکرہ میں ص۴۵۳ پر لکھا ہے ''کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے آپ کی، نرینہ اولاد اس لیے نہیں کہ قدرت تو یہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ نبوت کا سلسلہ آگے چلے...الخ'' فیاللعجب!

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نرینہ اولاد نہیں تھی؟ کیا ابوالقاسم ﷺ جناب قاسم و ابراہیم علیٰ ابیھما و علیھما السلام کے والد گرامی نہیں ہیں؟

شاید قائل جو ذہن میں تھا اسے الفاظ میں نہیں ڈھال سکا۔ بہر حال ان امور میں خصوصی احتیاط درکار ہے۔

حضرت علامہ کوکب نورانی کے مفصل مکتوب میں ص۵۵۲ پر ایک عربی محاورے کے حوالے

سے (جسے صاحب مضمون نے سرکار دوجہاں ﷺ کا فرمان لکھا ہے) بایں الفاظ تصحیح فرمائی گئی ہے۔
فی الواقع اگر یہ فرمان رسول کریم ﷺ ہی ہے تو اصل عربی مجھے یوں یاد ہے:

الفضل ماشهدت به الاعداء۔

ہماری دانست میں یہ عربی کا مشہور مقولہ حدیث نبوی نہیں ہے، عرب شعرا کے کلام میں یہ مقولہ بہ کثرت منظوم شکل میں ملتا ہے۔

امام الثعالبی نے ''التمثیل والمحاضرۃ'' (ص۲۷) میں السّر ی الموصلی الرفّاء کے حوالے سے اسے درج کیا ہے۔

علامہ شہاب الدین تنویدی نے ایک شعر یوں لکھا ہے:

و فضائل شهد العدو بفضلها
والفضل ما شهدت به الاعداء

(نہایۃ الادب فی فنون الادب، ص۸/۱۳/۱۷)

اسی طرح کا ایک خوب صورت شعر اور دیکھیے:

و مليحة شهدت لها ضرتها
والفضل ماشهدت به الاعداء

(شرح قصیدہ بانت سعاد ص۶)

علامہ کوکب نورانی زید شرفہ کا یہ مکتوب بھی حسب سابق بھرپور اور مفصل تجزیے پر مشتمل ہے۔ پروف کی اغلاط کا معاملہ بھی لائق توجہ ہے۔ خدارا اس کا کچھ کیجیے۔ راقم کے مضمون میں کئی جگہ تکلیف دہ حد تک گڑبڑ ہوئی ہے۔خصوصاً آیات و احادیث اور عربی عبارات کی مکمل تصحیح کا التزام ناگزیر ہے۔

''اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات۔۲'' [۱] ارسالِ خدمت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کمپوزنگ کے بعد تصحیح اور پروف خوانی کے لیے مجھے بذریعہ E-mail بھجوادیں۔ میرا ای میل یہ ہے:

msmujaddidi@yahoo.com

msmujaddidi@hotmail.com

اجازت چاہتا ہوں۔

والسلام مع الاکرام

احقر محمد شہزاد مجدّدی

ا۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۲۰،ص ۱۲۰۔۱۳۱

کتاب اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدہ جائزہ ''نعت رنگ''۲۲ کے ساتھ موصول ہوئی، شکریہ۔ پروفیسر شفقت رضوی مرحوم کی کتب درکار ہیں اور حضرت ادیب رائے پوری کی ''تنقید اور مشکلات تنقید'' کی بھی جستجو ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲۲ کے حوالے سے بھی کچھ کہنا ہے۔

سب سے پہلے تو ''مہمان مدیر'' کو خوش آمدید اور ''اپنی بات'' کی تائید کرتے ہوئے تاخیر جو بعض اوقات تکلیف دہ بھی ہوجاتی ہے کا گِلہ کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کیوں کہ ''نعت رنگ'' سے ایک خاص فکری و روحانی تعلق سا بن چکا ہے جو بہرحال اپنی تسکین چاہتا ہے اور پھر کئی طرح کے تقاضے بھی رکھتا ہے۔

خدا کرے ہر نعت کا رنگ ہم سب اہلِ نعت کے قلوب و اذہان پر یوں ہی چڑھا رہے اور اس میں برکت ہو، آمین۔

جناب ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مضمون ''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' پڑھنے کے بعد بے اختیار آپ کی تائید کو جی چاہا ہے کہ ''ان کا مضمون'' نعتِ نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت ایک خاص مسلک و مکتبِ فکر کی واضح ترجمانی اور بعض مقامات پر سخت بیانی کے باوجود ایک اہم اور توجہ طلب مضمون ہے۔ واقعی یہ تحریر ایک خاص ذہنیت اور مسلکی رجحان کی آئینہ دار ہے اور اس میں جوشِ تعصب نے صاحبِ مضمون کو کئی جگہ بے اعتدالی اور عدم توازن کا شکار بھی کیا ہے لیکن اس پر بھی شکایت نہیں ہے بلکہ شکوہ تو اس بات کا ہے کہ حضرت! اختلاف کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں، خدارا! اہل علم و دانش تو ''ادب الاختلاف'' کا پاس و لحاظ رکھیں۔ پھر ماہرین ادبیات اور مُتخصیصنِ فنون ہی اگر اس قسم کی لغزشوں کا ارتکاب فرمانے لگے تو ہم ایسے مبتدیوں کا کیا ہوگا۔بعض اوقات تو ایسے اہلِ علم حضرات جن سے بہت حُسنِ ظن ہوتا ہے، اس قسم کے تغافل و تجاہل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں۔

اب آیئے کچھ مضمون کے مندرجات کی طرف، سب سے پہلے تو تحریر کی بے ترتیبی و بے ربط

پیراگراف ہی طبع سلیم پر گراں ہیں کہ فاضل محرر نے اتنے مختلف النوع نثری ٹکرے باہم جوڑنے کی کاوش فرمائی ہے۔ بہرحال ان کی ہمت اور حوصلہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے لیے انھیں براہِ راست تمہیدی الفاظ نہ ملے تو انھوں نے ''بطورِ تشبیب'' یہ اندازِ بیان اختیار فرمایا، خیر! یہ بھی ان کا ذاتی معاملہ ہے، مضمون کے عنوان کی مناسبت سے انھوں نے سب سے پہلے توحیدِ خالص کو تین اقسام، یعنی توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحیدِ صفات پر مشتمل و منقسم قرار دیا ہے۔ لیکن ان اقسام اور تقسیم کی کوئی معتبر سند اور مستند حوالہ پیش کرنے کی زحمت نہیں کی، جو ان پر قرض ہے۔ البتہ یہ مہربانی ضروری کی کہ عصرِ اسلامی کے نعتیہ کلام اور قصائد کہنے والے آغوشِ نبوت کے پروردہ نیک نفس لوگوں یعنی حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نہ صرف تحسین فرمائی ہے بلکہ انھیں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد روئے زمین کے برگزیدہ لوگ بھی تسلیم کیا ہے۔

یاد رہے اقسامِ توحید کی یہ مثلث ''متاثرینِ تثلیث'' کی ذاتی اختراع اور مقلدینِ ابن تیمیہ کی ایجاد فرمودہ اعتقادی بدعت ہے۔ قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ وسلف میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ یہ سازش اُمت مسلمہ کے ان موحدین کو مشرکین ثابت کرنے کے لیے تیار کی گئی تھی جو انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو باذن اللہ تعالیٰ متصرف و مختار مانتے ہیں اور ان مقبولانِ بارگاہ کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناتے ہیں۔ معروف عرب عالم دین شیخ حسن السقاف نے اپنے ''مجموعہ رسائل السقاف'' (۵۹۳/۲) میں اس تثلیثی توحید کا پردہ خوب چاک کیا ہے۔ علامہ سقاف لکھتے ہیں:

> یہ تقسیم سلف صالحین میں متعارف و معلوم نہ تھی، اس تقسیم کو ساتویں صدی ہجری کے بعد گھڑ کر منتشر کیا گیا اور اسے پہلی بار ابن بطۃ العکبری نے بیان کیا جو عقیدۂ تجسیم کا قائل (مجسمہ فرقہ کارکن) مجروح العدالت اور وضاع تھا، جب کہ ابن تیمیہ نے اس من گھڑت اور محدث نظریہ کو شرح و بسط کے ساتھ عام کیا۔

علامہ سقاف نے ''شرح عقیدہ طحاویہ'' کے نام سے شائع ہونے والی کتاب کے بارے میں بھی معلومات افزا انکشافات کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

عقیدۂ طحاویہ امام ابوجعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تیار کردہ متن ہے جو کتاب و سنت خصوصاً ائمہ احناف کے بیان فرمودہ عقائد پر مبنی مستند دستاویز ہے۔ اس کی ایک شرح ابن ابی العز

''الحنفی'' نے کی ہے اور حواشی میں جگہ جگہ صاحبِ متن کی مخالفت کرتے ہوئے ذاتِ باری سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ''حد'' اور ''جہت'' کا اثبات کیا ہے جب کہ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے اس کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ملا علی القاری نے ''شرح فقہ الاکبر'' (ص۱۷۲) میں ابن ابی العز کے بارے میں لکھا ہے:

''صاحب مذہب باطل، تابع لطائفۃ من المبتدعۃ''

باطل عقائد کا حامل اور بدعتی فرقہ کا پیروکار ہے۔

اقسامِ توحید کی مذکورہ مثلث ابن ابی العز نے شرح عقیدۂ طحاویہ میں کمال تلبیس سے تیار فرمائی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے مجموعۂ رسائل سقاف کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ذاتِ ورا ألوریٰ کے لیے حد، جہت، جسم اور اعضا کے قائلین کیا جانیں کہ اس وحدہٗ لاشریک کی شان الوہیت وحدانیت کیا ہے۔

فرقہ، مجسمہ ومشبھہ کے پیروکار ''لیس کمثلہٖ شئی'' کی حقیقت تک رسائی سے عاجز ہیں۔ سچ ہے:

توحید متاعیست کہ بردار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند

البتہ خودساختہ توحیدی مثلث کے ذریعے ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے پیاروں اور محبوبوں کی عظمت اور شرف وکمالات کی نفی کرنے سے ہی ان کی توحید کا اثبات ہوتا ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' اور اسماعیل دہلوی کی ''تقویت الایمان'' اسی توحیدی تکون کے دو تیز دھار کونے ہیں۔

سانحۂ کربلا کے تناظر میں نگرامی صاحب نے اہلِ بیت علیہم الرضوان کے تذکرہ کو نعت کے ساتھ مبالغہ آرائی اور غلو کے ساتھ کیے جانے کا ذکر بھی چھیڑا ہے اور کچھ نعت گو شعرا کے اسما بھی پیش کیے ہیں جن میں کمیت الاسدی دعبل الغزاعی اور الشریف رضی شامل ہیں۔ صد شکر کہ مضمون نگار نے ان تینوں شعراء کو بھی دائرہ شرک سے خارج قرار دیتے ہوئے یوں لکھا ہے:

''مذکورہ تینوں شعراء نے اپنے سیاسی اور عقائدی نظریات سے قطع نظرِ رحمت عالم ﷺ اور اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کسی بھی فرد کو ربوبیت کا درجہ نہیں دیا کیوں کہ وہ توحید کی تینوں قسموں اور ان کے معانی و مطالب سے بخوبی آگاہ تھے۔

یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنے معیار توحید و شرک کی کوئی صراحت نہیں کی البتہ اندازِ بیان بتا رہا ہے کہ ان کا اشارہ کسی قسم کی توحید اور شرک کی طرف ہے۔ جب کہ اس کی مزید وضاحت ان کی تحریر کا درج ذیل اقتباس پڑھنے سے ہوجاتی ہے:

> عربی کی نعتیہ شاعری کو توحید خالص کی ڈگر سے ہٹا کر شرک کے غار میں دھکیلنے کے گنہ گار ساتویں صدی کے اندلسی الاصل شاعر ابن ہانی اور اسکندریہ کے نعت گو شاعر محمد بن سعید البوصیری تھے۔(ص۳۶)

تائید مزید کے طور پر انھوں نے اپنے ایک استاد کا قول بھی نقل کیا ہے جس سے ان کے مزاج و مسلک کا بھی بخوبی اندازہ ہورہا ہے۔

مضمون نگار نے اندسی الاصل شاعر ابن ہانی کا تعلق ساتویں صدی سے بیان کیا ہے جو درست نہیں۔

ابن ہانی الاندلسی (۹۳۷/۳/۹۷م/۳۶۳۔۳۲۶ھ) ابوالحسن محمد بن ہانی، الأزدی کا تعلق بلحاظ سن عیسوی دسویں صدی سے اور تقویم ہجری کے اعتبار سے چوتھی صدی سے بنتا ہے۔ اشبیلیہ میں پیدا ہونے والا یہ ازدی شاعر بن ابی صفرہ الأزدی کی اولاد میں سے تھا اور عقائد کے لحاظ سے اسماعیلی شیعہ تھا۔ ابن خلکان کے بقول ابن ہانی مغرب کا متنبّی تھا۔ اسی لیے اسے ''متنبّی المغرب'' کہا جاتا ہے۔ ابن ہانی کو ادبیات عربی کے ائمہ نے مغرب کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا ہے۔ ابن ہانی کا دیوان مطبوعہ ہے۔ جس کی شرح ''تبیین المغانی فی شرح دیوان ابن ہانی'' کے نام سے نظام کالج حیدرآباد دکن انڈیا کے استاذ عربی ڈاکٹر زاہد علی کی تحقیق و تہذیب کے ساتھ (۱۳۵۲ھ) میں ''مطبعۃ المعارف'' مصر سے شائع ہوچکی ہے۔ فاضل محقق نے اپنے مقالہ کی دوسری جلد میں دیوان کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس تحقیقی کاوش پر انھیں آکسفورڈ یونی ورسٹی نے پی ایچ۔ ڈی (Ph. D) کی ڈگری سے نوازا تھا۔

باخبر مؤرخین اور ناقدین ادب نے جہاں ابن ہانی کے کلام اور ادبی کمال کو سراہا ہے وہاں اس کے عقائد و نظریات پر تنقید بھی کی ہے جو ہر بڑے ناقد کا حق ہے۔ ابن ہانی نے اپنے کلام میں جابجا اپنے عقائد کا اظہار کھل کر کیا ہے بلکہ اسماعیلی عقائد کو جاننے کے لیے اس کے مدحیہ قصائد ایک اہم

ذریعہ ہیں۔ البتہ اسے نعت گو شاعر تسلیم کرنے میں کم از کم مجھے تامل ہے۔ کیوں کہ اس کا تقریباً سارا کلام مصر کے فاطمی خلفا کی مدح پر مشتمل ہے اور کہیں کہیں وہ ائمہ اہلِ بیت کے فضائل اور مناقب اسی تناظر میں بیان کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کے لیے اہلِ علم تاریخِ ادب عربی کے موضوع پر لکھی گئی معروف کتب سے رجوع کر سکتے ہیں۔

رہی بات امام شرف الدین محمد بن سعید البوصیری علیہ الرحمۃ کی تو ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' والی بات ہے۔ ان کے علم وفن، عقائد ونظریات اور بارگاہ خدا ومصطفیٰ ﷺ میں مقبولیت کا ایک زمانہ شاہد ومعترف ہے۔ آپ کی ولادت مصر کے علاقہ ''دلاص'' میں ۶۰۸ھ/ بمطابق ۱۲۱۲ء میں ہوئی۔ حفظِ قرآن اور مروّجہ علومِ دینیہ کی تحصیل وتعلیم کے بعد آپ نے عربی ادب وشعر میں اپنے کمال فن کا لوہا منوایا اور حکام وقت کے درباروں تک رسائی حاصل کی، لیکن مدح حبیب ﷺ ان کی آخری منزل ٹھہری جس کی معراج ان کا ''قصیدہ بردہ'' شریف ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمۃ زہد وتصوف کی راہوں کے مسافر تھے اور سلسلہ شاذلیہ کے بانی حضرت سیّدنا ابوالحسن شاذلی کے خلیفۂ اعظم حضرت شیخ ابوالعباس المرصی علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے مشائخ کی مدح میں منقبت کے شعر بھی کہے ہیں۔

اُمت کے جلیل القدر ائمہ حدیث وتفسیر اور مشائخ طریقت نے ان کے مدحیہ قصائد کو حرزِ جاں بنایا اور اس کے شروحات وحواشی لکھ کر اپنے لیے سامانِ سعادت فراہم کیا۔ اگر کسی مزید تفصیل میں جائے بغیر صرف ان شروح وحواشی کی فہرست اور شارحین کے اسما ہی درج کردیے جائیں تو ہر صاحب ایمان جان جائے گا کہ حضرت بوصیری علیہ الرحمۃ توحید کی جملہ اقسام سے کتنا واقف تھے اور عشقِ رسالت مآب ﷺ کے کس مرتبہ پر فائز تھے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ''حسن المحاضرۃ'' میں ان کے تعارف میں لکھا ہے کہ علامہ بوصیری تفسیر وحدیث کے متبحر عالم تھے۔ جب کہ ان کے تلامذہ میں امام ابوحیان، امام ابوالفتح ابن سیّد الناس اور محقق عصر امام عز ابن جماعۃ رحمہم اللہ جیسے اکابر علما بھی شامل ہیں۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (۵/۵۳) میں لکھا ہے۔

اس شہرۂ آفاق قصیدے کا اُردو انگریزی، لاطینی، ایمانی، فارسی، ترکی اور بربری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور ایک سو کے قریب عربی، فارسی، ترکی اور بربری زبانوں میں شرحیں لکھی ہیں۔ عبداللہ

یعقوب انصاری، ابن ہشام النحوی، خالد بن عبداللہ الازہری اور شہاب الدین القسطلانی (شارح بخاری) کی شروح خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یاد رہے کہ اس قصیدۂ میمونہ مبارکہ کی شروحات وحواشی کی فہرست نقل کرتے ہوئے کسی بھی محقق، ادیب اور فہرست نگار نے تمام وتکمیل اور ان کے احصا کا دعویٰ نہیں کیا۔ چناں چہ ڈاکٹر خالق داد ملک شیخ جمال بن نصیر الجنابی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تقدیم میں قصیدہ بُردہ کی ۳۶؍شرح قصیدہ شروح کی فہرست کا اندراج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قصیدہ بردہ کو عالم اسلام کے اطراف واکناف میں بزرگوں نے حفظ کیا اور دینی حلقوں میں اس کی قرأت کو معمول بنایا، جب کہ ناشرین نے مشرق وغرب میں اسے شائع کیا اور آٹھویں صدی ہجری سے آج تک شارحین نے مسلسل اس کی شرحیں لکھیں، جن میں سے چند کی فہرست اور شارحین کے اسما ہم یہاں بطورِ نمونہ نقل کرتے ہیں نہ کہ بطور اتمام فہرست ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل المقدسی الشافعی (۶۹۵ھ)
۲۔ علی بن جابر موسیٰ الیمنی الشافعی المتوفی سنۃ (۷۲۵ھ)
۳۔ جمال الدین عبداللہ بن یوسف المعروف بابنحہ ھشام النحوی (۷۶۱ھ)
۴۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الزمدوی الشہر یا بن الصائغ (۷۷۶ھ)
۵۔ مسعود بن عمر المعروف بسعد الایحہ تفتازانی (۷۹۸ھ)
۶۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی (۷۹۱ھ)
شرح کا عنوان: ''الاستیعاب لما فیها سحر البیان والاعراب'' ان کی ایک اور شرح کا عنوان ''اظہار صدق اعودۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ'' ہے۔
۷۔ جلال بن قوام بن الحکم، تکمیل شرح کی تاریخ ۷۹۲ھ ہے۔
۸۔ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی ۷۹۴ھ
۹۔ محمد البسطامی الستاھرودی المعروف بمصنفک المتوفی سنۃ ۸۷۵ھ
۱۰۔ شرف الدین علی البذوی المتوفی سنۃ ۸۲۸ھ
۱۱۔ کمال الدین حسین الخوارزمی المتوفی سنۃ ۸۴۰ھ
۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد الحلی الشافعی المتوفی ۸۴۶ھ وسماہ الانو الارلمضیہ فی مدح خیر البریۃ''
۱۳۔ جلال الدین احمد بن محمد بن محمد الخبندی المنوفی سنۃ ۸۰۳ھ وسماہ ''طیب الحبیب ھدیۃ الی کل حُبِّ

لبیب''

۱۴۔ زین الدین ابوالعز طاھر بن حسن المعروف بابن حبیب الحلبی۔ التوفی ستۃ ۸۰۸ھ

۱۵۔ القاضی شھاب الدین الدولۃ آبادی التوفی ستۃ ۸۴۹ھ

۱۶۔ زین الدین خالد بن عبداللہ الازھری التوفی ستۃ ۹۰۵ھ وسماہ ''الزبدۃ فی شرح قصیدہ البردۃ''

۱۷۔ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی التوفی ستۃ ۹۲۳ھ وسماہ۔

شارق الانوار المعنیۃ فی شرح الکواکب الدرّیۃ

۱۸۔ القاضی زکریا بن محمد الانصاری التوفی ستۃ ۹۲۶ھ وسماہ ''الذبدۃ الرائقۃ فی شرح قصیدہ البردۃ الفائقۃ''

۱۹۔ عبیداللہ محمد بن یعقوب المولیٰ الفناری التوفی ستۃ ۹۳۶ھ۔

۲۰۔ محی الدین محمد بن مصطفےٰ المعروف بشیخ زادہ التوفی ستۃ ۹۵۱ھ

۲۱۔ بدر الدین محمد بن الفزی التوفی ستۃ ۹۸۴ھ وسماہ ''زبدۃ''

۲۲۔ خیرالدین خضر بن عمر العطوفی التوفی ستۃ ۹۸۴ھ

۲۳۔ حسام الدین حسن بن محمد العباسی

۲۴۔ احمد بن مصطفےٰ الشہید بلالی

۲۵۔ یحییٰ بن منصور بن یحییٰ الحسنی وسماۃ نتائج الافکار

۲۶۔ الامام فخر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر الشیر ازی وسماہ ''نزھۃ الطالبین وتحفۃ الراغبین''

۲۷۔ الفاضل الحسن بن محمد بن الحسن الحنفی النخعی

۲۸۔ یحییٰ بن زکریا المفتی وسماہ ''صدق المورۃ''

۲۹۔ ابوالعباس احمد الازوی المعروف بالقصار

۳۰۔ حسن بن حسین التاشی

۳۱۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن حسن القدسی البرمونی

۳۲۔ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری التوفی ستۃ ۱۰۱۴ھ

۳۳۔ عبدالواحد بن احمد الانصاری التوفی ستۃ ۱۰۴۰ھ وسماہ ''شفاء القلب الجریح''

۳۴۔ محمد بن منلا ابی بکر بن محمد بن منلا سلیمان الکردی الحنفی ائمہ شرح فی ستۃ ۱۰۴۸ھ وسماۃ الدرۃ فی شرح الکواکب الدریۃ المغیئۃ

۳۵۔ ابراہیم بن محمد الباجوری المتوفی سنۃ ۱۲۷۶ھ

۳۶۔ القاضی عمر بن احمد الحزبوتی وسماہ ''عصیدۃ الشہدۃ''

پروفیسر علی محسن صدیقی[ا] لکھتے ہیں:

ابن ادریس مراکشی نے جن کا انتقال ۶۶۰ھ میں ہوا ''خواص البردۃ فی برء الذرء'' کے نام سے قصیدہ بردہ کی شرح لکھی۔ انھوں نے مندرجہ بالا فہرست میں ابوالعباس احمد التلمسانی (۶۷۷ھ) کا اضافہ بھی کیا ہے اور کچھ فارسی، ترکی اور اُردو شروح و تراجم کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (مقدمات تاریخی ص۱۸۳) یوں پروفیسر صاحب نے یہ فہرست ۴۱ کے عدد تک پہنچائی ہے جو بہرحال نامکمل ہے۔

''المدائح النبویہ فی الادب العربی'' میں ڈاکٹر زکی مبارک نے مزید کچھ اسماء کا اضافہ کیا ہے:

علاء الدین البسطامی المتوفی سنۃ ۸۷۵ھ

یوسف بن أبي اللّطف القدسی المتوفی بعد الالف للھجرۃ

یوسف البسطامی من علماء القرن التاسع

ملا محمد من علماء القرن الحادی عشر

محمد بن مصطفیٰ المدرنی من علماء القرن الثانی عشر

محمد عثمان المیر غنی من علماء القرن الثالث عشر

اس کے علاوہ دارالکتب مصر میں اور بھی شروح موجود ہیں جن کے مؤلفین کے اسماء نامعلوم ہیں:

۱۔ الرقم علی البردۃ

۲۔ الجوھرۃ الفردۃ فی شرح البردۃ

۳۔ راحۃ الارواح

۴۔ الذبدۃ الرئقۃ فی شرح البردۃ الفائقہ

۵۔ قصیدۃ الشھدہ فی شرح البردۃ

۶۔ وردۃ الملیح فی شرح بردۃ المدیح (بحوالہ المدائح النبویہ (ص۱۷۱۔ ۲۰۷) زکی مبارک)۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قصیدۂ بردہ کی بکثرت شروح علما و ائمہ ملت نے تبرکاً وتمناً ہی

لکھی ہیں اور سبھی نے گویا ان شروح و حواشی اور سیکڑوں تضمینات و مستبیعات و تخمیسات کے ذریعے امام بوصیری علیہ الرحمۃ کی تائید و تصو کرتے ہوئے انھیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

توفیق ہوئی تو شروحات قصیدہ بردہ شریف کے حوالے سے مستقل مضمون لکھ کر پیش کروں گا۔

یہاں نگرامی صاحب سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ کیا یہ جلیل القدر ائمہ اور اُمت کے دینی پیشوا ''شرکیہ نعت گوئی کے شجر خبیثہ'' کی آب یاری کرتے رہے ہیں؟

جناب نگرامی (صاحب) نے عربی ادبیات کا فاضل ہونے کی بنا پر فارسی ادب اور اس سے متعلق شعرا و ادبا کے ساتھ بھی پورے پورے تعصب کا مظاہرہ کیا ہے جو اعتدال و توازن سے بہرحال دُور ہے۔ غیر منصف مزاج مؤرخین اور مسلکِ تشدد کے مؤیدین کا پروپیگنڈا ان کے افکار و نظریات پر خاصا غالب ہے۔

شاید اسی غلبہ جوش میں وہ علامہ ابن جوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' کو اپنے امام ابن القیم الجوزی کے کھاتے میں ڈال گئے ہیں اور اس توحیدی استغراق میں ہوش کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور انھوں نے رومی، عطار اور جامی علیہم الرحمۃ کے ایمان و ایقان کی جنس کو مصر کے ادیب احمد امین کے ترازو میں رکھ کر تولنے کی غیر منصفانہ جسارت بھی کی ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار، عارف رومی اور علامہ امام عبدالرحمٰن جامی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علمی و عرفانی مقام کو بیان کرنے کا تو وقت نہیں کہ مکتوب، مقالہ نہ بن جائے۔ البتہ اتنا ضرور کہنا ہے کہ سات آٹھ سو سال سے کم از کم عجم کی اسلامی دنیا ان ہی عرفا و صلحا سے توحید سیکھ رہی ہے اور دینی جامعات و مدارس میں اسلامی عقائد و اخلاق کی تعلیم کے لیے ایسے ہی بزرگوں کا کام بطورِ نصاب پڑھا پڑھایا جارہا ہے اور پھر ''مثنوی معنوی'' تو معرفِ الٰہی کی کان ہے۔ بقول حضرت جامی مثنویِ مولوی معنوی۔ ہست قرآں در زبانِ پہلوی لیکن کیا کریں۔

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

حضرات صوفیا کرام خواہ وہ عطار ہوں، سعدی ہوں، حافظ ہوں یا رومی ایک ہی مسلکِ درد کے گہر ہائے آب دار ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف سے بطورِ تبرک عارف رومی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔ رومی فرماتے ہیں:

در نہ یابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

عارف رومی اور صوفیا کرام سے بغض و عداوت کی تان نگرامی صاحب نے علامہ اقبال پر آن توڑی ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے مشہور نعتیہ اشعار کی بابت وضاحت عرض کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مضمون میں برِّعظیم ہند و پاک میں اسلام کی آمد کے حوالے سے جو تحقیق انھوں نے پیش فرمائی ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ ص ۳۸ پر لکھتے ہیں:

> طلوعِ اسلام کے چار سو سال بعد درّۂ خیبر سے ملک (ملکی) ہوش گیری اور جنگی صلاحیتوں سے مالامال ایسے اسلام کے پیامبر آئے جو خود کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور پھر توحید خالص کا وہ دینِ رحمت اسلام جو تمام ادیان اور نظم ہائے زندگی پر غالب ہونے کے لیے آیا تھا۔ برصغیر پہنچ کر مشرکانہ عقائد کے انبار میں دب کر رہ گیا اور کوہ فاران سے توحیدِ خالص کا جو صاف و شفاف چشمہ رواں ہوا تھا گنگا اور جمنا کی آمیزش نے اسے گدلا کردیا۔ (نعت رنگ: ۲۲، ص ۳۸)

افسوس جناب نگرامی نے بت کدۂ ہند میں توحید کی شمع جلانے والوں کو ہی ظلمتِ شرک کے فروغ کا ذریعہ گردانا ہے۔ احسان ناشناسی اور کفرانِ نعمت کی حد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ.

ترجمہ: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا۔

صوفیا اور تصوف سے بغض و تعصب کی پستی نے ڈاکٹر موصوف کو تاریخی حقائق پر نظر ڈالنے سے محروم کردیا ہے۔ ابھی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ ابوالفضل، فیضی اور ملامبارک ناگوری جیسے علما سُو، کس سلسلۂ تصوف کے پیروکار تھے۔ جنھوں نے مسلمانانِ ہند کو ''دینِ الٰہی'' کے نام پر ورغلایا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جنھوں نے ''ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی'' کا فریضہ سرانجام دیا تھا، کیا طریقت کے چاروں سلاسل نقش بندیہ، قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کے امام اور نمائندہ نہیں تھے۔

علامہ اقبال نے صاحب ''کشف المحجوب'' کی شان میں ہی تو کہا تھا:

بند ہای کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

صوفیائے خام اور حلول و اتحاد کے غلط نظریات کا ردّ تو خود ائمہ تصوف و طریقت نے بطریقِ احسن فرمایا ہے اور اس پختگی اور کمال گرفت سے فرمایا ہے کہ غیر صوفی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا

ہے۔ لہٰذا منکرین صوفیا و تصوف اس قسم کی فضول زحمت نہ ہی فرمایا کریں تو بہتر ہے۔ اس سلسلے میں تصوف کی اُمہاتُ الکتب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں علامہ ابن تیمیہ کی کتاب ''الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان'' بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ گزارش اس لیے کی ہے کہ تصوف میں باطل نظریات کی آمیزش کو جانچنے کے لیے بھی اس میں مکمل مہارت کی ضرورت ہے جو کم از کم غیر صوفی کے بس کی بات نہیں ہے۔

صبیح کہتے ہیں: ''جس کا کام اسی کو ساجے''

نظریۂ حلول اور وحدت الوجود کے حوالے سے بھی نگرامی صاحب شدید غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار ہیں۔ شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

''العبد عبد ان تعرج. والرب رب ان تنزل''

ترجمہ: بندہ کتنا ہی عروج کرے بندہ ہی رہتا ہے۔ اور رب کتنا ہی نزول فرمائے رب ہی رہتا ہے۔

اقبال عظیم مرحوم[۲] کے شعر سے اتفاق کرتے ہوئے اکبر الہ آبادی مرحوم کا شعر نذر کرتا ہوں:

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے طریقت نماز

مضمون کے آخری حصے میں موصوف نے اپنے مخصوص مسلک کی ترجمانی نہایت کم زور اور غیر مربوط انداز سے کرتے ہوئے رحمتِ کائنات ﷺ کی نورانیت اور علمِ غیب کی نفی بلادلیل کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لیے اگر وہ قرآن پاک سے ہی رجوع کر لیتے تو کافی تھا۔

سورۃ المائدہ نمبر ۱۵: ''قد جاء کم من اللّٰہ نور...الخ'' [المائدۃ: ۱۵]

اور اس کی تفسیر میں صحابہ کرام، تابعین اور مفسرین سلف کی تحقیقات و فرمودات ملاحظہ فرمالیں تو ان شاء اللہ سینہ منور ہوجائے گا۔

احادیث اور کتب سیرت میں بھی اس حوالے سے تشفی بخش مواد موجود ہے۔ اسی طرح علم غیب نبوی کے حوالے سے بھی قرآن و حدیث اور کتب میں وافر مقدار میں آیات و روایات موجود ہیں۔ اللہ کرے کہ صرف نعت گو شعرا پر برسنے والے حضرات ان کے مطالعہ کی بھی زحمت فرمایا کریں۔ معذرت کے ساتھ غالبًا نگرامی صاحب بھی اپنے اکثر ہم مسلک حضرات کی طرح شعر فہمی اور ادبی ذوق

سے تہی دامن لگتے ہیں۔ خصوصاً اصناف شعری وغیرہ سے انھیں کچھ خاص لگاؤ نہیں ہے اس لیے بار بار علامہ کے نعتیہ اشعار کو رباعی لکھا ہے۔

علامہ اقبال کے معروف اور ایمان افروز نعتیہ اشعار کو بھی انھوں نے عقیدت و محبت میں غلو ہی قرار دیا ہے۔ اشعار دیکھیے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

نگرامی صاحب لکھتے ہیں: اس (رباعی) کا تیسرا مصرع محل نظر ہے۔ جس میں رحمت عالم ﷺ کو وہی اوّل وہی آخر کہا گیا ہے۔ جب کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اوّلیت و آخریت کی نسبت اپنی ذات والا صفات کی طرف کی ہے۔ آیتِ شریفہ ہے:

هو الاوّل والاٰخر والظاهر والباطن وهو بكل شى عليم۔[۵۷:۳]

یہ تو تھی محررِ مضمون کی قرآن فہمی۔ اب آیئے ذرا اُمت کے مستند ائمہ تفسیر و حدیث سے رجوع کرتے ہیں کہ انھوں نے اس آیتِ قرآنی کو کیسے سمجھا ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور کتاب ''مدارج النبوت'' کے ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں:

> **هو الاوّل والاٰخر والظاهر والباطن، وهو بكل شى عليم.**
> یہ کلامِ معجز نظام حمد و ثنائے الٰہی جل شانہٗ پر بھی مشتمل ہے کہ اس نے قرآنِ پاک میں اپنی کبریائی کا خطبہ انھی کلمات کو بنایا ہے اور اسی طرح رسالت پناہ ﷺ کی نعت و صفات پر بھی مشتمل ہے کہ ذاتِ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انھیں انھی اسما سے موصوف فرمایا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی قرآن و حدیث میں ایسے ہیں کہ جن سے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو موسوم فرمایا ہے اور ان کے جمال و کمال کو بیان کرنے کے لیے ان کا زیور و پیراہن بنایا ہے۔

اگرچہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام اسما و صفات کا مظہر و عکس ہیں اس کے باوجود خصوصی طور پر آپ بعض اسما سے موسوم اور موصوف ہیں۔ مثلاً نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ہادی، رؤف،

رحیم وغیرہ اور ایسے ہی یہ چار اسما اوّل، آخر، ظاہر، باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔ محدث کبیر نے ان چاروں اسما کی مدلل شرح بھی احادیث کی روشنی میں بکمال اختصار لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

اوّل، اس لیے کہ آپ اپنی اصل میں اوّل ہیں کہ ارشادِ گرامی ہے:

اوّل ما خلق اللّٰہ نوری.

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اسی طرح نبوت میں بھی اوّل ہیں کہ فرمان ہے:

کنت نبیاً و ان اٰدم لمنجدل فی طینہ اوروعدہ الست بربکم

کے وقت بھی سب سے پہلے جواب دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں میں بھی اوّل ہیں کہ فرمان ہے:

وبذلک امرت وانا اوّل المؤمنین.[۶:۱۶۳]

مجھے یہی حکم ہے اور میں پہلا مومن ہوں۔

اور سب سے پہلے آپ ہی کے لیے زمین شق ہوگی اور سب سے پہلے آپ ہی کو سجدہ کی اجازت ہوگی اور شفاعت کا دروازہ بھی اوّل اوّل آپ ہی کے لیے کھلے گا اور جنت میں بھی داخل ہونے والوں میں آپ اوّل ہوں گے اور اسی سبقت اور اوّلیت کے باوجود آخر ہیں۔ بعثت و رسالت کے معاملہ میں ارشاد ہے **ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین**۔[۳۳:۴۰] اور ان کی کتاب آخری کتاب اور دین، دینِ آخر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

نحن الاٰخرون السابقون.

اور درحقیقت بعثت میں یہی خاتمیت و آخریت، فضیلت کے لحاظ سے اوّلیت و سابقیت کا باعث بھی ہے کہ آپ جمیع کتب و مذاہب کے ناسخ اور ماحی بن کر سب پر غالب و حاوی ہوگئے۔

الظاھر الباطن: ظاہر اس معنی میں کہ آپ کے انوار تمام کائنات کو محیط اور تمام جہاں کو روشن فرمانے والے ہیں اور کوئی ظہور ان کی طرح اور کوئی بھی نور ان کے نور کی مانند نہیں ہے اور باطن بایں معنی کہ ان کے اسراریوں مخفی ہیں کہ کوئی بھی ان کی حقیقت تک رسائی نہیں پاسکا اور قریب و بعید والا ہر شخص ان کے جمال و کمال کے نظارے سے حیران اور عاجز ہے۔''

شیخ محقق نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''**وھو بکل شئی علیم**'' کا بھی مصداق گردانا ہے۔ لکھتے ہیں:

آپ اللہ تعالیٰ کے جملہ شیونات ذاتیہ، احکامِ صفات باری تعالیٰ اور افعال و آثار کے اسما سے پورے طور پر واقف اور ان کے ظاہری و باطنی اور اوّل و آخر کا علمی احاطہ فرمانے والے ہیں اور یوں آپ فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں۔ (مدارج النبوت (فارسی)، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان، مدارج: ج ا،ص ا)

اس ایمان افروز خطبہ کے بعد اگرچہ مزید کچھ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن تبرکاً امام قسطلانی کی ''مواہب الدنیہ'' اور امام جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی ''الریاض الانیقہ'' سے اسماء نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحت کچھ تشریحات بھی ملاحظہ فرمایئے:

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے ''المواہب اللدنیہ'' (۱/۳۶۵) میں حدیث نقل کی ہے:

کافی القرآن سبعة اسماء، محمد، واحمد، یٰسین، وطٰهٰ والمزمل والمدثر، وعبداللّٰه۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قد خصه اللّٰه تعالیٰ بأن سماهُ من أسمائه الحسنیٰ من ثلاثین اسماً۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے تقریباً تیس اسماء سے موسوم فرماکر خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ (ایضاً)

ابن دحیہ کلبی فرماتے ہیں۔ اگر جملہ کتب سابقہ اور قرآن و حدیث میں تلاش کیا جائے تو یہ تعداد تین سو تک پہنچتی ہے۔ (ص ۳۶۶ ایضاً)

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ اسماء النبی ﷺ کی فہرست نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاوّل، اوّل شافع، اوّل المسلمین، اوّل المؤمنین، اوّل من تشق عنهُ الارض الباطن۔ (ص ۳۶۶ ایضاً)

الظاهر (ص ۳۶۷) **النور** (ص ۳۶۶ ایضاً)

یہی امام قسطلانی علیہ الرحمۃ الرّبانی المذاھب (ص۳۷۶) میں ان چاروں اسما کو یک جا نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاوّل: آپ اوّل اس لیے ہیں کہ آپ کی تخلیق انبیا میں سب سے پہلے ہوئی جب کہ حدیث گزری ہے۔ ایسے ہی آپ ابتداء میں اوّل ہیں اور واپسی میں بھی اوّل ہیں۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ''الست بربکم'' کے جواب میں ''بلیٰ'' کہا تھا۔

فھو اوّل فی ذٰلک کلہ علی الاطلاق۔

اور الآخر: ایسے کہ بعثت میں آخرالانبیاء ہیں۔

الظاہر: **فھو الظاھر فی وجوہ الظھور کلھا۔**

آپ ظہور کی ہر جہت سے ظاہر و غالب ہیں۔

الباطن: آپ وحیِ الٰہی سے جملہ اُمور خفی و باطنی پر مطلع ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز اشعار اسی کمال و خصوصیت کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ

اذا قال فی الخمس المؤذن أشھد

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود وھٰذا محمد

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے اسمِ پاک کو اپنے نام کے ساتھ ضم کردیا ہے

جب کہ مؤذن پانچ وقت اذان میں، **اشھد ان محمد رسول اللّٰہ** کہتا ہے

اور اس نے ان کے نام کو اپنے نام سے اس لیے نکالا ہے تا کہ ان کا مرتبہ بلند

ہو پس عرش والا (رب) محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔ (۳۷۱: ایضاً)

امام شمس الدین سخاوی، ابن دحیہ کلبی، قاضی عیاض مالکی، امام سیوطی اور امام نبہانی علیہ الرحمۃ نے بھی ان اسماء و صفات نبوی کو نقل کرتے ہوئے تقریباً یہی مضامین مع اضافہ جات دہرائے ہیں جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ اگرچہ دل چاہتا ہے کہ یہ حدیث محبت دراز تر ہوتی جائے لیکن والد گرامی کا سانحہ ارتحال اور اس کے بعد پیش آنے والے صدمہ و اندوہ نے بے بس کردیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے اسمائے صفاتِ نبوی کی تشریح کرتے ہوئے اسما و صفات باری تعالیٰ کی یکتائی اور بے مثلیث کو بکمال ایمان واضح فرما دیا ہے کہ یہ اشتراک محض اسما کا ہے اور یہی اشتراک لفظی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان وعظمت پر دلالت کرتا ہے ورنہ وہ ذات پاک وراء الوریٰ ہے اور لیس **کمثلہٖ شئی**، اس کی شان میں وارد ہے۔

مزید تفصیل کے لیے کتاب الشفاء کی طرف رجوع فرمائیں۔

حدیث ''لولاک'' اور ''من رانی'' کے حوالے سے ایک مضمون بھی ارسالِ خدمت ہے۔

اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات کے حوالے سے گزشتہ مصروفیات ہی کے تسلسل میں یہ ایک اور کاوش ہے شاید اہلِ علم کے التفات کا باعث بن سکے۔

محمد شہزاد مجددی

۱۔علی محسن صدیقی (۱۹۲۹۔۲۰۱۲ء)، پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، صدر شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، مورخ، محقق، مترجم، ادیب، شاعر، چند تصانیف و تراجم کے نام: ''کعب بن زہیر اور قصیدۂ بانت سعادُ''، ''بردۃ المدیح''، ''المعارف''، ''الملل والنحل''، تاریخِ اسماعیلیہ''، ''عہد اموی میں سیاسی و مذہبی احزاب''، ''الصدیق''، ''الفرق بین الفرق''۔

۲۔ اقبال عظیم (۱۹۱۳۔۲۰۰۰ء)، شاعر و ادیب،محقق، ماہرِ تعلیم، تصانیف: ''مشرقی بنگال میں اردو''، ''سات ستارے''،''ماحصل''، ''مضراب''، ''لب کشا''، ''مضراب و رباب''، ''چراغِ آخرِ شب'' (غزلوں کا مجموعہ)، ''قاب قوسین''، ''پیکرِ نور''، (نعتیہ کلام)، مرتب: ''دیوانِ ناطق''۔

شہزاد منظر (کراچی)

۱۸/ دسمبر ۹۶ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ برادرم طاہر سلطانی کے توسط سے آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''جادۂ رحمت'' اور ''نعت رنگ'' کے دو شمارے (کتابی سلسلہ نمبرا اور۲) موصول ہوگئے۔ اس کے لیے میں آپ دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں۔

نعت کے مجموعے کا مطالعہ وقت چاہتا ہے اس لیے میں فی الحال اس کے بارے میں اظہارِ خیال سے گریز کرتا ہوں، البتہ نعت گوئی کے بارے میں میرا خیال ہے کہ اگر یہ صدق جذبے سے کی جائے تو اس میں بڑا اثر ہوتا ہے، لیکن اگر اسے فیشن اور تقلید کے طور پر اختیار کیا گیا تو اس میں وہ تاثر اور والہانہ پن پیدا نہیں ہوتا جس کے بغیر نعت، نعت نہیں ہوتی۔ پاکستان میں ان دنوں نعت گوئی نے ایک فیشن کی صورت اختیار کرلی ہے جسے ٹیلی وژن، ریڈیو اور نعتیہ مشاعروں نے مزید فروغ دیا ہے۔ دل کی گہرائیوں اور رسول اکرمﷺ سے گہری محبت اور عقیدت کے تحت نعت کہنا اور محض قادرالکلامی کے زور پر شعر موزوں کرنا ایک بات نہیں ہے۔ اس لیے نعت گو تو بے شمار ہیں لیکن بہزاد لکھنوی[۱] جیسے

نعت گو معدودے۔ بہرحال آپ کی کوشش قابلِ تعریف ہے۔شکریہ

آپ کا نیازمند
شہزاد منظر

☆شہزاد منظر (۱۹۳۳۔۱۹۹۷ء)، اصل نام: ابراہیم عبدالرحمٰن عارف، ادیب، نقاد، افسانہ و ناول نگار، صحافی، دانشور، کتب: ''علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ''، ''جدید اردو افسانہ''، ''غلام عباس ایک مطالعہ''، ''پاکستان میں اردو تنقید کے پچاس سال''، ''مشرق و مغرب کے چند مشاہیر ادبا''، ''پاکستان میں اردو افسانے کے پچاس سال''، ''اندھیری رات کا مسافر''، ''ندیا کہاں ہے تیرا دیس''، ''سندھ کے نسلی مسائل''۔

ا۔ بہزاؔد لکھنوی (۱۹۰۰۔۱۹۷۴ء)، نام: سردار احمد خاں، تخلص: بہزاؔد، ادیب، شاعر، گیت نگار، نعت گو، مجموعہ ہائے کلام: ''کرم بالائے کرم''، ''نغمۂ نور''، ''کیف و سرور''، ''موجِ طہور''، ''چراغِ طور''، ''بستانِ بہزاد''، ''ثنائے حبیب''۔

صابر سنبھلی، ڈاکٹر (مراد آباد، انڈیا)

یکم جولائی ۲۰۰۱ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب
السلام علیکم

ایک ماہ پیشتر ''نعت رنگ نمبر ۱۱'' موصول ہوا تھا۔ساتھ ہی آپ کی نعتوں کا مجموعۂ ''سلام کے لئے حاضر غلام ہوجائے''[ا] بھی تھا۔ یہ دونوں چیزیں بمبئی سے برادرم زبیر قادری صاحب نے ارسال کی تھیں ۔رسالے میں ایک طویل مکتوب جناب مقصود احمد اویسی صاحب[۲] کا لکھا ہوا رکھا تھا۔ انہوں نے بہت سی باتیں بھی دریافت کی تھیں۔ میں نے ان کو کتابیں بھیجنے کا شکریہ اور ان کے سوالات کے جوابات تفصیلی خط کے ساتھ اسی وقت ارسال کردیے۔ساتھ میں ''نعت رنگ'' کے لیے اپنی ایک غیر مطبوعہ نعت بھی ارسال کردی۔ اس وقت قرآن کریم کے اردو تراجم پر کام کے سلسلے میں اتنا مصروف تھا کہ صرف سرسری نظر ڈالی اور دونوں کتابیں ایک طرف رکھ دیں ۔

اس کے بعد بمبئی سے برادرم زبیر قادری صاحب کے دو خط آچکے ہیں کہ میں آپ کو ضرور

خط لکھوں۔ پہلے تقاضے پر تو میں اس لیے ٹال گیا کہ مقصود اویسی صاحب کو لکھ چکا تھا۔مگر اب دوسرا خط آ گیا۔ ادھر ترجمہ قرآن کے جائزے کا کام سورۂ کہف کے بعد روک دیا تو ''نعت رنگ'' کا مطالعہ کرنے کے لیے بیٹھا۔ اسے دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کتاب پر میرے نام ڈیڈیکشن آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ دستخط دیکھ کر اندازہ ہوا اور دستخط سمجھنے میں وقت یوں لگا کہ وہ بہت واضح نہیں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ جناب مقصود احمد اویسی صاحب کا نام نعت رنگ پر کس حیثیت سے ہے معلوم ہو انہوں نے مجھے کس حیثیت سے بھیجا۔ اس لیے آپ کو خط لکھنا ناگزیر ہوگیا۔

''نعت رنگ'' کے بارے میں پہلے کچھ سن چکا تھا۔ یہ پہلا شمارہ ہے جس کا دیدار ہوا۔اس عنایت کے لیے آپ کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں۔ اگر چہ مضامین اور مکاتیب میں اختلافات کو بہت جگہ ملی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا، بلکہ جیسا کہ پہلے سن چکا تھا ''نعت رنگ'' میں شروع سے ہی اہل قلم حضرات [کے] اختلافات نمایاں نظر آتے ہیں۔ جبکہ دیگر ادبی جریدوں میں اختلافات اتنے زیادہ نہیں ہوتے۔

ہاں تو صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے ''نعت رنگ'' خوب ہے۔ کمپیوٹر کی کمپوزنگ میں غلطیاں بہت رہ جاتی ہیں۔خدا جانے کس نے کمال کیا ہے کہ کمپوزنگ کی کوئی غلطی نظر نہیں آئی۔ نعتیں ...... بہترین امتزاج رکھتی ہیں۔ مضامین میں بھی رنگا رنگی اور تنوع ہے اسے دیکھ کر ''نقوش'' کے محمد طفیل کی یاد تازہ ہوگئی۔ اگر چہ ''نقوش'' کا سائز بڑا ہوتا تھا مواد بھی زیادہ ہوتا تھا۔مگر اس کی باریک کمپوزنگ کو دیکھا جائے تو میٹر اس سے کم نہیں ہے۔ اتنا مواد کیسے جمع کرتے ہیں اور اس کی اشاعت کیسے کرتے ہیں حیران ہوں۔ بھارت میں تو ایسا جریدہ جاری کرنا اور رکھنا کوہ کنی سے کم نہیں ہے۔ آپ ادب کی خدمت بھی کررہے ہیں اور دین کی بھی۔ اس کی جزا آپ کو مولا کے دربار سے ہی ملے گی۔

اس شمارے میں شامل ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون سے بھی کئی جگہ اختلاف ہوا۔ انشاء المولیٰ جلد اپنے تاثرات اس بارے میں ایک مضمون کی شکل میں برائے اشاعت پیش کروں گا۔

آپ کے نعتیہ مجموعے نے قلب وذہن کو سرشار کردیا۔ یہ بات میں نے مقصود احمد اویسی صاحب کو بھی لکھی تھی کہ پاکستان میں نعت گوئی بھارت سے پچاس سال آگے ہے۔ایک میلاد خواں پارٹی کو نعتیں فراہم کرکے دیا کرتا ہوں۔آپ کی ایک حمد ''اللہ کرم اللہ کرم'' اور ایک نعت ''سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے'' اُن کو دے رہا ہوں۔ان کے ذریعے نعت سنبھل کے تمام نعت خوانوں تک پہنچ جاتی ہے کچھ مانگ لیتے ہیں۔کچھ چوری سے سن کر لکھ لیتے ہیں اور کچھ ریکارڈ کرلیتے ہیں۔ اس چھوٹے

سے مجموعے کی زیادہ تر نعتیں ڈنگلی نعت خوانیوں میں پڑھنے کی ہیں ۔خاص طور سے ''جاگ اٹھا'' ردیف والی نعت تو ہزاروں میں ایک ہے ۔ یہاں (سنبھل میں) ایسی ایک ڈنگلی نعت خوانی ۲۷ رجب کو موئے مقدس کی زیارت کے موقع پر ہوتا ہے ۔

آپ سے درخواست ہے کہ نعت کا اگر کوئی مجموعہ اور ہوتو وہ بھی عنایت فرمائیں۔ممنون ہوں گا ۔

جونعت جناب مقصود احمد اویسی صاحب کو ارسال کی تھی اس کو آپ کو بھی بھیج رہا ہوں۔کبھی کبھی کہتا ہوں ۔نثر نگار شعر گوئی کے لیے وقت نہیں دیتی۔اس لیے عادت بھی نہیں رہی ہے نعت اس کاغذ کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بہ عافیت ہوگا ۔ جملہ متعلقین کو واجبات ۔

فقط۔نیاز مند
صابر سنبھلی

☆ ڈاکٹر صابر سنبھلی (پ: ۱۹۴۲ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''دیوانِ صابر''، ''ادبی تجزیے''، ''تحقیق نما''، ''نقدو بصر'' و دیگر۔

۱۔''سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے'' / سید صبیح رحمانی، مرتب: محمد مقصود اویسی قادری،۲۰۰۱ء، کراچی: فیض رضا پبلی کیشنز، ۳۲ص

۲۔صوفی محمد مقصود اویسی قادری (پ:)، معاون: کتابی سلسلہ ''سفیر نعت''، کراچی ۔

30-05-2006

مکرمی سید صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۸ بہت تاخیر سے موصول ہوا۔ وہ بھی بار بار کے تقاضوں کے بعد۔میں شکایت نہیں کرتا مگر محمد زبیر قادری صاحب (تحریک فکر رضا، بمبئی) کے بخل کا ذکر ضرور کروں گا۔ جناب ''نعت رنگ'' کا شمارہ سادہ ڈاک سے بھیج دیا۔محض ۱۷روپے بچانے کے لیے (بھارت میں

رجسٹری کا خرچ ۱۷؍روپے ہے) اور نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۰۰؍روپے کا شمارہ ڈاک میں ہی کہیں چوری ہوگیا۔ پھر بہت دنوں تک ٹال مٹول چلتی رہی۔ خدا خدا کرکے اب ملا ہے۔ بھارت میں جو لوگ فروخت کر رہے ہیں وہ ۳۳۰ روپے کا منی آرڈر منگاتے ہیں۔ سترہ روپے منی آرڈر فیس کے ہوئے۔ ۳۴۷؍روپے میں قاری کو پڑے گا۔ آپ سے بھی کمیشن لیتے ہوں گے۔ نفع لینے کی کوئی حد بھی ہے۔

مضمون[۱] کی اشاعت کے لیے دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے اس نمبر پر بہت محنت کی ہے۔ وقت بھی بہت لگایا، مگر اہلِ قلم کا جیسا تعاون ملنا چاہیے تھا نہیں ملا۔ کچھ مستقل قلم کار اس نمبر سے بالکل غائب ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے۔

حضرت رؤف امروہوی صاحب [۲] مرحوم نعت کے ایک مقبول بارگاہ شاعر تھے۔ اُن کی نعت گوئی پر مضمون لکھنا چاہتا ہوں، مگر ان کا ایک مجموعۂ نعت ''تحفۂ مجاہد'' کہیں نہیں مل رہا ہے۔ اُس کے بغیر مضمون میں لطف نہیں آئے گا۔ تقریباً ۷۰؍برس پہلے چھپا تھا۔ تلاش میں ہوں۔ ملتے ہی نوٹس لے لوں گا۔ مگر معلوم نہیں کب جا کر نظر نواز ہو۔ اس لیے آئندہ شمارے کے لیے ''ثنائے خواجہ'' کے تحت ایک نعت بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے پسند آئے گی۔ اگر پسند نہ آئے تو مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں۔ دوسری بھیج دوں گا۔ اگر پسند آجائے تو شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔ میرے قابل کوئی خدمت ہو تو تحریر فرمائیں۔

اُمید ہے کہ مزاجِ بہ عافیت ہوگا۔

نوٹ: ایک کی بجائے دو نعتیں بھیج رہا ہوں۔

فقط والسلام

صابر سنبھلی

۱۔ ''مولانا حسن رضا خاں اور اعلیٰ حضرت میں کچھ مماثلتِ طرح''، ش ۱۸، ص ۶۲۳۔۶۳۹

۲۔ رؤف امروہوی (۱۸۹۴۔۱۹۸۶ء)، استاد: امام المدارس انٹر کالج، کتب: ''لخلخۂ حامد'' (نعت و مناقب)، ''گل رنگِ تخیل'' (غزلیات)، ''کوثرِ رحمت (نعت، مناقب اور غزلیات)''، ''اپنی زبان سے میں'' (خود نوشت سوانح)

❋

ضیا، ضیاء الحسن (کراچی)

''نعت رنگ'' کی کتاب نمبر۲ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ دیگر وجوہات کے ساتھ اس کی ایک بڑی وجہ تو نعت میں ''تو''، ''تم'' کے استعمال پر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کے دلائل ہیں جو بہرحال

سمجھ میں آنے والے ہیں اور اکثر بزرگ شعرا کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور دوسری خاص بات یہ کہ ’’نعت رنگ‘‘ نمبر۳ میں پروفیسر افضال انور صاحب کے مضمون کے مجھ پر اثرات ہوئے تھے کہ (خدا معاف کرے) بعض نعت خواں میری نظروں سے گر گئے تھے اور میں ان کو ناپسند کرنے لگا تھا۔ لیکن ’’نعت رنگ‘‘ نمبر۴ میں جب رشید وارثی صاحب کے معروضات پڑھے تو مجھے ہر اعتراض کا تسلی بخش جواب مل گیا۔ میں نے غور کیا تو یہ باتیں شرعی طور پر بالکل ٹھیک ہیں اور ہر بات کا حوالہ موجود ہے جس سے نعت خوانوں کے بارے میں میری سابقہ رائے بحال ہوئی۔ جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور رشید وارثی صاحب کے لیے دعائے خیر کا طالب۔ آپ کا یہ انداز اچھا لگا کہ آپ شکوہ، جواب شکوہ کی طرح تصویر کے دونوں رخ پیش کر دیتے ہیں۔ جس سے بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

ضیاء الحسن

☆ ضیاء الحسن ضیاؔ (پ: ۱۹۵۰ء)، شاعر، ادیب، کتب: ’’ضیائے مصطفٰےﷺ‘‘ (حمد و نعت)، ’’روشنی سفر میں ہے‘‘ (غزلیات)۔

طاہر تونسوی، ڈاکٹر (لاہور)

محترم صبیح رحمانی صاحب

تسلیمات۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ ’’نعت رنگ‘‘ ملا۔ اس عنایت کے لئے شکر گزار ہوں۔ نعتیہ ادب کے سلسلے میں جو شاندار خدمات آپ سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے۔ صبا اکبر آبادی کا گوشہ بھی لائق تعریف ہے۔ ملتان میں بھی نعت گوئی کی روایت بڑی توانا ہے۔ عاصی کرنالی، ہلال جعفری، عزیز حاصل پوری، تابش صمدانی اور انور جمال وغیرہ کے نعتیہ مجموعے آچکے ہیں اور باقاعدہ نعتیہ مشاعرے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال کتابی شکل میں باقاعدگی سے ایسا مجموعہ ایک نئی روایت ہے جس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں انشا اللہ ضرور لکھوں گا۔

خیر اندیش

طاہر تونسوی

☆ڈاکٹر طاہر تونسوی، محقق، ادیب، کتب: ''سرائیکی ادب: ریت تہ روایت''، ''جہانِ تخلیق کا شہاب''، ''مطالعہ فرید کے دس سال''، ''جہت ساز دانشور۔ ڈاکٹر عرش صدیقی''، ''جہت ساز قلم کار۔ ڈاکٹر سلیم اختر''، ''جہت ساز تخلیقی شخصیت۔ ابوالامتیاز ع س مسلم''، ''سرسید شناسی'' و دیگر۔

طلحہ رضوی برقؔ، ڈاکٹر (بہار، انڈیا)

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

14/12/2000

برادر محترم ومکرم جناب سید صبیح الدین رحمانی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا

ایک عشرہ قبل ''اخبارنو'' فتح پور، رپورٹر جناب جمال احمد صاحب کا بذریعہ پوسٹ مرسلہ ایک پیکٹ ملا،کھولا تو نگاہیں روشن ہوگئیں۔ آپ کا تحفۂ محبت نعت رنگ کے دو شمارے ۹،۱۰ اور حضرت ابوالخیر کشفی مدظلہ کی کتاب '' نسبت''، ملا۔

؎ در حیرتم کہ جاں بکدامی کنم نثار

بسی سر بلندم ز احسان دوست ۔۔۔ دل وجانِ من ،ہردو قربان دولت

کن لفظوں میں آپ کی برقؔ نوازیوں کا شکریہ ادا کروں۔

شمارہ ۱۰ میں پروفیسر شفقت رضوی صاحب کا نہایت ارجمند و پرادرش مضمون پڑھا موصوف محترم نے میری حقیر کاوش (ابتدائی) ''اردو کی نعتیہ شاعری'' کا اچھا جائزہ لیا ہے۔ ان کا کہنا بجا ہے کہ میں پاکستان میں متعارف نہیں ہوں یا کرایا نہیں گیا۔

میں کام سے کام رکھتا ہوں۔ نام ونمود کے پیچھے کبھی نہیں بھاگا۔ گوشہ نشین خانقاہ ہوں مگر ملازمت تدریس اور فیضان علمی کے ہاتھوں اکثر حلقوں تک پہنچ گیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور بس ۳۸ سال کالج و یونیورسٹی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دے کر اب ۳۱ ر جنوری ۲۰۰۱ ء کو سبکدوش ہورہا ہوں انشاء اللہ۔

پاکستان میں میرے بہت اعزّہ ہیں۔ اب تک وہاں میرا آب ودانہ تو لے گیا فرصت پالوں تو ارض پاک چومنے کی تمنا ہے۔ دیکھئے کب آتا ہوں نئی صدی کے نئے سال میں امید رکھتا ہوں۔

اپنے متعلق ایک تعارفی مضمون، اپنا ایک مقالہ نعت سے متعلق اور آپ کی ادبی خدمات سے متعلق نیز چند پاکستانی نعتیہ مجموعوں پر تبصرے جلد از جلد روانۂ خدمت کروں گا۔

ایک عزیز پاکستان جارہے ہیں، آج ہی ملاقات ہوئی تو محض رسید کے طور پر یہ خط اظہار تشکر کے ساتھ ارسال کررہا ہوں۔

اس بڑے عجیب وغریب ملک میں آٹھ دنوں سے ملکی پیمانے پر زبردست پوسٹل اسٹرائیک ہے۔ کڑوڑوں کا نقصان ہورہا ہے۔ شاید کل تک کچھ فیصلہ ہو۔ ڈاک کا نظم بحال ہوئے تو پھر خط لکھوں گا۔

عید سعید کی پیشگی مبارک باد قبول ہو۔ احباب وپرسان حال کی خدمت میں میرا بہت سلام عرض کریں۔ خدا کرے آپ ہر طرح بعافیت اور رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے بھرپور ہمکنار ہوں۔ آمین

والسلام

برقؔ عفی عنہ

پس نوشت: اگر ممکن ہوتو ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۵ اور نمبر ۸ مجھے بھجوانے کی زحمت فرمائیں ۔اور میرے لائق جو خدمت ہو بلا تکلف لکھیں ۔نہایت عجلت میں یہ خط لکھ سکا ہوں ایک دو نعت صاف کرنے کا بھی موقع نہیں ملا ۔ایک مختصر نعت لکھی رکھی ملی وہ بھی منسلک کردے رہا ہوں شاید پسند آئے۔ اور چند نعتیہ رباعیاں ہیں بس۔ برقؔ

☆ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، شاعر، ادیب، نقاد، دانشور، سجادہ نشین آستانۂ چشتیہ نظامیہ (پٹنہ، بہار)، صدر شعبۂ اردو وفارسی، رئیس کلیۂ ہیومینٹیز، ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ (بہار)۔ کتب: ''شہاب سخن''، ''شایگاں''، ''نقد بخش''، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، ''شاہ اکبر دانا پوری (حیات وشاعری)'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)۔

01-8-2002

مصدر مکارم حضرت صبیح رحمانی زاد اللہ شانکم

سلام وعقیدت۔

امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوں گے۔

جنوری ۲۰۰۱ میں ریٹایر ہو چکا ہوں۔ ارادہ تھا کہ نومبر دسمبر تک کراچی پہنچوں گا اور ارباب کرم کا قرض حاضر خدمت ہوکر سود درسود ادا کروں گا مگر افسوس۔ اللہ وہ دن لائے کہ ارض پاک کی حاضری نصیب ہو۔

میرے ایک عزیز جدہ جارہے تھے۔انہیں ایک لفافہ بعجلت کچھ تحریریں لکھ کے دے رہا ہوں کہ آپ کے پتہ پر وہاں سے پوسٹ کردیں گے۔خدا کرے یہ آپ کو مل جائے۔ بھارت سے کئی بار لفافہ روانہ کیا مگر شاید نہ پہنچ سکا ورنہ جواب ضرور آتا۔

بہرحال ''نعت رنگ'' نمبر ۱۱ تک موصول ہو چکا ہے۔ اور بھی کئی کتابیں آپ کی مرسلہ مل گئی ہیں۔ کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں۔

اس طرف کچھ علیل بھی رہنے لگا ہوں۔ضعف بڑھ گیا ہے۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ میرے بہت سے عزیزان اقربا اہل خاندان ، بڑی بہن بہنوئی ان کے بچے بچیاں سب وہاں آباد ہیں۔ کیا کروں کیسے پہنچوں۔ حسرت ہی حسرت ہے اردو کے نعتیہ ادب میں آپ کی بے مثال خدمات تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔

ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند

بارگاہِ بیکس پناہ میں آپ کی خوش نیتی وعقیدت مندی اور بے مثال تگ و دو قبول ہو فجزاکم الله خیر الجزا۔

محترمی عزیز الدین خاکی صاحب کو بھی خط لکھا ہے ''الحمدللہ'' [] پر تہنیت ومبارکباد کا خط ذرا تفصیلی ہوگیا ہے۔خدا کرے مل گیا ہو۔

اور کیا عرض کروں: ایک دل صد ہزار...... ہیں

خداوند قدوس آپ لوگوں کی زیارت نصیب کرے آمین۔

فقط والسلام

محتاج دعاء

برقؔ عفی عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

۵/مارچ ۲۰۰۳ء

محبّ محترم ذوالمجد والکرم حضرت صبیح رحمانی زادا اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ ۔ امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا۔

قاصد رسید و نامہ رسید و کتب رسید

در حیراتم کہ جاں بکدامی کنم نثار

عطوفت نامہ مورخہ ۱۲/جنوری ۲۰۰۳ء مع تحفۂ بیش بہاے ہفت کتب وسط فروری میں موصول ہوا۔ گویا دولت ہفت اقلیم ملی، صحیفوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا، روشنیٔ دیدہ و دل میں اضافہ ہوا۔ آپ کی صحت وعافیت ودرازی عمر وکامرانیٔ دارین کے لیے دل سے دعا نکلتی رہی۔ اظہار تشکر و امتنان کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں یہ تحفہ ہای ارجمند میرے لئے سرمۂ نظر ہیں۔ ایک نظر تو سب پر ڈال ہی لی۔ بالاستیعاب مطالعے میں اسفار مسلسل حائل رہے۔ فی الوقت بمبئی کا سفر درپیش ہے۔ وہاں ذکرِ شہادت کی محفلوں میں شرکت کرنی ہے۔۱۱/ محرم کو ماہنامہ ''الشرقیہ'' کے ضخیم وشاندار'' سیدین نمبر'' کا جشن اجرا میں حاضر رہنا ہے۔ پھر آخر ماہ میں کچھو چھۂ مقدسہ میں جامع اشرف کی سلور جوبلی کی شرکت کے لئے جانا ہے ۔ ریٹائر منٹ کو دوسال گذر چکے مشغولیت ومصروفیت اور بڑھ گئی ہے ۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳،۱۴، اردو میں نعت گوئی، نعت اور تنقید نعت، نعت ہی نعت، سفیر نعت اور ارمغان حافظ میں سے اکثر اب ہمسفر رہیں گی۔ انشاء اللہ تفصیلی تاثرات نیز پروفیسر شفقت رضوی مد عنایتہٗ اور حضرت کشفی کی کتابوں پر تبصرے ارسال خدمت کرنے کی سعادت حاصل کروں گا ۔

سادہ ڈاک سے ایک شکریہ نامہ بطور رسید کتب روانہ کردی تھی ۔ اللہ جانے پہنچ سکی یا نہیں

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

میری بیٹی ڈاکٹر قدسیہ فاطمہ سلمہا اور داماد ڈاکٹر راشد ضیا صاحب مدعمرہٗ لندن میں رہتے ہیں انہیں خط لکھ رہا تھا تو اس اندیشہ کے پیش نظر کہ میرا خط آپ کو ملا یا نہ ملا اب یہ خط آپ کے نام ان کے لفافے میں رکھ دیا اس تاکید کے ساتھ کہ آپ کو روانہ کردیں۔ خدا کرے مل جائے۔

بھائی ! آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ نعت رسول کریم ﷺ سے متعلق یہ مثالی اور قابل صد رشک کام آپ کا مقسوم ٹھہرا۔ یہ'' نعت رنگ'' آپ کے لئے نعمت کونین اور رحمت دارین ہے۔ آپ کی

ہمت و حوصلے کی داد نہ دینا کفر کے مرادف:

ذرہ را تا ہنوز ہمت عالی حافظ
طالب چشمۂ خورشید درخشاں نشود

پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے،صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور آپ سے ایسے ایسے کام لے کہ اسے دیکھ کے دوسروں میں زندگی انگڑائیاں لے اٹھے اور آپ پر یہ تو صادق آئے ؂

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کدیاد روی تو کردم جواں شدم

دیکھنے اس کوچۂ دلداراں تک رسائی کب میسر ہوتی ہے ۔آپ لوگوں سے ملاقات کی حسرت ہے اللہ پوری کرے ۔آمین

ایک دو نعت منسلک کررہا ہوں ،پسند فرمائیں گے ۔

جمیع پرسان حال واحباب کی خدمت میں سلام وشوق والہانہ عرض کردیں۔

والسلام
کمترین
برقؔ عفی عنہ

۲۰/۲/۲۰۰۵ء

محبّ گرامی وقار جناب سید صبیح رحمانی زید مجدکم!

سلام و رحمت۔ امید کہ بعافیت ہوں گے۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ مخلصین کی صحبت سے فیض یاب ہوکر آرام کے ساتھ گھر (بھارت) آگیا۔ آتے ہی ناگزیر مصروفیتوں اور مشغولیتوں نے گھیر لیا۔ آپ کو خط لکھنے میں تاخیر ہوگئی معذرت خواہ ہوں اس درمیان میں وقت نکال نکال کے ''نعت رنگ ۔۱۷'' کا مطالعہ بھی کرتا رہا اور آپ کے صحافتی سلیقہ و ہنرمندی کی داد دیتا رہا۔آپ کا حکم تھا کہ ''نعت رنگ۔ ۱۷'' سے متعلق اپنے تاثرات لکھ بھیجنا،

لہٰذا تعمیل ارشاد میں چند سطریں سپردِ قلم ہیں:

کیا لکھوں اور کہاں کہاں سے لکھوں کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست۔ 'مقالات و مضامین' نہایت معیاری، دلچسپ اور معلومات افزا ہیں۔ 'فکر و فن' کے تحت بھی آپ نے اہلِ قلم سے قیمتی جائزے حاصل کیے ہیں۔ 'گوشۂ حفیظ تائب' اور 'مذاکرہ' سے مستفید ہوا، نعتوں کا انتخاب بھی خوب ہے۔ خطوط میں حضرت علامہ کوکب نورانی (مدظلہ) کا خط تو امتیازی اور خاصے کی چیز ہے اور ہوتی ہی ہے بصیرت افروز و چشم کشا۔

اس صحت مندو برومند شمارے میں بھی کمپوزنگ کی فروگذاشتیں جابجا کھلتی ہیں مگر اس کی ضخامت دیکھتے ہوئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں! بعض جگہوں پر شبہ اور کہیں کہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ سہو و غلط خود صاحبِ تحریر سے سرزد ہوا ہے۔

حضرت کشفیؔ کے مضمون میں جامی کی مذکورہ نعت 'خاکسارم یارسول اللہ' خسروؔ کی غزل 'شب جائے کہ من بودم' اور قدسی کی مشہور نعت 'مرحبا سیّد مکی مدنی العربی' سے متعلق اہلِ نظر محققین خوب خوب بحثیں کر چکے ہیں، مگر کوئی بھی ان نعتوں کو ان مشہور شاعروں کے علاوہ کسی دوسرے کی ثابت نہ کرسکا۔ قدسیؔ مشہدی کی نعت کو مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کے پروفیسر سمیع الدین احمد نے بہت دُور کی کوڑیاں لا کے کسی قدسیؔ ہندی (غیر معروف) سے منسوب کردی اور لکھ دیا:

> نعت قدسی کے مصنف اصلی کا سراغ اور تعین کے وقت اس اہم نکتے کو کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ غزل مذکور کا سبک ہندوستانی شاعر کا ہے۔ لہٰذا جب تک ایسی کوئی مستند دستاویز بطور ثبوت نہیں حاصل ہوجاتی، یہ دعویٰ کہ نعت متذکرہ (مرحبا سیّد مکی مدنی العربی) قدسیؔ مشہدی ہی کی تصنیف ہے، ازروے تحقیق صحیح نہیں ہوگا۔ (ماہ نامہ 'معارف' اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۷۸ء)
>
> مگر راے عامہ ان کے ادعا کے خلاف ہی رہی۔

بھائی! اس طرح تو شیخ سعدیؔ شیرازی کا پندنامہ بہ عنوان کریما بھی سعدیؔ کے متداول نسخے یا کلیاتِ مستند مطبوعۂ ایران میں شامل نہیں، تو کیا کریمائے سعدی بھی کسی اور کی قرار دے دی جائے گی۔ اس فقیر نے 'کریمائے سعدی' کے عنوان سے اپنے مضمون مطبوعہ ماہ نامہ 'معارف' اعظم گڑھ، اکتوبر ۱۹۷۸ء میں اسے سعدیؔ کی ہی تصنیف ہونے کے مضبوط قرائن سے بحث کی ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ عربی و فارسی، پٹنہ (بھارت) کے ایک کل ہند امیر خسروؔ سیمینار منعقدہ ۶ر نومبر

۱۹۸۳ء میں اسی خاکسار نے اپنے مقالے بہ عنوان 'خسرو کی مشہور غزل' میں اس غزل (شب جائے کہ من بودم) کو روشن حقایق اور قوی قرائن کی روشنی میں خسرو ہی کی غزل ثابت کیا۔ مقالہ چھپا اور اکیس سال گزر چکے اب تک کسی سے اس کا جواب بن نہ پڑا۔ صدیاں گزر گئیں ان غزلوں پر صوفیہ و مشائخ کو وجد و حال کرتے۔ تحقیق کی دنیا میں کچی یا پکی روشنائی ہی واحد معیار نہیں ورنہ صحیح بخاری شریف کی تدوین پر اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی سند نہ دی جاتی۔

'جدید اردو نعت کی صورت پزیری کا موسم' ۵۷ صفحات پر پھیلے ہوئے اس مضمون کا عنوان ہی چودھری صاحب کی جدت پسندی اور جودت طبعی کا غماض ہے۔ اس مضمون میں محولہ پہلا شعر ہی فیض احمد فیض[۱] کا لایا گیا ہے:

سیکھی یہیں مرے دلِ کافر نے بندگی
رب کریم ہے تو تری رہ گزر میں ہے

اتنے صفحات میں عبارت کم اور اشعار ہی زیادہ ہیں۔انتخابِ کلام میں احتیاط لازم تھی۔ایسے شعر بھی ہیں:

میں اس کا اُمتی ہوں جس کی خاطر
خدا نے روشنی تخلیق کی ہے

صہبا اختر[۲] کا شعر ہے:

خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والا ہے تو
سن اسے شیشوں کے مسیحا! دل شکستہ میں بھی ہوں

تیکھے تیور کے علاوہ اس میں 'شترگربہ' بھی ہے اور اساتذۂ فن وسخن نے حرفِ ندا 'اے' کی تخفیف یعنی اس سے حرف یا کا گرانا غلط اور عجز بیان بتایا ہے۔ حالاں کہ مضمون میں اچھے اور بہت اچھے اشعار کا میلہ ہے۔

منیؔر سیفی اور ناصؔر زیدی نام کے جوان اور بوڑھے شاعر بھارت میں بھی ایک ہیں اور ایک تھے۔

'نعت نگاری اور احترازِ نفس' محنت سے لکھا ہوا مضمون ہے۔ ایک جملے پر نظر ٹھہری:

...اللہ تعالیٰ بھی ثنا پسند فرماتے ہیں اس لیے بندے کو بھی مدح جو ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صیغۂ جمع کا استعمال کیسا ہے، آپ بہتر جانتے ہیں۔

'نعت میں نعت' اور 'گوشۂ سلیم' سے محظوظ ہوا۔ 'منظور حسین منظور کی نعت گوئی' مصنف کی دیدہ وری کا آئینہ ہے اور ایک خوب صورت کاوش۔ موصوف نے 'جنگ نامۂ اسلام' کے اشعار کی بحر ہزج مثمن سالم لکھی ہے اور درست رقم فرمایا ہے کہ اسی بحر میں حفیظ جالندھری کا شاہ نامۂ اسلام' اور اقبال کی نظمیں 'تصویرِ درد' اور 'طلوعِ اسلام' بھی تصنیف ہوئی ہیں۔ مگر 'مسدس مدوجزرِ اسلام' خواجہ الطاف حسین حالی نے بحر متقارب مثمن سالم میں لکھا ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

صاحبِ مضمون کو مغالطہ ہوگیا ہے۔ انھوں نے مسدسِ حالی کو بھی بحر ہزج سالم ہی میں بتایا ہے۔ جنگ نامہ سے انھوں نے یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

فقط وہ ملہم ازلی حقیقت دانِ او ادنیٰ
کہ جس کی تفسیر ہے اک آدم الاسما

لفظ اَزَلی میں تو خیر تین متحرک میں دوسرے کو ساکن کرنے کی اجازت دی گئی ہے مگر دوسرے مصرعے کا کیا ہوگا؟

شاہ مصباح الدین شکیل کے تعارفی مضمون 'شاعرِ جہاد... رحمٰن کیانی' سے بھی لطف اندوز ہوا۔ واقعی رحمٰن کیانی ایک وہبی شاعر تھے اور ان کی رزمیہ شاعری بڑی زوردار ہے۔ کہتے ہیں:

مصرع زباں پہ آتا ہے زورِ کلام سے
تلوار کی طرح سے، نکل کر نیام سے

تمام محاسنِ شعری اور زبان دانی کے باوصف ان کا جنگ پسندی جہادی مزاج بھی اشعار سے آشکار ہے۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں:

رائج ہزار ڈھنگ ہو ذکرِ حبیب کے
شاہیں سے مانگیے نہ چلن عندلیب سے

شاید اسی وجہ سے منتخب کلام ''اذان'' میں عشقِ رسول ﷺ کا عنوان حبِ رسول ﷺ کردیا ہے۔

کیانی چوں کہ فطرتاً شاعر ہیں لہٰذا قاری اگر ان کے کلام میں نرمی و نغمگی کی توقع بھی رکھے تو بے جا نہیں، مگر وہ کہتے ہیں:

مرا پیشہ ہے تلواری، مرا لہجہ ہے پیکاری

حالاں کہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں صحابۂ کرام کی تعریف قرآن نے یوں کی ہے: **اشداء علی الکفار رحماء بینھم.** [۳] اور اسی تعلیم کے زیرِ اثر علامہ اقبال نے یہ پیغام دیا:

گزر جا بن کے سیلِ تند رو، کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

رحمٰن کیانی کے اس قسم کے مصرعے بھلے نہیں لگے:

سڑکوں پہ ناچتی ہیں کنیزیں بتول کی

یعنی کچھ لے دے کے جنت میں چلے جاؤ گے تم

انھوں نے شمشیرِ ضیابار کی کسی نظم میں عشقِ نبی ﷺ کے دعوے داروں سے 'کیا آپ نے؟' کا جو سوال کیا ہے وہ سوال ملک کے سیاست دانوں سے کیوں نہیں؟ انھیں کا یہ شعر ہے:

ذلت و خواری کا باعث مجملاً کہتا چلوں
ترکِ قرآں اور شرعِ سیّد الابرار ہے

دوسرے مصرعے میں قرآن اور شرع میں اگر واوعطف رہتا تو ترک کا انطباق دونوں پر ہوتا مگر ترکِ قرآں کے بعد اور لکھنے سے شرع سیّد الابرار پر بھی (نعوذ باللہ) ذلت و خواری کے باعث کا اطلاع ہوتا ہے۔ ان نازک باتوں پر بھی نگاہ ضروری ہے۔

'مذاکرہ' میں محمد فیروز شاہ نے اس قطعہ ''یاصاحب الجمال و یا سیّدالبشر'' کو علامہ انور شاہ کشمیری مہتمم دارالعلوم دیوبند کا لکھا ہے۔ میرے علم میں اضافہ ہوا۔

حصہ 'مدحت' بھی خوب اور رنگارنگ ہے۔ حضرت وقار صدیقی اجمیری [۴] کی نعتیہ رباعیوں میں آخری (چوتھی) رُباعی، رُباعی کی بحر میں نہیں ہے۔ اسے قطعہ کہہ سکتے ہیں۔ جناب قمر رعینی کی تیسری رباعی میں 'بے ساختہ نام آپ کا لب پہ آیا' اس مصرعے میں پہ کی جگہ 'پر' لکھنا تھا۔ پہ، نہ، کہ وغیرہ صرف ایک حرکت شمار ہوں گے، نہ کہ سببِ خفیف۔ تخفیف سے مصرع ناموزوں ہوجاتا ہے۔ آصف اکبر کے مقطع میں بھی یہی بات ہے۔ شاعری میں زبان و بیان کا معاملہ مشکل بھی ہے، آسان بھی ہے۔

سیّد ریاض حسین زیدی لکھتے ہیں:

خدا سے جو سنی ہے آپ نے سچ سچ بتائی ہے

سچ سچ بتائی ہے میں سُوے ادب ہے۔ یوں کر سکتے تھے 'وہ سب بتائی ہے'۔

یعقوب تصور صاحب کی نعت کا مطلع ہے:

عظمتِ تخلیق کا ہر اک کمال ان کے لیے
حسنِ کائنات اوصافِ جمال ان کے لیے

'حسنِ کائنات' کو وزن میں 'حسنِ کائے نات' پڑھنا ہوگا جو غلط ہے۔ اسی نعت کے بارھویں شعر میں یہ لفظ اصلاً درست استعمال ہوا ہے۔ شعر بھی پڑھ ہی لیجیے:

ان کی اقلیمِ بصیرت میں ہے ساری کائنات
بازیِ طفلاں ہے کارِ دانیال ان کے لیے

دوسرے شعر میں قافیہ فِعَال لائے ہیں:

گردشِ ارض و سما تاروں کی چال ان کے لیے
دوجہاں کا ذرّہ ذرّہ ہے فعال ان کے لیے

حالاں کہ اس معنی میں لفظ فعّال عین مشدد کے ساتھ ہے۔ فعال کے معنی لغت میں کچھ اور ہیں جن کا یہ محل نہیں۔

ایک مصرع ہے:

چاند، سورج، زحل، زہرہ، مشتری، مریخ سب

اس میں زحل بروزن فِعْل استعمال ہوا ہے جب کہ لفظ زحل بروزن فَعَل ہے۔

صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی کی نعت کا دوسرا شعر ہے:

ہاں ہاں وہی جو رحمتِ عالم ہے سر بہ سر
ہاں ہاں اسی تو شافعِ محشر کی بات ہے

اسی شعر کے دوسرے مصرعے میں تعقید کا عیب نمایاں ہے۔ اور مقطع کا مصرع ثانی واوین میں ہے:

واحدؔ طویل تر ہے عطاؤں کا سلسلہ
''ہر ذرّے میں حضور کے خاور کی بات ہے''

خاور کے معنی صرف مشرق کے ہیں نہ آفتابِ مشرق کے۔ Middle East کو اسی لیے خاورِ میانہ کہتے ہیں۔

میرے بھائی! اور کیا عرض کروں، 'نعت رنگ' درحقیقت آسمانِ ادب کی دھنک ہے، اب کوئی Colour blindness کا شکار ہو تو کیا کیا جائے! میں اپنی نگاہ سے مجبور ہوں، پھولوں کو دیکھتا ہوں اور کانٹوں پر بھی نظر پڑتی ہے۔ واللہ میری نیت عیب جوئی کی نہیں، بس فکر وفن کی بات ہے، جی یہی چاہتا ہے کچھ کہوں اور سنوں کہ علم میں اضافہ ہو۔ مجھے اپنی کم سوادی و بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔

خدا کرے آپ شاداں وفرداں ہوں۔

والسلام مع الاکرام

محتاجِ دعا

طلحہ رضوی برق

۱۔فیض احمد فیض (۱۹۱۱۔۱۹۸۴ء)، نامور شاعر، صحافی، استاد، ٹریڈ یونینسٹ، ترقی پسند ادیب، مدیر: ماہنامہ ''ادبِ لطیف''، مدیرِ اعلیٰ: ''لیل و نہار''، ''امروز''، ''پاکستان ٹائمز''، صدر: ٹریڈ یونین فیڈریشن (۱۹۵۰ء)، سابق لیفٹنٹ کرنل شعبہ تعلقات عامہ پاک فوج، کتب: ''نقش فریادی''، ''دستِ صبا''، ''زنداں نامہ''، ''دستِ تہِ سنگ''، ''سرِ وادی سینا''، ''شامِ شہرِ یاراں''، ''میرے دل میرے مسافر''، ''نسخہ ہائے وفا'' (کلیات)، ''میزان''، ''صلیبیں میرے دریچے میں'' (خطوط)، ''متاعِ لوح و قلم''، ''اقبال''، ''ہماری قومی ثقافت''، ''مہ و سالِ آشنائی'' (یادداشتیں)، ''کیوبا'' (سفرنامہ)۔اعزازات: ''لینن انعام برائے امن'' (۱۹۶۲ء)، ''تمغۂ امتیاز''۔

۲۔صہبا اختر (۱۹۳۱۔۱۹۹۶ء)، اصل نام: اختر علی، شاعر، فلمی نغمہ نگار، کتب: ''سرکشیدہ''، ''اقراء''، ''سمندر''، ''مشعل''، ۱۹۹۶ء میں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازے گئے۔

۳۔سورۃ الفتح، آیت:۲۹

۴۔ وقار صدیقی اجمیری (پ: ۱۹۲۳ء)،نعت گو شاعر، نعتیہ مجموعہ: ''حرف حرف خوشبو''۔

گوید رمز عشق مگوئید و مشنوید

مشکل حکایتی است کہ تقریر میکند

''نعت رنگ'' شمارہ ۲۲ پیشِ نظر ہے۔ ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مقالہ ''نعتِ نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' پڑھ ڈالا۔ مصنفِ مقالہ کے نام کے بعد ''سعودی عرب'' دیکھتے ہی

خیال آیا کہ مقالے میں کتاب التوحید مصنفہ ابن عبدالوہاب نجدی کی صدائے بازگشت **ابا واستکبر وکان من الکافرین** [سورۃ البقرۃ: آیت: ۳۴] کی روشنی لیے اس مقالے میں اپنی پوری شدت سے نمایاں ہے۔

جس کی نظر میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری، صاحبِ مثنویٔ معنوی مولانا جلال الدین رومی اور فنائے عشق رسول حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہم عقاید خبیثہ کے حامل ملحد اور مشرک ہوں۔ ایسے خبط الحواس کی باتوں کو کیا اہمیت دی جائے۔ قرآن حکیم ناطق ہے **ویتخبطه الشیطان من المس** ۔[سورۃ البقرۃ: آیت: ۲۷۵] وہی شیطان جس نے لاکھوں برس خدائے واحد کی عبادت کی مگر اسی کے حکم **فاسجد لآدم**[سورۃ البقرۃ: آیت: ۳۴] کی سرتابی کر کے مردود ولعنتی ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں یعنی اپنے ولیوں کے لیے فرمایا: **لاخوف علیهم ولا یحزنون**ط [سورۃ البقرۃ: آیت: ۲٦۴] جو اللہ کا ہوگیا اللہ اس کا ہوگیا اور پھر نبیوں اور رسولوں کا مرتبہ تو وہی بہتر جانتا ہے۔ اس کی آنکھ اللہ کی آنکھ، اس کا کان اللہ کا کان، اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ، اس کا پاؤں اللہ کا پاؤں، ایسا کہنے میں کون سا الحاد ہے، کون سا شرک کہ:

علم حق در علم صوفی گم شود　　　این سخن کے باورِ مردم شود

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز گرد اند زِ راہ

(مشکوٰۃ شریف)

کیا اجل صحابیٔ رسول امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ والے نہ تھے جن کی آنکھ اللہ کی آنکھ بن کے مسجدِ نبوی کے منبر سے جنگِ نھاوند کا مشاہدہ کر رہی تھی، کیا جلیل القدر صحابی میدانِ جنگ کے کمان دار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اللہ والے نہیں تھے جن کے کانوں نے اللہ کا کان ہو کے معرکۂ کارزار نھاوند میں **یا ساریة الجبل یا ساریة الجبل** کی صدائے عمر فاروق سُن لی۔

تصوف پر عجمیت و ویدانت کا اثر اور یونانی فلسفے سے متاثر ہونے کا بہتان گئی گزری بات ہوچکی۔ صوفیائے کرام، مشائخ عظام اور عارفان باللہ کی شان میں منھ آنے والے اسی گستاخِ ازلی کے چیلے چپاٹے ہیں جس نے بارگاہِ ایزدی میں یہ کہنے کی جرأت کی تھی:

فبعزتک لأغوینهم اجمعین oالا عبادک منهم المخلصین o[سورۂ ص، آیت: ۸۲۔۸۳]

رسول پر ایمان اور رسول سے عشق و محبت ہی اصلِ ایمان ہے جس کا اظہار ایک مومن اپنے عملِ نیک سے اور اگر وہ شاعر بھی ہے تو اپنے اشعار سے کرتا ہے جو اپنے حبیب یعنی حضور رحمۃ للعالمین کی شانِ اقدس میں کہے ہوں۔ اولیا، اقطاب، غوث جو فنا فی الرسول و فنا فی اللہ ہوں ان کی شان میں ایسی دریدہ ذہنی عبرت ناک بدانجامی ہے اور دراصل یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے فرمانِ الٰہی ہے:

ختم اللّٰہ عَلیٰ قلوبهم وعلیٰ سمعهم وعلیٰ ابصارهم غشاوة.[سورۃ البقرۃ، آیت: ۷]

یہ کتنا مہمل جملہ ہے کہ ''صوفی شعرا نعت گو نے نبی رحمتﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو برہمنوں نے بدھ مذہب کے ساتھ کیا تھا۔''

بے خبری کی بھی حد ہوگئی۔ برہمنوں نے تو بدھ دھرم کو دیش نکالا دیا وہ اس کی تعریف میں پُل کیا باندھتے۔

کاش ڈاکٹر نگرامی علامہ اقبال کے عشقِ رسول کو سمجھتے اور عالم بے بدل علامہ محسن کاکوروی کے مرتبۂ علمی سے کماحقہ واقف ہوتے۔ علامہ محسن کاکوروی کے مشہور و مقبول نعتیہ قصیدہ ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'' پر حرف زنی کرتے ہوئے اس سے زیادہ لکھنے کی جرات نہ ہوتی کہ

قصیدے کی پوری فرہنگ پر ہندو ادبیات و معاشرت کی پوری چھاپ ہے۔

صاحبِ مثنوی معنوی کہ ہست قرآں در زبانِ پہلوی، حکایت شبان و موسیٰ میں فرماتے ہیں:

ہندواں را اصطلاحِ ہند مدح — سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شاں — پاک ہم ایشاں شوند و دُرفشاں
ما زباں را ننگریم و قال را — ما دروں را بنگریم و حال را
زانک دل جوہر بور گفتن عرض — پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز — سوز خواہم سود باآں سوز ساز
آتشی از عشق در جاں برفروز — سربسر فکر و عبادت را بسوز
ملتِ عشق ازہمہ دینہا جداست — عاشقاں را ملت و مذہب خداست

مذہبِ اسلام اور ملکی، علاقائی، تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تقاضے ایک الگ موضوع ہیں جس

پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور لکھا جاچکا ہے۔ بھلے شاہ پنجاب کے مسلمان صوفی شاعرِ نعت گو نے کیا خوب کہا ہے:

جس تن لاگے سوت جانے دوجا کوئی نہ جانے	عشق اساں نال کہی کپتی لوک مرینددے طعنے
ہجر ترے نے جھلی کرکے کھلی نام سراپا	صم بکم عمی ہو کے اپنا وقت لنگھایا

ڈاکٹر نگرامی امیر خسرو کے پیر بھائی میر حسن کے مصرع:

زینتِ یٰسں توئی زیبایش طٰہٰ توئی

اور علامہ اقبال کے ۔ ''وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ'' کہنے پر آتش زیرپا ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ''تلبیس ابلیس'' کے اسیر کچھ جاہل دنیادار ٹھگ بھیس بدل کر مشیخت کے لبادے میں ذرّیات شیاطین کا کام بھی کررہے ہیں۔ ظاہر ہے عقل وفہم والے انھیں خوب پہچانتے ہیں مگر اہل اللہ باقی باللہ جوشکر و الحاد و زندقہ کے الفاظ استعمال کرنا لاعلمی و بے خبری نہیں نجدیت وشیطنت ہے۔ اگر عہدِ عباسی کی عرب دشمن تحریک ''شعوبیت'' کے نام سے جانی جاتی ہے تو ڈاکٹر نگرامی کی تصوف بیزاری کو ''شیعیت'' کا نام دیا جائے گا۔

علامہ اقبال کے عاشقِ رسول ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ وہ شاعر دانا بھی تھے اور فلسفۂ معنیٰ بھی، اگرچہ خود کہتے ہیں:

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے	کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

مگر ان کے دل کی آواز یہ تھی:

دم عارف نسیم صبحدم ہے	اِسی سے رشتۂ معنی میں نَم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر	شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

ہاں شعیب کام کا ہو، نام کا نہیں ورنہ:

شیر قالیں اور ہے شیر نیستاہ اور ہے

تصوف کو مورد لعنت و ملامت دکھانے کے لیے نگرامی صاحب نے بہت دُور سے گھیرا باندھا ہے اور اُردو و فارسی نعت گوئی کو اپنے دھوکے کی ٹٹی بنا کر طریقت وتصوف کا شکار کیا ہے۔ جناب نگرامی رقم طراز ہیں:

عہدِ عباسی کی ابتدا میں فارسی شاعری پر عربی تہذیب وتمدن کا بہت کچھ اثر رہا

لیکن چوتھی صدی ہجری آنے تک بالخصوص شیراز میں آکر اس کا ڈھانچہ بالکل بدل گیا...ملحدوں زنادقہ اورصوفیا کی گرم بازاری سب سے زیادہ شیراز میں ہی ہوئی۔ میر حسن علی نے اپنی کتاب ''تصوف کا تنقیدی جائزہ'' میں عطار، رومی اور جامی کومشرکانہ نعت گوئی اور عقیدۂ وحدت الوجود کے مبلغین میں شمار کیا ہے۔

ڈاکٹر نگرامی ان کے ہم نوا ہیں، گو ان کا موضوع سخن اُردو میں نعت گوئی ہے۔ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کے میر حسن کے اشعار بے سمجھے بوجھے ان پروسی عقیدے کا بہتان لگایا کہ:

رسول رحمت نعوذ باللہ کائنات ہیں، صاحب تصرف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں آپ کا بھی حصہ ہے۔

میری گزارش ہے کہ نگرامی صاحب میر حسن کے مصرع:

صاحبِ معراجِ سبحان الذی اسریٰ توئی

کی صحیح قرات فرمائیں، حسنِ اضافت کی معنویت سمجھیں اور پھر حکم لگائیں۔ شعرفہمی بھی بڑی چیز ہے۔ ابن الجوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس''، شبلی کی ''شعر العجم'' کا سہارا لے کر مصری ادیب احمد امین اور قاہرہ یونیورسٹی کی صدر شعبۂ عربی اپنی استانی جی ڈاکٹر سہر قلماوی کی بے تکی و بے اصل باتوں سے وہ اپنے مفروضات و معروضات میں زور پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ڈاکٹر نگرامی کو تصوف وطریقت کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ وہ اکبر الہ آبادی کے یہ آسان اشعار ہی سمجھ کر پڑھ لیں:

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز — شریعت وضو ہے، طریقت نماز

شریعت میں ہے صورتِ فتح بدر — طریقت میں ہے معنیٔ شقِ صدر

شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب — طریقت میں حسن و جمالِ حبیب

نعتیہ اشعار جس زبان میں ہوں حسن و جمال کی تجلیاں پیش کرتے ہیں۔ نعتیں محض علوے فکر و خیال کی عکاسی ہی نہیں آئینہ بندیٔ جمال بھی کرتی ہیں۔

تصوف کے خلاف غوغہ آرائی، طعن وتشنیع وتنقید کی ہفوات سامانی دراصل ان مستشرقین نے کی ہے جو مذہبِ اسلام کے خلاف عالمی سازشوں میں شریک ہورہے ہیں۔ ان بدبختوں میں نمایاں نام ہارتون (Harton)، بلوشت (Blochet)، ماسی نون (Massignon)، گولڈزیہر (Gold Ziher)، براؤن (Brown) اور اولیری (Oleary) کے ہیں۔

ان کے باطل مشن کو تقویت پہنچانے میں ان دنیادار، مفاد پرست، مصلحت کوش علما سُو کا بھی ہاتھ ہے جنھوں نے اسلاف اور بزرگوں کے برحق اقوال کو لوگوں کی نگاہوں سے دُور رکھا، مثلاً سیّد الطایفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ ارشاد:

ایں راہ کس یابد کہ کتاب اللہ بردستِ راست گرفتہ باشد و سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بردست چپ۔

شیخ ابوبکر طلمستانی کا یہ زریں قول بھی طریق تصوف کا معیار پیش کرتا ہے:

الطريق واضح والكتاب والسنّه والفقهه قائم بين اظهرنا۔

(راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب و سنت و فقہ ہمارے سامنے موجود ہے)

شہر شیراز نے، جہاں بقول ڈاکٹر نگرامی ''اسلام کا شیرازۂ اخلاق بگڑ گیا'' ہمیں حافظ دیا، سعدی دیا، عرفی دیا۔ عرفی کا یہ شعر ہر نعت گو کے پیشِ نظر ہونا چاہیے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
ھشدار کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

اور شیخ سعدی شیرازی تو شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدِ خاص ہی تھے، فرماتے ہیں:

جز سرّ عشق ہر چہ نجوانی بطالت است — جزیاد دوست ہر چہ کنی عمر ضایع است
علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است — سعدی بشوی لوحِ دِلت رازِ نقش غیر

معجزاتِ انبیا اور کراماتِ اولیا کے منکرین کو آپ کیا کہیں گے جب کہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔ نعت گو صوفی شعرا انھی حقائق کو نظم کرتے ہیں۔ اب کوئی انھیں شرک و الحاد و زندقہ کہے تو کہتا رہے اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔ اللہ اگر توفیق نہ دے ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۲۲ میں اور بھی اہم مقالات ہیں مثلاً ''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' مصنفہ ڈاکٹر اشفاق انجم، اس پر بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ جابجا ابہام و گنجلک کا عمل دخل ہے۔ پروفیسر محمد علی اثر کا مضمون ''دکنی میں نعتیہ شاعری صنف غزل کے حوالے سے'' اختصار بداماں ایک کامیاب جائزہ ہے۔ جناب عزیز احسن اور گوہر ملسیانی کے مقالے بھی نہایت معلومات افزا ہیں۔ پروفیسر اقبال جاوید اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے مواد اکٹھا کرنے میں خاصی محنت کی ہے۔ ساجد صدیقی نظامی نے ''سفینۂ عشقِ مدینہ'' کا خوبصورت تعارف پیش کیا ہے۔ شہزاد احمد کا ''اُردو کے چند اہم پاکستانی انتخابِ نعت'' کا اجمالی تعارف بھی خوب ہے۔ ماما (سیّدنا) طاہر سیف الدین کے عربی قصیدے کا

تنقیدی جائزہ ڈاکٹر ابوسفیان کی عالمانہ کاوش ہے۔

شعری حصے میں احمد یار نعیمی ناز مانک پوری، نظمی مارہروی، ضیا اکبر آبادی، ریاض حسین چوہدری اور امان خاں دل کی خوب صورت نعتوں کی شمولیت نیز ستیہ پال انند کی ایک نظم ''پیغام رساں'' کا تعارف بھی خوب ہے۔

''نعت شناسی'' کے تحت ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی اور گوہر ملسیانی جیسے باخبر و باہنر، صاحبِ علم و شعور فن کاروں کی شخصیت و انفرادیت پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ نعتیہ کتابوں پر تبصرے بھی مؤثر اور شوقِ مطالعہ کو انگیز کرنے والے ہیں۔ اٹھارہ نعتوں کا انتخاب معیاری اور دلچسپ ہے۔ جناب عزیز احسن کی نظم ''رمزِ معراجِ مصطفیٰ'' کا کیا کہنا مگر اس کا پانچواں مصرع:

عالمِ انسانیت میں صرف اک انساں ہیں آپ

میرے ناقص خیال میں اگر یوں ہوتا تو بہتر تھا:

عالم انسانیت میں آپ وہ انسان ہیں

مدیرِ ''نعت رنگ'' کے نام خطوط دلچسپ تو ہوتے ہی ہیں دعوتِ فکر و نظر بھی دیتے ہیں۔ خاص طور سے پروفیسر عمران، پروفیسر ڈاکٹر منور غازی کہ ان کا مشغلہ درس و تدریس ہے اور کامران جاوید عرفانی، خطوط، ان تینوں صاحبان نے الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کے دوحرفی استعمال پر عارف منصور کے اعتراض کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

آج سے تقریباً چالیس سال قبل ایسی ہی ایک بحث انجمن ترقیٔ اُردو ہند کے ہفتہ وار اخبار ''ہماری زبان'' میں چل نکلی تھی اور یہ کم سواد بھی اس بحث میں شریک ہوگیا تھا۔ شکر خدا کہ میری معروضات اور دلیلوں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور بات مان لی گئی۔ ''نعت رنگ'' ۲۲ کے ان خطوط میں زیرِ بحث کتاب ''بلغ العلیٰ بکمالہ'' میرے سامنے نہیں اور نہ میں نے اس پر عارف منصور صاحب کا تبصرہ پڑھا ہے مگر جن باتوں پر اختلاف ہے وہ سامنے ہیں۔

بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ وادعطف کی طرح ''نہ'' اور ''کہ'' کا تلفظ اشعار میں یک حرفی ہوتا ہے نہ کہ دوحرفی۔ پروفیسر منور غازی لکھتے ہیں:

> الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کے دوحرفی الفاظ کے طور پر استعمال ہونے اور محسوب ہونے کے سلسلے میں قدیم اور جدید عہد کے نام ور شعرا کے کئی اشعار پیش کیے

جاسکتے ہیں۔

مجھ کم استعداد کو یقین ہے کہ موصوف اپنے اس دعوے کی دلیل لانے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ پروفیسر غازی آگے لکھتے ہیں:

میر تقی میر کا ایک شعر تقطیع کے ساتھ پیشِ خدمت ہے:

تشنہ لب مرگئے ترے عاشق   نہ ملی ایک بوند پانی کی

فاعلن فاعلن مفاعیلن   فاعلن فاعلن مفاعیلن

پروفیسر غازی سے سہو ہوا ہے۔ فاعلن فاعلن مفاعیلن کسی بحر کا وزن نہیں ہے۔ میر کا یہ شعر بحرِ خفیف مسدس مجنون محذوف میں ہے۔شعر کی صحیح تقطیع یوں ہوگی:

تشنہ لب مرگئے تیرے عاشق   نہ ملی ایک بوند پانی کی

فاعلاتن مفاعلن فعلن   فعلاتن مفاعلن فعلن

چونکے نہیں! دوسرے مصرع میں پہلا رکن فعلاتن ہے۔ اس بحر میں ''صدر'' و''ابتدا'' میں زحاف خبن کو روا رکھا گیا ہے کہ اس سے صورت شعری و ترنم میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ مثال میں ایک دو نہیں سیکڑوں اشعار اساتذہ کے پیش کرسکتا ہوں۔ سردست استاد ذوق کا شعر ملاحظہ ہو:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب

ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ذوق کا یہ شعر بحر رمل مثمن مسکن محذوف میں ہے جس کا وزن ہے:

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

اس شعر کے پہلے مصرع کے ''صدر'' میں فاعلاتن مجنون ہوکر فعلاتن ہوجائے گا اور وہ محض اس لیے کہ لفظ ''نہ'' دوحرفی استعمال نہیں ہوتا۔

شاعری میں علم العروض کے اُصول وضوابط کی پابندی لازم ہے۔ یہاں آزادی اورمن مانی جائز نہیں۔ بحر رمل کے بیان میں استاد یاس یگانہ چنگیزی فرماتے ہیں:

> صدر و ابتدا میں سالم و مجنون کا اجتماع جائز ہے۔ رمل مثمن مخبون میں صدر و ابتدا اورحشو کے مقام پر فعلاتن کوتسکین اوسط کے مفعولن بنا لینا صحیح ہے۔

چاہیں تو اس شعر پر بھی غور کرلیں:

ہمہ از بہر نو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نبا شد کہ تو فرماں مبری

حافظ شیرازی کے بھی ایک دو شعر ملاحظہ ہوں:

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود تا نہ سرگشتہ شوی دایرہ امکاں را
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامی چند
خَجِلِ از کردۂ خود پردہ درے نیست کہ نیست اشکِ غمازِ من ار سرخ برآمد چہ عجب

ان اشعار میں ''نہ''، ''کہ''، ''وادعطف'' کا یک حرفی استعمال اور نفی بروزن وحی بھی نظر آئے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر منور غازی نے حفیظ جالندھری کا یہ مشہور مصرع بھی:

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

اپنے اس دعوے کی دلیل میں پیش کیا ہے کہ اس میں لفظ ''نہ'' دو حرفی استعمال ہوا ہے اور اس مصرع کی یوں تقطیع کی ہے جو اُصولاً اور صریحاً غلط ہے۔ تقطیع یوں کی ہے:

تم نے ہمے	بھلا دیا	ہم نہ (نا) تمے	بھلا سکے
مستفعلن	مفاعلن	مستفعلن	مفاعلن

جاننا چاہیے کہ بحر رجز مفرد بحر ہے جس کے سالم ارکان آٹھ بار مستفعلن ہیں۔ انیس زحافات اس بحر میں لگتے ہیں جس سے اس کے سات مستعملہ اوزان بنتے ہیں مگر مستفعلن مفاعلن مستفعلن مفاعلن ان میں آتا ہی نہیں۔

حفیظ جالندھری کا مصرع دراصل بروزن:

مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

ہے جو بحر ھزج کا پانچواں مستعملہ مشہور وزن ہے۔

اسی بحر و وزن میں یہ شعر بھی ملاحظہ ہو جس میں لفظ ''نہ'' یک حرفی ہی استعمال ہوا ہے۔

آبلۂ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہوئے
سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ منزلِ یار دیکھ کر

ہو سکے تو تقطیع کر کے دیکھ لیں۔

رہ گئی بات لفظ وحی کے صحیح تلفظ کی۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

جن اشعار میں اسے (وحی) متحرک ح کے ساتھ استعمال کیا ہے، ان اشعار کو بے وزن نہیں کہا جاسکتا۔

دلیل یہ ہے کہ فیروزاللغات، نوراللغات اور رافع اللغات وغیرہ میں لفظ وحی کے حرف ح کو متحرک لکھا گیا ہے۔ اسی کو انگریزی میں کہتے ہیں Lame Excuse۔

وحی عربی لفظ ہے نفی وسعی کی طرح۔ قرآن سے بڑھ کے سند کیا ہوگی۔ سورہ نجم کے شروع میں ہی دیکھ لیں اِن ھو الا وحی یوحیٰ ط [آیت: ۴]

سند کسی عربی یا فارسی مستند نعت سے دی ہوتی یا اُردو ہی کے کسی استاد شاعر کا شعر پیش کرتے۔ احمد فراز اچھے شاعر ہیں مگر وہ فن شعر و زبان کے استاد نہیں۔ ''وحی'' بروزن ''ڈہی'' عوام بولتے ہیں وہی جو لسان و ادب سے لاعلم ہوتے ہیں۔

اسی لیے ''غلط العام فصیح'' کہا گیا ہے۔ ''غلط العوام'' نہیں۔ ''حکایت شبان و موسیٰ'' کا یہ مشہور شعر تو بہتوں کو یاد ہے:

وحیِ آمد سوے موسیٰ از خدا — بندۂ مار ازما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

فارسی اشعار میں بھی ''نہ'' یک حرفی ہی استعمال ہوتا ہے اور اگر وزن کا تقاضہ دوحرفی کا ہو تو ''نہ'' کو نے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کے شعر سے ظاہر ہے اور یہی چلن اُردو اشعار میں بھی ہے۔

آگے بڑھے تو کامران جاوید عرفانی کا خط دیکھا۔ ''نہ'' اور ''کہ'' سے متعلق جناب عارف منصور کے موقف کو غلط ثابت کرنے میں انھوں نے بھی بہت زور لگایا ہے۔ لکھتے ہیں:

عارف منصور جیسے ایک آدھ نامعتبر عروضیے نے ان الفاظ کے بارے میں غلط رائے دی ہے جسے دسیوں اساتذہ کے اشعار غلط ثابت کررہے ہیں۔

انھوں نے دلیل و مثال میں بیدل حیدری، حالی، غالب، درد اور میر کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

بیدل حیدری: نہ سہی آشیاں قفس ہی سہی — سر تو آخر کہیں چھپانا ہے
حالی: نہ ملا کوئی غارتِ ایماں — رہ گئی شرم پارسائی کی
غالب: نہ سنو گر برا کہے کوئی — نہ کرو گر برا کرے کوئی
درد: جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

یہ چاروں اشعار متذکرہ بالا بحر خفیف مسدس مخبون محذوف میں ہیں جن کا وزن ہے:

فاعلاتن مفاعلن فعلن

جو اس شعر کا وزن ہے:

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

میر تقی میر کے درج ذیل شعر کی تقطیع بھی عرفانی صاحب نے بالکل غلط کی ہے:

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسی کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

اس شعر کا صحیح وزن ہے:

مفعولُ فاعِ لاتُ مفاعیلُ فاعلن

تقطیع آتی ہو تو کر کے دیکھ لیں۔

ان کا غلط تقطیع کردہ وزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن فعل بحر رجز کے تحت آتا ہی نہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

طلعت سلیم (برمنگھم)

''نعت رنگ'' ۲۲ کے اوراق پر بکھرے خوش رنگ خوش بودار پھولوں کی مہکار نے مشامِ جاں کو تر و تازہ کر کے قلب و ذہن کو مسحور و مسرور کر دیا۔ نعت شناسوں، نعت نگاروں اور اس کے پرستاروں کی خوب صورت کاوشیں یک جا کر کے، محنت اور محبت سے ترتیب دیا ہوا۔ ہمارا ''نعت رنگ'' آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت عقیدت میں ڈوبے، اس کے نور سے جگمگاتے دلوں کو گرماتا تڑپاتا یوں ہی خوب سے خوب تر کی جستجو میں کامیابی و کامرانی کی راہوں پر اسی انفرادی شان سے گامزن رہے۔ (آمین)

''نعت رنگ'' چند نشستوں میں پڑھنے کی چیز نہیں یہ آنکھوں سے لگا کر ہمہ وقت دست رس میں رکھے جانے کے قابل ہے جب موقع ملا کوئی شہ پارہ پڑھ لیا۔ میری ایسی ہستی کہاں اور میں کہاں کی

ایسی دانا کہ اس کے بلند پایہ مضامینِ نظم و نثر کے بارے میں کچھ لکھوں، بس یہ ہے کہ صنفِ نعت کے نو بہ نو پہلوؤں پر نامی گرامی نعت شناسوں کے عالمانہ انداز میں لکھے ہوئے مضامین پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے کہ ہر مضمون کے مطالعہ پر نئی نئی باتیں آشکارا ہوئیں۔ نئی سوچ نیا زاویۂ نگاہ، مستند حوالے، مثالیں، نئی اور مذہبی نقطۂ نظر سے چھیڑی ہوئی بحثیں، عام مغالطّوں کی تشریح، مختلف عیوب کی نشان دہی، مشہور و مقبول تصانیف کے تذکرے جو ان کی جستجو پر اُبھاریں۔ غرض قدم قدم پر کیا کیا کچھ دامنِ دل کھینچتا ہے کہ جا ایں جاست! کئی مضامین کی عبارت اس درجہ دل آویز، اتنی دل کش ہے، مثلاً جناب گوہر ملسیانی اور پروفیسر اکرم رضا صاحب کے مضمون یوں لگتا ہے گویا قلم سے الفاظ نہیں پھول جھڑ رہے ہوں۔

میں اللہ پاک کی مہربانی اور نبی کریم ﷺ کی چشمِ کرم کی بدولت نعت کہنے کا شوق اور تھوڑی بہت صلاحیت رکھتی ہوں۔ آپ کی محبت سے مزین اپنے دلی جذبات، احساسات، خیالات اور سرزمینِ مدینہ منورہ سے وابستہ اُلفت، حسرتیں ارمان اپنی سی کوشش کر کے نعتیہ اشعار کے قالب میں ڈھال لیتی ہوں اور خوش ہوتی ہوں۔ اس مرتبہ جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے ''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے مضمون میں مغرب کے نعت گو شعرا کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے ناچیز کو بھی ذکر کے قابل سمجھا ان کا حسنِ ظن ہے، مہربانی ہے جس کے لیے ان کی ممنون ہوں۔ انھوں نے جن قابلِ گرفت پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی ہے ان شاء اللہ ان پر ضرور توجہ دوں گی۔

ایک شعر کے بارے میں البتہ بصد ادب عرض کرتی ہوں کہ یہاں میں نے ''شان'' کے لفظ کو واحد ہی کے طور پر برتا ہے۔ شعر ہے:

اپنے کپڑوں میں پیوند خود ٹانکتے — اپنی پاپوش بھی بارہا گانٹھتے
ماند تھی سامنے جس کے ''شانِ کئی'' — زندگی کوئی دیکھے وہ کیسے کٹی

آپ نے اس ترکیب کو خلافِ روزمرہ اور خلافِ محاورہ کہا ہے۔ میں نے ''شانِ کئی'' کہہ کر عالی مرتبت ایرانی شہنشاہوں کی شان بیان کی ہے۔ علامہ اقبال کا مصرع ہے:

مانگنے والے کو ہم شانِ کئی دیتے ہیں

(شکوہ جوابِ شکوہ)

اور مندرجہ ذیل شعر میں موجود شخصی تداخل کی نشان دہی فرماتے ہوئے جہاں اسے سراہا ہے وہاں اسے ہندوئی ثقافت کا مظہر بھی گردانا ہے۔

آپ کے قدموں میں جھک کر پیش میں کرتی سلام
آپ کی لے کے دعائیں کس قدر ہوتی نہال

یہاں بھی بصد ادب و احترام عرض کروں گی کہ قدموں میں جھکنے سے میری مراد حد درجہ ادب و احترام سے سلام پیش کرنا ہے۔ ہم والدین یا بزرگوں سے کہتے ہیں، آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں۔ یہ ان کی ذات سے وابستہ بے پایاں عزت وتکریم کا اظہار ہے۔ ہندوتو قدم چھوتے ہیں ہم ایک قدم اور آگے بڑھ کر قدم چومنے کی بات کرتے ہیں۔ قدموں میں جھک کر سلام کرتے ہیں۔ ہندوانہ رسم و رواج کی جھلک ہے، میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ والدین کی قدم بوسی والی بات کے بارے میں اظہارِخیال کریں تو شکرگزار ہوں گی۔

طلعت سلیم

☆ طلعت سلیم (پ: ۱۹۴۵ء)، شاعرہ، مصنفہ،نعتیہ مجموعہ: ''یا نبی یا نبی یا نبی''۔

ظفر اسحاق انصاری، ڈاکٹر (اسلام آباد)

۱۵/ جنوری ۲۰۰۹ء

برادرِمحترم جناب صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون
امید ہے کہ جنابِ والا کے مزاج بخیر ہوں گے۔

نہ معلوم اب سے کتنے سال قبل مجھے آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ آپ نے اپنے نہایت وقیع مجلّہ ''نعت رنگ'' کے اجرا کے بعد اس گم نام پر کرم فرمایا اور رسالہ بھیجتے رہے۔ ایمان داری کی بات ہے کہ میں پہلے ہی شمارے سے اس رسالے کا بے حد قدرداں ہوں اور اس مناسبت سے آپ سے انس اورمحبت وعقیدت کا ایک گہراتعلق رکھتاہوں۔ یہ باتیں بھی اگر نہ ہوتیں تواحسان شناسی اور عام اخلاق کا تقاضا تھا کہ میں شکریہ کا خط لکھوں۔ اب عرصہ دراز کے بعد شدید ندامت وخجالت کے ساتھ آپ کی خدمت میں معذرت کی درخواست کے ساتھ حاضر ہوں۔ آپ نے حال ہی میں مزید کرم فرمایا کہ رسالہ بھی ارسال فرمایا اور کشفی صاحب پر کتاب بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بھی اجردے اورخاص طور پرذاتِ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں خود اورہم سب بے زبانوں کی طرف سے ہدیۂ نعت و منقبت پیش کرنے کا بھی۔

آپ نے خود جو اثر انگیز نعتیں لکھی ہیں وہ بھی اس صنف میں ایک نمایاں اضافہ ہیں لیکن بہترین نعتوں کا انتخاب پیش فرما کر آپ نے ایک نہایت عظیم خدمت انجام دی ہے۔ آپ اور آپ کے احباب نے ایک اور بڑا کارنامہ بھی انجام دیا ہے اور وہ یہ کہ نعت پر بلند پایہ تنقیدی مقالات کا ایک نہایت مفید سلسلہ سامنے لائے ہیں جس کی وجہ سے نعت کو اُردو تنقیدی ادب میں ایک مستقل مقام حاصل ہوگیا ہے۔

میں چالیس پچاس سال سے برادرم ابوالخیر کشفی صاحب مرحوم کے ارادت مندوں اور خوشہ چینوں میں ہوں، اور ہمارے تعلقات مودت اور بے تکلفی کے تھے۔ اب میری نالائقی کی بھی کوئی حد ہے کہ انھوں نے ایک بار اس بات پر میری سرزنش کی کہ میں آپ سے رابطہ میں کیوں نہیں ہوں اور میں پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔

پشیمانی کے ان احساسات کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوں، آپ کی عالی ظرفی سے توقع ہے کہ میری کوتاہیوں سے نہ صرف صرفِ نظر فرمائیں گے بلکہ مجھے اپنے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہونے کی اجازت بھی مرحمت فرمائیں گے۔

ان شاء اللہ کراچی آنا ہوا تو آپ سے درخواست کروں گا کہ اپنی دست بوسی کا موقع عنایت فرمائیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی میں ہمارا ایک سہ ماہی رسالہ ''فکر و نظر'' ہے اس کے مدیر ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمٰن ہیں، وہ عنقریب مرحوم کشفی صاحب پر ایک خاص نمبر لا رہے ہیں۔ مجھ سے درخواست کرنے میں دیر ہوگئی ورنہ آپ کی تحریر سے اشاعتِ خاص کی شان دوبالا ہوجاتی۔ اب بھی اگر جلد کوئی نظم مرحمت فرماسکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

میں دفتر کو یہ ہدایت کررہا ہوں کہ سہ ماہی مجلّہ ''فکر ونظر'' آپ کے نام باقاعدہ نہیں جارہا تو آئندہ اسے آپ کو باقاعدگی سے روانہ کیا جائے۔ اگر تبادلہ کے طور پر آپ ''نعت رنگ'' روانہ فرماسکیں تو بہت ممنون رہوں گا۔

کیا آپ کا اسلام آباد تشریف لانا ہوتا ہے؟ جب کبھی تشریف لائیں، مطلع فرمائیں تا کہ ملاقات سے شاد کام ہوسکوں۔

والسلام مع الاحترام

خاکسار

ظفر اسحاق انصاری

☆ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری (پ: ۱۹۳۲ء)، محقق، مورخ، ڈائرکٹر جنرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، متعدد عالمی تنظیموں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کی مجلس ہائے ادارت و مشاورت کے رکن۔

ظہیر غازی پوری (جھارکنڈ، انڈیا)

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

آپ کا مرسلہ رسائل و کتب کا پیکٹ بہت پہلے مل گیا تھا۔ جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ کہ میں آپ کے خط کا منتظر رہا تاکہ مجھے علم ہو سکے کہ موضوعاتی اشاریہ کی چار زائد کاپیاں کن لوگوں کے لیے ارسال کی گئی ہیں۔ کیا میں انھیں ایسے لوگوں کو بھیج دوں جو نعتیہ شعر و ادب تخلیق تو کرتے ہیں مگر ''نعت رنگ'' میں نہیں لکھتے۔ دوسرا سبب یہ کہ میری اہلیہ یوں تو گردے کے انفکشن کے باعث گزشتہ دس برسوں سے زیرِ علاج ہیں مگر ادھر ۷۔۸ ماہ سے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ بعض اوقات تو میں ان کی زندگی سے مایوس اور نااُمید ہو جاتا ہوں۔

پیکٹ میں ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۵ کے علاوہ کتابی سلسلہ ''راہِ نجات''[۱] عزیز احسن صاحب کی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں''[۲] سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی تصنیف ''نعت اور تنقیدِ نعت''[۳] اور پروفیسر شفقت رضوی صاحب کی کتاب ''اردو میں نعت گوئی''[۴] ہمدست ہوئی۔ ان سب کو جستہ جستہ دیکھ سکا ہوں۔ خوش ہوں کہ ''نعت رنگ'' میں شائع علامہ ارشد القادری صاحب کی نعت گوئی کے موضوع پر لکھا ہوا میرا مضمون[۵] قارئین نے بے حد پسند کیا۔

میں ادب میں اختلاف کا قائل ہوں اور اس سے بددل یا بدظن نہیں ہوتا۔ یہ اچھی بات ہے کہ اربابِ فکر و ادب اب تک میرے مضمون ''نعتیہ شاعری کے فنی لوازمات''[۶] پر کسی نہ کسی زاویے سے اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اسے ''دوسرا رنگ'' دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کاش ایسے لوگ خالص علمی اور فنی تحریریں عصبیت کی عینک اُتار کر پڑھنے کی عادت ڈالتے۔ جناب کوکب نورانی صاحب کے طویل مراسلات دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں مگر وہ سکے کا ایک پہلو پیش کرنے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں!

اس خط کے ہمراہ میں ایک مضمون ''تاج الفحول... ایک مداحِ رسول'' [۷]اور دو عدد نعت پاک روانہ کر رہا ہوں۔ ایک عدد نعت پاک ''سفیرِ نعت'' کے لیے ہے۔

گزشتہ چھ ماہ کے دوران ذہنی یکسوئی اور سکون حاصل نہ ہونے کے باعث کوئی تخلیقی یا ادبی کام نہیں کرسکا۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں اپنی نثری تصنیف ''مطالعۂ اقبال کے بعض پہلو'' کمپوزنگ کے لیے دی تھی۔ ارادہ تھا کہ کمپوزنگ ہونے سے قبل ایک مضمون اور لکھ لوں گا مگر وہ بھی ممکن نہ ہوسکا اور آخرکار ۲۴رجون کو مسودہ دہلی بھیج دیا۔ اُمید ہے کہ کتاب اس ماہ کے آخر میں چھپ کر آجائے گی۔ آپ لوگوں کی خدمت میں ان شاء اللہ ضرور بھیجوں گا۔ یقین ہے آپ بہ عافیت ہوں گے۔

نیازمند

ظہیر غازی پوری

☆ظہیر غازی پوری (پ: ۱۹۳۸ء)، نام: ظہیر عالم، تخلص: ظہیؔر، شاعر، ادیب، کتب: ''تثلیثِ فن''، ''الفاظ کا سفر''، ''آشوبِ نوا''، ''کہرے کی دھول''، ''سبز موسم کی صدا''، ''دعوتِ صد نشتر''، ''لفظوں کے نشتر''۔

۱۔ مرتب: غلام مجتبیٰ احدی، ۲۰۰۸ء، کراچی: چودھواں ایڈیشن، ۴۹۸ص

۲۔ ۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۲۴۸ص

۳۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۳۲ص

۴۔ اردو میں نعت گوئی۔ چند گوشے، ۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۲۲۴ص

۵۔ ''علامہ ارشد القادری کی نعت گوئی میں معنویت، شعریت اور تخلیقیت''، ش۱۴، ص۱۵۴۔۱۶۶

۶۔ ش۱۱، ص۱۲۰۔۱۴۲

۷۔ ش ۱۶، ص۲۲۰۔۲۳۳

۴/۷/۲۰۰۲ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

میں نے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۲ کی وصولیابی کے بعد ایک خط لکھا تھا اور شعری تخلیقات بھی

ارسال کی تھیں۔ معلوم نہیں وہ لفافہ آپ کو مل سکا کہ نہیں۔ وہ بڑا افراتفری کا دور تھا۔ رسائل وخطوط کی آمد و رفت کچھ روز تک متاثر ہوئی تھی۔ اس کے بعد ''صریر''، ''شاعری''، ''روشنائی'' اور ''تسطیر'' وغیرہ کے شمارے ملے تو قدرے اطمینان ہوا کہ ڈاک کی ترسیل جاری ہے مگر میں اچانک شوگر کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ اس مرض نے چند ہی دنوں میں لاغر ونحیف کر دیا تھا۔ علاج سے فوراً مرض جاتا رہا مگر صبح سویرے تاثیر ٹہلنے کا حکم ڈاکٹر نے دیا تھا۔ چند ماہ یہ سلسلہ جاری رہا کہ شدید قسم کا اکسیوزر لگنے سے گلے، کان اور ناک میں عجیب قسم کی تکلیفات پیدا ہوگئیں۔ دونوں کان میں درد رہنے لگا۔ زخم ہوگیا اور بہنے بھی لگا۔ اس کے بعد شائیں شائیں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان تکلیفات میں مارچ اپریل ۲۰۰۲ء تک مبتلا رہا۔ علاج ابھی تک جاری ہے مگر اب پڑھنے لکھنے لگا ہوں۔ ایک مضمون ''علامہ اقبال... حصار نقد سے باہر'' اشاعت کے لیے ''ایوانِ ادب'' کے اقبال نمبر کے لیے ارسال کیا۔ اس کے بعد علامہ اقبال کی ایک نظم نما غزل ''لکھا جو ماہ جون کے سرسبز'' اور ''پیش رفت'' میں شائع ہوا ہے۔ ایک مضمون رباعی کے موضوع پر لکھ رہا ہوں۔ رباعی اور دو بیتی کے فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ اقبال کی رباعیات کے بارے میں لکھ ہی رہا تھا کہ ایک متضاد رائے نے شک و شبہ میں مبتلا کردیا لہٰذا اس کی تحقیق کے لیے رائے دہندگان کے علاوہ ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد کو بھی طویل خط لکھا۔ انھوں نے نہ صرف طویل خط لکھا بلکہ ایک ہفتہ قبل سات عدد کتابیں اور ادھر دو تین دنوں کے دوران ۱۴، ۱۵ مزید کتابیں بھجوا دی ہیں۔ ظاہر ہے ان سب کو پڑھنے میں وقت لگے گا۔ اسی دوران جناب مولانا ملک الظفر سہسرامی صاحب نے علامہ ارشدالقادری کی خدمات کے کسی پہلو پر ایک مضمون کی فرمائش کی۔ غالباً کوئی کتاب ترتیب دی جارہی ہے۔ لہٰذا مواد یک جا کرکے تعمیل ارشاد کردی اور مضمون آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دو عدد نعت بھی ہدیہ کررہاہوں۔ آپ انھیں اپنی پسند کے مطابق ''نعت رنگ'' یا ''سفیرِ نعت'' میں شائع کرسکتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نمبر۱۲ کے بعدکوئی شمارہ شائع ہوا کہ نہیں، مجھے علم نہیں ہوسکا۔ آپ ''نعت رنگ'' اور ''سفیرِ نعت'' کی میری کاپیاں مدیر ''الکوثر'' کو بھجوا دیا کریں تو مجھے رسائل جلد مل جایا کریں گے۔ ''نعت رنگ'' کا پچھلا شمارہ نمبر۱۲ مجھے بہت تاخیر سے ملا تھا۔

ایک بات اور میرے مضمون ''نعتیہ شاعری کے فنی لوازمات'' پر بہت سے اربابِ فن نے خطوط اور مضامین کی شکل میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے بے حد تعریفیں کی ہیں اور بعض نے ضمنی باتوں کو ایشو بنا کر خوامخواہ تل کو تاڑ بنانے کی سعی کی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی ہی جیسا مضمون

''کنزالایمان'' دہلی میں جناب شرر مصباحی نے بھی لکھا تھا۔ بعض اکابرین مثلاً ناوک حمزہ پوری اور (علامہ) شارق جمال صاحبان نے جوابی مضامین بھیجے مگر وہ شائع نہیں ہوئے۔ آپ کیا کہتے ہیں میں نعتیہ شاعری کی عظمت، اس کی تقدیس اس کے احترام پر اظہارِخیال کرتے ہوئے انتہائی سلجھے ہوئے انداز میں صابر صاحب اور شرر مصباحی کے اعتراضات کا جواب لکھوں تو کیا آپ اس مضمون کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دیں گے؟ اگر ہاں، تو جلد مطلع فرمائیں۔ میں رُباعی کے موضوع پر اپنے دو یا تین عدد مضامین مکمل کرنے کے بعد ایک بحث انگیز سنجیدہ مضمون قلم بند کرکے آپ کو بھیج دوں گا۔ کارِلائقہ سے یادفرماتے رہا کریں۔ مجھے خوشی ہوگی۔

یقین ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ میں بفضل الٰہی بخیر ہوں۔

خلوص کار

ظہیر غازی پوری

عابد حسین منہاس، محمد (چکوال)

۸/ مارچ ۲۰۰۶ء

محترم و محتشم سید صبیح رحمانی!

السلام علیکم! خیریت موجود، خیریت مطلوب!

''نعت رنگ'' کا پمفلٹ موصول ہوا۔ اس بے پایاں خلوص و محبت پر تہہ دل سے ممنون ہوں اور بقلبِ صمیم دعا کرتا ہوں کہ عشق رسول ﷺ میں آپ نے جو قلم کا علَم اُٹھا رکھا ہے مزید کامرانیاں عطا ہوں، آمین!

میں بھی ان دنوں ''ضلع چکوال میں نعت گوئی'' کے پراجیکٹ پر کام کررہا ہوں اس سلسلہ میں آپ سے خصوصی گزارش ہے کہ ضلع چکوال کے کسی شاعر کا نعتیہ کلام آپ کے ریکارڈ میں ہے تو اس نیک کام میں میری معاونت فرماتے ہوئے وہ ارسال فرما دیں تاکہ کتاب کی زینت بنا سکوں۔ جناب کا ممنون بھی ہوں گا۔''نعت رنگ'' کا شمارہ ارسال فرما دیا کریں تو شکرگزار ہوں گا۔

جملہ اسٹاف کی خدمت میں سلام

احقر

محمد عابد حسین منہاس

☆عابد حسین منہاس (پ: ۱۹۶۷ء)، محقق، مورخ، صدر: کہون ارباب سخن رائیٹر فورم، چیئر مین چکوال: ریسرچ سوسائٹی چکوال، بانی: غلام علی منہاس لائبریری دلیل پور، کتب: ''انسائیکلو پیڈیا آف چکوال''، ''تاریخ کہون''، ''دیوتاؤں کا دیس راج کٹاس''، ''چکوال میں نعت گوئی''۔

عارف نوشاہی، پروفیسر ڈاکٹر (اسلام آباد)

01-02-2011

جناب صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

ہمارے ہندوستانی دوست ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی نے اپنا مجموعۂ نعت ''فروغِ نوا'' [ا] مجھے بھیجا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ آپ کا تخصص ہے، آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اپنے رسالے میں اس پر تبصرہ بھی فرما دیجیے۔ یہ تبصرہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ مصنف نے اپنے مقدمہ میں کچھ مباحث اُٹھائے ہیں جو ہم سب کے لیے لائق توجہ ہیں۔

عارف نوشاہی

☆ ڈاکٹر عارف نوشاہی (پ: ۲۷/ مارچ ۱۹۵۵ء) معلم، محقق، مدوّن، مخطوطہ شناس، ایران شناس، صدر شعبۂ فارسی، گورڈن کالج، راولپنڈی، چند کتب کے نام: ''فہرست نسخہ ہای خطی موزۂ ملی پاکستان، کراچی''، ''فہرست نسخہ ہای خطی انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی''، ''فہرست کتاب ہای فارسی چاپ سنگی و کمیاب در کتاب خانۂ گنج بخش''، ''فہرستِ مخطوطاتِ اردو کتاب خانۂ گنج بخش''، ''پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں''، ''فہرست کتب خانۂ قریشی''، ''بھارت میں مخطوطات کی فہرستیں''، ''کمالِ عترت''، '''نقدِ عمر'' و دیگر۔

ا۔۲۰۰۹ء، علی گڑھ: مجلس مطالعاتِ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بار اول، ۱۶۰ص

عاصی کرنالی، پروفیسر ڈاکٹر (ملتان)

۱۶/ مئی ۱۹۹۳ء

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔محبت کا فرض اور آپ کا حق ادا ہوا اور ایک مضمون وجود میں آ ہی گیا۔ ارسال

کررہا ہوں۔ خدا کرے آپ کو اور تمام احباب کو پسندِ خاطر ہو۔ ''جادۂ رحمت'' کا قلمی مسودہ جو عکسی نقل کی صورت میں ہے، نہیں بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو لکھ بھیجئے۔ میں بھیج دوں گا۔ ورنہ آپ کی امانت ہر طرح محفوظ رہے گی۔

تابش صمدانی[۱] صاحب ''ثنائے محمدؐ''[۲] اور ''م محمدؐ''[۳] بھیج چکے ہوں گے۔

کہیے غوث میاں کیسے ہیں؟ اُس مجاہدِ رسول ﷺ کو میرا سلامِ نیاز پہنچا دیجیے۔ حضرت حنیف اسعدی میرے مرشدینِ معنوی کی صف میں ہیں۔ میں نے اُن کے کلام کے مطالعے سے بہت سی روشنی حاصل کی ہے۔ نعت گوئی کی تاریخ میں اُن کا نام، کلام اور کام محفوظ رہے گا۔ انھوں نے نعت کو دل اور دل کو نعت بنا دیا ہے۔ خدا انھیں سلامت رکھے اور اُنکی شمعِ حیات کے اُجالوں میں مسافرانِ فکر و نظر جانبِ منزل رواں دواں رہیں۔ انھیں سلام پہنچا دیجیے اور اُن سے دعا کے لیے گزارش کیجیے۔

آپ اس پیکٹ کے پہنچنے کی اطلاع یعنی رسید جلد ارسال کیجیے۔

دعا گو

عاصی کرنالی

☆ عاصی کرنالی (۱۹۲۷۔۲۰۱۱ء)، نام: شریف احمد، تخلص: عاصیؔ، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، کتب: ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''رگِ جاں''، ''جشنِ خزاں''، ''چمن''، ''میں محبت ہوں'' (نظم و غزل)، ''مدحت''، ''نعتوں کے گلاب''، ''حرفِ شیریں'' (نعت)، ''جاوداں'' (سلام و منقبت)، ''تمام و ناتمام'' (کلیات شعری)، ''خاصانِ خدا کربلا میں'' (مرثیے)، ''چہرہ چہرہ ایک کہانی'' (افسانے)، ''لبِ خنداں'' (طنز و مزاح)، ''اپنی منزل کی طرف'' (سفر حج)، ''چراغِ نظر'' (انشائیے، خاکے، طنز و مزاح، مقالات)

۱۔ تابش صمدانی (۱۹۴۱۔۲۰۰۱ء)، اصل نام: خلیل احمد، شاعر و ادیب، کتب: ''منقبت کے پھول'' (۱۹۸۶ء)، ''نذرِ سعید'' (۱۹۸۷ء)، ''برگِ ثنا'' (۱۹۸۸ء)۔

۲۔ ثنائے محمدؐ (غالب کی زمینوں میں نعتیں)/ ایاز صدیقی، ۱۹۹۳ء، ملتان: روحانی آرٹ پریس، بار اول، ۱۱۲ص

۳۔ م محمدؐ/ مرتضٰی اشعر، ۱۹۹۳ء، ملتان۔

۱۶/۹/۹۴

عزیز صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم۔ کراچی میں آپ نے بہت سے وقت کا ایثار فرمایا اور مجھے شرفِ ملاقات و

مصاحبت بخشا۔شکریہ

امید ہے قبلہ حکیم صاحب سے امانتیں لے کر متعلقہ اصحاب تک پہنچا دی ہوں گی۔

آج کے پیکٹ میں قمر وارثی صاحب[۱] کے بارے میں مقالہ' صوفی صاحب[۲] کی کتاب ''رہبرِ رہبراں'' سے متعلق سطورِ تبریک، ''حرفِ شیریں'' [۳] کی چار جلدیں برائے مقابلہ حضرت حسان حمد ونعت بینک شامل ہیں۔یہ بھی جناب غوث میاں کی معاونت میں متعلقین تک پہنچا دیجیے۔

آپ سے بے حد ضروری کام یہ ہے کہ 'نعت گوئی میں ذم کے پہلو' کے نام سے جو مضمون کسی صاحب نے لکھا ہے اُسکا تراشہ یا عکسی نقل مجھے بلا تاخیر بھیج دیجیے۔

قبلہ حکیم صاحب جناب سحر اور دیگر احباب کو سلام نیاز۔

امید ہے جناب سحر مجھے خط لکھیں گے۔

اور شاید آپ بھی!

والسلام

عاصی کرنالی

۱۔قمر وارثی (پ: ۱۹۵۰ء)، اصل نام: ارشاد حسین وارثی، معروف شاعر و ادیب، کتب: ''شمس الضحیٰ''، ''کہف الوریٰ''، ''یم تحریک''، ''عطائے ظہور''، ''حضورِ وارث''، ''آیئنۂ ظہور'' و دیگر۔

۲۔صوفی مسعود احمد رہبؔر چشتی (پ: ۱۹۲۹ء)، شاعر و ادیب، بانی و مرکزی صدر: ''مرکزی انجمن رہبر اسلام پاکستان''، کتب: ''مجموعۂ نعت''، ''کلام رہبر''، ''گلہائے نعت''، ''نبی الحرمین''، ''رہبرِ نعت''، ''رہبر غزل'' و دیگر۔

۳۔''حرفِ شیریں''/ عاصی کرنالی،۱۹۹۳ء، ملتان: سید قمر زیدی، ۱۲۷ص

۲۶/ دسمبر ۱۹۹۴ء

جنابِ صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم۔آپ کے احکامِ متواتر اور آپ کے تقاضائے پیہم نے مجھ سے ''ممنوعاتِ نعت'' [۱] پر مضمون لکھوا ہی لیا۔ مجھ میں ہمت پیدا نہ ہوتی تھی کہ اس نازک موضوع کو چھیڑوں لیکن اصرار پر آپ کی مستقل مزاجی نے مجھے سپرانداختہ کر ہی دیا۔ کیوں کہ آپ اس کے محرک ہیں اس لیے اگر اس محنت کا کوئی وجدانی اجر ہے تو آپ نیکی کی اس جزا میں برابر کے شریک ہیں اس لیے اگر اس پر مخالفانہ

ردِّعمل ہوا تو سارا بارِ خجالت و معذرت آپ کے ذمے! مجھے اندازہ نہیں کہ میں اس موضوع کا کوئی حق ادا کرسکا یا نہیں، کیوں کہ بعض تلخ نوائیاں اب تک میرے نطق و بیاں کے درمیان ناگفتہ ہیں۔ مثلاً حضورﷺ کو شبِ معراج کا دولہا قرار دینا جب کہ اردو زبان میں نیز ہمارے برصغیر کے کلچر میں یہ لفظ اپنا محلِ خاص اور مفہومِ ممتاز رکھتا ہے لیکن اسے لکھوں تو ایک نہایت محترم اور ذی اثر طبقے کے زیرِاحتساب آتا ہوں۔ تاہم جو کچھ معرضِ تحریر میں لایا گیا اگر اس پر آپ کسی حد تک مطمئن ہوں تو مجھے اطلاع ضرور دیجے گا۔

مکرراً! آپ کا شکر گزار ہوں کہ اگر آپ مجھ پر ''مسلط'' نہ ہوتے یا آپ کی خواہش مجھے جان و ایمان کی طرح عزیز نہ ہوتی تو شاید میں تذبذب و تامل ہی کی گرفت میں رہتا۔

ایک عریضہ محبوبی غوث میاں کے لیے اور ایک رقعہ محبی اسعدی صاحب کے لیے ہے۔ احباب و متعلقین کو سلام۔

طالب کرم

عاصی کرنالی

ا۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ا، ص ۱۴۹۔۱۵۰

۱۳/۲/۹۵

مولانا صبیح رحمانی صاحب

۱) سب سے پہلے آپ کو سلام، بلکہ اس سے بھی قبل عاشقِ رسولؐ اور مبلّغِ سیرتِ طیبہ و طاہرہ حضرت غوث میاں کو نیاز و عقیدت ۔

۲) سید قمر زیدی کی حمد ونعت پر مضمون ارسالِ خدمت ہے ۔

۳) میری نعت کے بارے میں جناب حفیظ تائب کے مضمون کی نقل حاضر ہے ۔

۴) جناب راغب مراد آبادی صاحب کو وعدہ یاد دلایئے یا اُن سے آیات کا منظومہ نیز پاپڑ نامہ لے کر جلد بھیج دیجیے۔

حضرت حکیم حنیف اسعدی صاحب، جناب سحر انصاری اور تمام متعلقین و متوسلین کو سلام

۵) کہیے ملتان کب آرہے ہیں ؟

نیاز مند

دعا گو۔طالب دعا

عاصی کرنالی

۱۷/ مارچ ۱۹۹۶ء

جناب صبیح رحمانی!

سلام! آپ کے خط پر خط ملے۔ کسی صاحب نے فون بھی کیا، لیکن ہماری شانِ بے نیازی دیکھیے کہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تاہم بہت سی خجالت، ندامت اور انفعال کے ساتھ، حاضر خدمت ہوں۔ اس تاخیر کے بہت سے اسباب ہیں جن کی تفصیل غیرضروری ہے۔ شرمندہ ہوں، آئندہ محتاط رہوں گا۔

موجودہ ''نعت رنگ'' پہلے شمارے ہی کی طرح آپ اور آپ کے رفقا کی محنت، ریاضت اور ذاتی لگن کا ثمر شیریں ہے۔ اس میں مضامین و مقالات کا تنوع اور تحریروں کا علمی مزاج اس کے معیار کی بلندی کا ضامن ہے۔ ایک قاری جب اسے پڑھ لیتا ہے تو وہ یقیناً اپنے شعور و بصیرت میں اضافہ محسوس کرتا ہے اور اس کا دامانِ طلب علم و تحقیق کے قیمتی جواہر پاروں سے معمور ہوتا ہے۔ آپ نے ''نعت رنگ'' میں بعض اچھوتے موضوعات پر لکھ کر یا لکھوا کر اس کی قدر و قیمت کو بڑھا دیا ہے۔ اللہ آپ کی توفیقات قائم رکھے اور ہم نوادراتِ نو سے مالامال ہوتے رہیں۔

رشید وارثی صاحب نے استخفافِ الوہیت کے عنوان کے تحت میرے بعض اشعار کا محاکمہ کیا ہے اور اُن میں خدا کی ذات و صفات میں تخفیف تلاش کی ہے۔ ہر شخص کا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ تاہم انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اُن کی نیک نیتی، اخلاص، خیرخواہی، نیز راہ نمائی کی کوشش پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ مجھے توفیق عطا کرے کہ میں آئندہ زیادہ محتاط ہوکر شعر کہوں۔ اس مخلصانہ کاوش پر اُن کا، میری جانب سے شکریہ ادا کردیجے۔

آپ (ﷺ)[۱] حضرت حنیف اسعدی کی جانب سے ایک نہایت اَن مول تخلیقی ہدیہ ہے جو انھوں نے اُمت محمد ﷺ کو عطا کیا ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری رفعت وعظمت کی انتہا پر ہے اور سبھی اہلِ ذوق اور اہلِ قلم اُن کی نعتیں پڑھ کر اپنی فکری تربیت کرتے ہیں بلکہ شعر کہنا سیکھتے ہیں۔ اللہ انھیں مدتوں سلامت رکھے اور وہ ہمیں شعر کے حوالے سے تعلیم کرتے رہیں۔ انھیں مبارک باد پہنچا دیجے۔

میاں غوث بہت یاد آتے ہیں۔ اُن سے کہیے ملتان آئیں۔ آپ بھی اُن کی ''نگرانی'' میں تشریف لا سکتے ہیں۔

پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کی گراں بار مصروفیت کے سبب اب کے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ احباب کو سلامِ محبت۔

آپ کا

عاصی کرنالی

ا۔۱۹۹۶ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۱۵۴ص

۹۶/۵/۱۱ء

جناب صبیح! سلامت و رحمت۔

آپ کا ایک پوسٹ کارڈ موصول ہوا جس میں آپ کی خدمت میں ارسال کردہ مدحیہ نظم پر آپ نے میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ شکریہ غیرضروری تھا کیوں کہ مدحت نامہ میرے سچے جذبات کا انعکاس تھا۔ تاہم شکریے کا شکریہ۔ آپ اب لفافے کی بجائے پوسٹ کارڈ لکھنے لگے ہیں جس کے بارے میں غالب نے ''حسینوں'' کو ایسا کرنے سے سخت منع کیا تھا۔

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

مکتوب، کاتبِ خط اور مکتوب الیہ کے درمیان اسرار و رموز کا تبادلہ (مبادلہ) ہوتا ہے جسے بہرحال کسی پر منکشف نہیں ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ فرشتوں تک پر بھی نہیں۔ دیکھیے ایک فارسی شعر میں اس عارفانہ پہلو کی نشان دہی کی گئی ہے:

میانِ عاشق و معشوق رمزے ست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اگر یہ مالی مسئلہ نہیں ہے تو مکتوبِ ملفوفہ سے عنایت فرمائی مناسب ہوگی۔

میں ڈیڑھ دن کے لیے کراچی آیا۔ آٹھ فون آپ کے دفتر میں (جہاں ایک بی بی یقین دلاتی تھی کہ ابھی پیغام صبیح صاحب کو پہنچاتی ہوں) اور دو فون آپ کے گھر میں کیے جہاں بیگم صبیح سے مکالمہ ہوا۔ آپ نے ٹیلی فونی جواب دہی کی ضرورت محسوس نہ کی۔ غوث میاں صاحب کا فون آیا کہ حضرت صبیح مدظلہ العالی نہایت اہم مہمانوں میں مصروف ہیں فارغ ہوکر رات میں کسی وقت فون پر لب کشا ہوں گے۔ تمام رات خواب و بیداری کے درمیان معلق رہا۔ لیکن صدائے بے نیازی گوشِ نیاز کو نہ

نوازسکی۔ بہرحال ملتان آ گیا۔

از درِ دوست چہ گویم بہ چہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

حافظ لدھیانوی صاحب نے ایک مضمون عالم جذب و مستی میں میرے لیے لکھ مارا ہے۔ ''نعت رنگ'' کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اگر کام کا ہو تو کسی شمارے میں چھاپ دیجے۔

والسلام
عاصی کرنالی

۳۰/۵/۹۶

سلام!

کل ایک موضوع ذہن میں آیا۔ جی چاہا ایک صفحہ لکھ دوں۔لکھا گیا تو دیکھا کہ سات صفحے کا مواد فراہم ہوگیا ہے۔موضوع کی افادیت کے مدِنظر آپ اسے ضرور پسند کریں گے۔
''نعت رنگ'' کی اشاعت کے لئے حاضر کر رہا ہوں۔
جملہ احباب کو تسلیمات

نیاز مند
عاصی کرنالی

1/7/96

جناب صبیح رحمانی

کراچی میں (پر) نازل ہو رہا ہوں۔ ۱۲/ جولائی ۱۹۹۶ء
احباب کے لئے باعث رحمت۔زحمت ۱۳، ۱۴ جولائی انشاء اللہ
ردِّ بلا (واپسی) ۱۵/ جون
قمر زیدی بلا رہے ہیں۔۱۲/ کو وہی مرثیہ خوانی کا مجلسی امتحان

۱۳، ۱۴ کی شام و شب (سردست فارغ)۔

قمر زیدی سے مل کر ایک نعتیہ نشست (مختصراً صرف چائے کے ایک کپ پر) ''برپا'' کر لیجئے۔احباب سے اجتماعی ملاقات کا شرف حاصل ہوجائے گا۔

کیا اچھا ہو کہ خدا آپ کو یہ توفیق دے کہ آپ اپنے ''غریب خانے'' پر بھی دوستوں کو بلا کر اُن پر ''احسان'' فرمائیں۔ یہ مختصر نشست حضرت حکیم حنیف اسعدی کے طب کدے پر بھی منعقد ہوسکتی ہے۔ (اچھا ہے اُن کی عظیم نعتیں بھی سن لیں گے اور اُن سے ''مُفت'' دوا بھی لے لیں گے) باقی جس طرح آپ چاہیں۔ویسے یہ طے ہے کہ میں پانچ منٹ کے لئے آپ کے گھر ضرور آؤں گا۔ تاہم مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنی ''خوش تدبیری'' سے مجھے اس شرف سے محروم ہی رکھیں گے۔

میرے محبّ و محبوب حضرت غوث میاں کو سلام۔

جناب سحر انصاری کو سلام نہ کہئے ممکن ہے اُنہیں سلام قبول فرمانے میں زحمت ہوتی ہو۔

جملہ احباب کو سلامِ شفقت وعقیدت

عاصی کرنالی

۲۴/۱/۹۷

مولانا صبیح رحمانی

سلامِ مروّت قبول کیجئے۔ یہاں لفظ مروّت استعمال کر کے کنایۃً آپ کی بے مروتی عبارت نہیں ہے۔صرف یہ استفسار مدِ نظر ہے کہ میری ایک مرسلہ نعت آپ تک پہنچی ہے یا ہنوز مراحل سفر میں ہے؟ دوسرا یہ امر گزارش طلب ہے کہ آپ نے کسی ضخیم کتاب کی فوٹو سٹیٹ نقل کا وعدہ کیا تھا وہ ہنوز کیوں ایفا نہیں ہوا۔فوٹو سٹیٹ کرانے پر پیسے تو خاصے اٹھ جاتے ہیں وہ میں آپ کو ادا کردوں گا۔ آپ فی الحال حضرت غوث میاں سے مطلوبہ رقم قرض لے کر موعودہ کتاب کی نقل کا فوری اہتمام فرمائیں۔

جناب نور میرٹھی کی کیسی عمدہ کتاب ''بہر زماں بہر زماں'' چھپی ہے۔مجھے اُنہوں نے بھیجی۔ دیکھی، جستہ جستہ پڑھی۔مصنف کے لئے دل سے دعا نکلی۔ کیسا اہم کام اُن سے ہُوا ہے جو اُن کے لئے فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرہ حسنۃً کا موجب ہوگا (انشاء اللہ)۔

میں نے انہیں بھی خط لکھ دیا ہے۔

ہاں آپ کو بیٹی مبارک، صد بار مبارک، ہزار بار مبارک۔

کیا نام رکھا ہے؟ کوئی دلکش نام رکھیے اور ماورا ہرگز نہ رکھیے۔
قلم کا جمود توڑیے اور مجھے دوسطری یا دوحرفی یا ''دونقطی'' خط ضرور لکھیے۔

والسلام
عاصی کرنالی

۲۶/۲/۹۷

بھائی صبیح رحمانی

سلام۔ خط۲ پہنچا۔ خط۱ کو شاید عقیدتاً یا تبرکاً ڈاک والوں نے اُڑا لیا۔
مقالہ تکمیل میں دو تین ماہ، نیز آپ کی دعا، چاہتا ہے۔
بچّی کا نام معلوم ہوا۔ خدا بچی کے عمر و اقبال میں برکت دے۔
اس نام کے معانی ومفہوم کسی عربی شناس عالمِ دین سے ضرور دریافت کر لیجئے گا۔
آج کی اہم بات یہ ہے کہ جو نعت برائے اشاعت ارسال کرچکا ہوں (ہُوں ادب سے عرض گستر) اُس کو نہ چھاپئے بلکہ اُسے منسوخ کردیجیے۔اُس میں میں بہت زیادہ منفی ہوگیا ہوں اور میں نے امت مسلمہ کے دامن میں کچھ بھی نہیں رہنے دیا۔یہ بات حقائق کے خلاف اور حضور رسالت مآب ؐ کی مسلسل و مدام رحمت اللعلمینی کے برعکس ہے۔ میں نے اِسے اپنے مجموعۂ کلام سے خارج کردیا ہے۔ آپ یہ ورقِ نعت چاک کردیں یا مجھے ارسال کردیں۔
نئی نعت ارسال خدمت ہے اسے چھاپ دیجیے۔
حضرت حکیم حنیف اسعدی صاحب، جناب میاں غوث صاحب اور دیگر احباب کو سلامِ نیاز۔

آپ کا
عاصی کرنالی

26/6/97

صبیح رحمانی صاحب ! سلام!

حضرت! ''نعت رنگ'' کا شمارۂ نو ملا ۔خوب سے خوب تر ۔حسین سے حسین تر۔ مفید سے مفید تر۔ ہر شمارہ مائل بہ فروغ وترقی۔ پیش رفت کا سفر جاری ہے۔ آپ اس قدر معیاری، وقیع، اہم مضامین ومقالات کیسے جمع کر لیتے ہیں جن میں اِبداع بھی ہے اورعلم افروزی اورخرد افزائی بھی۔ اور پھر اتنی کثرت کے ساتھ ان کا حصول اور جمع وترتیب آپ کے معجزاتِ فن میں شامل ہے۔آپ کے رفقا کا ایثار واعانت لائقِ تحسین ہے۔ تاہم آپ روح ورواں ہیں اور آپ کی ریاضت، مہارت اور لیاقت شاد باش کے قابل ہے۔

صبیح رحمانی خودتو ہزار سال تک زندہ رہیں گے ہی،لیکن اُنہوں نے نعت پر تنقیدی اور تحقیقی ذائقوں کے مضامین کی تحصیل و ابلاغ کا جو نیا رخ نکالا ہے اور واقعی حمدونعت بلکہ دینی ادب میں جو ایک جدت اختیار کی پھر اُس کے سبب اُن کا نام اور کلام قیدِ ماہ وسال سے آگے تک جائے گا۔ اللہ اس جہاد و عزیمت کو قائم رکھے ۔

تمام احباب کوبھی مبارکباد دے دیجیے ۔

غوث میاں بہت یاد آنے لگے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب سے ملنے کوطبیعت بے قرار ہے ۔ لیجیے ملاقات کی سبیل نکل آئی۔ انشاء اللہ ایں جانب ۵/ جولائی کو کراچی نزول فرمارہے ہیں۔ اب آپ کہاں بھاگیں گے۔آگے سمندر ہے، پیچھے ملتان۔

اچھا آپ سے متعلق ایک کام !(ضروری ضروری ضروری)۔

عربی اور فارسی کا تحقیقی کام ختم کرکے اردوحمد ونعت کے دائرے میں داخل ہوچکا ہوں۔ حمد سے متعلق کام اب تک اردو میں ناپید ہے مجھے کوئی ایسی فہرست درکار ہے جس میں اب تک کے تمام لائقِ حصول حمدیہ مجموعوں کے نام وغیرہ یا اس سلسلے پر یعنی حمد کے سلسلے پر تخلیقی، تنقیدی یا تحقیقی سطح پر کوئی لٹریچر (رسالہ، وغیرہ) دستیاب ہو، جو میرے لئے موردِ استفادہ ہو، حاصل کیجیے اور جمع کیجیے ۔وہ اصلاً یا نقلاً مجھے دیجیے۔ میرا قیام قمر زیدی صاحب کے یہاں ہوگا۔

کیا آپ مجھ سے ملیں گے؟

آپ کا

عاصی کرنالی

14-07-1997

جناب صبیح رحمانی! سلام۔

(۱) کراچی آیا، لوٹ گیا۔ آپ کی بہت سی یادیں سمیٹ کر، آپ نے دو بار ملاقات کی اور بہت سی زحمتیں اُٹھائیں جن میں جناح کالج کا دُکھ کبھی نہ بھولے گا۔ خدا آپ کو اجر عطا کرے۔

(۲) حمد کا بہت سا سرمایہ (عکسی نقول) عطا کرنے پر بے حد شکریہ۔

(۳) طاہر صاحب[۱] اگلے دن آ کر میری رائے کا کاغذ لے گئے تھے۔ انھوں نے ذکر کیا ہوگا۔

(۴) کراچی کا ٹی وی مشاعرہ دیکھا اور سنا۔ آپ کی نعت بہت عمدہ تھی۔

(دوسرا رُخ) کراچی جیسے پڑھے لکھے شہر میں ٹی وی پر یہ مصرع بھی تین بار سنا اور سماعت اور ذوق دونوں مجروح ہوئے۔ ''انبیاؤں'' کے صحیفوں میں بشارت اُن کی۔

(۵) کراچی میں کوئی صاحب[۲] ''یا رسول اللہؐ'' کی ردیف کے تلازمے سے نعتوں کا مرتبہ شائع کررہے ہیں۔ مجھ سے بھی انھوں نے نعت طلب کی تھی۔ جو میں نے بھیج دی تھی۔ (میں اُن صاحب کا نام بھول گیا ہوں)

اس فرستادہ نعت میں ایک شعر کے ایک لفظ میں ترمیم کرا دیجیے۔

شعر:

یہ ادنیٰ معجزہ ہے آپ کے نورِ تبسم کا
ہوا بزمِ دوعالم میں چراغاں یارسول اللہ

''ادنیٰ'' کی جگہ ''روشن'' کردیجے۔ اس کام میں عجلت فرمائیے اور فوراً ترمیم کرا دیجے۔

جملہ احباب کو سلام۔

عاصی کرنالی

۱۔طاہر حسین طاہرؔ سلطانی مراد ہیں۔

۲۔عزیز الدین خاکیؔ القادری (پ: ۱۹۶۶ء)، نعت گو شاعر، ادیب، نعت خواں، مدیر: ''دنیائے نعت'' (کراچی)، بانی و چیئرمین: تنظیم استحکام نعت (ٹرسٹ) پاکستان، کراچی ۔کتب: ''ذکر صلِّ علیٰ''، ''ذکر خیر الوریٰ''، ''بینات''، ''نغماتِ طیبات''، ''انوارِ مدینہ'' و دیگر۔

۱۸/۸/۹۷

جنابِ صبیح رحمانی! سلام!!

جس سے جتنی محبت ہوتی ہے، اُس سے اُتنا ہی خوف بھی ہوتا ہے۔ چناچہ میں یہ خط (اور ایک مختصر سا مضمون) گنبدِ خوف میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ میں اِن دنوں اپنے کام میں نہایت مصروف ہوں (مصروف کو سو۱۰۰ دفعہ پڑھیے) لیکن آپ کے ایک دو خطوط میں ''نعت رنگ'' کا استحقاق مذکور تھا۔ سو میں مجوب ہوتا تھا اور آخر ایک نیا موضوع سوجھا اور دو تین گھنٹے کی مصروفیت میں یہ حق ادا کر کے قارئین کی خدمت اور آپ پر (ن حساا) یہ لفظ ورق کی پُشت سے پڑھیے، کررہا ہوں۔ اب ذرا بہت ہی ذاتی (پرسنل) خط شروع ہوتا ہے:

۱: آپ کو مبارک ہوکہ پہلے کئی برسوں کی تسلسلِ روایت پر استقامت سے قائم رہتے ہوئے حضرت حافظ لدھیانوی نے امسال بھی قومی سیرت کانفرنس میں انعام حاصل کرلیا ہے یعنی انعام درجہ دوم۔

۲۔آپ کو مبارک ہوکہ راجا رشید محمود نے امسال رسالہ ''نعت'' کے حوالے سے فروغِ نعت کی نسبت سے اوّل انعام اور اُن کے صاحب زادے نے کسی کتابِ سیرت پر ایوارڈ حاصل کیا ہے۔

۳۔آپ کو مبارک ہوکہ راجا رشید محمود نے گزشتہ سال بھی سلسلہ فروغ نعت ایوارڈ وصول اور اُن کی صاحب زادی شہناز نے کتابِ سیرت پر انعام قبول فرمایا تھا۔

۴۔لیکن آپ کو سچ مچ مبارک ہوکہ نعت رنگ نے جو نعت کی تاریخ وتہذیب کے حوالے سے ایک جدید، انقلابی اور تاریخ ساز رسالہ ہے اور جس کے غیور وجسور عملۂ ادارت نے اُسے شاملِ مقابلہ نہیں کیا تھا، میرے وجدان اور عقیدے کے مطابق اللہ ایوارڈ اور رسولؐ ایوارڈ حاصل کرلیا ہے۔

اور مجھے بھی سچ مچ مبارک ہوکہ جس سال ''حرفِ شیریں'' چھپی اور اُس پر حضرت حسّانؓ ایوارڈ مجھے کراچی سے تفویض ہُوا، میں نے بھی اُسے اسلام آباد شاملِ مقابلہ نہیں کیا تھا۔ میری غیرت کو بھی شاباش دیجیے۔ مکرّر آنکہ ۔اُس سال بھی حافظ لدھیانوی صاحب کو انعام حوصلہ افزائی حاصل ہُوا تھا۔

غوث میاں (جملہ حقوق بحق بیگم محفوظ) بہت یاد آتے ہیں۔ حضرت حکیم اسعدی کو سلامِ ارادت ۔ ام ایمن کو دعا ۔اور سب کو حسبِ مراتب سلام۔

عاصی کرنالی

۳۰/۱۲/۹۷

نہایت ہی عزیز صبیح رحمانی

سلام۔کراچی کا حالیہ قیام گویا ایک خوابِ مختصر تھا جو جلد ختم ہوگیا اور کوئی تعبیر ہاتھ نہ آئی۔ تاہم اِس کے باوجود جو چند لمحے آپ کے ساتھ گزرے، حاصلِ خواب بھی تھے اور حاصلِ سفر بھی۔ بعد میں آپ کا ایک ''صبیح نامہ'' بھی ملا۔ جو مجھے نادم کرگیا اور یہ ندامت ۱۹۹۷ء کے خاتمے تک باقی رہے گی۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ پی ایچ ڈی کے لئے پانچ سال کی مدت ملتی ہے ۔وقت کا محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ چارسال پلک جھپکتے میں گزر گئے اور''کارِ کردہ'' کا جائزہ لیا جو چند''اوراقِ پشیمانی'' تک محدود تھا۔ مراد یہ، کہ کام کم ہوا ہے اور جو کچھ ہنوز لکھنا ہے اُس کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ دوسری جانب وقت کا دامن تنگ سے تنگ تر ہوتا جارہا ہے ۔یعنی یہ آخری سال ہے۔اس لئے یہ طے کیا ہے کہ امسال میں ہوں گا اور میری خلوتیں اور کارِ باقی.....سارے معاملاتِ جلسہ وجلوت ترک.... حاصلِ کلام یہ ،کہ حضرت صبیح رحمانی مدظلہ العالی کے ارشادِ گرامی کی تعمیل نہ ہوسکے گی اور''نعت رنگ'' کے آسمان پر اپنا ستارہ نہ ٹانک سکوں گا۔

دو دن گزرے ،ایک عجیب انداز کی نعت ہوئی ہے ۔امتِ مسلمہ کے عصری تناظر میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔حالی کی 'اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ' کی فضاؤں میں چند لمحے پرواز کی جسارت کی ہے۔ اگر پسندِ خاطر ہو اور اِسے میرے نانوشتہ مضمون کا بدل قرار دے لیا جائے تو یہ عاصی نوازی ہوگی ۔

امید ہے میری 'مذکورہ' مدلّل معذرت کو شرفِ قبول حاصل ہوگا۔ہاں ! وہ جو کسی کتاب کی عکسی نقل مرحمت فرمانے کا وعدہ ہے ،اس کا ایفا جلد ہونا چاہیے۔

سب کو سلام ۔

آپ کا گناہگار

عاصی کرنالی

۲۴/۵/۹۸

جناب صبیح رحمانی

اسلام علیکم ۔مزاجِ عالی !

(۱) نعت رنگ پر موعودہ مضمون بھیج رہا ہوں۔ آپ کی اس قدر ہیبت مجھ پر طاری ہے کہ

میں نے یہ مضمون گنبدِ خوف میں بیٹھ کر لکھا ہے کہ مبادا تاخیر ہوجائے اور عاصیؔ ٹھہرایا جاؤں۔ رسید سے جلد نوازیے۔

(۲) ۲۱ / جون کو صبح کراچی حاضر ہورہا ہوں (انشاء اللہ)۔۲۱ / تا ۲۵ / قیام ۔۲۱ / کو قمر زیدی مرثیہ پڑھوائیں گے۔ایک دو پروگرام اور اُن کے زیرِ تجویز ہوسکتے ہیں۔

میری خواہش ہے کہ ایک شام (زیدی کی مشاورت کے ساتھ) آپ لے لیں اور ایک مختصر نعتیہ شعری نشست کا اہتمام کرلیں۔ اُس کی صورت یہ ہو کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کو لازماً صدر بنائیں اور مجھے ''صاحب شام'' کم از کم دو صاحبان میری نعت گوئی پر اظہار خیال فرمادیں۔ پھر نعتیہ دور ہوجائے۔ ڈاکٹر فرمان کی صدارت کی شرط ضروری ہے۔

یہ مختصر تقریب کسی مرکزی مقام پر ہو، کسی بعید گوشے میں نہیں۔اس میں کھانے کا اہتمام ہر گز نہ ہو۔بس ہلکی پھلکی چائے۔جس کے مصارف زیدی صاحب اٹھا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ طعام کا بوجھ (بارِ مصارف) کسی پر نہ پڑے۔ اس تجویز پر باہمی مشورت کرکے ڈاکٹر فرمان صاحب سے وعدۂ شرکت وصدارت جلد لے لیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا نام سن کر اور بزمِ حسّان کے حوالے سے مطلع ہوکر وہ انکار نہیں کریں گے۔ معاملہ طے کرکے مجھے جلد اطلاع دیجیے۔

(۳) ایک مزاحیہ اطلاع : ایک ہفتہ ہوا جناب حافظ لدھیانوی کا فون آیا۔فرمایا میرا ۲۳ / واں مجموعۂ نعت شائع ہوچکا ہے اور میں نے کتابوں کا ایک setوزارتِ مذہب کو اسلام آباد بھجوادیا ہے تاکہ انعامی مقابلے کے پینل کے زیرِ غور آسکے (آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر آپ (صبیح رحمانی) اپنی نئی تصنیف بھجوانے کا ارادہ کررہے ہیں تو نہ کریں کیونکہ امکان غالب یہ ہے کہ پہلا ایوارڈ تو حافظ جی ہی کو ملے گا)..........غوث میاں کوسلام

جواب کا آرزومند

عاصی کرنالی

بھائی صبیح رحمانی

سلام۔ خیال یہ تھا کہ آپ ملک سے باہر ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے کہا تھا، آپ بیرونی دورے پر جانے کو ہیں۔ آپ کی جانب سے طویلِ وقفۂ سکوت نے اِس خوش گمانی کو تقویت بخشی۔ بعد میں غوث میاں آئے۔ میں نے پوچھا، صبیح آپ کے ہمراہ کیوں نہیں ؟ کیا باہر گئے ہوئے ہیں؟ اُن

سے معلوم ہوا، آپ خیر سے کراچی میں ہیں۔اس کے بعد مصروفیات کا تسلسل مانعِ مراسلہ نگاری رہا۔ اِنہی دنوں آپ کا یک سطری مکتوب ملا جس سے آپ کے، ملک میں ہونے کا یقین ہُوا، آج خط لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں ۔

''نعت رنگ'' عطا ہُوا۔ خوب سے خوب تر۔ زیبا سے زیبا تر۔ زیادہ کاوش اور دقتِ نظری کا ثبوت۔ ہر تحریر عمدہ، مفید المطالعہ، لائقِ استفادہ ۔ لکھنے والوں کی ژرف نگاہی، وسعتِ مطالعہ اور معیار کی دلیل۔ میں نے ابھی جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ نعت رنگ، کی اہمیت اور اقتضایہ ہے کہ اسے بغور پڑھنا چاہیئے اور اس میں شامل سطر سطر، جملے جملے کا مطالعہ تعمق سے کرنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ نعت رنگ کا ہر شمارہ اور تخصص کے ساتھ موجودہ شمارہ اتنا پراز معنویت وافادیت ہے کہ طالبانِ علم وفن سے لے کر مطلوبانِ علم وفن تک اپنے اپنے ذوق، فہم اور شعوری سطح کے مطابق اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آپ اور آپ کے رفقا کا یہ حُسنِ عمل اجروثواب کا مستحق بھی ہے اور خالق ومخلوقِ الٰہی کی نظر میں منظور ومقبول بھی!

۱۲؍ دسمبر کی صبح کراچی میں حاضری ہے۔ ۱۵؍ کی صبح مراجعت۔ سید قمر زیدی کی حُسین کانفرنس کے علاوہ ایک مشاعرہ نیز اُن کی ''نومولود'' کتابوں کی تقریب رونمائی میں شرکت مقصود ہے۔ (انشاء اللہ)

میرے حصّے کی جو متعلقہ کتب آپ دینا چاہتے ہیں یعنی پی ایچ۔ ڈی سے متعلق، اُن کی عکسی نقول تیار رکھیے۔ حکیم حنیف اسعدی صاحب، غوث میاں صاحب اور دیگر اکابرین واحباب کو سلام ۔

خاکی صاحب سے ضرور ملیے ۔ اُنہیں آج ہی ایک نعت ارسال کی ہے۔ آپ کو پسند آئے گی۔

عاصی کرنالی

۲/ جنوری ۹۹ء

صبیح رحمانی کے نام خط اور ہدایت نامہ

السلام علیکم (آپ کو اور جملہ احباب کو) ۔

(۱) نعت رنگ شمارۂ آئندہ کے لئے مضمون حاضر ہے ۔ یہ میرے مقالے کا غیر مطبوعہ مفید

مطلب مضمون ہے ۔

(۲) نعت رنگ شمارہ ۶ میں دوربین اور خردبین لگا لگا کر اپنا نام اور کلام دیکھا، کہیں نظر نہ آیا۔ ویسے یہ شمارہ بھی حمد ونعت کے سفرِ ارتقا کی ایک ارفع منزل ہے ۔مبارک ہو۔

(۳) میرے تحقیقی مقالے میں شامل ہونے سے جو نام رہ گئے تھے۔ آپ کے پیش کردہ ناموں، جعفر بلوچ کے ارسال کردہ ناموں اور اپنے ذہن سے سوچے ہوئے ناموں سے ایک الفبائی فہرست مرتب کرکے برائے قطعیت آپ کے پاس بھیج رہا ہوں ۔

(۴) اس کا فائنل چناؤ اس طرح ہونا چاہئے کہ جو نام نمائندگی نہیں کرتے، انہیں محذوف کردیجیے۔ کوئی نیا نام ذہن میں ابھرے، اُسے شامل کردیجیے۔ جن صاحبوں کا کلام کچّا ہے، اُن کا حذف بہتر ہے ۔

(۵) بعض شعرا کے ناموں کے آگے نقطے ہیں۔ یہ وہ اصحاب ہیں جو بہت اہم ہیں لیکن ان کی کوئی حمدیہ یا نعتیہ تصنیف نہیں۔ البتہ اِن کے شعری مجموعوں سے حمد ونعت کے اشعار اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اِن کے مجموعے میرے پاس نہیں ہیں۔ ان کا اہتمام کیسے ہوگا؟

(۶) بعض شعرا کے نام کے سامنے اُن کی دستیاب تصانیف کا ذکر ہے۔ وہ میرے پاس ہیں، میں اُن کے حوالے سے کام چلالوں گا ۔

(۷) لیکن جن کی کتب میرے پاس نہیں ہیں۔ اُن کے بارے میں کیا ہوگا۔ کیا اُن کی حمدیہ/نعتیہ تصانیف مجھے عاریتہً مل سکیں گی ۔لیکن اِن کا پشتہ مجھ تک کیسے پہنچے گا؟

(۸) اِس ارسال کردہ فہرست میں چناؤ نیز متعلقہ امور و مسائل کو طے کرنے کے لئے اِن محترم احباب کی ایک نشست ضروری ہے۔(جناب صبیح رحمانی، جناب غوث میاں، جناب عزیز احسن اور جناب قمر زیدی)

کیا اچھا ہو کہ قمر زیدی یا کوئی اور صاحب اپنے یہاں افطار کا اہتمام کریں۔ روزہ کشائی کا ثواب بھی کمائیں۔ میرا معاملہ بھی طے کرلیں ۔

(۹) جب یہ ''اضافہ'' مکمل ہوکر کتابی تشکیل کا کام ختم ہوجائے گا تو اس کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ پیدا ہوگا اس سلسلے میں قمر زیدی صاحب کے پاس کچھ اہم تجاویز ہیں اور آپ کے پاس بھی۔ مبادلۂ خیالات کے ساتھ کسی نتیجے تک پہنچ جایئے گا۔

(۱۰) انتخابِ حمد مرتبہ غوث میاں کے بارے میں چندسطری رائے لف ہے۔ وہ اُنہیں دے

دیجیے گا۔

میرے تمام محبّوں اور محبوبوں کو سلامِ محبت

عاصی کرنالی

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔ السلام علیکم۔

تحقیقی مقالے کو کتابی شکل میں لانے کا مرحلہ مدِ نظر ہے۔آپ جانتے ہیں کہ 'ورفعنا لک ذکرک' کے الٰہی اعلان کی رُو سے نعت گو شعرا کی تعداد کا احصار اور تحدید ممکن نہیں ہے۔کتنی ہی جستجو کی جائے، پھر بھی مکمل احاطہ بندی محال ہے۔ دسمبر ۱۹۹۷ء میں مقالہ جمع ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک نہ جانے افقِ نعت پر کتنے نئے ستارے طلوع ہو چکے ہوں گے۔ یہ بھی امکان ہے کہ دسمبر ۱۹۹۷ء تک کی جمع آوری میں بعض اہم نام رہ گئے ہوں۔ اسی لئے میں نے جا بجا یہ لکھا ہے کہ ہم ہر عہد کے حوالے سے نمائندہ شعرا کا ذکر قلمبند کر رہے ہیں۔ اب آپ سے جو کام ہے وہ یہ ہے کہ عہد ہائے گزشتہ کو تو نہ چھیڑیے۔ عہد حاضر کے مندرج شعرا کی فہرست پر نظر ڈال لیجیے۔ اگر چند ایک اہم شعرا مقالے میں شامل ہونے سے رہ گئے ہوں تو تمام پاکستان پر نظر دوڑا کر اُن کے نام لکھ بھیجئے۔ میں اُن کو سامنے رکھ کر اپنے کتب خانے کا جائزہ لے لوں گا۔ جن کی کتب میرے یہاں دستیاب نہ ہوں گی، اُن کے نام آپ کو لکھ بھیجوں گا۔ آپ متعلقہ کتب مستعار دے دیجئے گا۔

ان امور کو مدِ نظر رکھئے :

(۱) اپنے ساتھ جناب عزیز احسن اور جناب غوث میاں کو ملا لیجئے۔ جناب عزیز احسن نہایت عالم وفاضل، ناقد ومحقق اور میرے خیر خواہ ہیں۔جناب غوث میاں کے مطالعے کی وسعت اور حافظے کی درّاکی ممد ہوگی۔

(۲) صرف نمائندہ شعرا (کم سے کم تعداد میں) منتخب کیجیے۔

(۳) اُن کی نعتیہ یا حمدیہ تصنیف چھپ چکی ہو۔ اور اُن کا کلام واقعی معیاری ہو۔

امید ہے اس معاملے پر جلد توجہ ہوگی۔

مقالے میں شامل شعرا کے اسماء بہ تعیّنِ عہد منسلکہ ورق پر درج ہیں۔

اکابرین واحباب کو سلام۔

آپ کا نیاز کیش

عاصی کرنالی

پس نوشت:

شمالی ہند کے ممتاز شعرائے حمد ونعت (عہدِ میر وسودا سے امیر ومحسن تک):

میر تقی میر۔مرزا محمد رفیع سودا۔خواجہ میر درد۔میر حسن۔مصحفی۔آتش۔شوق لکھنوی۔نظیر اکبرآبادی۔مومن خان مومن۔بہادرشاہ ظفر۔اسد اللہ غالب۔لطف بریلوی کافی۔مذاق بدایونی۔حافظ پیلی بھیتی۔مہاجر مکی۔کرامت علی شہیدی۔غلام امام شہید۔بیان ویزدانی میرٹھی۔داغ دہلوی۔امیر مینائی۔محسن کاکوروی۔

(عصر جدید ۱۸۵۷ء تا تشکیل پاکستان)

الطاف حسین حالی۔اکبر الہ آبادی۔شبلی نعمانی۔اسماعیل میرٹھی۔علامہ محمد اقبال۔مولانا ظفرعلی خان۔مولانا احمد رضا بریلوی۔حسن رضا خاں۔حسن بریلوی۔فانی۔اصغر۔جگر۔حسرت موہانی۔اقبال سہیل اعظم گڑھی۔اکبر وارثی۔امجد حیدرآبادی۔بیدم وارثی۔

عصر حاضر (تشکیل پاکستان سے لمحۂ موجود تک):

ضیاء القادری بدایونی۔بہزاد لکھنوی۔منور بدایونی۔اقبال صفی پوری۔صبا اکبرآبادی۔سرشار صدیقی۔ڈاکٹر محمد اسلم فرخی۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی۔ڈاکٹر تحسین فراقی۔پروفیسر سحر انصاری۔شبنم رومانی۔قمر وارثی۔آفتاب کریمی۔وقار صدیقی۔شاعر لکھنوی۔نعیم صدیقی۔ ڈاکٹر خورشید رضوی۔ ریاض حسین چودھری۔ ماہر القادری۔سیماب اکبرآبادی۔حفیظ جالندھری۔حافظ مظہر الدین۔افق کاظمی۔عبدالعزیز شرقی۔اسد ملتانی۔خلیل صمدانی۔احسان دانش۔عبدالعزیز خالد۔حفیظ تائب۔حافظ لدھیانوی۔راسخ عرفانی۔اعظم چشتی۔راز کاشمیری۔نظیر لدھیانوی۔زائر حرم حمید صدیقی۔ احمد ندیم قاسمی۔مظفر وارثی۔ راغب مراد آبادی۔ڈاکٹر وحید قریشی۔ کرم حیدری۔یزدانی جالندھری۔راجا رشید محمود۔جعفر بلوچ۔ آغا صادق۔مجذوب۔حافظ محمد افضل فقیر۔حفیظ صدیقی۔عارف عبدالمتین۔محشر رسول ندوی۔محشر بدایونی۔رفیع الدین ذکی قریشی۔عزیز حاصل پوری۔حزیں صدیقی۔حنیف اسعدی۔ تابش دہلوی۔ طفیل ہوشیار پوری۔ صہبا اختر۔اقبال عظیم۔خالد بزمی۔مسرور کیفی۔ابوالامتیاز ع۔م۔مسلم۔ اعجاز رحمانی۔جسٹس محمد الیاس۔اسلم انصاری۔ایاز صدیقی۔ اصغر علی شاہ۔ہلال جعفری۔حسین سحر۔انور جمال۔لالۂ صحرائی۔تابش صمدانی۔غوث متھراوی۔ساغر مشہدی۔عیش شجاع آبادی۔قمر زیدی۔صبیح رحمانی۔طاہر سلطانی۔ڈاکٹر ریاض مجید۔عاصی کرنالی۔عرش صدیقی۔ڈاکٹر محمد امین۔اقبال ارشد۔محمد اسلم سید۔ڈاکٹر طاہر تونسوی۔

بحوالہ حمد (عصرِ حاضر میں) یہ اضافی نام :

عبدالسلام طور۔ مظفر وارثی۔طفیل دارا۔ حافظ لدھیانوی۔لطیف اثر۔ لالہ صحرائی۔ مسرور بدایونی۔ درد کاکوروی ۔

پس نوشت: بالواسطہ یا جزوی حمد ونعت کی تلاش میں مجھے ایسے شعرا کا بھی ذکر کرنا پڑا جن کا کامل تشخص حمد یا نعت کے سبب نہیں ہے البتہ اُن کے مجموعہ ہائے شعری کے مطالعے سے یہ جواہر ریزے جابجا بکھرے نظر آتے ہیں۔

۶/۵/۹۹

برادرم وحبیم صبیح رحمانی

(۱) سلام ورحمت۔بشیر حسین ناظم نے مجھے فون پر کہا کہ صبیح رحمانی کہتے ہیں،''جمالِ جہاں فروز''[۱] پر عاصی کرنالی سے لکھوا کر مجھے بھیج دیجیے تا کہ نعت رنگ میں چھاپ دوں۔

تعمیلِ ارشاد کی گئی۔ تاثرات بھیج رہا ہوں۔ اب آپ جانیں اور ناظم صاحب ۔

(۲) قمر زیدی نے اشارہ دیا ہے کہ وہ مجھے ۱۴ ر جون کو کراچی طلب کررہے ہیں۔

اپنے مقالے کے سلسلے میں جو بارِ محبت میں نے آپ کے سپرد کیا تھا میں چاہتا ہوں وہ جلد پورا ہوجائے۔ تا کہ اُس کو سامنے رکھ کر میں مقالے کو کتابی شکل دینے کے لئے اس میں ترامیم و اضافات کرسکوں ۔اور کراچی آتے ہوئے سارا تشکیلی کام آپ کے حوالے کردوں ۔

آپ کے ذمے یہ کام تھا:

(۱)جو فہرست میں نے دی تھی اُس میں نمائندہ شعرا کے نام رکھتے ہوئے باقی حذف کردیجیے۔ اسی طرح جو اندراج سے رہ گئے ہوں ان کا اضافہ کردیجیے ۔(بہ ہرحال فہرست مختصر رکھیے)۔

(۲) آپ باقی شعرا کے دودو تین تین شعراں کی تصنیف کا نام بقیدسن اشاعت ومطبع وغیرہ کا ذکر کردیجیے ۔

یہ سارا کام ہے تو آپ کے لئے ایک بوجھ۔لیکن کیا آپ کو یہ فخر اور مسرت نہ ہوگی کہ ایسی کتاب مکمل ومطبوع ہوجائے گی جو لمحاتِ موجودہ تک کی ضروریات کی کفیل ہے اور محققین کے لئے آئندہ ایک چراغ راہ گزر ہے۔ حضرت غوث میاں قبلہ حنیف اسعدی، حُسن ِ بے پرواجناب سحر انصاری، محقق کامل حضرت عزیز احسن اور دیگر احباب کوسلامِ خلوص۔

عاصی کرنالی

ا۔''جمالِ جہاں افروز''/ بشیر حسین ناظم، ۱۹۹۸ء، کراچی: فریدیہ پرنٹنگ پریس، بار دوم، ۴۱۶ص

۱۱/۶/۹۹

برادرم جناب صبیح رحمانی ۔سلام

عصرِ حاضر کے کوئی (۶۲) شعرا کا ذکر مقالے میں پہلے سے موجود ہے۔کوئی (۶۰) شعرا کا ذکر جو میں کروں گا ' اُن کی کتب میرے پاس موجود ہیں، آپ نے ازراہ کرم (۲۴) شعرا کاذکر مع حوالہ تصانیف واشعار،لکھ کر مجھے بھیج دیا ہے۔

اب مندرجہ ذیل شعرا کا ذکر (جن کی کتابیں آپ کے پاس ہیں) پیش نظر یعنی زیرِ قلم ہے۔وہ شعرایہ ہیں: آسی ضیائی۔ اثر زبیری۔ حسرت حسین حسرت۔ دل محمد دل۔ ذوقی مظفر ندوی۔ ساغرصدیقی۔ شاعرلکھنوی۔عزیزلکھنوی۔ عاصم گیلانی۔ عطاء الحق قاسمی۔نصیرگولڑوی۔ ناصر کاظمی۔ اجمل نقش بندی۔ قیصر الجعفر ی۔ اسیر عادل لکھنوی۔ رحمت اللہ راشد۔شمس بدایونی۔علیم(نورالسمٰوات والے)۔مولانا وجیہ۔ساحرشیوی۔ جاوید اقبال ستار۔نسیم سحر۔محمد کمال اظہر۔ خالدعباس الا سدی ۔خوشی محمد ناظر۔عزیز الدین خا کی۔ مبارک مونگیری۔منور مرزا۔نعیم نقوی۔ وقارصدیقی (۳۰)۔ممکن ہے بعض کی کتب نہ ہوں۔لیکن توقع ہے کہ اِن میں سے اکثر تصانیف آپ کی تحویل میں ہوں گی۔

اب پروگرام سنیے اور اپنا فریضہ (یعنی دینی، اخلاقی اور رحمدلانہ فریضہ) ادا فرمایئے۔ میں انشاء اللہ ۲۰ جون صبح ایرو ایشیا سے کراچی پہنچ رہا ہوں۔قمر زیدی براہ راست اپنے گھر لے جائیں گے اور اُسی رات (۱/۲ ۔۶ بجے شام) اُسی بارگاہ آل عبامیں مجھ سے مرثیہ پڑھوائیں گے۔خیال یہ ہے کہ کراچی میں چھ سات دن قیام کروں۔ دن کے اوقات منذر جعفری کے یہاں گزریں، کہ وہاں الگ بیٹھک ہے اور ACلگا ہوا ہے۔ دن میں وہیں شعرائے مطلوب کے بارے میں حوالے درج کرتا رہوں۔ شب میں کہیں نہ کہیں مشاعرہ جھیلنا ہوگا اس لیے شام کو قمر زیدی مجھے لے اڑیں گے اور مشاعرے کے بعد شب بسری اُن کے مکان پرہوگی اور ہرصبح وہ مجھے منذرجعفری کے یہاں چھوڑ جایا کریں گے۔

اب آپ سے پہلی گزارش یہ ہے کہ یاتو بالرّضا یاحالتِ مجبوری میں ۲۰ رجون کی شام اُس

امام باڑے میں آجائیں (میں ٹھیک ۱/۲ ۔۶ بجے لب کشا اور مرثیہ سرا ہوں گا)۔وہاں مجھ سے مل لیں اور اگلی صبح مذکورہ ومندرجہ کتب (جو یسیر الحصول اور بآسانی دستیاب ہوں) مجھے منذر کے گھر پہنچا دیں۔ٹیکسی کا باردانہ میں خود ادا کروں گا۔ اور چھٹے دن کے اختتام پر تمام کتب مجھ سے وصول فرمالیں۔ باقی پروگرام کی جزئیات اور دیگر امور بسلسلہ ترتیب و تدوین وطباعت عند الملاقات طے ہوجائیں گے۔

احتیاطاً قمر زیدی کا فون نمبر اور منذر جعفری کے گھر کا پتہ اور فون نمبرز درج کررہا ہوں ۔

قمر زیدی : ۴۵۷۵۹۰۶، منذر جعفری: ۶۷۴۰۱۱۔۶۷۴۰۳۲۔۶۷۷۲۸۴۔۶۳۶۰۳۱۹

مکان ۵۶۱۔B بلاک ۱۳، فیڈرل بی ایریا۔کراچی

جناب غوث میاں کو سلام ۔

آپ کا

عاصی کرنالی

۹۹/۹/۲۲ء

(۱) ''نعت رنگ'' کے دو بلند پایہ اور گراں ماں شمارے عطا ہوئے۔ نہایت بصیرت افروز،علم افزا اور شعور آفریں لوازمے پر مشتمل۔ مطالعہ شروع کردیا ہے۔ سرِ دست یہ مہم کامیابی سے سر کرنے پر آپ کو اور آپ کے ادبی مجاہدین کو مبارک باد۔

(۲) اب ایک لڑائی اور ہاتھاپائی کی بات! عزیزاحسن کی کتاب پر میں نے مضمون بھیجا۔ آپ نے ایک معنی خیز جملہ مجھے لکھ بھیجا:

''آپ کو خوش کرنے کا فن آتا ہے۔''

آپ یقین کیجیے۔ مجھے عزیزاحسن کی کتاب اچھی لگی اور اُن کی تحقیقی ریاضت کا دل نے اعتراف کیا۔ ظاہر ہے کہ مجھے تحسین کرنی چاہیے۔

میں نے صرف بشیر ناظم کے بارے میں تاثرات لکھتے ہوئے ذرا ''جھکاؤ'' اختیار کیا۔ ورنہ میں اکثر مسودے کسی رائے کے بغیر واپس کردیتا ہوں۔

عزیزاحسن کی کتاب پر رائے لکھتے ہوئے میں نے دو تین جگہ آپ کے اقتباسات اور رائیں بطورحوالہ درج کیں۔ مجھے پوری کتاب میں کہیں ''کیڑے نکالنے'' کی گنجائش نظر نہیں آئی۔صرف ایک مقام پر الجھا ہوں، جو میں اُن کو (دوسرے کاغذ پر) لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ آپ وہ منسلکہ کاغذ پڑھ

لیں اور اپنے نام کا یہ کاغذ بھی ازراہِ دیانت انھیں دکھلا دیں۔

آپ کا دعا گو اور نیازمند

عاصی کرنالی

۷/۱۲/۹۹ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔پاکستان میں (غالبًا) ۱۰ارکروڑ سے ۱۴ارکروڑ تک کی تعداد، باشندوں کی ہے۔ ان کروڑوں میں سے صرف تین افراد نے میرا تحقیقی مقالہ[۱] پڑھا ہے۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر خواجہ زکریا)۔

یعنی یہ مقالہ جب تک کتابی شکل میں چھپ نہ جائے، نادیدہ اور ناخواندہ ہے۔ اسی کے ایک نہایت اہم، وقیع اور معلومات افزا موضوع پر مشتمل تحریر آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ ''نعت رنگ'' میں اسے پورے کا پورا یا دو اقساط میں چھاپا جاسکتا ہے۔ آپ میری محنت کی تحسین ضرور کریں گے اور میرا یقین ہے کہ اس کی افادیت سے اتفاق کریں گے اور مجھے تشکر کا فوری خط لکھیں گے۔

ایک نئی نعت بھی بھیج رہا ہوں۔

حافظ جی[۲] مر گئے، اُن کا کام کثرتِ تعداد کے باوجود لائقِ التفات ہے۔ انھوں نے اپنا قلم فروغِ حمد و نعت کے لیے وقف کردیا تھا۔ خدا اُن کے روحانی درجات بلند کرے۔ وہ نہایت محترم تھے لیکن مجھے یہ اجازت تھی کہ میں اُن کے قصرِ احترام میں داخل ہوکر کبھی کبھار اُن کے گدگدی کرلیتا تھا۔ وہ احترام، محبت اور زندہ طبعی کا مجموعہ تھے۔ خدا اُن کی مغفرت کرے۔ اگر خیال آئے تو ''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارے میں ایک گوشہ اُن کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے۔احباب کو سلام

دعا گو

عاصی کرنالی

۱۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۶۷۰ص

۲۔ حافظ جی سے مراد حافظ لدھیانوی [م:۱۹۹۹ء] ہیں۔

۲/۱/۲۰۰۰ء

عزیزم حبیم برادرم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔کراچی حاضر ہوا۔ آپ کے التفاتِ خصوصی کا شکریہ کہ آپ مجھ سے ملنے آئے۔ دوبارہ بھی قدرت نے دید و وادید کا اہتمام کردیا۔ خدا کا شکر اور آپ کا مکرر شکریہ۔

صبیح رحمانی کو میں ایک روحِ بے تاب سمجھتا ہوں جو بہت سے صاحبانِ عزم کے وجود میں متحرک ہے۔ آپ کی مرکزی شخصیت سے وابستہ ہوکر کئی باہمت اور باعزیمت اصحاب کراچی میں حمد و نعت کے فروغ میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ نے نعت میں ''تحقیق'' کا جو رُخ اختیار کیا، اس انقلابی اقدام کے سبب آپ کا اور آپ کے رفقا کا نام اور کام ایک تاریخ ساز حیثیت اختیار کرگیا ہے۔ میں نے اپنے تحقیقی مقالے میں کئی جگہ آپ کا، غوث میاں کا، ''نعت رنگ'' کا اور آپ کی زیرنگرانی طبع ہونے والی تصانیف کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ جب کراچی سے کسی ادارے یا مصنف و مرتب کی کوئی کتاب آتی ہے تو میں نہایت بے باکی اور صداقت سے انھیں لکھ دیتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کا سا معیار اور صبیح رحمانی کی سی سلیقہ شعاری اختیار کیجیے... آپ کے لیے دو توصیفی نظمیں میری صداقت مآب محبت کا اعتراف نامہ ہیں۔

''نعت رنگ'' کے ہر شمارے کے لیے نہایت محنت و ریاضت سے مقالے لکھ کر ارسال کرتا ہوں تاکہ اپنا حصہ بطور ادائے حقوق ادا کریں۔

گزشتہ دنوں ٹی وی کے ایک مذاکرے میں آپ نے اور آپ کے شرکا نے قدیم و جدید نعت کے سفر کا جائزہ لیا۔ اس جائزے میں آپ حضرات نے میرا بھی خصوصی ذکر کیا اور میرے لیے کئی جملے ادا کیے۔ اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ یہ آپ کی نہایت محبت، نہایت عالی ظرفی اور نہایت عاصی نوازی ہے۔

نیاز مند

عاصی کرنالی

۴۔۱۔۱۴۲۱ھ

۱۰۔۴۔۲۰۰۰ء

محترم صبیح رحمانی صاحب

سلام

(۱) آپ کی جانب سے فون پر مکالمت یا بصورتِ خط مراسلت کے ترک ہوجانے کا بظاہر تو کوئی سبب نہیں، سوائے اس کے کہ آپ نئے ''نعت رنگ'' کی طباعت واشاعت میں مصروف ہوں۔ یقیناً یہ شبانہ روز کی مصروفیت ہے لیکن آپ دوسرے فرائض واجبات اور حقوق بھی تو ادا کرتے ہوں گے؟

(۲) طاہر سلطانی اور جہانِ حمد کی پبلی کیشنز کی جانب سے ایک اعلان یا اطلاع یا اشتہار پہنچا ہے کہ اُنہوں نے ''حمد'' (حمد ونعت) پر پی ایچ ڈی کرنے کی صورت میں عاصی کرنالی کو گولڈ میڈل دینے کا ارادہ کیا ہے جو وہ کسی پُر وقار تقریب میں تفویض کریں گے۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا ہے اور جواباً لکھا ہے کہ وہ گولڈ میڈل کے علاوہ 'نقد رقم' کا بھی اہتمام کریں تاکہ اس تحقیقی مقالے کو کتابی شکل میں چھپوایا جاسکے کیونکہ یونیورسٹیاں (جن کا اصل میں یہ کام ہے) ایسے مقالات کو اپنی لائبریریوں میں رکھ دیتی ہیں تاکہ وہ یاتو سرقہ ہوجائیں یا پھر اُنہیں دیمک چاٹ جائے۔

میں نے مناسب سمجھا کہ اس اطلاع واشتہار پر آپ کو بھی مطلّع کردوں۔

جناب غوث میاں کو خصوصاً سلام اور استخراج پہنچا دیجیے۔

جملہ احباب کو بشرطِ فرصت ترسیلِ آداب وتسلیمات۔

(ضروری نہیں کہ آپ جواب دے کر میری سعادت' خوش بختی اور قدر و قیمت میں اضافہ فرمائیں)

آپ کا نظر انداز

عاصی کرنالی

۱/۸/۲۰۰۰

جناب صبیح رحمانی

سلام۔آپ کے ساتھ اس مکتوب اور اس کا رسپردہ میں جناب عزیز احسن بھی شامل ہیں اُن کی رفاقت ومشاورت وراہ نمائی تسہیل کار میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

عربی اور فارسی کے بے شمار شعرائے حمد ونعت کے ذکر وحوالہ کے بعد جب میں اردو حمد ونعت کے میدان میں داخل ہوا تو یہاں بھی بے شمار شعرا کا تذکرہ تحقیقی مقالے میں میں نے باقاعدہ شامل کیا۔ ذہن میں رکھئے کہ مجھے ''حمد'' کا جائزہ بھی لینا پڑا،اس لئے بہت سے اہم نام حمد کے حوالے

سے شاملِ مقالہ کئے گئے (اور یہ جائزہ اردو میں پہلی بار لیا گیا)۔

منسلک کاغذات میں شمار ۱ تا ۵ باب وار ناموں کی فہرستیں (آپ کے مطالعے کے لئے) ارسال ہیں۔کوشش کی گئی ہے کہ ہردور کی نمائندگی حمد ونعت کے حوالے سے ہوجائے ۔

کاغذ ۶ اور ۷ میں خواتین اور غیر مسلم شعرا کا ذکر ہے ۔یہ فہرست بھی دیکھ لیجیے ۔

اب آیئے ص۸ کی جانب ،یہ نئے اور تازہ شعرا ہیں جن کا تذکرہ میں قلمبند کرچکا ہوں ۔

یہاں دو باتیں دیکھنی ہیں :

ا: کیا یہ ترتیب درست ہے ۔اگر کہیں تقدیم وتاخیر کرنی ہوتو سرخ پنسل سے نشان دہی کردیجیے ۔

ب: کیا اس میں بعض نام کم کرنے ہیں یعنی وہ غیر اہم ہیں ۔تاہم یہاں عدل کے ساتھ ساتھ عفو ودرگذر سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

آخری اہم بات یہ ہے کہ ص۹ پر اُن شعرا کے نام ہیں کہ میں اُن کا ذکر شامل کرنا چاہتا ہوں لیکن ان کی تصانیف میرے پاس نہیں۔ کیا آپ پہلے کی طرح ،رحمدلانہ تعاون کرتے ہوئے اِن پر اجمالاً لکھ کر مجھے اور میری نسلوں کو ممنون فرماسکتے ہیں ! یا پھر ان کی کتابیں مجھے بھجوادیجیے۔ میں بحیثیت ایک سچے مسلمان کے، آپ سے ان کو جلد واپسی کا وعدہ کرتا ہوں۔

اگر ان کے علاوہ آپ کے خیال میں دو چار نام اور اہم ہوں تو ان سے مطلّع کیجیے بلکہ ’’تحریری اعانت‘‘ فرمایئے۔

میری خواہش ہے کہ یہ مقالہ جلد چھپ جائے کیونکہ ایک تو اس میں حمد نگار شعرا کو پہلی بار چھُوا گیا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے کی تکمیل کے بعد ۱۵/ سال کے عرصے میں جو شعرا ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری جو میرے ممتحنین میں شامل تھے، ازراہِ کرم اسے ایک مکمل تحقیق قرار دیتے ہیں۔

خیر مقالے کی طباعت و اشاعت کے بارے میں آئندہ بات ہوگی۔ فی الحال جو کام ارسال کررہا ہوں، التفاتِ دلی فرما کر اس کو تعجیل سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمایئے۔

سب کو سلام

عاصی کرنالی

۲۴/اگست ۲۰۰۰ء

۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔اپنے تحقیقی مقالے کی تزئین وتکمیل میں آپ سے جس قدر تعاون ملا ہے، بے مثال ہے۔ کئی دفعہ جی چاہا کہ میں اس مقالے کے سرورق سے اپنا نام ہٹا کر ''محقق صبیح رحمانی'' لکھ دوں۔ کاش میں ایسا کرسکتا۔ آپ کی رہنمائی، رفاقت، اعانت اور محبت کا شکریہ۔ آپ کا تازہ مراسلہ میری تقویت کا سبب بنا اور اُس کی روشنی میں مزید کام تیزی سے کر رہا ہوں...اب میری گزارش پر توجہ!

''نعت رنگ'' کے بہت سے حوالے مفید ہیں۔ ان سے کام چلے گا لیکن بعض مقامات پر وہ محض مختصر نثری تبصرے ہیں، متعلقہ نعتیہ تصانیف کا مکمل حوالہ یا شعری مثالیں ان تبصروں میں نہیں ہیں... اب آپ ایسا کریں کہ صرف مندرجہ ذیل شعرا کی نعتیہ تصانیف (ممکن الحصول حد تک) مجھے فوراً ارسال کردیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ منصور ملتانی کراچی آ رہے ہیں وہ ۳۰/اگست سے ۲/ستمبر تک رہیں گے اُن کا پتا اور فون نمبر یہ ہے: منصور ملتانی ۲۱۲/۱۴، اولڈ ایریا، ایئرپورٹ کراچی (فون ۴۵۷۳۴۴۲)

براہِ کرم مندرجہ ذیل کتب اُن تک پہنچائیں۔ میری ایک تازہ تصنیف مراثی سے متعلق کراچی میں چھپ رہی ہے۔قمر زیدی مجھے ۳۰/ستمبر کو طلب فرما رہے ہیں تاکہ اس کتاب کی تعارفی تقریب میں شریک ہوسکوں۔ آپ کی تمام کتب اپنے ہمراہ لیتا آؤں گا اور تحقیقی مقالہ بھی آپ کے سپرد کردوں گا۔

ان شعرا کی کتب بھیج دیں۔ ان کی دست یابی کی پوری سعی کریں۔ آپ کا کتب خانہ، غوث میاں کا، حنیف اسعدی صاحب کا، سحر انصاری صاحب کا ذخیرۂ کتب دیکھ ڈالیں ان شاء اللہ یہ کتابیں ہاتھ لگ جائیں گی۔ ''اے نوجوان! مجھ پیر کی دست گیری فرمائیں۔''

مطلوبہ کتب: (مع اسمائے شعرا)

ادیب رائے پوری

شمس بدایونی

صابر براری۔ فردوس عقیدت۔ جمال طور

آسی ضیائی۔ حسرت نعت

اثر زبیری۔ سلسبیل

ذوقی مظفرنگری۔ نجم سحر۔ وسیم فردوس

عنبر بہرائچی۔لم یات نظیرک

خالد عباس ۔ بارگاہِ ادب میں

نیاز فتحپوری

شورش کاشمیری

علیم ناصری۔طلع البدر علینا

والی آسی

خالد محمود ۔قرار جاں۔حسن ازل۔قدم قدم سجدے

سکندر لکھنوی۔گلستان ثنا

سلیم کوثر ۔(اگر کوئی نعتیہ تصنیف ہو۔ ورنہ گوشہ نعت رنگ ہی سہی)

اکرم رضا

محمد علی ظہوری۔نوائے ظہوری

امین راحت چغتائی

انور سدید

علقمہ شبلی۔ زادِ سفر

ریحانہ تبسم فاضلی ۔خطیب الامم۔سلسلے روشنی کے

آپ نے کسی نئی کتاب حمد ومناجات کی ترسیل کا بھی وعدہ کیا ہے۔

مکرراً : نعت رنگ کے شمارے بھی میرے پیش نظر ہیں ۔ اوج اور شام وسحر بھی دیگر ذرائع بھی ۔ تاہم ان سہل الحصول کتب سے بھی میری دستگیری فرمائیں۔

آپ کا دعا گو

عاصی کرنالی

۱۰/ ستمبر ۲۰۰۰ء

۱۱/جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ

اخی محترم جناب صبیح رحمانی ۔

سلام۔ ۳۰/۹ کو کراچی میں حاضری ۔۱۰ /۳ کی شام واپسی (انشاء اللہ)۔قیام دو روزہ۔ اتوار ۱۰/۱ کو دن کے اوقات میں قمر زیدی کے گھر آپ کی تشریف آوری، ملاقات اور تحقیقی مقالے کی طباعت واشاعت کے امور پر گفتگو ......

لیکن حضرت! اگر آپ کی توجہ اور اعانت سے محرومی ہوئی تو میں مقالہ کراچی لاکر کیا کروں گا؟ مراد یہ ہے کہ بہت سے اہم شعرا کے اضافے کے باوجود چند شعرا کا ذکر وحوالہ اس بنا پر درج نہیں ہورہا ہے کہ مطلوبہ مواد میری دسترس میں نہیں ہے۔ آپ، جتنا جلد ہو، صرف مندرجہ ذیل شعرا سے متعلق مواد (تصانیف یا حوالہ جاتی تراشے) مجھ تک بھجوا یئے ۔

دیکھئے وقت کی تنگ دامانی کے سبب میں یہ خط T.C.S کے ذریعے ارسال کررہا ہوں۔ اگر آپ کی بروقت اعانت دستیاب نہ ہوئی اور میں مقالہ بہ دست حاضر نہ ہوسکا تو اتنے وزنی (بھاری) مقالے کو کوریر کے ذریعے بھیجنا مشکل ہوجائے گا۔

یاحضرت! المدد الغیاث

شعرا جن کے بارے میں معلومات کی فراہمی درکار ہے : شمس بدایونی ۔ آسی ضیائی ۔اثر زبیری ۔ذوقی مظفر نگری ۔عنبر بہرائچ ۔محمد علی ظہوری ۔خالد عباس الا سدی ۔ادیب رائے پوری ۔علیم ناصری ۔خالد محمود ۔سکندر لکھنوی ۔علقمہ شبلی (کل ۱۲/ عدد)

طالب الاعانت فی الا حتیاج

عاصی کرنالی

---

۲۱ / ستمبر ۲۰۰۰ء

۲۲/جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ

جناب صبیح رحمانی

سلام۔ آج ۲۰ /ستمبر کو مطلوبہ کتب موصول ہوگئیں ۔انشاء اللہ ۳۰ /ستمبر کو ساتھ لیتا آؤں گا۔ درج ذیل کتابیں کہیں سے ہاتھ لگ جائیں تو یکم اکتوبر (اتوار) کو قمر زیدی کے یہاں لیتے آیئے گا۔وہیں حوالے لے کر ہاتھ کے ہاتھ واپس کردوں گا۔

۔ ۳۰ کی شام کو انشاء اللہ کراچی حاضر ہورہا ہوں ۔یکم اکتوبر اتوار کی صبح قمر کے یہاں ضرور آیئے تاکہ مقالے کی طباعت کے معاملات طے ہوسکیں ۔

۔عزیز احسن صاحب کی کتابِ شعر پڑھی ۔ یہ ایک شعر جو بداہتہً ہوگیا ۔اُن تک پہنچا دیجیے گا۔

صد شکر مجھ کو اچھے سخن کی تمیز ہے
احسنؔ کی شاعری مجھے دل سے عزیز ہے

خالد محمود (کتاب؟)۔ آسی ضیائی (حسرتِ نعت) اثر زبیری (سلسبیل) ذوقی مظفر نگری (نجم سحر، وسیم فردوس)۔علقمہ شبلی (؟) اختر لکھنوی (؟)

میں خود بھی ملتان کی حد تک اِن شعرا کے بارے میں معلومات کا تفحص کرتا رہوں گا۔

دعا گو

عاصی کرنالی

۷/۱۱/۲۰۰۰

بھائی صبیح رحمانی ۔السلام علیکم

(۱) میرا تحقیقی مقالہ (اصل میں) آپ کا ہے۔ اقلیم نعت کراچی اُسے چھپوا رہی ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ حضرتِ والا نے اس سلسلے میں اب تک کتنی بار سرفراز ابد[۱] سے فون پر رابطہ کیا ہے یا خود گئے ہیں ؟ ...... سید قمر زیدی بے حد مخلص اور سچے انسان ہیں لیکن وہ پاکستان میں کم رہتے ہیں اور بیرونِ ممالک میں زیادہ ۔وہ خاص توجہ نہیں دے سکتے ۔

اب حقائق سنیے ۔کمپوزر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں دوسو صفحات چھاپ سکتا ہے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ ایک مہینہ گزرنے کے بعد یعنی پورا اکتوبر ختم ہونے کے بعد صرف پچاس صفحات کمپوز ہوکر مجھ تک پہنچے ہیں۔ قمر زیدی صاحب کا خیال ہے کہ شاید بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے تاخیر ہورہی ہے یا سرفراز صاحب فی صفحہ کا نرخ بڑھانا چاہتے ہیں شاید وہ بیس روپے صفحے کی بجائے چالیس روپے صفحہ مقرر کرنے کے خواہش مند ہیں کیونکہ وہ ایک ایک صفحے میں اصل مسودے کے دودو صفحے کھپانا چاہتے ہیں۔جبکہ میرے پاس جو صفحات پہنچے ہیں اُن کی فی صفحہ سطور ۱۸ بنتی ہیں ۔اگر تاخیر کی یہی صورت رہی تو شاید ایک سال پورا لگ جائے اور مصارف بھی دُگنے ہوجائیں گے۔ خدا کے لئے آپ خاص توجہ فرمائیں اور معاملات پر گرفت پیدا کریں ۔

(۲) مدحتِ خیر البشر از راغب صاحب[۲] مجھے نہیں مل سکی فوراً بھجوا دیجیے تا کہ موعودہ مضمون لکھ سکوں ۔

(۳) مجھے فوراً فون کیجیے ۔

عاصی کرنالی

ا۔ سید سرفراز شہنشاہ (۱۹۵۲ء)، تخلص: ابد، شاعر، ادیب، تلمیذ: فدا خالد دہلوی۔

۲۔ ''مدحتِ خیر البشر''/ راغب مراد آبادی، ۱۹۷۹ء، کراچی: سفینہ اکیڈمی، ۱۸۴ص

16/11/2000

بھائی صبیح۔ سلام

(ا) عزیز کے حادثۂ مرگ کے سبب آپ سے نہ مل سکا۔ آپ ملنے آئے۔ لیکن میں محروم رہا۔

(۲) اب سارا معاملہ ترسیلِ کتب کا آپ سے متعلق ہے۔ کراچی کا دائرہ آپ جانتے ہیں۔ کراچی کے اہم کتب خانوں کے علاوہ' وہاں کے اہم صاحبانِ نقد و تحقیق کو آپ خود عطا کر دیجیے۔ کسی کتب خانے کو دیتے ہوئے کتاب پر یہ الفاظ لکھ دیجیے: عطیہ برائے کتاب خانہ، منجانب اقلیم حمد و نعت [کتاب برائے حوالہ (یعنی ریفرنس بک)]

برائے حوالہ لکھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کتاب جاری ہوکر ضائع نہ ہوسکے گی بلکہ صاحبانِ ذوق وہیں بیٹھ کر مطالعہ کرسکیں گے۔

(۳) باقی شہروں کے خاصانِ ادب کے نام بھی آپ جانتے ہیں۔ میں بر بنائے یاداشت چند نام لکھ دیتا ہو۔ اس سلسلے میں آپ اپنی وسعت معلومات اور کثرتِ تعلقات کو بنیاد بنائیے۔

ہاں: بیرون پاکستان! اُن چند شعرا کو جن کا ذکر کتاب میں ہے، یا بعض اہل تحقیق کو بھی ارسال کیجیے۔ چند نام:

(لاہور) جسٹس محمد الیاس ۔حفیظ تائب۔ راجا رشید محمود ۔جعفر بلوچ ۔ڈاکٹر انور سدید ۔ڈاکٹر سلیم اختر۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔ ڈاکٹر حسن رضوی۔ عبدالعزیز خالد۔ ذکی قریشی۔ مظفر وارثی۔ خورشید رضوی۔ خواجہ عابد نظامی وغیرہ

(فیصل آباد) ڈاکٹر ریاض مجید۔ڈاکٹر انور محمود خالد۔ڈاکٹر اسحاق قریشی وغیرہ
(اسلام آباد) سید منصور عاقل۔افتخار عارف۔بشیر حسین ناظم۔فتح محمد ملک۔
(میانوالی) محمد فیروز شاہ ....
(حیدرآباد) ڈاکٹر الیاس عشقی۔ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی (حسرت صاحب ان دنوں کراچی میں ہیں)
(پشاور) خاطر غزنوی۔محسن احسان ....
(تاہم یہ فہرست نامکمل ہے۔)
(ایک طریقہ ترسیل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شہر میں کوئی آتا جاتا ہو تو اُس کے بدست بھجوا دیجیے۔)

(۴) بعض اخبارات، ورسائل میں تبصرہ کے لئے کتاب بھجوایے۔مثلاً کراچی میں ''رابطہ'' ہے جس میں ڈاکٹر اسلم فرخی تبصرہ کرتے ہیں۔علی ھذا القیاس

(۵) ایک عبرت ناک، حیرت ناک، حسرت ناک صورتِ احوال یہ ہے کہ میں صبیح رحمانی یا قمر زیدی یا طاہر سلطانی سے یہ کہوں کہ بھائی! مجھ احقر و کمتر و اسفل و ارذل سے بہ توفیقِ الٰہی ایک تحقیقی کام آ گیا ہے۔ خدارا کہیں مل بیٹھیے تا کہ بعض دانشور صاحبان میرے کام پر گفتگو اور اظہار خیال کرسکیں ..... تاہم میں نے قمر زیدی سے کہا ہے وہ آپ کی مشاورت میں دسمبر کے آخری ہفتے میں بدیں سلسلہ ایک تقریب کرنا چاہتے ہیں۔آپ مشاورت کا ثواب ضرور حاصل کیجیے ..... کیا مضحکہ خیز صورت ہے کہ طاہر سلطانی ہر مہینے اپنے رسالے میں اعلان کرتے ہیں کہ حمد پر تحقیق کے سلسلے میں ایوارڈ دیں گے۔عظیم الشان جلسہ کریں گے۔عملاً ٹائیں ٹائیں فش .... جعفر بلوچ حمد پر پی ایچ ڈی کے لئے پختہ عزم نہیں ہیں۔سات سال سے ارادہ باندھ رہے ہیں۔تین دفعہ یونیورسٹی سے توسیعِ میعاد لے چکے ہیں۔ایک خط میں انہوں نے مجھے لکھا کہ اب پھر یونیورسٹی سے وقت مانگوں گا جس کی امّید نہیں ہے۔ڈاکٹر وحید قریشی نے اُن کے ڈھیلے پن کو دیکھ کر میری موجودگی میں کہا کہ یہ جعفر بلوچ صاحب کبھی پی ایچ ڈی نہیں کریں گے۔ پہلے میں انہیں (would he Ph.D) کہتا تھا۔اب (could he Ph.D) کہنے لگا ہوں۔

سو بھائی صبیح رحمانی! اب میں ہی رہ جاتا ہوں جس نے حمد پر پہلی بار تحقیق کی صورت میں قلم اٹھایا ہے اور بقول فرمان صاحب نہایت جامعیت کے ساتھ سعی کی ہے۔

اس کے باوجود مقامِ افسوس ہے کہ صبیح رحمانی اس سلسلے میں کوئی اجلاس برپا نہیں کرنا چاہتے حالانکہ اب تو ایسے جلسے سے پبلسٹی بھی ہوتی [ہے] جو کتاب کی فروخت میں مدد ہوسکتی ہے......اور کیا لکھوں؟

جواب دیجیے گا۔ آپ نہیں تو قمر زیدی صاحب سے ضرور کچھ معاملات طے کر لیجیے۔

عاصی کرنالی

۹/شوال ۱۴۲۱ھ

۵/جنوری ۲۰۰۱ء

عزیز صبیح رحمانی صاحب ۔سلام ورحمت

(۱)رمضان مبارک ۔عید مبارک ۔عمرہ مبارک ۔اللہ کرے یہ برکات مسلسل رہیں اور اعادہ کرتی رہیں ۔

(۲) دو احساسات کی جڑیں مضبوط رکھئے۔ پہلا یہ کہ ’’اقلیمِ حمد ونعت‘‘ مجھے یہ شرف واعزاز عطا کررہی ہے کہ میرا مقالہ کتابی شکل میں لا رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ برصغیر میں ڈاکٹریٹ کی سطح پر میں نے ’’حمد‘‘ پر تحقیق کی، نیز نعت کی تحقیق جو۱۹۸۰ء تک ہوئی تھی اُسے ۲۰ ؍سال مزید آگے بڑھا کر لمحۂ موجود تک کافی بنایا، اس لئے یہ کام رائگاں نہیں جانا چاہئے (حاصلِ کلام یہ کہ اس سارے معاملے میں آپ کا التفاتِ خاطر درکار ہے۔)

اب یہاں سے خالص شخصی باتیں :

(۱) سرفراز ابد کا م کر رہے ہیں۔کمپو زنگ جاذبِ نظر ہے۔لیکن اُن کے یہاں سست رفتاری ہے ۔آج تک تین مہینے پانچ دن گزر چکے ہیں،نصف سے کچھ ہی زائد کام کمپوز ہُوا ہے ۔

(۲) میرے مقالے کے ہر صفحے پر ۲۸؍سطور ہیں۔جن کا معاوضہ ملتان میں ۱۵ روپے فی صفحہ لیا گیا تھا۔

اُن کے یہاں کمپوزنگ میں ایک صفحے پر۲۴ ؍سطریں آرہی ہیں جن کا معاوضہ معاملہ طے کرتے وقت ۲۰ ؍روپے فی صفحہ طے ہوا تھا۔بعد میں قمر زیدی نے مجھے کہا کہ غالباً سست رفتاری کا سبب یہ ہے کہ انہیں پڑتا نہیں کھاتا۔غالبًا وہ ۴۰؍روپے فی صفحہ چاہتے ہیں اور ایک صفحے میں دو صفحے کھپا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔یہ طباعت کے رموز ہیں۔اگر اُنہوں نے دو صفحے کی کھپت ایک صفحے میں کردی یعنی ۴۸ یا ۵۰ سطور فی صفحہ لائے تو کتابت اتنی باریک ہوجائے گی کہ خردبین (یہ

لفظ خوردبین نہیں ہے) سے بھی پڑھنا محال ہوگا۔ اس مسئلے پر آپ قابو پایئے یعنی صفحے پر مناسب سطور اور معاوضہ فی صفحہ۔ یا ابھی یہ بات نہ چھیڑیے۔مناسب وقت پر طے کر لیجیے۔

(۳) آپ کے مشورے کے تحت میں نے شعرا کی فہرست اسماء یکجا کردی ہے تاکہ صفحاتِ آغاز میں منسلک ہوکر قاری کے لئے آسانی کا موجب ہو۔

المختصر یہ کہ صبیح اور صرف صبیح اور محض صبیح اور فقط صبیح ہی کی توجہ کشادِ کار کا موجب ہوگی۔

عاصی کرنالی

۱۸/شوال ۱۴۲۱ھ

۱۴/جنوری ۲۰۰۱ء

عزیز جناب صبیح رحمانی

آپ کو اور تمام احباب کو سلام

(۱) ایک تازہ نعت بھیج رہا ہوں۔اس کا مطلع شاید نئے خیال کا حامل ہو۔یعنی اگر یہ خیال ہو بھی تو بصورتِ شعر نعت میری نظر سے نہیں گزرا۔

(۲) آپ نے فون پر کہا تھا، کل آپ شفق پریس جائیں گے۔وہاں کی ''فتوحات'' سے ہنوز بے خبر ہوں۔

وہاں وہی سست رفتاری سے کمپوزنگ ہورہی ہے۔چوتھا مہینہ صَرف ہورہاہے اور نصف سے ذرا زائد کام کمپوز ہوا ہے۔کہیں کتاب آنے میں پورا سال ۲۰۰۱ نہ لگ جائے۔

(۳) نعت رنگ میں، اب کے یہ اطلاع و اشتہار ضروری ہے کہ اقلیمِ نعت عاصی کا مقالہ کتابی شکل میں چھپوا رہی ہے۔تاکہ اہلِ مطالعہ کے علم میں رہے۔

(۴) فون بعض اوقات سہل الحصول نہیں نہیں ہوتا۔آپ مجھے خط ہی لکھ دیجیے۔

(۵) ہاں ایک بات (اہم بات) یاد آئی۔ آپ ابھی کمپوزڈ صفحات کی قسطوں کا مطالعہ بغرض درستی نہ کیجیے۔ میں خود نہایت دیدہ ریزی سے یہ کام کرر رہا ہوں۔ جب آخر میں سارا مقالہ کُلّیت کے ساتھ میرے سامنے آئے گا اور میں نظرِ ثانی کروں گا۔ اُس کے بعد آپ اُسے اختتاماً دیکھ لیجیے گا۔

(۶) حضرت غوث میاں، حضرت حکیم صاحب جناب سحر انصاری نہایت مکرم عزیز احسن

صاحب کو سلام ِ نیاز مندانہ ۔

عاصی کرنالی

۱۴/صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

۹/ مئی ۲۰۰۱ء

جناب صبیح رحمانی

(۱) سلام اور عافیت جوئی ۔

(۲) ۱۸/۵ کی شام کو حاضر ہورہا ہوں ۔۲۲/۵ کی شام مراجعت ہے ۔(انشاء اللہ)

(۳) کراچی پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔ مقالے کے سلسلے میں ایک مشترکہ نشست آپ کے ساتھ ہوگی ۔

(۴) ۱۹ اور ۲۰ کو (غالباً) مرثیہ پڑھنا ہے۔ ۲۱/ کی شام خالی ہوسکتی ہے اگر آپ کوئی نعتیہ نشست منعقد کرنا چاہیں ۔(تاہم کراچی آکر بات طے ہوگی)

(۵) مقالہ میری فائنل اصلاح سے گزر چکا ہے اور مکمل ہو کر اب طباعت کے مرحلے میں داخل ہونے کو ہے (لیکن آپ سے مکالمے کے بعد)

(۶) اندیشہ تھا کہ لاگت یعنی مطالبہ ٔرقم ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان (حادث) ہوسکتا ہے۔لیکن قمر زیدی نے یہ کہہ کر میرے دل کی دھڑکنوں کو متوازن کردیا کہ تمام مصارف وہ خود برداشت کریں گے الاّ یہ کہ کمپوزنگ کے ۱۹، ۲۰ ہزار دے دو جو میں پیشگی ادا کر چکا ہوں۔

(۷) مقالے کا سائز عام کتابی حجم سے ڈیوڑھا ہے یعنی جیسا کہ ’’ اوج‘‘ نعت نمبر ’’شام وسحر‘‘ نعت نمبر وغیرہ کا سائز ہے ۔ اس طرح میرے مقالے کے ۱/۲ ۱ صفحے کی کھپت ایک صفحے پر آگئی ہے اور فی صفحہ لاگت غالباً ۲۵ سے ۳۰ روپے تک ہے ۔

بہرحال آسانیاں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ۔

(باقی) کراچی آکر عند الملاقات باتیں ہوں گی۔ والسلام

آپ کا بھائی

عاصی کرنالی

۲۰۰۱/۱۰/۲۷ء

بھائی صبیح!

سلام۔جناب کشفی کی نعت شناسی کے بارے میں ارشاد نامہ ملا۔ میرے لیے اُن پر لکھنا بہت بڑی سعادت ہوگی۔لیکن آپ کا اعلان'' نعت شناسی'' ہے،'' نعت گوئی'' نہیں۔

نعت شناسی پر لکھنے کے لیے کشفی صاحب کا پورا کام نظر میں رکھنا ہوگا۔ نعت پر اُن کی تحریریں،اُن کے تنقیدی اور تحقیقی مقالے ان کے تبصرے اور آرا وغیرہ اور ملتان کی دُوری کے سبب اُن کے''مجموعی کام'' کی دست یابی آسان نہیں۔ یا تو اُن کے بارے میں ضروری متعلق معلوماتی مواد ارسال کردیجیے یا مجھ سے صرف اُن کی نعت گوئی پر لکھوا لیجیے یعنی''نسبت'' [۱] کے حوالے سے یا پھر کراچی ہی کے کسی صاحبِ قلم کو زحمت دیجیے۔

۲۔ میرے مقالے کے بارے میں اطلاع ملی کہ آپ اشتہار شائع کررہے ہیں۔شکریہ۔ آپ اس کے ناشر ہیں جو چاہے کریں۔لیکن بنیادی امر یہ ہے کہ یہ کتاب یونی ورسٹی اور دوسری اہم لائبریریوں تک تو پہنچے اور چند خاصانِ ادب تک جو علم و تحقیق سے تعلق رکھتے ہوں، اس کی رسائی ہو۔ اس طرف ذاتی اور فوری توجہ درکار ہے۔

حکیم اسعدی،غوث میاں صاحب اور سحرانصاری صاحب کو تسلیمات۔

عاصی کرنالی

۱۔مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹۶ص

۲۷/ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

۱۲/مئی ۲۰۰۲ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ۔کراچی حاضری کا امکان ہے۔انشا ء اللہ ۲۲/ مارچ کی شام پہنچوں گا اور ۲۵، شام واپس ملتان آجاؤں گا۔قمر زیدی ۲۳ /اور ۲۴ کی شام میں مجھ سے مرثیہ اور سلام پڑھوا رہے ہیں۔

اب کے انہوں نے اپنے گھر میں اِن نشستوں کا اہتمام کیا ہے۔ میرا زیادہ قیام فیصل بیس، اپنی بیٹی کے یہاں ہوگا جہاں آپ آچکے ہیں۔۲۳/ مارچ کو ویسے ہی تعطیل ہے۔۲۳/ کے دن میں آپ گھنٹے دو گھنٹے کو فیصل بیس نکل آیئے۔ تاکہ اچھی اچھی باتیں ہوسکیں۔

(میں کراچی پہنچ کر آپ کو فون کروں گا ۔ہوسکتا ہے اس پروگرام میں کوئی جزوی ترمیم ہو) ۔(اب کے مجھے میرے غوث میاں صاحب سے بھی ملوا دیجیے گا)۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ ہیچ مداں سے 'حمد ونعت' کے سلسلے میں ایک کام لیا ہے اور اس میں سب سے زیادہ پُر خلوص، بے لوث، مسلسل رفاقت آپ کی حاصل رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کتاب کے نکاس اور ترسیل کا معاملہ بھی آپ ہی کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہو۔ اس سلسلے میں آپ سے باتیں ہوں گی اور اب تک کے معاملات کا جائزہ ہوجائے گا۔ آپ ایک مکمل فہرست (کراچی، بیرون کراچی اور بیرون ملک کے اہم اصحاب کی مرتب کرلیں جنہیں کتاب اعزازی طور پر جائے گی۔ اور جن کو یہ جا چکی ہے اُن کے ناموں پر نشان لگا دیجیے۔

اب تک کسی کو توفیق نہیں ہوئی، خصوصاً کراچی کی کسی دینی (ادبی) تنظیم کو کہ اس سلسلے میں کوئی نشست رکھ لے اور دو چار آدمی مجھ پر اور کتاب پر اظہار خیال کرسکیں۔ طاہر سلطانی ہر مہینے اپنے رسالے میں لمبا چوڑا اشتہار دیتے رہے ہیں کہ'' حمد''پر جو شخص پی ایچ ڈی کرے گا، اس کو ایوارڈ اور جانے کن کن حسنِ اعترافات سے نوازا جائے گا۔ لیکن اب وہ منقار زیر پر ہیں۔ قمر زیدی[۱] زیادہ تر اپنے مسلک کی تصانیف کے افتتاح پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ میری کتاب ''خاصانِ خدا کربلا میں'' کے افتتاح کی تقریب آپ کو یاد ہوگی۔ کیا کثرتِ سامعین تھی۔ کیسا علمی اجتماع تھا۔ کس غضب کی رونق تھی۔ لیکن اس تحقیقی کتاب پر ابھی تک اُن کی جانب سے بھی سکوت ہے۔ ؎

جب رشتہ بے گرہ تھا، ناخن گرہ کُشا تھا

باقی انشاء اللہ عند الملاقات

آپ کا

عاصی کرنالی

۱۔ قمر زیدی (پ: ۱۹۴۹ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''قمر''، ''نووارد''، ''شفاعت''، ''تجدید''۔

۱۲/۶/۲۰۰۲

جناب صبیح رحمانی

سلام ۔اتوار کا پورا اور پیر کا نصف دن کراچی میں گزرا۔ میں نے فیصل بیس میں بیٹی کے یہاں قیام کیا۔ اتوار کی صبح آپ کے گھر فون کیا۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ وہ ذرا بازار تک گئے ہیں۔ میں نے اُن کو اپنا فون نمبر دیا، کہ آپ آ کر مجھ سے رابطہ کرلیں۔ اُدھر قمر زیدی صاحب نے آپ کے یہاں سے رابطہ قائم رکھا اور اپنا پیغام چھوڑا۔ لیکن ہم دونوں کی سعی ناکام رہی اور جناب کی جانب سے گفتگو یا ملاقات کی کوئی خواہش یا کوشش نہ ہوئی ۔

کراچی میں میرے لئے صرف تین افراد باعثِ کشش ہیں۔آپ، قمر صاحب اور میری بیٹی۔ آپ نے درِدل بند کرلیا اور میری دستک رائگاں گئی ۔میں کراچی میں آتا ہوں ۔ایک مسافر یا مہمان کی طرح۔ کیا اب صبیح کی خُوئے مہمان نوازی اور روشِ مسافر پروری میں تغیر آ گیا ہے ؟ اگر بالفرض مَیں براہِ راست آپ کا مہمان ہوتا، یعنی آپ کے دولت کدے پر قیام کا ارادہ کرتا، تو میرا کیا حشر ہوتا؟ آدابِ مروت میں اِس تبدیلی کا سبب کیا ہے !

اِسے تمثیل ہی سمجھیے کہ میں نے ان دِنوں ایک کتاب ''الحقائق الطیور'' پڑھی یعنی پرندوں کے بارے میں معلومات ۔اُس میں درج ہے کہ تین پرندے بہت قیمتی ذی قدر اور نایاب ہیں جن کا نام بھی ہے اور وجود بھی، لیکن اُن کا دیدار نصیب والوں ہی کو میسر آتا ہے۔اُن تین پرندوں کے نام یہ ہیں:

ہُما

عنقا

صبیح رحمانی

والسلام

عاصی کرنالی

۸/ فروری ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی!

سلام۔''نعت رنگ'' کی صورت میں آپ کی جانب سے نزولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شمارے کے حرف حرف پر آپ کو اور آپ کے معاونین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ نئ شعری

تصنیف ''مرحلۂ شوق'' [۱] چھپی ہے۔ آپ کو بھیج رہا ہوں۔

اس کے صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۳ پر آپ کے لیے کہی گئی توصیفی نظمیں شامل ہیں۔ پڑھیے اور میرا شکریہ ادا کیجیے۔

انتخابی بورڈ کے لیے آپ نے میرے نام کی شمولیت کے بارے میں پوچھا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنی تقریباً تمام کتب جھنڈیر لائبریری کے حوالے کردی ہیں (یہ لائبریری پاکستان کے بے شمار اہلِ تحقیق کا مرکزِ مطالعہ ہے) اس لیے اب اگر میں کسی عہد کے نعت گوشعرا کی نعتوں کو چنوں تو میرے لیے دشوار ہوگا۔ الاّ یہ کہ آپ اس کام کے لیے مجھے حوالے کی کتب مستعار فراہم کردیں۔

انتخاب کے اس عمل کے لیے (جو آپ کے مدنظر ہے) میری ایک اختلافی رائے ہے اُس پر مخلصانہ غور کیجیے۔

حمد ونعت کے بہت سے منتخبات اس سے پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس لیے کسی نئے انتخاب کی ضرورت یا افادیت زیادہ نہیں ہے۔ ویسے بھی کوئی انتخاب، قارئین کو اصل تخلیق یعنی شاعر کی مکمل کتاب سے بے تعلق کردیتا ہے۔ ایک اور بات کہ آج کل قارئین کا یہ حال ہے کہ کتاب پر زرِکثیر صرف کرکے اُسے چھاپیے اور مفت تقسیم کردیجیے... میری رائے میں اس انتخابی عمل کی بجائے اپنی یا کسی اہم شخصیت کی کوئی تخلیقی کتاب شائع کردیجیے۔

اس کے باوجود اگر عزم ہی ہے تو مجھے حوالے کی کتب مع ضوابط وشرائط انتخاب بھجوا دیجیے گا۔ میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

والسلام

عاصی کرنالی

۱۔ ۲۰۰۵ء، ملتان: کتاب نگر، ۲۴۰ص

عباس رضوی (کراچی)

برادرم مبین مرزا کے دفتر میں آپ سے ایک آدھ ملاقات ہوئی ہے اور آج تک بقول شاعر: وہی ایک آدھ ملاقات چلی آتی ہے۔

سبب وہی سادہ اور نہایت عام فہم یعنی یہ کہ آپ قدسیوں کی محفل کے آدمی ہیں اور میں عاصیوں کا ہم نوالہ وہم ...... خیر ہم پیالہ میں بھی نہیں ہوں مگر ان دونوں دنیاؤں کا آپس میں کبھی کبھار رابطہ یا اصطلاح جدید میں Inter Action ہو جائے تو ہرج ہی کیا ہے۔ میں آپ کے پرچے ''نعت رنگ'' کے عشاق میں سے ہوں اور اسی لیے غبار میر کی طرح دور بیٹھا ہوں۔ ہر چند کہ نعتیں کم لکھی ہیں مگر نعت گوئی کی سرشاری سے تھوڑا بہت واقف ہوں مگر میں اس سلسلے میں توفیقات کی بات نہیں کروں گا کہ سرکارِ دو عالم کی بارگاہ تو بارگاہ ہے جہاں سے کوئی سوالی خالی ہاتھ جاتا ہی نہیں۔ اور یہ کہ کوئی نعت کا قصد کرے اور اسے نعت عطا نہ ہو۔ میرا دل نہیں مانتا۔ میں نے دل کے حوالے سے دلیل تو پیش کردی ہے مگر خوف زدہ ہوں کہ احباب اس پر خفا نہ ہو جائیں۔ اور یہ خوف سب سے زیادہ حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑی کا ہے جن کے تبحر علمی کا میں دل سے قائل ہوں اور جن کا علم ''نعت رنگ'' کے صفحات پر جابجا بکھرا ملتا ہے۔ شاید یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ میں حضرت علامہ کے لاکھوں مداحوں میں سے ہوں۔ میں ''نعت رنگ'' جیسے خوب صورت اور خوب سیرت جریدے کا اس لیے بھی قاری ہوں کہ اس جریدے نے نعت پر تنقید کے طلسم کو توڑ دیا ہے۔ ''نعت رنگ'' نے اس مسئلے کو خالص علمی اور ادبی انداز سے پیش کیا ہے اور نعت پر بحیثیت صنف سخن ہونے والے مباحث نہایت قیمتی اور علم افروز ہیں اور اب یہ بات قریب قریب طے پا گئی ہے کہ زبان و بیان اور دیگر لوازمات شعری پر گفتگو ایک تنقیدی عمل ہے اور یہ کہ اس صنف سخن کی حیثیت جس قدر مذہبی ہے کم و بیش اسی قدر ادبی بھی ہے۔ روایت تو یہ ہے کہ ''نعت رنگ'' کے حصہ خطوط میں صرف ان نعتوں اور مضامین پر بحث ہوتی ہے جو ''نعت رنگ'' میں شائع ہوتے ہیں مگر میں مدیر ''نعت رنگ''۔ قارئین ''نعت رنگ'' اور اراکین مجلس مشاورت (اس مجلس میں بلاشبہ بڑے بڑے صاحبان علم و کمال موجود ہیں) کی توجہ نعت کی عمومی صورتِ حال کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ میں جس موضوع پر توجہ کا طالب ہوں تو میرے مخاطب یہی لوگ یا اسی اندازِ فکر کے لوگ ہوسکتے ہیں میں آپ سب حضرات (محض حضرات سے خطاب اس لیے کہ میں نے اس حصے میں کسی خاتون کا خط نہیں دیکھا شاید خواتین کے لیے اس مردان خانے میں آنا منع ہے۔ حضرت علامہ کی توجہ بھی درکار ہے) کی توجہ دو ایسی نظموں کی جانب مبذول کراتا ہوں جن میں سے ایک کو حمد اور دوسری کو منقبت کا نام دیا گیا ہے اور یہ نظمیں ایک سرکاری ادارے یعنی اکادمی ادبیات پاکستان کے جریدے ''ادبیات'' کے خصوصی شمارے اپریل۔ ستمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہیں ان دونوں نظموں کے شاعر ہیں جناب محترم ظفر اقبال جو نہایت مشہور و معروف کالم نگار بھی ہیں اور صاحبِ طرز و صاحب

اسلوب شاعر بھی۔ جناب ظفر اقبال نہ صرف زبان و بیان کی انفرادیت بلکہ ترکیب نحوی کے پرخچے اڑانے کے حوالے سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ شر پسندی اور شرانگیزی میں بھی ایک طرزِ حاصل کے موجد و بانی ہیں۔ (میں تو حیران ہوں کہ وہ ''رطب و یابس'' اور ''ہے ہنومان'' تک ہی کیوں محدود رہے۔ ان کے کسی شعری مجموعے یا ان کے کلیات کا نام ''شعرِ شرانگیز'' کیوں نہ رکھا گیا)
قارئین ''نعت رنگ'' کی آسانی کے لیے جناب ظفر اقبال کی ''حمد'' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

حمد

تو ہر شے کا مالک ہے
میں جو جو مانگتا ہوں
مجھے دے دے
پیشتر اس کے
تیرے گھر میں
سیندھ لگا کر
میں وہ سب کچھ
حاصل کرلوں

فارم کے اعتبار سے یہ نثری نظم ہے مگر میں مدیر و قارئین ''نعت رنگ'' سے مدد کا طالب ہوں کہ کیا یہ حمد ہے؟ بار بار قرأت کے بعد بھی اس میں صرف ایک ہی لائن ایسی نظر آتی ہے جسے حمد کہا جاسکے یعنی اس کی پہلی لائن ''تو ہر شے کا مالک ہے'' اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ مجھ کم علم کی نگاہ میں گستاخی بہ حضور ربّ کائنات ہے۔ کیا اللہ رب العزت سے مانگنے کا یہ طریقہ ہے؟ میرا سوال صرف یہ ہے کہ کیا حمد کے نام پر لکھی جانے والی نظموں کو ہمیں خاموشی سے برداشت کرتے رہنا چاہیے؟ کیا ''با خدا دیوانہ با...'' کا یہ مطلب ہے؟ کیا اکادمی ادبیات کی اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ کیا ظفر اقبال سے ڈرنے والے اللہ سے نہیں ڈرتے؟

اسی جریدے یعنی ادبیات کے خاص نمبر اپریل ستمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہونے والی ایک حمد اور ایک مناجات سے محض نموتاً ایک ایک شعر۔ ذرا دیکھئے تو سہی کہ عبدیت کس حسن ادا سے حمد اور مناجات کے پیکر میں ڈھلی ہے۔

متاعِ غم کو وہی آنسوؤں میں ڈھالتا ہے
جو موتیوں سے بھری سیپیاں اچھالتا ہے

(حمد۔نادر جاجوی)

تیری عظمت کی اور کیا ہو مثال
ماورائے خیال تیرا خیال

(مناجات۔رفعت سلطان)

اور اب جناب ظفر اقبال کی ایک منقبت بھی ملاحظہ فرمائے۔

منقبت

آپ علم کا دروازہ ہیں
جو سب پر واکشادہ ہے
لیکن بعض بدنصیب
اوّل تو اس میں داخل ہی نہیں ہوتے
اور اگر ہوں بھی
تو الٹے پاؤں
باہر نکل آتے ہیں

میں ایک اوسط درجے کا قاری اور شعر و ادب کا ایک ادنیٰ طالبِ علم منقبت کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ وہ نظم ہوتی ہے جس میں شاعر اپنے ممدوح کے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے لیکن درجِ بالا منقبت کے شاعر نے صرف ابتدائی تین لائنیں۔ (مجموعی طور پر محض گیارہ الفاظ) ایسی لکھی ہیں جو منقبت کی ذیل میں آتی ہوں اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ منقبت نہیں ہے پھر یہ کہ اس میں کوئی فنی حسن یا شعری خوبی یا نثر کی کوئی تراشیدہ لائن بھی نہیں ہے۔ کیا اس طرح کی چیزوں کو حمد یا منقبت کے نام پر قبول کیا جاسکتا ہے؟ کیا ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ حمد یا منقبت کے نام پر جو چاہے لکھے؟ مدیر و قارئین ''نعت رنگ'' سے مدد اور رہنمائی کی درخواست ہے۔

عباس رضوی

☆عباس رضوی، شاعر، ادیب، نعت نگار۔

عبدالباری، سید، ڈاکٹر (انڈیا)

30-06-2000

مکرمی صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون

خدا کرے مزاج عالی بخیر ہو۔ میرے دوست ندیم صدیقی معاون مدیر'' انقلاب'' بمبئی نے ایک خط سے مطلع کیا کہ آپ نے ''نعت رنگ'' کے کسی نمبر میں میرا ایک مضمون[ا] شائع فرمایا ہے ممنون ہوں۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کے متعدد وقیع نمبر آپ کے ادارہ سے منظر عام پر آچکے ہیں ۔فقیر آپ کی ان گراں قدر مساعی پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

اردو تنقید اور انشائیہ میں اس نا اہل کو بھی کچھ دخل ہے۔ ۶،۷ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اسکے علاوہ شبنم سبحانی کے قلمی نام سے کبھی کبھی شعراور نعت وغیرہ بھی لکھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے ۔لاہور ایک بڑے سیمینار میں حضرت علی میاںؒ کے ساتھ چند سال قبل جا چکا ہوں خواہش ہے کہ آپ سے بھی روابط استوار ہوں ۔

ممکن ہوتو وہ شمارہ جس میں میرامقالہ شائع ہوا ہے آپ مجھے ارسال فرمادیں پھر رسالہ کا معیار اور مذاق سمجھ کر آپ کی کچھ خدمت انجام دے سکوں گا ۔

خدا کرے آپ کی ادبی خدمات کا سلسلہ دراز ہو۔

خیر طلب

عبدالباری

☆ ڈاکٹر سید عبدالباری، شاعر، ادیب، ریڈر: شعبۂ اردو، اودھ یونیورسٹی (انڈیا)،

صدر: ادارۂ ادبِ اسلامی ہند۔

ا۔''اردو مثنوی میں حمد و مناجات''/ سید عبدالباری، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۷، ص ۹۵۔۱۰۶

عبدالحق خاں حسرت کاسگنجوی، ڈاکٹر

۸/فروری ۲۰۰۶ء

جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم

سوچ رہا ہوں یوں تو آپ کی بے پناہ مصروفیات کی بنا پر ملاقات ممکن ہی نہیں۔ اب جب میں کراچی گیا تو بغیر فون کرکے اور بغیر بتائے کسی دن خود آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دوں گا یعنی پیاسا کوئیں کے پاس پہنچے گا۔ آپ سے ملنے کا لطف یوں بھی ہے کہ آپ بے لاگ تبصرے کرتے ہیں۔ پوری کراچی کی ادبی اور دینی معلومات رکھتے ہیں پھر نہ جانے کیا بات ہے کہ آپ کی باتوں میں علمی ادبی موضوع اتنے زیادہ اور مؤثر ہوتے ہیں کہ جی خوش ہوجاتا ہے۔اللہ آپ کوخوش وخرم رکھے۔

حسرت کاسگنجوی

☆ ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی، ادیب، نقاد، مترجم، افسانہ نگار، ناول نگار، کتب: ''خدیجہ مستور بحیثیت ناول نگار''، ''سجاد ظہیر کی ناولٹ نگاری''، ''فیض احمد فیض اپنی شاعری کے آئینے میں''، ''پرکھ''، ''بیسویں صدی میں اردو ادب''، ''ادب۔علمی اور فکری زاویے''، ''نغمۂ محبت''، ''ہم لوگ''، ''آدھا سورج''، ''آدھا سایا'' و دیگر۔

۱۵۔۵۔۲۰۰۹

جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم

کہنے والے کہتے ہیں کہ دروازے پر کھڑے ہوکر اگر آپ کو آواز دی جائے تو آواز آپ تک پہنچ جائے گی کوئی وعدہ کرنا آپ سے سیکھے۔ حضرت آخر یہ کیا آپ کی کرامات ہیں کہ جب آپ یاد آتے ہیں تو مسلسل یاد آتی ہے۔ کچھ بر جستہ جملے کچھ دانائی کی باتیں کچھ مذہبی معلومات آپ سے کیا کچھ سیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ آپ نظر التفات تو کریں۔ کراچی دو تین دن کے لیے آنا ہوتا ہے۔ پھر وہی کنجِ تنہائی یاد آتا ہے۔حیدر آباد چھوٹا اور مختصر ضرور ہے لیکن بھائی بڑا سکون ہے اب وقت بھی وہ آگیا

ہے کہ ہر وقت اللہ ہی اللہ ہے۔

میرے فون میں کراچی میں ایسی خرابی ہے کہ موبائل نہیں لگتا یہ میری غلطی ضرور ہے لیکن قابل معافی ہے چلو نہ آؤ فون تو کرلیا کرو۔

حسرت کاسگنجوی

❁

عبدالحکیم شرف قادری، محمد، علامہ (لاہور)

مولانا مقصود حسین صاحب کی معرفت آپ کے نعتیہ کلام کا انتخاب اور نعتیہ ادب کے کتابی سلسلہ کے ''نعت رنگ'' کے چار شمارے (۵،۶،۷،۸) موصول ہوئے، ممنون لطف وکرم ہوں کہ آپ نے اتنے دیدہ زیب، دلکش اور قیمتی تحائف اس فقیر کو ارسال کیے، راقم اس عنایت پر شکرگزار ہے اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حمد ونعت کے اُجالے کی برکت سے موجودہ دور کی لادینیت اور فتنہ وفساد کی تاریکیاں دور فرمائے۔

''نعت رنگ'' کے سلسلے کی ہر کتاب کتابت، طباعت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہے اور ٹائیٹل تو اتنے خوب صورت کہ انھیں فریم کروا کر سامنے رکھنے کو دل چاہتا ہے۔ گلستان نعت میں آپ نے ''حمد نمبر'' شامل کرکے اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری محافل میں حمد پیش کرنے کا التزام کیا جائے یہ تسلیم کہ نعت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، کیوں کہ نعت اللہ تعالیٰ کے شاہکار اعظم کی تعریف وتوصیف ہے لیکن حمد کے دوسرے انداز بھی تو ہیں جو آیۃ الکرسی، سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص وغیرہ سورتوں میں اختیار کئے گئے ہیں۔

آپ نے اپنی کتاب کے صفحات کو تنقید کرنے کے لیے بھی کھلا رکھا ہے، جس کا ثبوت ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مقالہ ''مصرع رضا اور کشفی صاحب'' جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۸ کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ اسی طرح آپ تنقیدی مکتوبات کو بھی پوری وسعت ظرفی کے ساتھ جگہ دیتے ہیں جس کی عمدہ مثال مولانا کوکب نورانی زیدہ مجدہ کا مکتوب ہے جو آپ نے ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۵ کے صفحہ ۳۷۰ پر شائع کیا ہے، دراصل معقول اور مدلل انداز میں اختلاف اور اظہار بھی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مفید ہے اور فاصلوں کو کم کرنے کے کام آسکتا ہے۔ چند ایک امور کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط اپنے مقالہ ''اردو نعت گوئی کے موضوعات'' شمارہ ۵، صفحہ ۵۷ میں لکھتے

ہیں کہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے بھی لکھا تھا ''معراج سے متعلق احادیث صحیحہ میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔'' صحیح اور ضعیف حدیث کی دو متقابل قسمیں ہیں۔ صحیح ہوگی تو اس میں ضعف نہیں ہوگا اور ضعف ہوگا تو وہ صحیح نہیں ہوگی ان دونوں کو جمع کرنا آگ اور پانی جمع کرنے کے مترادف ہے۔

۲۔ یہی ڈاکٹر صاحب صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں ''اب ایک نعت گو توحید کے متوالے شاعر کی جرأت رندانہ نہیں بلکہ مشرکانہ ملاحظہ ہو (چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں) اوتاروں کی شان میں لکھے گئے بھجن بھی اس کفریہ کلام کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ (ایک سطر کے بعد لکھتے ہیں) ثنائے محمدی ﷺ کو ''حمد'' کی شکل میں پیش کرنے کا فن کس قدر مذموم اور نارواہے۔'' حالانکہ حمد اور ثنا دونوں کا معنی تعریف ہے، نبی اکرم ﷺ کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں ہوسکتی؟

ان سب تبصروں کے باوجود آخر میں لکھتے ہیں ''نعت گوئی کے یہ چند موضوعات تھے، ان پر قصر نعت تعمیر کرکے اردو کے نعت گو شعرا سمجھ رہے ہیں گویا انھوں نے جنت میں گھر تعمیر کرالیے ہیں، جو کچھ بعید بھی نہیں کہ اللہ ان کی اسی سرشارانہ عقیدت رسول سے خوش ہوجائے اور یہی نعتیں ان کے لیے حدائق بخشش بن جائیں۔'' (ص ۶۰)

اب آپ ہی بتایئے کہ کافرانہ اور مشرکانہ اشعار لکھنے والوں کی نعتیں کیسے حدائق بخشش بن جائیں گی؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں صاف فرمارہا ہے کہ شرک کی مغفرت نہیں ہوگی۔

غرض یہ کہ آپ کا کام جتنا اہم ہے، اتنا ہی نازک ہے اور اس میں اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے، خوب چھان پھٹک کے بعد مقالات کی اشاعت ہونی چاہیے۔

۳۔ شمارہ ۷، صفحہ ۸۳ میں ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں۔ ''اسی حمد میں یا کسی منقبت و مدحت میں کسی عبد یا بشر سے بھی طالب امداد ہوتا ہے اور گویا اسے صفاتِ الٰہی میں شریک گردانتا ہے۔

حالاں کہ ہم میں سے تقریباً ہر شخص حاکم، حکیم یا عزیز واقربا سے مدد مانگتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم مشرک ہوگئے ہو، حضرت ذوالقرنین نے کہا اعینونی بقوۃ [۱] تم طاقت کے ساتھ میری مدد کرو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں من انصاری الی اللہ[۲] کون ہے اللہ کی طرف میری امداد کرنے والا؟ کیا اسے بھی شرک کہا جائے گا؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق کو مستقل جان کر اس سے مدد مانگنا شرک ہے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر ہے تو اس میں حرج نہیں۔

۴۔ حمد نمبر کے صفحہ ۲۷۰ پر ایک شعر ہے:

یزداں، مولا، رام، گرو
اندر جملہ اسماء اُو

ایک دوسرا شعر ہے:

بستہ اس کے ذکر سے ہے
مالا، سبحہ اور جینو

استغفراللہ! اسلام اور ہندومت میں کیا فرق رہ گیا؟ اس کی ذمہ داری صرف شاعر پر نہیں، ناشر پر بھی عائد ہوتی ہے۔ یہ تو چند مقامات ہیں جو مختصر وقت میں سامنے آئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے حمد و نعت کے موضوع پر تفصیلی مقالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆علامہ عبدالحکیم شرف قادری (۱۹۴۴۔۲۰۰۷ء)، ممتاز عالم دین، ادیب، محقق، مصنف، مترجم، چند کتب کے نام: ''یادِ اعلیٰ حضرت''، ''من عقائد اھل السنۃ''، ''خدا کو یاد کر پیارے''، ''اندھیرے سے اجالے تک''، ''شیشے کے گھر''، ''سوانح سراج الفقہاء''۔

۱۔سورۃ الکہف، آیت: ۹۵ ۲۔سورۃ الصّف، آیت: ۱۴

---

۳ / محرم ۱۴۲۷ھ

جناب سید صبیح رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مولانا مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی زید مجدہ کی عنایت سے مجلّہ ''نعت رنگ'' کا مولانا احمد رضا خان نمبر'' موصول ہوا، دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا، ہر صفحے پر نظر پڑتے ہی زبان پر بے ساختہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کے کلمات جاری ہوجاتے، آپ نے زیادہ سے زیادہ نئے مقالات شاملِ اشاعت کیے ہیں، امام احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر اگر آپ پرانے مقالات جمع کریں تو ایک سے زیادہ نمبر باآسانی نکال سکتے ہیں۔ مقالہ نگار حضرات نے بھی ایمانی اور ادبی ذوق میں ڈوب کر خامہ فرسائی کی ہے اور امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کے بہت سے محاسن کو بڑی خوش اسلوبی سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

آج جب کہ لادین قوتیں ایٹمی طاقت رکھنے والے پاکستان پر پوری طاقت سے اپنی

تہذیب، اپنی ثقافت اور اپنے لادین نظریات ٹھونس رہی ہیں اور ہمارے حکمران بڑی سعادت مندی کے ساتھ ان کے پروگرام کو آگے بڑھا رہے ہیں، ایک خطے کے نصاب سے طریقۂ نماز نکال دیا گیا ہے۔ آیاتِ جہاد نصاب سے نکالی جا رہی ہیں، مجاہدینِ اسلام اور مجاہدینِ تحریکِ پاکستان سے متعلق مضامین حذف کیے جا رہے ہیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ ریس کو عبادت کا درجہ دیا جا رہا ہے اور جو لوگ اس جاہلانہ رسم کو پسند نہیں کرتے، انھیں اسلام کے نام پر معرضِ وجود آنے والے ملک میں آنکھیں بند کر لینے کا مشورہ دیا جا رہا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی اور آخر میں بھی غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔'' میں بجا طور پر سمجھتا ہوں کہ غربتِ اسلام کا آغاز ہو چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس پر جس طرح احتجاج ہونا چاہیے وہ بالکل نہیں ہو رہا، ٹی وی نے تو بے پردگی کی مہم چلا رکھی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ایسے گھپ اندھیرے میں ضرورت ہے کہ:

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دو

اور آپ نے اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

تھوڑی سی دوسرے پہلوؤں پر بھی گفتگو سن لیں:

(۱) ص ۱۷۰ پر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کا مضمون پڑھنے لگا تو پہلی سطر پڑھ کر ہی چونک گیا، میرا دل نہیں مانتا کہ ڈاکٹر انجم جیسے فاضل نے یہ کلمات لکھے ہوں گے اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ نے اسے شائع کیسے کر دیا۔ وہ کلمات ملاحظہ ہوں:

> ذکرِ حق کے بعد ذکرِ رسولِ مقبول ﷺ افضل ترین عبادت ہے اور اس عبادت میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔ (ص ۱۷۰)

یہ وہ سنگین ترین کلمات ہیں جن کی وجہ سے لکھنے والے شائع کرنے والے اور پروف ریڈنگ کرنے والے سب پر توبہ فرض ہے، ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔ اسی مقالے میں یہ الفاظ بھی قابلِ توجہ ہیں:

> بعض علما نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قرآن کے تیسوں پارے رسول مقبول ﷺ کی مکمل نعت میں ہیں۔

ایسے علما سے صرف اتنی گزارش ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے بھی تو

رہنے دیں، کچھ دوسرے انبیائے کرام کے واقعات، اطاعت شعاروں کے اجر وثواب اور معصیت کاروں اور کافروں کے عذاب کے لیے بھی تو کچھ حصہ رہنے دیں، آج بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نعتیں جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور نمازوں کے قریب نہیں جانتے۔

(۲) جناب ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب کا مقالہ بڑا جان دار ہے اور انھوں نے بڑی عمدگی کے ساتھ قارئین کو بھی سلامِ رضاؔ کے دو باغوں کی سیر کرائی ہے۔ ایک جگہ انھوں نے فرمایا ہے:

دولھا، برات، نوشہ، شادی، نوشہ کے تلازمے نہ جانے حضرت احمد رضا خاں صاحب اور ان کے دبستان کے بہت سے شاعروں اور مقرروں کو کیوں اس درجہ پسند تھے۔ نوشۂ بزمِ جنت کو مرکزِ بزمِ جنت، شانِ بزمِ جنت، رونقِ بزمِ جنت، کعبۂ بزمِ جنت کچھ بھی کہا جاسکتا تھا۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب نے اس تلازمے کی توجیہ کی ہے، تاہم اس سلسلے میں یہ ضرور عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ: نوشۂ بزمِ جنت کی ترکیب سامنے آنے کے بعد سچی بات ہے کہ باقی جتنی ترکیبیں بیان کی ہیں کسی میں وہ حسن اور جاذبیت نہیں ہے جو اس ترکیب میں ہے، عربی کا ایک مقولہ ہے ''**لاعطر بعد عروس**'' دلھن کے عطر کے بعد کسی عطر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ بزمِ جنت کے دولھا ہیں باقی سب براتی ہیں۔ (یعنی طفیلی)

''دلائل الخیرات'' میں ہے (**و عروس مملکتک**) اے اللہ اپنی مملکت کے دولھا پر رحمتیں نازل فرما۔

اس کی شرح میں علامہ فاسی نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے اور ''مواہب لدنیہ'' کے حوالے سے بعض علما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ (**ولقدرآی من آیاتِ ربه الکبری**) اس کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ملکوت (عالم بالا) میں اپنی صورت دیکھی (**فاذا ھو عروس المملکة**) تو آپ ہی مملکتِ الٰہیہ کے دولھا تھے۔ (دیکھیے مطالع المسرات عربی، ص۲۲۳)

(۳) ٹائٹل پیج کی پشت پر آپ نے بے پردہ عورت کی تصویر شائع کی ہے۔ حالاں کہ کسی بھی جان دار کی تصویر بنانا چھاپنا بغیر کسی شدید مجبوری کے جائز نہیں ہے۔ کاش آپ اس سے اجتناب فرماتے۔

آخر میں اس یادگار نمبر کے شائع کرنے پر تہِ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، ان شاء اللہ العزیز یہ نمبر عرصۂ دراز تک ریفرنس بک کے طور پر اہلِ علم کے کام آتا رہے گا، ہاں علامہ کوکب

نورانی کا مقالہ بڑا بھرپور، معلوماتی اور باحوالہ تھا، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر اور قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

27-07-2001

محترم ومکرم جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! مزاج شریف۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ[نمبر۱۱] موصول ہوا، حسب سابق دل کش و دل رُبا، روح پرور اور ایمان افروز، حکیم محمود احمد برکاتی کی نظم پڑھ کر رقت طاری ہوگئی، خاص طور پر اس بند پر:

کہنا ہے جا کر اے عالم آرا
ربّ محمد! اے ربّ کعبہ!
بارے الٰہ بارے الٰہ!
اے وائے القدس! اے وائے ڈھاکہ

ڈاکٹر ابوسفیان کا مضمون ''شوقی اور ان کا نعتیہ قصیدہ ''الحضریۃ النبویۃ'' خاصا معلوماتی ہے۔ مولائے کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ظہیر غازی پوری (بھارت) کا مقالہ ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' بھی معلومات افزا اور چشم کشا ہے۔، انھوں نے بہت سے اشعار نعت پر صحیح گرفت کی ہے اور ہونی بھی چاہیے۔

انھوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ کے ایک شعر پر معنوی اور فکری اعتبار سے گرفت کی ہے وہ شعر یہ ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

ظہیر غازی پوری کہتے ہیں کہ:

اللہ ربّ العزت چوں کہ بے جسم، بے پیکر اور بے بدن ہے، اس لیے دنیاوی محبوب ومحبّ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا۔

(''نعت رنگ''، شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص۱۳۱)

یہ عبارت بالکل غیرواضح ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جسم ہے اور اس شعر

میں اسے مجسم بنا کر پیش کیا گیا ہے، اگر یہ مطلب ہے تو یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں، کیوں کہ شعر کے کسی حصے اور کسی پہلو سے یہ مطلب نہیں نکلتا۔ پھر یہ بات بھی سمجھ سے بالا ہے کہ ''دنیاوی محبوب ومحبّ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا، کیوں؟ کیا اس لیے کہ وہ اُخروی ہے، دنیاوی محبوب نہیں ہے؟ اللہ والے دنیا میں بھی اس سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں، آخرت میں بھی، اس سے زیادہ محبت کریں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **یحبهم و یحبونه**۔(۵/ ۵۴)

ظہیر صاحب پھر لکھتے ہیں:

> ویسے بھی محبوب کو مالک کا درجہ عطا کرنے کا سیدھا اور صاف مطلب ہوا کہ رسول کو خدا کہا یا تسلیم کیا اور یہی وہ مقام ہے جہاں بہ قول حضرت احمد رضا خاں صاحب، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت تک پہنچ جاتا ہے۔

اس عبارت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو مالک مان لینے سے شرک لازم آتا ہے۔ کس چیز کا مالک ماننے سے شرک لازم آتا ہے؟ اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ **فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او مالملکت ایمانکم.** (۴/ ۳)

اگر تمھیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکوگے تو ایک عورت سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ سے استفادہ کرو۔

۲۔ **او ما ملکتم مفاتحه.** (۲۴/۶۱)

یا تم جس گھر کی چابیوں کے مالک ہو۔

۳۔ **قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللّٰه.** (۷/۱۸۸)

۴۔ **لایملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهدا۔** (۱۹/ ۸۷)

بندے شفاعت کے مالک نہیں ہاں جس نے اللہ سے عہد لیا۔

۵۔ **واتبعوا ماتتلوا الشیاطین علی ملک سلیمن۔** (۲/۱۰۲)

انھوں نے اس جادو کی پیروی کی جس کی تلاوت شیطان کیا کرتے تھے، سلیمان کی حکومت کے زمانے میں۔

غور وفرمائیں ان آیات میں انسان کو غلاموں اور لونڈیوں کا مالک قرار دیا، گھر کی چابیوں کا مالک فرمایا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نفع وضرر کا مالک قرار دیا، جس کے پاس عہد ہے اسے

شفاعت کا مالک قرار دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک کا مالک قرار دیا اور کہیں شرک لازم نہ آیا، کیوں کہ قرآن پاک میں شرک کا سوال ہی نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک ماننے سے شرک کیسے لازم آ گیا؟

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ''شرح عقائد'' میں فرماتے ہیں کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب بالذات مانا جائے یا مستحق عبادت مانا جائے۔(شرح عقائد) مالک ماننے سے شرک تب لازم آئے گا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جیسا مالک مانا جائے، کیوں کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب بالذات ماننا پڑے گا۔ جب کہ امام احمد رضا فرماتے ہیں،''میں تو مالک ہی کہوں گا'' یہ الفاظ خود پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے چوں کہ ربّ کریم نے آپ کو کائنات میں تصرف کا اختیار دے رکھا ہے، اس لیے میں تو یہی کہوں گا کہ آپ بھی مالک ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اس کی اجازت سے، دیکھیے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر۔ (۱۹/۳)

میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی مورت پیدا کرتا ہوں۔

ہوسکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلق اور ایجاد کی نسبت اپنی طرف کرنا شرک ہے، لیکن اس کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اذن کا صراحۃً ذکر ہے۔ **(فیکون طیرا باذن اللّٰہ)**

آیئے! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور تصرف کی ایک جھلک دیکھیں:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار وزیروں سے تقویت دی ہے، دو آسمان والے جبرئیل اور میکائیل اور دو زمین والے ابوبکر اور عمر۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں روایت کیا۔ (الصواعق المحرقۃ، ابن حجر مکی، ص۷۸)

ظاہر ہے کہ وزیر بادشاہ ہی کے ہوتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر آسمان میں اور دو زمین میں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی:

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے، چاند اشاروں سے ہو چاک

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم سوئے ہوئے تھے، ہمارے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور ہمارے ہاں رکھ دی گئیں۔ (مسلم شریف، عربی ۱/۱۹۹)

بخاری شریف (ص۵۸۵) میں ہے، **اعطیت مفاتیح خزائن الارض**۔ ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

اس حدیث کے تحت علامہ محمد عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

یا دنیا کے تمام خزانے مراد ہیں، بندے جس چیز کے مستحق ہیں وہ انھیں نکال کر دیتے ہیں، اس جہان میں جو کچھ ظاہر ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہی دے گا جس کے ہاتھ میں چابی ہوگی۔(فیض القدیر،شرح جامع صغیر، ۱/۵۶۴)

حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں فرمایا، ''**سل ربیعه!**'' مانگو۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کہتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو مانگو۔ نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مطلب کی تخصیص نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ حضور اقدس ﷺ کے دست ہمت و کرامت میں ہے، جسے چاہیں جو چاہیں اپنے رب کے اذن سے عطا فرمائیں۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں:

فان من جودک الدنیا و ضرتها
و من علومک علم اللوح والقلم

دنیا و آخرت آپ کے جود و کرم کا حصہ ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے۔ (مسک الختام، طبع کان پور، ۱/۲۷۶)

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو ارشاد فرمایا:

اسلموا تسلموا و اعلموا ان الارض للّٰه و رسوله.

اسلام لے آؤ، محفوظ ہوجاؤ گے اور جان لو کہ زمین اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ہے۔ (بخاری شریف، عربی، ج ۱، ص۴۴۹)

دراصل بات یہ ہے کہ اگر بادشاہ اپنے وزیر کو اور آقا اپنے غلام کو اپنی تمام مملوکہ اشیا میں مختارِ عام بنا دے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وزیر بادشاہ کے برابر ہوگیا ہے اور غلام اپنے آقا کے برابر ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو کائنات میں تصرف کا اختیار دیا ہے تو اس سے برابری

اور شرک کہاں سے لازم آ گیا؟

امام احمد رضا نے پیش نظر شعر میں محبت کے لطیف ترین جذبے کے حوالے سے استدلال کیا ہے کہ ہمیں جس سے محبت ہو اور دل کی گہرائی سے محبت ہو، اس کے ساتھ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ چیز میری ہے اور یہ تمھاری ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو محبت کے جذبۂ لطیف سے عاری ہو اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی کائنات میں تصرف کی اجازت دے رکھی ہے۔ علامہ اقبال اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بندے کا محتاج ہوجاتا ہے بلکہ مطلب یہ کہ بندہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں اس طرح فنا کردیتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وہی بندے کی رضا ہے۔

ظہیر صاحب اس کے باوجود لکھتے ہیں:

کشف اور کیف کے عالم میں محبّ رسول اگر اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو ادل اور مذہبی نقطۂ نظر سے یہ کیفیت قابلِ گرفت ہے، مگر اللہ بڑا مہربان ہے اورغفور الرحیم بھی تو ہے۔ (''نعت رنگ''،ص۱۳۲)

جب ایک رویہ یا نظریہ حد شرک میں داخل ہوجائے تو وہ ناقابلِ معافی ہے، اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہونے کے باوجود اسے نہیں بخشتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ۔ (۴/۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔

ظہیر صاحب خود یہ لکھ گئے ہیں:

اپنے نور سے بھی اس نے ایک پیکر تراشا جو اس کے لیے محبوب ترین تھا، وہ نور پیشانیٔ آدم میں محفوظ ہوا اور محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا۔

(''نعت رنگ''،ص۱۳۱)

اپنے نور سے ایک پیکر تراشنے کا تصور بڑا ہول ناک ہے، کیوں کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اجزا سے پاک ہے۔ مذکورہ بالا عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے ایک ٹکڑے کا پیکر تراشا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے پیدا کردہ اوّلین نور سے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو پیدا کیا، یہ نہیں کہ ایک پیکر پیدا کیا وہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچا۔

یہ چند سطور راقم نے تحریر کی ہیں، اگر آپ تفصیل دیکھنا چاہیں تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''الامن والعلیٰ''[۱] ملاحظہ فرمائیں، راقم کی عربی کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' کا ایک باب ''المعجزہ وکرامات الاولیاء'' ملاحظہ فرمائیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

ا۔ ۱۳۹۶ھ، لاہور: شبیر برادرز، ۲۳۲ص

عبدالعزیز خالد (لاہور)

''نعت رنگ'' کے مارچ اور اپریل ۲۰۰۰ء کے دونوں شمارے (۹۔۱۰) ملے۔ اس کرم فرمائی کا نہایت ممنون ہوں۔ میں نے پوچھا تھا کہ چند سال پہلے جو میں نے تین نعتیں بھجوائی تھیں، ان میں سے ایک مطبوعہ شکل میں نظر سے گزری۔ باقی دو کا پتا نہیں چلا۔ اگر وہ شائع ہوئی ہوں تو ان کی فوٹو اسٹیٹ بھجوا کر مزید ممنون فرمائیں۔ اسی زمانے میں، میں نے ایک خط میں آپ کی توجہ اعراب (املائی حرکات، زیر، زبر، پیش، شد) کی طرح دلائی تھی کہ ان سے بے اعتنائی کر کے ہم اردو زبان و بیان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں اور نسل نو کو اردو سے بیگانہ کر رہے ہیں۔ اب تو اعراب والے کمپیوٹر بھی دستیاب ہیں۔

شمارہ (۱۰) میں جناب رشید وارثی صاحب نے اپنے طویل اور فاضلانہ مضمون ''اردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں'' میں صفحہ ۲۱ اور ۲۲ پر اس خاکسار کے دو شعر بھی سوئے ادب کے ضمن میں نقل کیے ہیں:

یہ قلب سلیم اس کا پڑھتا ہے کلمہ
جس الیلیے افعی نے اس کو ڈسا ہے
طبیعت میں وہ قدرتی شرم جیسے
کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے

پہلے شعر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ شاعر کا قلب سلیم اس

انوکھے یا خوب صورت ناگ کا کلمہ پڑھتا ہے جس نے اسے ڈسا ہے۔ یہاں معاذ اللہ آپﷺ کی ذات اقدس کے لیے ایک خوب صورت ناگ کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور آپﷺ کے عشق مبارک کی تاثیر کو ڈسنے سے تعبیر کیا گیا ہے...الخ!

گزارش ہے کہ وارثی صاحب کو اس شعر کا محل ومحمل سمجھنے میں سخت مغالطہ ہوا ہے۔ اس شعر کا متکلم نہ تو شاعر ہے اور نہ اس کے ضمیر ''اس'' کا مرجع آپ کیﷺ ذات اقدس۔ یہ تو ''فارقلیط'' کے ابتدائی حصّے میں ایک پیت کی ماری، برجوگ مٹیا رلیلیٰ کی پکار ہے۔ جو رفیقہ، قتیلہ او ر فاطمہ بنت مر کے ساتھ ان ''بتان سیہ چشم وشمشاد قد'' میں شامل ہے جو حضور والا کے جواں میر، جوان رعنا والد حضرت عبداللہ سے شادی کی خواہاں تھیں۔غم فراق کی شدت میں ناامید، اس امیدوار حسینہ کی زبان سے یہ کرب وکیف کے الفاظ نکلتے ہیں۔

''سلیم'' کے معنی یہاں... ''لدیغ'' سانپ کا کاٹ کھایا ہوا، ڈسا ہوا اور وہ شدید زخمی جو ہلاکت کے قریب ہو'' کے ہیں۔ اس کے معروف معنی ....''صحیح وسالم، تندرست، چنگا، درست، کامل، صاف دل اور حلیم'' وغیرہ کے ہیں۔مارگزیدہ اور جاں بہ لب کے لیے یہ تفاؤلاً، نیک شگون کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے شعر کے بارے میں وہ رقم طراز ہیں: ''شعر میں آپ کی طبع مبارک میں شرم وحیا کے عنصر کو موضوع بنایا گیا ہے۔لیکن اس بے احتیاطی کے ساتھ کہ شرم و حیا کے ضمن میں آپﷺ کو پردے میں بیٹھی ہوئی کنواری لڑکی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو آپﷺ کے ادب وتعظیم اور جلالت شان کے پیش نظر بڑی روح فرسا جسارت ہے۔ واضح رہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کا یہ قول کتب احادیث میں آتا ہے کہ آپﷺ میں کسی پردہ نشین عورت سے زیادہ حیا تھی۔اس قول پر شارحین نے نکتہ چینی فرمائی ہے جیسے ''مدارج النبوت''میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس تشبیہ کو آپ کے ادب وتعظیم کے حوالے سے پسندیدہ نہیں سمجھا...''

محدث دہلوی کی کتاب میری نظر سے نہیں گزری اور نہ ہی ان شارحین کی نکتہ چینی جن کا انھوں نے نام نہیں لیا۔

ہے اپنی اپنی نظر، اپنا اپنا ذوق نظر
جدا جدا ہے مذاق جمال ہر انساں

لیکن:

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنیدؒ و شبلیؒ و عطارؒ ہم مست

جناب خدریؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

کان النبی، رسول ﷺ اشد حیا من العذرا فی خدرھا!

میرے سامنے اس روایت کے قابل استناد واستشہاد ہونے کے لیے درج ذیل مآخذ تھے اور ہیں۔

۱۔صحیح بخاری کتاب الادب، باب الحیا(۷۷)حدیث ۱۴۳
۲۔صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیاء ہ(۱۹۸)حدیث ۱۳۳۲
۳۔سنن ابن ماجہ کتاب زھد، باب الحیا(۱۷) حدیث ۴۱۸۰
۴۔مسند احمد بن حنبل ج ۳
۵۔الشفا از قاضی عیاض اندلسی فصل الحیا
۶۔ریاض الصالحین کتاب الادب باب الحیا (۸۴)
از، ابوزکریا نووی دمشقی نمبر۴/۶۸۴۔آخر میں لکھا ہے:متفق علیہ
۷۔جواہرالبحار فی فضائل النبی المختار از امام یوسف اسماعیل نبہانی باب حیا وچشم پوشی میں الشفاء کے حوالے سے
۸۔شمائل رسول از امام بیتہانی شرم وحیا اور مزاج میں یہ روایت درج ہے
۹۔شمائل ترمذی باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ، میں
۱۰۔شمائل کبریٰ از مولانا نشتر جالندھری و مولانا غلام رسول مہر
باب شرم وحیا میں ان الفاظ کے ساتھ(بقول بخاریؒ صحابہؓ سے مروی ہے)
۱۱۔ رحمۃ للعالمین از، قاضی سلیمان منصور پوری، جلد۳،
شرم وحیا کے ذیل میں صحیح بخاری کے حوالے سے
۱۲۔سیرۃ النبی از سیّد سلیمان ندوی، جلد۶،
باب فضائل اخلاق میں شرم وحیا کے تحت بخاری کے حوالے سے
۱۳۔سیرۃ نبوی پر ایک باب حیا میں یہ روایت درج ہے محققانہ نظر،از۔خلیفہ محمد سعید
۱۴۔نقوش (لاہور) رسول نمبر جلد۴،حیا کے باب میں بخاری اور شفا کے حوالے سے

اگر وارثی صاحب اور وہ محترم حضرات جن پر تکیہ کرتے ہوئے انھوں نے اس روشن روایت پر ایراد اور اس کا استرداد کیا ہے مذکورہ وقیع حوالوں کو مستند و معتبر نہیں مانتے تو ان کی جرأت انکار انھیں مبارک!

انھی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد!

جہاں تک میرا تعلق ہے،

یہ تاب، یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھے!

عبدالعزیز خالد

☆عبدالعزیز خالدؔ (۱۹۲۷ء-۲۰۱۰ء)، بہت پُر گو شاعر، دو درجن سے زائد مجموعہ ہائے شاعری، چند کتب کے نام: ''کفِ دریا''، ''برگِ خزاں''، ''دشتِ شام''، ''سرودِ رفتہ''، ''فارقلیط'' (آدم جی ایوارڈ یافتہ)، ''گلِ نغمہ''، ''کلکِ موج''، ''ورق ناخواندہ''۔

عبدالغفار حافظ، حافظ (کراچی)

''نعت رنگ'' کے دو شمارے نمبر ۱۳ اور نمبر ۱۴ پیش نظر ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ لکھنے والوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ دراصل آپ کا خلوص ہے جس نے اس کتابی سلسلہ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں آپ کو سلامت رکھے اور یہ سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مضامین، خطوط اور نعتیہ کلام اپنی اپنی جگہ خوب ہیں لیکن چند چیزیں ایسی ہیں جن کا اظہار میں ضروری سمجھتا ہوں۔

شمارہ نمبر ۱۳ میں راجہ رشید محمود صاحب کا ایک طویل مضمون[۱] شائع ہوا ہے جو ۱۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ میرے خیال میں ایک ایسا مضمون جو کسی قسم کی ندرت نہ ہونے کے باوجود شمارہ کے ایک تہائی حصہ پر مشتمل ہو ''نعت رنگ'' کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس قسم کے مضامین علاحدہ کتاب کی صورت میں شائع ہوں تو بہتر ہے۔

نعتیہ کلام میں معیار پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ شمارہ نمبر ۱۳ میں صفحہ نمبر ۲۳۱ پر عبدالرحمٰن

عبدؔ صاحب کا مقطع قابل توجہ ہے۔ اسی شمارہ میں صفحہ ۲۳۶ پر محسن علوی صاحب کی نعت کے آخری ۳ اشعار میں بحر کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔

شمارہ نمبر۱۳ ہی میں شارق جمال صاحب کا مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' شائع ہوا جس میں انھوں نے ۱۸۹۳ء کی ایک تحریر سے اقتباس درج کیا ہے۔ اس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں:

> اس قاعدے کے وجود میں آنے کے بعد خواہ غالب کے اشعار میں، ظہیر غازی پوری کے کلام میں یا فاضل بریلوی احمد رضا کے شعروں میں یہ سقوط حروف علت نظر آنے پر اس سے فنی بحث یقیناً کی جائے گی۔ اس سقم پر سابقہ شعرائے فارسی و عربی کے اشعار کا سنداً پیش کرنا بھی درست نہیں کہ ان کے اشعار اس قاعدے کے نافذ ہونے سے پہلے کے ہیں۔

شارق جمال صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ''قاعدۂ بے فائدہ'' ہے۔ کیوں کہ بعد کے اساتذہ نے اسے تسلیم ہی نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا داغ دہلوی نے ''قصیدۂ اردوئے معلّیٰ'' میں جو کچھ فرما دیا اب تک اسی کو حرف آخر مانا جا رہا ہے۔ شارق صاحب نے خوامخواہ زحمت فرمائی کہ اعلیٰ حضرت کے مصرع ''یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا'' کی باقاعدہ تقطیع کرکے ثابت کیا کہ یعنی کی ''ی'' ساقط ہے۔ حضور والا ایک عروض داں مصرع پڑھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ کون سا حرف تقطیع میں آرہا ہے اور کون سا گر رہا ہے۔ بحث یہ نہیں کہ یعنی کی ''ی'' گری ہے یا نہیں۔ بحث اس پر ہے کہ یعنی کی ''ی'' گرائی جاسکتی ہے یا نہیں اور کیا اساتذہ نے اس کی پابندی کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ''ی'' کسی بھی لفظ کی ہو نہ گرائی جائے تو بہتر ہے لیکن اگر ضرورتِ شعری کی وجہ سے گرانی پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ آیئے میں یعنی کی ''ی'' گرانے کی چند مثالی پیش کرتا ہوں:

یاد رکھو نون آئے حرفِ علت کے جو بعد　　چاہیے اعلان اس کو نون غنہ بھی روا
یعنی دیں کو دین بولو، آسماں کو آسمان　　ہاں مگر یہ فارسی ترکیب میں ہے ناروا
(داغ دہلوی از قصیدۂ اردوئے معلّیٰ)

یعنی وہ جس کی ہوئی ذات سراپا برکات　　باعث خلقِ زماں، موجب ایجادِ زمن
(محسن کاکوروی)

بھر کے ساقی ایک جام زہر مے آلود لا　　یعنی خاکم در دہن آج آتشِ دل تیز ہے

(فانی بدایونی)

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

(علامہ اقبال)

چاہتا ہے عشق رازِ حسن عریاں کیجیے　　یعنی خود کھو جایے، ان کو نمایاں کیجیے

(جگر مراد آبادی)

وہ مرے اشک کو دامن پہ جگہ دیتے ہیں　　یعنی منظور ہے اس قطرے کو دریا کرنا

(بیدم وارثی)

بہتے رہتے ہیں مری آنکھ سے ہر دم آنسو　　یعنی ہر وقت تمھیں یاد کیا کرتا ہوں

(بہزاد لکھنوی)

وہ نگاہِ مست اٹھی گردش میں جام آہی گیا　　یعنی وقتِ امتیازِ خاص و عام آہی گیا

(شکیل بدایونی)

بات بگڑی ہوئی سرکار بنانے آئے　　یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے آئے

(تابش صمدانی)

اگر دواوین کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسے اشعار اور بھی سامنے آسکتے ہیں۔ شارق جمال صاحب اگر اس ''قاعدۂ بے فائدہ'' پرعمل کرنے والوں کے نام لکھ دیتے اور ان کے اشعار بھی درج کرتے تب تو کوئی بات تھی۔ میرے خیال میں اب اس باب کو بند ہو جانا چاہیے کیوں کہ ایک ہی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی دانش مندی نہیں۔ شارق صاحب اب فاضل بریلوی کے کلام میں کوئی اور ''سقم'' تلاش کریں۔ اس سلسلہ میں ظہیر غازی پوری صاحب اور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب سے انھیں مدد مل سکتی ہے۔

میں نے شمارہ نمبر۱۲ میں اعلیٰ حضرت کے مصرع ''بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے'' کے بارے میں لکھا تھا کہ ''بے کسوں کی واو گرا کر پڑھیں''، اس پر احمد صغیر صدیقی صاحب اپنے خط (مطبوعہ شمارہ نمبر۱۳) میں فرماتے ہیں،''ہم تو اس کی واو گرانے کے چکر میں خود ہی گر پڑے مگر واو نہیں گرا سکے''، جواباً عرض ہے کہ میں نے اس خط میں مشاہیر اساتذہ کے اشعار بھی بطور حوالہ پیش کیے تھے۔ اگر ان کو پڑھنے کا طریقہ بھی بتا دیتا تو شاید صدیقی صاحب بے ہوش ہو جاتے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ چند بزرگوں نے دانستہ ''اینٹی فاضل بریلوی موومنٹ'' چلا رکھی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جو باتیں مشاہیر شعرا کے کلام میں موجود ہیں ان پر کوئی حرف نہیں رکھتا لیکن اگر وہی چیز اعلیٰ حضرت کے

کلام میں نظر آجائے تو صفحے کے صفحے کالے کر دیے جاتے ہیں۔

احمد صغیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی ایک اور نعت کے چند اشعار پر اعتراض کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اجمالاً عرض ہے کہ مطلع کے دوسرے مصرع میں لفظ ''کیف'' حضرت جبریل امین کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ انھوں نے ایک اور شعر میں لفظ ''قدس'' پر بھی اعتراض کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس لفظ کا املا دونوں طرح صحیح ہے یعنی ''د'' پر پیش بھی جائز ہے اور سکون بھی۔ اس سلسلہ میں کسی بھی عربی نعت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ صدیقی صاحب نے اسی نعت کا ایک مصرع غلط لکھا ہے۔ اصل مصرع یوں ہے۔ ''دل کو دے نور و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر''۔ اعلیٰ حضرت کے مصرع ''اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس میں میٹر پر جو گزری ہے وہ ضرور دیکھیے۔'' صدیقی صاحب سے عرض ہے کہ میٹر پر کچھ نہیں گزری۔ مصرع کا ہر حرف اپنی جگہ موزوں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی قابلیت اپنی جگہ مگر ''عروض چیزے دیگر است۔'' فاضل بریلوی کی یہ نعت جس بحر میں ہے اس کے ارکان یہ ہیں:۔ ''مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن'' اور مصرع میں دونوں جگہ (درمیان میں بھی اور آخر میں بھی) مفاعلن کی جگہ مفاعلان استعمال ہوسکتا ہے اور اساتذہ نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اگر موصوف غالب کا مصرع ''دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں'' پیشِ نظر رکھتے تو انھیں اس اعتراض کی زحمت نہ کرنی پڑتی۔

حافظ عبدالغفار حافظ

☆ حافظ عبدالغفار حافظ (پ: ۱۹۴۸ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''قصیدۂ رسول تہامی'' (۱۹۹۸ء)، ''ارمغان حافظ'' (۲۰۰۲ء)، ''نگارِ عقیدت''، ''بہشت تضامین''۔

مزاجِ گرامی! 'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ پیشِ نظر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نعت کو مستقل صنفِ شاعری کے درج پر لانے کے لیے آپ جو کام کر رہے ہیں میرے علم کے مطابق کیفیت کے اعتبار سے اوّلیت کا مقام حاصل ہونا چاہیے۔

شمارہ ۱۷ کے مطالعے کے بعد اس کے بارے میں میری حقیر رائے درج ذیل ہے:

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے ماضی کے سفر کی روداد بڑی خوب صورتی سے پیش کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پورا مضمون انتہائی کیف آور ہے۔ موصوف کے مضمون میں ایک مرتبہ پھر امام احمد رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریرکردہ سراپاے رسول ﷺ (جو کہ 'لاکھوں سلام' کے نام سے مشہور ہے) کا ذکر آیا۔ میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے قیمتی لمحات میں سے تھوڑا وقت نکال کر اس سلام کی مکمل تشریح فرما دیں تاکہ اہلِ محبت کی دیرینہ آرزو پوری ہو، مجھے اُمید ہے کہ موصوف اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے مصر کے شاعر احمد شوقیؔ کا تعارف کرایا ہے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کردیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب قومیت کا بت اب تک آستینوں میں موجود ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے مسلمان پے در پے شکست کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نصیب فرمائے، آمین۔ اصلاحی صاحب کے مضمون میں ص۴۳ پر سب سے نیچے آیۂ مبارکہ نقل کی گئی ہے جس میں درمیان کے الفاظ چھوٹ گئے ہیں۔اگرچھوڑے ہوئے الفاظ کی جگہ نقطے دے دیے جاتے تو بہتر تھا۔ بہرحال آیندہ خیال رکھیں کہ اس قسم کی غلطی نہ ہونے پائے۔

ص۱۲۱ پر پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کا مضمون 'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس' ہے موصوف نے غالبًا پہلی مرتبہ اس غلطی کی نشان دہی کی ہے۔ ہمارے اساتذۂ کرام اور نقادانِ سخن کو محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ص۲۲۷ پر سلیم کوثر صاحب کے مصرع 'ذرا سنبھل کے سنبھل کے ذرا اے یار اے یار' میں پہلے 'اے' کی 'ی' تقطیع سے خارج ہے۔

ص۳۵۹ پر قیصر نجفی صاحب نے قمر رعینی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

> انھوں نے کہیں کہیں لفظ پاؤں استعمال کیا ہے جو بروزن 'فعلن' ہے حالاں کہ درست لفظ پانو بروزن 'فعل' ہے۔

اس کے بعد انھوں نے بطورِ مثال قمر رعینی صاحب کا مصرع بھی لکھا ہے 'ان کے منگتوں کے پاؤں کے نیچے' فاضل تبصرہ نگار کی خدمت میں عرض ہے کہ قمر صاحب نے لفظ پاؤں بروزن 'فعل' ہی باندھا ہے جو کہ صحیح ہے۔

ص۳۶۵ پر مذاکرہ کی روداد میں مشہور قطعہ 'یاصاحب الجمال و یا سیّدالبشر' کو انور شاہ کاشمیری سے منسوب کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ یہ قطعہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ص۴۰۰ پر یعقوب تصور صاحب کی نعت ہے۔ انھوں نے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں لفظ 'فعال' بروزن 'فعول' باندھا ہے جب کہ یہ لفظ مفعول کے وزن پر درست ہے کیوں کہ اس میں 'ع' مشدد ہے۔ آٹھویں شعر کے پہلے مصرعے میں زُحَل کو زُحْل باندھا گیا ہے۔ اسی طرح دسویں اور تیرھویں شعر میں 'دوعالم' کومفعولن کے وزن پر باندھا ہے جب کہ یہ لفظ فعلون کے وزن پر ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ 'دوعالم' میں 'وٗ' معدولہ ہوتا ہے۔

ص۳۹۶ پر حسن بریلوی کی نعت پر میری تضمین میں کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں۔ دوسرے بند کے تیسرے مصرع میں صحیح لفظ 'خسروا' ہے۔ اسی طرح پانچویں بند کا تیسرا مصرع یوں ہے: 'اے مرے تیماردار و ربّ اکبر کی قسم'۔

ص۳۹۲ پر جناب محمد علی شیدا بستوی کی نعت ہے۔ موصوف سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ اپنا کلام اشاعت کے لیے بھیجنے سے پہلے کسی استاد سے اصلاح لے لیا کریں۔

محترم شاہ مصباح الدین شکیل صاحب نے اپنے مضمون 'شاعرِ جہاد... رحمٰن کیانی' میں لفظ 'عشق' پر اعتراض کیا ہے جوکہ غلط ہے۔ عشق کا صحیح مفہوم 'محبت کی زیادتی' ہے۔ جس طرح محبت اچھی یا بُری ہوتی ہے اسی طرح عشق بھی اچھا یا بُرا ہوسکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ قرآن و حدیث میں کہیں موجود نہیں۔ حالاں کہ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن مجید میں نہ سہی لیکن حدیث میں یہ لفظ ضرور استعمال ہوا ہے۔ کافی عرصہ ہوا جعفر شاہ پھلواروی[۱] نامی کسی مولوی نے درودِ تاج اور دیگر اورادِ بزرگانِ دین پر اعتراضات کیے تھے۔ اس کے جواب میں میرے مرشدِ طریقت حضرت علامہ سیّد احمد شاہ صاحب کاظمیؒ[۲] نے ایک کتاب بنام ''درودِ تاج پر اعتراضات کے جوابات'' تحریر فرمائی تھی۔ اس کتاب میں لفظ 'عشق' پر اعتراض کا بھی تفصیلی جواب ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ اس کتاب کی ایک جلد شاہ صاحب کے مطالعے کے لیے ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ موصوف مطمئن ہوجائیں گے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

۱۔ جعفر شاہ پھلواروی (۱۹۰۱۔۱۹۸۲ء)، ممتاز عالمِ دین، محقق، دانشور، ادیب، سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف، چند کتب کے نام: ''اسلام اور فطرت''، ''مسئلہ تعددِ ازدواج''، ''اسلام اور موسیقی''، ''اجتہادی مسائل''، ''پیغمبرِ انسانیت''، ''مقامِ انسانیت''۔

۲۔ سید احمد سعید شاہ کاظمی (۱۹۱۳۔۱۹۸۶ء)، ممتاز عالم دین، مفسر قرآن، مدرس: جامعہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ، بانی: مدرسہ انوار العلوم ملتان، ناظم اعلیٰ: جمعیت علمائے پاکستان (۱۹۴۸ء)، شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ بہاول پور (۱۹۶۳۔۱۹۷۴ء)۔ ''تبیان القرآن'' کے نام سے آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ مع تفسیر کیا۔

13-06-2001

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کا جریدہ ''نعت رنگ'' اگرچہ کئی خوبیوں کا حامل ہے لیکن ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس جریدہ کے ذریعے ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت اعلیٰ حضرت کے اشعار پر اعتراض ہو رہا ہے۔ پہلے کشفی صاحب معترض رہے اور اب جناب ظہیر غازی پوری سامنے آئے ہیں۔

ظہیر صاحب نے ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۱۱ میں ''حدائقِ بخشش'' سے ۱۳/اشعار چن کر نکالے اور کہہ دیا کہ ان کے مصرعے بحر سے خارج ہیں۔ اگر ظہیر صاحب یہ ''کارنامہ'' انجام دینے سے پہلے کسی بھی عروض داں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر لیتے اور عروض کی باریکیاں سمجھ لیتے تو انھیں آج اس قسم کی شرمندگی نہ اُٹھانی پڑتی۔

اب آیئے میں ظہیر صاحب کے اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے جن اشعار کو بحر سے خارج قرار دیا ہے وہ یہ ہیں:

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

زائر گئے بھی کب کے دن ڈھلنے پہ ہے پیارے
اُٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے

ہم دل جلے ہیں کس کے، ہٹ فتنوں کے پرکالے
کیوں پھونک دوں اک اُف سے کیا آگ لگائی ہے

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ضرورتِ شعری کی بنا پر حرفِ علت گرایا جاسکتا ہے اور یہ قاعدہ اتنا عام ہے کہ ہر شاعر اس سے واقف ہے۔ مرزا داغ دہلوی مرحوم کا ''قصیدۂ اردوئے معلیٰ'' بہت مشہور ہے۔ اپنے اس قصیدہ میں وہ فرماتے ہیں:

وزن سے ہرگز نہ کوئی حرف گرنا چاہیے
ہاں مگر گرنا الف اور واؤ کا ہے روا

دوسری بات یہ کہ بعض مصرعے ذوالبحرین ہوتے ہیں اور انھیں دو بحروں میں پڑھا جاسکتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اقبال کا یہ شعر فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن کے وزن پر ہے، مگر اس کا پہلا مصرع ذوالبحرین ہے اور وہ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن کے وزن پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دونوں مصرعے مختلف اوزان پر پڑھ کر علامہ اقبال پر اعتراض کردے تو کیا کوئی عقل مند شخص اسے تسلیم کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی صورتِ حال اعلیٰ حضرت کے مذکورہ تینوں اشعار میں ہے۔ ظہیر صاحب نے عروض کی باریکیوں سے نابلد ہونے کی بنا پر جو اعتراض کیا ہے وہ لغو ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ نعت مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر ہے لیکن پہلے شعر کے مصرع ثانی کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہے اور مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے اشعار میں مصرع ہائے اولیٰ کے پہلے ٹکڑے بھی ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

شاید یہ تفصیل ظہیر صاحب کے پلے نہ پڑی ہو اس لیے بطورِ وضاحت میں تینوں اشعار کے پڑھنے کا طریقہ بتا دیتا ہوں۔

پہلا شعر: ''اے بے کسوں کے آقا'' میں ''بے کسوں'' کا واؤ گرا کر پڑھیں۔
دوسرا شعر: زائر گئے بھی کب کے'' میں ''گئے'' کی ''ی'' گرا کر پڑھیں۔
تیسرا شعر: ''ہم دل جلے ہیں کس کے'' میں ''جلے'' کی ''ی'' گرا کر پڑھیں۔
اب میں اس قسم کی مثالیں اساتذہ کے کلام سے پیش کرتا ہوں ء
میری تقی میرؔ کی ایک غزل کے ۲/اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اب میر جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے
پیشانی پہ وہ قشقہ، زنّار پہن بیٹھے
آزردہ دل الفت ہم چیکے ہی بہتر ہیں

سب رو اُٹھے گی مجلس جو کرکے سخن بیٹھے

میر نے یہ عمل مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر کہی ہے مگر پہلے شعر میں مصرعِ اولیٰ کا پہلا ٹکڑا اور دوسرے شعر میں مصرعِ ثانی کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہیں اور مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

اس قسم کا ایک شعر فانی بدایونی کا بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں ء

جو دل میں حسرتیں ہیں سب دل میں ہوں تو بہتر

اس گھر سے کوئی باہر مہمان رہ نہ جائے

فانی نے یہ غزل مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن کے وزن پر کہی ہے لیکن اس شعر میں دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول مفاعیلن کے وزن پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ ظہیر صاحب خود بھی اگر چاہیں تو اس قسم کی سیکڑوں مثالیں اساتذۂ کرام کے کلام سے نکال سکتے ہیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ایک اور شعر میں ''یعنی'' کی ''ی'' گرانے پر اعتراض کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ''ی'' گرانا کیوں ناجائز سمجھ لیا گیا جب کہ یہ عروض کے مسلّمہ اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اس ضمن میں فانی بدایونی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

بھر کے ساقی ایک جامِ زہر مے آلود لا

یعنی حاکم در دہن آج آتشِ دل تیز ہے

اس شعر میں بھی ''یعنی'' کی ''ی'' ساقط ہے۔

مرزا داغ دہلوی کے ''قصیدہ اردوئے معلّٰی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں:

یاد رکھو نون آئے حرفِ علت کے جو بعد

چاہیے اعلان اس کو، نون غنہ بھی روا

یعنی دیں کو دین بولو، آسماں کو آسمان

ہاں مگر یہ فارسی ترکیب میں ناروا

ملاحظہ کیجیے دوسرے شعر میں ''یعنی'' کی ''ی'' ساقط ہے۔ اب ظہیر صاحب بتائیں کہ کیا وہ داغ پر بھی اعتراض کریں گے۔

اب آئیے تقابل ردیفین کے موضوع پر، اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ شاعر

کی جانب سے اپنے کلام پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے بسااوقات اس قسم کا عیب باقی رہ جاتا ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر بغلیں بجائی جائیں۔ اساتذہ کے کلام سے اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل اشعار حاضر ہیں:

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و ازہاد و شیر نر مارا تو کیا مارا

(ذوق)

تجھے نسبت جو دیتے ہیں شرار و برق و شعلہ سے
تسلی کرتے ہیں ناچار شاعر ان مثالوں سے

(میر تقی میر)

لاکھوں جتن کیے ہیں، مر مر کے ہم جئیں ہیں
کیا کہیے کیسی کیسی کڑیاں اُٹھائیاں ہیں
یہ کیا کہتے ہو فانی سے کہ تیری موت آئی ہے
تم اس ناکام کے دل سے تو پوچھو زندگی کیا ہے
عزیزِ خاطرِ فطرت ہے، جانِ عبرت ہے
ہر ایک ذرّہ جو اس عالمِ غبار میں ہے

(فانی بدایونی)

اب رہا معنوی اعتبار سے اعلیٰ حضرت کے ان اشعار کے قابل گرفت ہونے اور حصارِ نعت میں آنے کا معاملہ تو میں یہ عرض کردوں کہ میں عالم دین نہیں اس لیے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ تاہم مجھے قوی اُمید ہے کہ حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب اس پر ضرور خامہ فرسائی کریں گے اور ظہیر غازی پوری صاحب کے افلاسِ علم کو ظاہر کردیں گے۔

فقط۔ والسلام

حافظ عبدالغفار حافظ

21-08-2003

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت رنگ'' کا پندرھواں شمارہ نظر نواز ہوا۔اس مرتبہ بھی پروف کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ جو کام ایک ادارہ کو کرنا چاہیے وہ آپ تن تنہا انجام دے رہے ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھیے کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ مستقبل کے مورخ کے لیے قیمتی حوالہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا اس سلسلہ میں کوئی ایسا ٹھوس قدم اُٹھائیے کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہوجائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں آپ کو بحسن و خوبی خدمت لوح وقلم انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم مولانا کوکب نورانی صاحب کا خط حسب معمول طویل اور معلومات افزا ہے۔ موصوف جس طرح حقائق کا دفاع کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں سے جواب نہیں بن پڑتا وہ مسلکی اجارہ داری کا الزام لگا دیتے ہیں۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے نزدیک ناموسِ علما کی زیادہ اہمیت ہے یا ناموسِ رسالت کی ایک سلجھے ہوئے آدمی کے لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ حقائق تسلیم کرکے اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرے۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اور بیش تر حضرات مخالفت برائے مخالفت پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ بس دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں حقائق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زیرنظر شمارہ کے مندرجات میں جو تسامحات نظر آئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کے مضمون میں صفحہ نمبر۳۶ پر زکی کیفی صاحب کے اشعار میں مصرع ''دامنِ شرف و نام کی بکھری ہوئی تھی دھجیاں'' بحر سے خارج ہے کیوں کہ لفظ ''شرف'' میں ''ر'' متحرک ہوتی ہے جب کہ مصرع میں ''ر'' پر سکون ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے اپنے مضمون میں صفحہ نمبر۹۳ پر صابر براری صاحب کے دو اشعار درج کیے ہیں۔ ان میں پہلے شعر کا پہلا مصرع لفظ ''الم نشرح'' میں ''ح'' ساقط ہونے کی وجہ سے بحر سے خارج ہوگیا ہے۔ اس مضمون میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قطعہ میں دوسرا مصرع غلط کمپوز ہوگیا ہے۔ صحیح مصرع یوں ہے، ''**من وجھک المنیر لقد نور القمر**''۔ پروفیسر صاحب موصوف نے صفحہ نمبر۵۷ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے اشعار کی تعداد ''قریباً ایک سو

ستر‘‘ بتائی ہے۔ اس طرح عاصی کرنالی صاحب نے اپنے مضمون میں یہ تعداد ۱۶۸ لکھی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شہرۂ آفاق سلام میں پورے ۱۷۱ شعر ہیں۔ (نہ کم نہ زیادہ)۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر ضیاء القادری مرحوم کے تیسرے شعر کا پہلا مصرع بھی غلط کمپوز ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۷۷ پر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے طبیب حاذق کی طرح صحیح نباضی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ قابل قدر ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی صاحب نے رسالہ ’’شام وسحر‘‘ کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کے مضمون میں صفحہ نمبر ۲۸۳ پر علامہ اقبال کے شعر کا دوسرا مصرع غلط ہے۔ اصل مصرع یوں ہے ’’بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا‘‘۔

صفحہ نمبر ۳۶۹ پر صہبا اختر صاحب کی نعتیہ نظم ہے۔ اس کے پانچویں بند کے دوسرے مصرع میں انھوں نے ’’المزمل‘‘ اور ’’المدثر‘‘ کو غلط طور پر باندھا ہے۔ المزمل میں ’’ز‘‘ پر اور المدثر میں ’’د‘‘ پر تشدید ہونی چاہیے۔

صفحہ نمبر ۳۷۵ پر سیّد محمد طلحہ برق صاحب کی نعت میں ساتویں شعر کا دوسرا مصرع ہے: ’’تمھاری حاضری ناظری جب کہ عطائی ہے‘‘ لفظ ’’کہ‘‘ تقطیع میں ایک حرفی شمار ہوتا ہے مگر یہاں دوحرفی استعمال ہونے کی وجہ سے مصرع بحر سے خارج ہوگیا ہے۔

صفحہ نمبر ۳۷۶ پر سیّد شمیم احمد گوہر صاحب کی نعت ہے۔ اس کے پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ہے ’’قرآن کو دیکھا گویا ہے دیدار آپ کا‘‘۔ یہاں ’’دیکھا‘‘ کی جگہ ’’دیکھنا‘‘ چاہیے تھا۔

صفحہ نمبر ۳۷۸ پر سیّد ریاض حسین زیدی صاحب کا کلام ہے۔ اس میں دوسرا شعر ہے:

نگاہِ دل سے دیکھو راہ ان کی
قسم ہے یہ خدا کی رہ گزر ہے

یہاں ’’خدا کی رہ گزر‘‘ والی بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس نعت کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرع ہے، ’’مری کعبوں کے کعبہ پر نظر ہے‘‘ یہاں کعبہ کی جمع کا استعمال میرے خیال میں شعری طور پر نامناسب ہے۔

صفحہ نمبر ۳۸۱ پر سیّد نظیر حسین عابدی صاحب کی نعت ہے۔ اس کے دوسرے شعر کا مصرعِ ثانی بحر سے خارج ہے کیوں کہ لفظ ’’نہ‘‘ تقطیع میں ایک حرفی شمار ہوتا ہے، لیکن انھوں نے دوحرفی استعمال کیا ہے۔ چھٹے شعر میں ’’وحی‘‘ کا تلفظ غلط ہے۔ اس لفظ میں حائے حطی پر جزم ہوتا ہے۔ مقطع کے پہلے

مصرع میں ''میرؤی'' کی جگہ ''مری'' ہونا چاہیے مگر یہ کمپوزنگ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اس قسم کی غلطیاں اس شمارے میں بہت ہیں۔ مقطع کے دوسرے مصرع میں ''نظیر عابدی'' کی ''ع'' ساقط ہے۔

صفحہ نمبر۳۸۵ پر جمال نقوی صاحب نے چھٹے شعر میں لفظ ''قرآن'' فعول کے وزن پر باندھا ہے جب کہ مفعول کے وزن پر ہونا چاہیے۔

صفحہ نمبر۳۸۶ پر افضال احمد انور صاحب نے دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں قافیہ ''مدح کناں'' استعمال کیا ہے جوکہ جمع ہے جب کہ یہاں واحد کا تقاضا تھا۔

صفحہ نمبر۳۸۹ پر مقصود احمد تبسم صاحب کا کلام ہے۔ انھوں نے بالکل نئ زمین تراشی ہے جو مجھے بہت پسند آئی لیکن نویں شعر میں انھوں نے لفظ ''زیادہ'' فعلن کے وزن پر باندھا ہے جوکہ غلط ہے۔ اس کی وجہ سے مصرع خارج از بحر ہوگیا۔ یہ لفظ فعولن کے وزن پر ہونا چاہیے۔

صفحہ نمبر۳۹۲ پر شاہد نعیم صاحب کے مقطع میں ایک سقم ہے۔ دوسرے مصرع میں ''مرے دل میں'' کی جگہ ''اس کے دل میں'' ہونا چاہیے۔ یہ مصرع یوں ہوسکتا ہے۔ ''اس کے دل میں کردیے روشن محبت کے چراغ''۔

ڈاکٹر شمیم احمد گوہر صاحب اپنے خط میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مصرع ''اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے'' کے متعلق فرماتے ہیں:

> یہ پورا مصرع ہی غلط نقل کیا گیا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس بے بحر مصرع کا وزن تک بتاتے ہوئے اس کی تقطیع بھی کردی گئ۔ مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن۔ حالاں کہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا۔ ''اے بے کسوں کے آقا اب ہے تری دہائی''۔ اس کی بحر مضارع مثمن اخرب کے تحت مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن ہے اور اول مثمن مشکول کے تحت فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ہے۔

سبحان اللہ، کیا کہنے، قربان جائیے اس عروض دانی کے۔ محترم گوہر صاحب نے جو دو بحریں رقم فرمائی ہیں، ان میں مؤخر الذکر بحر کا تو اعلیٰ حضرت کے مصرع سے کوئی تعلق بنتا ہی نہیں۔ رہی اول الذکر بحر تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ نعت مفعول مفاعیلن مفعول مفاعلین کے وزن پر ہی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ مذکورہ مصرع کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مزید تسلی کے لیے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۲ میں صفحہ نمبر۱۳۷ پر ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مضمون ''اشعارِ نعت اعتراضات کی حقیقت'' اور راقم الحروف کے خط کے مندرجات کا

مطالعہ فرمائیں۔ میں نے اپنے مذکورہ خط میں میرتقی میر اور فانی بدایونی کے اس قسم کے اشعار بطورِ حوالہ درج کیے ہیں۔

صفحہ نمبر۴۷۸ پر احمد صغیر صدیقی صاحب اعلیٰ حضرت کا ایک شعر اور ۳رمتفرق مصرعے لکھ کر فرماتے ہیں، ''دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اُجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی ہیں''۔ صدیقی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں شعریت کی کون سی صفت مجروح ہوئی۔

صفحہ نمبر۴۸۰ پر محترم پروفیسر قیصر نجفی صاحب نے میرتقی میر سے منسوب ایک روایت کا ذکر کیا ہے مگر اس کی حیثیت من گھڑت افسانے سے زیادہ نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدائے سخن کا مصرع بحر میں ہے اور ''خیال'' کی ''ی'' گرنے کا خیال ہی دل سے نکال دینا چاہیے بلکہ اس کی جگہ ''ہی'' کی ''ی'' گرائیں میر کی یہ غزل جس بحر میں ہے اس کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع/ فاع

اس بحر میں زحافات بہت ہیں جن کے استعمال کے بعد شعر کیا تقطیع اس طرح ہوگی:

فاع	فعول	فعول	فعولن	فاع	فعولن	فاع	فعل
عشق	برے ہی	خیال	پڑا ہے	چین	گیا آ	رام	گیا
فعلن	فعلن	فاع	فعولن	فاع	فعولن	فاع	فعل
دل کا	جانا	ٹھہر	گیا ہے	صبح	گیا یا	شام	گیا

پروفیسر نجفی صاحب نے صفحہ نمبر۴۸۲ پر لفظ ''آذر'' کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ ''آذر'' (''ذ'' کے ساتھ) کے معنی چنگاری یا آگ کے ہیں جب کہ لفظ ''آزر'' (''ز'' کے ساتھ) اسم معرفہ ہے اور یہ وہی تاریخی کردار ہے جس کا ذکر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آتا ہے۔ ملاحظہ ہو، قرآن مجید کا ساتواں پارہ (سورۂ انعام کی آیت نمبر۷۵)۔

فقط۔ والسلام

حافظ عبدالغفار حافظ

23-05-2004

مکرمی صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

نعت رنگ کا شمارہ نمبر۱۶ ایسے موقع پر ملا جب کہ اسکول میں امتحانات قریب تھے۔ کسی نہ کسی صورت سے وقت نکال کر مطالعہ تو کرلیا اور قابلِ ذکر مقامات پر نشان بھی لگا دیے، لیکن کچھ لکھنے کی فرصت نہ مل سکی۔ سوچا تھا کہ امتحان کے بعد یہ کام انجام دوں گا مگر ہوا یہ کہ بعد میں نتائج کی تیاری، سالانہ تقریب کے انتظامات اور پھر نئے داخلوں کا سلسلہ، غرض یہ کہ پے در پے ایسے مراحل سامنے آئے کہ فرصت نہ مل سکی۔ اس وقت سے میں نے تحریری کام گرمیوں کی تعطیلات پر اُٹھا رکھا تھا مگر ۱۰رمئی کو آپ نے ٹیلی فون پر بتایا کہ سترھویں شمارہ کی کمپوزنگ شروع ہوگئی ہے۔ مجبوراً یہ کام فوری طور پر انجام دینا پڑا۔

صفحہ نمبر۱۳۵ پر راجا رشید محمود صاحب کا مضمون ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' شائع ہوا۔ مضمون کے آغاز میں آپ کا وقیع ادارتی نوٹ بھی ہے۔ راجا صاحب نے اعتراضات کا انتہائی خوب صورتی سے جواب دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی یہ پہلی جان دار تحریر ہے جو میری نظر سے گزری مگر اسے بدقسمتی کہیے یا کچھ اور کہ لب و لہجہ کی سختی اور غیر متعلقہ باتوں نے انھیں نقصان پہنچایا۔ موصوف نے بالخصوص ہندوستان سے تعلق رکھنے والے حضرات کو بُرا بھلا کہا، یہ اس کا موقع نہیں تھا۔ بہرحال اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ راجا صاحب نے جہاں اپنا دفاع کیا وہیں ان سے چوک بھی ہوگئی۔ انھوں نے صحیح اعتراضات بھی انا پرستی کی بھینٹ چڑھا دیے۔

ڈاکٹر شمیم گوہر صاحب نے راجا صاحب کے مصرع ''حاضری کی کوئی نہ کوئی تو صورت چاہیے'' کے بارے میں لکھا تھا کہ مصرع خارج از بحر ہے۔ اس کے جواب میں راجا صاحب فرماتے ہیں:

> حضرت اس مصرع میں ''کوئی'' کی ''ی'' دبی اور ''و'' دب گیا۔ مصرع خارج از بحر کس طرح ہوگیا۔

پھر اس کے بعد انھوں نے مصرع کی تقطیع کرکے اُسے بحر میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں راجا صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ ڈاکٹر گوہر صاحب کا اصل اعتراض نہ سمجھ سکے۔ زیرِ بحث مصرع خارج از بحر صرف اس لیے ہے کہ اس میں لفظ ''نہ'' دوحرفی بندھا ہے جب کہ یہ

ایک حرفی استعمال ہوتا ہے۔مصرع کی تقطیع اس طرح ہوگی:

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
حاضری کی	کوئی نہ کو	ئی تو صورت	چاہیے

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لفظ ''نہ'' دوحرفی استعمال ہونے سے مصرع بحر سے خارج ہوگیا۔

اسی طرح صفحہ نمبر۱۵۳ پر راجا صاحب کا مصرع ''تھے اور بھی رسل مگر رب نے حبیب کو'' اس وجہ سے خارج از بحر ہے کہ اس میں ''مگر'' کا ''ر'' ساقط ہے۔

صفحہ نمبر۱۶۲ پر جناب افتخار عارف کا مصرع ''اک عبدِ مولا صفات ہے اور روشنی ہے''، ''عبد'' کی ''ع'' ساقط ہونے سے بحر سے خارج ہوگیا۔ اسی طرح صفحہ نمبر۱۶۷ پر مصرع ''ایک عالم ہے اس عالم کی خبر لاتا کون'' بھی ''ع'' ساقط ہونے سے بحر سے خارج ہے۔ ان کے علاوہ کمپوزنگ کی غلطی سے بھی ان کے بعض مصرعے غلط ہوگئے۔

صفحہ نمبر۱۹۴ پر بھارت کے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مضمون ''علامہ فیض الحسن سہارن پوری کی نعتیہ شاعری'' شائع ہوا ہے۔ یقیناً علامہ صاحب کی نعتیہ شاعری ایک عاشقِ رسول کے دل کی آواز ہے۔ بالخصوص صفحہ نمبر۲۰۰ پر ایسے اشعار درج ہیں جن میں مختلف پیرایوں میں حضورِ اکرم ﷺ سے مدد طلب کی گئی ہے۔ شاعری میں اس قسم کے مضامین ہر دور میں باندھے گئے ہیں۔ بہرحال علامہ سہارن پوری کے ان اشعار کے بارے میں فاضل مضمون نگار رقم طراز ہیں:

> مسئلہ استعانت نازک مسئلہ ہے۔ اکثر شعرا یہاں دائرہ اسلام سے تجاوز کرجاتے ہیں۔ اللہ اور رسولِ اکرم ﷺ کے مابین فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ علامہ سہارن پوری نے مذکورہ اشعار میں قرآنی نقطۂ نظر واضح کر دیا کہ آپ ''غوث المستغاث'' کے درجہ پر فائز ہیں لیکن یہ مرتبہ من جانب اللہ ہے۔

مجھے فاضل مضمون نگار کی یہ سطور پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان حضورِ اکرم ﷺ کے لیے کسی قسم کا علم یا کمال ذاتی تسلیم نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مانتا ہے۔

یقین جانیے اگر یہی اشعار فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے کسی عقیدت مند سے منسوب ہوتے تو علمائے دیوبند کی زبانیں شرک، شرک کی رٹ لگانے نہ تھکیں۔ دراصل مسلکی اجارہ داری اور فرقہ پرستی یہی ہے جس کا اظہار اصلاحی صاحب کی تحریر سے ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر۲۶۲ پر بھارت کے جناب محمد علی شیدا بستوی کی نعت ہے۔ اس میں آٹھویں شعر کا پہلا مصرع ہے ''بیان یوں کیا رب نے رسول کی عظمت''۔ یہاں ''کیا'' کی جگہ ''کی'' ہونا چاہیے مگر موصوف وزن پورا کرنے کے لیے مؤنث کو مذکر باندھ گئے۔

صفحہ نمبر۳۱۹ پر جناب محمد علی شیدا کے مجموعۂ کلام ''الصلوٰۃ والسلام'' پر پروفیسر قیصر نجفی صاحب کا تبصرہ ہے۔ صاحبِ کتاب کے مصرع ''یہ کائنات مطیع اک عرب کے شاہ کی ہے'' کے بارے میں قیصر صاحب فرماتے ہیں، ''مصرع وزن سے باہر ہے۔ 'مطیع' کی 'ع' گر رہی ہے۔'' فاضل تبصرہ نگار کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مصرع بحر میں ہے کیوں کہ ''مطیع'' کی ''ع'' گری نہیں۔ اُسے ''الف'' سے سہارا مل گیا۔

خطوط میں حسبِ معمول حضرت علامہ کوکب نورانی اکاڑوی صاحب کا خط سب سے طویل اور معلومات افزا ہے۔ موصوف جس عرق ریزی اور باریک بینی سے ''نعت رنگ'' کا مطالعہ کرتے ہیں یہ انھی کا حصہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عام قاری ان کی تحریر پڑھ کر جھوم جاتا ہے کیوں کہ ایک ایک سطر عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو عمرِ دراز عطا فرمائے۔ آمین

اس ضمن میں تکلیف دہ بات یہ ہے کہ بعض دوستوں کو اکاڑوی صاحب سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ حقائق تسلیم کریں بغیر سوچے سمجھے موصوف پر مسلکی اجارہ داری کا الزام لگا دیتے ہیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب نے اپنے خط (صفحہ نمبر۳۹۷) میں اکاڑوی صاحب کے بارے میں لکھا، ''ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں۔'' ظہیر صاحب کا یہ الزام بالکل غلط ہے۔ اس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ یقین نہ ہو تو تعصب کی عینک اُتار کر ''نعت رنگ'' کے صفحات دوبارہ پڑھیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اگر کسی اعتراض کا جواب نہ بن پڑے تو خواہ مخواہ الزام تراشی شروع کر دی جائے۔

رشید ارشد صاحب اپنے خط (صفحہ نمبر۴۰۸) میں مولانا کوکب نورانی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارے میں جس انداز سے اکابرِ دیوبند کی تحقیر کر چکے ہیں وہ کسی نوع سے بھی انسب نہیں ہے۔ اکابرینِ دیوبند کے لیے ان کا اندازِ

تخاطب ایک عالم کی شان کے مطابق نہیں ہے۔

رشید صاحب ذرا یہ بتائیں کہ اوکاڑوی صاحب نے اکابرِ دیوبند کے بارے میں کون سا تحقیری لفظ استعمال کیا۔ وہ تو صرف آئینہ دکھاتے ہیں کہ علمائے دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور سرورِ کائنات ﷺ کے متعلق انھوں نے کیا کیا زہر افشانی کی ہے۔ اگر آپ آئینہ دیکھ کر بُرا مان گئے تو آئینہ توڑنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ حقائق کیا ہیں۔

سیّد ریاض حسین زیدی صاحب نے مولانا اوکاڑوی صاحب کو لٹھ باز خطیب قرار دے کر اور بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محترم زیدی صاحب حقائق کے سامنے افسانے گھڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ آگے چل کر ان کے قلم کو سچ اُگلنا ہی پڑا۔ چناں چہ چند ہی جملوں کے بعد وہ اکاڑوی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> وہ کتابوں کے پشتارے دائیں بائیں سجاتے ہیں اور روایتی مناظروں کی طرح نشان زدہ صفحات نکال نکال کر مخالفین کا ناطقہ بند کرتے جاتے ہیں۔

زیدی صاحب نے تسلیم کرلیا کہ اوکاڑوی صاحب اپنی طرف سے (بغیر حوالہ) کچھ نہیں کہتے لیکن اگر اس پر بھی انھیں پریشانی ہوتی ہے تو سوائے ''انا للہ'' پڑھنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۲۲ پیشِ نظر ہے۔ اس شمارہ میں مولانا کوکب نورانی صاحب کی غیرحاضری شدت سے محسوس ہوئی۔ ازراہِ کرم موصوف سے میری جانب سے عرض کریں کہ ہر شمارے میں اپنی حاضری یقینی بنائیں۔

مقالات کے شعبہ میں سعودی عرب کے شعیب نگرامی نام کے کسی شخص کا مضمون ''نعتِ نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون پڑھ کر سب سے پہلے جو تاثر اُبھرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص نہ تو توحید کی حقیقت سے اور نہ ہی رسالت کے مفہوم سے آشنا ہے۔ ماضیِ قریب میں کراچی میں ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی نے ''حزب اللہ'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی اور اپنے لٹریچر میں تقریباً وہی باتیں تحریر کیں جو شعیب نگرامی کے مضمون میں ہیں۔ چناں چہ وہ ایک جگہ لکھتا

ہے کہ:

> برصغیر میں اسلام آیا ہی نہیں، محمد بن قاسم کے ساتھ جو اسلام آیا تھا اس کے اثرات بہت جلد مٹ گئے اور اب اسلام کے نام پر جو کچھ ہے وہ ان لوگوں کا تراشیدہ ہے...

اس کے بعد اس نے ہر صدی کے علما و اولیا اللہ کے نام دیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ:

> تیرھویں صدی میں شاہ ولی اللہ او ران کے متبعین دیوبندی بریلوی اور اہلِ حدیث۔

ڈاکٹر عثمانی کے بعد مسعود نامی ایک اور شخص نے ''جماعت المسلمین'' کے ام سے تنظیم قائم کی۔ اس کے نزدیک مسلم وہی ہے جو اس کی خود ساختہ جماعت المسلمین میں شامل ہے۔ اس کے لٹریچر کو صحیح سمجھ لیا جائے تو شعیب نگرامی کا شمار بھی غیر مسلمین میں ہوگا۔

صبیح صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ اس قسم کے مضامین شاملِ اشاعت نہ کیا کریں۔ شعیب نگرامی کا جواب تو حضرت مولانا کوکب نورانی صاحب ہی دیں گے۔ تاہم میں اس موقع پر اعلیٰ حضرت کا ایک شعر رقم کیے بغیر نہیں رہ سکتا:

لاصلئن جھنم تھا وعدۂ ازلی
نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا

حاصلِ مطالعہ میں برادرم عزیز احسن کا ماہ نامہ ''الاحسن'' پر تبصرہ ہے۔ یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے لوگ اتنے متعصب ہیں۔ عزیز احسن نے صحیح لکھا ہے کہ ''میرے خیال میں 'الاحسن' کے نعت نمبر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں، محسن کاکوروی کرامت علی شہیدی وغیرہم کو نظرانداز کرنا علمی و ادبی دیانت کے خلاف ہے۔''

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲۱ میں خورشید ناظر[۱] کی کتاب ''بلغ العلیٰ بکمالہ'' پر محترم عارف منصور صاحب کا تبصرہ شائع ہوا۔ دوسری باتوں سے قطع نظر فاضل مبصر نے جو عروضی غلطیوں کی نشان دہی کی وہ اس میں حق بجانب ہیں۔ الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' ہمیشہ سے ایک حرفی ہی استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ کسی نے بھی انھیں دو حرفی نہیں باندھا مگر حیرت کی بات ہے کہ شمارہ نمبر۲۲ میں پروفیسر ڈاکٹر عمران صاحب، پروفیسر ڈاکٹر منور غازی صاحب اور کامران جاوید عرفانی صاحب نے علمِ

عروض سے نابلد ہونے کی بنا پر طوفان کھڑا کردیا۔ تینوں حضرات نے اساتذہ کے کلام سے مثالیں دے کر تقطیع کی لاحاصل کوشش کی حالاں کہ ان میں سے ایک مثال بھی خورشید ناظر صاحب کے حق میں نہیں:

ان حضرات نے مثال میں جو اشعار پیش کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

لے پھر امیں کہاں کہاں دل کو — نہ لگائے گیا جہاں دل کو
نہ ملا وہ نفاق کے مارے — کیا کریں ہم وفاق کے مارے
ہوچکا حشر بھی حسن لیکن — نہ جیے ہم فراق کے مارے
جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
نہ سمجھ مجھ کو رائیگاں نہ سمجھ — نہ سہی تیرے کام کا نہ سہی
نہ ملا کر اداس لوگوں سے — حسن تیرا بکھر نہ جائے کہیں
تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی
نہ سہی آشیاں قفس ہی سہی — سر تو آخر کہیں چھپانا ہے
نہ ملا کوئی غارتِ ایماں — رہ گئی شرم پارسائی کی
نہ سنو گر بُرا کہے کوئی — نہ کہو گر بُرا کرے کوئی

ڈاکٹر منور غازی صاحب نے ان اشعار کے ارکان ''فاعلن فاعلن مفاعلین'' بتائے ہیں۔ حالاں کہ یہ اشعار بحرِ خفیف میں ہیں اور مختلف تبدیلیوں کے ساتھ اس بحر کے آٹھ اوزان بنتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ فاعلاتن مفاعلن فِعْلُن
۲۔ فاعلاتن مفاعلن فِعْلَان
۳۔ فاعلاتن مفاعلن فَعِلُن
۴۔ فاعلاتن مفاعلن فَعِلَان
۵۔ فَعِلاتن مفاعلن فِعْلُن
۶۔ فَعِلاتن مفاعلن فَعِلُن
۷۔ فَعِلاتن مفاعلن فِعْلَان
۸۔ فَعِلاتن مفاعلن فَعِلَان

اب ذرا یہ حضرات تقطیع کر کے بتائیں کہ کس استاد نے ''نہ''اور''کہ'' کو دو حرفی باندھا ہے۔ اسی طرح منور غازی صاحب نے حفیظ جالندھری کے مصرع

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

کے ارکان ''مستفعلن مفاعلن مستفعلن مفاعلن'' لکھے ہیں جب کہ اس کے ارکان یہ ہیں:

مفتعِلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

کامران جاوید عرفانی صاحب نے تو ایک مصرع کی خود ساختہ تقطیع کرتے ہوئے عروض کی ٹانگ توڑ کے رکھ دی۔ میؔر کے شعر:

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

کے ارکان مستفعلن مستفعلن مستفعلن فعول بتائے ہیں جب کہ اس کے ارکان ہیں مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

غرض یہ کہ حوالہ کے لیے دیے گئے تمام اشعار میں''نہ'' اور''کہ'' ایک حرفی ہی استعمال ہوا ہے، کسی بھی شعر میں دو حرفی نہیں۔

میں ان حضرات کی معلومات کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن بحروں میں گنجائش نہیں ہوتی ان میں شعرا''نہ'' کے بجائے فارسی لفظ''نے'' استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن کے وزن پر غالبؔ کا مصرع:

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یا مفاعیلن مفاعیلن فعولن کے وزن پر اقبالؔ کا مصرع:

نہ خود بیں نے خدابیں نے جہاں میں

یا مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن کے وزن ہی کا مصرع:

نہ سیم و زر سے محبت ہے نے غمِ افلاس

یا مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر راقم الحروف کا مصرع:

اندازِ بیاں کافی نے طرزِ ادا کافی

حفیظؔ جون پوری کے شعر:

ٹھہری ہے اب تو آپ کے وعدے پہ زندگی
وہ زندگی کہ جان ہے جس سے عذاب میں

کے ارکان ہیں مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔ مجھے بتایا جائے کہ اس شعر میں ''کہ'' دو حرفی کہاں استعمال ہوا ہے۔

میرے خیال میں کسی بھی علم پر خامہ فرسائی سے پہلے اپنا مبلغ علم جانچنا ضروری ہے ورنہ ایسی ہی مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہوگی جیسی اب ہوئی ہے۔

صفحہ۴۴ پر بھارت کے ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب نے اپنے مضمون میں پھر ''تُو'' اور ''آپ'' کی بحث چھیڑ دی اور وہ رشید وارثی (مرحوم) پر برس پڑے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ نظم کا مزاج نثر کے مزاج سے بالکل مختلف ہے۔

استاد ذوقؔ کے قصائد کا مطالعہ کرلیں۔ وہ نظم میں بادشاہِ وقت کو بھی ''تُو'' سے خطاب کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ اقبال بھی جب نظم میں اپنی والدہ سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، ''آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے''۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مباحثہ اب ختم ہوجانا چاہیے اور جو شعرا نعت میں ''تُو'' کی ضمیر کو جائز سمجھتے ہیں اُن پر اعتراض نہ کیا جائے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

ا۔ خورشید احمد ناظرؔ (پ:۱۹۴۶ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''کلام فرید اور مغرب کے تنقیدی رویے'' و دیگر۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (مکہ مکرمہ)

۲۳/ ۱۰/ ۱۴۲۴ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

میں جناب ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم صاحب کا شکرگزار ہوں کہ ان کے ذریعے آپ سے تعارف حاصل ہوا اور آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ کے واسطہ سے ''نعت رنگ'' سے واقفیت ہوئی۔ آپ

نے اچھا رنگ دکھایا۔ ''فاقع لونها تسر الناظرین'' [۱] کا مصداق، جو کاوشیں دین کی راہ میں ہوں سب مباک، قابل اہمیت اور قابل ستائش ہیں۔ حضور انورﷺ کی مدح ومنقبت جو قافیہ و ردیف کے ڈھانچوں میں کی گئی ہے اس میں بھی صرف اردو زبان میں اس کو آپ حضرات نے انسائیکلوپیڈیا بنا دیا۔ بے شک ذاتِ رسالت نبیﷺ کی منزلت یہی ہے کہ آپ کی سیرت پاک کا ادنیٰ سے ادنیٰ گوشہ بھی ان تمام علوم وفنون سے زیادہ وسیع سمجھا ہے، جہاں تک عقل انسانی نے رسائی حاصل کی ہے۔ ہماری عقیدت ومحبت کا ادنیٰ تقاضا یہی ہے اور سیرت سیّدالانام کا موضوع ہی ایسا ہے کہ:

ایک قطرے جو دوں بسط تو قلزم کردوں
بحر مواج فصاحت میں طلاطم کردوں

مجھے عربی میں اس موضوع پر کچھ لکھنے کا موقع ملا ہے، عربی میں اس صنف سخن کو ''نبویات'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اردو میں عربی کی نعتیہ شاعری پر میری مستقل کتاب ۱۹۸۵ء میں شائع ہوچکی تھی۔ فارسی میں خود میرے خاندن کے بزرگوں کا کلام سوز دروں، فدائیت ومحبت میں آپ اپنی مثال ہے۔ میرے خاندانی عزیز ڈاکٹر شاہ سیّد طلحہ رضوی برق نے اس وراثت میں حصہ پایا ہے۔ میں نے اردو میں بہت کم پڑھا ہے اور جو پڑھا ہے اس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بہت سے اشعار آج بھی زبانی یاد ہیں۔

واہ کیا جود و سخا ہے شہ والا ترا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا ترا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے دریا ترا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ ترا

اور اسی قصیدہ کا یہ شعر جو ایک دیوان پر بھاری ہے:

دیکھ کر تجھ کو بھلا غیر کا منھ کیا دیکھیں
کون آنکھوں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

حضرت ممدوح کی یہ حاضری بحضور ذات گرامی:

کون پوچھے گا تری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

لیکن اس کے ساتھ ہی خدانخواستہ اہل دل، اہل ایمان، اہل صدق و صفا بزرگوں میں سے کسی کا منکر نہیں ہوں اور نہ ان کی شان میں گستاخی کو جائز سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی، شیخ الہند مولانا محمد حسن، حضرت مولانا شاہ رشید احمد قدس اسرارہم اپنی جگہ ملت کی آبرو ہیں ان کے ذریعے لاکھوں نے رسول کریم ﷺ کے نعلین پاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے۔ اب یہ سوال کہ فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت بڑے خدا رسیدہ تھے یا حکیم الامت حضرت تھانوی؟ یہ فیصلہ کرنا اس کا کام ہے جو ان دونوں سے بڑا ہو اور یہ ظلوم وجہول سب سے چھوٹا، چھوٹوں سے چھوٹا۔

نعت پسند کرنا، نعت کہنا، نعت پر سر دھننا، یہ سب ایمان کی علامتیں ہیں اور یہی صفت وقت آنے پر جہاد پر مائل کرتی ہے۔ حضور اکرم ارواحنا فداہ کے نام نامی پر زندگیاں قربان کرنے کا وقت آئے تو فلسفہ داں، حکمت شناس، رازِ نبوت سے آشنا، فعلیت کی چنیں و چناں رہ جائے گی اور ساغر بدست و مینا بہ دوش اپنی زندگیوں کا نذرانہ پیش کردے گا۔

بہرحال میرے اندر آپ کی اور آپ کے قابل احترام رفقا کی پوری قدر ہے مگر یہ عرض کرنا بھی نہیں بھول سکتا کہ:

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

والسلام
بندۂ عاجز و ناتواں
عبداللہ عباس ندوی

☆ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (م:۱۳۴۶ھ/ ۲۰۰۶ء)، عالم، ادیب، محقق، مختلف موضوعات پر ۲۵ سے زائد کتب اور ان گنت مقالات کے مصنف، عرب وعجم میں شاگردوں کی ایک بڑی تعداد، چند کتب کے نام: ''ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں نظام معاشرت''، ''سیرت صحابہؓ کے چند نقوش''، ''تاریخ تدوین سیرت''، ''عربی میں نعتیہ کلام''، ''قرآن کریم کے انگریزی ترجموں کا تنقیدی مطالعہ''، ''پیغمبر اخلاق و انسانیت''، ''ردائے رحمت''، ''سفرنامہ حیات مع ضمیمہ چند دن دیار غیر میں''، ''نظام اللغۃ الاردیۃ''، ''Learn the language of Holy Quran''۔

ا۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۶۹

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت کا رنگ'' ہر رنگ سے زیادہ کھلتا ہوا، گہرا، پائیدار اور درخشندہ ہے، یہ صبغۃ اللہ ہے (خدائی رنگ) اس سے بہتر اور سدا بہار اور کون سا رنگ ہوسکتا ہے؟

و من احسن من اللّٰہ صبغة

ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے ہم کو رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔ (البقرہ : ۱۳۸)

''نعت رنگ'' کا سترھواں شمارہ نگاہوں کے سامنے ہے، جمال ظاہری، حجم، اہلِ دل اور اہلِ قلم کے نمایاں ناموں نے پورے مجموعے کو باعث کشش بنا دیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ وقت کی مسافت کو کیسے قریب کرلوں، کس مضمون کو پہلے پڑھوں اور کس نظم کو پہلے گنگناؤں، یہی وہ مقام ہے جہاں ایک جہاں دیدہ کہنے لگتا ہے:

گلچینِ بہارتو زداماں گلہ دارد

اور سب ایک طرف موضوع کی قدسیت وعظمت اپنی جگہ پر۔ وہ رسالہ جس کا موضوع ہے 'نعت' یعنی مدح ان کی جو کونین کی آبرو ہیں، بشریت کے محسنِ اعظم ہیں، انسانیت کے معلّمِ اوّل ہیں، قرآن نے جس کے حق میں سب سے زیادہ سچی اور پکی بات کہہ دی ہے کہ وہ نور کامل ہیں:

قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین. (المائدۃ : ۱۵)

تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)

یہ نور نورِ نبوت ہے اور کتاب کتابِ شریعت ہے، معرفتِ الٰہی کا دریچہ ہے، توحید کی کلید ہے، اگر یہ آنکھیں بینائی سے محروم ہیں تو آفتاب کی کرنیں رہنمائی نہیں کرسکتیں اور اگر آفتاب ماند پڑ چکا ہو تو آنکھ کی پتلی بھی تاریکیوں کا آلہ ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ نور ذاتِ اقدس ہے، حضور اکرم ﷺ کی اور کتاب کتابِ شریعت ہے، کتابِ معرفت ہے، نوشتۂ تقدیر دوعالم ہے۔

سوچیے اگر رنگِ ہدایتِ آسمانی انسان کو نہ ملتی تو آج ہم کہاں ہوتے؟ کبھی پتھر سے اپنے سرِ عقیدت کو پھوڑتے، کبھی پانی سے دل کے چراغ روشن کرنا چاہتے، کبھی درخت کی اونچائی کے سامنے اپنا سر نیچا کرتے اور کبھی طاقت کا محور اس کو سمجھ کر جھکتے، جس کے تصور سے بے حیائی کی پیشانی پر بھی حیا

کا پسینہ آ جائے۔

نعت کا موضوع کبھی پرانا نہیں ہوتا، آفتاب کی کرنوں پر بھی کبھی بڑھاپا نہیں طاری ہوا، تارے کبھی پرانے نہیں ہوئے، حضورِ اقدس ﷺ کے احسانات کو یاد کرنے کی خو کو رجعت پسندی سمجھنے والوں کی عقلیں محرومِ بینائی ہوسکتی ہیں، ان پر عجز و پیری کا دور آ سکتا ہے مگر وہ ذات سرکارِ رسالت پناہ کی ذاتِ اقدس کو انسانی آبادی نے یہ کہہ کر پکارا ہے اور اسی طرح تا قیامت فریاد کرتی رہے گی:

دو عالم پہ کاکل گرفتار داری　　　بہر مو ہزاراں سیہ کار داری
تو سر تابہ پا رحمتی یا محمدؐ　　　نظر جانب ہر گنہ گار داری

مبارک ہیں وہ لوگ جن کی ہمتیں نعت کے رنگ سے اپنے ایوانِ دل کو روشن کر رہی ہیں، وہ صلاحیتیں، وہ ذہانتیں، وہ حسنِ جستجو، وہ کاوش جگری سب مبارک، سدا بہار، سرسبز و شاداب، محکم و مستحکم۔

''نعت رنگ'' کا پیش نظر سترھواں شمارہ اپنے تنوعِ مضامین کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے اور تاریخ نعت گوئی کا ایک اچھا باب بھی ان مضامین سے مرتب ہوسکتا ہے، خاص طور پر ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مقالہ 'مراٹھی میں ذکرِ محمدؐ' اور گوہر ملسیانی صاحب کا مضمون 'ضلع رحیم یار خان کے نعت گو' میں نیا پن اور معلومات کی فراوانی ہے، حسنِ تلاش کا نمونہ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا موضوع 'نعت نگاری اور احترازِ نفس' نیا عنوان ہے، اُمید ہے اہلِ علم اس طرح کے شماروں کو قیمتی مصادر و مراجع کی حیثیت سے محفوظ رکھیں گے۔ یونی ورسٹیز کے اردو یا سیرت النبیؐ کے موضوعات پر ایم فل یا پی ایچ۔ ڈی کرنے والے مستقبل کے اہلِ تحقیق اس سے کام لیں گے۔

البتہ ''نعت رنگ'' کے اس شمارے میں ایک دو قابلِ اعتراض باتیں بھی آ گئی ہیں، اس کو مجبوراً آخر میں عرض کر رہا ہوں کہ:

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

ا۔ اس شمارے کی ابتدا 'قصیدۂ ذوقافیتین' کے منظوم ترجمے سے کی گئی ہے اور ادارہ نے تعارف میں لکھا ہے کہ 'مشہور محقق ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنے مقالے میں اسے امام شرف الدین بوصیری سے منسوب کیا ہے، جو بجاطور پر درست معلوم ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیوں کر بجا طور پر درست معلوم ہوگیا، جو بالکل خلافِ واقعہ ہے بوصیری کا پورا دیوان 'مجموعۃ النبہانیۃ' میں موجود ہے اس میں کہیں اس قصیدے کا نام و نشان نہیں ملتا۔ راقم نے اس

قصیدے کو کتب خانہ حرم (قدیم) کے ایک مجموعۂ نعت مرتبہ جاراللہ السمھو دی سے نقل کیا ہے۔ علامہ محمد حسین مخلوف نے اس کو کسی نامعلوم شاعر کا کلام قرار دیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے شوقی کے دو قصیدوں کا ذکر کیا ہے، شوقی کے تین قصیدے ہیں جن کا موضوعِ نعت ہے اور تینوں قصاید شوقیات کی پہلی جلد میں بارہا طبع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں، بات کو طول دینا نہیں چاہتا اور نہ شوقی کے کلام پر تبصرہ اس وقت مقصود ہے، البتہ ایک شعر کا ترجمہ حیرت ناک حد تک قابلِ نظر ہے!! وہ شعر ہے:

ابا الزهراء قد جاوزت قدری
بمدحک بید ان لی انتسابا

شاعر حضورِ اکرم ﷺ کو عہدِ رسالت کے اسلوب میں کنیت کے ذریعے خطاب کرتا ہے، کنیت کے ذریعے خطاب کرنا ایک بڑا اعزاز تھا جیسے کوئی آج کل کی زبان میں کسی کو حضرت والا یا حضرت اقدس لکھے، شاعر کہتا ہے:

اے پدرِ زہرا (یعنی اے سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار) آپ کی مدح کر کے میں اپنی حیثیت سے تجاوز کر گیا، (یعنی ہماری حیثیت اتنی نہیں تھی کہ ہم آپ کی مدح کر سکیں۔ ''بید ان لی انتسابا'' ہاں یہ ضرور ہے کہ مجھے ایک نسبت حاصل ہے''۔ ''بید'' کا ترجمہ۔لیکن، ہاں، مگر۔ حسبِ موقع کیا جاسکتا ہے۔

کون سی نسبت؟ یہ الفاظ میں نہیں کہا گیا بلکہ بین السطور سے مضمون عیاں ہے کہ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ مجھے غلامی کی نسبت حاصل ہے اور یہی جرأت مدح کا سبب ہے۔ اس شعر کا ترجمہ موصوف نے کیا ہے ''اے ابوہریرہؓ آپ ﷺ کی ثناخوانی کی وجہ سے میں اپنے مقام سے بلند ہوگیا، جب کہ اس سے قبل میرا ایک انتساب تھا، اس ترجمہ سے نہ تو مفہوم واضح ہوتا ہے اور نہ معنی کا سراغ ملتا ہے اور نہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ یہاں بیچ میں کہاں سے آگئے اور کہاں سے یہ معنی نکالے گئے کہ عقل کام نہیں کرتی، بلاشبہ حسنِ ظن اپنی جگہ پر اچھی چیز ہے مگر حسنِ ظن کو اس درجہ مایوس کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ مقالہ نگار صاحب نے ''نہج البردۃ'' کا ذکر کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ حضرت بوصیری کے قصیدہ بردہ کی زمین میں اور اسی قافیہ پر یہ قصیدہ شوقی

نے لکھا ہے ''نہج البردۃ'' کا مطلب ہوا قصیدہ بردہ کے طرز پر یا قصیدہ بردہ کی زمین پر قافیہ پر ایک قصیدہ جیسے آپ نے دیکھا ہوگا کہ شاعروں میں ایک مصرع طرح پر لوگ غزلیں کہتے ہیں، قافیہ اور عروض کی پابندی ہوتی ہے اس طرح شوقی نے حضرت بوصیری کے قصیدہ پر قصیدہ لکھا ہے، بوصیری کے قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں، کیا ذوسلم کے پڑوسی یاد آرہے ہیں؟

شوقی کا پورا قصیدہ اسی وزن اور قافیہ پر ہے ان کا مطلع ہے:

ریم علی القاع بین البان والعلم

احل سفک دمی فی الاشهر الحرم

وہ ہرنیاں جو 'بان' کے درختوں اور ٹیلوں کے درمیان ہیں انھوں نے حرمت والے مہینوں میں میرا خون بہانا جائز کرلیا (غزل کے شعر سے تشبیب ہے)

میرے اس مختصر تبصرہ میں جو سخن گسترانہ بات آگئی ہے اس کے لیے معذرت تو نہیں طلب کرتا کہ غلطی پر تنبیہ کرنا نصیحت کہا جاتا ہے اور دین خیرخواہی (نصیحت) کا نام ہے مگر:

منظور اس سے قطع محبت نہیں مجھے

والسلام

عبداللہ عباس ندوی

عبدالمنان طرزی، حافظ، ڈاکٹر (بہار، انڈیا)

۲۲/ جنوری ۲۰۰۴ء

عالی مرتبت گرامی قدر جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

میرا نام تو اوپر مرقوم ہے۔ عمر تقریباً ۶۵/ سال ہے۔ اردو ادب کی خدمت کرتے ہوئے (پروفیسر کے عہدے سے) ساڑھے تین سال قبل متقاعد ہوچکا ہوں۔ سبک دوشی ملازمت اور حج سے

فراغت کے بعد ۳۰ برسوں میں پانچ منظوم کتابیں طبع ہوچکی ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد پانچ ہزار ہے۔

۱۔ رفتگاں و قائماں — دربھنگہ کے اہل علم و ادب کا منظوم تذکرہ، تقریباً ۲۴۰۰ اشعار ہیں۔

۲۔ مناظر نامہ — مناظر عاشق ہرگانوی کے فکروفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۴۳۱ اشعار

۳۔ دستار طرح دار — مظہر امام کے فکروفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۸۰۰ اشعار

۴۔ نارنگ زار — پروفیسر گوپی چند نارنگ کے فکر وفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۱۳۵۰ اشعار

۵۔ طلع البدر علینا — حمد اور نعت کا مجموعہ

اگست ۲۰۰۳ء میں جب نعت کا مجموعہ ترتیب دے رہا تھا تو ایک اہم سوال کا جواب پانے کے لیے اپنے ملک کے مقتدر علما کے علاوہ آپ کو بھی خط لکھا تھا اور اپنی اہم تصنیف ''رفتگاں و قائماں'' ڈاک سے بھیجی تھی۔ یہ کتاب صوری و معنوی دونوں لحاظ سے اہم ہے۔

آپ سے دریافت طلب سوال تھا کہ اس نظم (طلع البدر علینا) کے شاعر کون تھے اور کیا کیا اشعار ہیں۔ لگتا ہے کہ نہ آپ کو کتاب ملی اور نہ خط، بہرحال میں نے ''طلع البدر علینا'' (اپنا مجموعۂ نعت)[۱] آج ہی آپ کو بھیجا ہے۔ پہلے جو ''رفتگاں و قائماں'' بھیجی تھی اُس کا پتا بھی کچھ مشکوک سا تھا۔ وہ مجھ کو ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، مظفر پونہ بہار سے ملا تھا (فون پر) پن کوڈ بھی نہیں تھا... اور اب جو پتا ملا ہے وہ اردو بک ریویو ہے۔ اور اسی پتے پر نعت کا مجموعہ بھیجا ہے۔ ''خدا کرے کہ مل جائے بڑا حسین تحفہ ہے یعنی جس پتے پر آپ کو خط لکھ رہا ہوں اُسی پتے پر مذکورہ مجموعہ بھیجا ہے۔

آپ کی رسید اور رائے کا شدت سے انتظار رہے گا، میرے بھائی! میں بھی نبی پاک کے غلاموں کا غلام ہوں۔ اُن کے اسم مقدس کی شیرینی (نعت رنگ) جو آپ تقسیم کررہے ہیں، اُس کا مستحق میں بھی ہوں۔ خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں۔

دعا گو و دعا جو

طرزیؔ

☆ڈاکٹر حافظ عبدالمنان طرزی، شاعر ادیب، پروفیسر: سی۔ ایم۔ کالج متھلا یونیورسٹی (انڈیا)، کتب: ''نواب سید سعادت علی خان پیغمبر پوری حیات و خدمات'' (مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی)، ''طلع البدر علینا''۔

ا۔۲۰۰۳ء، نئی دہلی: نرالی دنیا پبلی کیشنز، ۱۱۲ص

❁

عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر (بریلی، انڈیا)

یکم دسمبر ۱۹۹۸ء

محبّ مکرم جناب سید صبیح رحمانی صاحب!

سلام و رحمت۔ مزاج گرامی!

''نعت رنگ''، نمبر۶ کی دو کاپیاں موصول ہوئیں۔ ہدایت کے مطابق ایک کاپی ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ صاحب کو بھیج دی۔ اس شمارے میں استاذ ادب محترم جناب سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کا جو ایک مضمون بعنوان ''نعت کے موضوعات'' شائع ہوا ہے اس میں انھوں نے ایک واقعی قابل گرفت مصرع ''روزِ جزا کے مالک و آقا تمھی تو ہو'' کے قبیل میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اس مصرع ''میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب'' کو بھی قابل گرفت قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں نہ تو کوئی توضیح وتشریح کی ہے نہ ہی لغت و زبان اور قرآن و احادیث کی روشنی میں کوئی تجزیہ! مصرع ثانی جو مطلب صاف کردیتا ہے اسے بھی لکھنے کی زحمت نہیں کی۔

راقم نے اس کے جواب میں ایک مضمون بعنوان ''مصرع رضا اور کشفی صاحب''[ا] لکھا ہے جو برائے اشاعت روانہ ہے اور جس کا چھپنا ضروری ہے تاکہ کشفی صاحب کے الزام کی صفائی ہوسکے۔

محبّ محترم راقم نے بہت شائستگی سے جواب دیا ہے۔ ویسے ایک بات عرض کررہا ہوں کہ بے شک ادبی وعلمی پرچے تنقید وتبصرہ اور بحث کے لیے ضرور ہوتے ہیں لیکن مناظرانہ چپقلش کے لیے نہیں۔ کبھی کبھی ایسے مضامین جن میں میٹھی میٹھی کاٹ اور چبھونے والا طنز پوشیدہ ہو اور ضرب کسی بزرگ پر پڑتی ہو تو اس طرح کے مضامین بہت غور وخوض کے بعد شائع ہونے چاہییں۔

راقم کے مضمون ''تقسیم ہند کے بعد مغربی بنگال میں نعت گوئی'' کے حوالے سے جناب سہیل احمد صدیقی، کراچی نے نعت میں طنز کی شمولیت ممکن نہیں بتایا ہے اور سین ریو کی بابت جو کچھ لکھا ہے اس کا بھی جواب بشکل مضمون بعنوان ''نعت میں طنز کی شمولیت''[۲] روانہ ہے۔ اس کو بھی چھپنا چاہیے۔

راقم کے دونوں مضامین بہرحال اس لائق ہیں کہ پرچہ میں چھپیں گے تو قارئین کو مایوسی نہیں ہوگی اور نہ ہی انھیں چھاپ کر آپ کو کسی طرح کی خجالت، ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۴ میں جناب احمد صغیر صدیقی، کراچی کا جو مکتوب چھپا ہے اس میں انھوں نے لکھا ہے:

رسول اللہﷺ کے نام کے ساتھ جو القاب مستعمل ہیں، مثلاً مولائے کل، آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم وغیرہ۔ میں ان پر اکثر غور کرتا ہوں، یہ تمام القاب مجھے رحمٰن و رحیم کے محسوس ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً آقا و مولا تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر نبی کریمﷺ کو ''مولائے کل'' کہا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کہیں گے؟ ہمارے سامنے رحمت للعالمین، رسولِ مقبول، نبی کریم، حبیب خدا وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں۔ بہرحال میری خواہش ہے کہ اس طرف بھی کوئی صاحبِ علم مضمون نگار توجہ دے تو کیا اچھی بات ہوگی۔ اگر علامہ اقبال اور مولانا حضرات کچھ کہتے ہیں تو اسے سند بنا کر سب کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں! ضرورت اس بات کی ہے کہ بذریعہ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جائے۔ (نعت رنگ، شمارہ نمبر۴، ص۲۱۳)

چوں کہ احمد صغیر صاحب لکھ چکے ہیں کہ وہ کسی مولانا کی بات نہیں مانیں گے تو اب یہ پتا نہیں کہ انھوں نے ۱۴رویں اور ۱۵رویں صدی ہجری کے مولانا صاحبان کے لیے لکھا ہے یا عہد صحابہ سے لے کر بعد کے ادوار کے تمامی مولانا صاحبان بشمول آئمہ مجتہدین، فقہا و علما وغیرہ۔ لہٰذا راقم کسی بھی مولانا کا قول نہیں پیش کرے گا حالاں کہ دین ہم تک انھیں حضرات سے پہنچا ہے۔ تقلید ہمارے لیے لازم ہے لیکن راقم اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں عرض کرے گا۔

راقم احمد صغیر صاحب کے شک و شبہ کو رفع کرنے کے سلسلے میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ کسی صاحب علم مضمون نگار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک بے بضاعت انسان ایک مسلمان اور نبی ذی شان کے ایک اُمتی ہونے کی حیثیت سے ان کی عظمت کے دفاع اور اختیار و مرتبہ کے اظہار میں۔ بات کوئی بھی کہے اگر وہ دلیل سے ثابت کردے تو اسے ماننا چاہیے۔ پس یہی حسن ظن رکھتے ہوئے راقم عرض کررہا ہے:

جس انسان کے قبضہ و اختیار میں کوئی شے یا ملک ہوتی ہے اسے اس شے یا ملک کا مالک کہا جاتا ہے۔ جیسے مالک مکان، مالک جائداد وغیرہ! جو شخص کسی کا ملازم یا غلام ہوتا ہے اس شخص کو مالک کہتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کو مالک کہتی ہے۔ بادشاہ یا ملک کے والی و فرماں روا کو ملک، ملک الملوک، مالک الملک وغیرہ کہا جاتا ہے۔

فقہائے کرام میں ایک فقیہہ امام علاء الدین ابوالعلیٰ لیثی ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب 'شاہانِ

شہ ملک الملوک'' تھا۔ ان سے استفتاع کرنے والے بھی انھیں ''شاہانِ شہ ملک الملوک'' لکھتے تھے اور وہ خود بھی اپنے نام سے پہلے یہ لقب لکھتے تھے۔

صحابہ کرام میں قریب ایک سو دس حضرات کے نام مالک تھے، حضرت امام مالک کا نام بھی مالک تھا اور داروغۂ جہنم کا نام بھی مالک ہے۔ یہ تمام حضرات صرف مالک کہہ کر بھی پکارے جاتے رہے ہوں گے اور آج بھی مالک کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔ تو کیا اس سے مراد اللہ تعالیٰ لے لیا جاتا ہے یا لے لیا جانا چاہیے؟

دنیا کی ہر شے، زمین کا چپہ چپہ، ذرّہ ذرّہ اللہ کی ملک ہے لیکن انسان کو زمین، جائداد اور ملک کا مالک کہا جاتا ہے۔ اسی طرح افسران کو حاتم، اقربا اور رشتہ داروں کو عزیز، عزت و وجاہت والوں کو عزیز و عظیم، مہربان انسانوں کو رحیم و کریم، نرم دل والوں کو حلیم، علم والوں کو عالم اور طبیب وغیرہ کو حکیم، فوٹوگرافر اور آرٹسٹ وغیرہ کو مصور، ہر سننے دیکھنے والے کو سامع، سمیع و بصیر وغیرہ!

یہ سارے نام۔ مالک، ملک، مالک الملک، حاکم، حکیم، عزیز، عظیم، عالم، رحیم، کریم، حلیم، مصور وغیرہ صرف اللہ کے نام معلوم نہیں ہورہے ہیں بلکہ ہیں۔ یہ نام ربّ جلیل کے صفاتی اسما میں ہیں۔ لیکن! ان کا اطلاق غیراللہ کے لیے ہوتا ہے اور آج تک کسی نے بھی ان پر گرفت نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے خود غیراللہ کو مالک کہا ہے:

۱۔ ''یہ تو ان کے مالک ہیں۔'' (پ۲۳، رکوع ۳)

۲۔ ''اور پکاریں گے اے مالک'' (پ۲۵، رکوع ۱۳)

اللہ جل مجدہ جو مالک یوم الدین ہے، اس نے اپنے محبوب بندوں کو مالک شفاعت بھی کہا ہے۔

۳۔ ''لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔ (مریم:۸۷)

۴۔ ''اور یہ جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں! شفاعت کا اختیار انھیں ہے جو حق گو ہیں دیں اور علم رکھیں۔'' (الزخرف:۸۶)

نمبر۴ والی آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے لیے ہے یعنی انھیں ربّ عظیم نے شفاعت کا اختیار دیا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام تو شافع محشر ہیں ہی۔ اس آیت کی رُو سے وہ بدرجۂ اتم مالک شفاعت ہیں اس لیے کہ وہ نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔

ان دو آیات سے محبوبانِ الٰہی کا شفیع ہونا ثابت ہے۔

حالاں کہ یہی اللہ تعالیٰ خود اپنے لیے فرماتا ہے:

۵۔''مالک یوم الدین'' اللہ روزِ جزا کا مالک ہے۔(سورۂ فاتحہ:۳)

۶۔''لمن الملک الیوم'' آج کس کی بادشاہی ہے۔(پ۲۴، رکوع ۷)

اسی ربّ العالمین نے خود کو مالک الملک اوراحکم الحاکمین بھی فرمایا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اللہ جل مجدہ کے لیے فرمایا:

لاملک الااللّٰہ۔یعنی بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے (مسلم شریف)

اپنے دور کے علما میں جو علم و مرتبہ میں بڑا ہوتا ہے اسے لوگ ملک العلما بھی کہتے ہیں۔ اس طرح تو گویا اسے اللہ اور رسول سے بھی بڑھا دیا گیا۔لیکن ایسا نہیں ہے۔

انصار کرام، حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''**یارسول اللّٰہ! انت واللّٰہ الاعزا العزیز**''

یارسول اللہ! اللہ کی قسم حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

عزیز بھی اللہ کا نام ہے۔ انصار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کو عزیز کہا لیکن حضور علیہ السلام نے اس پر ان کی گرفت نہیں فرمائی۔

حکیم بھی اللہ کا نام ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا:

میری اُمت کے حکیم ابودردا ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط)

تو کیا ایسا فرما کر حضور علیہ السلام نے معاذ اللہ حضرت ابودردا کو اللہ کہہ دیا؟ ہرگز نہیں۔

وفد بنی عامر نے حضور علیہ السلام سے عرض کی:

انت سیّدنا۔ یعنی حضور ہی سیّد ہیں۔ (احمد و ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ عنہ سے روایت کی)

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:''**السیّد اللّٰہ**..یعنی سیّد تو اللہ ہی ہے۔

یہاں حضور ﷺ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ حقیقی معنی میں سیّد یعنی سردار یا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لیکن حضور علیہ السلام نے یہ منع نہیں فرمایا کہ انھیں سیّد نہ کہا جائے ورنہ وہ خود ہرگز نہ فرماتے:''**انا سیّد ولد آدم**''، یعنی میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ (مسلم و ابوداؤد)

حضور علیہ السلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا:

بے شک یہ میرا بیٹا سیّد ہے۔ (بخاری شریف)

سیّد کا اطلاق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ہو اور ان دونوں بھائیوں کی اولاد رہتی دنیا تک سیّد کہی جائے گی۔ اس طرح سیّد اب ایک خاندان، قبیلہ یا برادری سے موسوم ہوگیا۔

خلاصۂ کلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے بشر ہونے کی حیثیت سے کچھ حد تک کچھ اختیارات عطا کر رکھے ہیں اسی بنا پر بندہ بھی مالک کہلاتا ہے ورنہ ہر شے اللہ ہی کی ہے وہی مالک حقیقی ہے۔ اسی طرح ربّ عظیم نے بندوں کو اپنی کچھ صفات بھی عطا کی ہیں، مثلاً سننے، دیکھنے اور جاننے، حکم دینے، فیصلہ کرنے وغیرہ کی، لہٰذا بندہ بھی بشری حدود میں حاتم، حاکم، عالم، حکیم وغیرہ ہے اور سامع و سمیع و بصیر ہے لیکن اللہ اور بندہ کے سمع و بصر میں فرق ہے۔ اللہ بغیر جسم اور آلہ کے سنتا، دیکھتا، جانتا ہے اور بندہ اسی کے عطا کردہ جسم، کان، آنکھ اور عقل سے۔

جس لفظ کا جو معنی محاورات میں شائع و ذائع ہے اس عرف اور محاورہ کو افادۂ مقاصد میں پورا دخل ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہے:

''وامر بالعرف'' (پ۹، رکوع ۱۴)

اب یہاں ان الفاظ کے عرفی معانی مراد لیے جائیں گے اور انھیں استغراق معنوی ہی پر محمول کیا جائے گا نہ کہ لغوی معنی یا استغراق حقیقی پر۔ لیکن جب ان الفاظ کو لغوی معانی میں استعمال کریں گے یا لکھنے بولنے میں ایسا قرینہ پیدا کردیں گے کہ یہ استغراقِ حقیقی پر محمول ہوجائیں تو غیراللہ کے لیے ان کا اطلاق کفر ہوجائے گا، مثلاً مالک حقیقی، حاکم حقیقی، حاکم مطلق، مالکِ روزِ جزا، عالم الغیب والشہادۃ وغیرہ۔

لہٰذا مالک، عالم، عزیز، حکیم وغیرہ جو الفاظ بندوں کے لیے کہے گئے وہ عرفی معانی میں لیے گئے، اسی طرح حضور علیہ السلام کے لیے آقائے دوجہاں، مولائے کل، سرکارِ دوعالم وغیرہ کا استعمال استغراقِ حقیقی پر محمول نہیں ہوتا۔ یہ سارے القاب رسول کریم ﷺ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تو بہت ہی بلند شان والا ہے۔ وہ تو کل عالم کا بھی خالق و مالک ہے اور مختارِ عالم یا سرکارِ دوعالم کا بھی خالق و مالک۔ اصل مختار و سردار و مولا تو وہی ہے۔ اب جس طرح احمد صغیر صاحب کو حضور علیہ السلام کے یہ القاب اللہ تعالیٰ کے معلوم ہوتے ہیں لہٰذ اس بنا پر حضور علیہ السلام کے لیے یہ القاب نہیں لکھنا یا استعمال کرنا چاہیے تو مالک، حاکم وغیرہ جن الفاظ کا ذکر ہوا وہ معلوم ہی نہیں ہوتے ہیں بلکہ اللہ ہی کے ہیں تو کیا انھیں احمد

صغیر صاحب بند کرا دیں گے۔ یااللہ! اس طرح تو زبان وقلم اورلغت و ادب وغیرہ کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔

احمد صغیر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ ''ہمارے سامنے رحمۃ للعالمین، رسولِ مقبول، نبی کریم، حبیب خدا وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں۔'' لہٰذا ان کے اسی قول ''رحمۃ للعالمین'' سے بھی ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام، سرکارِ دوعالم، آقائے دوجہاں اور مالک کل ہیں۔

اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کے لیے فرمایا:

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''

اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالمین جمع ہے عالم کی، لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک سے زیادہ عالم یعنی دو عالم، دو جہاں یا کل مخلوقات الٰہی۔ اللہ رب العالمین ہے یعنی کل عالم یا دونوں جہان کا پروردگار، لہٰذا اللہ عالمین کا رب ہے تو اس کے رسول عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ عالم یا عالمین یا کل مخلوقاتِ الٰہی کہتے ہیں ماسوا اللہ کو تو حضور علیہ السلام لاجرم سب پر رحمت اور سب یعنی کل مخلوقات الٰہی حضورﷺ کے زیرِرحمت اور رحمت میں اللہ کی نعمت بھی شامل ہے اور اگر نعمت کو شامل نہ کریں تب بھی رحمت ہی کافی ہے۔ بہرحال کل مخلوقاتِ الٰہی حضور علیہ السلام کی رحمت کی طالب ہے اورحضور رحمت عطا کرنے والے عطائے الٰہی سے لہٰذا ظاہر ہوا کہ کل مخلوقات الٰہی حاجب مند اور رسول اللہ علیہ السلام مالک، مختار، آقا، سرکار، مولا وغیرہ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضورﷺ رحمۃ للعالمین ہونے کی حثیت سے عالمین یعنی دونوں عالم کے سرکار اور آقا ہیں اورکل کا شمار بھی مخلوقات ہی میں ہے۔ اللہ کل سے ماسوا ہے، لہٰذا حضور علیہ السلام مولائے کل بھی ہوئے پس حضور علیہ السلام کو سرکارِ دوعالم، مولائے کل اور آقائے دوجہاں کہنا درست ہے۔ جب اللہ نے ایسا بے پایاں اختیار اپنے اس بندے، رسولِ اعظم اور اپنے حبیب اکبر کو عطا کیا تو پھر کسی کے لیے اعتراض کا کیا محل؟ یہ اعتراض تو اللہ ہی پر ہوگا۔

اب رہی بات اللہ عزوجل کی تو وہ سب کے لیے رحمت، رحمۃ للعالمین کے لیے بھی رحمت، وہ تو رحمٰن ہے اور جس طرح کسی بندے کو اللہ نہیں کہہ سکتے اسی طرح رحمٰن بھی نہیں کہہ سکتے۔ الوہیت اور رحمانیت اسی کے لیے ہے۔ وہی معبود ہے، مالک حقیقی۔ اس کی شان تو انسانی عقل وفہم سے ورا ہے۔ اللہ نے اپنے بندے، رسول اور حبیب سرکار دوعالمﷺ کو رؤف و رحیم بھی کہا ہے۔ ''حریص علیکم بالمومنین رئوف الرحیم'' [۱۰/ ۱۲۸]۔ لیکن رحمٰن نہیں کہا۔

لہٰذا اسی ''رحمۃ للعالمین'' سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ، آقائے دوجہاں، مولائے کل، مختار دوعالم، سرکار دوعالم، سیّدالکونین والثقلین ہیں اور ان القاب سے انھیں یاد کرنا اللہ کی اُلوہیت یا حقیقی مالکیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ سرکار علیہ السلام کا ان سے اللہ ہونا یا بنا دیا جانا ثابت ہوتا ہے۔

قرآن و احادیث کے بہت سے حوالوں اور دلائل سے سرکار علیہ السلام کے لیے ان القاب کا استعمال ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اگر دو بوند ہی اثر کر جائیں تو طوفان نوح لانے سے اشک کو کیا فائدہ؟

احمد صغیر صاحب مولانا صاحبان کی اسناد کے قائل نہیں ہیں حالاں کہ جیسا راقم نے ابتدا ہی میں عرض کردیا ہے کہ مولانا تو صحابہ کرام بھی تھے اور بعد کے علما، آئمہ، صلحا وغیرہ اور خودسب سے بڑے مولانا اور علامہ سرکار علیہ السلام اور ان کے نائبین۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، صلحا، فقہا اور علما، محدثین، مفسرین وغیرہ سے ہی دین ملا ہے اور دین کی سمجھ!

احمد صغیر صاحب لکھتے ہیں کہ بذریعہ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جانا چاہیے تو کیا مولاناؤں والے حوالوں یعنی قرآن و احادیث یا بزرگانِ دین کی تشریحات و توضیحات کے علاوہ محض لغت و ادب سے اور یہ فیصلہ صرف زبان و ادب کے محققین کریں گے یا اس طرح کے زبان و ادب کے ماہرین جو فقہ، تفسیر، حدیث، عقائد و کلام اور تمامی علوم دینیہ نقلیہ کے باوصف علوم عقلیہ کے بھی عالم یا اسکالر ہیں۔

عبدالنعیم عزیزی

☆ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (م: ۲۰۱۱ء)، ڈائرکٹر الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی (انڈیا)، کتب: ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری'' (۱۹۹۹ء)۔

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۸، ص ۶۸۔۸۷ ۲۔ ایضاً، ش ۸، ص ۷۹۔۸۷

کرن کرن نیک تمنائیں، بھرن بھرن پاک دعائیں! کچھ نہ کہنے اور نہ لکھنے کے باوجود بھی آپ نے ''نعت رنگ'' کے دوشماروں کی شکل میں ماہ مبارک اور عیدسعید کی برکتوں اور مسرتوں کی پرخلوص مبارک باد اور حسین تحفہ عطا کیا۔ شکریہ بہت بہت شکریہ!

عیدالفطر سے چند روز قبل ''نعت رنگ'' کے دوشمارے[ش۱، ۲] موصول ہوئے۔ سراپائے

ظاہری خوب بہت خوب ، بہت سندر اور بہت ہی منوہر۔ باطنی روپ بھی نکھرا نکھرا، نورانی نورانی ادارت میں آپ کا نام دیکھ کر نگاہوں کو''نعت رنگ'' کا رنگ اور تاباں اورحسن مزید درخشاں نظر آنے لگا اور دل مطمئن ہوگیا کہ اس کا باطنی رنگ اور نورانیت اور بھی اجالا بخشے گی۔

کچھ مصروفیات اور کچھ الجھنوں کے سبب گو دونوں شمارے ورق ورق اور سطر سطر تو نہیں پڑھ سکا پھر بھی پڑھا ضرور ہے نئی اور منجھی ہوئی اردو میں محبت اور محنت سے لکھے گئے مضامین ومقالات اور منظومات،علمی ،تحقیقی، ادبی، باوقارگرانقدر اور وقیع!

ہر مقالہ کے تمام پہلوؤں سے صد فی صد اتفاق تو نہیں کرسکتا۔تاہم کافی حد تک اتفاق ضرور ہے۔محترم سیّدآل احمدرضوی صاحب کا مقالہ جاندار بھی ہے اور شان دار بھی۔ عاصی کرنالی صاحب نے اپنے مقالہ''ممنوعات نعت(شمارہ نمبرا تنقید نمبر)میں''ضمائر کے استعمال میں واحدغائب کے لیے وہ اور واحد حاضر کے لیے تو کا استعمال مناسب ہے یانہیں۔'' کے بحث میں بہت ہی اچھا انداز اختیار کیا ہے۔

اس طرح حافظ محمدافضل فقیرصاحب نے اپنے مقالہ''نعت کا مثالی اسلوب نظم'' میں اس بحث میں عاصی کرنالی صاحب کی طرح انداز اختیار کیا ہے۔ دونوں صاحبان کی باتیں دل کولگتی ہیں اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ مدینہ کو یثرب کہے جانے کے سلسلے میں ان دونوں مقالہ نگاروں نے ایک ہی سا انداز اختیار کیا ہے۔

یقیناً یہ لازمی ہے کہ نئے نعت گویوں کو اس طرح کی ہدایات دی جائیں اور انھیں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں غیرشرعی باتوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ ادبی وفنی درستگی کا بھرپور خیال رکھنے اور لفظ کے استعمال، واقعہ یا کسی طرح کی روایت وغیرہ کے بیان میں محتاط رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی جائے اور دنیائے نعت نگاری میں قدم رکھنے والے نئے نوجوان شعرا کی رسائل وجرائد کے ذریعے تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ نعت سے منسوب انجمن، اکادمی یا ادارہ وغیرہ کے ذریعے تعلیم وتربیت کا انتظام بھی کیا جائے۔ یوں تو یہ نعت کا دور ہے لیکن ارض پاک میں موجودہ دورنعت کے فروغ کا زریں دور ہے۔

واجب احترام ادیب رائے پوری صاحب کا مقالہ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود'' بھی سچائی سے بھرپور پرفکر اور پرمغز مقالہ ہے۔ انھوں نے نظم طباطبائی اور دلّو رام کوثری کے اشعار کی مثال دیتے ہوئے دونوں کے غیرمحتاط رویے کی جو گرفت کی ہے وہ بالکل درست ہے کوئی غیرمسلم علمی، ادبی،فنی یا کسی اور اعتبار سے کتنا بھی بلند پایہ کیوں نہ ہو ایک عام مومن کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا ہے کجا صحابی رسول کا

کہ کوئی غوث وقطب بھی جن کے سائے کی برابری بھی نہیں کرسکتا۔

طباطبائی نے جو غلطی کی وہ تو دلورام کوثری کی غلطی سے بہت بڑی ہے کیوں کہ ایک غیر مسلم غلوئے عقیدت، جوش محبت میں سہواً یا قصداً اس طرح کی غلطی کرجائے تو اس پر شرعی حکم نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اخلاقی طور سے اسے روکا اور سمجھایا ضرور جاسکتا ہے۔مگر ایک مسلم پر شرعی حکم ہرحال میں نافذ ہوتا ہے طباطبائی صاحب کا یہ شعر یقیناً قابل گرفت ہے اور گستاخی پر محمول ہے:

کہاں ہے کعب سیکھے ہم سے آداب ثناء خوانی
کہ نعت مصطفیٰ اور ذکر شمشیر مہند کا

بہرحال اس سلسلے میں زیادہ نہ لکھ کر یہ عرض کروں گا کہ ادیب صاحب نے اپنے مقالہ کے آخر میں جو بات لکھ دی ہے۔ قطعاً درست ہے اور ہم سب کو اس طرف پورا پورا دھیان دینا چاہیے۔

''نعتیہ شاعری کے لیے بھی ضروری ہے کہ تنقید کا عمل جاری وساری رہے اور اس کے نتائج سامنے آئیں تاکہ تنقید اپنے ارتقائی کی منزلیں طے کرے۔''

محترم حفیظ تائب کی نعت گوئی پر سیّد رفیع الدین اشفاق صاحب کا جائزہ بھی اچھا ہے اشفاق صاحب محقق نعت، قابل، مخلص اور خوردنواز ہیں۔

رشیدوارثی صاحب، محمد اسحاق قریشی صاحب، عزیزاحسن اور دیگر صاحبان کے مضامین و مقالات بھی کافی حد تک اچھے اور بہت اچھے ہیں۔

پیارے بھائی! آپ کے اشعار تو ۹۲ء میں کراچی میں سنے تھے جتنا خوب صورت آپ کہتے ہیں اتنا ہی اچھا پڑھتے بھی ہیں۔ میں نے آپ کی نعتیں سن کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ بہت جلد میرا صبیح رحمانی ہندوپاک کے ممتاز نعت گو یوں کی بزم نورانی میں ایک باوقار مقام حاصل کرے گا اور آج وہ دن آ گیا۔ میرے لیے یہ ایسی ہی خوشی کی بات ہے جیسے میرے اپنے چھوٹے بھائی نے جوانی کی اس منزل میں وہ بڑا مقام حاصل کرلیا کہ جس منزل میں جوان صرف جوانی دیوانی کا مظاہرہ کرتے پھرتے ہیں اور اس عشق وعقیدت اور علم وادب کی دولت کے حصول سے بہت دور رہتے ہیں۔ جو دنیا اور آخرت دونوں کی کامرانی اور عزت ووقار کی ضمانت ہے۔

یقیناً وہ صبیح بڑا خوش نصیب ہے جو اس قدر حسین نعتیں لکھتا ہے کہ عصرحاضر کے نعتیہ ادب کے جہان کے بڑے بڑے قدآور جس کی شاعری پر تاثرات پیش فرمائیں جناب سعید بدر نے آپ کو روشنی اور خوشبو کا نعت گو شاعر کہہ کر حق گوئی کا حق ادا کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے جو اشعار پیش فرمائے

ہیں۔ ان میں کچھ تو سن اور پڑھ چکے تھے۔ بقیہ جن سے کان اور آنکھ ناآشنا تھے۔ انھیں سعید بدر کے مقالہ میں پڑھ کر مزید مسرت ہوئی۔ خدا کرے آپ اپنی شاعری میں اسی طرح بلکہ اور بھی زیادہ بہت زیادہ جمالیات و امیجری کے جلوے دکھاتے ہوئے مطہرومعطر جذبہ وفکر کے ساتھ منزل کی سمت رواں دواں رہیں۔

خوش اخلاق، خوش مزاج، خوش کلام، خوش گلو اور محبت ومحنت والے صبیح رحمانی کے لیے نعیم عزیزی کی اسی کے ایک شعر میں قافیہ کی ذرا سی تبدیلی یعنی نون غنہ ہٹا کر یہی دعا ہے:

جبینِ وقت پر حسانؓ و جامیؒ کی طرح چمکو
صبیحؔ ان کی غلامی کو متاعِ زندگی لکھو

نثر بھی آپ بہت خوب لکھتے ہیں۔ سطر سطر ایسا لگتا ہے جیسے فضاؤں میں راج ہنس پرواز کررہے ہوں۔

میرے بھائی! مجھے یقین ہے کہ پروف ریڈنگ میں آپ یا دوسرے مدیران و معاونین توجہ دیتے ہوں گے مگر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

کچھ مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا لفظ نبی، رسول وغیرہ پر پورا درودشریف صلی اللہ علیہ وسلم لکھا گیا ہے۔ بہت اچھی بات ہے اور یہ دیکھ کر آنکھوں کو نوروسرور حاصل ہوا لیکن اکثر جگہوں پر ''ؐ''،''ؑ'' وغیرہ دیکھ کر برا بھی لگا اور تکلیف بھی ہوئی۔ علمائے کرام نے پورا درودشریف لکھنے کا حکم دیا ہے اور ''ؐ''، ''صلعم'' پر سخت گرفت کی ہے اور ایسا کرنے سے سختی سے روکا ہے اور اس پر وعید بھی سنائی ہے۔ نہ صرف سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیا وصلحا کے لیے بھی ''ؓ''، ''ؒ'' وغیرہ لکھنے سے منع کیا ہے اور پورا رضی اللہ عنہ / رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ لکھنے کا حکم دیا ہے کوئی اور یا کچھ اور لوگ اس طرح کی بے احتیاطی کریں تو غلط وہ بھی ہے لیکن فروغ نعت کے لیے کام کرنے والے مخلصین ایسا غیر محتاط رویہ اختیار کریں تو غلط ہی نہیں بہت غلط اور دوسروں کے لیے بے احتیاطی کا باب وا کرنے اور راستہ ہم وار کرنے کے مترادف ہے آپ اور آپ کے رفقاء ومعاونین اور سرپرست حضرات خوش نصیب اور لائق تکریم ہیں کہ فروغ نعت کے لیے خود کو وقف کیے ہوئے ہیں۔

نعت لکھنا، نعت پڑھنا، نعت سننا، نعت کی محفل آراستہ کرنا ، نعت کی تحقیق، تنقید کا فریضہ انجام دینا اور علم، قلم ، قدم اور رقم سے نعت کے فروغ کے لیے کوشاں رہنا بہت ہی خوش نصیبی اور شرف وسعادت کی بات ہے۔ نعت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تازگی ایمان، سکون قلب، بالیدگی روح اور معبود کی سرمدی سرشاری نیز شخصیت کی تعمیر وتطہیر اور آگے بڑھ کر قوم وملت کی تنظیم وبحالی اور غلبہ اسلام کا

ایک خوب صورت وسیلہ ہے اگر نعت کو اس کے لغوی اور ادبی مفہوم و معنی کے محدود دائرہ سے نکال کر اس کے وسیع معنوں میں برتا جائے۔

ارض پاک میں فروغ نعت کے لیے کی جانے والی مساعی اپنا رنگ لاچکی ہے اور اس کے لیے چھٹی ساتویں دہائی میں چھیڑی گئی مبارک تحریک کامیابی کی منزل سے کافی حد تک قریب ہے۔ آج نعت کا سب سے بڑا ذخیرہ اردو ہی میں موجود ہے اور تقسیم ملک کے بعداس میں اضافہ کرنے کا سہرا ارض پاک ہی کے سر ہے۔ نعت نگاران پاک، انگریزی، جاپانی، پنجابی وغیرہ شاعری کے اصناف اور ہیئتوں میں جو تجربات کررہے ہیں وہ بھی خوش آئند ہے۔ بھارت میں بھی ہائیکو اور سانیٹ وغیرہ میں نعتیں لکھی جارہی ہیں۔ مگر پاک کی بہ نسبت کم تیزی اور کم جوش سے، بیکلؔ اور نظمی مارہروی جیسے شعراء ہندی بحور و اوزان اور اصناف میں نعت کہنے کا تجربہ کررہے ہیں اور کافی حدتک کامیاب ہیں۔

نظمی صاحب نے تو سنسکرت زبان میں کئی نعتیں کہی ہیں۔ سیّد آل رسول حسنین نظمی مارہروی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مرکز عقیدت اور مرشد خانہ خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ ہیں۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ایم اے اور مرکزی حکومت کے محکمۂ سنسر میں بمبئی میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ عالم بھی ہیں۔ اردو، فارسی زبان وادب کے باوصف عربی اور انگریزی میں بھی مہارت حاصل ہے ہندی اور سنسکرت سے بھی خاصی واقفیت ہے۔

محترم ادیب رائے پوری صاحب کے نعت اکیڈمی کی کانفرنس سے ۹۲ء میں واپسی لوٹنے کے بعد ادیب صاحب اور سعیدوارثی، شہزاداحمد صاحبان کو خطوط لکھے تھے۔ مگر ادھر سے جواب نہ ملنے پر رابطہ نہ رہ سکا۔ مسرور کیفی صاحب کی نعت گوئی پر کراچی ہی میں ان کے سامنے انھیں کے قلم پر تبصرہ، (قلم برداشتہ) لکھ کر دے آیا تھا۔ پتا نہیں کہیں شائع ہوا یا نہیں بھارت آکر حفیظ تائب، راجارشید محمود، حافظ لدھیانوی اور وسیم بریلوی صاحبان کی نعت گوئی پر بھی بہت کچھ لکھ کر راجا صاحب کو ماہنامہ ''نعت'' میں اشاعت کے لیے بھیجا مگر ان کی اشاعت کی بھی کوئی اطلاع نہ ملی۔ البتہ جناب ستاروارثی مرحوم کی نعت گوئی کا جائزہ میری کراچی موجودگی میں ماہنامہ ''نعت'' لاہور میں شائع ہوگیا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں فقیر راقم السطور نے بیکلؔ اتساہی[۱] کا نعتیہ مجموعہ '' والضحیٰ''[۲] بھی ادیب رائے پوری ڈاکٹر ریاض مجید، راجا رشید محمود صاحبان اور دوسرے حضرات کو بھیجا لیکن وصولی کی کوئی رسید نہیں ملی جلد ہی انشاء المولیٰ الکریم ''والضحیٰ'' اور اس پر تبصرہ پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی تحقیقی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری''[۳] پر تبصرہ جو ہند کے ایک رسالہ میں شائع ہوچکا ہے بھیجوں گا۔

بہت کچھ لکھ دیا ہے شاید اس لیے کہ بہت دنوں بعد آپ کو کچھ لکھنے یا آپ سے گفتگو کرنے کا موقع میسر آیا ہے۔مختصر سے مختصر سہی جواب کی امید رکھتا ہوں۔

عبدالنعیم عزیزی

ا۔بیکل اتساہی، شاعر، ادیب، دیگر کتب: ''عرش کا جلوہ''، ''پیام رحمت''، ''صہبائے نور''، ''انتخاب بیکل''۔
ا۔۱۹۹۲ء، دہلی:اے۔ون آفسٹ پرنٹرز کوچہ چیلاں، ۲۴۰ص
۲۔۱۹۷۴ء، بہار: دانش اکیڈمی، بار اول، ۱۰۰ص

عزیز احسن، ڈاکٹر (کراچی)

۲۴ راگست، ۱۹۹۴ء

عزیزم صبیح رحمانی! سلام مسنون۔

میں نے اس سال حج کے دوران میں مسجدِ نبوی شریف میں بیٹھ کر یہ دعا کی تھی کہ اللہ رب العزت مجھے یہ توفیق عطا فرمادے کہ جو کچھ لکھنے پڑھنے کی صلاحیتیں مجھے ودیعت کی گئی ہیں وہ سب دین کی خدمت کے لیے وقف کرسکوں۔نیز جو کچھ میں لکھوں اس کے چھپوانے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو۔

حج سے واپس آیا تو دفتر کے سازشی عناصر نے مجھے آڈٹ ڈپارٹمنٹ کی انچارج شپ سے محروم کرواکے پروکیورمنٹ ڈپارٹمنٹ میں پھنکوادیا۔میں نے اس ڈپارٹمنٹ کی مشکوک شہرت کے باعث یہ جانا کہ اس کی انچارج شپ مجھے مہنگی پڑے گی، لیکن تم سے ملاقات کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اب مسجدِ نبوی شریف میں کی ہوئی دعا کے اثرات ظاہر ہونے کا وقت آ گیا ہے۔موجودہ شعبے میں میرے پاس کام بہت کم ہے۔سارا کام یہاں تعینات عملہ کرتا ہے اور بڑی خوش دلی سے کرتا ہے۔میں یہاں کے لوگوں کی کام میں دلچسپی کی وجوہات سے کچھ کچھ واقف بھی ہوں لیکن اب بہت زیادہ ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔میرے کرم فرماؤں نے مشورہ دیا ہے کہ اپنی دیانت داری اپنے پاس رکھوں کسی پر مسلط نہیں کروں ورنہ اس شعبے سے بھی جاؤں گا۔میں بھی تھک گیا ہوں۔اللہ تعالیٰ میری نیت کے طفیل مجھے اور میرے بچوں کو رزقِ حلال عطا فرماتا رہے(آمین)!

پروکیور ڈپارٹمنٹ میں میرے لیے کرنے کا کام بہت کم ہے اس لیے میں نے فارغ اوقات

ضائع کرنے کے بجائے لکھنے پڑھنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔دفتر میں میری حاضری ضروری ہے۔کام نہ بھی ہوتو میں یہاں موجود رہوں یہ میری ذمہ داری ہے۔اس لیے میں نے اپنے ذاتی کتب خانے سے کچھ کتابیں یہاں منتقل کردی ہیں تاکہ کچھ مطالعہ ہی کرلوں۔

کچھ ماہ قبل میرے دوست مجید فکری نے مجھے بتایا تھا کہ رئیس احمد نامی کوئی نعت گو شاعر، ایک نعتیہ مجموعہ مرتب کررہے ہیں ۔اس مجموعے میں اشاعت کے لیے میں نے بھی اپنا کلام ارسال کردیا تھا۔رئیس احمد نے میرا خط دیکھ کر مجھے فون کیا۔انہوں نے بتایا کہ صبیح رحمانی مجھے بہت مدت سے تلاش کررہے ہیں۔میں نے کہا بھائی میں تو اتنا معروف آدمی نہیں ہوں کہ کوئی مجھے تلاش کرے۔کہنے لگے کراچی میں کچھ نوجوان نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں مثلاً یہ خاکسار رئیس احمد، سید صبیح الدین صبیح رحمانی اور غوث میاں۔میں نے کہا بھائی ، لوگ مجھے کیسے جانتے ہیں۔میں نے تو نعت پر بہت معمولی اور بہت کم کام کیا ہے۔انہوں نے ''جواہرالنعت''[۱] کے مقدمے اور''پاکستان میں نعت گوئی'' [۲] والی میری تحریروں کی طرف اشارہ کیا۔یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی اور میں نے تمھیں فون کیا اور پھر تمھارے فلیٹ پر تم سے ملنے پہنچ گیا۔پہلی نظر تم پر پڑی تو مجھے کچھ مایوسی سی ہوئی کہ یہ دبلا پتلا نوجوان نعت کے علمی ابعاد کو کیا سمجھتا ہوگا! اور اس ضمن میں میری سنجیدہ تحریروں کو کیوں کر سراہے گا....... لیکن سچ بات ہے کہ تم سے بات کرکے احساس ہوا کہ سعدی نے سچ کہا تھا ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

تمھارا ارادہ ہے کہ کوئی ایسا رسالہ نکالو جس کے ذریعے نعت کے مضامین پر سنجیدگی سے غور کرنے اور انہیں تنقیدی کسوٹی پر پرکھنے کی راہ ہموار ہو۔تمھاری ''پذیرائی'' کے حوالے سے جاری ہونے والا مجلّہ اور گل بہار نعت کونسل کے مجلوں میں تمھارا Contribution دیکھ کر مجھے اطمینان ہے کہ ان شاء اللہ تم ضرور کوئی باقی رہنے والا کام کر گزرو گے!

صبیح! میں نے ۱۹۸۱ء میں ''جواہرالنعت'' شائع کی تھی جس کے مقدمے کو دیکھ کر اہلِ علم حضرات نے میری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔معروف محقق حضرت افسر صدیقی امروہوی[۳] نے تو اس مقدمے کو حرفاً حرفاً پڑھا اور سراہا تھا۔کہیں کہیں اصلاح بھی تجویز فرمائی تھی جو اس تحریر کو سنوارنے کا باعث بنی۔میری خوش بختی کہ علامہ رزی جے پوری[۴] نے حیدرآباد اور شاہ انصار الٰہ آبادی نے کراچی سے مجھے خطوط لکھے اور میری اس مختصر تحریر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

حضورِ رحمتِ عالمین ﷺ کے نامِ نامی کی برکت سے اس تحریر کو شہرت کے پر لگ گئے۔پہلے

اسے جنگ کراچی نے نمایاں طور پر شائع کیا اور پھر آفتاب احمد نقوی صاحب نے ، شاہدرہ گورنمنٹ کالج، لاہور کے مجلّے ''اوج'' کے نعت نمبر میں اسے جگہ دی۔ میں نے سید آفتاب احمد نقوی کو خط لکھا تو انہوں نے مجھے مجلّے کی دونوں جلدیں ارسال کرتے ہوئے مجھے اطلاعاً لکھا کہ انہوں نے میری تحریر سندھ انفارمیشن ڈپاٹمنٹ کے رسالے''اظہار'' کے کسی شمارے سے اٹھائی تھی۔ میری اسی تحریر نے میرے کالج کے استاد جناب وسیم فاضلی کو متاثر کیا اور انہوں نے سٹی گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی، کے پاکستان نمبر کے لیے مجھے ''پاکستان میں نعت گوئی'' کے حوالے سے مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ وہ مجلّہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔

تم سے مل کر مجھے اس بات کی خوشی ہوئی کہ تم میری دونوں تحریروں سے آگاہ نکلے۔ تم نے بتایا کہ تم ان تحریروں کی خواندگی کے بعد ہی مجھے تلاش کرنے لگے تھے لیکن ان دنوں میں اسلام آباد میں تھا۔

آڈٹ ڈپارٹمنٹ سے پروکیورمنٹ میں تبالے کو میں اپنے لیے اچھا نہیں سمجھ رہا تھا لیکن تم سے مل کر مجھے محسوس ہوا کہ اللہ رب العزت نے مسجدِ نبوی شریف میں کی جانے والی دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر کرنے کے لیے میرے تبادلے کے'' شر'' سے ایک ''خیر'' کا پہلو نکال دیا ہے۔ اب میں دل جمعی کے ساتھ لکھنے پڑھنے کی طرف متوجہ ہوسکتا ہوں! (الحمدللہ!)

''نعت رنگ'' کتابی سلسلے کے اجراء کا تمہارا خواب ان شاء اللہ ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم خلوص سے اس کام میں منہمک رہوگے میں اپنا قلمی تعاون بھی جاری رکھوں گا اور بساط بھر دیگر امور میں بھی تمہاری معاونت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اللہ تمہیں عزم و حوصلہ عطا فرمائے اور نعتیہ شاعری کے لیے جو خلوص تمہارے دل میں پیدا ہوگیا ہے اس کی شمع ہمیشہ روشن رکھے۔

اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہاری رفاقت میں میں کچھ زیادہ فعال ہوجاؤں گا اور نعتیہ شعری اقدار کا جو بلند آدرش میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے اس کا کچھ خاکہ بھی اہلِ علم کے سامنے رکھ سکوں گا! اللہ تمہیں سلامت رکھے (آمین)!

خیر اندیش

عزیز احسن

☆ ڈاکٹر عزیز احسن (پ:۱۹۴۷ء)،اصل نام :عبدالعزیز خان ولد عبدالحمید خان، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، کتب: اردو نعت اور جدید اسالیب (۱۹۹۸ء)، تیرے ہی خواب میں رہنا (۲۰۰۰ء)، نعت کی تخلیقی سچائیاں (۲۰۰۳ء)، کرم ونجات کا سلسلہ (۲۰۰۵ء)، ہنر نازک ہے (۲۰۰۷ء)، شہپر توفیق (۲۰۰۹ء)، نعت کے تنقیدی آفاق (۲۰۱۰ء)، رموزِ بے خودی کا فنی وفکری جائزہ (۲۰۱۱ء)، امیدِ طیبہ رسی (۲۰۱۲ء)

۱۔جواہر النعت / عزیز صابری، ۱۹۸۱ء، کراچی: بزمِ یوسفی، فیڈرل بی ایریا، ۲۴۰ص

۲۔مشمولہ: سالانہ مجلّہ سٹی گورنمنٹ کالج (پاکستان نمبر)،۱۹۸۳ء، نیز ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' / عزیز احسن، ۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیم نعت،۔

۳۔افسر صدیقی امروہوی (۱۸۹۶۔۱۹۸۴ء)، شاعر، ادیب، محقق، ماہرِ عروض، مترجم، صحافی، سیکریٹری انجمن ترقی اردو کراچی(۸۴۔۱۹۶۳ء)، بانی مدیر: ماہنامہ ''تنویر'' کراچی، تصانیف: ''برقِ تخیل''، ''تابشِ خیال''، ''شہابِ تخلیق''، ''رباعیات افسر''، ''مصحفی۔حیات و کلام''، ''تلامذۂ مصحفی''، ''تذکرۂ شعرائے امروہہ''، ''ہادی الجمع''، ''جوزف ولماٹ'' (اردو ترجمہ)

۴۔علامہ رزی جے پوری (۱۹۰۰۔۱۹۹۱ء)، اصل نام: محمد اسماعیل خان، شاعر وادیب، ماہر لسانیات، تلمیذ مرزا مائل دہلوی۔

۲۸/اگست ۲۰۱۳ء

ڈیئر صبیح!

سدا خوش رہو!

ایک خوش خبری تو یہ ہے کہ ویلکم بک پورٹ والوں نے میرے مقالے[۱] کے پانچ نسخے فروخت کرکے مجھے طے شدہ رقم ادا کردی یعنی پچاس فیصد !!!......مزید دس نسخے Sales n return کی بنیاد پر رکھ لیے ہیں۔

وہیں سے میں نے کچھ کتابیں خریدیں جن میں ''تنقیدی اصطلاحات'' توضیحی لغت .... بھی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے نعت پر بھی کچھ لکھا ہے۔تقریبا پونے دو صفحات میں انہوں نے نعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ایک ہندو اور ایک جرمن غیر مسلم شاعر گوئٹے کی نعتیہ تخلیقات سے کچھ اشعار دیئے ہیں۔ کچھ کتابیں بھی انہوں نے گنائی ہیں جن میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری،ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، محمد طاہر قریشی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محمد سہیل شفیق، ڈاکٹر ریاض مجید، عاصی کرنالی، نوراحمد میرٹھی وغیرہ کے اسما کے ساتھ ساتھ کتب کے نام بھی دیئے ہیں۔افضال احمد انور

کے ایک مضمون کا بھی حوالہ دیا ہے جو مجلّہ ''دریافت'' اسلام آباد میں چھپا تھا۔ آخر میں انہوں نے یہ نوٹ دیا ہے: صبیح محسن کئی برس سے کراچی سے ''نعت رنگ'' نکال رہے ہیں۔ یہ جریدہ نعت کے لیے وقف ہے۔ اس میں تنقیدی اور تحقیقی نوعیت کے مقالات طبع ہوتے ہیں ۔ نعت رنگ سے بطور خاص استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

میں نے پونے دوصفحات پر مشتمل لوازمے کا اجمالاً تذکرہ کردیا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تمہارا نام کسی دوسرے معروف نام کے طور پر لکھا گیا ۔ بہرحال ، اس بات کی خوشی ہوئی کہ اب تنقیدی کتب میں ''نعت'' ایک صنفِ سخن کے طور پر متعارف کروائی جارہی ہے ۔

تم یہاں سے دور ہو اور skype پر تم سے بات بھی نہیں ہو پارہی ہے اس لیے میں نے یہ سطور لکھدی ہیں۔

والسلام

عزیز احسن

ا۔اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ،(مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی) ۲۰۱۳ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۶۴۰ص

۲۳رشوال ۱۴۳۴ھ

۳۱راگست ۲۰۱۳ء

ڈیئر صبیح رحمانی !

سدا خوش وخرم رہو!۔۔۔سلام و رحمت !

کل رات تم سے skype پر رابطہ ہوا تو میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اب میری یہ کوشش ہوگی کہ قدماء کی کچھ نعتیں تلاش کرکے نعت رنگ میں ایک ایک کرکے شائع کرواؤں تا کہ تذکروں، مثنویوں، دواوین اور دیگر علمی تحریروں میں چھپا ہوا نعتیہ ادب کا خزانہ بھی نعت رنگ میں محفوظ ہوجائے اور اس خزانے کو دیکھ کر اہلِ تحقیق کو مزید تحقیق کرنے کا حوصلہ اور ہمت ہو!

مجھے یاد پڑتا ہے کہ مرحوم مشفق خواجہ صاحب نے ایک خط میں تمہاری توجہ ''کتب خانوں''

میں محفوظ ایسے نعتیہ خزانے کی طرف مبذول کروائی تھی جو اہلِ تحقیق کی نظروں سے اب تک پوشیدہ ہے۔ ان کی یہ بات میرے دل کو لگی تھی کہ سیکڑوں مثنویاں لکھی گئی ہیں جن میں سے کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ان مثنویوں کی ابتداء حمد و نعت ہی سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اگر ہم ہر بار کسی ایک مثنوی سے نعت کے اشعار منتخب یا مکمل شکل میں ،نعت رنگ کی زینت بناسکیں تو ہماری یہ کاوش ، نعتیہ ادب کے مطبوعہ خزانے میں اضافے کا بھی باعث ہوگی اور تحقیقی آفاق کی وسعتوں کی راہ بھی ہموار کرے گی!

فی الحال میں نے ''کلیاتِ نظمِ حالی'' (جلد دوم) [مطبوعہ: مجلسِ ترقی ادب، لاہور، صفحہ نمبر ۳۷۳] سے ایک نعت نکالی ہے۔ یہ نعت غالب کی معروف فارسی نعت ''حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است'' کی تضمین کی صورت میں تخلیق ہوئی ہے۔ اس نعت کی ہیئت ''خمسہ'' کی ہے۔نعت رنگ میں جو گوشہء غالب شائع ہوا تھا اس میں یہ تضمین شامل نہیں ہے.....میرا خیال ہے کہ قدماء کی نعتیں ہم ''سدا بہار نعتیں''، ''وردہء چمنِ سدا بہار''، ''سخنِ سدا بہار''، ''ماضی کے نعتیہ گلاب'' یا ''بادۂ کہن'' کے زیرِ عنوان شائع کرسکتے ہیں۔لیکن آخرالذکر عنوان میں ''بادہ'' کا ذکر کراہیت آمیز بھی ہے اور گھسا پٹا بھی!......بہرحال اس معاملے میں تمہاری رائے حتمی ہوگی۔

حالی کی فارسی نعت کا نثری ترجمہ بھی پیش کردیا ہے تاکہ قارئینِ نعت رنگ کو اشعار سمجھنے میں آسانی ہو!

والسلام

عزیز احسن

۲۳؍رجب ۱۴۳۵ھ

۲۳؍مئی ۲۰۱۴ء

پیارے صبیح رحمانی!

السلام علیکم!

اسکاٹ لینڈ میں سب کچھ ہے لیکن نہ تو اذان کی آواز آتی ہے اور نہ ہی کوئی اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔اس لیے اپنا ملک بے حد یاد آتا ہے کہ لاکھ بے دین سہی لیکن کم ازکم اذانیں تو ہوتی رہتی ہیں۔جس گھر میں میں ٹھہرا ہوا ہوں یہاں تو کوئی مصلیٰ بھی نہیں ہے۔البتہ میزبان نے ایک کپڑا جس پر بیت اللہ، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی تصاویر بنی ہوئی ہیں' مجھے دے دے

دیا ہے کہ اس پر نماز ادا کرلوں۔یہی غنیمت ہے۔لیکن نماز کے دوران میں میری توجہ ان تصاویر کی طرف جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی تصویر پر میرے پیر ہیں......میں پیر سنبھال کر رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو برابر والی تصویر میرے پیروں تلے آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔بہر حال جوں توں نماز ادا کرلیتا ہوں۔

میں نے تمہیں لکھا تھا کہ ایک دن محترمہ سمیعہ ناز کا فون آیا تھا وہ میرے لیے کوئی محفل سجانا چاہتی ہیں۔ میں نے کہا کہ ۳؍جون کو ہوائی جہاز سے نوٹنگم جاؤں گا'وہیں سے آپ کو مطلع کردوں گا کہ یہاں پہنچ گیا ہوں۔کل عمران چودھری[۱] صاحب نے بھی فون کیا تھا۔ انہوں نے میرے کوائف جاننا چاہے۔چنانچہ میں نے پروفیسر انوار احمد زئی صاحب کا مضمون اور اپنے کوائف انہیں برقی ڈاک سے بھجوادیے۔ آج میں نے چہرہ کتاب(face book)کھولی تو معلوم ہوا کہ پاکستان اکادمی ادبیات نے بھی میرے کوائف اہلِ قلم کی ڈائرکٹری میں دے رکھے ہیں۔عمران چودھری صاحب نے لندن میں بھی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔اب وہ بریڈفورڈ میں کوئی تقریب رکھنا چاہتے ہیں۔

میں نے تمہارا برقی پیغام پڑھ لیا ہے۔ اللہ کرے نعت رنگ جلدی آئے! میری کتاب[۲] میں کس کس کی رائے شامل ہے؟......یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا۔ البتہ جن لوگوں کی آراء شامل کرنی ہوں ان کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہوگا۔اس لیے میرے دیباچے میں کچھ اضافہ کرنے کی غرض سے مجھے ان مہربان اہلِ علم کے نام بتادینا جو میری کتاب پر کچھ لکھیں گے۔

امید ہے کہ یہ خط تمہیں بہت خوشگوار موڈ اور بہت اچھی تندرستی کی حالت میں ملے گا!

والسلام مع الاکرام

عزیز احسن

۱۔عمران حسین چودھری(پ:۱۹۷۷ء)، برطانیہ میں گزشتہ سولہ برس سے اصلاحِ عقائد اور تبلیغِ اسلام کے لیے سرگرمِ عمل اور ڈیڑھ سو سے زائد انگریزی کتب شائع کرنے والی فعال تنظیم ''سنی فاؤنڈیشن'' (بریڈفورڈ) کے چیئرمین اور ''سنّی ٹائمز'' کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ مرتبہ کتب: ''مناقب سیدنا صدیق اکبرؓ''،''میٹھا میٹھا ہے میرے محمدؐ کا نام'' (نعتیہ انتخاب)

۲۔''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' (زیرِطبع: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی)

عطاء الرحمٰن قادری رضوی، حافظ محمد (لاہور)

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ

محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون! مزاجِ گرامی۔

'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب سے لے کر پڑھا ماشاء اللہ یہ شمارہ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ صوری خوب صورتی کا بھی حامل ہے یقیناً آپ اسے خوب سے خوب تر بنانے کے لیے خوب محنت کرتے ہیں مولاے کریم اس کا اجر دارین میں بیش از بیش عطا فرمائے۔

'الصبح بدامن طلعته' کے انتساب کا مسئلہ واقعی اب تک غیر واضح تھا۔ آپ نے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے حوالے سے اسے امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ سے منسوب کیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے کا مآخذ بھی بیان کردیا جاتا۔ اس سے آپ کی تحقیق پر مزید اعتبار پیدا ہوتا۔

'شاعرِ جہاد - رحمٰن کیانی' کے عنوان سے شاہ مصباح الدین شکیل کا مضمون ص۲۷۱ سے ص۳۰۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ ص۲۸۰ پر وہ رحمٰن کیانی کے حوالے سے عشق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> 'عشق' یہ لفظ عشقہ سے مشتق ہے۔ اردو میں عشقہ کو آکاس بیل کہتے ہیں۔
> اس کے پتے نہ جڑ لیکن جس درخت پر گرتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے۔ لغوی
> طور پر اس کے معنی شدید شہوت کے ہیں''۔

رحمٰن کیانی کے تصورِ عشق پر بحث اس وقت ہمارا موضوع نہیں بلکہ ہم تو ان کی اپنی تحریر میں ایک عجیب تضاد سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہی عشق جس کے معنی وہ شدید شہوت قرار دیتے ہیں لیکن ص۲۸۶ پر اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے لیے روا جانتے مانتے ہوئے کہتے ہیں:

اے زعیمانِ ادب عشق کا ان کے الزام — آپ لوگوں کو مبارک ہو مرا جھک کے سلام

جانتا ہوں کہ یہ ہرگز مرا مقدور نہیں — رب سے اپنے ہی رقابت مجھے منظور نہیں

یوں ہی ص۳۰۶ پر ان کے کلام میں 'ناچے گا' کے الفاظ نعت کے آداب کے خلاف ہیں۔

ص۳۶۵ پر مشہور نعتیہ قطعہ 'یاصاحب الجمال و یا سیّدالبشر' کا مہتمم دارالعلوم دیوبند سے انتساب محلِ نظر ہے۔

ص۳۷۱ پر ملک شیر محمد آف کالاباغ کی بارگاہِ رسالت میں حاضری اور اقبال کا درج ذیل

شعر پڑھ کر گریہ و زاری کرنے کا ذکر ہے:

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

واقعی یہ شعر حسنِ طلب کی بہترین مثال ہے۔ رحمانی صاحب! یہ ایک حقیقت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے وقت زائر فکرمند ہوتا ہے کہ اتنے بڑے دربار میں اپنی درخواست کو کن الفاظ میں پیش کرے۔ یوں کہیے کہ عقل حیران اور زبان گنگ ہوجاتی ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی جب گزشتہ برس حاضری ہوئی۔ ایسے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار جو حسنِ طلب کا بہترین مرقع ہیں، زائر کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے ہمت بندھاتے ہیں۔ بطورِ تبرک 'نعت رنگ' کے قارئین اور مدینہ منورہ کے زائرین کے لیے چند اشعار حاضر ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا 'نہیں' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں، غیر کا منھ کیا دیکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

دیگر

اُف بے حیائیاں یہ منھ اور تیرے حضور ہاں تو کریم ہے، تری خُو درگزر کی ہے
تجھ سے چھپائیں منھ تو کریں کس کے سامنے کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ رحیم ہو سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے

دیگر

جنھیں مرقد میں تا حشر اُمتی کہہ کر پکاروگے ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

دیگر

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں آقا حضور! اپنے کرم پر نظر کریں
جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

دیگر

دم قدم کی خیر اے جانِ مسیح در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہم

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور — جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم
میں نثار، ایسا مسلماں کیجیے — توڑ ڈالیں نفس کا زنّار ہم
ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم — ہیں سخی کے مال میں حق دار ہم

دیگر

اب تو آقا منھ دکھانے کا نہیں — کس طرح رفع ندامت کیجیے
اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے — چارۂ زہرِ مصیبت کیجیے
دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں — آپ پر واریں وہ صورت کیجیے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ — ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے
حق تمھیں فرما چکا اپنا حبیب — اب شفاعت بالمحبت کیجیے
اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور — ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے

حضرت رضا بریلوی کے کلام میں حسنِ طلب پر مشتمل ایسے چند نہیں کئی اشعار ملتے ہیں۔ زائرینِ مدینہ سے گزارش ہے کہ آپ کے اردو نعتیہ کلام کا مجموعہ 'حدایقِ بخشش' ہمراہ رکھیں۔ عربی زائرین اعلیٰ حضرت بریلوی کے عربی کلام کا مجموعہ ''بساتین الغفران' کا منظوم عربی ترجمہ 'صفوۃ المدیح' اپنے مطالعے میں لائیں۔

حسنِ طلب کی بات چلی تو ضمناً چند اشعار بطورِ تبرک پیش کر دیے۔ دراصل میں 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ کے حوالے سے چند گزارشات کر رہا تھا۔

رحمانی صاحب! کمپوزنگ کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ فرمائیں۔ ایسے علمی مجلّے میں ایسی اغلاط کھٹکتی ہیں۔ مانا کہ کمپوزنگ چیز ہی ایسی ہے کہ بارہا مسودہ بینی کے باوجود کچھ نہ کچھ غلطیاں پھر بھی رہ جاتی ہیں۔ لیکن کم از کم آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی کتابت ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہونی چاہیے۔ دیکھیے ص۱۵۰ پر آیتِ مبارکہ کی کتابت میں کتنی غلطیاں ہیں۔ مولاے کریم معاف فرمائے۔

ص۳۷۵ پر محمد فیروز شاہ صاحب نے اقبال کا شعر صحیح نہیں لکھا۔ درست یوں ہے:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل — لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

خطوط کے حصے میں حضرت کوکب نورانی کا خط جذبۂ اصلاح کو دامن میں لیے ہوئے مقالہ نگارانِ نعت کو دعوتِ غور وفکر دے رہا ہے۔ 'نعت اور آدابِ نعت' کے عنوان سے ان کے خطوط کا ایک مجموعہ بھی شائع ہوچکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت کی مذکورہ کتاب سے ہی مجھے 'نعت رنگ' کا پتا چلا۔

غلطی کی نشان دہی پر شکرگزار ہونا چاہیے لیکن میں حیران ہوں کہ نہ جانے کیوں بعض مقالہ نگار مولانا کوکب نورانی کی پُرخلوص اصلاح سے چیں بہ جبیں نظر آتے ہیں۔

مولائے کریم آپ کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور نعت و آدابِ نعت کو اُجاگر کرنے کے لیے آپ اور آپ کے رفقا کو مزید ہمت و قوت عطا فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

☆ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی، خطیب جامع مسجد گلزارِ حبیب، E بلاک، سبزہ زار، لاہور

---

۱۳ / رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

محترم صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون! مزاجِ گرامی۔

سب سے پہلے تو ''نعت رنگ'' کے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی نمبر[شمارہ ۱۸] پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیے۔ ماشاء اللہ علمیت اور ضخامت کے اعتبار سے یہ ایک یادگار تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام احمد رضا پر کام کرنے والے محققین کے لیے جہاں یہ ایک وقیع و مدلل حوالہ بنے گا وہیں نعت گو شعرا کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔

''کلامِ رضا میں توحید کی ضیاباریاں'' کے عنوان سے پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے ایک اچھوتا مضمون تحریر کیا ہے جو رضویات کے باب میں خوب صورت اضافہ ہے۔ پروفیسر صاحب نے جابجا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام سے استدلال کیا ہے جس سے ایمان میں تازگی اور عقیدہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ فاضل بریلوی کا یہ شعر بھی لکھتے تو لطف دوبالا ہوجاتا:

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اپنے مضمون کی ابتدا میں شہرۂ آفاق سلامِ رضا کو جنوبی ایشیا تک محدود لکھ دیا ہے جب کہ ہم تو اہلِ مدینہ کی محافلِ میلاد میں یہ سلام پڑھتے رہے بلکہ خاص مواجۂ اقدس میں عاشقانِ مصطفیٰ کو دھیمے لہجے میں یہ سلام پڑھتے ہوئے سنتے رہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا نے خوب لکھا

ہے کہ ''ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کی صورت میں وجد آفریں سلام کی صدائیں اُبھرتی ہیں۔ اس تناظر میں حافظ عبدالغفار حافظ نے مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت بیان کی ہے:

آواز چار سمت ہے لاکھوں سلام کی
مقبولِ خلق آج بھی نغمہ رضا کا ہے

ڈاکٹر کشفی نے ص۲۹ پر اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے:

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشئہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

اور لکھا ہے: ''دولہا، برات، نوشہ، شادی، نوشہ کے تلازمے نہ جانے حضرت احمد رضا خاں صاحب اور ان کے دبستان کے بہت سے شاعروں اور مقرروں کو اس درجہ کیوں پسند ہیں۔'' عرض یہ ہے کہ جیسے برات کا مرکز دولہا کی ذات ہوتی ہے اور اسی کے دم سے برات ہوتی ہے ایسے ہی سرکارِ دوعالم ﷺ کے باعثِ تخلیقِ کائنات اور فخرِ موجودات ہونے کے اوصاف کی جانب اشارہ کرنے کے لیے یہ لفظ فاضلِ بریلوی نے استعمال کیا ہے۔ یاد رہے نبی کریم ﷺ کی شان میں ''دولہا'' کا لفظ شعرا نے نہیں بلکہ جلیل القدر محدثین نے بھی استعمال کیا ہے، مثلاً امام قسطلانی ''مواہب الدنیہ میں لکھتے ہیں: ''**فاذا هو عروس المملكة**'' یعنی نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارک کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنتِ الٰہی کے دولہا ہیں۔ اسی طرح دلائل الخیرات میں امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ جو درود لکھتے ہیں اس میں ہے: ''**وعروس مملكتك**'' ایسی ہی اور کئی مثالیں ہیں جو طوالت کے خوف سے یہاں تحریر نہیں کر رہا۔

یہاں ایک عجیب بات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ کشفی صاحب نے ص۳۲ پر اپنے اعتراض کا جواب خود ہی لکھ دیا ہے کہ ''مولانا احمد رضا خاں کی علمیت، شاعرانہ تخیل، قرآن و حدیث سے ان کے تعلق نے بعض شاعرانہ علامات کے سیاق و سباق کو بدل دیا ہے اور وسیع منظر و پس منظر میں نئے معانی ہمارے ذہن میں طلوع ہوتے ہیں۔'' اب کشفی صاحب سے گزارش فقط اتنی ہے کہ وہ دولہا کے نئے معانی بھی فاضل بریلوی کے حوالے سے ذہن نشین کرلیں۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کئی کتابوں کے مصنف اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ خوب لکھتے ہیں لیکن ''گرتے ہیں شہسوار ہی'' کے مصداق تجربہ کار قلم کار بھی کبھی کبھی پھسل جاتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے

کہ ص۱۷۰ پر اپنے مضمون کا آغاز ہی انھوں نے بڑے خطرناک جملے سے کیا ہے لکھتے ہیں، ''ذکرِ حق کے بعد ذکرِ رسول مقبول ﷺ افضل ترین عبادت ہے اور اس عبادت میں خالق ومخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔'' ڈاکٹر صاحب! مخلوق تو خالق کی عبادت کرتی ہے اور اسے یہ عبادت کرنی بھی چاہیے لیکن عبادت کا لفظ کیا خالق کے لیے استعمال ہوسکتا ہے؟ سب اس کے عابد و ساجد ہیں اور وہ معبود ومسجود ہے۔ لہٰذا اس کے لیے عبادت کا لفظ استعمال کیسے درست ہوسکتا ہے؟ ثانیاً درود بھیجنے میں خالق ومخلوق برابر کے شریک کیسے ہوسکتے ہیں کہ مخلوق کا درود تو دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کا درود اپنے حبیب پر رحمت کا نزول ہے۔ دیکھیے امام بخاری کتاب التفسیر میں ابوالعالیہ تابعی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

صلوۃ اللّٰہ ثناء علیہ عند الملائکۃ و صلوۃ الملائکۃ الدعاء

یعنی اللہ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے حضور کی تعریف فرماتا ہے اور فرشتوں کا درود دعا کرنا ہے۔

معلوم ہوا فرشتے درود یعنی رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں یوں ہی مسلمان بھی درود پڑھنے کی صورت میں رحمت کے نزول کی التجا کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی تعریف فرماتا ہے اور رحمت نازل فرماتا ہے۔ رحمت کے نزول اور دعا دونوں میں فرق ہے یوں ہی اللہ تعالیٰ جو اپنے حبیب کی تعریف ارشاد فرماتا ہے اس میدان میں بھی مخلوق اپنے محدود علم، عقل اور ذہن کے ساتھ برابری نہیں کرسکتی کہ خالق کے ''کلماتِ ربی'' جو وہ اپنے محبوب کی شان میں بیان فرماتا ہے اگر ساری دنیا کے سمندر سیاہی اور درخت قلم بن جائیں تب بھی وہ لکھنے سے عاجز ہیں۔ میں نعت گوشعرا سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ اشعار میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز و پرہیز کریں کہ ''درود وہ کام ہے جس میں لاشریک بھی شریک ہوتا ہے۔''

ص۱۸۱ پر شمشاد حسین رضوی نے اعلیٰ حضرت کے عربی دیوان کے نہ ہونے کی اطلاع دی ہے۔ یہ ان معنوں میں تو درست ہے کہ اعلیٰ حضرت نے خود کوئی عربی دیوان مرتب نہیں فرمایا لیکن الازہر یونی ورسٹی کے پروفیسر حازم محمد احمد المحفوظ نے کئی سال قبل ''بساتین الغفران'' کے نام سے منتشر کلام یک جا کرکے شائع کردیا ہے۔

یوں ہی ص۱۷۳ پر ''حدائق بخشش'' کے منظوم عربی ترجمے کے مستقبل میں شائع ہونے کی خبر ہے۔ الحمدللہ یہ بھی صفوۃ المدیح کے عنوان سے ۲۰۰۱ء میں مصر سے شائع ہوچکا ہے۔

ص۱۹۷ پر ریاض حسین چودھری نے ایک عجیب مہمل جملہ لکھا ہے کہ ''خدا اور اس کے ملائکہ

کے میزبان ہوکر مکینِ گنبدِ خضرﷺ پر درود و سلام بھیجیں۔'' شاید کمپوزنگ میں غلطی ہوئی ہے۔ موجودہ صورت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

محمد امجد رضا خاں، شمشاد حسین رضوی، رشید وارثی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد، صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی، غلام مصطفیٰ قادری رضوی نے ماشاء اللہ بڑی محنت سے مضامین تحریر کیے ہیں۔ مولائے کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

عزیز احسن نے مدلل مضمون لکھا ہے اور بہت خواب لکھا ہے۔ دورِ حاضر میں ایسے مضامین کی اشد ضرورت ہے۔ ص۲۴۶ پر ایک شعر انھوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں لکھا ہے۔ یہ انتساب درست نہیں بلکہ مندرجہ ذیل شعر اُم المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے۔

شمع تابانِ کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

ص۲۷۰ پر پروفیسر مظفر عالم جاوید صدیقی کا یہ کہنا درست نہیں کہ ''مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا کے سلام کا رنگِ شاعری جھلکتا ہے۔'' کافی تو سلامِ رضا کے وجود میں آنے سے بہت پہلے آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ ہاں یہ کہنا درست ہے ''مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری و فنی لحاظ سے زیادہ مؤثر ہے۔'' ص۵۵۵ پر جگہ جگہ نبی کریمﷺ کے نامِ اقدس کے ساتھ ''ص'' کا لفظ دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ مکمل درود شریف لکھ کر حدیث میں بیان کردہ فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔ یہ حدیث پاک امام سخاوی نے ''القول البدیع'' کے ص۴۶۰ پر نقل کی ہے، ''جس نے کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھا تو جب تک میرا نام مبارک اُس میں رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔''

ص۵۵۷ پر جناب عرش ہاشمی کے ان اشعار نے ایمان تازہ کر دیا:

''بے گانہ سنتوں سے جو ہے وہ میرا نہیں''
کیوں اس حدیث پاک سے صرفِ نظر کریں
کس طرح زندہ ہوں میرے آقا کی سنتیں
اس دُھن میں اپنی شام اسی میں سحر کریں

نعت گو شعرا سے التماس ہے کہ وہ ان موضوعات پر بھی خامہ فرسائی فرمائیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی نے ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' کے عنوان سے مدلل، مفصل اور مکمل مضمون تحریر فرمایا ہے اور مضمون کیا لکھا ہے تحقیق کا، تدقیق کا، علم اور حکمت کا دریا بہا دیا ہے۔ مولائے کریم انھیں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ اس اعتراف کے ساتھ ساتھ اس محبت بھرے اعتراض کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں کہ اس مرتبہ انھوں نے خط تحریر نہیں فرمایا۔ ہم ان کے مکتوب کی کمی شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔

ص۵۶۱ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے حضرت کعبؓ کی ولدیت کو ان کا نام بنا دیا ہے۔ لکھنا چاہیے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ۔ ص۵۶۵ پر نشیط صاحب نے استمداد اور استعانت کے خلاف مفتیِ سعودی عرب عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ یہ بن باز صاحب وہی ہیں جنھوں نے سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم ﷺ کے والدین کریمین کو معاذاللہ کافر قرار دیا تھا۔ یہ اور اس جیسے فتوؤں کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ موصوف بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھی محروم تھے۔ نشیط صاحب کے اور بھی کئی تسامحات ہیں بلکہ الزامات ہیں۔ طوالت سے ڈرتے ہوئے ان پر کچھ نہیں لکھ رہا البتہ علامہ کوکب نورانی صاحب سے ملتمس ہوں کہ وہ نشیط صاحب کی اصلاح فرمائیں۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب نے بڑا خوب صورت مضمون لکھا ہے۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے کلام کا بہت اعلیٰ انتخاب انھوں نے پیش کیا ہے۔ ان کا یہ شان دار مضمون زبانِ حال سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ اب آپ ''نعت رنگ'' کا مولانا حسن رضا بریلوی نمبر بھی شائع فرمائیں۔

خطوط کے کالم میں ڈاکٹر طلحہ رضوی کے خط نے مزہ دیا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کا خط اور مضمون دونوں ہی بڑے کام کی چیزیں ہیں اور نمبر کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ مولائے کریم انھیں صحت عطا فرمائے۔ محمد افروز قادری نے مدلل خط لکھا ہے انھیں ''نعت رنگ'' کی بزم میں شامل رہنا چاہیے۔ افضل خاکسار کے خط کا ایک ایک لفظ مولانا علامہ کوکب نورانی سے کسی مخفی عداوت کا پتا دیتا ہے۔ انھوں نے ص۵۷۷ پر گذارش کو مذکر لکھا ہے۔ اسی سے ان کا مبلغِ علمی ظاہر ہے۔ مولائے کریم انھیں ہدایت فرمائے۔

رحمانی صاحب! کمپوزنگ کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ فرمائیں۔ عام تحریر میں تو پھر بھی درگزر ممکن ہے لیکن آیاتِ کریمہ، احادیثِ طیبہ اور اشعار میں اغلاط بہت کھٹکتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اعلیٰ حضرت کے جو اشعار اپنے مضمون میں دیے ہیں ان میں کتابت کی ۲۵/اغلاط ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو تصرف کا گمان بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک مضمون میں صرف اشعار کی اغلاط ہیں۔ باقی اسی

پر قیاس کر لیجیے۔ ص۴۸۶ پر میرے خط میں کمپوزنگ کی ایک غلطی در آئی ہے اور وہ یہ کہ لکھا ہے، ''بساتین الغفر ان کا منظوم عربی ترجمہ'' حالاں کہ ہونا چاہیے ''حدائق بخشش'' کا منظوم عربی ترجمہ صفوۃ المدیح۔ خدا آپ کی توفیقات میں برکت دے۔

والسلام

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

عقیل ہاشمی، ڈاکٹر (لاہور)

۵۔۵۔۲۰۰۸ء

محترمی صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ! پہلی بار آپ سے مخاطب ہوں ''نعت رنگ'' (نیز نعت ریسرچ سینٹر) کی بابت ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء کی وساطت سے واقف ہوا، الحمد اللہ آپ کی مساعی قابل رشک ہیں، شومیٔ قسمت پچھلے خصوصی یا عام شماروں سے مستفید نہ ہوسکا، اس عاجز کے کہنے کو آٹھ شعری مجموعہ شائع ہو چکے لیکن ''بیاض نور''[۱] مطبوعہ ۱۹۹۵ء کے بعد زیر نظر مجموعہ ''کلید مغفرت''[۲] مطبوعہ ۲۰۰۶ء دوسرا نعتیہ انتخاب ہے، ''بیاض نور'' اس وقت دستیاب نہیں، نعت رنگ میں آپ کی توجہ دہانی کے مدنظر ''کلید مغفرت'' پیش خدمت ہے یوں تو حیدرآباد میں کئی نعت گو شعراء ہیں اور ان کا کلام شائع بھی ہو چکا ہے مگر آپ تک وہ کیسے پہنچے؟ جناب سے خواہش یہ ہے کہ آپ کے ادارے کی جملہ مطبوعات کی فہرست مع قیمت درج ذیل پتہ پر روانہ کریں، خط وکتابت بھی ہوتی رہے تو احسن ہے زیادہ خیریت دعاؤں کی التماس۔

عقیل ہاشمی

☆ ڈاکٹر عقیل ہاشمی، اصل نام: سید حفیظ الدین حسین، شاعر، ادیب، محقق، نعت گو: کتب: ''بیاضِ نور''، ''سید افتخار علی شاہ وطن (حیات و شاعری)''، ''آیات پیغمبر نور اللہ''، ''سعید''، ''صبحِ روشن''، ''پیغمبرانِ حق''، ''مصباحِ تصوف''، ''موجِ نظر''، ''ظہورِ قدسی''، ''پہلی خطا''، ''فرازِ نو''، ''دیپک پتنگ (تدوین)'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''کلیدِ مغفرت'' (نعتیہ مجموعہ) و دیگر۔

۱۔ ''بیاض نور''/ڈاکٹر عقیل ہاشمی، ۱۹۹۵ء، حیدرآباد (بھارت)، ۲۰۰ص

۲۔''کلید مغفرت''/ ڈاکٹر عقیل ہاشمی، ۲۰۰۶ء، حیدرآباد (بھارت): سید الصوفیاء اکیڈمی، ۱۴۸ص

علیم ناصری (لاہور)

۴ مارچ ۹۹ء

محترم صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

گرامی نام کافی دن پہلے ملا تھا۔بعض مصروفیات کے باعث آپ کی فرمائش پوری کرنے میں دیر ہوتی رہی۔ بارے کچھ سکون پایا تو مطلوبہ کلام بھیج رہا ہوں ۔امید ہے آپ قبول فرمائیں گے۔

میرا بیٹا خالد علیم[۱] بھی الگ سے اپنا حمدیہ کلام ارسال کررہا ہے ۔چند دن میں وہ بھی پہنچ جائے گا۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسلام

دعا گو

علیم ناصری

☆علیم ناصری(پ: ۱۹۱۹۔۲۰۰۵ء)، اصل نام:علیم الدین، شاعر، ادیب، مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' و ماہنامہ ''فانوس'' لاہور۔ کتب: ''طلع البدر علینا''، '' شاہنامۂ بالا کوٹ''، ''نشیدِ پارینہ''، ''ضربِ خلیل''، ''موجِ کنہار''، ''متاعِ دیدہ و دل''۔اعزازات: نعت گوئی پر صدارتی تمغہ

ا۔ خالد علیم، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''محامدِ محمد ﷺ''، ''بغداد آشوب''۔

عماد الدین قادری، سیّد (کراچی)

۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

۵/ دسمبر ۲۰۰۲ء

مکرمی صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمدللہ علی کل حال۔عید مبارک۔

اُمید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔

''اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور تجلیات''[۱] از محترم ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی (انڈیا) کی عکسی نقل (مجلد) تیار ہوکر آ گئی اور حسب وعدہ پیش خدمت ہے۔ قبول فرمایئے۔ فجز اکم اللہ

میں ڈاکٹر وحید اشرف مدظلہم کو نہیں جانتا تھا۔ لیکن یہ کتاب مجھ تک کیوں کر پہنچی۔ کچھ تفصیل زبانی عرض کر چکا۔ اس کا اجمالی ذکر ہی کتاب کے مضمون ''استدراک'' میں آپ کو مل جائے گا۔

کچھ اور کتابیں بھی پیش خدمت ہیں۔

ا۔ خوشبوئے درد۔[۲] اقبال اکیڈمی حیدرآباد (انڈیا) کے نائب صدر محمد ظہیر الدین صاحب نے سال گزشتہ یہ نسخہ مجھے تحفتاً بھیجا تھا۔ اللہ انھیں خوش رکھے۔ آمین، چوں کہ یہ پہلے سے پیش خدمت ہے اس لیے یہ نوآمدہ نسخہ آپ کی نذر ہے۔

۲۔ نبی اُمی: قرآن مجید کی روشنی میں۔ اس کے بھی چند نسخے کسی نے میرے مطالعہ... اور پھر تقسیم بھیجے تھے۔ اللہ اس کی ناشر کو خوش رکھے آمین۔ امامیہ حضرات نے حسن بن صباح کے مسلک کے پرچارک ہیں۔ اُمی کی جو تشریح و تبلیغ کی اور جس کو ہمارے کور چشم ''الماء'' آج راگ الاپتے ہیں۔ آپ اس سے واقف ہیں۔ مجھے یقین ہے ایک عاشق رسول (ﷺ) کی حیثیت سے یہ علمی مواد آپ کے لیے بیش بہا رہے گا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے اپنے بچپن ہی سے اُمی کے وہی معنی لیے جو حضرت العلوم تمنا عمادی نوراللہ مرقدہ [۳] نے بتلائے ہیں۔

دوسرے دو کتابچے آپ اپنے ملاحظے کے بعد جسے چاہیں دے دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آمین۔ فقط

طالب الخیر مع الخیر

سید عماد الدین قادری

☆ سید عماد الدین قادری (پ: ۱۹۳۶ء)، کتاب دوست و کتاب دار۔

ا۔ ۲۰۰۱ء، بڑودہ: ارباب حلقۂ ذکر سلسلہ اشرفیہ، بار اول، ۱۲۰ص

۲۔ مرزا شکور بیگ، ۱۹۹۵ء، حیدرآباد (بھارت): کمرشل بک سینٹر، بار دوم ۲۴۸ص

۳۔ مولانا تمنا عمادی مجیبی پھلواروی (۱۸۸۸۔۱۹۷۲ء)، اردو، عربی، فارسی کے شاعر، مدرس، اسلامی علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے باب میں اجتہادی نقطۂ نظر کے حامل، تصانیف: ''اعجاز القرآن اور اختلاف قرآن''، ''امام

زہری وامام طبری''، ''انتظار مہدی و مسیح''،''جمع القرآن۔ مذاکرہ''، ''وراثت اور کلالہ قرآن کی روشنی میں''، ''سخنہائے تمنا''، ''دیوانِ فائز''۔

عنایت علی خان، پروفیسر (حیدرآباد)

عزیز گرامی صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے گراں قدر تحفے کے لیے آپ کا ازحد ممنون ہوں۔ میری خوش بختی ہے کہ اس وقیع طبقے میں مجھ جیسے ''ہزل گو'' کا نام بھی دو جگہ بار پاسکا۔ مکرمی عزیزاحسن صاحب نے جس انداز سے نبی اکرم ﷺ کی محبت کے حوالے سے، خود احتسابی اور کربِ آگہی کا مشاہدہ کیا اُس نے اپنے احساس کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ وہیں احساس کی اساس مجھے قرآن کے وعدے: **و انتم الاعلون ان کنتم مومنین**[۱] اور حدیث مبارک ''**لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین**'' [۲] کے ربط میں بھی ملتی ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی محبت معتبر ہے تو ایمان معتبر اور ایمان کے معتبر ہونے کا نتیجہ علو کے مرتبہ اور غلبہ۔ آج اُمت مسلمہ جس مغلوبیت ذلت اور اس سے دوچار ہے اس کے پیش نظر اس سے ایمان اور حب رسول ﷺ دونوں کا غیر معتبر ہونا اظہر من الشّمس ہے۔ عقیدے و ارادے کی جس پیروی کی طالب ہے وہ مسلمانوں کا شعار رہی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تمام وکمال پورا ہوا جیسا کہ اس نعت میں عرض کیا گیا ہے:

ترا نقش پا تھا جو رہنما تو غبارِ راہ تھی کہکشاں

اُسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا

محترم راجا رشید محمود صاحب سے اردو کی درسی کتب کے جائزے کے سلسلے میں نیاز حاصل ہوتا رہا ہے۔ شفیق الدین شارق صاحب نے راجا صاحب سے میرے لیے جس خوش گمانی کی توقع کی ہے اس کا میں کسی درجے میں خود کو مستحق ضرور سمجھتا ہوں۔ میرے جذبے کی وضاحت تو محترم شارق صاحب نے بہترین الفاظ میں فرما دی ہے اور آپ نے فٹ نوٹ میں یہ بات بتلا کر کہ جس ترکیب یعنی ''عقیدتِ بے نصیب'' پر راجا صاحب کو اعتراض تھا اُس کا بحر سے خارج ہونا ہی کتابت کے سہو کی کافی وشافی دلیل تھا:

اور اس کے بعد ہر الزام بے بنیاد ہوتا ہے

اگر راجا صاحب حسن ظن سے کام نہ بھی لیتے اور سال بھر قبل ارسال کردہ اس نعت کو قابل اعتنا سمجھ کر ایک بار پھر پڑھ لیتے تو کتابت کی غلطی کا علم ہوجاتا لیکن میرا گمان یہ ہے (خدا کرے غلط ہو) کہ میری مذکورہ ''حمد و نعت'' کا مجموعی تاثر ہی راجا صاحب محترم کے لیے نامانوس اور ان کے دوق سے متضاد تھا ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ:

> خدا کا شکر ہے کہ شاعر کی عقیدتِ بے نصیب اور ارادتِ بے ثمر کا رُخ میرے آقا و مولا حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی جانب نہیں۔ لیکن اسے نعت کے نام سے کیوں پیش کیا گیا؟

جب شعر نعت کا ہے تو رُخ تو آقا و مولا (یہاں لفظ ''میرے'' میں جو ''حصر'' ہے وہ نظم کے تاثر سے راجا صاحب کی مغائرت کا اشارۂ خفی ہے) ہی کی طرف ہوگا صنف کے اعتبار سے یہ نعت قطعہ ہے غزل نہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ راجا صاحب کاتب کی غلطی کو بنیاد بنانے کے بجائے نظم کے مجموعی تاثر پر استدلالی انداز سے گفتگو کرتے۔

اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مذکورہ نعت آئندہ شمارے میں شائع فرما دیں تاکہ راجا صاحب کے اعتراض کے بارے میں میری معروضات واضح ہوسکیں۔ ایک اور نظم جو حج کے موقع پر ہوئی تھی منسلک کر رہا ہوں۔ ''حرم و بانیانِ حرم'' اس میں نعت کا رنگ بھی شامل ہے، چناں چہ ''نعت رنگ'' میں شائع ہوسکتی ہے۔ ''اپنا بیان حسن طبیعت نہ تھا مجھے'' لیکن طویل ہوگیا اور رسالے کے معیار و مندرجات کے بارے میں جو جذباتِ تحسین تھے وہ ضبطِ تحریر میں نہیں آسکے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ذوقِ عقیدت میں اضافہ کرے اور قارئین کو اس کے حوالے سے فکر و عمل کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

''نعت رنگ'' میں بینکوں کے اشتہارات مجھے تو ''بدرنگ'' لگے۔ کیا یہ چیز توجہ طلب نہیں؟

والسلام

ممنونِ التفات

احقر عنایت علی خان

☆ پروفیسر عنایت علی خان (۱۹۳۵ء)، پروفیسر، گورنمنٹ کالج حیدرآباد، شاعر، ادیب، ماہرِ تعلیم، کتب: ''ازراہِ

عنایت''،''عنایات''،''عنایتیں کیا کیا''،''نہایت'' (انتخاب کلام)،''نصابی کتب اردو''،''نصابی کتب اسلامیات'' (سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)، بچوں کے لیے متعدد کتب'' کچھ اور''

ا۔ سورۂ آل عمران، آیت: ۱۳۹

۲۔ صحیح بخاری، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، رقم الحدیث: ۱۵

❁

غالب عرفان (کراچی)

۱۶/ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

۱۲/فروری ۲۰۰۹ء

بھائی سید صبیح الدین رحمانی! السلام علیکم۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور حسب معمول نعتوں کی دنیا میں تن، من، دھن سے نئے آفاق کی تلاش میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ ثواب کا اجر رہتی دنیا تک دیتا رہے۔ آمین

آپ نے ایک مدت بیت جانے کے بعد بھی مجھے یاد رکھا اور ''نعت رنگ'' کا بیسواں شمارہ مجھ فقیر تک بہ نفسِ نفیس پہنچایا اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ آپ کا یہ مقبول جریدہ اب معیار، مقدار اور ماہ و سال آشنائی کے لحاظ سے کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے۔ یہ نہ تو روایتی مدح سرائی ہے اور نہ ہی وہ عام خط ہے جو ہر رسالے کے مدیر کو رسماً سیکڑوں کی تعداد میں اس لیے ارسال کیے جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی بہانے اُن کا نام خطوط کے حصے میں شائع ہوکر تعلقاتِ عامہ کا ذریعہ بن جائے۔ آپ چاہیں تو اس خط کو نہ بھی شائع کریں کہ میرا معاملہ کچھ اور ہے آپ تو جانتے ہوں گے اور آپ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہے کہ میں نے مطالعے کے بعد اکثر اچھی چیز کی تعریف کی ہے! نہ تو تعریف میں بخل سے کام لینا میری فطرت ہے اور نہ تنقید میں رُو رعایت دینا میرا مزاج۔ بہرحال تاخیر سے سہی چند معروضات کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں۔ اُمید ہے میرے یہ فقرے ناگوار خاطر نہ ہوں گے۔

مضامین حدِ نظر تک کائنات کی وہ تصویر منعکس کررہے ہیں جو مدحتِ سرکار ﷺ سے منور ہی نہیں مقتدر بھی ہے۔ ''تحقیقی مقالات'' کا رنگ الگ تو ''فکر و فن'' میں راجندر نرائن سکسینہ کی شخصیت پر ڈاکٹر سراج احمد قادری کی تحقیقی عرق ریزی جدا ''گوشۂ آفتاب کریمی'' میں پروفیسر انوار احمد زئی کی نکتہ دانی اور مذاکرے میں ''نعت رنگ'' کے ۱۹ویں شمارے پر اظہارِ خیال سب اپنی اپنی جگہ ''نعت رنگ'' کے

ارتقائی سفر کی دلیل بن کر اُبھر رہے ہیں پھر بھی کہیں کہیں دو ایک مضامین کی طوالت حسنِ جمال پر گراں گزر رہی ہے۔ میں یہاں کسی کا نام لے کر صاحبِ مضمون کا دل دکھانا نہیں چاہتا ہاں مدحتوں کو پڑھنے کے بعد جو عیوب نظر آئے ہیں اُن کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ شاید آپ کی گرفت اس شعبے میں کچھ ڈھیلی پڑگئی ہے بہرحال ذیل میں چند خامیوں کی نشان دہی کر رہا ہوں:

صفحہ	شاعر	محلِ نظر مصرع	نقص کی تفصیل
۴۹۲	کوثر علی	مصرع اولیٰ پانچواں شعر	''بنی انساں'' کی جگہ اگر شاعر ''بنی انسان کی تہذیب کا طیبہ مرکز'' لکھتے تو دونوں مصرعوں میں ''ہے'' کے استعمال سے بچ جاتے۔
۴۹۳	سہیل اختر	مصرع ثانی آٹھواں شعر	''گو تھی'' حسنِ سماعت پر بار گزرتا ہے۔
۴۹۴	شاہ حسین نہری	مطلع کا مصرعِ اولیٰ	''جس نے آپ کو دیکھا اس نے دیکھنا پایا'' ابلاغ سے محروم ہے۔
۴۹۵	ولی اللہ عظیم آبادی	مکمل نعت	اگر مردّف ہے تو قافیہ کہاں؟ غیر مردّف ہے تو ہر مصرع میں قلم؟
۴۹۷	شہزاد مجددی	چوتھا شعر مصرع اولیٰ	لگتا ہے کوئی ایک رکنی لفظ چھوٹ گیا لہٰذا بے معنی ہے
۴۹۸	محمد ثناء اللہ ظہیر	دوسرا شعر مصرع اولیٰ	''حب داروں'' غلط زبان استعمال کی گئی ہے۔
؍؍	؍؍	پانچواں شعر مصرع ثانی	''ہاتھوں'' غلط زبان ہے وہ صرف ''ہاتھ یوں پھیرے'' لکھتے تو کافی تھا۔
۴۹۹	احسان اکبر	دوسرا شعر مصرع اولیٰ	''رہ ہجر'' میں سوتی تناظر اُبھر رہا ہے۔
۵۰۰	شیو بہادر سنگھ دلبر	پانچواں شاعر مصرع ثانی	''جہاں حسن سے ہے تابندہ وہی آپ کا دامن'' بے وزن ہے
۵۱۰	علی اصغر عباس	آٹھواں شعر مصرع ثانی	''زُہد شعار...'' میں لفظ ''زُہد'' ایک کے بجائے دو رکنی ہوگیا ہے۔

ہاں! یہ بتانا ضروری ہے کہ نعت کے اس گنجینہ گراں مایہ میں مجھے سب سے زیادہ یہ دو شعر پسند آئے:

ماجد خلیل:

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوئی ہے

مصدق لاکھانی:

کھل گیا راز مسیحائی کا آخر اک دن
ابنِ مریم کو ترے گھر سے نکلتے دیکھا

مخلص خیر اندیش
غالب عرفان

☆ غالب عرفان (پ: ۱۹۳۸ء)، نام: محمد غالب شریف، تخلص: عرفان، کتب: ''آ گہی سزا ہوئی''، ''روشنی جلتی ہوئی''، ''م'' (نعتیہ کلام)۔

غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر (میانوالی)

06-08-2001

محترمی و مکرمی برادرم صبیح رحمانی صاحب۔

سلام و رحمت۔ آج کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ بیش قیمت تحفہ ''نعت رنگ'' ۵ تا ۱۱ مع ''سفیرِ نعت'' (صبیح رحمانی نمبر) موصول ہوا۔ بلا مبالغہ یہ ایک بہت قیمتی دینی و روحانی اور علمی تحفہ ہے۔ ہر شمارے کے مندرجات و مشمولات پر محض ایک سرسری ڈالنے سے ہی آپ کے اس کام کی اہمیت افادیت اور معنویت واضح ہوگئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اعزاز، ایک سعادت اور نصیب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کے تذکرۂ جمیل کا عظیم کام سونپ دیا ہے۔ حضرت محسن انسانیت ﷺ کا ذکر ربّ کائنات نے سربلند فرمایا ہے اور جو اُن سے وابستہ ہوگیا وہ بھی سربلند ہوگیا۔ مجھے آپ کے سربلند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ان تمام شماروں کا مطالعہ وقت نکال کر انہماک سے کروں گا اس کے بعد تفصیلی

رائے سے آگاہ کروں گا۔ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ایک خصوصی باب میں آپ کے اس جمیل کام کا حوالہ بھرپور انداز میں آئے گا اور کتاب بھی ضرور نذر کروں گا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آپ کا یہ کام آپ کی اپنی بخشش کا سبب ہے۔ ہم لوگ تو یوں ہی اپنی صلاحیتیں (دنیاوی کاموں میں) ضائع کرتے پھر رہے ہیں۔ اصل کام جو کرنے کا ہے آپ وہی کام کررہے ہیں ایسا کام توفیق اورنصیب کی بات ہے۔

''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ تلاش کرنے کی کوشش فرمائیں تاکہ ''نعت رنگ'' کی تاریخ اور ارتقا پر تفصیلی تبصرہ قلم بند کرسکوں۔ عاطف معین قاسمی کا تجزیہ و تحقیق بھی اس ضمن میں اچھا ماخذ ہے۔ اس کے باوجود بھی..........

'مکالمہ' کے دفتر میں آپ سے ملاقات حسن اتفاق کی بات ہے۔ آپ سے وہاں کی اچانک ملاقات میرے لیے ایک خوش گوار واقعہ تھی اس کی مٹھاس اور شیرینی ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔

پروفیسر احسان اکبر کی ایک نایاب نعت تحفتاً پیش ہے۔ قبول فرمائیے۔

رابطہ مستقل طور پر قائم رہنا چاہیے کہ قلمی رابطے ہی قلبی رابطوں کے استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ بارِ دگر خصوصی عنایت کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص

غفور شاہ قاسم

☆ڈاکٹر غفور شاہ قاسم (پ:۱۹۵۴ء)، مصنف، محقق، کتب: ''پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء تا حال'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''پاکستانی ادب شناسی کی نصف صدی''، ''پاکستانی ادب شناسی کی صدی''، ''مستنصر حسین تارڑ۔ شخصیت اور فن''، ملک منظور حسین منظور۔ احوال و آثار''، ''حجاب امتیاز علی تاج۔ شخصیت اور فن'' و دیگر۔

05-01-2002

محترم و مکرم عزیزم صبیح رحمانی صاحب

سلام و رحمت۔ اُمید ہے ایک مکتوب قبل ازیں موصول ہوا ہوگا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ''نعت رنگ'' کے جملہ شماروں پر تفصیلی تبصرہ لکھنے بیٹھا تو صورتِ حال سامنے آئی کہ میرے یہاں ۱ تا ۴ شمارہ موجود نہیں البتہ شمارہ نمبر ۵ سے لے کر ۱۲ تک شمارے موجود ہیں۔ باقی آپ نے فراہم فرمائے تھے۔ اب آپ ارشاد فرمائیے کہ کیا انھی موجود شماروں کو ہی جائزے اور تجزیے کا عنوان بنا لیا جائے یا پھر

بقیہ شمارے فراہم ہوسکیں گے؟

میں نے میانوالی کے ایک ہمہ جہت اور مستند شاعر ملک منظور حسین منظور[۱] پر ایم فل اردو کے لیے ۱۹۹۶ء میں تحقیقی مقالہ لکھا، اس کا ایک باب اس استاد شاعر کی نعت نگاری[۲] کے بارے میں بھی ہے۔ اسی باب کی عکسی نقل روانہ کررہا ہوں ممکن اور موزوں خیال فرمائیں تو اسے ''نعت رنگ'' کے کسی آئندہ شمارہ میں شامل فرما دیں۔

فٹ نوٹ میں حوالے ہیں۔ یہ حوالے مناسب سمجھیں تو شامل اشاعت فرما دیں ورنہ رہنے دیں۔ مجھے آپ کی جانب سے اس مراسلے کے جواب کا انتظار رہے گا۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ بہت بصیرت افروز معلومات افزا اور نہایت قابل مطالعہ مواد پر مشتمل ہے۔ ان دنوں زیر مطالعہ ہے۔ اجازت

تمام احباب کو سلام۔

آپ کا بھائی
غفور شاہ قاسم

۱۔ منظور حسین منظور (۱۸۹۹۔۱۹۷۴ء)، شاعر، ادیب، صحافی، کالم نگار، استاد، ماہر تعلیم، کتب: ''جنگ نامۂ اسلام'' (تین جلدیں)، ''حدیث درد''، ''برگ طوبیٰ''، ''کیف دوام''، ''گلبانگ عجم''، ''ارمغان عقیدت''، ''مرقع جہاد''، ''شکوۂ مسلم''۔

۲۔ ''ملک منظور حسین منظور کی نعت گوئی''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص ۲۶۰۔۲۷۰

غلام حسین ساجد (لاہور)

۲۰۰۲/۱/۱۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم!

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۲، ''سفیرِ نعت'' (دوسری کتاب)، ''جادۂ رحمت کا مسافر'' اور ''حضوری'' [۱] مع پمفلٹ ''نعت رنگ'' (فروغِ نعت کا سفر... ایک نظر میں از عاطف معین قاسمی) مل گئے۔ میں اس گراں قدر تحفے اور بے پایاں محبت کے لیے سپاس گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' سے یہ میرا پہلا تعارف ہے۔ تفصیلی رائے تو تفصیلی مطالعے کے بعد ہی دوں گا

مگر فوری احساس یہ ہے کہ آپ کے جریدے نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ نعت کے حوالے سے مشمولہ نگارشات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ ایک خاص طرح کی سرشاری اور بے کنار محبت کی بنیاد پر ہی وجود میں آ سکتا تھا۔ دعا کر رہا ہوں کہ آپ کی اس عنایت سے باری تعالیٰ میری زباں کی لکنت کو بھی دُور کرے اور مجھے بھی نعت کہنے کی ویسی ہی توفیق ارزانی ہو، جیسی توفیق خالق کل نے مجھے غزل کہنے کے ضمن میں عطا کی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کے لیے کوئی نعت لکھ بھیجوں... انتہائی شرم کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کل آٹھ نعتیں کہنے کی سعادت حاصل کی ہے اور وہ سبھی مختلف ادبی جرائد میں شائع ہوچکی ہیں۔ اس لیے میرے دامن پر فی الوقت آپ اور آپ کے جریدے کے لیے حرفِ دعا کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر اس پرچے کے مطالعے سے کچھ کہنے کی توفیق ہوئی تو ضرور بھیجواؤں گا۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

مخلص

غلام حسین ساجد

☆ غلام حسین ساجد (پ: ۱۹۵۱ء)، شاعر، ادیب، خاکہ نگار، کہانی نویس، کتب: ''دنیا پھرے غمازی''، ''موسم''، ''عناصر''، ''پانی رمز بھرے''، ''کتاب صبح''، ''بیلے وچ چڑیاں''، ''آئندہ''، ''معاملہ''، ''تائید''، ''مہاندرے''، ''نیندر بھنی رات''، اعزاز: مسعود کھدر پوش ایوارڈ (برائے پنجابی نثر: ۱۹۹۷ء، ۲۰۰۳ء)۔

ا۔ مرتب: عاطف معین قاسمی، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۶۴ص

غلام مصطفےٰ خان، پروفیسر ڈاکٹر (حیدرآباد)

۲۶/۱ اکتوبر

عزیز گرامی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصافِ حمیدہ پر لکھنے کی دعوت دیں۔ الگ الگ اوصاف کے خانے بنا کر خاص خاص شاعروں سے لکھوائیں۔ اب ضعیفی کی وجہ سے میرا دماغ صحیح نہیں رہا۔ اس لئے زیادہ عرض نہیں کرسکتا۔

فقط۔ والسلام

غلام مصطفیٰ خان

☆پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (۱۹۲۱۔۲۰۰۵ء)، ڈی۔لٹ، پروفیسر ایمریٹس، مورخ، ادیب، محقق، مترجم، صدر: شعبۂ اردو، اردو کالج کراچی و سندھ یونیورسٹی، اردو، سندھی اور انگریزی میں ۱۰۰ سے زائد کتب کے مصنف، مؤلف، مرتب اور مترجم، چند کتب کے نام: ''سید حسن غزنوی'' (مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی)، ''فارسی پر اردو کا اثر''، ''علمی نقوش''، ''تاریخ بہرام شاہ غزنوی'' (انگریزی)، ''مکتوبات شاہ احمد سعید دہلوی''، ''تفسیر مولانا عبیداللہ سرہندی'' (فارسی)، ''رسائل مشاہیر نقشبندیہ''، ''اقبال اور قرآن''، ''انتخاب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی'' (اردو ترجمہ)، ''سندھی اردو لغت''، ''اردو سندھی لغت'' (بہ اشتراک ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)، اعزازات: ''صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی'' (۱۹۸۵ء)، ''ستارۂ امتیاز'' (۱۹۹۲ء)۔

غلام مصطفیٰ قادری رضوی (راجستھان، انڈیا)

27-08-05

مخلص محترم مدّاحِ مصطفیٰ عزت مآب حضرت سید صبیح رحمانی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔

ویسے تو برادرم محمد زبیر قادری صاحب کے ذریعے غائبانہ آپ کا تعارف سنا تھا مگر جامِ نور دہلی کے توسط سے مزید آپ کی خدمات سے واقفیت ہوئی۔ اور ان ہی خدماتِ جلیلہ پر یہ چند سطور بطورِ تبریک وتحسین صفحۂ قرطاس پر آ گئیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس وقت کام کرنے والے سوادِ اعظم میں بہت ہیں مگر نوجوان افراد جو معاشرے کی کریم ہوتے ہیں وہ اس طرح کی بین الاقوامی خدماتِ دین و ملت کرتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں تو فرحت و انبساط اور بڑھ جاتا ہے۔ ہمارے علما و مشائخ کی سرپرستی میں ایسے صالح نوجوان جس خلوص و للّٰہیت سے قلمی میدان میں اُترے ہیں اس پر وہ خصوصی داد کے مستحق ہیں۔

''نعت رنگ'' ہند و پاک کا وہ واحد مجلّہ ہے جس نے نعتیہ ادب میں نمایاں کردار ادا کیا ہے،

اگرچہ اس کے کسی شمارے کا مطالعہ نہیں کیا تاہم ''اشاریہ'' پڑھ کر اپنی بات کا ثبوت حاصل کرلیا ہے۔ ربّ قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے و طفیل ''نعت رنگ'' کو مزید عروج عطا فرمائے اور آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین

برادرِ گرامی محمد زبیر قادری، مدیر ''افکارِ رضا'' کی زبانی یہ مژدہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے مجلّہ کا کلام امام احمد رضا پر خصوصی شمارہ نکالنے جا رہے ہیں، خدا کرے اس میں آپ سرخ رو ہوں۔ موصوف کی فرمائش پر ایک مقالہ حاضر ہے، شامل اشاعت فرما کر مشکور فرمائیں۔

برادرم زبیر قادری صاحب کے یہاں ''نعت رنگ'' کی زیارت ہوئی تھی اُمید ہے کہ اس کے قدیم و جدید شماروں سے نوازیں گے۔

فقیر قادری کی اصلاحی کاوش ''عورت اور آزادی'' تحفتاً حاضر ہے وصول ہونے کی اطلاع دیں۔ احباب و متعلقین سے السلام علیکم کہیں۔ دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

جواب کا انتظار رہے گا۔ بقیہ خیریت ہے۔

فقط۔ العبد المذنب

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

☆ غلام مصطفیٰ قادری رضوی، ادیب، محقق۔

۱۳/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

مخلص گرامی سید صبیح الدین صبیح صاحب رحمانی دام ظلہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔ بعد سلام چند ایام قبل فون سے گفتگو کرکے خوشی ہوئی۔ ایک دو بار صحیح طور پر آواز نہ آئی اس لیے فون بند کردیا۔

جس خوش اسلوبی اور حسن طریق سے آپ خدمت دین و سنت انجام دے رہے ہیں اس پر ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں۔ نعتیہ ادب پر اہل سنت و جماعت میں آپ کی مخلصانہ کاوش متاثر کن بھی ہیں اور خوش آئند بھی۔ خدا کرے آپ کا قافلۂ فکر و عمل سرخ روئی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے۔ آمین۔

''نعت رنگ'' کا ''مولانا احمد رضا نمبر'' ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ سنا ہے نیا شمارہ بھی منظرعام پر آچکا ہے۔ اُمید ہے کہ کرم فرمائیں گے۔

برادرم زبیر قادری ''افکارِ رضا'' ممبئ کے توسط سے مل جائے تو اچھا ہے، آپ ان کے ذریعے ہی شاید ہندوستانی علما و ادبا کو پہنچاتے ہوں گے۔

احباب سے سلام کہیں، دعا میں یاد رکھیں۔

فقیر قادری کی حقیر کاوشیں: (۱) نیک بیبیوں کی کہانی (۲) عورت اور آزادی (۳) روشن مستقبل کی طرف، آپ کو مل گئی ہوں گی۔

جواب سے نوازیں۔ خط اور کتابیں دستی بھجوائی تھیں۔ بقیہ خیریت ہے۔

فقط

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

21-04-2006

مخلص محترم حضرت سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔ بعد سلام چند ماہ پہلے برادرم محمد زبیر قادری صاحب کے بدست اپنی مطبوعہ کتاب ''عورت اور آزادی'' اور خیریت نامہ وتبریک نامہ حاضر کیا تھا پھر فون سے بھی ملاقات کر کے مستفیض ہوا۔

ماشاء اللہ آپ کے اخلاص و محبت بھرے جذبہ کی اربابِ علم وفضل قدر کرتے ہیں۔ نعت کی دنیا میں آپ کی مخلصانہ کاوشوں کے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ میں نے ابھی ''نعت رنگ'' کا کوئی شمارہ نہیں پڑھا ہے، تاہم تبصروں اور علامہ کوکب نورانی صاحب کے مکتوبات کو پڑھ کر اس کے معیاری مقالات کی خوبیوں کا اندازہ ہوا ہے اور اب آپ نے عقیدت ومحبت کا نذرانہ پیش کرنے نیز امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وشعری کمالات سے ایک جہان کو مستفید کرنے کے لیے بڑا ضخیم نمبر تیار کرکے قابل تحسین وتبریک کارنامہ انجام دیا ہے۔ آج اس نمبر پر تبصروں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اربابِ فکر وقلم عش عش کر رہے ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

آپ نے فقیر قادری کا مقالہ ''کلامِ رضا میں حسن و جمال مصطفوی کے نرالے تذکرے''[ا] شامل کر کے مشکور فرمایا۔ دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مزید ایسے کام آپ سے لیتا رہے جو اہل ایمان و ایقان کی معلومات کا باعث ہوں اور آپ کے ایمان آبرو جان و مال کی حفاظت فرمائے۔ آمین

دعائے خیر میں یاد فرمائیں اور ہوسکے تو ''نعت رنگ'' کے شمارے اور نمبر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ احباب سے السلام علیکم کہیں۔

فقط

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

ا۔ ش ۱۸، ص ۲۹۹۔۳۰۹

غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر (نئی دہلی)

09-11-1999

عالی جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت رنگ'' کے شماروں کا مرسلہ پیکٹ ملا، یاد آوری اور کرم فرمائی کا شکریہ۔ اس پیکٹ میں ''نعت رنگ'' کے جو پانچ نسخے میرے نام تھے وہ میرے پاس ہیں اور کسی کتاب کا ایک نسخہ جو ڈاکٹر سراج احمد بستوی کے نام تھا اسے میں نے ان کے پتے پر ارسال کر دیا ہے۔

''نعت رنگ'' کے مرسلہ شماروں کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، جس طرح آپ نے نعت کے مضامین اور اس کے انتخاب میں جس مومنانہ فراست کا ثبوت پیش کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔ نعت کے مضامین ویسے ہی روح کو تازگی اور ایمان کو بالیدگی بخشتے ہیں مگر جو آپ نے انتخاب پیش کیا ہے اس کا تو جواب ہی نہیں۔ مجھے افسوس بھی ہے اور حیرت بھی کہ سالوں سے یہ معیاری رسالہ اربابِ دین و دانش کے قلب ونظر کو فرحت بخشتا رہا اور میں اس سے محروم رہا، خیر آپ نے دیر ہی سے سہی توجہ تو فرمائی، میں آپ کی اس علم دوستی کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ یہ زریں سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے گا۔

نعتوں اور غزلوں اور مناقب پر مشتمل اپنا مجموعۂ کلام ''آبشار'' [ا] اپنے مختصر تعارف کے

ہمراہ ارسال کر رہا ہوں، شاید آپ کے کسی کام آئے۔ حکیم عبدالحمید کی رحلت پر ان کی منظوم سوانح بھی لکھی ہے، برائے مطالعہ اسے بھی میں آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، شاید پسند آئے۔

''نعت رنگ'' کا سلسلہ خوب ہے، آنے والی نسلوں کے دلوں میں سرکارِ رسالت مآب ﷺ کے تئیں جذبۂ اُلفت و محبت بیدار کرنے میں کلیدی کردار ادا کرے گا، خدا کرے آپ کی یہ کاوش بارگاہِ رسول میں مقبول ہو اور آپ کے لیے اور آپ کے طفیل ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنے، آمین

والسلام مع الاکرام
مخلص
(غلام یحیٰی انجم)

☆غلام یحیٰی انجم (پ: ۱۹۵۸ء)، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

ا۔ ۱۹۹۸ء، نئی دہلی، ۱۰۴ص

29-03-2004

گرامی قدر و منزلت جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں بعافیت ہوں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔ قائدِ ملت مولانا شاہ احمد نورانی [ا] کے عرس کے موقع سے کراچی پاکستان حاضری ہوئی تھی۔ اس سفر میں ارادہ تھا کہ آپ سے ملاقات ہوگی مگر وہاں مشغولیات اس درجہ بڑھ گئیں کہ سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بہرحال ''یار زندہ صحبت باقی''

ایک ہفتہ قبل میرے پرانے پتے پر کتابوں کا پیکٹ دستیاب ہوا۔ کتابیں پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ بڑی تن دہی سے نعتیہ ادب کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ اردو ادب کے ذمہ داران نے نعتیہ ادب کے تعلق سے جو بے توجہی برتی ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرثیہ تو اردو ادب کا حصہ بن جائے مگر رسولِ مقبول ﷺ کی نعت اردو ادب کا حصہ بننے سے محروم رہے، یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اردو ادب کے اساطین کو ادب کی صحیح

سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ بالکل جداگانہ اور نئی خصوصیت کا حامل ہے۔ مضامین کا تنوع، خیالات کی وسعت اور فکر کی پاکیزگی کے ذریعے آپ نے جو''نعت رنگ'' کو اردو ادب کی دنیا میں ممتاز بنانے کی جو سعی کی ہے وہ بلاشبہ قابلِ تحسین اور لائقِ ستائش ہے۔ ''نعت رنگ'' کے شماروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ادب کی دنیا میں اس رسالہ نے نہ صرف اپنا مقام بنایا ہے بلکہ اساطینِ ادب کو عظمتِ نعتِ رسالت مآب ﷺ کے اعتراف پر مجبور بھی کیا ہے اور بلاشبہ یہ صرف اور صرف آپ کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ حسن عطا فرمائے۔ آمین

آپ ۱۵/ اپریل کو اپنے نئے مکان میں منتقل ہوگئے ہیں اس کے لیے مبارک باد قبول فرمائیں۔ گزشتہ ۱۲/ اپریل کو میں بھی اپنے نئے مکان میں منتقل ہوگیا ہوں۔ نیا پتا درج فرمالیں تو نوازش ہوگی۔ مگر خط و کتابت شعبہ کے پتے پر بہتر رہے گا۔

آپ کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ آپ ''نعت رنگ'' کا خاص نمبر امام احمد رضاؒ کی نعتیہ شاعری کے تعلق سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس تعلق سے میری جانب سے پیشگی مبارک باد قبول فرمائیں۔ اس نمبر میں اشاعت کے لیے ایک مقالہ بعنوان ''امام احمد رضاؒ کی عربی نعتیہ شاعری'' (علمائے ازہر کے حوالے سے) [۲] برائے اشاعت ارسالِ خدمت ہے۔ اُمید کہ رسید سے مطلع فرمائیں گے۔

والسلام

خیراندیش

(غلام یحییٰ انجم)

۱۔ علامہ شاہ احمد نورانیؒ (۱۹۲۶۔۲۰۰۳ء)، ممتاز عالمِ دین، مبلغِ اسلام، سربراہ جمعیت علمائے پاکستان، صدر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان، سیکریٹری جنرل: ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن (۱۹۵۳۔۱۹۶۴ء)۔

۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۸، ص ۱۷۰۔۱۷۹

فرحت حسین خوشدلؔ (جھارکنڈ، انڈیا)

25-01-2007

محترمی سید صبیح رحمانی!

سلامتی و رحمت۔

برسوں سے تمنا تھی کہ ''نعت رنگ'' کے لیے نعت بھیجوں۔ آپ سے روبرو ہوکر بات کروں۔ اللہ کا کرم ہوا آج مخاطب ہوں۔سب سے پہلے یہ عرض کردوں کہ ''نعت رنگ'' کے کئی شمارے کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ظہیر صاحب کے یہاں اس کو سب سے پہلے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ شمارہ نمبرے اور ا کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کروا کر اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ ''خوابوں میں سنہری جالی'' کو متعدد بار پڑھا۔ آپ کی نعتیہ شاعری سے اتنا متاثر ہوا کہ میں نے اپنے ایک خط میں ''جامِ نور'' میں یہ تحریر کیا جس کو شاید آپ نے پڑھا ہو۔ عہد جدید میں نعتیہ شاعری میں انھیں اپنا امام متصور کرتا ہوں۔ اس کے بعد تو دیوانگی ''نعت رنگ'' کے لیے بڑھتی گئی۔ ''جامِ نور'' میں جب اشتہار آیا کہ امام احمد رضاؒ نمبر آپ نکالنے والے ہیں تو برادرعزیز خوشتر نورانی کو فون پر گزارش کی کہ مجھے مذکورہ نمبر۲/عدد چاہیے۔ انھوں نے وعدہ کیا اور پورا بھی کیا ۵۰۰/روپیہ میں مذکورہ نمبر مجھے ملا۔ انھوں نے فون پر میرا آپ سے تذکرہ بھی کیا ہوگا۔

آپ کی نعتیہ شاعری میں جو جدت طرازی دیکھی وہ مجھے دوسرے شعرا کے یہاں کم نظر آئی۔ میں ''خوابوں میں سنہری جالی'' کے حوالے سے ایک مضمون قلم بند کرنے میں مشغول ہوں۔ آپ کی شاعری کے تتبع میں کئی نعتیں کہی ہیں۔ میری نعتیں ''جام نور'' کے صفحات پر بھی آئیں۔ شاید آپ نے پڑھی بھی ہو۔ مجھ کو نعت سے والہانہ لگاؤ ہے۔ اردو ادب میں حمد و نعت کو اب مقام ملنے والا ہے۔ ''نعت رنگ'' اس ضمن میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ ابوالخیر کشفی، شفقت رضوی، عزیزاحسن کی کتابیں بھی میں نے پڑھی ہیں۔ ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی کی ''جادۂ رحمت کا مسافر'' جو آپ کی نعتیہ شاعری پر تنقیدی مجموعہ ہے، پڑھی۔ غرض آپ اور آپ کی شاعری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

اردو شعر و ادب سے میرا رشتہ، میرا تعلق کیا ہے اس کو بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ امام احمد رضاؒ نمبر میں اور حمد نمبر میں جس عرق ریزی سے مضامین کو آپ نے جمع کیا ہے وہ آپ کے نام کو بقائے دوام عطا کرے گا۔ کیو ٹی وی پر آپ کو جب دیکھا اور آپ کو عشقِ رسول ﷺ میں نعت سرائی میں جس طرح مستغرق دیکھا انگشت بدنداں رہ گیا۔ اتنی کم عمر میں اتنا مقام پا لینا اور دوسروں کے دل میں

گھر کر لینا آسان کام نہیں۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کرم ہی میں مانتا ہوں۔ میری اتنی صلاحیت اور وسعت نہیں ہے کہ میں ''نعت رنگ'' منگوا سکوں۔ اپنے رسول کا میں بھی دیوانہ ہوں۔ ایک عاشقِ رسول ﷺ دوسرے عاشقِ رسول ﷺ کو اگر ''نعت رنگ'' ہدیہ میں بھیج دے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دعائے خیر کرے۔ اس لیے گزارش ہے کہ آپ اس حقیر فقیر کو ''نعت رنگ'' سے ہمیشہ نوازیئے۔ مجھے ''نعت رنگ'' کا ''رسول نمبر''[ا] چاہیے۔ کیا مجھے ہدیتاً ارسال فرمائیں گے؟ میں اپنی چند نعتیں (تازہ) آپ کے موقر رسالہ کی نذر کر رہا ہوں۔ شائع فرما کر مجھے شاد فرمائیں۔ میں تادمِ حیات آپ کے رسالہ کے لیے نعت اور نعتیہ مضامین بھیجتا رہوں گا۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب قبلہ کی محبت مجھے وافر مقدار میں ملتی رہتی ہے۔ میں کاروانِ ادب، ہزاروی باغ کا جنرل سیکریٹری بھی ہوں، ساتھ ہی اردو ادب کا ایک ٹیچر بھی۔ میری شاعری کا محور حمد و نعت ہے۔ ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ شائع ہونے کا اعلان ''جامِ نور'' میں پڑھنے کو ملا۔ خوشی ہوئی۔ کاش وہ مجھ کو کسی طرح مل جائے، میری نعتیہ شاعری کو تھوڑی بہت جو بھی جلا ملی ہے وہ آپ سے اور آپ کے ''نعت رنگ'' سے۔ آپ کا میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ مجھے ''نعت رنگ'' بھیجتے رہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ میرے خط کو پڑھ کر ایک عجیب طرح کی لذت محسوس کریں گے۔

کوکب نورانی صاحب کا میں بھی مداح ہوں۔ میرا سلام ان تک ''نعت رنگ'' کے توسط سے پہنچے۔ اگر آپ اس خط کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دیں۔ آپ کی دعاؤں کا متمنی ہوں، ساتھ ہی جواب کا منتظر رہوں گا۔

فرحت حسین خوشدلؔ

☆فرحت حسین خوشدل، شاعر، ادیب۔

ا۔ مکتوب نگار کو سہو ہوا ہے، نعت رنگ کا کوئی ''رسول نمبر'' شائع نہیں ہوا۔

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر (کراچی)

جنابِ صبیح رحمانی!

محترم ومکرم سلام مسنون

''نعت رنگ'' کے مطالعے سے آنکھیں روشن ہوگئیں اور اس کے مرتبین کے حق میں دل سے دعائیں نکلیں۔

نعت کی مقبولیت سے دل خوش ہوتا ہے نعت خوانی اور نعت گوئی ایک مسلمان کے لیے آخرت کے لیے زاد راہ اور سفارش نجات کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ''نعت رنگ'' کے مرتبین دین ودنیا دونوں کو حسب توفیق سنوار رہے ہیں۔

کسی نعت یا نعتیہ مضمون کے بارے میں حُسن وقبح کے حوالے سے کسی طرح کا حکم لگانا مناسب نہیں۔ ان نقطوں کا استعمال اور مروجہ استعمال نعت اور نعت کے مباحث میں میرے دائرہ خیال وقلم سے خارج ہے کہ حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے جن الفاظ وخیالات کو نسبت ہوجائے وہ میرے نزدیک تنقید مروجہ سے بلندوبالا ہوجاتے ہیں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ بعض وجوہ سے محترم عزیز صاحب اور رشیدوارثی صاحب کے مضامین مجھے بطور خاص پسند آئے اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کوششوں کو قبول فرمائے آمین والسلام۔

نیازمند
فرمان فتح پوری

☆ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۱۹۲۶ـ۲۰۱۳ء)، اصل نام: سید دلدار علی، ادیب، محقق، نقاد، دانشور، صدر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، مدیر اعلیٰ: اردو لغت بورڈ (۱۹۸۵ء)، مدیر ''نگار''، چند کتب کے نام: ''ہندی اردو تنازع''، ''اقبال سب کے لیے''، ''اردو رباعی''، ''تدریس اردو''، ''اردو کی منظوم داستانیں'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''تحقیق و تنقید''، ''نیا اور پرانا ادب''، ''نواب مرزا شوق کی مثنویاں''، ''قمر زمانی بیگم''، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، ''تاویل و تعبیر''، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، میر انیس حیات اور شاعری''، ''اردو افسانہ اور افسانہ نگاری''، ''غزلیاتِ غالب شرح ومتن''، ''نیاز فتح پوری دیدہ شنیدہ''، ۱۹۸۵ء میں علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ''ستارۂ امتیاز'' عطا کیا۔

فہد واحد علی، سیّد (حیدرآباد، پاکستان)

06-04-1998

محترم صبیح بھائی قبلہ!

السلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ بمعہ [کذا] تمام اہل خانہ ماشاء اللہ خیریت سے ہوں گے، میں بھی ٹھیک

ہوں۔ میری جانب سے آپ کو اور آپ کے تمام افرادِ خانہ دوستوں اور احباب کو عید کی دلی مبارک باد۔

پانچ جولائی ۱۹۹۷ء کی صبح جب میں آپ کی خدمت میں اپنے والد صاحب اور محترم محمود بھائی کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو واپسی پر دروازے سے نکلنے کے بعد سیڑھیوں پر آپ نے مجھے ایک بات فرمائی تھی، ''دل لگا کر اور محنت سے پڑھو، اعلیٰ تعلیم یافتہ / انجینئر/ ڈاکٹر نعت خواں کو ایک بے پڑھے اور جاہل نعت خواں کی نسبت زیادہ پزیرائی ملتی ہے۔ اس لیے تم اچھے نعت خواں کے ساتھ ساتھ اچھے ذہین طالب علم ہوگے تو ان شاء اللہ تمھاری کامیابی یقینی ہے۔''

تو صبیح بھائی میں نے اسی وقت تہیہ کرلیا تھا کہ نعت شریف کے ساتھ ساتھ زیادہ وقت تعلیم پر صرف کروں۔ کراچی سے حیدرآباد آنے کے بعد میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو صرف تعلیم کے لیے وقف کردیا اور اس کے بعد چار مختلف اساتذۂ کرام سے انگلش، حساب، فزکس، کیمسٹری کی الگ الگ ٹیوشن پڑھنی شروع کردی، ان دنوں میں نے نعت کی محفلوں میں بھی بہت کم شرکت کی، صرف ہفتہ، اتوار کی درمیانی رات میں کوئی پروگرام ہوتا تو اس میں شرکت کرنے چلا جاتا۔ ورنہ ہفتے کے دیگر ایام میں محفل نعت میں شرکت کرنے کی معذرت کرتا رہا۔ میرے ایسا کرنے سے بہت سے احباب نے تو ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور بعض نے میرے سامنے تو نہیں مگر دوسروں کے سامنے میری اس بات پر ناخوشی کا اظہار کیا۔

آج میں اپنے امتحان کے آخری پریکٹیکل دے کر آیا ہوں اور فوراً آپ کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تمام پیپر اچھے ہوئے ہیں۔ نویں جماعت میں بھی "A" گریڈ کے مارکس تھے۔ اب آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ دسویں میں بھی اور بہتر رزلٹ آئے اور اس کے بعد کی تعلیم میں بھی۔

گزشتہ دنوں آپ کی عنایت کردہ ''نعت رنگ'' نمبر ۵ سرمد بھائی کے ذریعے دستی طور پر موصول ہوئی جس کے لیے میں اور میرے والد صاحب آپ کے مشکور ہیں۔

''نعت رنگ'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ سے جو تبلیغی کام لے رہا ہے۔ اس کا اجر آپ کو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں میں ضرور ملے گا۔

''نعت رنگ'' کے گزشتہ شماروں میں، میں نے پڑھا تھا کہ یثرب نام کے استعمال کی آں حضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس حوالے سے آپ نے مختلف شعرا کے چند اشعار بھی تحریر فرمائے ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے قاسم آباد، حیدرآباد میں ایک زیرِ تعمیر عمارت ''یثرب کمپلیکس'' کی بلنگ

کے لیے حیدرآباد کی مختلف سڑکوں پر اشتہاری بینر لگے دیکھے۔

میں بڑا بے چین تھا کہ کسی طرح سے اس پروجیکٹ کے مالکان کو اس بات کی نشان دہی کراؤں کہ وہ یثرب نام تبدیل کردیں، میں اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' نمبر۵ میں محترم رشید وارثی صاحب کا تحریرکردہ تفصیلی مضمون ''یثرب نام کے استعمال کی پابندی اورممانعت'' آپ نے شائع کردی۔ وہ مضمون پڑھتے ہی میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، میں نے فوراً اس تحقیقی مضمون کی فوٹوکاپی ایک خط کے ساتھ ''یثرب کمپلیکس'' کے مالکان کو بھیج دی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد پروجیکٹ کے مالکان نے یثرب نام کی تبدیلی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہےتو صبیح بھائی یہ کام صرف آپ کی ''نعت رنگ'' کے سبب ہو پایا ہے جس کا یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کوضرور اجر دے گا۔

ہمارے ایک بہت ہی مہربان اورمخلص خالدمحمود صاحب ہیں، خالدمحمود صاحب بھی پی ٹی سی ایل میں ملازمت کرتے ہیں، پچھلے ماہ شاید انھوں نے آپ سےفون پر بات بھی کی ہو، خالد صاحب کو ماشاء اللہ یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے حیدرآباد کی معروف دینی، روحانی اور ادبی شخصیت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے خطوط کومرتب کرکے کتابی شکل میں دو مختلف کتب شائع کرچکے ہیں۔

شاید ایک کتاب کی رونمائی تو بہت پہلے ہوچکی تھی، دوسری کتاب ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے نام یادگاری خطوط''[۱] کی تقریب رونمائی آواری ٹاور (ہوٹل) کراچی میں منعقد ہوئی۔ جہاں ڈاکٹر صاحب قبلہ کی موجودگی میں آپ نے نعت شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

جس پروگرام میں خالدمحمود صاحب نے آپ سے ملاقات کرنے کی درخواست بھی کی تھی مگر آپ شاید وہاں بہت مصروف تھے، اس لیے ان سے باقاعدہ ملاقات نہ ہوسکی۔

خالدمحمود صاحب کو جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ صبیح بھائی سے ہمارے بھی مراسم ہیں تو اکثر انھوں نے ''نعت رنگ'' کی فرمائش کی ہے۔ ابھی کل ہی خالد صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر صبیح رحمانی صاحب ''نعت رنگ'' کی جلد خالد صاحب کے لیے آٹوگراف کے ساتھ ارسال کردیں تو عنایت ہوگی۔

''نعت رنگ'' تو وہ ''فضلی سنز'' سے بھی لے سکتے ہیں، مگر اس پر آپ کے آٹوگراف تو نہیں ہوں گے۔ خالد صاحب ''نعت رنگ'' کے بدل میں اپنی مرتب کردہ کتاب ''ڈاکٹر صاحب کے نام یادگاری خطوط'' بھی آپ کی نذر کرنا چاہتے ہیں۔

اب آپ کی مرضی ہے آپ ''نعت رنگ'' ان کی کتاب کے بدلے میں ان کو ہمارے پتے پر ارسال کردیں یا پھر مجھے وی پی پارسل بھیج دیں۔ کتاب کے ۱۰۰/روپے، میں پیش کروں گا۔

دوسرے فضلی سنز کے حوالے سے یاد آیا، ہمارے والد صاحب کے ایک بہت ہی دیرینہ دوست ہیں، صابر وسیم صاحب۔ حیدرآباد کے معروف شاعر ہیں، ''جسارت'' اخبار میں ہر اتوار کو ان کا ادبی مضمون شائع ہوتا ہے اورعن قریب فضلی سنز سے ان کا پہلا مجموعۂ کلام ''تم اپنا چہرہ گلاب رکھنا'' شائع ہونے والا ہے۔

صابر وسیم صاحب اسٹیٹ بینک (حیدرآباد) میں ملازمت کرتے ہیں۔ اب گولڈن ہینڈشیک لے کر کراچی منتقل ہوگئے ہیں۔ میں نے تحریری تعارف کرا دیا ہے۔ آپ کا غائبانہ تعارف صابر وسیم صاحب سے بارہا ہوتا رہتا ہے۔ اگر کراچی میں کبھی ملاقات ہوجائے تو مل لیجیے گا۔

ویسے فضلی سنز میں آپ کے اور ان کے کوئی مشترکہ دوست ہوتے ہیں، جن کے حوالے سے صابر وسیم صاحب اکثر آپ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نمبرا کی جوفوٹوکاپی کرکے آپ کومحمود بھائی کے ذریعے سے پیش کی گئیں تھیں اس پر آپ کے تاثرات سے ہم اب تک محروم ہیں۔

والد صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ کی نعتوں پر مشتمل آڈیو کیسٹ جلد آنے والی ہے جس کے لیے والد صاحب اس پر رضامند ہیں کہ وہ آپ کی دس کیسٹیں خرید لیں گے، جس کی میں آپ کو پیشگی بکنگ کرا رہا ہوں۔ شکریہ

ہمیشہ آپ کی دعاؤں اور ہدایتوں کا محتاج

سید فہد واحد علی

☆ سید فہد واحد علی (پ: ۱۹۸۲ء)، متعلم، معلّم۔

ا۔ ''یادگار خطور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کے نام''، ۱۹۹۸ء، حیدرآباد: زبیر پبلی کیشنز، ۲۰۷ص

فیاض ٹانڈوی (انڈیا)

14.7.06

گرامی قدر جناب صبیح رحمانی صاحب ۔سلام ورحمتہ

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

آپکے موقر جریدہ ''نعت رنگ'' کی خوشبو پاکستان کی فضاؤں کو معطر کرتی ہوئی ہندوستان، اور ہندوستان کے اتنے دور افتادہ اور چھوٹے سے قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر تک پہنچ چکی ہے۔ جریدہ ''نعت رنگ کا نام ماہنامہ ''اشرفیہ'' میں متعدد بار نظر سے گزرا تھا خود حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے مجھ سے بتایا تھا کہ صبیح رحمانی صاحب اپنے جریدے کے ذریعہ نعت پاک پر بہت کام کررہے ہیں ۔

خوش قسمتی سے مفکرِ اسلام جناب ڈاکٹر سید عبد الباری صاحب مدیر ماہنامہ ''پیش رفت'' دہلی میرے ہم وطن ہی نہیں ہمسایہ بھی ہیں اور کرم فرما بھی۔ موصوف جب بھی دہلی سے تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ اس بار'' نعت رنگ'' کا ایک شمارہ مطالعہ کے لیے عنایت فرما گئے ہیں شمارہ ۱۰۔اپریل ۲۰۰۰ء

جریدے میں آپ کے اداریے کے بعد پہلا مضمون محترم رشید وارثی صاحب کا ہے جس میں نعتیہ کلام میں آدابِ رسالت کے منافی الفاظ کے استعمال پر گرفت کی گئی ہے۔ رشید وارثی صاحب کا مضمون شعرائے نعتِ پاک کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ موصوف نے جن باریکیوں سے خلافِ ادب الفاظ کی نشاندہی کی ہے وہ قابلِ داد ہے۔

مجھ جیسے کم استعداد اور نوآموز شاعر کے لئے تو بے حد کارآمد ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں ۔

میں اپنے تین نعتیہ مجموعۂ کلام اپنے عزیز نواسے احمد نفیس صاحب (جو ابوظہبی میں رہتے ہیں) کی معرفت آپکی خدمت میں ارسال کررہا ہوں۔ یہ شاید کراچی ہوکر جائیں گے ممکن ہے کچھ موقع ملنے پر وہیں سے پوسٹ کردیں یا پھر ابوظہبی پہنچ کرہی پوسٹ کریں۔

براہ کرم میرے ان نعتیہ مجموعوں کے ملنے پر لیٹر پیڈ پر لکھے ہوئے موبائیل نمبر پر صرف اتنا فرمادیں کہ کتابیں مل گئی ہیں۔ یہ موبائیل نمبر میرے فرزند اکبر جاوید احمد کا ہے ۔

ممکن ہوسکے تو نعتوں کے متعلق اپنے تاثرات سے بھی نوازیں۔ عنایت ہوگی چوتھا نعتیہ

مجموعۂ کلام زیرِ ترتیب ہے۔امسال حج بیت اللہ شریف کی درخواست بھی دی ہے اگر حضور اکرمﷺ کی چشمِ کرم ہوگئی اور قرعہ میں نام آ گیا تو انشاء اللہ چوتھے نعتیہ مجموعۂ کلام کا مسودہ اور کرم فرماؤں کے مضامین کے ساتھ مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت مآبﷺ میں حاضر ہوکر شرفِ قبولیت کی دعا مانگوں گا۔ ہوسکے تو چند سطور قلم بند فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔ وقت پر اگر آپ کے تاثرات مل گئے تو انشاء اللہ اسے بھی لیے جاؤں گا۔ خط کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں۔ خداوند کریم آپ کو شادمانی و کامرانی سے نوازے آمین۔ بجاہِ سید المرسلین۔

طالب دعا

فیاض ٹانڈوی

☆فیاض ٹانڈوی، شاعر، ادیب، نعتیہ مجموعے: سلام علیکم (۲۰۰۲ء)، ''صلِّ علیٰ نبینا'' (۲۰۰۴ء)، ''صلِّ علیٰ کے پھول'' (۲۰۰۶ء)، اعزاز: نعتیہ مقابلوں میں ڈیڑھ سو سے زائد انعامات مع اسناد۔

❖

فیروز شاہ، محمد (میانوالی)

برادرم صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

برادرم حامد سراج[۱] کا کتب خانہ میرے لیے بارہا نئی نعمتوں کا توشہ خانہ ثابت ہوا ہے۔ ہم قلم وقرطاس سے محبت رکھنے والے لوگوں کے لیے کتاب سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے؟ خوابوں، کتابوں اور گلابوں سے محبت رکھنے والوں سے مجھے ہمیشہ پیار رہا ہے اسی رشتے نے مجھے خانقاہِ سراجیہ میں بیٹھے نوجوان مگر معتبر افسانہ نگار حامد سراج سے قلبی ربطہ میں مربوط کردیا ہے۔ اس بار وہاں آپ کے ''نعت رنگ'' [شمارہ ۱۲] کی زیارت مجھے کسی بشارت کی طرح لگی۔ محبوب سے منسوب ہوکر تو ہر شے مرغوب ہوجاتی ہے۔ آقاﷺ کی نسبت سے آپ نے جس جاوداں جہان امکان کا دروا کیا ہے یہ تو سدا بہار پھولوں کی جوانیوں اور صادق جذبوں کی جولانیوں سے مہکتا ہوا وہ کاروان وجود ہے ساری کائنات کی جس سے نمود ہے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یہ سارا جہان، سب زمان ومکان حضورﷺ کی نعت ہے جسے احسن الخالقین نے تخلیق کیا ہے۔ اور جس کا سرنامہ ''ورفعنا لک ذکرک'' کی روشنی سے منور ہے۔ اس بے کراں موضوع پر تو زبانوں، زمینوں اور جہانوں کے مکینوں کی سب توانائیاں صرف ہوجائیں۔ پھر بھی

حق ادا نہ ہوسکے۔

آپ نے روشنی اور خوشبو کے جس مبارک سفر کا آغاز کیا ہے اس کی تحسین کے لیے میرے لفظ غریب لگ رہے ہیں مجھے...... ہاں! دلوں سے دلوں تک سفر کرتی محبت زاد کیفیتوں کی مہک قبول کیجیے کہ آپ ان خوش بخت خاک زادوں میں شامل ہوگئے ہیں عرش کے ستارے جن کی زندگی کو تابندگی میں ڈھلتے دیکھ کر جگمگا اُٹھتے ہیں نعت درحبیبﷺ پر پلکوں سے دستک دینے کا عمل ہے۔ اس محبت نواز جستجو میں سچی نسبتوں کی خوشبو رنگ بھرتی ہے۔ سچائی کی توانائی کا رنگ اور محبت کی جہانگیر قوت کی ترنگ..... یہ پھولوں کی سوداگری ہے ..... خوشبو جس کے سدا سنگ رہتی ہے ..... آپ کا مئوقر مجلّہ ''نعت رنگ'' صادق نسبت کے جاوید رنگ سے مملو ہے اور نسبتیں بڑی لج پال ہوتی ہیں۔ خود سے وابستہ لوگوں اور لمحوں کو مرنے نہیں دیتیں امر کردیتی ہیں..... کامرانی اور شادمانی بخش دیتی ہیں ..... اس وقت شمارہ نمبر۱۲ زیرمطالعہ ہے اور اس کی مہکار سے میرے چارسو بہار کے جاودانی رنگ بکھرنے لگے ہیں رنگ سچی امنگ سے پھوٹ رہے ہوں تو گفتگو کرنے لگتے ہیں اور اس گفتگو سے سرمدی سرور سے بھری خوش بو آنے لگتی ہے۔ آپ کا اداریہ اس معطر کیفیت سے سرشار ہے۔

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی علم و داب کی دنیا کا اہم ترین نام ہیں۔ نام اور مقام یوں ہی نہیں بن جایا کرتے اس کے لیے صدیوں کی ریاضت لمحوں میں سمیٹ کر سچ کی جوئے شیر بہا لانا پڑتی ہے۔ ڈاکٹر کشفی اب مقام استناد پر فائز ہیں تو یہ ان کی علمی محنتوں اور محبوب خداﷺ سے والہانہ محبتوں کی عطا ہے ان کا مقالہ ''نعت گوئی اور سیرت ونعت کی محافل کا مطالعہ۔ اعلیٰ تعلیم میں'' مختصر مگر بے حد جامع اور پراثر ہے۔ پہلی بار میرا ایک دوست قائل ہوگیا ہے کہ مسلم تہذیب وتمدن کی کئی رائج روایات دین کے لازمی اجزا نہ ہونے کے باوجود ہماری ملی شناخت کا وسیلہ تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے قلم کا علم دلوں کی سرزمین پر یوں بھی لہرایا ہے.... ہماری تعلیم و تربیت کی اہمیت سے قطعاً لاتعلق ہوکر محض مشینی انداز کے بے ثمر عمل کی سفیر نہ ہوگئی ہوتی تو آج ہمیں مذہب سے روگردانی کی سزا نہ بھگتنا پڑتی مگر اب بھی وقت ہے ہم میکالے کو ٹھکرا کر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی ایسے سرمایہ کو رہنما بنالیں اور نظریاتی سمت درست کرکے گنبدِخضریٰ کی روشنی اور ماہ طیبہ کی چاندنی اور بہار مدینہ کی مہکار کو تعلیمی تمدن کا معیار بنالیں تو مجھے یقین ہے۔ قیادت اور سیادت ایک بار پھر ہمارے آنگنوں سے طلوع ہونے میں فخر محسوس کررہی ہوگی کہ علم ہی جواز کامرانی ہے!

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مقالہ ڈاکٹر کشفی کی عقیدت بھری حیات کا موثر اثبات کرا رہا ہے۔

انھوں نے آداب نعت گوئی کے حوالے سے نہایت پر اثر باتیں کی ہیں۔ جو دل سے نکل کر دل میں اتر رہی ہیں۔ محبوب کی باتیں تو ہزار پہلوں رکھتی ہیں۔ جس جہت سے بھی چھیڑیں۔ رگ جاں میں سرور اترنے لگتا ہے۔ سید حسین احمد، مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی اور ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مقالات جہاں ایک طرف علمی سطح پر جواہر ریزے سمیٹ لائے ہیں وہاں دوسری جانب ہر زمانے کی سرزمین پر لہراتی سچی محبتوں کے سرفراز پرچم کی پرسکون چھاؤں بھی تقسیم کرتے ہیں۔ سکونِ قلب وجاں جس سے وجود پاتا ہے! ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا مضمون نصاب سے نعتیہ شاعری کے اخراج کا نوحہ ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی پہچان بھول کر عزت وسربلندی کی راہیں گم کر بیٹھے ہیں۔ ہمارا نصاب غلامی غیر سے انتساب کی ذلت میں گمراہی کا پلندہ بن گیا ہے۔ سو اب تعلیم ہماری تنظیم کرنے کی بجائے ہمیں تقسیم کرکے تباہ کرتی چلی جارہی ہے۔ آج بھی نعت ہماری علمی ترتیب کی قیادت پر فائز کردی جائے تو ہمارا نصاب زندگیوں میں بوئے گلاب بھردے اور ایک ایسا بے مثال انقلاب ہماری معاشرت میں برپا ہوجائے کہ جس کی روشنی اور خوشبو عالم تمام کو نور اور مہکار کی خیرات بانٹ رہی ہو۔ آپ کا محترم مجلّہ ''نعت رنگ'' غلامان مصطفیٰ ﷺ کے اس خواب کے گلاب تقسیم کرنے میں کوشاں ہے۔ جزاکم اللہ

محمد فیروز شاہ

☆ محمد فیروز شاہ (۱۹۵۲ـ۲۰۰۸ء)، شاعر، ادیب، پروفیسر: شعبہ اردو گورنمنٹ کالج میانوالی، کتب: ''دریچہ'' (۱۹۸۶ء)، ''طلوع'' (۱۹۸۹ء)، ''تھل دریا'' (۱۹۹۲ء)، ''برنگِ خوابِ سحر'' (۲۰۰۰ء)، ''شہرِ شب میں چراغاں'' (۲۰۰۳ء)، ''باوضو آرزو'' (۲۰۰۴ء)۔

ا۔ محمد حامد سراج (پ:۱۹۵۸ء)، افسانہ نگار، کتب: ''وقت کی فصل''، ''میا''، ''برائے فروخت''، ''چوب دار''۔

برادرم صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' ۱۵ اور محترم عزیز احسن کی نہایت گراں قدر کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں''[ا] بھیج کر آپ نے مجھے مالامال کر دیا۔ علم سے بڑی ثروت اور کیا ہے؟ اور پھر علم بھی مدینۃ العلم ﷺ کی ذات والا صفات سے منسوب لفظوں اور جذبوں اور سوچوں اور محبتوں کے نوروسرور سے مملو... یہ تو وہ

خوش بو ہے جو سدا بہار ہے۔ ہمارے ایک شفیق دوست ہر سال سیرتِ طیبہ پر دیے گئے موضوع کے حوالے سے مقالہ لکھ کر سیرت النبیﷺ کانفرنس کے ضمن میں حکومت کو بھجواتے ہیں۔ ایک دوست نے ان سے کہا، ''ڈاکٹر صاحب! آپ کو ایک بار انعام مل بھی چکا ہے۔ آپ ہر بار کیوں بھیجتے ہیں اب ہر دفعہ تو آپ کو اعزاز نہیں مل سکتا۔'' بڑا خوب صورت جواب دیا اس شخص نے... کہا، ''یہ تو پھولوں کی سوداگری ہے نفع نہ بھی ملے، ہاتھ خوش بوؤں سے تو بھرے رہتے ہیں۔''

یہ ان کا کہنا تھا میرا کہنا یہ ہے کہ سیرتِ سرکارﷺ پر تو لکھنا بھی دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ہر کسی کے مقدر میں نہیں ہوتا... یہ بڑے نصیب کی بات ہے... وہاں سے اِذن نہ ملے تو قلم لکھ نہیں سکتا، ذہن سوچ نہیں سکتا، لفظ بول نہیں سکتا، حرف وجود نہیں پاتا اور جذبہ بے نمو رہتا ہے۔ یہاں تو آرزو کو بھی باوضو ہونا پڑتا ہے۔ تب تحریر میں تاثیر کی خوش بو نکھرتی ہے جو دلوں کو اپنی جاگیر بناتی چلی جاتی ہے اور لاریب دل سے بڑی جائیداد اور کوئی نہیں...تو کیا میں نے غلط کہا کہ دولت صرف علم ہی ہے...؟ ہمارے خاندان میں ایک روایت اسلاف سے چلی آ رہی ہے۔ باپ اپنے بیٹے/ بیٹی کو وراثت میں ایک تختی ضرور دیتا ہے جسے وہ اپنے رہائشی مکان میں آویزاں رکھتا ہے۔ اس پر بابِ مدینۃ العلم کے اشعار جگمگا رہے ہوتے ہیں، جنھیں اس نے نظریۂ حیات بنانا ہوتا ہے۔

رضينا قسمة الجبار فينا لنا علم و للجهال مال
فَاِنّ المال فان عنقريباً وانّ العلم باق لايزال

(ہم اپنے ربّ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا کیا اور جاہلوں کو مال... بے شک مال عنقریب فنا ہوجانے والا ہے اور علم ہمیشہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے...!)

اس وقت میں اپنے اسٹڈی روم میں عین اسی روشن تختی کے زیرِ سایہ بیٹھا آپ کی ان گراں بہا کاوشوں کی تحسین کر رہا ہوں جن کے ذریعے آپ دین و دنیا کی کامرانیاں سمیٹ رہے ہیں... ''نعت رنگ'' جس منفرد اور ممتاز انداز میں محبوبﷺ خدا و کائنات سے نسبتوں اور وابستگیوں کو قرینۂ اظہار دے رہا ہے یہ اسی کا ثمرِ شیریں ہے کہ بہت کم عرصہ میں معیار اور وقار کی سربلندیاں ''نعت رنگ'' کی جبیں پر نورِ سحر کی طرح جگمگانے لگی ہیں۔ عشق سچا ہو تو پیشانیاں فجر کے سہانے اجر کی طرح روشن شادمانیوں سے جگمگا اُٹھتی ہیں۔ زیرِ نظر شمارہ میں احمد صغیر صدیقی صاحب کی حمد... ربّ رحیم و کریم سے بندگی کی والہانہ وابستگی کا نکھار بانٹ رہی ہے۔ سوچوں سے ماورا کو سوچنا... بے تشبیہ و بے مثال کے

جمال کو سورج، دیے اور اُجالے کے حوالے میں سوچنا پھولوں اور تتلیوں اور رنگوں میں خالق کے دستِ قدرت کی تلاش... یہ سب بے کراں محبتوں کے اظہاریے ہیں مگر وہ تو وسعتوں کی بیکرانیوں کا بھی خالق ہے سو لفظ و بیاں اپنی بے مائیگی اور فکر وفن اپنے عجز کے اظہار میں سچے ہی تو ہیں...اس کے باوصف وہ ہم سے دُور نہیں... ہم بے عمل بے مایہ لوگ ہی اس سے دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں...صدیقی صاحب کی یہ عقیدتیں ہمارے فکر و خیال میں سچے جمال کی جستجو کی آرزو جگا رہی ہیں...!

آپ کا ابتدائیہ دراصل شمارہ کا آئینہ ہے جس میں مشمولات کے عکس ایک جھلک دکھا کر ذوقِ مطالعہ کو نکھارتے ہیں... علامہ ابنِ رُشد[۲] کی حیاتِ مستعار میں فقط دو راتیں بغیر مطالعہ کے بسر ہوئیں ایک سہاگ رات اور دوسری والدہ محترمہ کی موت والی شبِ تار..... میں سوچتا ہوں ہم اپنے راستوں کے روشن چراغوں سے استفادہ کرنے کی خو ڈال لیں تو زندگی تابندگی سے زیادہ دُور نہ رہ جائے اور پھر جب مطالعہ کو ''نعت رنگ'' جیسا وقیع سرمایہ ہمارے پاس موجود ہو... جس میں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی جیسی بے مثال علمی شخصیت منور ماضی کی روشنی ہماری بے چراغ راہوں میں بکھیر رہی ہے... وہ دور جس کے سہانے طور میں ہمارے بزرگوں کے گھروں کے آنگنوں میں عشقِ نبی ﷺ کی شمعیں فروزاں تھیں جو بصارتوں کو بصیرتیں اور دلوں کو صادق عقیدتیں عطا کر دیتی تھیں... دل بھی تو گھر ہوتے ہیں... آج ڈاکٹر کشفی کی پُرتنویر تحریر ہمارے دلوں کی بستیوں میں عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی قلبی تاثیر تقسیم کر رہی ہے تو یہ اپنے اپنے ظرف اور نصیب کی بات ہے کہ کسے کتنی روشنی ملتی ہے۔ ظرف اور نصیب تو عشق کی عطائیں ہیں!

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی نے ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' کے زیرِعنوان بہت پُراثر اور حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر پیش کیا ہے... ان دنوں کئی لوگ یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ نعت میں حضور اکرم ﷺ کے کردار وعمل اور نظامِ فکر کی بات کی جائے نہ کہ آپ ﷺ کے سراپا مبارک کی... مجھے اس پر ہمیشہ دُکھ ہوا... میں سمجھتا ہوں جب تک سرکار ﷺ کی ذات والا صفات سے عشق نہیں ہوگا، آپ کا سراپا مبارک سرتا پا محبوب نہیں ہوگا... آپ ﷺ کی تعلیمات پر کماحقہ عمل ممکن نہیں۔ کیوں کہ سچا عمل اور جان دار اور پائیدار کردار ہمیشہ عشق ہی کی عطا ہوا کرتی ہے اور عشق میں محبوب ﷺ کی ذات پہلے آتی ہے صفات بعد میں یا ساتھ میں... اور پھر یہ بھی تو دیکھیے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ نبی کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے... **یا ایھا المزمل**... کہیں آپ ﷺ کی زلفوں کا تذکرہ کہیں آپ کی خوب رو نگاہوں اور روشن چہرے کا ذکر... اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی صفات و کردار کا بھی تذکرہ... گویا ذات و صفات

دونوں کا ذکر احسن ہے... قرآن عظیم سے سلیقۂ نعت گوئی سیکھنے والے علامہ احمد رضا خاں بریلویؒ کے دیے گئے اشعار کا حوالہ میرے مؤقف کی بھرپور تائید کرتا ہے۔ راجا رشید محمود نعت گوئی اور فروغِ نعت کی سعید سرگرمیوں میں بے حد اہم نام ہیں۔ انھوں نے بھی ''منظوم سراپائے حضورﷺ'' میں دلائل و براہین کے ذریعے بقول رئیس امروہوی ''جمالِ مصطفیٰﷺ میرا عقیدہ'' کا علم اس شان دار انداز میں لہرایا ہے کہ اہلِ عشق کے لیے زندگی کی کڑی دھوپ میں سائباں میسر آ گیا ہے... مجھے کہنا فقط اتنا ہے کہ عشق تذکرۂ جمالِ یار سے سرشار ہوتا ہے اور عشق ہی عمل کی واحد کلید ہے۔ یوں نہ ہوتا تو دانائے راز ''عشق پر اعمال کی بنیاد'' رکھنے کی تلقین نہ کرتے۔ کامرانیوں کی تاریخ میں فقط اہلِ عشق ہی کی جولانیوں کی سچی کہانیاں رقم ہیں۔ سو میں سمجھتا ہوں کردار وعمل کی استواری اور پائیداری عشق کی کامگاری اور سرشاری کے بغیر ممکن ہی نہیں اور عشق حسنِ صورت سے وابستہ ہوکر حسنِ سیرت پر فدا ہوتا ہے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ سرکارﷺ کے سراپا مبارک کا بیان اور سیرتِ طیبہ کی تحسین وتکریم دونوں اطاعت رسولﷺ اور نعت گوئی کے لیے ضروری ہیں۔ دراصل نعت گوئی درِ حبیبﷺ پر پلکوں سے دستک دینے کا عمل ہے!

محترم خالد شفیق کی زندگی عشقِ رسولﷺ کی تابندگی سے منور ہے۔ میں جن عشق افروز لمحوں کی تمنا میں جیتا ہوں خالد شفیق ایک عرصے سے ان بشارتوں کی رفاقتوں میں جی رہے ہیں۔ ''شام وسحر'' کے نعت نمبروں سے لے کر ''حمایت اسلام'' کے ہر شمارے میں عشقِ محبوبﷺ سے سرشار ان کی مساعی بے حد قابلِ تکریم رہی ہیں۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے عشقِ صادق کی سرشاری کو بادِ بہاری بنا دیا... اور آپ بھی کہ آپ نے عشق کی ساعتِ سعید کو قابلِ دید بنا دیا!!!

محمد فیروز شاہ

۱۔۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۲۴۸ص

۲۔ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد(۱۱۲۶۔۱۱۹۸ء)، جو یورپ میں Averroes کے نام سے مشہور ہوا، اندلس کا سب سے بڑا عرب فلسفی۔ چند کتب کے نام: ''تہافت التہافۃ''، ''فصل المقال''، ''کشف المناہج''، ''بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد''۔

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت رنگ''۔۱۶ کا مطالعہ جاری تھا کہ آپ کا خط آیا اور مجھے حیران کر گیا۔ نعت کے حوالے سے آپ کی فرمائشیں تو میرے لیے اُجالے لاتی ہیں اُن پر میں پریشان کیوں ہونے لگا۔ یہ تو خوش بختی ہے کہ نعت پر علمی، ادبی، تحقیقی اور تخلیقی کام کیا جائے۔ میں اسے عبادت کے لمحوں میں شمار کرتا ہوں کہ ذکرِ سرکارﷺ کے بغیر کوئی عبادت مکمل نہیں ہوتی اور نعت نے تو شاعروں کو جہنم کا ایندھن ہونے سے بچا لیا ہے... ویسے بھی ہر دور اور ہر لمحے میں آپ دنیا کے احوال پر غور کریں تو محبوبِ ﷺ خدا کے جمال کی توصیف کرتے لوگوں کے مقدرات منور ہوتے نظر آئیں گے... ابھی میں برادرم خالد شفیق کی ادارت میں لاہور سے نکلنے والا ماہنامہ ''شام وسحر'' پڑھ رہا تھا...شاعرِ شراب خانہ خراب جگر مراد آبادی[۱] کے بخت کیسے سنورے... وہ جگر جس نے خود کہا تھا:

سب کو مارا جگر کے شعروں نے
اور جگر کو شراب نے مارا

اس رندِ بلانوش کا مقدر کیسے بدلا؟ سنیے... ایمان تازہ ہوجائے گا! تقسیمِ ہند سے پہلے کی بات ہے!

بھارت کے شہر پونہ میں آل انڈیا مجلسِ نعت کا اہتمام کیا گیا۔ جگر مرادآبادی کو بھی دعوت دی گئی... انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں شرابی کبابی اور رندقسم کا آدمی ہوں ایسی مقدس مجلس کے قابل کہاں ہوں؟ مگر دوست کے پُرزور اصرار پر آمادگی ظاہر کر دی... چھ دن گزر گئے۔ نعت نہ لکھ سکے۔ مگر اسی دُھن میں رہے۔ ساتویں روز نعت گوئی میں کامیاب ہوگئے۔ یہ نعت جب محفل میں پڑھی تو دھوم مچ گئی۔ دوسرے دن شہر کے ہر شخص کی زبان پر یہ نعت تھی... اس کے بعد...جگر نے شراب سے توبہ کرلی۔ پھر عمر بھر اس کے قریب نہ گئے...نعت کے صدقے میں لعنت سے چھٹکارا مل گیا... لاریب... رسولِ ﷺ رحمت کی نعت ہر قسم کی لعنت سے نجات کی ضمانت ہے... اس بخت افزا نعت کے دو اشعار آپ بھی پڑھیے:

اے خاکِ مدینہ! تیری گلیوں کے تصدق — تو خلد ہے تو جنتِ سلطانِ مدینہ
کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے — کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

''نعت رنگ''۔۱۶... کا آغاز بڑے خوب صورت سلیقے سے ہوا ہے... خواجۂ اجمیر کی حمد و نعت اور اُن کا منظوم ترجمہ علامہ سیفی فرید آبادیؒ... جی چاہتا ہے... بار بار پڑھیں... پیار کے رنگ میں

ڈوب کر پڑھیں کہ کبھی کبھی ڈوب کر اُبھرنے میں ہی حیات کا اثبات ہوجایا کرتا ہے... اور جو اللہ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے عشق میں ڈوب گیا اس کا اُبھرنا تو ایک زمانہ بلکہ ہر زمانہ دیکھتا ہے... مولانا رومؒ انھی خوش بخت ہستیوں کے بارے میں ہی تو کہہ گئے ہیں:

ترجمہ: ''اور جب ہم چلے جائیں تو ہمیں قبروں میں نہیں، لوگوں کے دلوں میں ڈھونڈنا۔''

آج کون اہلِ دل ایسا ہے کہ جس کی دھڑکنوں میں خواجۂ اجمیر کی محبت ٹھاٹھیں نہ مار رہی ہو... سچ ہی تو ہے:

اُن کے جو غلام ہوگئے
وقت کے امام ہوگئے

مجھے عبداللہؒ بن مبارک یاد آگئے...!

خلیفہ ہارون الرشید اپنے محل کے جھروکے میں سے شہر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ صبح طلوع ہو رہی تھی... خلیفہ کی دانش مند بیگم زبیدہ ساتھ ہی کھڑی تھی... دونوں نے دیکھا فصیل کا دروازہ کھلا اور ایک بزرگ شہر میں داخل ہوئے اُن کے پیچھے بغداد کا پورا شہر دست بستہ سر جھکائے چلا آرہا ہے... بیگم زبیدہ نے حیران ہوں کر پوچھا... ''یہ کون ہیں؟'' خلیفہ نے جواب دیا، ''یہ عالمِ دین اور ولی اللہ حضرت عبداللہؒ بن مبارک ہیں۔'' آج بغداد تشریف لا رہے ہیں تو سارا شہر اُن کے استقبال کے لیے اُمڈ آیا ہے۔'' تب ملکہ نے تاریخی جملہ کہا... ''بادشاہ سلامت! یہ بادشاہی ہے۔ حکمران یہ شخص ہے جس کی حکومت دلوں پر ہے... آپ کے لیے پولیس اور فوج لوگوں کو زبردستی گھیر گھار لاتی ہے پھر بھی اس قدر جمِ غفیر نہیں ہوتا... لوگ بھاگنے کی فکر میں ہوتے ہیں... ایک یہ بزرگ ہے کہ نہ لشکر و سپاہ ہے مگر اہلِ شہر دست بستہ اس کی اقتدا میں سر جھکائے آرہے ہیں... یہ ہے ہمیشہ رہنے والی حکومت...'' آج بھی ایسے بہت سے لوگ مل جائیں گے جن کا فقر رشکِ شہنشاہی ہے۔ کیا شعر یاد آیا ہے:

دامانِ تصوف کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہوسکتے ہیں، دھبے نہیں ہوتے

محترم مسعود الرحمٰن خان ندوی کا مضمون ''عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول ﷺ'' علم افزا ہے، روح افزا بھی... مجھے یاد آیا... حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ نے ایک نعتیہ قصیدہ کہا تھا۔ کیسے خوب صورت لوگ تھے، آنے والے موسموں کی خوش بو سے مشامِ

جاں معطر کرلینے کا سلیقہ رکھتے تھے۔ دعائے خلیلؑ و نویدِ مسیحاؑ کے حرفوں میں نکھرتے نور کے سرور سے روح کو معمور و مسرور کرلیا کرتے تھے... اور صرف ایک ہزار برس قبل کیا... میں تو سمجھتا ہوں اوّل دن سے ہی نعتِ سرکارﷺ کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا... احسن الخالقین نے جب دنیا بنائی ہی اپنی محبوبﷺ کے لیے ہے تو یہ ساری کائنات حضورِ اکرمﷺ کی نعت نہیں تو اور کیا ہے؟

حصۂ مقالات و مضامین میں ''ظہورِ قدسی اردو نعت کے آئینے میں''... ''اردو میں منظوم سیرت نگاری''... ''نعتیہ شاعری میں ذکرِ احادیثِ رسولﷺ'' اور ''معراج نامہ بلاقی'' ایسے محققانہ مقالات کے ساتھ میرا طالب علمانہ مضمون شائع کرکے آپ نے مجھے عزت بخشی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ البتہ محترم راجا رشید محمود صاحب کے مضمون پر آپ کا ''حاشیہ'' مجھے اچھا نہیں لگا... اس لیے نہیں کہ آپ نے غلط باتیں لکھیں... باتیں آپ کی بھی درست۔ راجا صاحب کی بھی درست... مگر مجھے جو بات بالکل نادرست لگی وہ غلامانِ مصطفیٰﷺ کی باہمی ''رنج کی گفتگو'' تھی... میرے بھائی! سرکارﷺ تو دلوں کے جوڑنے کے لیے تشریف لائے۔ عاشقانِ مصطفےٰﷺ کو تو فقط محبت کی بات کرنی چاہیے... عشق کرنا خدا کے محبوبﷺ سے اور باتیں کرنا اپنی ذات کی... یہ اہلِ عشق کو زیب نہیں دیتا... عشق تو ذات کو فنا کرنے کا نام ہے... یہ تو دنیا ہی کوئی اور ہے وجود سے انا کا قد بڑھ جائے تو وجود بے نمود ہوکر رہ جاتا ہے... اور عشق میں تو شرطِ اوّل ہی بے وجودی ہے... ''میں نا ہیں سب توں''... حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ایک مریدِ خاص آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا... اندر سے حضرت نے پوچھا... ''کون؟''... عرض کیا... ''حضور! میں ہوں''... دروازہ نہیں کھلا... دستکیں ہوتی رہیں... دروازہ بند رہا! مرید پریشان ہوکر ایک صاحبِ حال کے پاس گیا۔ احوال بیان کیا... انھوں نے کہا... اب جاؤ... وہ پوچھیں تو کہنا.... میں ناہیں سب توں... مرید نے ایسا ہی کیا... دروازہ کھل گیا... یہ تربیت تھی... یہ پیغام تھا، فنا للبقا کا پیغام... ارادتیں اور محبتیں پہلی قربانی ہی انا کی مانگتی ہیں۔

راجا رشید محمود صاحب دنیائے نعت میں ایک بہت بڑا اور اہم نام ہیں اُن کی خدمات سے انکار ممکن ہی نہیں... آپ نے بھی بجاطور پر اُن کی اوّلیاتِ نعت کی بنا پر انھیں ''نعت کے اہم خدمات گزار'' قرار دیا ہے... انھی خدمات کا تقاضا ہے کہ ان کی بات کو محبت سے سن لیا جائے... غصہ کبھی کبھار ''بڑے'' کر ہی لیا کرتے ہیں... وہ عمر میں بڑے ہیں... خدمات بھی سرکارﷺ کی نعت کے حوالے سے ہیں... آپ نے بہت کم عمری میں نعت کے حوالے سے سربلند اُجالے رقم کیے ہیں۔

نعت گوئی... نعت خوانی اور نعت پر مسلسل تحقیقی و تخلیقی کام آپ کا امتیاز ہے اور آلِ رسولﷺ

اور مداحِ رسول ﷺ... یہ دونوں امتیازات ہی اتنے بڑے ہیں کہ میرا تو احترام سے سر جھک جاتا ہے اور اسی جھکے سر کے ساتھ بڑے احترام سے آپ دونوں مکرم و محترم شخصیات سے درخواست کناں ہوں کہ دنیائے ادب میں رائج ''بے ادبیوں'' کی ''آلودگیوں'' سے کنارہ کش رہیے کہ یہ آپ کے شایانِ شان نہیں... اختلافِ رائے کو سرکار ﷺ نے باعثِ رحمت قرار دیا تھا... اسے زحمت نہ بنائیے... پیار محبت سے مسائل حل کیجیے... لہجے میں زم زم کی حلاوت گھولیے... پیار سے بولیے... محبت سے بات کیجیے کہ آپ... ہم... سب اس آقا ﷺ کی غلامی کا دعویٰ رکھتے ہیں جس نے پتھر برسانے والوں کے لیے بھی دعائے رحمت فرمائی تھی... اس رحمت للعالمین محبوب ﷺ سے محبت کرنے والوں کو شہد کا تقسیم کار ہونا چاہیے کہ محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہی ہے... میری ہمیشہ سے ایک ہی آرزو رہی ہے!

جس طرح ملتے ہیں لب نامِ محمدؐ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نامِ محمدؐ کے سبب

محترم ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب نے گوشۂ افتخار عارف قائم کرکے اچھی روایت ڈالی ہے۔ ہر بار کسی نعت گو کا گوشہ اس ممتاز و منفرد جریدہ کی ایک اور خوب رو انفرادیت ہوجائے گی۔

ابھی فکر وفن... مدحت... مطالعاتِ نعت... اور سموم و صبا... سے موسوم شعبوں پر بات باقی ہے مگر خط طویل ہوگیا ہے ختم کرتا ہوں البتہ خطوط کے شعبے کو سموم و صبا کی بجائے کوئی اور نام دیجیے کہ سموم تو کسی خط میں ہو ہی نہیں سکتی کہ بات نعت کی ہو تو کیسی ہی کیوں نہ ہو صبا رنگ ہوگی... تنقید بھی!!!

محبت کی دعاؤں اور محبتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

ا۔ جگر مراد آبادی (۱۸۹۰۔۱۹۶۰ء)، نام: علی سکندر، تخلص: جگر، تصانیف: ''آتشِ گل''، ''داغِ جگر''، ''شعلۂ طور''۔ بھارتی حکومت نے انھیں ''پدما بھوشن'' کا خطاب دیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری دی۔

برادرم صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

''نعت رنگ'' ۱۸ اور ''سفیرِ نعت'' مل گئے ہیں۔ بے حد ممنون ہوں۔ اس باغِ ارم کی سیر میں کچھ دن گزار کر تازہ بلکہ تر و تازہ ہوجاؤں گا کہ یہی ہماری آکسیجن ہے۔ اللہ کریم آپ کو سدا سکھی

رکھے۔ آمین

ابتدائی طور پر دیکھ رہا تھا محمد افروز قادری چریاکوٹی (بھارت) کے خط نے ہلا کر رکھ دیا۔ غلطی انسان سے ہوجاتی ہے مگر ''پسِ پردہ سازش'' کے الزام اور تحریر کی زبان نے بہت دُکھی کیا... میں تو سرکارﷺ کے غلاموں کی خاکِ پا کو بھی بوسہ دے سکوں تو خوش بختی کی انتہا سمجھوں گا... حقیقتِ احوال یہ ہے کہ اوّلاً تو اُس مذاکرہ میں نام غلط شائع ہوا... جس بات کا حوالہ ہے وہ گفتگو میری نہیں سیّد نصیر شاہ کی تھی جو یہاں کے بہت بڑے اسکالر اور اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے رکن بھی رہے ہیں... ثانیاً یہ کہ میں نے ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے انور شاہ کاشمیری کا قطعہ قرار دیا اور کہا کہ شیخ سعدی کا مشہور قطعہ **بلغ العلیٰ بکماله**... الخ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ حوالہ آپ کو بھجوا دیں... بہرحال یہ میری بات نہیں تھی... دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے نبیِ کریمﷺ کے صدقے میں خصوصی رحم و کرم فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے کہ ہم سراپا خطا ہیں۔

محمد فیروز شاہ

برادرِ مکرم صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

مزاجِ گرامی۔

برادرم حامد سراج نے بطورِ خاص ٹیلی فون کرکے آپ کا پیغام پہنچایا۔ یہ آپ کی محبت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم... لاہور کے ''نعت سیمینار'' میں پڑھا جانے والا مقالہ تو چوں کہ برادرم راجا رشید محمود کی فرمائش پر بطورِ خاص اس سیمینار کے لیے لکھا گیا تھا اور وہاں انھوں نے مقالات پر مشتمل مجوزہ کتاب کے لیے مجھ سے لے بھی لیا تھا تو اب اس کی کاپی... جب تک وہاں نہ چھپ جائے... کسی اور جگہ بھیجنا اخلاقاً مناسب نہ ہوگا۔ مگر محبت کی آواز ہمیشہ مجھے فتح کرتی آئی ہے، تعمیل ارشاد میں ایک اور مقالہ ''میانوالی میں نعت نگاری'' [۱] ارسال کر رہا ہوں اور حسب فرمان نعتیں بھی... رسیدگی اور اپنی شفیق رائے سے ضرور مطلع کیجیے گا... تاکہ میں مطمئن ہوسکوں... ان دنوں ڈاک کے ڈاکوں میں بے تحاشا اضافہ نے بے چین رکھا ہوا ہے۔

منتظرِ محبت

محمد فیروز شاہ

ا۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۵، ص ۲۰۳۔۲۱۲

برادرم سید صبیح رحمانی جی!

سلام و رحمت!

مضمون کی پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں۔ یہ آپ کی محبت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

آپ نے میرے ذمہ بہت اہم کام لگا دیے ہیں، تعمیل ارشاد کی مساعی کروں گا۔ ان شاء اللہ مگر اس کے لیے وقت دیں گے آپ مجھے...

''اردو نعت میں تازہ طرزِ احساس''...خوب صورت موضوع ہے۔

نعت مذاکرہ کی روایت بھی ایک بشارت کی طرح ہے...

آپ ''نعت رنگ'' کے ذریعے کائنات بھر میں فروغِ نعت کی روشن جہات کو عام کرنے کی جو خوب رو کاوشیں کر رہے ہیں... میرے دل میں آپ کا مقام بہت بلند ہوگیا ہے۔

میری محبتیں، محنتیں اور دعائیں...آپ کے لیے رہیں گی۔

ہاں! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے وہ بروشر بھجوائیں گے جس میں آپ کے فن و شخصیت پر میرا مضمون چھپا تھا ..... میں اب تک منتظر ہوں.....اگرچہ بھجوانا تو ان احباب کو بھی چاہیے تھا جن کے حکم پر میں نے یہ محبتیں رقم کی تھیں...

آپ نے نعت پر ایک اور کتابِ تازہ کا بھی وعدہ کیا تھا... یاد تو ہوگا!

محبتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

برادرم سید صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

لیجیے جناب!

آپ کے ایک اور حکم کی بھی تعمیل ہوگئی۔ نعت کے حوالے سے ایک غیر رسمی مذاکرہ...''باوضو آرزو کی خوشبو''[ا] تفصیل بھجوا رہا ہوں۔

اور اس کے ساتھ ہی...

اپنی نئی کتاب ''باوضو آرزو''[۲] بھی ارسال کر رہا ہوں۔ آپ کے لیے اور ان احباب یا لائبریریز کے لیے اور محترم سیّد فصیح الدین سہروردی صاحب[۳] کے لیے بھی جنھیں آپ مناسب سمجھیں...اور جناب ''نعت رنگ'' میں تبصرہ آپ خود کسی دوست سے کرائیں گے۔ اتنا حق تو میرا بنتا ہے ناں!

محترم ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی خدمت میں کتاب بھجوائی جاچکی ہے۔ باقی جنھیں آپ مناسب سمجھیں۔

جملہ احباب گرامی سے سلام

رسیدگی اور رائے سے ضرور مطلع کیجیے گا میں منتظر رہوں گا۔

محبتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص ۳۶۳

۲۔۲۰۰۴ء، راولپنڈی: پنڈی اسلام آباد سوسائٹی، ۱۲۰ص

۳۔فصیح الدین سہروردی (پ:۱۹۵۷ء) علامہ ریاض الدین سہروردی کے صاحبزادے اور عالمی شہرت یافتہ نعت خواں۔

برادرِعزیز ومحترم سید صبیح رحمانی جی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

بہت عرصہ ہوگیا آپ کی طرف سے معطر ومعنبر ہوا آئے ہوئے۔ اب تو ''نعت رنگ'' کا انتظار بھی بہت بے قرار کرنے لگا ہے۔ کچھ تو کہیے کہ آوازِ دوست کی شیرینی ہی روح کی بے چینی کم کرے! میں تو آپ کے موبائل نمبر پر رابطہ کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا مگر اس نمبر سے تو یہی پتا چلا کہ کسی اور صاحب کا نمبر ہے...کیا آپ نے موبائل تبدیل کرلیا؟ گزشتہ دنوں ''مسیحائی'' کا تازہ شمارہ مجھے ملا، تو میں دیر تک اس کی مجلس ادارت میں آشنا نام ڈھونڈتا رہا... پھر مجھے برادرم غفور شاہ قاسم کا مضمون نظر آیا تو میں نے سوچا کراچی میں تو ہمارے ایک ہی مہربان دوست ہیں سیّد صبیح رحمانی...سو بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ''مسیحائی'' والوں کی ہماری جانب رہنمائی فرمائی۔

اب براہِ کرم ''نعت رنگ'' جلد عطا کیجیے اور خط تو مجھے فوراً لکھیے تاکہ دل کی بے قراریوں کو کچھ قرار آئے۔

منتظر محبت

محمد فیروزشاہ

فیض رسول فیضان، پروفیسر (گوجرانوالہ)

07-03-2002

محترم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

گو میں رہا نہیں ستم ہائے روزگار
لیکن ترے ''فیض'' سے غافل نہیں رہا

ایک بالکل غیرمطبوعہ نعت ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ براہِ کرم ''نعت رنگ'' کے زیرترتیب شمارے میں چھاپ کر ممنون فرمائیں۔

ذرّہ نوازی و بندہ پروری ہوگی۔

شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدا را

امابعد!

جناب کی طرف سے وقتاً فوقتاً تحفہ ہائے عقیدت و موَدّت بصورت، نظم و نثر (کتابچہ جات و اسٹیکرز وغیرہ) نظرنواز ہوتے رہے ہیں، اسے سراسر میری کوتاہی و نالائقی اور سستی و نااہلی جانیے کہ بروقت شکریہ ادا کرنا تو درکنار، رسید بھی پیش نہیں کر پاتا۔

سرِتسلیم خم ہے جو سزا تجویز فرماویں

تاہم اس عریضۂ شوق کے ذریعے سابقہ تمام نوازشات و عنایات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دلِ درمند کی انتہائی اتھاہ گہرائیوں سے ممنونِ احسان اور سپاس گزار ہوں۔

ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

ایک عاجزانہ شکوہ بھی پیش کرتا ہوں، ''نعت رنگ'' کی زیارتِ اعزازی جہاں آپ اتنے ارباب فکر و فن اور احبابِ قرطاس و قلم کو پاکستان بھر میں تواتر و تسلسل سے بخشتے ہیں وہاں نجانے اس

فقیر حقیر پُرتقصیر کا خیال آں جناب کو کبھی بھولے سے بھی کیوں نہیں آ پایا!

شاید کوئی کمی ہے مرے اشتیاق میں

یہ درست ہے کہ:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اور یہ بھی کہ اس میں کافی سے زیادہ عمل دخل میری اپنی ''قلمی بے ربطی'' کا بھی ہے تاہم:

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا می شود

گر نہ سوز و شمع کے پروانہ شیدا می شود

کی روشنی میں التماسِ برادرانہ اور التجائے صابرانہ یہی ہے کہ براہِ کرم اور ازراہِ شفقت، اپنا ایک ادنیٰ نعت نگار و نعت خوان بھائی سمجھتے ہوئے مجھے بھی ''نعت رنگ'' کی ترسیل اعزازی آغاز فرما دیجیے یعنی:

گل پھینکتے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر انداز چمن! کچھ تو ادھر بھی

چند ماہ پیش تر ایک رات جناب سے ٹیلی فونک رابطے کی کوشش کی تھی مگر آپ کہیں تشریف لے گئے ہوئے تھے، بات نہ ہوسکی۔ اصل میں میرا ارادہ یہ ہے کہ (اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو) میری چالیس پچاس نعتیں قبلہ گاہی حضرت ڈاکٹر مخدومی سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب زید مجدہ و دامت برکاتہ کے مختصر سے مضمون سمیت ایک گوشے کی صورت میں ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں شائع ہوجائیں۔ جوابی لفافہ آپ کا موقف جاننے ہی کی غرض سے ساتھ بھیج رہا ہوں، ویسے اس بارے میں استاد والا تبار حضرت قبلہ حفیظ تائبؔ مدظلہ سے بھی بات ہوچکی ہے۔

اردو نعت کے قدیم و جدید ادبی سرمایہ ومخزن کے انتقاد و انشراح کے بارے میں آپ اپنے رفقائے کار سمیت جس خلوص، غیر جانب داری، حسنِ عقیدت، بے غرضی، لگن، تن دہی، محنت اور محبت کے ساتھ غیر معمولی اور لازوال خدمات انجام دے رہے ہیں، مجھے اُمید ہی نہیں یقین بھی ہے کہ اس کے صلے میں آپ تمام لوگوں کو حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی زیارت وصحبت اور شفاعت ان شاء اللہ العزیز ضرور بالضرور نصیب ہوگی۔ بشرطِ حیات و توفیق آئندہ قلمی تعاون جاری رہے گا۔ سیّد کشفی صاحب اور دیگر احباب کو سلام۔

والسلام مع الاکرام، بالاحترامات فراواں

نیازمند
پروفیسر فیض رسول فیضان

☆پروفیسر فیض رسول فیضان (پ: ۱۹۶۹ء)، مجموعۂ کلام: ''نعت نگر'' (پنجابی نعتیہ مجموعہ)،
اعزاز: قومی سیرت ایوارڈ۔

نعت کی اشاعت کے لیے سراپا سپاس اور شکرگزار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کے فنی معیارات کو جن بلندیوں سے ہم کنار کرنے کی مساعئ جمیلہ فرما رہے ہیں اُس کا کماحقہ اجرِ جمیل تو آپ کو بارگاہِ خداوندی (عزوجل) ہی سے عطا ہوگا تاہم اس دنیا میں بھی خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی، مذہبی اور اسلام پسند حلقوں کی طرف آپ کے لیے جو نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند ہو رہے ہیں آپ اور آپ کے جملہ رفقائے تدوین و ادارت اُن کے بجا طور پر مستحق اور سزاوار ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ نعت گوئی کے باب میں شرعی اعتبار سے بعض بے جا تحفظات رکھنے والے مکاتبِ فکر کو اتنی بھی کھلی چھوٹ نہ دے دی جائے کہ وہ فن و ادب کی آڑ میں امتناعِ نعت کی شاہراہِ مذموم پر کھل کھیلنا شروع کر دیں۔

مزید کیا عرض کروں؟ مخدومی محمد اکرم رضا اور قبلہ گاہی محمد کوکب نورانی اوکاڑوی کو رسالت مآب ﷺ کے عشق و عقیدت میں رچی بسی ایمان افروز اور باطل سوز تحریر میں سپردِ قلم کرنے پر ''نعت رنگ'' کی وساطت سے تبریک و تشکر کے گلہائے شاداب پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ایک نعتِ پاک اور سلام نیازمندانہ پیش خدمت کرتے ہوئے اور آپ کے خامہ و گلو کے لیے مزید خیر و برکت کی دعائیں مانگتے اجازت چاہتا۔

پروفیسر فیض رسول فیضان

قبلہ ایاز، پروفیسر ڈاکٹر (پشاور)

محترم سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ماہنامہ ''نعت رنگ'' [شمارہ ۱۲] بھیجنے کے لیے شکر گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوا کہ ''نعت رنگ''، نعت رنگ نہیں بلکہ نعت قزح ہے۔ سرورق اتنا دیدہ زیب اور روح پرور ہے کہ بے اختیار کھول کر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

گو اردو زبان اور اس میں نعت گوئی کی تاریخ اتنی قدیم نہیں لیکن چوں کہ اردو زبان شروع ہی سے مومنہ ہے لہٰذا اردو زبان کا دامن نعت سے بھرا ہوا ہے لیکن نعت پر نقد و تبصرہ کے حوالے سے اتنا کام نہیں ہوا جتنی اردو نعت کی وسعت ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی جامعات میں شاید کان پور یونی ورسٹی (بھارت) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اردو نعت پر پہلا تحقیقی مقالہ سیّد رفیع الدین اشفاق کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد اور ڈاکٹر ریاض مجید پاک و ہند کی دو ایسی شخصیات ہیں، جنھوں نے رفیع الدین اشفاق صاحب کے بعد نعت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد شخصیات اور رسائل و جرائد نے نعت پر بہت کچھ لکھا اور مختلف رسائل و جرائد کے نعت پر خاص نمبر شائع کیے۔ میں طوالت سے بچنے کی خاطر شخصیات اور رسائل کے نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن پاکستان میں ڈاکٹر ریاض مجید کا مقالہ اور ''نقوش''، ''نعت کائنات''، ''الرشید نعت نمبر'' اور ''اوج نعت (مرتبہ آفتاب نقوی) وہ کام ہے جو نعت کے حوالے سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

پاک و ہند میں نعت کی تعریف، تاریخ، مختلف زبانوں میں نعت کی ہیئت و کمیت نعت کے لوازمات، مضامین و مواد، ادب اور تقاضے، ماخذ و مصادر الغرض گوناگوں گوشوں اور پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے اور میرا خیال تھا کہ اس کام کے بعد اردو نعت پر کوئی کیا لکھ سکے گا؟ لیکن ''نعت رنگ'' کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ اردو نعت کے حوالے سے ابھی بہت کچھ کہنا اور لکھنا باقی ہے۔ اسی بہت کچھ، کہنے اور لکھنے میں ''نعت رنگ'' وہ کردار ادا کر رہا ہے کہ بہت جلد اسے خود ایک حوالے کا مقام حاصل ہوجائے گا۔ ''نعت رنگ'' کی تہذیب و تدوین جس عقیدت، محبت، خلوص اور علمی پیاس و لگن کے ساتھ ہو رہی ہے وہ قابل قدر و تعریف ہے اور مستقبل میں اردو نعت پر تحقیق و تدقیق کرنے والوں کے لیے حوالۂ ناگزیر ہے۔ اب کچھ ''نعت رنگ'' کے محتویات کے بارے میں:

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب نے اپنے فکر انگیز مضمون کے ذریعے پاکستان میں اعلیٰ تعلیم

کے کرتا دھرتاؤں کے سامنے ایک نئی فکر پیش کی ہے جو یقیناً ''نعت رنگ'' کے لیے ایک افتخار ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے بہت خوب صورت نثر میں ''افادات کشفی'' سے استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد صاحب نے برصغیر پاک و ہند کے نصاب سازوں کو نعت خارج از نصاب رکھنے پر بروقت انتباہ کیا ہے۔ اس مضمون کو ''شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات'' کے تحت عام کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اپنے پیر و مرشد امام احمد رضا خان صاحب کا دفاع عالمانہ انداز میں کیا ہے لیکن چوں کہ ظہیر غازی پوری کا مضمون نظر سے نہیں گزرا ہے لہٰذا فیصلہ مشکل ہے۔

عزیزاحسن صاحب نے ادیب رائے پوری صاحب کی خوب چٹکیاں لی ہیں اور نقد و تبصرہ کے سلسلے میں ہلکا پھلکا انداز اختیار کر کے ایک نیا اسلوب قائم کیا ہے۔ ''تیرا وجود الکتاب'' پر بھی عزیزاحسن صاحب کا تبصرہ اتنا بھرپور اور دل کش ہے کہ قاری اپنے آپ کو مذکورہ تصنیف کے مطالعے پر مجبور پاتا ہے۔

ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم کو غفور شاہ قاسم نے بہترین انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ آفتاب نقوی صاحب اس سے بھی بڑھ کر خراجِ عقیدت کے لائق و مستحق ہیں۔

''گوشۂ غالب'' سارے کا سارا خاصے کی چیز ہے اور ''نعت رنگ'' کا کمال ہے۔

کمپوزنگ کی اِکا دُکا اغلاط کے علاوہ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کے مضمون ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' کے حواشی و تعلیقات میں ترتیبی غلطیاں موجود ہیں۔ مضمون کے اندر حوالہ نمبر اور باہر کے حوالہ نمبر میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کے علاوہ احادیث کا حوالہ کتاب و باب کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔

''بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ المصابیح'' سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے علاوہ بعض تحقیقی مضامین میں سرے سے حوالے موجود ہی نہیں۔

''نعت رنگ'' کے نام آئے ہوئے نامے بھی قیامت کے ہیں جو بہ یک وقت علم و ادب اور تشریح و توضیح کے لحاظ سے خوب ہیں اور میرے خیال میں یہ ''نعت رنگ'' ہی کا رنگ ہے کہ خطوط کو بھی ست رنگ بنا دیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ''نعت رنگ'' اسی طرح رنگ بکھیرتا رہے۔

والسلام
مخلص
قبلہ ایاز

☆پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز، وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی، پشاور

قمر رعینی (راولپنڈی)

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون!

مجھ پر آپ کا دہرا شکریہ واجب ہے کہ آپ نے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۶ مجھے بھجوایا اور دوسرے یہ کہ یہ شمارہ آپ نے جن محترم و معتبر تذکرہ نگاروں کے نام منسوب کیا اس میں مجھ جیسے ہیچ مداں کا نام بھی شامل کیا:

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا

بہرحال میں اس عزت افزائی کے لیے آپ کا ممنون ہوں۔

آپ ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت اوراصلاحِ فکروطرزِاظہار کے فروغ کے لیے جو کام کر رہے ہیں وہ بہت قابلِ قدر ہے اور اس کا اجر تو آپ کو صرف اللہ کریم ہی دے سکتا ہے ہم صرف یہ دعا کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے آمین۔ مقامِ مسرت ہے کہ آپ کے ''نعت رنگ'' کو بھی وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے اوّل انعام و اعزاز کا مستحق قرار دیا گیا۔ میری طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیے، سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی محنت و اخلاص کو رائگاں نہیں جانے دیتا۔ میں نے ''نعت رنگ'' نمبر۱۶ کا مطالعہ کیا جو حسبِ معمول آپ کی محنت اور صنفِ نعت سے آپ کے خلوص و نیازمندی کا مظہر ہے البتہ وہ حصہ تکلیف دہ ہے جو آپ کے اور جناب راجا رشید محمود کے درمیان مناقشے پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ راجا صاحب آپ سے عمر میں بھی سبقت رکھتے ہیں اور صحافت میں بھی، لیکن ان کی تحریر میں کئی مقامات ایسے ہیں جو ان کی شان کے مطابق نہیں کوئی کم علم، نوعمر اور مبتدی ایسی جذباتی یا اشتعال انگیز باتیں کرتا تو اور بات ہوتی راجا صاحب کا مقام و مرتبہ اُن کی اس تحریر سے بلند ہے۔وہ طفلِ مکتب یانوآموز نہیں کہنہ مشق، صاحبِ علم وفہم اورمعروف شخصیت ہیں، اللہ کرے کہ غلط فہمیاں دُور ہوجائیں۔

آپ نے ان کا مضمون چھاپنے سے پہلے جو وضاحتی سطور تحریر کی ہیں اس سے آپ کی مدیرانہ صلاحیت اور صحافیانہ تدبر کا بھی اظہار ہوتا ہے اور برداشت وتحمل کا بھی۔ **اللھم زد فزد۔**

طبائع کے تضاد سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی بڑی عمر والے کے مقابلے میں کسی چھوٹے کو قلبِ سلیم اور عالی ظرفی کی دولت سے نواز دیتا ہے:

یہ اس کی دَین ہے جسے پروردگار دے

بہرحال اس عطا پر بندے کو اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

راجا صاحب نے جس ذاتِ گرامی کی مداحی کے لیے خود کو وقف کر رکھا ہے، اس ذاتِ اقدس کے صبر وتحمل کی مثال پوری تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی، اس ذات والا صفات کا ہر قدم اربابِ بصیرت کے لیے راہ نما وچشم کشا ہے۔ میرے خیال میں ادب کو خصوصاً نعتیہ ادب کو لسانی اور گروہی تعصّبات سے ملوث نہ کیا جائے اور غلط فہمی کی بنا پر الزام تراشی سے گریز کیا جائے تو یہ خود صاحبِ تحریر کے لیے بہتر ہوگا۔

راجہ صاحب کا مصرع:

سدرہ کی منزل پہ رُکنے کی اہمیت سمجھ

بالکل درست ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم سب عام گفتگو میں کیفیت، اہمیت، حیثیت وغیرہ کو یائے مشدد سے استعمال نہیں کرتے لیکن عام گفتگو اور شاعری یا ادب کی زبان میں جو نازک سا فرق ہے وہ اگر کوئی شاعر یا ادیب ملحوظ رکھے تو کسی کو اعتراض بھی نہیں کرنا چاہیے، البتہ سدرہ کی یائے ہوز کا دبنا دُور ہوسکتا تھا ذرا سی توجہ سے یوں بھی ہوسکتا ہے:

منزلِ سدرہ پہ رُکنے کی اہمیت سمجھ

ایک اور مصرع:

پیچھے پڑی ہیں آج کل بیماریاں بہت

میں اس کا وزن نہیں سمجھ سکا۔ میرے فہمِ ناقص کے مطابق اس کل کا لام تقطیع سے خارج ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ میرے عجزِ فہم اور عروض و اوزان سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے۔ یہاں ڈاکٹر گوہر کا اعتراض درست ہے کہ لفظ کل کا لام تقطیع سے خارج ہے اور ایسا ہی الجھاؤ راجا صاحب کے اس مصرعے میں بھی ہے:

تھے اور بھی رسل مگر رب نے حبیب کو

البتہ راجا صاحب کا یہ شعر ان کے جذبِ دروں اور باطنی کیفیت کا غماز ہے اور خوب ہے اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ پڑھیے اور محسوس کیجیے۔

میں چند دن جو آقا کے شہر میں رہوں ہوں
کچھ ماہ تک تو مجھ پر اس کا اثر رہے ہے

ماشاء اللہ۔ راجا صاحب کا یہ شعر بھی بہت اچھا ہے:

محمود شکوہ رب سے تو کرتے رہے ہیں سب
لیکن کسی کو اس کے نبی سے گلہ نہیں

اس شعر پر ڈاکٹر گوہر کا اعتراض درست نہیں۔ راجا صاحب نے جو وضاحت کی اس میں یہ بات بھی شامل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قہاری و جباری بھی ہے جب کہ سرکارِ دوعالمﷺ تمام عالم کے لیے سراپا رحمت ہیں اور ظاہر ہے کہ جو ذاتِ گرامی رحمت ہی رحمت ہے اس سے کسی کو گلہ ہو ہی نہیں سکتا خود آقائے نام دار کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے، کیا واقعۂ طائف اس کا ثبوت نہیں؟

راجا صاحب کا مصرع ہے:

حاضری کی کوئی نہ کوئی تو صورت چاہیے

اس پر ڈاکٹر گوہر نے کہا کہ مصرع خارج از بحر ہے۔ راجا صاحب نے تقطیع کر کے ثابت کر دیا کہ مصرع خارج از بحر نہیں لیکن راجا صاحب کی وضاحتی سطر اور بیان کردہ اوزان میں یکسانی نہیں انھوں نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ:

حضرت اس مصرع میں کوئی کی ''ی'' دبی اور ''واؤ'' دب گیا مصرع خارج از بحر کس طرح ہو گیا۔ تقطیع اس طرح ہے:

حاضری کی	کوئی نہ کو	ئی تو صورت	چاہیے
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن

محترم راجا صاحب نے تقطیع درست کی اور تقطیع میں نہ کہیں ''ی'' دبی اور نہ ''واؤ'' گرا پھر انھوں نے معلوم نہیں کیوں یہ لکھا کہ ''ی'' دب گئی اور ''واؤ'' دب گیا۔ البتہ دوسرے رکن میں یعنی ''کوئی نہ کوئی'' کی تقطیع میں لفظ ''نہ'' کو یا تو آپ ''نا'' پڑھیں یا ''نہ'' کی ہائے ہوز کو واضح کریں تب وزن درست ہوگا ورنہ نہیں۔

لفظ تجھی اور تمھیں کے سلسلے میں راجا صاحب کا موقف درست ہے۔ ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شماروں میں قصیدہ بردہ پر بھی بحث نظر سے گزری، یہ محض اتفاق ہے کہ میں نے بھی قصیدہ بردہ پر تھوڑا سا کام کیا ہوا ہے جو ''فیض الاسلام'' میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں محمد حسین عارف کے دونوں قصائد کے ترجمے سے اقتباس بھی شائع کیا گیا ہے یعنی بوصیری والے قصیدے کا بھی اور کعب بن زہیر کے قصیدے کا بھی اور یہ انتخاب بھی پچاس پچاس اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہے اس کے بعد میں نے کچھ مزید بھی تحقیق کی ان میں ایک دو ایسے منظوم تراجم کا بھی ذکر ہے جو شاید پہلی بار سامنے آئیں گے۔ ذرا وقت مل جائے تو ان شاء اللہ اسے دوبارہ لکھوں گا اور آپ کے پاس بھجوا دوں گا۔

شاید آپ کو یہ معلوم ہو کہ دل کا بھی مریض ہوں اور درد بھی شدید ہے۔ علاج کر رہا ہوں اللہ مالک ہے میرے حق میں دعائے خیر کرتے رہیے۔

پس تحریر:

شمارہ نمبر۱۶ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حمدیہ نعتیہ کلام کا منظوم اردو ترجمہ بہت عمدہ ہے اور مترجم کی کاوش قابلِ تحسین ہے۔

مسعود الرحمٰن خاں ندوی کے مضمون بہ عنوان ''عہدِ نبویﷺ میں مدحِ رسول'' میں جناب عبدالمطلب، جناب عباس اور جناب ابوطالب (عبد مناف) کے اشعار کا ذکر تو ہے لیکن حضورﷺ کے حقیقی تایا زبیر بن عبدالمطلب کے اشعار کا ذکر نہیں۔

علی احمد عباسی صاحب کی کتاب ''وقائع زندگانی اُم ہانی'' میں بہ سند معتبر لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے انتقال کی خبر عبدالمطلب کو ملی تو انھوں نے حضرت زبیر کو بھیجا کہ وہ سیّدہ آمنہ اور بچے (حضور) کو لے آئیں۔ میں نے اس کا ذکر ''فیض الاسلام'' شمارہ جون ۲۰۰۱ء میں کیا ہے۔ اور اپنی کتاب ''تذکرہ نعت گویان راول پنڈی، اسلام آباد''[۱] میں صفحہ۱۲-۱۰ پر بھی وہاں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور حوالہ دے سکتے ہیں۔

والسلام

قمر رعینی

☆قمر رعینی (۱۹۲۵-۲۰۰۸ء)،اصل نام: عبدالحمید، شاعر، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی، کتب: ''ولائے رسول''، ''بادۂ خیام''، ''تذکرہ گویان راولپنڈی اسلام آباد''، ''اردو رباعی عہد بہ عہد''، ''تذکرہ

رباعی گویان فارسی در شبہ قارہ‘‘،’’صحیح تلفظ‘‘،’’دبستان راولپنڈی‘‘۔
ا۔۲۰۰۳ء، راولپنڈی: انجم پبلشرز، بار اول، ۱۲۸ص

قمرسنبھلی (دہلی)

19-11-1998

برادرِمحترم صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

ماہ نامہ ’’پیش رفت‘‘ کے دفتر میں ’’نعت رنگ‘‘ کے کچھ شمارے نظر سے گزرے، سبحان اللہ۔ ایسا خوب صورت کتابی سلسلہ جو ہر اعتبار سے معیاری ہے۔ آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں کا غماض ہے۔

جہاں اس میں مختلف شعرا کا معیاری نعتیہ کلام شامل ہے وہیں اس صنف سے متعلق دیگر مواد بھی بڑا اہم ہے۔ نعت کے سلسلہ میں جو عام بے احتیاطی پائی جاتی ہے اور بیش تر نعت گوشعرا افراط وتفریط کا شکار نظر آتے ہیں، اسی بارے میں نہایت عمدہ مضامین پڑھنے کو ملے۔ جزاک اللہ

ہمارے یہاں ایسے رسائل یا کتابی سلسلوں کی کمی ہے۔ وہاں کے ایسے قیمتی اور معیاری رسائل یا کتابوں کی دست یابی ہمارے لیے ایک مسئلہ ہے۔ خدا کرے اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اس طرح کے رسائل اور کتابوں کی فراہمی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ ادارہ کے دیگر معاونین کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش فرمادیں۔

والسلام
قمرسنبھلی

☆قمرسنبھلی(پ: ۱۹۴۲ء)، نعت گو شاعر، نائب مدیر ماہنامہ ’’رہنمائے تعلیم‘‘ اور’’ گلکدہ‘‘ دہلی۔

قیصر نجفی، پروفیسر (کراچی)

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب!

سلامت و رحمت!

’’نعت رنگ‘‘ شمارہ۱۲پر ایک سیر حاصل تبصرہ حاضر ہے۔ میں نے مطالعے کے دوران جو

محسوس کیا ہے، وہ بلاکم وکاست لکھ دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ شعوری کاوش کے باوجود میں آپ کی ادارت یا ''نعت رنگ'' کے معیار پر گرفت نہیں کرسکا ہوں۔ شمارہ۱۲ کا ہر صفحہ ''نعت رنگ'' کے ساتھ آپ کی کمٹمنٹ کی شہادت دیتا ہے۔ ابتدائیہ میں بیان کردہ آپ کے ان خیالات کی بصد مسرت توثیق کرتا ہوں۔

''یہ سفر جو صرف عقیدت اور محبت کی ایک کیفیت میں شروع کیا گیا تھا، آج معنویت کی کئی منزلوں کو اپنے جلو میں لیے ہوئے جاری وساری ہے....''نعت رنگ'' اسی محبت اور معنویت کے سفر کا ایک تاب ناک رخ ہے''۔

''نعت رنگ'' کی طبعی عمر ابھی خاصی کم ہے، مگر معنوی زندگی کے اعتبار سے اس کے خطّ وخال سے بزرگی جھلکنے لگی ہے۔ ایک نہایت قلیل مدّت میں کسی ادبی جریدے کے مقام اعتبار پر فائز ہوجانا خواہش کی حد تک تو ممکن ہے، لیکن عملی صورت میں حد امکان سے بعید ہے۔

''نعت رنگ'' نے مختصر سے عرصے میں مدارج اعتبار و وقار طے کرکے ادبی جرائد و سائل کی ایک نئی توانائی سے روشناس کرایا ہے۔ بالخصوص نعتیہ ادب کے حوالے سے اس نے جو باب تحیر کھولا ہے، اس کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتابی سلسلہ تائید ایزدی کی ایک روشن مثال ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوبؐ کی مدح وثنا کی توفیق صرف ایسے انسانوں کو عطا کرتا ہے، جو حبیب خدا کی ذات وصفات کا عرفان رکھتے ہوں۔ یہ منصب ہر کہ ومہ کو نصیب نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی مدّاح رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کسی کو زیب دیتا ہے۔ غالب ایسا فدائے محمد ﷺ و آل محمد ﷺ علیہم السلام بھی اپنی تمام تر ذہانت، طبّاعی اور شعری فراست کے باوصف معرفت ختم الرسول ﷺ کا مدعی نہ ہوا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

محمد ﷺ شناسی کی طرح خدا شناسی کا ادّعا بھی نوع بشر کے حیطۂ اختیار باہر ہے۔ بجز محمدؐ کون ہے، جو خدا کو اس طرح جاننے کا دعویٰ کرسکے، جس طرح جاننے کا حق ہے۔ بقول راقم:

آشنائے مصطفیٰ ہے ذات رب
اور قیصر مصطفیٰ رب آشنا

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ حمد گوئی یا نعت نگاری کے حوالے سے کوئی بھی سعادت زور بازو کا حاصل نہیں ہے، بلکہ خدائے بخشندہ کی بخشش ہے، جو بحمدللہ! ''نعت رنگ'' اس مرتب اور ادارتی عملے کو

بہرصورت نصیب ہے۔ یہ ایک معلوم بات ہے کہ نعت ہمیشہ حضورﷺ سے محبت وابستگی کے والہانہ اظہار کا ایک ذریعہ تصور ہوتی ہے۔ کئی عاشقان باصفا تو ایسے بھی ہیں، جو اپنے آپ کو فروتر ظاہر کرنے کے لیے ثنائے رسولﷺ کو ایک جسارت بلکہ سوء ادب خیال کرتے ہیں:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

بایں ہمہ عقیدے کی حد تک نعت شعراء اور غیر شعراء کا ہمیشہ مرکزِ نگاہ رہی ہے، البتہ فکری وفنی نقطۂ نظر سے نعت کو کبھی درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ تاحال یہ فیصلہ نہیں ہوسکا ہے کہ نعت ایک باقاعدہ صنف سخن ہے یا نہیں۔ نقدونظر کے حوالے سے بھی خوش اعتقادی آڑے آئی ہے اور جو کچھ نعت میں کہا جاتا رہا ہے، اس پر نہ صرف صاد کیا گیا ہے بلکہ تنقیدی زاویہ نگاہ سے نعت کو پڑھنا یا سننا سوء ادب تصور ہوا ہے۔ اس صورت حال نے تاریخی، علمی، فکری اوراعتقادی اعتبار سے (خصوصاً قرآن و حدیث کی ارشادات کے تعلق سے) ایک لمحۂ فکریہ کی جو صورت پیدا کر دی ہے، اس کا ''نعت رنگ'' نے بخوبی ادراک کیا ہے۔ یہ اسی کا کارنامہ ہے کہ آج نعت کے ضمن میں علمی، ادبی، انتقادی، تاریخی اور مذہبی جانچ اور پرکھ کے دروازے وا ہوچکے ہیں اور سرگزشتۂ خمار رسوم وقیود نعت گوشعرا کے درفکر وخیال پر دلیل وبرہان دستک دینے لگے ہیں۔ اس قلمی جہاد میں ''نعت رنگ'' کے جن قلمکاروں نے اہم کردار ادا کیا ہے، ان میں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی سرفہرست ہیں۔ ڈاکٹر کشفی اردو ادب کی تدریس، تنقید، تحقیق اورتخلیق ہر لحاظ سے ممتاز ومميّز مقام کے مالک ہیں۔ نقدونظر کے حوالے سے تو ان کی عظمت مسلّم ہے۔ آج کل وہ نعتیہ ادب میں جو اضافے کررہے ہیں، وہ علمی، ادبی اور تاریخی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ نعت رنگ ۱۲میں ان کا ایک مضمون بعنوان ''نعت گوئی اور سیرت کی محافل کا مطالعہ اعلیٰ تعلیم میں'' شامل ہے۔ جس کے حرف آغاز میں انھوں نے نعت کی توسیع، تفہیم اورتنقید کے ضمن میں ''نعت رنگ'' کے کردار کو بجاطور پر رجحان ساز قرار دیا ہے اور مذہبیات وعمرانیات کے مابین فطری تعلق کی معنی خیز اشارے کرکے دعوت فکر دی ہے۔ ان کا مضمون بہ یک وقت تحقیقی وتنقیدی بصیرت سے سرشار ہے۔ مضمون کا متن (text) ''صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے'' کی پکار سے ہم آہنگ ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر کشفی کو یہ افتخار حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے نعتیہ ادب کے ان ابعاد کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی ہے، جو سماجی وعمرانی علوم کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی اس رائے سے متفق ہیں کہ نعت اور میلاد ناموں کو جامعات میں اردو اور دوسری پاکستانی زبانوں کے نصاب

میں شامل کیا جائے۔ ان دنوں نعت اور آداب نعت گوئی پر علمی وادبی مباحث کا سلسلہ زور وشور سے جاری ہے۔ ''نعت رنگ'' ان مباحث کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کررہا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے نعت اورآداب نعت گوئی پر ڈاکٹر کشفی کے افکار وخیالات سے استفادہ کرتے ہوئے انہی کی نعت گوئی پر ایک طویل مضمون رقم کیا ہے۔ اقبال جاوید کے مقالے کی بنیادی خوبی کشفی کے فن وشخصیت سے ان کا وہ روحانی تعلق ہے، جس میں من وتو کا فاصلہ باقی نہیں رہتا۔ جاوید نے جو کہا اسے خلوص نیّت اور صداقت جذبات سے ثابت بھی کیا ہے۔ نعت رنگ۔۱۲ میں ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری کے تین مضامین شامل اشاعت ہیں۔ ان کا پہلا مضمون ''نعتیہ شاعری خارج ازنصاب کیوں؟'' نعت کی ایک سہ البادی (Three Dimensional) تصویر پیش کرتا ہے، جو بیک وقت نعت کے نصابی، ادبی اور عمرانی کردار کی اہمیت کا احساس دلاتی ہے۔ آزاد نے یہ مضمون بڑی دقّت نظر سے سپردقلم کیا ہے، ہمیں ان کے استدلال، تفکرّ اور منطقی اسلوب نے بے حد متأثر کیا ہے۔ دوسرا مضمون ''اردو ادب میں محسن کاکوروی کا مقام'' آزاد کے ناقدانہ شعور کی دلالت کرتا ہے۔ انھوں نے محسن کاکوروی کے نعتیہ کلام کا علمی، ادبی، فکری، فنیّ ہر رخ سے جائزہ لیا ہے۔ یہ مطالعاتی جائزہ نعت نگار کے ادبی مرتبے کے تعینّ میں ممدومعاون ہے۔ تیسرا مضمون ''غالب کی نعتیہ شاعری'' پرمغز مواد پیش نہیں کرتا ہے۔ یہ مضمون غالب کی نعتیہ شاعری کا ایک رسمی تعارف قرار دیا جاسکتا ہے۔ سیّدحسین احمد کا مضمون ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے'' ایک مختصر سی تحریر ہے، جسے نعت اور مرثیے کا ایک تقابلی جائزہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ درست ہے کہ عہد سوداؔ سے قبل مرثیے کا کوئی فارم مقرر نہیں تھا اور نہ ہی اجزائے ترکیبی متعین تھے۔ سوداؔ نے فارم اور میر ضمیرؔ نے اجزائے ترکیبی مقرر کرکے مرثیے کو ایک باقاعدہ صنفِ سخن بنا دیا۔ ہمارے خیال میں ہئیت کے اختصاص اورفنی صورت گردی کے باوصف مرثیہ ایک طویل عرصے تک ایک صنف سخن کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا اور مرثیہ گوشاعر کو ''بگڑا ہوا شاعر'' کہا جاتا رہا۔ تاآں کہ علامہ شبلی نعمانی نے ''موازنہ انیس ودبیر'' لکھ کر مرثیے کی فنی اہمیت کو اجاگر کیا۔ یہ شبلی ہی تھے، جنھوں نے مرثیے کے سر پر ایک باقاعدہ صنف سخن کا تاج رکھا۔ مقام حیرت ہے کہ نعت بھی صدیوں سے ویسے حالات سے دوچار ہے، جیسے حالات مرثیے کو اپنے ارتقائی سفر میں درپیش تھے، مگر افسوس کہ اب تک نعت کو نہ تو کوئی سودا ملا ہے، نہ میر ضمیر اور نہ ہی کوئی شبلی نعمانی یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے، جس پر اہل فکر ونظر اور صاحبان علم ودانش کو توجہ دینا چاہیے۔ محمد ملک الظفر سہسرامی کا مضمون ''تقاضائے نعت'' تقاضائے وقت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ ان کا کہنا صد فی صد درست ہے۔ ''یہ بات علاحدہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا دامن افراط وتفریط کی

آلودگیوں سے پاک وصاف نہیں، کہیں نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملائے جارہے ہیں تو کہیں خدا کی تنقیص تک کرنے کی جرأت کافرانہ کا انداز نظر آتا ہے‘‘۔

انھوں نے یہ بھی بجا کہا ہے’’عظمت نبوت ورسالت کے منافی اشعار کی بھرمار ہے، کہیں صریح تنقیص ذات رسالت ہے تو کہیں منافی ادب الفاظ وتراکیب نے نعتیہ شاعری کا چہرہ مسخ کرکے رکھ دیا ہے‘‘ ہمارے خیال میں سہسرامی کی آواز میں آواز ملانا نعت کے ساتھ کے ساتھ ساتھ وقت کا بھی تقاضہ ہے۔ کیوں کہ خدا شناسی اور محمدؐ شناسی کی جتنی آج ضرورت ہے ، اتنی شاید ہی پہلے کبھی ہو۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی کا مضمون ’’اشعار نعت۔ اعتراضات کی حقیقت‘‘ اسم بامسمّٰی ہے۔ یہ مضمون ظہیر غازی پوری کے امام احمد رضا بریلوی کے بعض نعتیہ اشعار کے فنی پہلوؤں پر اٹھائے گئے سوالات سے متعلق ہے۔ جو دونوں صاحبان علم کے موقف کی اصابت کو ظاہر کرتا ہے۔ البتہ فنی لوازمات برتنے کے ضمن میں ان کے جداگانہ انداز فکر کا بھی مظہر ہے۔ ہم ظہیر غازی پوری اور ڈاکٹر صابر سنبھلی دونوں کے نقطۂ نظر کو تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مضمون ’’مہاتما جیوتی باپھلے کی نعت رسولؐ‘‘ معلومات افزا ہے لیکن باپھلے کی مراٹھی نعت کا آزاد منظوم ترجمہ ہر طرح کے تأثر سے عاری ہے۔ قیصرالجعفری ایک ممتاز شاعر ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی عربی نعت کا انھوں نے سلیس اور رواں زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ جگر مراد آبادی کی فارسی نعت کا ایم اے تشنہ نے نہایت خوب صورت منظوم ترجمہ کیا ہے، جبکہ امانت اپنے ترجمے میں شعریت پیدا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

ادیب رائے پوری کی کتاب ’’نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید‘‘ [ا] پر عزیز احسن کا تبصرہ زبان وبیان اور استدلال وبرہان کے حوالے سے خوب ہے۔ مگر ہم ان کے مکمل متن (Text) پر کوئی رائے دینے سے قاصر ہیں، کیوں کہ ہم نے اس کتاب کا تاحال مطالعہ نہیں کیا ہے۔ عزیز احسن کے دیگر تبصرے ان کی علمی وسعت، ذہنی زرخیزی، فکری تازگی اور اعلیٰ تنقیدی شعور کی شہادت دیتے ہیں۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی کے مضامین پر مشتمل کتاب ’’دلیلِ آفتاب‘‘[۲] پر غفور شاہ قاسم کا تبصرہ پر مغز ومعنی آفرین ہے۔ وہ ایک کثیر المطالہ قلمکار ہیں اور اپنی حرف شناسی کا لوہا منواتے چلے جارہے ہیں۔ انھوں نے مشمولات کتاب پر تعمق نظر سے خیال آرائی کی ہے۔

’’مدحت‘‘ کے باب میں سحر انصاری کی نعت اور رشید وارثی کی تضمین برکلام قدسی پسند آئی ہیں۔ احمد صغیر صدیقی کے ہندی ڈکشن میں لکھے ہوئے نعتیہ ہائیکو خوب ہیں۔ البتہ خوش بو سے حرف کا چمکنا ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

ہونٹ مہکتے ہیں/ اس کے نام کی خوشبو سے/ حرف چمکتے ہیں۔

نیز ''اس کا ذکر اور اس کی فکر'' کے ساتھ ''کھولے'' کے بجائے فعل کا جمع کا صیغہ یعنی ''کھولیں'' آنا چاہیے۔

ذہنوں کے اندر/ اس کا ذکر اور اس کی فکر/ کھولے گیان کے در

گوشۂ غالب زیر نگاہ شمارے کا ایک اہم حصہ ہے، جبکہ پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ''غالب۔ حضور رسالت مآب میں'' خاصے کی چیز ہے۔ شفقت رضوی ایک پڑھے لکھے انسان ہیں۔ انھوں نے غالب کی نعت نگاری پر جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ ان کے تبحرِ علمی پر دال ہے۔ ادیب رائے پوری کا مضمون ''غالب کے فارسی کلام میں نعت'' ہمارے خیال میں دراصل ''باخدا دیوانہ باش وبا محمدؐ ہوشیار'' کی تفسیر وتعبیر ہے۔ وہ اپنے مضمون میں بہ یک وقت غالب کی حمد گوئی اور نعت نگاری کو زیر بحث لائے ہیں۔ ادیب رائے پوری کی وسعت مطالعہ اور علمی تبحر میں کوئی کلام نہیں ہے۔ ان کا مضمون ان کی انھی خوبیوں کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مضمون ''عظمت رسول ﷺ خطوط غالب میں'' ایک اچھوتے موضوع پر لکھی گئی ایک دل کش اور متاثر کن تحریر ہے۔ ہم اس مضمون کے بارے میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر نشیط نے تحقیق وتنقید کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے حمد ونعت کے ایوانوں میں تحقیق و تدقیق کے جو دیئے روشن کیے ہیں، ان کی روشنی سے ''نعت رنگ'' کے اوراق بھی منوّر ہو چکے ہیں۔ ان کا مضمون ''غزلیات غالب کی زمینوں پر نعت گوئی'' ایک Challenging Subject ہے۔ جسے قبول کر کے انھوں نے خود کو ایک مشکل پسند محقق کے طور پر پیش کیا ہے۔ عاصی کرنالی کا یہ مضمون تحقیق وتنقید کے نہایت اہم ابواب میں شامل ہونے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ عزیز احسن نعت کے حوالے سے جو علمی و ادبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وہ قابل قدر ہیں۔ ان کا مضمون ''غالب کی اردو شاعری میں مضامین نعت کا فقدان'' ایک مانوس موضوع پر ایک وقیع تحریر ہے۔ عزیز احسن غالب کے تخلیقی مزاج، فکری افتاد، شعری نفسیات، فنی رویے، عقیدہ ومسلک کے رجحانات اور اردو میں نعت گوئی سے گریز کی وجوہ کا بڑی چابک دستی سے احاطہ کیا ہے۔ بلاشبہ عزیز احسن فکر ونظر کی بلندیوں پر متمکن ہیں۔

ناصر کاظمی، عبدالعزیز خالد اور جعفر بلوچ کی تضمینیں ان کے شعری درک کے شواہد فراہم کرتی ہیں۔ ڈاکٹر اسلم انصاری اور افتخار عدنی کے منظوم ترجمے تخلیقی سطح کے ہیں۔ غالب کی زمینوں میں لکھی گئی نعتیں فکروفن کے کوئی نئے گوشے سامنے نہیں لاتی ہیں۔ تاہم رفیع عالم رفیع بدایونی، اسرار احمد

سہاروی اور شاکر ادیبی کی کاوشوں کو نہ سراہنا بھی ادبی بددیانتی ہوگی۔

''نعت رنگ'' کے خطوط بھی ایک منفرد معیار قائم کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' میں چھپنے والے خطوط علمیت و ادبیت کی جس بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہیں، اسے دیکھنے کے لیے ایک دن دستار سنبھالنا پڑے گی۔ ان خطوط میں بظاہر ''نعت رنگ'' کے مندرجات پر گفتگو ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ ادبیات، مذہبیات، عمرانیات، بشریات، تاریخ، تہذیب وتمدن، ثقافت غرض اتنے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں کہ قاری ورطۂ حیرت میں پڑجاتا ہے۔ بعض خطوط تو مقالات کی ذیل میں آتے ہیں۔ جن کی قرأت وتفہیم دیدۂ بینا اور ذہن رسا کے بغیر محال ہے۔

نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ

قیصر نجفی

☆ پروفیسر قیصر نجفی (۱۹۴۱ء)، اصل نام: محمد رمضان، شاعر، ادیب، نقاد، کتب: ''شہر جاناں''، ''رب آشنا''، ''اردو مرثیے میں حمد، نعت، منقبت''، ''مشکور حسین یاد کی تخلیقی شخصیت''، ''فیض۔ ایک رجحان ساز شاعر''، اعزازات: ''نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ''، ''ادیب انٹرنیشنل ایوارڈ'' و دیگر۔

۱۔ ۱۹۹۹ء، کراچی: مدحت پبلشرز، ۲۷۱ص

۲۔ مرتب: عمران نقوی، ۲۰۰۱ء، لاہور: شفیق پبلی کیشنز، بار اول، ۵۱۷ص

برادرِ عزیز و گرامی صبیح رحمانی صاحب!

سلامت و رحمت!

اس کے باوصف کہ ''عیاں را چہ بیاں'' ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ کے خلوصِ نیت، اَن تھک محنت اور سچی لگن نے ''نعت رنگ'' کو اس قدر مقتدر کر دیا ہے کہ آنے والے ادوار میں بھی اقلیمِ نعتیہ ادب ''نعت رنگ'' کی قلم رو سے نہیں جائے گی۔

آج ہمارے پیشِ نظر ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ اور ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۴ ہیں۔ ان دونوں شماروں کا ایک مطالعاتی جائزہ آپ کی نذر ہے۔

حفیظ الرحمٰن احسن کی حمد (قصیدہ نما) ان کی قادر الکلامی کی مظہر ہے۔ شوکت لفظی، شکوہ بیاں اور اسلوب کی بلند آہنگی کے سبب بلاشبہ یہ ایک قصیدہ نما حمد ہے۔ غیرمانوس مفرس و معرب الفاظ کی کثرت کے باوجود نظم میں بلا کی روانی ہے۔ شاید مانوس موضوع کے طفیل پیرایۂ اظہار میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوا ہے۔ استفہامیہ طرزِ سخن نے نظم کی جاذبیت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس حمد میں بیک وقت قصیدے، استغاثے اور آشوب نگاری کا اسلوب ملتا ہے۔

ذکر ''مدینۃ العلم'' کا ہو، اعتقادات بھی راسخ ہوں، فکر میں بھی اخلاص ہو اور قلم کار بھی پروفیسر محمد اقبال جاوید جیسا فاضل ہو، تو علم و معرفت کے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مقالہ ''اسمِ محمد ﷺ ...نعت کے آئینے میں'' ''نعت رنگ'' شمارہ۱۳ میں خاصے کی چیز ہے۔ موضوع میں جتنی وسعت ہے، مقالہ بھی اتنا ہی ہمہ گیر اور معنی آفرین ہے۔ اسمِ محمد ﷺ کی معنویت، قوت، رفعت، وحدت، برکت، افادیت، تاریخیت، کاملیت اور سب سے بڑھ کر علم و عمل میں اس کی ناگزیریت و اہمیت پر پروفیسر صاحب نے جس طرح روشنی ڈالی ہے، وہ ان کے تبحرِ علمی کے ساتھ ساتھ فکری و فنی ریاضت و مجاہدہ کی بھی دلالت کرتی ہے۔ اردو نعت میں اسمِ محمد ﷺ کے لغوی، معنوی، استعاراتی، علامتی اور اعتقادی استعمال کا انھوں نے جس مہارت سے احاطہ کیا ہے، وہ انھیں بیک وقت ایک اعلیٰ پائے کا مضمون نگار، ناقد اور محقق ثابت کرتی ہے۔ ان کے قلم کی یہ ہمہ جہتی قابلِ رشک ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سرکارِ رسالت ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ کائنات میں رونما ہونے والے تمام تر نیک و سعد واقعات میں سے سب سے زیادہ مبارک اور مسعود ہے۔ میلادِ سیّدِ کونین ﷺ صرف جن و ملک یا انسان و حیوان ہی کے لیے نہیں بلکہ جملہ موجوداتِ عالم کے لیے باعثِ مسرت و افتخار ہے۔ عیدالفطر اور عیدِ قرباں کی طرح عید میلاد النبی ﷺ بھی شعائرِ اسلام میں شامل ہے۔ ہمارے نزدیک فرائض و عبادات کی طرح اہم ہے۔ بنابریں تاریخِ ولادت میں اختلافِ رائے کے باوجود مسلم اُمہ نے میلاد کی خوشی منانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ ربیع الاوّل کے پورے مہینے کو ماہِ مسرت و انبساط قرار دیا ہے۔ تذکروں میں جہاں عید میلاد النبی کے پُرمسرت موقع پر بپا ہونے والی محافلِ مولود و مجالسِ میلاد کی روداد مرقوم ہے، وہاں میلادیہ منظوم تخلیقات کے عہد بہ عہد ارتقائی سفر کا احوال بھی مندرج ہے۔ راجا رشید محمود کا مضمون ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار ﷺ'' بھی تذکرے کی ذیل میں آتا ہے۔ جس میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ولادت پاک کے ذکر سے معمور میلاد ناموں، مولود

ناموں، میلادیہ قصیدوں، میلادیہ نظموں (ہر فارم اور ہیئت کی) اور میلادیہ اشعار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ جائزہ میلادیہ ادب کا زمانی ترتیب سے احاطہ کرتا تو زیادہ دلچسپ اور مفید ہوتا۔ راجا صاحب نے بعض باتوں کو بعض جگہوں پر جوں کا توں دہرا دیا ہے۔ نتیجتاً تذکرہ غیرضروری طور پر طویل ہوگیا ہے اور دلچسپی میں بھی خاصی کمی ہوئی ہے۔ اٹھارہ صفحات پر مشتمل حواشی کو پڑھنا بھی ایک اُکتا دینے والا عمل ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے میرتقی میر سے شعر سنانے کی فرمائش کی۔ میرصاحب نے کہا، ''آپ لوگ کیا شعر سنیں گے، اگر میں آپ کو یہ شعر سناؤں:

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا
دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تو آپ کہیں گے اس شعر میں تو فنی سقم ہے، یعنی ''خیال'' کی ''ی'' گر رہی ہے۔ مگر کیا کیا جائے محاورہ یہی ہے۔ یہ روایت ہمیں شارق جمال (بھارت) کا مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' پڑھ کر یاد آئی ہے۔ درحقیقت انھی صفحات پر حضرت احمد رضا بریلویؒ کے چند اشعار کے حوالے سے ظہیرغازی پوری اور ڈاکٹر صابر سنبھلی کے درمیان ایک نہایت پُرمغز، معلومات افزا اور دلچسپ بحث چل چکی ہے اور ہمارے خیال میں دونوں فاضل قلم کاروں نے اپنے اپنے مؤقف کا عالمانہ انداز میں دفاع کیا ہے۔ اس بحث کو بار دیگر چھیڑنا کسی ایک کے مؤقف کی تائید اور دوسرے کے مؤقف کی تردید کا ایک ایسا عمل ہوگا، جو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگا۔ اجتماعِ ردیفین کے حوالے سے ممتاز نعت خواں و نعت گو اور ''نعت رنگ'' کے مرتب صبیح رحمانی کے اشعار کو حضرت فاضل بریلویؒ سے منسوب کرکے تنقید کا نشانہ بنانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مضمون نگار احمد رضا بریلویؒ کے اشعار کو ہدف بنانے پر اس حد تک کمربستہ ہیں کہ کسی کا بھی فنی سقم کا حامل شعر انھیں حضرت فاضل بریلویؒ کا شعر لگتا ہے۔ البتہ جہاں تک نعت کے شعر یا کسی بھی صنفِ سخن کے شعر میں فنی سقم کا تعلق ہے تو شارق جمال کے خیالات سے ہم بھی متفق ہیں۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (بھارت) کا مضمون ایک ایسے دقیقہ رس محقق سے متعارف کراتا ہے، جس کا تحقیقی مقالہ نوادراتِ ادب میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی''... عنوان ہی مقالہ نگار کی اولوالعزمی، دقیقہ رسی اور تبحرِ علمی کا غماز ہے۔ ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی کو اس منفرد کارنامے کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔ اصلاحی صاحب نے ارتکازِ فکر اور تعمقِ نظر سے مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی علمی، ادبی اور تحقیقی جہات کا مؤثر انداز میں تجزیہ پیش کیا ہے۔

اردو نعت گو شعرا میں حضرت احمد رضا فاضل بریلویؒ جس طرح ممتاز و ممیّز ہیں، اس کی مثالیں کم کم ملتی ہیں۔ دراصل وہ ایک نیکوکار اور ایک عابد شب زندہ دار تھے۔ اصول و فروغِ دین پر کاربند رہنے کے ساتھ ساتھ شارع دین متین کی مدح و ثنا کو بھی عبادت کا درجہ دیتے تھے۔ حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی معرفتِ رسولِ خدا ﷺ کا ایک دستاویزی ثبوت ہے۔ یہ معرفت انھیں محبوبِ حق کے عشق میں فنا ہوجانے کے بعد نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتوں میں ایمان وعقیدہ کی للک کے ساتھ ساتھ عشقِ محمد ﷺ کا سوز اور کسک بھی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی (بھارت) حضرت رضا بریلویؒ کے فن و شخصیت کے عارف ہیں۔ انھوں نے حضرت بریلویؒ کی نعت میں مضمون آفرینی کے متنوع ابعاد کی نشان دہی کی ہے۔ البتہ ان کی تمہیدی سطور میں ایسی گفتگو کا اعادہ کیا گیا ہے، جسے سامعین سن سن کر اور قارئین پڑھ پڑھ کر اُکتا چکے ہیں۔

قمر وارثی ایک مشاق شاعر ہیں اور فنِ شعر کی باریکیوں سے خوب واقف ہیں۔ بالخصوص لوازم نعت پر تو ان کی گہری نظر ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی (بھارت) نے ان کے نعتیہ مجموعے ''کہف الوریٰ''[۱] پر تبصرہ رقم کرتے ہوئے چار مصرعوں کو فنی طور پر محلِ نظر گردانا ہے۔ ایک مصرعے میں ڈاکٹر صاحب نے لفظ ''قامت'' کو مؤنث قرار دیا ہے۔ جب کہ ''قامت'' مذکر ہے اور قمر وارثی نے درست باندھا ہے:

شاخِ حیرت پر کھلا ہے میرے قامت کا گلاب

ایک دوسرے مصرعے میں کمپوزنگ کی غلطی کو شاعر کی فنی کم زوری سمجھا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں ''محوِ حیرت'' کی ترکیبِ لفظی اتنی عام ہے کہ قمر وارثی جیسا مشاق شاعر اس کے بجائے ''محوِ حیراں'' نہیں لکھ سکتا۔

دم بخود ہیں ماہ و انجم، محوِ حیراں آفتاب

البتہ بقیہ دو مصرعوں پر گرفت بجا ہے۔

عاصی کرنالی کی نعت فکر ونظر کے نئے نئے در وا کرتی ہے۔ احمد صغیر صدیقی کے حمدیہ ونعتیہ قطعات ان کی خدا اور رسول ﷺ شناسی کی غمازی کرتے ہیں۔ ان کا پہلا حمدیہ اور دوسرا نعتیہ قطعہ خوب ہے۔ دوسرے حمدیہ قطعے میں ''لفظ'' آذر'' کا استعمال مناسب نہیں ہے۔ ''آذر'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی ''شمسی نواں مہینہ'' یا ''آگ، چنگاری'' کے ہیں۔ اسی سے آذر پرست کی ترکیب وضع

ہوئی ہے یعنی آگ کی پرستش کرنے والا یا مجوسی... ہمارے خیال میں صدیقی صاحب نے لغوی معنی کے تناظر میں لفظ آذر استعمال نہیں کیا ہے۔ شاید انھوں نے ایک تاریخی کردار آذر، جس کا پیشہ بت گری تھا، کو بطور مشبہ بہ استعمال کیا ہے۔ جب کہ مشبہ اپنے خالق کو ٹھہرایا۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینا صریحاً شرک ہے۔ اگر وہ آذر کی جگہ ''صانع'' کا لفظ استعمال کرتے، تو عیب بھی دُور ہوجاتا اور قطعہ بھی اپنے اثر و تاثیر سے محروم نہ ہوتا:

میرا آذر ہے جو وہ کیا ہوگا
میرا صانع ہے جو وہ کیا ہوگا

تسلیمِ الٰہی زلفی کی نعت کی نمایاں خوبی فکر و اسلوب کی تازہ کاری ہے۔ مگر درج ذیل شعر میں لفظ ''دھیان'' کے استعمال میں فنی سقم پایا جاتا ہے۔ دھیان بروزن ''دھان'' باندھا جاتا ہے۔

تابندہ کس کی یاد ہے اور کس کا تذکرہ
روشن ہیں جسم و جاں مرے کس کے دھیان سے

درست استعمال کی مثال پیشِ خدمت ہے۔ خواجہ میر دردؔ فرماتے ہیں:

ان دنوں کچھ عجب ہے دل کا حال
سوچتا کچھ ہوں دھیان میں کچھ ہے

صابر وسیم کی شاعری میں ندرتِ بیان کی خوبی پائی جاتی ہے۔ نعت گوئی میں بھی انھوں نے یہ خصوصیت قائم رکھی ہے۔ عرش ہاشمی کی غالبؔ کی زمین میں نعت ایک اچھی کاوش ہے، تاہم اس مصرع پر نظرثانی کرلیں تو بہتر ہے:

فیض جاری ہے گر یقین نہ آئے

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۴ کا آغاز بھی حمدِ باری تعالیٰ سے ہوا ہے۔ یہ حمد حفیظ تائب کی فکر کا نتیجہ ہے اور ان کی فکری و فنی پختگی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

بادی النظر میں ''نعت رنگ'' کے اجرا کی غرض و غایت فروغِ نعت قرار دی جاسکتی ہے۔ لیکن اشاعت اوّل ہی نے اجرا و اشاعت کے پس منظر میں کارفرما مرتب و معاونین مرتب کی فکری تحریک و تشویق کا راز کھول دیا کہ ''نعت رنگ'' کے طلوع کی اصل بلکہ غایت اولیٰ فضائے نعت میں تجدد و اجتہاد کی روشنی پھیلانا اور فن و موضوع کے تعلق سے ایسے مباحث کے در وا کرنا ہے، جو پہلے سوئے

ادب متصور ہوتے تھے۔ ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی کا مضمون ’’اردو زبان میں نعت گوئی فن‘‘ ’’نعت رنگ‘‘ کے بنیادی مقصد سے صد فی صد ہم آہنگ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک صاحب الرائے قلم کار ہیں۔ انھوں نے اپنے مضمون میں نعت کے مطالبوں، قواعدِ زبان کے تقاضوں اور فکری وفنی کج رویوں کی نقد و نظر کے گہرے شعور کے ساتھ نشان دہی کی ہے۔ ان کا مطالعہ وسیع اور روایت و درایت کے تمام تر رجحانات پر محیط ہے۔ سیّد صاحب کا اسلوبِ بیان منطقی ہے اور دلیل و براہان سے مزین ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا شمار بھی ان قلم کاروں میں ہوتا ہے جو ’’نعت رنگ‘‘ سے اپنی کمٹمنٹ پر قائم ہیں اور باقاعدگی سے نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ان کا مضمون ’’نعت کا ادبی مقام‘‘ صنفِ نعت کا مکمل مگر اجمالی تاریخی ارتقا قرار دیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے عربی، فارسی اور اردو نعت گو شاعروں کا ان کے فنی پس منظر کے ساتھ تعارف کرایا ہے، یہ تعارف بیک وقت تحقیق و تنقید کا ایک اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کو ہم اکابرین نعتیہ کی صف میں جگہ دیتے ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں ہرگز باک نہیں ہے کہ ’’نعت رنگ‘‘ نے چند ہی برسوں میں جتنا گراں مایہ نعتیہ ادب پیش کیا ہے، وہ گزشتہ نصف صدی کے ماحصل کے برابر ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ’’نعت رنگ‘‘ کے اجرا سے پہلے نعت کی فکری وفنی جہات پر کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا تھا، جو تھوڑا بہت ہوا تھا تو اس میں سنجیدگی کا عنصر عنقا تھا۔ ’’نعت رنگ‘‘ نے ثقہ و معتبر قلم کاروں کی توجہ نعت کی طرف مبذول کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ ’’نعت رنگ‘‘ ہی کی کرشمہ کاری ہے کہ کئی ایک اربابِ علم و دانش کا نعت کے حوالے سے تخلیقی کام کتابی شکل میں محفوظ ہونے لگا ہے۔ نعتیہ ادب میں اس سرعت سے تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی پیش رفت متحیر کن ہے اور اس کا سہرا ’’نعت رنگ‘‘ کے سر ہے۔ عزیزاحسن ان قلم کاروں میں سے ایک ہیں، جن کی ’’نعت رنگ‘‘ میں شائع ہونے والی علمی و ادبی تخلیقات کتابی صورت میں منظرِعام پر آچکی ہے۔ عزیزاحسن نعتیہ ادب کی تخلیق و تنقید کے حوالے سے ایک معتبر نام ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون ’’معجزۂ فن سے خونِ جگر کی نمود‘‘ میں عمومی طور پر شاعری اور خصوصی طور پر نعتیہ شاعری میں فنی التزام کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ انھوں نے نعت کی سہ حرفی ترکیب کی جذبۂ ایمان وایقان کی روشنی میں جو توضیح کی ہے وہ ان کے مستنیر ومنور قلب وذہن کی عکاس ہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلویؒ کی نعت گوئی پر جتنا لکھا گیا ہے، اتنا شاید ہی کسی اورشاعر کی اردو نعت گوئی پرلکھا گیاہو۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بھارت) نے بھی نہایت بالغ نظری سے

ان کے فنِ نعت گوئی کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ البتہ اس جائزے میں امام صاحب کی نعتیہ شاعری کا کوئی نیا پہلو سامنے نہیں آیا ہے۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی سے ہم ہمیشہ کسی بڑے کام کی توقع رکھتے ہیں۔ ان کا مضمون ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ'' معقولیت کی حد میں ہے، مگر ڈاکٹر عاصی کرنالی کا عالمانہ معیار پیش نہیں کرتا ہے۔ البتہ مضمون کی تمہید نے ہمیں ضرور متأثر کیا ہے۔

شہناز کوثر کا مضمون ''آستانہ اور آستانہ کا شاعر'' ضیاء القادری بدایونی کی نعتیہ شاعری کا ایک واجبی سا تعارف ہے۔ مضمون نگار نے صرف ان کا نمونۂ کلام پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ضروری تھا کہ ان کے شعری محاسن و معائب بھی سامنے لائے جاتے۔

ظہیر غازی پوری کا مضمون ''علامہ ارشد القادری کی نعت میں معنویت، شعریت اور تخلیقیت'' نقد و نظر کے حوالے سے ایک شہ کار ہے۔ ان کے یہاں تنقیدی شعور کی ارزانی ہے۔ وہ کسی بھی تخلیق کے داخلی و خارجی محرکات کا کھوج لگانے کی قابلِ رشک استعداد رکھتے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے دیدۂ بینا عطا کیا ہے۔ علامہ ارشد القادری کی نعت گوئی کی روح تک رسائی ہمارے دعوے پر دال ہے۔

احمد صغیر صدیقی ایک کہنہ مشق شاعر و نقاد ہیں۔ ان کے انتقادی اسلوب سے بعض تخلیق کار الرجک ہیں، مگر ہمارے خیال میں وہ جو محسوس کرتے ہیں، بے کم و کاست لکھ دیتے ہیں۔ خوبی کی بھی دل کھول کر داد دیتے ہیں اور خامی سے بھی صرفِ نظر نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات تو بخیے ادھیڑ دیتے ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی کی دو کتابوں پر (جو حال ہی میں شائع ہوئی ہیں) ان کے تبصرے نے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کیوں کہ اپنے تبصرے میں انھوں نے رضوی صاحب کے شعور نقد و نظر کو ہدف بنایا ہے اور بعض حوالوں سے ان کے خلاف جانب داری کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم دونوں قلم کاروں کے مداح ہیں۔ شفقت رضوی کی علمیت اور فراست کے بھی قائل ہیں اور احمد صغیر صدیقی کی تنقیدی فہم کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چوں کہ ہم نے رضوی صاحب کی زیرِ تبصرہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے، بنابریں صدیقی صاحب کے مضمون کے بارے میں کوئی رائے دینے سے قاصر ہیں۔

''نعت رنگ'' شمارہ۱۴ میں شائع شدہ نعتوں میں سے ہمیں حفیظ تائب، طلحہ رضوی برق (بہار)، سیّد افتخار حیدر اور محمد فیروز شاہ کی نعتیں اچھی لگی ہیں۔

آخر میں ہم بصد معذرت ’’نعت رنگ‘‘ کے مشمولات کے حوالے سے آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ کچھ عرصے سے ’’نعت رنگ‘‘ میں ایسا مواد شائع ہو رہا ہے، جس میں چند باتیں مختلف انداز سے بار بار دُہرائی جا رہی ہیں۔ کسی بات کے ایک بار دُہرائے جانے میں تو قند مکرر کا لطف تلاش کیا جاسکتا ہے، مگر بار بار کا اعادہ اُکتاہٹ اور بے زاری کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔ بعض شماروں میں تو عنوانات میں تنوع کے باوصف متن و مواد میں یکسانیت پائی جاتی ہے، جب کہ کئی ایک قلم کار ایک ہی موضوع کے حصار میں محصور ہوکر رہ گئے ہیں اور اپنی ہر تحریر میں اس موضوع کی کسی نہ کسی بہانے گنجائش پیدا کر کے چبائے ہوئے نوالے منھ میں پھرانے لگتے ہیں۔

نیازمند

قیصر نجفی

ا۔ ۱۹۹۵ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۲۸ص

۲۸/ جون ۲۰۰۳ء

برادرِ عزیز و گرامی صبیح رحمانی صاحب!

سلام و رحمت!

’’نعت رنگ‘‘ (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ) کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور شاید بہت کچھ لکھا جائے گا۔ مگر ہر تحریر میں ایک یہ بات مشترک ہے اور رہے گی کہ ’’نعت رنگ‘‘ کی ہر اشاعت کو تائیدِ ایزدی حاصل ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ کتاب یا رسالے کے حوالے سے آج قاری کا جو طرزِ عمل ہے، وہ بے حد حوصلہ شکن ہے۔ علمی و ادبی رسائل و جرائد کا تو ذکر چھوڑیے، ڈائجسٹوں تک کے مدیران حضرات چراغِ رُخِ زیبا لیے کو بہ کو مصروفِ تلاش ہیں، مگر قاری کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ (اس مایوس کن صورتِ حال کا کون ذمہ دار ہے، اس سوال کا شافی جواب شاید ہی کبھی ملے) نتیجتاً ایسے ایسے علمی و ادبی رسائل و جرائد، جن کے معیار و مرتبہ کی بلندی دیکھ کر بزبانِ محاورہ صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ ’’اللہ دے اور بندہ لے‘‘ یا تو طبعی عمر پوری کرنے سے پہلے مر گئے ہیں یا مرمر کے جیے جانے پر مجبور ہیں۔ اس حوالے سے ہم صرف چار ادبی جریدوں کی مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ’’نقوش‘‘ لاہور کسی زمانے میں علمی و ادبی رسالوں کی قلم رو کا بے تاج بادشاہ تصور ہوتا تھا۔ کسی ادیب یا شاعر کے لیے اس میں چھپنا ایک اعزاز تھا۔ قارئین اس کی ہر اشاعت

کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ ادیبوں اور شاعروں کی ایک بڑی تعداد اس کے حلقۂ رفاقت میں تھی۔ بک اسٹالوں پر آتا تو Like Hot Cake بک جاتا۔لیکن آج وہی رسالہ ہے کہ نسلِ نو جس کے نام سے بھی شاید واقف نہیں ہے۔ کیوں کہ اب وہ Once in a blue moon کے مصداق برسوں بعد اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ گویا مر مر کے جیے جانے پر مجبور ہے۔ ''فنون'' لاہور کی ادبی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ اس رسالے میں چھپنا بھی ادیب و شاعر کو سند معیار مل جانے کے مترادف ہے۔ ''فنون'' کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تخلیق کاروں کے ایک وسیع حلقے کو متعارف کرایا ہے۔ ان میں سے بعض نے اپنے نام اور کام کے حوالے سے اتنی اہمیت حاصل کر لی ہے کہ ان کے ذکر کے بغیر تاریخِ ادبِ اردو مکمل تصور نہیں ہوسکتی۔ ایک طویل عرصے سے ''فنون'' کی اشاعت میں بھی، وہ تسلسل و ترادف نہیں ہے جو کبھی اس کا طرۂ امتیاز تھا۔ سال بھر میں ایک آدھ شمارہ شائع ہوتا ہے، مگر کس مشکل سے، یہ جاننے کی شاید ہی کسی نے ضرورت محسوس کی ہو۔ ''سیپ'' کراچی ''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے'' کی منزل پر ہے۔ حالاں کہ ایک زمانے میں اس ادبی جریدے کی ہر طرف دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور اس میں چھپنے والا حرف موقر تسلیم کیا جاتا تھا۔ افسوس کہ بوجوہ کوئی شمارہ منظرِ عام پر آتا بھی ہے تو اتنی خاموشی سے کہ کسی کو کانوں کان خبر ہی نہیں ہوتی۔ ''اوراق'' لاہور کا شمار بھی موقر ادبی رسائل میں ہوتا ہے۔ دو سال قبل ایک طویل تعطل کے بعد بار دیگر اشاعت پذیر ہوا، مگر تاحال صرف دو شمارے شائع ہوسکے ہیں۔ دیکھیے تیسرا شمارہ کب اشاعت پذیر ہوتا ہے... اس احوال واقعی کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' اپنے رفیع الشان علمی، ادبی اور مذہبی مقاصد کے سبب آئے دن توانا سے توانا تر ہوتا چلا جا رہا ہے، یقیناً یہ سب تائیدِ ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ربّ العالمین ''نعت رنگ'' کو نظرِ بد سے بچائے۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۵ نعتیہ ادب کے حوالے سے معیاری تحاریر و منظومات کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے نظر نواز ہوا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پہلے ہی صفحے نے دامن دل کھینچ لیا ہے اور یہ کرشمہ احمد صغیر صدیقی کی نہایت خوب صورت حمد نے دکھایا ہے۔ حمد، نعت اور غزل، یہ ایسی تین اصنافِ سخن ہیں، جن پر صدیوں سے طبع آزمائی ہو رہی ہے اور ہمارے خیال میں زبان و بیان اور فکر و خیال کا شاید ہی ایسا کوئی زاویہ ہوگا، جو شعرائے ماسبق یا معاصر سخن وروں سے رہ گیا ہو۔ بنابریں ان اصناف میں جب کہیں اسلوبِ بیان یا فکر و فن کے حوالے سے تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے تو دل بلیوں اُچھلنے لگتا ہے۔ بلاشبہ احمد صغیر صدیقی کی حمد جذبہ، خیال اور ڈکشن کا یکسر نیا رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے۔

جس کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں ماضی کا سفر'' ہماری معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور سب سے بڑھ کر برصغیر کے مسلم گھرانوں کے مذہبی نفسیات اور ان کے مجلسی آداب کی ایک تاریخی دستاویز ہے۔ یہ مختصر سا مضمون مسلم خواتین کے اس فکری اخلاص و سپردگی پر بھی روشنی ڈالتا ہے، جو نعت خوانی کے تعلق سے ان کی فطرتِ ثانی کا درجہ رکھتا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا قلم حبِ رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے کس حد تک مستنیر و منور ہے، مضمون بعنوان ''ظہورِ قدسی: پس منظر... اردو نعت کے آئینے میں'' کو پیمانہ بنا کر اس حد کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ہم شعر کی طرح نثر میں بھی آمد کے قائل ہیں، پروفیسر صاحب کی تحریروں میں الہامی کیفیات کا احساس ہوتا ہے۔ تحقیق ہو یا تنقید، تاریخ ہو یا فلسفہ، حدیث ہو یا قرآن، منقولات ہوں یا معقولات، عمرانیات ہو یا اخلاقیات، معاشرت ہو یا نفسیات، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں لگتا ہے ان کے قلم میں پر جبریلؑ کی قوت و توانائی در آئی ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کو بھی ہم عارفانِ نعت میں شمار کرتے ہیں۔ ان کا مضمون ''کاروانِ نعت کا شوق منزل آشنائی'' دریا کو کوزے میں بند کرنے کی ایک نادر مثال ہے۔ نعت کی تعریف، تاریخ، فروغ، رجحانات اور تقاضوں کے تناظر میں انھوں نے جن منزلوں کی نشان دہی کی ہے، وہ ان کی بصارت و بصیرت کے ساتھ ساتھ وسعت مطالعہ، تحقیقی درک، تنقیدی فہم اور نعتیہ ادب پر مکمل دسترس کی دلالت کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''نعت رنگ'' کے قلم کاروں کی کہکشاں کے ایک نہایت تابندہ ستارے ہیں۔ نظم ہو یا نثر، ان کی جگمگاہٹ میں کہیں فرق نہیں آتا۔ نشیط صاحب نے ایک اہم مگر نہایت نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ہر چند حضور ﷺ کا نور ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ تاہم کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو خود ساختہ تاویلوں کی بنا پر آنحضرت ﷺ کو سراپا نور تسلیم کرنے میں متذبذب دکھائی دیتے ہیں۔ سرکار ﷺ کی ذات و شخصیت کے اس اساسی پہلو پر ایک وقیع تحریر کی ضرورت تھی، نشیط صاحب نے اس ضرورت کو بحسن و خوبی پورا کر دیا ہے۔ بادی النظر میں ''اردو میں نورناموں کی روایت'' ایک خالصتاً تحقیقی مضمون ہے، مگر نشیط صاحب نے اسے ایک ایسا آئینہ بنا دیا ہے، جس میں اردو نعت کے کم و بیش ہر دور کے اسلوب کا عکس نظر آتا ہے۔ ہمارے خیال میں نورناموں کی روایت جس بلند سطح کی تحقیق و تدقیق کی متقاضی تھی، نشیط صاحب نے اس کا ایک عمدہ نمونہ پیش کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی تفکر، تعمق نظر اور تخلیقی شعور کی بدولت ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز و ممیّز رہے ہیں۔ وہ جب بھی کسی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہیں، اس کے نئے نئے گوشے سامنے لاتے ہیں۔ نظم ہو یا

نثر، تجسّس و جستجو ان کا اساسی فنی رویہ ہے۔ ان کا مضمون ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' ایک ایسے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتا ہے، جس کی آڑ میں رسولِ خدا ﷺ کی شکل و شمائل کے بیان میں غیر ضروری احتیاط برتنے پر زور دیا جاتا ہے۔ فی زمانہ نعت میں سراپا نگاری کی حوصلہ شکنی کا رجحان پرورش پانے لگا ہے۔ اس ضمن میں ہم عاصی صاحب کے ان جملوں کو بے حد اہم سمجھتے ہیں۔

> ''قارئینِ کرام! ہماری نعت کی اساس اور تمام سرمایۂ احساس و اظہار یہی ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے جمالِ صورت اور جمالِ سیرت کا ذکر و بیاں۔ باقی تمام متعلقات اسی آئینۂ جمال کے مظاہر ہیں۔''

راجا رشید محمود اور نعتیہ ادب لازم و ملزوم ہیں۔ اردو نعت کے فروغ کے حوالے سے ان کی خدمات لائق ستائش ہیں۔ راجا صاحب نے اپنے مضمون ''منظوم سراپائے حضور ﷺ'' کو ایسے ابیات سے مزین کیا ہے، جن میں سے بعض ابیات سرکار ﷺ کے سراپا کی حقیقی جھلک دکھائے ہیں، جب کہ بعض میں چشمِ تخیل کی کارفرمائی ہے۔ منصور ملتانی کا مضمون ''اردو میں منظوم سیرت نگاری... ایک جائزہ'' ایک قابلِ قدر تحقیقی کاوش ہے، جو نعتیہ ادب سے ان کی کمٹ منٹ کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا مضمون ''نعت اور نقدِ نعت... چند گزارشات'' نعت نگاری کے رہنما اصولوں سے متعارف کراتا ہے اور نعت میں زبان و بیان کی احتیاط کا شعور بیدار کرتا ہے۔ پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون ''تنقید نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں'' ان کی وسعتِ مطالعہ کا مظہر ہے۔ انھوں نے تنقیدِ نعت کو ایک مثبت رجحان قرار دیا ہے اور موانعاتِ نعت کی نہایت مناسب و موزوں مثالوں کے ذریعے نشان دہی کی ہے۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ کا مضمون ''میانوالی میں نعت نگاری'' ایک دُور افتادہ علاقے میں نعت گوئی کے سفر کا ایک جائزہ پیش کرتا ہے۔ شاہ صاحب کے شاعرانہ طرزِ بیان نے جائزے کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی کا نام بیک وقت تبحرِ علمی، فنی فراست، تنقیدی دانش، اصابتِ رائے اور صلابتِ فکر کا استعارہ ہے۔ انھوں نے رسالہ ''شام و سحر'' کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ نہایت دقتِ نظر سے رقم کیا ہے۔ یہ ایک بڑا علمی و ادبی کام تھا، جسے رضوی صاحب جیسا فاضل اجل ہی انجام دے سکتا تھا۔ ان کا یہ جائزہ اختصار میں جامعیت کی بھی ایک منفرد مثال ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی کا دوسرا مضمون فکر و نظر کی ہمہ جہتی کا مظہر ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے ڈاکٹر عاصی کرنالی کے اس تحقیقی مقالے کا تعارف و تجزیہ پیش کیا ہے، جو عاصی صاحب نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے حصول

کے لیے ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں لکھا۔ رضوی صاحب کے تحریر کردہ تعارف و تجزیہ کے مطالعے کے دوران ہمیں دو باتوں کا شدت سے احساس ہوا ہے۔ ایک یہ کہ انھوں نے مقالے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، دوسرے یہ کہ مقالے کے حسن و قبح پر خلوصِ نیت سے نگاہ ڈالی گئی ہے۔ بنابریں رضوی صاحب نے نہ تو محاسن کے بیان میں بخل کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ ہی خامیوں کی نشان دہی میں مصلحت کوشی سے کام لیا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ انھوں نے جہاں کہیں بھی گرفت کی ہے، اس کا جواز بھی فراہم کر دیا ہے۔ ان کے فکری اخلاص کا اندازہ درج ذیل اختتامی جملوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

> میں نے بعض امور پر اپنی رائے دی ہے۔ اس سے تنقید کا حق ادا ہوا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تحقیق کا سلسلہ جاری رہے۔ آئندہ کے محقق ان باتوں کو پیشِ نظر رکھیں، جن سے تاحال صرف نظر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ تنقید جناب عاصی سے مخاصمت میں نہیں، تائید میں ہے۔

ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر نے راجا رشید محمود کے مجموعۂ نعت ''دیارِ نعت'' کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے بجاطور پر راجا صاحب کے محولہ اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ پچّیس نعتیہ مجموعوں کے خالق کے یہاں اگر شعر کا یہ معیار ہے تو پھر مبتدیوں کو دوش دینا زیادتی ہے۔ اس توقع پر ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

عزیز احسن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ''نعت رنگ'' کے ساتھ بحیثیتِ مبصر وابستہ ہیں۔ ''نعت رنگ'' کے ادارے کو موصول ہونے والی کتب و رسائل پر ان کے لکھے ہوئے تبصرے ''نعت رنگ'' کا ایک Sailent Feature بن چکے ہیں۔ ہم یہ کہنے میں متامل نہیں ہیں کہ ان کے تبصرے متوازن اظہار رائے کی قابلِ رشک مثالیں ہیں۔ عزیز صاحب مواد و متن کے پیشِ نظر خیال آرائی کرتے ہیں اور کسی بھی صورت میں لاگ یا لگاوٹ کو درآنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ ان کے قلم میں ریاضتِ فن کی جو روشنی ہے، اس کی نظیر کم کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی ایک کہنہ مشق قلم کار ہیں۔ تحقیق، تنقید، تخلیق، ہر شعبے میں وہ اپنے قلم کے جوہر دکھا چکے ہیں۔ ''اردو کا سحبان محمد ﷺ'' میں انھوں نے تحقیق و تدقیق کا ایک دل آویز مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے خیال میں مرزا غالبؔ کے شاگرد رشید سیّد میر مہدی مجروحؔ کی نعت نگاری کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کرکے انھوں نے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''خالد شفیق اور ان کی نعت گوئی'' حسنِ بیان کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ صنفِ غزل کی تفہیم کراتے ہوئے انھوں نے زبان و بیان کے جو کرشمے دکھائے ہیں، ملاحظہ ہوں:

> غزل ایک جانب دار صنفِ سخن ہے۔ ایمائیت اس کی خصوصیت ہے۔ یہ حیات و کائنات کو نوک مژہ پر تولنے اور سمندر کو قطرے میں سمیٹنے کا عمل ہے۔ تغزل شعر کے اس تاثراتی انداز کو کہتے ہیں، جو قاری کے ذہن کو قائل اور دل کو گھائل کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی سے بات تیر نیم کش بنتی ہے۔

پروفیسر صاحب نے خالد شفیق کی نعت گوئی ایک جملے میں سمیٹ کر اپنے تنقیدی شعور کا بھرپور مظاہر کیا ہے:

> میں بنیادی طور پر تمنا اور انتظار ہی کو خالد شفیق کی نعت گوئی کا حسن سمجھتا ہوں۔

منظومات میں شان الحق حقی، محسن نقوی، محسن احسان، قمر جمالی کی نعتیں اور صہبا اختر کی نظم اثر انگیز اور ایمان افروز ہیں۔

ہماری شامل اشاعت نعت کا ایک شعر غلط کمپوز ہوگیا ہے۔ درست شعر یوں ہے:

خدا شناسی بھی بے فائدہ ہے اس کی کہ جو
خدا کے بعد محمد ﷺ سے آشنا نہ ہوا

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند
قیصر نجفی

۲۸/مارچ ۲۰۰۴ء

برادرِ عزیز و گرامی سید صبیح رحمانی صاحب!

سلام و رحمت!

'نعت رنگ' شمارہ ۱۶ اپنے روایتی علمی و ادبی رچاؤ، فکری و فنی حسن اور روحانی جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر نواز ہوا... 'نعت رنگ' کا ہر شمارہ آپ کے کڑے انتخاب کی چغلی کھاتا ہے۔ ایسے جریدے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، جو فی الواقع معیار کو مقدم سمجھتے ہیں اور ادب میں لابی ازم یا گروہ بندی کو

تکفیر کی حد تک بُرا خیال کرتے ہیں۔ بحمداللہ! 'نعت رنگ' اسی قبیل کے جراید میں سے ایک ہے۔ البتہ جہاں تک 'نعت رنگ' کے علمی و ادبی میلانات اور فکری و فنی رجحانات کا تعلق ہے تو اس کتابی سلسلے کی اساس نعتیہ ادب پر رکھی ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ نعتیہ ادب میں مذہبی فکر کی جوت جگائے بغیر بات نہیں بنتی۔ جب کہ مذہبی فکر ہمارے ہاں فرقہ واریت کے گھن سے مبرا نہیں ہے۔ لہٰذا ایک ایسے معاشرے میں جہاں ہر فرقے نے اپنی علاحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہو، وہاں نعت و نعتیہ ادب کے کسی نمایندہ جریدے کو عقیدہ وعقیدت مندی کے حوالے سے متوازن رکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔'نعت رنگ' اس تناظر میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔'نعت رنگ' کے سولہ شمارے غیر جانب داری کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں، جس کے عشر عشیر تک پہنچنا بھی متعجب کر دینے کے لیے کافی ہے۔

پیشِ نظر شمارے کا ابتدائیہ مدیر کے خلوصِ نیت کا غماض ہے۔ آپ نے بڑی شایستگی سے موضوعِ نعت کے حوالے سے تنوع کی ضرورت کا احساس دلانے والوں اور متن و مواد میں تکرار سے گریز کا مشورہ دینے والوں سے مدلل گفتگو کی ہے اور کسی بات کو انا کا مسئلہ بنانے کے بجاے اپنے لکھاریوں سے ان کے اعتراضات دُور کرنے کی درخواست کی ہے۔

مسعود الرحمٰن خاں ندوی، بھارت کا مضمون 'عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول ﷺ' چند ایسے عربی نعت گو شعرا کا تذکرہ ہے، جنھیں تاریخی لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔ ان شعرا کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ ان کا تعلق عہدِ نبوت سے ہے۔ تاریخ کے اس ورق کی اہمیت اپنی جگہ، مگر مضمون میں کسی تازہ تحقیق یا علم میں اضافہ کرنے والی کسی کاوش کا سراغ نہیں ملتا... پروفیسر محمد اقبال جاوید نعتیہ ادب پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ ان کی معلومات وسیع اور اسلوبِ بیان ادبی حسن سے معمور ہے۔ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت رقم کرتے ہوئے الفاظ و تراکیب کے نقوش نہیں ابھارتے بلکہ صنایع بدایع کی کہکشاں در کہکشاں مرتب کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی مرصّع کاری کے نمونے زیرِتبصرہ مضمون 'ظہورِ قدسی' میں بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کرتے ہیں۔ ان کے مضامین پڑھ کر کسی نوع کی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا... ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) تخلیق کے ساتھ ساتھ تحقیق و تنقید کے میدانوں کے بھی شہ سوار ہیں۔ ان کا مضمون ''اردو میں منظوم سیرت نگاری'' ایک ایسی تحریر ہے، جو انھوں نے منظوم سیرت نگاری کے موضوع پر منصور ملتانی کا تحریر کردہ مضمون پڑھ کر قلم بند کی ہے۔ یہ مضمون ان منظوم سیرتوں کا احاطہ کرتا ہے، جو بقول ان کے منصور ملتانی کی دست رس

سے باہر رہی ہوں گی۔ بلاشبہ ڈاکٹر نشیط کا ذہن تحقیقی دانش سے سرشار ہے، وہ تحقیق کے قواعد و ضوابط سے کماحقہ واقف و آگاہ ہیں۔ سیّد صاحب نعتیہ ادب کے ایک ایسے محقق ہیں، جو محققانہ تجسّس کی بھی جوت جگاتے ہیں اور ناقدانہ بصیرت کے چراغ بھی روشن کرتے ہیں... ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے اپنے مضمون ''نعتیہ شاعری میں ذکرِ احادیثِ رسول ﷺ'' میں اس امر پر زور دیا ہے کہ نعت گو شعرا اپنے کلام میں حدیثِ سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی اہمیت کو اُجاگر کریں۔ اس تناظر میں انھوں نے بعض شعرا کی نعتوں سے اشعار کا حوالہ دیا ہے۔ البتہ انھوں نے راجا رشید محمود کے کلام سے اتنے کثیر اشعار پیش کیے ہیں کہ مضمون راجا صاحب کی نعت نگاری پر ایک باقاعدہ تبصرے کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ لگتا ہے راجا رشید محمود کی نعت نگاری سے مضمون نگار بطورِ خاص متاثر ہیں۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا ایک دوسرا مضمون بھی بعنوان 'معراج نامہ بلاقی' مشمولات میں شامل ہے۔ نعتیہ ادب میں 'معراج نامہ بلاقی' کو بعض حوالوں سے اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس معراج نامے کا تحقیقی و تنقیدی ہر دو اعتبار سے محاکمہ کیا ہے۔ دیگر معراج ناموں کے ذکر اور تقابلی جائزے نے مضمون کی ادبی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ میاں والی کے ریگ زاروں میں کھلنے والے گل ہائے علم و ادب پروفیسر محمد فیروز شاہ کو وہ مقام حاصل ہے، جو پھولوں میں گلاب کو حاصل ہے۔ قبلہ شاہ صاحب نثر و نظم دونوں اصنافِ ادب پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ وہ ایک بسیار نویس قلم کار ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انھوں نے بسیار نویسی کو عیب نہیں بننے دیا ہے۔ وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں، بہ یک وقت پُرمغز بھی ہوتا ہے اور معنی آفرین بھی۔ ان کا مضمون 'اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت' ایک اہم تحریر ہے۔ یہ موضوع ایک کتاب کے حجم کا متقاضی ہے۔ تاہم پروفیسر صاحب نے اختصار میں جامعیت کی ایک عمدہ مثال پیش کی ہے۔

راجا رشید محمود کے مضمون ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' اور ڈاکٹر شمیم گوہر کی ''نعت کا مطالعہ'' کے آغاز سے پہلے مدیر 'نعت رنگ' کا ایک طویل ادارتی نوٹ شاملِ اشاعت ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ادارتی نوٹ فاضل مدیر کی نیک نیتی، غیر جانب داری اور علم دوستی کے شواہد پیش کرتا ہے۔ انھوں نے 'نعت رنگ' میں شائع ہونے والے منثور و منظوم مواد سے جس حد تک اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا ہے، وہ مبنی بر حقیقت ہے اور اس کے ہم بھی چشم دید گواہ ہیں۔ ہم 'نعت رنگ' کے لیے مضامین بھی لکھتے ہیں اور مدیر کی دی ہوئی بیسیوں کتابوں پر تبصرے بھی رقم کرتے ہیں۔ مگر امر واقعی یہ ہے کہ مدیر موصوف نے نہ تو ہمیں کبھی کسی قسم کی Dictation دی ہے اور نہ ہی ہم پر کبھی اپنی پسند یا ناپسندیدگی کی کوئی قدغن لگائی ہے۔ پیشِ نظر شمارے میں ہمارے کئی مضامین اور تبصرے موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے

تبصرے بھی ہیں، جن میں ہم نے بعض شعرا کی لسانی و فنی بے احتیاطوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ ہم یہ حلفاً کہنے کے لیے تیار ہیں کہ ہماری کسی رائے پر مدیر نے اثرانداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ راجا رشید محمود صاحب سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ سیّد صبیح رحمانی مدیر 'نعت رنگ' بشری کم زوریوں سے مبرا نہیں ہیں۔ مگر ایسے کسی ناروا عمل کی (جس کی طرف راجا رشید محمود نے اپنے مضمون میں اشارا کیا ہے) ہمیں ان سے نہ کل اُمید تھی، نہ آج ہے اور نہ آیندہ ہوگی۔

راجا رشید محمود کی فروغِ نعت کے حوالے سے خدمات قابلِ قدر ہیں۔ ان کی تحسین نہ کرنا یقیناً ادبی ناانصافی ہوگی۔ جہاں تک تخلیقی عمل کا تعلق ہے تو بقول اُن کے 'اور، پھر غلطی کون نہیں کرتا۔ جب غالبؔ جیسا بڑا شاعر 'دل رُک رُک بند ہوگیا ہے' کا مرتکب ہوسکتا ہے اور یار لوگوں نے اس کی اور بہت سی غلطیوں کی نشان دہی بھی کر رکھی ہے، تو کون غلطیوں سے پاک کلام کہہ سکتا ہے۔' ہم بھی ان کے خیالات سے متفق ہیں۔ مگر علمی، ادبی و فنی بحث میں ذاتیات کو ہدف بنا لینا قطعاً قابلِ رشک عمل نہیں ہے۔ راجا صاحب نے ڈاکٹر شمیم گوہر کے اعتراضات کا دل کھول کر جواب دے دیا ہے۔ اب انھیں مطمئن ہوجانا چاہیے۔ اگر اس خالصتاً ادبی مسئلے میں ذاتیات کو ملوث نہ کیا جاتا تو ہم بھی بالضرور ان کے یا ڈاکٹر شمیم گوہر کے موقف کی تائید یا تردید کرتے۔

گوشۂ افتخار عارف کے حوالے سے ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کے تعارفی کلمات ان کی علمی و ادبی بصیرت پر دال ہیں۔ ڈاکٹر کشفی صاحب کا حرف ہمارے عہد کے ادب کا افتخار ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کی تحریر بعنوان مہر عالم تاب پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے فن اور شخصیت پر ایک مقالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے صوفی باصفا و درویشِ بے ریا حضرت گولڑویؒ کی نعت گوئی کے فکری و فنی اور لسانی پہلوؤں پر بڑی بالغ نظری سے خیال آرائی کی ہے۔ پروفیسر صاحب نے کمال مہارت سے اپنے ممدوح کے علمی و ادبی مقام سے بھی روشناس کرایا ہے اور ان کے روحانی مراتب سے بھی آگاہ کیا ہے۔ بلاشبہ پیر مہر علی شاہ، پوٹھوہاری زبان کے ایک بڑے شاعر تھے۔ نعت نگاری سے انھیں فطری مناسبت تھی۔ رضا صاحب نے اپنے مقالے میں حقِ عقیدت مندی ادا کر دیا ہے۔ ظہیر غازی پوری، تخلیق و تنقید میں اپنی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔ ان کی نثر و نظم دونوں کی بنیادی خصوصیت فکر کی ترسیل و ابلاغ ہے۔ موضوع کے ابعاد کا کھوج لگانے میں وہ ماہر ہیں۔ ان کا مضمون ''تاج الفحول... ایک مداح رسول ﷺ'' ایک پُرمغز تحریر ہے، جس میں انھوں نے نہ صرف تاج الفحول کی نعت نگاری پر فن کارانہ تبصرہ کیا ہے بلکہ شعر خاص کر نعت کے شعر کی بحسن و خوبی تفہیم بھی کرائی ہے۔ عرش صدیقی ایک مکمل شاعر و ادیب تھے۔ پروفیسر شوذب

کاظمی نے ان کی نعتیہ شاعری کا بڑی دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے۔ عرش صدیقی کی شاعری کا خمیر تازہ کاری کی زمین سے اُٹھا ہے۔ وہ نثر ہو یا شاعری، اپنے عہد میں سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ انھوں نے نعت نگاری میں ایک نئی راہ نکالی ہے۔ ان کی نعت احساسات و کیفیات کی تصویر کاری کی ایک عمدہ مثال ہے۔ حضوری اور دُوری کے جذبات و احساسات کو شاید ہی ان سے بہتر انداز میں کسی نے پیش کیا ہو:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آگئے
کیا بدنصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون 'مقبول نقش کا نقشِ عقیدت' یادگار نقشِ علم و ادب ہے۔ خوب صورت شاعری پر خوب صورت تبصرہ دوآتشہ کا لطف دیتا ہے۔ کشفی صاحب نے مقبول نقش[۳] کی اعلیٰ شعری دانش کا بڑی مہارت سے کھوج لگایا ہے۔ خصوصاً اُن کی نعت میں تغزل کی نشان دہی کر کے اپنے ہی ایک مؤقف کی تائید کی ہے۔ مقبول نقش ایک پختہ کار شاعر ہیں۔ اُن کا یہ شعر حمد و نعت دونوں اصنافِ سخن پر پورا اُترتا ہے:

مری زندگی بھی تری طلب
مری موت بھی تری جستجو

احمد صغیر صدیقی کی نعت تازہ لہجے کی غماض ہے۔ رشید وارثی، قمر وارثی، سعدیہ روشن کی نعتیں اور اقبال حیدر کے نعتیہ ہائیکو بھی خوب ہیں۔

پروفیسر شفقت رضوی نے ''اردو نعت کے جدید رجحانات، تعارف وتبصرہ'' کے عنوان سے آنستہ شوکت کے غیر مطبوعہ پی ایچ۔ ڈی کے مقالے[۱] کا ترتیبِ ابواب کے اعتبار سے جائزہ لیا ہے۔ رضوی صاحب ایک معتبر قلم کار ہیں۔ ان کی رائے وقیع اور تاثر ادبی اہمیت کا ہے۔ زیرِ تبصرہ مقالے کا انھوں نے بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا ہے اور جو محسوس کیا ہے، وہ سپردِ قلم کر دیا ہے اور یہی اُن کے تجزیاتی مطالعوں کی اساسی خوبی ہے۔ پروفیسر غفور شاہ قاسم ایک کثیر المطالعہ تنقید نگار ہیں۔ وہ ایک دُور اُفتادہ مقام پر رہتے ہوئے جتنا اہم ادبی کام کر رہے ہیں، وہ بڑے بڑے ادبی مراکز پر معدودے چند لوگ ہی کرتے ہیں۔ غفور شاہ قاسم تنقید میں عقابی نگاہ رکھتے ہیں۔ تخلیق کے گوشے سے صرفِ نظر کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے۔ تخلیق کی پرتیں کھولنا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے مگر قاسم صاحب اس مرحلے سے بصد آسانی گزر جاتے ہیں۔ ان کے حرف کو قومی سطح پر اعتبار حاصل ہے۔ ناچیز کے نعتیہ مجموعے 'رب آشنا'[۱] پر

(جسے آثار و افکار اکادمی کراچی نے ایوارڈ سے نوازا ہے) انھوں نے تبصرہ رقم کیا ہے۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند

قیصر نجفی

۱۔۲۰۱۱ء میں یہ مقالہ بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۔۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۴۴ص

۳۔مقبول نقش (۱۹۱۹۔ ۲۰۰۵ء)، اصل نام: عبدالسبحان، شاعر، ادیب، کتب: ''جوئے خون'' (طویل نظم)، ''نوشتہ''، ''چشم خیال''، ''خوشبو کی دھنک''، ''حرف حرف کائنات'' (نعتیہ مجموعہ)۔

کالی داس گپتا رضا، ڈاکٹر (انڈیا)

30-05-1999

مکرمی تسلیم!

مجھے ''نعت رنگ'' کے چار شمارے موصول ہو چکے ہیں، مگر ان میں سے ایک نسخہ بھی میرے پاس نہیں رہا۔ اس کے شائقین اتنے ہیں کہ دیکھتے ہی اُٹھا لے جاتے ہیں۔میں بھی اُن کا ہاتھ نہیں روکتا۔ اسے کارِ ثواب سمجھتا ہوں اور شمارے بھی نکل چکے ہوں گے۔

پرچہ اتنا خوب صورت اور مبارک ہے کہ حد بیاں سے باہر۔ آپ اس کے باطنی اور خارجی حسن کا بہت دھیان رکھتے ہیں۔ اس نیک کام کا اجر آپ کو ضرور ملے گا۔

کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا تھا۔ میں نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی تھی اور ایک تازہ نعت بھی کہی تھی (نعتیہ غزل) دبستانِ جوش ملسیانی کی نعت نگاری کے حوالے سے چند اشعار بھی کہے تھے۔ وہی آپ کے رسالے کے لیے بھیجتا ہوں۔کسی قابل سمجھیں تو شائع فرما دیں۔

اصل کاغذ اچھا نہ تھا اس لیے اس کی نقل بھیجتا ہوں۔ کاپی Fax پر نکالی تھی، زیادہ دیر نہ چلے گی۔ بہتر ہوگا اسے نقل کرالیں ورنہ حروف کے اُڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

پس نوشت: شدید ضعفِ بصارت کی وجہ سے آج کل لکھنا پڑھنا لگ بھگ بند ہے۔

مخلص

کالی داس گپتا رضا

☆ کالی داس گپتا رضا (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۱ء)، ادیب، شاعر، محقق، نقاد، غالب شناس۔

کوکب نورانی اوکاڑوی، مولانا (کراچی)

یکم رجب ۱۴۱۶ھ

''نعت رنگ'' (تنقید نمبر)[۱] مجھے ملا، بہت شکریہ۔ ورق گردانی کرتے ہوئے اندازہ ہوا کہ صرف اسے دیکھنا کافی نہیں حرف حرف پڑھنا ہوگا... اس میں اعلیٰ مضامین اور تاریخی حقائق نظر آئے اور نعت نگاری میں ذم کے پہلو کے عنوان سے تنقید کا سلسلہ اچھالگا، حالاں کہ اسے پوری طرح دیکھا نہیں...غوث میاں نے میرے والدصاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی مرتبہ ''نغمہ حبیب'' کا ذکر کیا، جسے نعت کائنات وغیرہ والے جانے کیوں نظرانداز کر گئے... اس میں صرف یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ ''نغمہ حبیب'' [۲]۱۹۶۰ء سے قبل طبع ہوئی تھی غالباً غوث میاں نے اس کا تیسرا ایڈیشن دیکھا ہوگا اور ''نغمہ حبیب'' نے ایسے جامع اور نعت خوانی کے فروغ میں جو کلیدی کردار ادا کیا اسے تسلیم نہ کرنا بلاشبہ حقائق سے چشم پوشی میں شمار ہوگا.....نعت خوانی کے فروغ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام وشخصیت سے متعارف کروانے میں اباجان قبلہؒ کی خدمات ناقابل تردید حقیقت ہیں...''نغمہ حبیب'' میں عمدہ اضافہ کے ساتھ طباعت کی خوبیوں سمیت اشاعت کا سوداسرمیں سمایاہوا ہے متعدد احباب سے تعاون کی درخواست کی لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا کا معاملہ؟

مجھے صرف عمدہ منتخب مجموعے مطلوب تھے اس سے زیادہ تعاون چاہا ہی نہیں.......وعدے سبھی نے کیے اور سبھی نے پورے نہیں کیے آپ کے اس مجلّے سے مجھے کچھ مجامیع کی آگہی ہوئی ہے شاید وہ مجموعے مجھے میسر ہوجائیں اور میں اپنے ذوق کو تکمیل کرسکوں۔

محترم سیّد آل احمد رضوی کا مضمون سرسری دیکھا، انھوں نے واقعی محنت کی ہے۔ آپ کو اس قدر عمدہ مجلّے کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم آپ کی اس محنت اور

محبت کو قبول فرمائے اور محبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لیے بارآور بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

آپ نے تاثرات چاہے ہیں خوشبو پہنچانے والے کو دعا دی جاتی ہے، پھول سجانا اور ان کی مہک عام کرنا ہر کسی کا حصّہ نہیں اللہ کریم آپ کی اس سعادت میں برکت فرمائے۔

والسلام
فقیر
کوکب عفی عنہ

☆علامہ کوکب نورانی (پ:۱۹۵۶ء)،ممتاز عالمِ دین، خطیب، مصنف، محقق، کتب: ''ماں جی قبلہ کی یاد میں''، ''نعت اور آدابِ نعت''، ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' و دیگر۔

۱۔ اپریل ۱۹۹۵ء، ش ۱، ۳۳۶ص

۲۔ سن ندارد، کراچی: مکتبۂ سعیدیہ رضویہ، ۶۴ص

ایک مدت کے بعد آپ سے گرامی قدر سیّد نسیم احمد صاحب زیدی قادری(۱) کے ہاں سالانہ گیارہویں شریف کی محفل میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنے مجلّے ''نعت رنگ'' کے دوشمارے عطا کیے۔ شکریہ جزاکم اللہ۔ ایک مجلّہ میں آپ نے اپنے نام میرے پہلے خط کو اشاعت میں شامل کیا۔مہربانی۔اس میں کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی وجہ سے املا وغیرہ کی کچھ غلطیاں تھیں، آپ کواندازہ ہوگا کہ ایسی غلطیاں مخالفین کے لیے بہت ''اہمیت'' رکھتی ہیں حالاں کہ اہل فہم جان لیتے ہیں کہ کون سی غلطی تحریر کی ہے اور کون سی طباعت وکتابت کی ہے۔ آپ اتنے بڑے کام کو سرانجام دے رہے ہیں اور تنہا کسی شعبے کی پوری طرح نگرانی کوئی کھیل نہیں، یقیناً آپ کوشش کرتے ہوں گے کہ ہرطرح خیال رکھیں اور یہ فقیر اپنی تصانیف اور تقاریر میں اس بات کو دہراتا رہا ہے کہ دانستہ یا نادانستہ کوئی کوتاہی ہوجائے تو اس پر طالب عفو ہوں۔ مجھے غلط کو صحیح ثابت کرنے کی مذموم سعی سے کوئی شغف نہیں، اللہ کریم سے یہی دعا ہے کہ وہ راہ حق پر مستقیم رکھے اور ہر غلطی اور غلط سے بچائے۔ آمین۔

آپ نے فرمایا کہ یہ فقیر آپ کے مجلّے کے مندرجات کے بارے میں شرعی ومسلکی نقطۂ

نگاہ کے حوالے سے آپ کا معاون ہو۔آپ کی اس خواہش پر خوشی ہوئی لیکن خود کو اس قابل نہیں پاتا اور سچ یہ بھی ہے کہ خود اتنا گھرا ہوا ہوں کہ وعدہ بھی نہیں کرسکتا، تاہم آپ سے جو تعاون کرسکا اسے اپنی لیے نیکی سمجھوں گا۔

سرسری طور پر دونوں شمارے دیکھتے ہوئے ''نعت رنگ'' سوم میں ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال ومتعلقات'' کے عنوان سے پروفیسر افضال احمد انور کی تحریر پڑھی،اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ یہ عمدہ کاوش ہے جس کی بہت ضرورت تھی حالانکہ اس تحریر کی کچھ باتوں سے اتفاق نہیں کرتا۔کچھ عبارات کے ترجمے محل نظر ہیں اور کچھ احباب کے بیانات ان کے اپنے عمل سے متضاد ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا احمد رضا خان کو مجذوبان رسول ﷺ کی حیثیت دی گئی۔ جانے یہ ''رعایت'' کس سوچ کی وجہ سے ہے اور لفظ تو تم، تیرا کو نا درست قرار دینے کی بنیاد کیا ہے؟ اردو میں آپ کا لفظ ہے مگر اللہ کریم کے لیے استعمال ہوتا اور'' تو''، ''تم''، ''تیرا'' کو اللہ کے لیے نادرست کیوں نہیں مانا جاتا؟ سگریٹ اور پان کو ایک ہی درجے میں کیوں شمار کیا گیا، ''مادعااللہ داع'' کا ترجمہ درست نہیں کیا گیا۔ نوٹ نچھاور کرنے کو مجرے کے انداز سے مشابہت دینا درست نہیں۔ بایں ہمہ یہ مضمون اچھا ہے ۔ اور اس شعبے سے وابستہ ہر شخص کو بہت تحمل سے اسے پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ایک شخص کے ادارے میں سالانہ محفل نعت کے انداز کو کیوں قابل تقلید قرار دیا گیا؟ جب کہ اسی تحریر میں ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ثنا خواں کے لیے اندھیرے میں نہیں، اجالے میں مسند لگاتے تھے اور اپنے ثنا خواں کو انعام سے بھی نوازتے تھے وہ بھی سب کے سامنے۔نعت گو اور نعت خواں ہر دو کے بارے میں تحریریں خوب ہیں۔آپ نے انفاس العارفین میں درج وہ واقعہ نہیں دیکھا جو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے تحریر کیا ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے، اس فقیر نے اسے اپنی کتاب ''مزارات وتبرکات اور ان کے فیوضات''[۱] میں نقل کیا ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ''سماع'' کے بارے میں کیا احوال رکھتے تھے۔علاوہ ازیں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ وقت آسکتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے مگر وہ وقت نہیں آسکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنے اور درود وسلام ان پر بھیجنے والا کوئی نہ رہے۔ اس لیے کہ مخلوق کو فنا ہے مگر خالق کو نہیں اور اللہ کا فضل اس کے ساتھ ہے۔اللہ کی کوئی ابتدا وانتہا نہیں۔ اللہ کی عبادت صرف مخلوق کرتی ہے اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود خود اللہ بھیجتا ہے اس لیے نبی کی نعت اور درود وسلام کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ اس تحریر میں ص ۱۷۰ پر درج جناب منظور الکونین کے

الفاظ شائع نہ کرتے تو بہتر تھا، اگر کہیں اور سے نقل کیے گئے ہیں تو بھی قابل اصلاح ہیں...... باقی تحریروں کے بارے میں مطالعے کے بعد کچھ عرض کروں گا۔ آپ کے لیے دل سے دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو صدق وخلوص سے اس نصب العین پر قائم رکھے اور آپ کی ہرطرح مدد فرمائے۔

والسلام

فقیر

کوکب عفی عنہ

ا۔ سید نسیم احمد، وائس پریذیڈنٹ، حبیب بینک (لمیٹڈ)

گوہر ملسیانی (صادق آباد)

۲۰۰۲/۶/۱۲ء

مکرمی محترمی جناب سید صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوئے دس پندرہ دن گزر گئے ہیں۔ چند مصروفیات نے جواب تحریر کرنے سے محروم رکھا۔ پھر آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ جناب حنیف اسعدی صاحب کے مجموعے ارسال کررہے ہیں مگر ابھی تک وہ بھی نہیں ملے ۔شاید آپ بھی مصروف ہیں ۔

جناب حنیف اسعدی صاحب کی خدمت میں بھی ان کے سوانحی خاکہ، تخلیقات اور ایوارڈز وغیرہ کے لیے ایک عریضہ ارسال کردیا ہے۔ اگر ان سے ملاقات ہوتو اس سلسلے میں تاکید فرمادیجیے ۔

آپ کی تجویز سر آنکھوں پر کہ ''عصر حاضر کے نعت گو''[ا] کا دوسرا ایڈیشن لایا جائے اور اس میں اضافہ کیا جائے۔ درست ہے یہ وقت کی ضرورت بھی ہے۔ میں اس پر وقت نکال کر دس مزید شعرائے کرام کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ شامل کرسکتا ہوں۔ مگر مسئلہ اشاعت کا ہے۔ میں تدریسی فرائض سے ریٹائر ہو چکا ہوں۔ خود اشاعت کی ذمہ داری قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر کوئی اشاعتی ادارہ تیار ہو تو یہ کام ہوسکتا ہے۔ اپنی مصروفیات اور عارضہ ٔقطب کی وجہ سے لاہور گئے بھی مدت گزری ہے۔ وہاں بھی کسی سے گفتگو نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ کی نظر میں کوئی ادارہ ہے تو یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پھر آپ کی رہنمائی بھی انتخاب شعرائے نعت گو کے سلسلے میں درکار ہے کہ مزید کون سے شعرائے کرام

شامل کیے جائیں۔

جولائی میں پینشن ملے گی تو ''نعت رنگ'' کے باقی شماروں کی رقم ارسال کروں گا۔ اس وقت مجھے ''نعت رنگ'' بھجوا دیجیے۔ امید ہے آپ ان تمام امور میں میری رہنمائی فرمائیں گے اور اپنی پہلی فرصت میں مطلع فرمائیں گے۔

امید ہے آپ بفضل تعالیٰ مع الخیر ہونگے۔ والسلام

احقر

گوہر ملسیانی

☆ گوہر ملسیانی (پ:۱۹۳۵ء)، اصل نام: میاں طفیل محمد، شاعر، ادیب، نعت گو، متعدد کتابوں کے مصنف، چند کتب کے نام: ''غم اعلیٰ''، ''مظہر نور''، ''عصر حاضر کے نعت گو'' (جلد اول و دوم)، ''شوق شہادت زندہ ہے''، ''متاعِ شوق''، ''جذباتِ شوق''، ''جلتی رتوں کی یاد''، ''حرمین شریفین کی فضاؤں میں'' (سفرنامہ)، ''سیرتِ ہادی برحق ﷺ''، ''ارمغانِ شوق''، ''آفتاب آگہی کا سلسلہ''۔

ا۔''عصر حاضر کے نعت گو'' (جلد اول، دوم)/ گوہر ملسیانی،۲۰۱۳ء، باردوم، لاہور: کتاب سرائے، ۲۷۶، ۳۴۰ص

۱۶/۳/۲۰۰۴ء

برادرِ عزیز جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

سبحان اللہ! ''ثنا خوانِ محمد ﷺ''[۱]، پاک لورز کلب کا ہدیہ تبریک صوری اور معنوی حسن و جمال کا مرقع موصول ہوا۔ زیادہ مسرت آپ کی شبیہ کو دیکھ کر ہوئی۔ پہلے تو تصورات کی دنیا سجائے رکھتے تھے۔ ایک دھندلا سا خاکہ اُبھرتا تھا اور خیالات کو پُرتاثیر بنا جاتا تھا، مگر اب تو آپ کی تصویر پوری آب و تاب کے ساتھ سامنے ہے۔ پہلے تو آپ کی عمر کے بارے میں مضامین کے حوالے سے آپ کے شباب کی رنگینی کے بارے میں پڑھتے تھے مگر اب تو نوجوانی کی توانائیاں بہار بداماں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں نعت سرورِکونین ﷺ کی دولت کے خیالات کے ساتھ ساتھ لحن داؤدی کو بھی مالامال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فن کی دونوں خصوصیات کو حسن و جمال سے مزین رکھے۔

''نعت رنگ'' نمبر۱۷ کی کمپوزنگ کا مژدہ بھی آپ نے سنایا ہے۔ کیا ۱۶ رنمبر منصۂ شہود پر آگیا ہے؟ میرے پاس نہیں پہنچا۔ رحیم یار خان کے نعت گو[۲] تقریباً مکمل ہے۔ شعرائے کرام معلوم

نہیں اپنا نعتیہ کلام دیتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ میرے شہر کے ایک شاعر جن کی نعت کی کتاب بقول ان کے کمپوز ہوچکی ہے مگر وہ اپنی پندرہ بیس نعتیں فوٹو اسٹیٹ کروا کر دینے سے گریزاں ہیں۔ آج ہی خان پور ٹیلی فون سے جناب حفیظ شاہد[۳] سے بات ہوئی اور تقاضا کیا تو انھوں نے آج ہی اپنا نعتیہ کلام بذریعہ ٹی سی ایس بھجوانے کا وعدہ فرمایا اور کہا کہ کل ہر صورت پہنچ جائے گا۔ بہرکیف پانچ چھ صفحات کا مقالہ تو تحریر کرچکا ہوں۔ اب کل کا انتظار ہے۔ ان شاء اللہ اسی ہفتے یہ تو ارسال کردوں گا۔ اب ثناخوانِ محمد ﷺ کے ملنے کے بعد کچھ خیالات کا تنوع اور میسر آیا ہے۔ اسی لیے آپ کی نعت پر مقالہ اس کے بعد ارسال کردوں گا۔ ان شاء اللہ عصر حاصر کے نعت گو[۴]...... بھی مرتب ہوجائے گا۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے نعت کے تمام منصوبے اس سال کے آخر تک مکمل ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ صحت اور تن درستی عطا فرمائے رکھے تو اس کی مہربانی سے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔ آپ اپنی دعاؤں میں شامل رکھیے۔

والسلام

احقر

گوہرملسیانی

۱۔مجلّہ ''ثنا خوانِ محمد ﷺ'' (صبیح رحمانی نمبر)، مدیر: محمد عارفین خان، کراچی: پاک لورز کلب، سن ندارد، ۶۴ص

۲۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص۲۰۴۔۲۲۳

۳۔ حفیظ شاہد (پ: ۱۹۴۲ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''سفر روشنی کا''، ''چراغ حرف''، ''مہتاب غزل''، ''یہ دریا پار کرنا ہے'' و دیگر۔

۴۔۱۹۸۳ء، صادق آباد: گوہرِ ادب پبلی کیشنز، بار اول، ۲۷۲ص

۱۳/ مئی ۲۰۰۶ء

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

کافی دنوں تک صادق آباد سے دُور رہا ہوں۔ مجھے خانیوال میں آپ کے کاغذات پہنچنے کی اطلاع تو مل گئی تھی۔ پھر لاہور چلا گیا۔ وہاں سے پھر واپس خانیوال آ گیا۔ یوں اپنی خانگی معاملات میں

مصروف رہا۔ اس لیے آپ کو خط تحریر نہ کرسکا۔ معذرت خواہ ہوں۔ آپ کے کوائف اور دیگر ایوارڈ وغیرہ سے متعلق کاغذات محفوظ کرلیے ہیں۔ اب اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ ''عصر حاضر کے نعت گو'' کے دوسرے حصے پر بھی کام جاری ہے۔ اُمید ہے یہ دونوں کام دو تین ماہ میں مکمل ہوجائیں گے۔ دراصل دیگر کئی تحریری کام بھی آن پڑتے ہیں۔ اس لیے دیر ہورہی ہے۔

''سیرتِ ہادیٔ برحق ﷺ'' کی ایک جلد ارسال کررہا ہوں۔ اُمید ہے آپ کو پسند آئے گی۔ اس پر آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

کل ''جسارت'' کراچی کے پچھلے سالوں کے میگزین دیکھ رہا تھا تو حنیف اسعدی اور آپ کے اعزاز میں شام مشاہیر کی پہلی تقریب کی روئیداد پر نظر پڑی، اس میں آپ کی تصویر بھی ہے۔ اسے قطع کرکے ارسال کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ قمر جمیل کی ''نعت رنگ'' نمبر۴ پر تحریر بھی تھی۔ جسے میں نے محفوظ کرلیا ہے۔ ''نعت رنگ'' اگلا شمارہ کب آرہا ہے۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحت وتن درستی سے نوازے۔

والسلام

احقر

گوہر ملسیانی

۲۳/اپریل ۲۰۰۹ء

برادرِعزیز ومکرم سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبت کے بے شمار قرینے ہیں مگر سب سے افضل و اعلیٰ اور بہترین و برتر قرینہ محبت خالقِ ارض و سماوات سے محبت کا قرینہ ہے مگر اس قرینے کے حصول کے لیے لازم عقیدت و محبتِ محسنِ انسانیت ﷺ کا قرینہ ہے، خود خالقِ کائنات نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے:

جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت (قرینۂ محبت) اختیار کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پھر یہ سلسلہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور یہ قرینۂ محبت انسانوں کی اجتماعی زندگی کا حاصل بن جاتا ہے اور مومن آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں سب کا درد و

غم اور مسرت وشادمانی ایک ہوجاتے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ مومن ایک جسم بن جاتے ہیں اور:

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

آپ کا یہی قرینۂ محبت بھی عقیدت و محبتِ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے جلا پاتا ہے اور اس عقیدت سے وابستہ اہلِ قلم کو یک جا کرتا ہے۔ مجھے اپنی صحت کی کیفیت کا علم ہے، اگر آپ کا قرینۂ محبت مجھے جوش و جذبہ عطا نہ کرتا تو یہ مقالہ تحریر نہ ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں اس کے محبوب بندے حضرت محمدﷺ کے حسن و جمال کو نعت کے آئینے میں عنوان کے لحاظ سے تلاش کرسکا۔ بے حد کٹھن مراحل آئے خصوصاً اشعار کا انتخاب اور جمالِ مصطفیٰﷺ کے ضیابار عنوان کی تخصیص بے حد توجہ چاہتی تھی۔ بہرحال یہ مقالہ تحریر کرنے میں کامیابی بھی اللہ کی عطا اور آپ کی دُعا کا ثمرہ ہے۔ حک و تنسیخ اور اس میں اضافے کا حق بھی آپ کو حاصل ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مکرر! کتب آج تک موصول نہیں ہوئیں۔

والسلام
احقر
گوہر ملسیانی

۲/ اکتوبر ۲۰۰۹ء

برادرِ عزیز و مکرم سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

ربّ کائنات کے الطافِ کریمانہ بے مثال و بے حساب ہیں کہ اس نے ماہِ صیام کی رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کی استطاعت عطا فرمائی اور صیام وصلوٰۃ کے فرائض ادا کرنے کی ہمت و طاقت بخشی۔ پھر رحمت للعالمینﷺ کی عقیدت و محبت، شفقت و رحمت اور رافت وسخاوت پر گل ہائے سدا بہار مہکانے کی قدرت وحکمت عطا کی۔ یہ خاص الخاص رحمت باری تعالیٰ کی عنایت ہے۔

''چمنستانِ مدحت محسن انسانیتﷺ میں رحمت وشفقت کے گلاب'' کا عنوان چن کر ایک

مقالہ تحریر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ اس عنوان کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں، جیسا کہ اسی سلسلے میں پہلے مقالات کے عنوان تھے، یعنی ''رحمت و شفقت محسن انسانیتﷺ نعت کے آئینے میں'' بلکہ اور کوئی عنوان بھی آپ کی جودتِ رخشندہ منتخب کر سکتی ہے۔ اس مقالہ میں قرآن و حدیث اور سیرتِ اقدس کے حوالے سے چند مباحث احاطۂ تحریر میں لایا ہوں۔ رحمت سرورِ کائناتﷺ کے کئی اور شعبہ جات بھی شامل کیے جاسکتے تھے، مگر مقالہ کی جامعیت اور طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے، انہی حقائق پر اکتفا کیا ہے۔ اُمید ہے آپ میری اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

آپ نے مجھے اپنے متعلق نعت شناسی اور فروغِ نعت میں اپنی کاوشوں کو تحریر میں لانے کا مشورہ دیا تھا، مگر کیا کروں طبیعت ادھر نہیں آتی۔ تاحال شش و پنج میں ہوں، میں خود اپنے منہ میاں مٹھو بنوں! یہ بے حد مشکل اور محسوس ہونے والا کام ہے۔ بہرکیف کبھی احساسِ قلب و نظر مائل ہوا تو شاید کچھ تحریر میں آجائے۔ نعت کے حوالے سے کوئی اور موضوع آپ کے ذہن میں آئے تو رہنمائی کیجیے، اپنی ہمت رندانہ اور دانش حکیمانہ کے مطابق جوہر ادیبانہ دکھانے کی سعی کروں گا۔

۷رشوال ۱۴۳۰ھ مرے برادرِ نسبتی لندن میں قضائے الٰہی سے اللہ کو پیارے ہوئے۔ ان کے سر میں رسولی (ٹیومر) کا پتا چلا اور ایک ماہ قبل ان کے سر کا آپریشن ہوا۔ مگر مہینہ بھر بے ہوش رہے۔ آخر جان بر نہ ہوسکے۔ وہ خانیوال کے زمیندار اور غلہ منڈی میں اچھے آڑھتی تھے۔ ان کا زراعتی ادویات کا بھی کام تھا، جس میں میرا بیٹا اُن کی بزنس میں حصہ دار ہے۔ وہ اس بیٹے کو صادق آباد سے یہاں لائے تھے اور سارا کام اُس کے سپرد تھا۔ وہ خود اور ان کے بچے لندن میں رہتے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ دو تین ماہ کے لیے آتے تھے۔ ان کی وفات ایک بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آپ سے بھی ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

احقر

گوہر ملسیانی

لیجیے سیّد صاحب سب کام مؤخر کر کے حسب ارشاد ماہنامہ ''سیارہ'' کے تمام شمارے آغاز سے آج تک لے کر بیٹھ گیا تھا۔ صنفِ نعت کے مطالعہ میں مصروف ہوا تھا کہ ایک ناگہانی بیماری نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ تحریری کام رک گیا۔ ایک ماہ سے زیادہ گھر اور ملتان ہسپتال میں صاحبِ فراش رہا۔

اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا شدید علالت سے نجات ملی مگر نقاہت نے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے نہ دیا۔ ہاتھ کانپتا تھا اور الفاظ لکھنا دوبھر تھا جو آج تک کبھی کچھ افاقہ اور کبھی پر شدت قائم ہے۔

مگر مورِ ناتواں کی طرح منزل کی جانب رواں دواں رہا۔اللہ تعالیٰ نے حوصلہ دیا، آج یہ مقالہ ''فروغ نعت میں 'سیارہ کا کردار': اسلامی ادب کے تناظر میں'' مکمل ہوا۔ لیجیے حاضر ہے۔اس پر نظرِثانی نہیں ڈال سکا ہوں۔ اسے ذرا غور سے دیکھ لیجیے۔ جملے وغیرہ درست ہیں اگر کہیں درستی کی ضرورت ہو تو ضرور کیجیے۔ اس میں قرآن وسنت کے حوالے سے مباحث میں جو اس کی قدر وقیمت میں اضافہ کا موجب ہوں گے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مزید مواد یہ ہے:

۱۔ تقریباً شماروں کی تعداد پچاس ہے۔ ان کی حمد ونعت کی فوٹو اسٹیٹ بھی شامل ہیں۔

۲۔ چند مقالے میری نظر میں اہم ہیں جو نعت اور اسلامی ادب کے حوالے سے ہیں۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قیوم نظر کی نعت گوئی از پروفیسر افضل حسین علوی

(۲) اردو تنقید اور ترقی پسند تحریک از ڈاکٹر ملک حسن اختر

(۳) اس ہستی کو جان لیجیے۔ از ایس ایچ پاشا۔ ترجمہ: بشیر ساجد

(۴) ادب میں نعت شریف کا مقام از ڈاکٹر عبدالمغنی، پٹنہ

(۵) نعت کا فن از ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی، جمشید پور

(۶) تعمیری ادب کی فکری بنیادیں۔ از ڈاکٹر احمد سجاد، رانچی

(۷) اسلامی ادب۔ ماضی وحال کے آئینے میں از سیّد عبدالباری، سلطان پور

(۸) اردو ادب میں مغرب کی بازیافت از ڈاکٹر عبدالمغنی، پٹنہ

(۹) گوشۂ خاص : بیادِ احسان دانش مرحوم صفحات ۹۳ تا ۱۶۱

(۱۰) نعت میں نئے اسلوب کا شاعر۔ سروسہارن پوری۔ از نعیم صدیقی

(۱۱) حافظ مظہرالدین کی نعت گوئی از جمیل ملک

گزشتہ دنوں ''نعت رنگ'' کے سلسلے میں ٹیلی فون پر آپ سے بات ہوئی تھی اور میں نے

اس کی آئندہ اشاعت کے لیے اپنے مقالہ کا عنوان گوش گزار کیا تھا کہ ’’تمنائے مدینہ نعت کے آئینہ میں‘‘ تحریرکررہا ہوں۔ جوسابقہ شائع شدہ مقالات کے ساتھ شامل ہوکر ایک تفصیلی مطالعہ بن جائے گا مگر آپ نے سردست اس کو مؤخر کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے ایک اور اہم مقالہ تحریر کرنے کی جانب توجہ دلائی۔

آپ نے حسب سابق آئندہ شمارے کے لیے مجلّہ ’’سیارہ‘‘ لاہور میں صنف نعت کی وقیع فکری وادبی خدمات کا جائزہ حیطۂ تحریر میں لانے کا خیال ظاہر کیااور اس کا عنوان کچھ یوں تجویز کیا، ’’فروغ نعت میں سیّارہ کا کردار،تحریکِ اسلامی ادب کے تناظر میں۔‘‘ واقعی ’’نعت رنگ‘‘ کی ادبی وعلمی مساعی کے لحاظ سے یہ صائب تجویز ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ ’’نعت رنگ‘‘ نے نعت کے توسیعی مطالعہ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہا ہے۔ واقعی اس میں مبالغہ نہیں کہ آپ عصرحاضر میں اصنافِ سخن میں نعت کو نہ صرف معیار کے لحاظ سے ارفع واعلیٰ بنانے کے خواہاں ہیں بلکہ دیگر مقبول اصناف مثلاً غزل، نظم وغیرہ کی طرح بامِ عروج تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ’’نعت رنگ‘‘ کا کردار دیگر معاصر نعتیہ جرائد کے مقابلے میں زیادہ رفیع ووسیع ہے ۔ اسے ایک جملۂ معترضہ سمجھئے۔

میرے ذہن نے اسی مقالہ کا خاکہ مرتب کرنا شروع کردیا ہے اور سیارہ کی فائل جو میرے کتب خانہ میں موجود ہے، اسے سامنے لارکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں سیّارہ کے موجودہ مدیرجناب حفیظ الرحمٰن حسن سے بھی میں نے رابطہ کیا ہے۔ انھوں نے اسلامی ادب کے بارے میں کئی باتیں بتائی ہیں اور ایک کتاب’’ اردو میں تحریکِ ادب اسلامی‘‘ [۱] کا ذکر بھی کیا ہے جبکہ سیارہ میں شامل نعتیں بھی معیاری ہیں، کا تذکرہ کیا ہے۔

چناں چہ جب کل اس سلسلہ میں آپ کوتفصیل بتائی تو آپ نے بھی بتایا کہ اسلامی ادب پر ایک مقالہ جناب ڈاکٹرمعین الدین عقیل صاحب کی نگرانی میں تحریر ہوا ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ڈاکٹرصاحب میرے بھی محسن ہیں۔ ایم فل اقبالیات میں میرے بھی ٹیوٹر رہے ہیں۔میں ان سے بات کرتا ہوں۔ وہ گفتگو بھی آپ کے گوش گزار کررہا ہوں۔

جناب ڈاکٹرعقیل صاحب سے اسی مقالہ کے سلسلے میں بات ہوئی کہ میں فروغِ نعت اور تحریک ادب اسلامی میں سیارہ کا حصہ پر ایک مقالہ تحریر کررہا ہوں اور جو اسلامی ادب پر آپ کے

زیرِنگرانی مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ وہ پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو یونی ورسٹی میں پیش تو ہوگیا ہے مگر ابھی آخری مراحل باقی ہیں۔ دوتین ماہ بعد ہی اس کا مطالعہ ہوسکے گا۔ پھر انھوں نے بھی شائع شدہ مذکورہ بالا کتاب کا تذکرہ کیا کہ اسے دیکھ لیں اور اس مقالے کے عنوان کو بھی پسند فرمایا۔

یہ سب تفصیل میں آپ کی خدمت میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ میری خواہش ہے کہ یہ مقالہ بھی معیاری ہو اور ''نعت رنگ'' کے معیار پر پورا اترے۔

ہاں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ مذکورہ کتاب تک رسائی ہوگئی ہے۔ ان شاء اللہ ایک دوروز تک وہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور کے توسط سے پہنچ جائے گی۔

آپ کی توجہ اورتحریر کے لیے معاون لوازمہ کی تفصیل سے آگاہی کے لیے ممنون ہوں۔ صحت کے لیے اپنی خصوصی دعاؤں میں شامل رکھیے۔

گوہر ملسیانی

ا۔''اردو میں اسلامی ادب کی تحریک''/ مہر اختر وہاب، ۲۰۱۳ء، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۵۱ص

ماجد خلیل (کراچی)

۳۱/ مارچ ۲۰۰۹ء

محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

اُمید کہ مزاجِ گرامی مع الخیر ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کا بصارت افزا و بصیرت افروز شمارہ نمبر ۲۰ موصول ہوا جو ہمیشہ کی طرح وقیع اور پُراز معلومات ہے۔ خادمِ نعت گوئی کی حیثیت سے سب سے پہلے نعتیں پڑھیں۔ سب کی سب اچھی ہیں۔ بحیثیت مجموعی جیسا کہ عرض کیا شمارہ ہٰذا عمدہ اور قابلِ تعریف ہے البتہ کہیں کہیں کتابت/ طباعت کا نقص کھلتا ہے جو بہرحال کوئی زیادہ قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

پیشِ نظر شمارہ میں ''طلوعِ فجر'' کے عنوان سے محترم ریاض حسین چودھری صاحب کی طویل معرّا نعتیہ نظم کے تیس بند ہیں۔ محترم شاعر نے ابتدا میں وضاحت کی ہے کہ نظم ہٰذا ۱۲/ربیع الاوّل یعنی

پیدائشِ رسولِ مقبولﷺ کے حوالے سے ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے مگر چند مقامات محل نظر ہوئے مثلاً نظم کے ہر بند کا پہلا مصرع ''افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول'' حضورﷺ کے سفرِ معراج کا تاثر دیتا ہے حالاں کہ آگے چل کر بات واضح ہوجاتی ہے۔نظم کے بند نمبر۶ کے چوتھے مصرعے میں لفظ ''کَلَمہ'' باندھا گیا ہے جب کہ اسے کلمہ یعنی ل متحرک بالکسر ہونا چاہیے۔نظم کے بند نمبر۹ کے تیسرے مصرعے میں ''چہرے کی اُترن'' کی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی وہ بھی حضورِؐ پرنور کی ذاتِ گرامی قدر کی مناسبت سے اسی بند کے آخری مطلع نما شعر میں قلم کے لیے کہا گیا کہ ''پڑا رہے'' اور ''کھڑا رہے'' یہ ترکیب بھی عجیب ہے خصوصاً ایک ہی وقت میں۔ اسی طرح نظم کے بند نمبر ۲۱ کا دسواں مصرعہ ''اشکوں نے جھک کے نقشِ کفِ پا اُٹھائے ہیں'' توجہ طلب ہے۔اگر اشکوں کے بجائے پلکوں ہوتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔نظم کے ۲۳ ویں بند کا ۱۱ واں مصرعہ ''قندیل آرزو کی بدن میں جلی رہی'' کے بجائے ''قندیلِ آرزو مرے دل میں جلی رہی'' ہونا چاہیے تھا کیوں کہ شعر کے دوسرے مصرعہ ''روشن حریمِ ذہن میں ان کی گلی رہی'' میں لفظ ''ذہن'' سے ''دل'' کی مناسبت قائم ہوجاتی۔ ویسے بھی ''بدن'' کہنے کے بعد ذہن کے لیے الگ گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔

رحمانی صاحب شمارہ کا نثری حصہ بھی ہمیشہ کی طرح وقیع اور پُراز معلومات ہے اور قاری کے لیے اس کی توفیق کے مطابق حصولِ معلومات کا ذریعہ ہے۔ میں کسی علمی، مسلکی یا فنی بحث میں پڑے بغیر اپنے مزاج کے مطابق ہر تحریر سے نظم ہو یا نثر استفادہ کرنے کی سعی کرتا ہوں اور اپنے ذہن کو کسی بحث میں الجھائے بغیر اپنے ذوق کے لیے تسلی یاب معلومات حاصل کرکے شکرگزار ہوتا ہوں۔

خطوط کے حصہ میں حضرت علامہ کوکب نورانی صاحب کا مقالہ نما خط ہمیشہ کی طرح بہت معلوماتی اور بصیرت افروز ہے۔ بلاشبہ علامہ موصوف دلائل کی روشنی میں ہر اہم نکتہ کا تجزیہ فرماتے ہیں اور نعت و آدابِ نعت کے حوالے سے اتنا مواد فراہم کرتے ہیں کہ چاہنے والے قاری کی تسلی ہوجاتی ہے۔ نہ چاہنے والے قاری کے لیے کیا کہا جاسکتا ہے۔

رحمانی صاحب! میں ''نعت رنگ'' کے توسط سے جملہ اہلِ علم و دانش سے اپنی ایک اشکال نما سوچ کے بارے میں رہنمائی چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ لفظ ''نبی'' کے لغوی معنی ذہن میں رکھتے ہوئے الفاظ 'ہمارے نبی' ''میرے نبی'' یا ''میرے رسول پاک'' وغیرہ کہنا یا لکھنا کہاں تک درست ہے۔ جب کہ ہم 'اللہ کے نبی' اور 'اللہ کے رسول' بھی لکھتے، پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اگر میرا مقصدِ تحریر اور اشکال واضح ہے تو صاحبانِ علم رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا۔

ایک اور اہم مسئلہ کی جانب صاحبانِ علم و بصیرت کی توجہ چاہتا ہوں اور وہ ہے ''غزل میں نعت''۔ اس موضوع پر کافی لکھا جاچکا ہے۔ خصوصاً ہمارے محترم ڈاکٹر کشفیؔ نے فیصلہ کن خیالات پر مبنی وافر مواد فراہم کیا ہے۔ اس حوالے سے میرے ناپختہ ذہن میں اشکال پیدا ہوا سو میں نے اپنے ایک عزیز دوست ندیم ہاشمی کے ہمراہ ڈاکٹر کشفیؔ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے فکری تردد کا مؤدبانہ اظہار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ نعت گوئی ایک عبادت اور عبادت بغیر ارادۂ دل یعنی نیت خالص کے نہیں ہوتی تو پھر کسی شاعر کے غیر نعتیہ کلام میں نعت کیوں کر ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر کشفیؔ صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شاعر کے لاشعور میں موجود جذبہ یا خیال جو اس کی غزل، نظم یا قصیدہ وغیرہ میں حمد یا نعت کا شعر کہلوادیتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت حمد و نعت لاشعور نہیں عین شعور کی بات ہے اور یہ کہاں کا انصاف ہے کہ شاعر بالقصد اپنے مربی/ دوست کا قصیدہ لکھے یا دوسرے اشعار کہے اور ہم اس میں نعت تلاش کریں۔ بہرحال یہ گفتگو نتیجہ خیز نہ رہی۔ اہلِ دانش اس موضوع کے حوالے سے اگر رہنمائی فرمائیں تو شاید میرا یہ فکری تردد دُور ہوسکے۔

آئندہ شمارہ کے لیے ایک نعت منسلک ہے انشاء اللہ پسند آئے گی۔

والسلام
آپ کے اور ''نعت رنگ'' کے لیے دعا گزار
ماجد خلیل

☆ ماجد خلیل (پ: ۱۹۴۰ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''روشنی ہی روشنی''، ''نور ہی نور''، ''فرحتِ حرف''، اعزاز: ''قومی سیرت ایوارڈ'' (۲۰۰۳ء)۔

مبارک حسین مصباحی، مولانا (مبارکپور، انڈیا)

۷/ جون ۲۰۰۰ء

محبِّ مکرم جناب صبیح رحمانی صاحب!
السلام علیکم! مزاجِ مبارک۔

عرصے سے ''نعت رنگ'' کی زیارت نہیں ہوئی۔ ہم ''اشرفیہ''[۱] پابندی سے روانہ کررہے

ہیں، اُمید کہ دست یاب ہورہا ہوگا۔ اردو شاعری کی حیات وترنگ کے لیے نعتیہ شاعری نے آبِ حیات کا کام کیا۔ اے کاش اردو ناقدین اسے محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و ہمت کو مزید استحکام عطا فرمائے۔ آمین

ایک نئی کتاب ''شہرِخموشاں کے چراغ''[۲] پیش ہے۔ اُمید کہ پسند کریں گے۔ دو نسخے ہیں ایک آپ کے لیے، ایک نسخہ پر اپنے کسی پسندیدہ ناقد و ادیب سے مضمون لکھوا دیں۔

نوٹ : ''نعت رنگ'' کے تازہ شماروں کا مجھے انتظار رہے گا۔ رضا نمبر کے بعد کچھ نہیں دیکھا۔

فقط

والسلام

مبارک حسین مصباحی

☆ مولانا مبارک حسین مصباحی (پ: ۱۹۶۷ء)، عالم دین، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''اشرفیہ''، مبارکپور، کتب: ''شہرِخموشاں کے چراغ'' و دیگر۔

۱۔ ماہنامہ ''اشرفیہ''، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا) کا عالمی ترجمان۔

۲۔ ۲۰۰۹ء، مبارکپور: تنظیم ابنائے اشرفیہ، ۴۸۰ص

17-04-2001

محترم المقام سید صبیح الدین رحمانی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم! مزاجِ مبارک۔

چند ماہ پیش تر منعقد ہونے والی عالمی محفل میلاد میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ بھی شریک ہوئے تھے۔ وہ جب کراچی سے واپس تشریف لائے تو مجھے کچھ پاکستانی تحائف عطا فرمائے، ان میں ایک قیمتی تحفہ ''نعت رنگ'' نواں شمارہ بھی تھا دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ نعتیہ شعر و ادب کے مسائل پر بالکل پہلی بار اتنا وقیع رسالہ میری نظر سے گزرا ہے بلاشبہ آپ چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسّس رکھتے ہیں۔ آپ کے فکر وفن کی علمی مردانگی کو جتنی بھی مبارک باد پیش کی جائے، کم ہے۔ نعت رسول مقبول خدائی موضوع ہے، مگر خدا جانے کیوں بندگان شعر و ادب نے اس سے بے اعتنائی برتی

ہے، مرثیہ تو ایک مستقل صنف بن کر ادبی درس گاہوں میں شامل نصاب ہوگیا لیکن سرور کونین فخر موجودات امام الانبیاءﷺ کی مدح سرائی انتہائی آفاقی صنف سخن ہوتے ہوئے بھی لیت لعل کے مراحل سے گزر رہی ہے اس میں غیروں کی دست درازی سے زیادہ اپنوں کی کوتاہی کا دخل ہے، امام رضا کے شیدائیوں نے ادھر کچھ پیش رفت کی ہے۔ برصغیر کی کئی یونی ورسٹیوں میں اب نعت رضا (حدائق بخشش) شامل نصاب ہوئی ہے۔ آپ کا یہ نعتیہ سفر اگر اسی برق رفتاری سے جاری رہا تو ایک دن علم و ادب کے چاندسورج نعت نگاروں کی قدم بوسی کا بھی فخر حاصل کریں گے۔

پیش نظر نویں شمارے کے حوالے سے گفتگو آئندہ سپرد قلم کروں گا اس وقت خاصی مصروفیت ہے ''سیدین نمبر'' کی تیاریوں میں مصرف ہوں یہ نمبر امام احمد رضا بریلویؒ کے پیرخانے کے دو بزرگوں کے حوالے سے نکل رہا ہے یعنی حضرت سیّد العلما سیّد آل مصطفیٰ مارہروی اور حضرت احسن العلما سیّد مصطفیٰ حیدرحسن میاں مارہروی۔ قریب پانچ سوصفحات کی کتاب مکمل ہوچکی ہے۔ آپ سے بڑے اخلاص و امید کے ساتھ عرض ہے کہ سیّدین کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اپنا وقیع مضمون اوّلین فرصت میں ارسال فرما دیں۔ مواد برکاتی فاؤنڈیشن کراچی سے حاصل کرلیں۔ گفتگو طویل ہوگئی، معاف فرمائیں۔

ماہ نامہ ''اشرفیہ'' آپ کے نام جاری کیا جارہا ہے، شعبہ نشریات کی مستقل بڑی لائبریری ہے، اہل قلم اس سے مستقل استفادہ کرتے ہیں، اگر ہوسکے تو سابقہ تمام شمارے ماہنامہ اشرفیہ کے نام ارسال فرمادیں ہم تبادلے میں حسب خواہش ہندوستانی کتب روانہ کر دیں گے۔

فقط۔ والسلام

مبارک حسین مصباحی

محسن احسان، پروفیسر (پشاور)

برادرِ گرامی! السلام علیکم!

''نعت رنگ'' کا پانچواں شمارہ مل گیا۔ آپ کی محبتوں کا بے حد شکریہ۔ آپ بڑے باکمال اور ہنرمند نکلے۔ ایک ایسا سلسلہ کتاب شروع کردیا کہ جس میں تمام عالم اسلام کی دعائیں اور برکتیں آپ کے ساتھ ہوگئیں۔ جس نام کی تپش سے فیض ہستی رواں اور خیمۂ افلاک ایستادہ ہے اس کے چاہنے

والوں کی روز بروز افزائش اس بات کی دلیل ہے، اس کی شفاعتیں سب کے لیے جاری و ساری ہیں اور جاں نثارانِ حبیب خدا میں دم بہ دم اخلاص و احترام کی دولتیں بڑھتی جارہی ہیں۔ اس دفعہ سبھی مقالات فکر و خیال کے نئے دریچے وا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیرکشفی، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، اسحٰق قریشی، ڈاکٹر ہلال نقوی، رشید وارثی، عزیزاحسن، نور احمد میرٹھی، منصو رملتانی، افضال احمد انوار، سبھی نے نعت کے نئے زاویوں پر اظہارِخیال کیاہے اور اس معدنِ اتقا اور سیّدالانبیاﷺ کے حضور عجز و نیازمندی سے اپنی محبتوں اورعقیدتوں کے چراغ روشن کیے ہیں۔ ان سب کے قلوب معرفتِ ذات سے سرشار اور منصب و مرتبہ رسالت کی عظمت سے آ گاہ ہیں۔ علاقائی زبانوں میں نعت گوئی کی روایت پر خاطر غزنوی، آفاق صدیقی اور حافظ حبیب الرحمٰن کی کوششیں بھی لایق ستائش ہیں۔ نیاز فتح پوری بحثیت نعت گو، محمد اقبال جاوید نے اس ناقد اور عالم کے اس پہلو پر روشنی ڈال کر اکثر قارئین کو چونکا دیا ہے اور پروفیسر عاصی کرنالی نے اپنی نعتوں میں وقت کا تلازمہ تلاش کرکے کسی دوسرے نعت گوشعرا کے ہاں اس تمازت کے بارے میں غور وفکر کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

میری طرف سے آپ کو اور آپ کے تمام رفیقانِ کار کومحبتوں بھرا سلام، خدا آپ سب کی ہمتیں جوان اور حوصلے بلند رکھے... ہم دعا گوؤں میں ہیں۔

فقط

محسن احسان

☆ پروفیسرمحسن احسان (پ:۱۹۳۳ء)، پروفیسر، شعبۂ انگریزی اسلامیہ کالج پشاور، تصانیف: ''ناتمام''، ''ناگزیر''، ''نارسیدہ''، ''اجمل و اکمل'' (نعتیہ کلام)، ''مٹی کی مہکار'' (قومی نظموں کا مجموعہ)، ''اضافہ''، ''سخن سخن ماہتاب''، ''رباعیات خوش حال خان خٹک''، ''ناشنیدہ''، ''پھول پھول چہرے''، ان کے علاوہ انگریزی کے تین ڈراموں کے اردو تراجم بھی شائع ہوچکے ہے۔ اعزاز: صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی۔

برادرِمحترم!

السلام علیکم!

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ[ش ۱۵] ملا۔ آپ کی محبت کہ آپ اس دُور افتادہ کو اس محبت اور اخلاص سے یاد کرتے ہیں کہ خود ندامت کے احساس میں ڈوب جاتا ہوں کہ صبیح بھائی کی طرف سے اتنی

کرم فرمائیاں اور مجھ نالایق اور نااہل کا یہ حال کہ بروقت جواب بھی ارسال نہیں کرسکتا۔ یہ شمارہ شائع کرکے آپ نے شیدائیانِ رسولِ پاکﷺ کے دلوں پر مہرِ محبت ثبت کردی۔ برادرِگرامی ڈاکٹر کشفی کا مضمون 'نعت جگنوؤں کے تعاقب میں' بڑا پُرمغز اور نئے اندازِفکر کی نمایندگی کرتا ہے۔ انھوں نے ماضی میں سفر کرکے اپنے قارئین کو بھی اپنی زندگی کے بہت سے نمایاں پہلوؤں کی سیر کرا دی۔ دین و مذہب سے ان کی وابستگی ان کے آبا و اجداد کی ذہنی تربیت سے عبارت ہے۔ اسی طرح ریاض حسین چودھری نے نعت کی صورت پذیری کا موسم میں بہت سے جدید نعت نگاروں کے حوالے سے نئی سچائیوں تک رسائی حاصل کی۔ ان کی نظر گہری اور مطالعہ وسیع ہے، نعت میں جدید طرزِ احساس، پروفیسر فیروز شاہ کا مضمون بھی نعت کے نئے دریچے وا کرتا ہے۔ انھوں نے بہت سے نعت نگاروں کے اشعار مضمون کو مختلف عنوانات دے کر واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کی فکر تازہ اور توانا ہے۔ مذاکرہ بھی دلچسپ ہے اور بہت سے لکھنے والوں کی ذہنی افتاد کا پتا چلتا ہے، ''نعت نگاری اور اہتزازِ نفس'' میں پروفیسر اقبال جاوید نے ایک نئے زاویے سے نعت نگاری کو شفاف آئینے سے دیکھا ہے۔ ''نعت میں نعت'' بھی بڑی کاوشوں سے لکھا ہوا ہے۔ لیکن 'مراٹھی میں ذکرِ احمدﷺ' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اردو دان طبقے کو مراٹھی کے نعت گو شعرا سے متعارف کروا کر بڑا نیک اور مبارک کام سرانجام دیا ہے۔ حفیظ تائب پر مختصر سا گوشہ بھی خوب ہے۔ جتنے بڑے نعت گو حفیظ تھے، اس کے لیے مزید مضامین ہوتے تو بات زیادہ وقیع ہوجاتی۔ پروفیسر قیصر نجفی نے پروفیسر شفقت رضوی کے 'نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ' میں 'نعت رنگ' کے حوالے سے بڑی دل کش اور خوب صورت باتیں کہی ہیں۔ وہ خود اچھے نعت نگار ہیں لیکن اس شمارے میں نعت نہ ہونے کی وجہ سے قیصر صاحب کی بڑی کمی محسوس ہوئی۔ جعفر بلوچ نے بھی اسد ملتانی[۱] کی یادوں کو تازہ کردیا۔ وہ جتنے اچھے نعت گو تھے اتنے ہی عمدہ غزل گو بھی تھے۔ میں نے انھیں دیکھا اور سنا ہے اور فخر محسوس کرتا ہوں کہ ان کے نیازمندوں میں ہوں۔

اللہ آپ کو تندرستی اور توانائی عطا کرے کہ ''نعت رنگ'' کے اس سلسلے کو جاری رکھیں اور تشنہ کامانِ شفاعت رسول کے تازہ فکری کے سامان مہیا کرتے رہیں۔

خدا آپ کو خوش و خرم رکھے اور اپنی لاتعداد نوازشات سے سرفراز کرے۔

دعا گو

محسن احسان

ا۔ اسد ملتانی (۱۹۰۲۔ ۱۹۵۹ء)، اردو اور فارسی کے ممتاز شاعر، شعری کتب: تحفۂ حرم (نعت و سفرنامۂ حج)، کلیاتِ اسد ملتانی (مرتبہ: سید شوکت علی)

محمد صادق لالۂ صحرائی (خانیوال)

۱۶/جولائی ۹۷ء

مکرمی السلام علیکم

گرامی نامہ مع ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ کے پرسوں موصول ہوا۔ جس کیلئے شکر گزار ہوں۔ آپ نے میری ناچیز نعت شائع فرمائی ہے۔ آپ کا مزید شکریہ۔

میں گزشتہ تین ماہ سے بینائی کے بحران میں مبتلا ہوں اور لکھنے پڑھنے سے معذور۔ اس ماہ کے اواخر میں میری آنکھ کا آپریشن ہوگا اس کے بعد جو خدا کو منظور۔ میرے دو نعتیہ مجموعے اور ایک حمدیہ مجموعہ چندسال پہلے شائع ہوئے تھے۔ حمدیہ مجموعہ تو میرے پاس موجود ہے۔ لیکن نعتیہ مجموعے تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ تاہم انشاء اللہ صحت یاب ہونے پر میں انہیں کسی طور حاصل کر کے آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ ''نعت رنگ'' کی اشاعت کی صورت میں آپ نے یقیناً ایک قابل قدر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس کا مطالعہ کروں گا۔ اور آپ کو اپنے تاثرات سے مطلع کروں گا۔ میری تازہ کتاب ''غزوات رحمتہ اللعالمین''[ا] آپ کو پسند آئی جو میرا ایک اعزاز ہے۔ اس پر تبصرہ کیلئے پیشگی شکریہ قبول فرمائیں۔

خود لکھنے کی معذوری کے سبب یہ خط اپنے ایک عزیز سے لکھوا رہا ہوں براہِ کرم میرے حق میں دعائے صحت فرمائیں۔

پس نوشت: غالباً آپکو محترمی عاصی صاحب نے بتایا ہوگا کہ بقول ان کے میری تالیف ''غزوات رحمتہ اللعالمین'' اردو شاعری میں اولین کوشش ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

مکرر! اپنی ایک نعت بھی بغرض اشاعت ہمراہ ارسال کر رہا ہوں۔

والسلام

مخلص

محمد صادق

☆محمد صادق (۱۹۲۰۔ ۲۰۰۰ء)، قلمی نام: لالۂ صحرائی، اردو کے ممتاز نعت گو شاعر و ادیب،
کتب: ''گلہائے حدیث''، ''پھولوں کے لیے پھول''، ''قلم سجدے''، ''نعت ہلارے''، ''قصیدۂ نعتیہ''، ''لالہ زارِ نعت''، ''نعت صدف''، ''نعت شفق''، '''نعت چمن''، ''نعت چراغاں''، ''بارانِ نعت''، ''نعت کہکشاں''، ''نعت سویرا''، ''نعت دھنک''، ''غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ''، ''نعت ستارے''، ''نور منارہ''، ''نئے پھول پرانی خوشبو''، ''چمن میری امیدوں کا''، ''حرمتِ قلم''۔

ا۔ ''غزواتِ رحمۃ للعالمین''/ محمد صادق، ۱۹۹۷ء، کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر، ۲۰۰ص

۱۶۔مئی ۹۸ء

مکرّمی ومحترمی،

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

گرامی نامہ مجھے آج موصول ہوا،اور یہ جان کر بے حد حیرت بھی ہوئی اور دکھ بھی، کہ'' نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کے بارے میں میرے تاثرات اورنعتوں پر مشتمل جو خط میں نے آپ کو ارسال کیا تھا،دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود وہ آپ کو موصول نہیں ہُوا، جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا تھا، میرا متذکرہ مکتوب رجسٹرڈ تھا، اور اسے میں نے ''جہانیاں پوسٹ آفس'' کی رسید نمبری ۱۴۰۸ مجریہ 10.3.98 کے مطابق یہاں سے رجسٹرڈ کرایا تھا،ایک رجسٹر ڈ خط کا گم ہوجانا بہت افسوسناک ہے۔آپ براہِ کرم اپنے دفتر کا ایک مرتبہ پھر احتیاط کے ساتھ جائزہ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خط آپ کی کراچی سے عدم موجودگی کے دوران آپ کے ہاں پہنچا ہو۔ اور پھر ادھر اُدھر رل مل گیا ہو۔ میں نے اس ضمن میں مقامی پوسٹ آفس کو شکایت تحریر کی ہے۔ آپ کے ہاں جس پوسٹ آفس کے ذریعہ ڈاک تقسیم ہوتی ہے۔ آپ بھی براہِ کرم خط کے مندرجہ بالا کوائف رجسٹری بتا کر ان سے معلوم کریں ۔کہ آیا یہ خط ان کے ہاں موصول ہوا تھا؟ باقی نعتیں میں آپ کو مزید بھجواسکتا ہوں ،معاملہ تاثرات کا ہے ۔جس کے لئے خیالات دوبارہ جمع کرنا مشکل نظر آتا ہے ۔

مخلص

محمد صادق

۲۲۔جنوری ۹۹ء

مکرّمی و محترمی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

الحمد اللہ، مجھے گزشتہ دنوں عمرے پر جانے کا شرف حاصل ہُوا۔وہاں سے حال ہی میں واپسی ہوئی ہے ۔حرمین شریفین کی حاضریوں کے دوران آپ مجھے کئی مرتبہ یاد آئے ۔اور میں نے ایسے مواقع پر آپ کے لیے،آپ کے اہل خانہ اور آپ کے احباب کے لئے دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی توفیق پائی ۔نیز مواجۂ مبارک کے روبرو آپ کا اسم گرامی لے کر حضورﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام نیز درخواستِ شفاعت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اپنے لئے دعاؤں کا خواستگار،

مخلص

محمد صادق

۸۔فروری ۹۹ء

عزیز مکرم،

السلام علیکم ورحمتہ اللہ،

گرامی نامہ موصول ہوا، میں چند روز کے لئے جہانیاں سے باہر چلا گیا تھا۔اس لئے جواب تاخیر سے پیش کر رہا ہوں ۔

حرمینِ شریفین میں آپ کے لئے دعاؤں،اورمواجۂ شریف پر آپ کی طرف سے ہدیۂ صلوٰت وسلام نیز درخواستِ شفاعت پیش کرنے کی جو سعادت مجھے میسر آئی ۔وہ سراسر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تھی،اور میرے جذبات محبت کی آئینہ دار ۔اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ۔

میری تالیف ''قلم سجدے''[ا] پرکوئی غیر مطبوعہ تبصرہ اس وقت میرے پاس موجود نہ تھا، تاہم آپ کے اشتیاق کے پیش نظر میں نے لاہور اپنے ایک عزیز کو فون کیا ہے ۔جو .Ph.D ہیں ۔انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہفتہ عشرہ کے اندر تبصرہ لکھ کر روانہ کر دیں گے۔ موصوف بہت ذمہ دار آدمی ہیں۔ لہٰذا اپنا وعدہ انشاء اللہ پورا کریں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۶ مجھے تاحال موصول نہیں ہوا، کیا اس میں میری کوئی تحریر شامل تھی؟ نیز کیا اس وقت میری کوئی تحریر آپ کے ہاں بغرضِ اشاعت موجود ہے؟

میرے دو عدد کتابچے حال ہی میں چھپے ہیں۔ ان کی تین تین کاپیاں ہمراہ ارسال ہیں۔ اپنی رائے ضرور لکھیے گا۔ خاص طور پر قصیدہ نعتیہ کے بارے میں۔

والسلام

مخلص

محمد صادق

ا۔ ''قلم سجدے''/ محمد صادق، ۱۹۹۳ء، کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر، ۱۴۴ص

۱۷۔فروری ۹۹ء

مکرمی ! السلام علیکم

گرامی نامہ مرقومہ ۱۱ فروری مجھے آج موصول ہوا۔اور یہ جان کر تعجب ہوا، کہ میرا وہ عریضہ آپ کے ملاحظہ سے نہیں گزرا، جو میں نے مرسلہ کتابوں میں سے ایک کتاب کے اندر رکھ دیا تھا، براہِ کرم ان کتب کی پڑتال فرمایئے۔

میں نے اپنے خط میں عرض کیا تھا کہ میری کتاب'' قلم سجدے'' پر کوئی غیر مطبوعہ تبصرہ تو میرے پاس موجود نہیں۔البتہ آپ کی فرمائش کی تعمیل کی خاطر میں نے اپنے ایک Ph.D عزیز کو لاہور فون کیا ہے کہ وہ نیا تبصرہ لکھ کر آپ کو براہِ راست ارسال فرمادیں ۔امید ہے ان کی جانب سے دریں اثنا آپ کو تبصرہ ملا ہوگا۔

میں نے اطلاعاً یہ بھی گزارش کی تھی، کہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۶ مجھے تاحال موصول نہیں ہوا، اس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

والسلام

مخلص

محمد صادق

۲۶۔اکتوبر۹۹ء

عزیز مکرم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا نوازش نامہ مرقومہ ۲۸ ستمبر مجھے یہاں بروقت موصول ہوگیا تھا،جس کے لئے ممنون ہوں۔ امید ہے دریں اثناء آپ بیرونِ ملک سے بخیر وخوبی واپس تشریف لے آئے ہوں گے،میں اس امید کے تحت یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔

گزارش ہے کہ میں نعت کی ناچیز خدمت فقط اپنی مغفرت کی خاطر کررہا ہوں،حاشا وکلّا نہ مجھے داد مطلوب ہے۔نہ یافت اور نہ شہرت۔آپ شوق سے میری منظومات کو بے نام شائع فرمادیا کریں۔فروغِ حبِّ حضورؐ انشاء اللہ اس طرح بھی ہوجائے گی،جو میرا اصل مقصود ہے۔

میری کسی نعت یا کسی نعتیہ کاوش کا حامل پرچہ یا اس کی فوٹو سٹیٹ آپ مجھے نہیں بھجواسکتے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے،البتہ کوئی ایسی صورت نکالیے جس کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوجائے،کہ میری کون سی تحریر آپ کے ہاں شائع ہوگئی ہے،اور اس میں کمپوزنگ وغیرہ کی کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی؟ مزید برآں التماس ہے کہ براہ کرم چند منٹوں کی فرصت نکال کر کسی وقت میری ان منظومات کا صرف مصرعۂ اول مجھے لکھ کر ارسال فرمادیں۔جو''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۳ کے بعد اس میں شائع ہوئی ہیں۔نیز کیا اس وقت آپ کے ہاں میری کوئی تحریر (قابل اشاعت) موجود ہے؟ جواب گرامی کے لئے ڈاک کا لفافہ ہمراہ ارسالِ خدمت ہے۔

میری کتاب ''قلم سجدے'' پر جس شمارے میں تبصرہ شائع ہوا ہے۔اس کی ایک کاپی براہِ کرم مجھے بذریعہ V.P.Pارسال کردیں۔تاکہ میں یہ کاپی تبصرہ نگار کو بھجوا دوں، چونکہ میں نے یہ تبصرہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں موصوف سے فرمائش کرکے لکھوایا تھا، لہٰذا میرا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ میں اس تبصرہ کا حامل شمارہ ان کی خدمت میں پیش کروں۔مزید گزارش ہے کہ مطلوبہ شمارہ ارسال کرنے میں ہرگز کسی تکلّف سے کام نہ لیں۔میرا مطلب ہے کہ اسے V.P.P کے علاوہ کسی اور طریقہ سے ارسال نہ کریں۔ میں آپ کی مشکلات کو بخوبی سمجھتا ہوں،اور آپ کے مالی بار میں ہرگز اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آپ کے ہاں میری کوئی تحریر منتظر اشاعت نہیں ہے۔میں انشاء اللہ آپ کو اپنی چند نگارشات بھجوا دوں گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی محبوبیت میں اضافہ کرے،آپ کو خیریت وسلامتی کے ساتھ

ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور جس قابل رشک کام کا بیڑا آپ نے حسبی اللہ اٹھا رکھا ہے۔اس کی دنیاوی یافت کوبھی آپ کے عقبیٰ کے سرمائے میں شامل کردے۔آمین

مخلص

محمد صادق

محمد علی اثر، ڈاکٹر (حیدرآباد دکن)

۲۸/دسمبر ۲۰۰۱ء

سلام مسنون!

''نعت رنگ'' کے لیے میری اہلیہ (راحت سلطانہ)[ا] کے پی ایچ ڈی کے مقالے (علیم صبا نویدی[۲] کی نعتیہ شاعری)[۳] کے ایک باب کی تلخیص ''دکنی میں نعتیہ شاعری'' ارسالِ خدمت ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنی ایک تازہ نعت شریف میری خواہش پر بھجوائی ہے۔ اگر آپ کو یہ مضمون اور نعت پسند آئے تو ''نعت رنگ'' شامل اشاعت کرکے ممنون فرمایئے۔

''نعت رنگ'' کے لیے ان شاء اللہ میں بھی لکھوں گا اور دوستوں سے بھی لکھواؤں گا۔

خدا کرے آپ مع الاخیر ہوں۔

دعا گو اور طالب دعا

محمد علی اثر

☆ڈاکٹر محمد علی اثر (پ: ۱۹۳۹ء)،مصنف،محقق، ادیب، شاعر، پروفیسر: شعبۂ اردو،عثمانیہ یونیورسٹی ، ویمنس کالج، حیدرآباددکن۔کتب: ''غواصی۔شخصیت اورفن''، ''ملاقات''، ''شمع جلتی رہے''، ''دبستان گولکنڈہ۔ ادب اور کلچر''، ''دکنی اور دکنیات'' (وضاحتی فہرست)، ''تذکرۂ اردومخطوطات'' (جلد ششم)، ''دکنی غزل''، ''دکنی کی تین مثنویاں''، ''دکنی شاعری۔تحقیق وتنقید''، ''نظیر شناسی''، ''حرفِ نم دیدہ''، ''تحقیقی نقوش''، ''خامہ در خامہ''، ''جنوب کا شعرو ادب''، ''علیم صبا نویدی کے مضامین''، ''بنام علیم صبا نویدی''، ''نوادراتِ تحقیق''، ''دکنی غزلوں کا انتخاب''، ''نعت رسولِ خدا''، ''مثنوی اشتیاق نامہ''، ''مقالاتِ اثر''، ''اصغر ویلوری۔فن اور شخصیت''، ''انوارِ خطِ روشن'' (حمدونعت)، ''نگارشاتِ اثر''، ''تحقیقاتِ اثر'' و دیگر۔

ا۔ڈاکٹر راحت سلطانہ (پ:۱۹۴۸ء)،شاعرہ، ادیبہ، کتب: ''متاعِ شعروادب''(۲۰۰۱ء)، ''گلدستۂ تہنیت''

(۲۰۰۱ء)، ''آئینۂ نقد و نظر'' (۲۰۰۳ء)۔
۲۔علیم صبا نویدی (پ: ۱۹۴۲ء)، شاعر، ادیب۔
۳۔۲۰۰۸ء، حیدرآباد دکن: نشاط پبلشرز، ۱۸۸ص

محمد علی صدیقی شیؔدا بستوی (بستی، انڈیا)

19-04-2003

محترم سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

بہ ہزار دِقت کبھی کبھی ''نعت رنگ'' کے شمارے مل جاتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں شامل تمام مواد جس میں نعت پر تحقیقی مقالے، نعت کی تواریخ، نعت کی اہمیت و افادیت، اس کا دینی و روحانی پس منظر، حوالہ جات اور فنی ضروریات پر مبنی مضامین یقیناً آپ کی سعی جمیلہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایسا پُرمغز جریدہ شائع کرنے کے لیے میری مبارک باد قبول کریں۔ یہ ایک اہم دینی اور ادبی کام بے التفاقی کا شکار تھا جس کی طرف آپ نے توجہ دی اور ''نعت'' کو اردو ادب میں ایک صنف کی حیثیت دلانے میں آپ کی کوشش ان شاء اللہ ضرور اثر پذیر ہوگی۔ اپنی تمام دیدہ زیبی، ادبی اور علمی معیار رکھنے کے علاوہ آپ کا جریدہ اس لیے بھی اہم ہے کہ رسول مکرم ﷺ کے وہ شیدائی جو اپنے مخصوص ڈھنگ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، ان سب کو ایک کڑی میں جوڑتا ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کی کاوش کو قبولیت عطا کرے اور آپ کو مزید کامیابیوں سے ہم کنار کرے۔ آمین

مزید عرض ہے کہ حقیر اپنی نعتوں کا مجموعہ بہ عنوان ''الصلوٰۃ والسلام'' [۱] کی دو جلدیں آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہے۔ جیسا ہے جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔ آپ سے اس پر ''نعت رنگ'' میں تبصرے کی گزارش ہے۔ اُمید ہے کہ میری گزارش قبول فرما کر ''نعت رنگ'' کی قریب ترین اشاعت میں شامل کریں گے۔ اس عنایت کے لیے میں آپ کا شکرگزار رہوں گا۔ جس شمارے میں آپ تبصرہ شائع کریں اس کی صرف اطلاع بذریعہ خط مجھے دینے کی زحمت کیجیے گا۔ میں کسی ذریعے سے شمارہ حاصل کرلوں گا۔ شکریہ

خیراندیش

محمد علی صدیقی

☆ محمد علی صدیقی، شیدؔا بستوی، شاعر، ادیب، صدر: انتظامی کمیٹی، جامعہ حنفیہ،بستی (انڈیا)،
نعتیہ تخلیق: ''الصلوٰۃ والسلام''۔
۱۔۲۰۰۲ء، گاندھی نگر بستی (انڈیا)، ۱۲۴ص

06-04-2009

گرامی قدر سید صبیح الدین رحمانی صاحب دام اقبالہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

ایک طویل انتظار کے بعد ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۰ پا کر بے حد مسرت ہوئی۔ آپ نے اس کی فراہمی کو آسان بنا کر ہم لوگوں پر بڑی عنایت فرمائی ہے۔ ''نعت رنگ'' کے سابقہ شماروں کی مانند یہ شمارہ بھی تمام خوبیوں سے مرصع و مزین ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کو نعتیہ ادب کی بے لوث خدمت کے لیے خیر و برکت سے نوازے (آمین)۔ ابتدائیہ میں آپ نے آج کے گرم ترین موضوع ''نقدِ نعت'' کے مسئلے پر علمی اور فکری انداز میں روشنی ڈالی ہے لیکن آپ کی تحریر ''اور نعت محض چند رسمی عقائد تک محدود نہ رہے'' کھٹکتی ہے کیوں کہ ''نعت'' تو اظہار عقیدے ہی کا نام ہے اس میں رسمی اور غیر رسمی کی کوئی تفریق نہ ہونی چاہیے۔ ایک دیگر پہلو سے آپ کا یہ انداز قابلِ ستائش و تقلید ہے کہ آپ نے نعتیہ ادب سے متعلق اہم شخصیات کے سانحۂ ارتحال کی خبر کو ابتدائیہ کا باوقار حصہ بنایا ورنہ اکثر رسم ادائیگی کے طور پر آخری صفحات میں وفیات کا ذکر کرتے ہیں۔

ویسے تو ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے تمام مضامین ادبی، معلومات افزا اور معیاری ہوتے ہیں لیکن خطوط کا حصہ قارئین کی خصوصی دلچسپی کا حامل ہوتا ہے۔ شمارہ ۲۰ کے خطوط بھی کافی دلچسپی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان میں محترم تنویر پھول کا مراسلہ خط سے زیادہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مختصر اور اچھا تبصرہ کہا جاسکتا ہے جس کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف ایک صاحبِ علم شخصیت ہیں۔ اُنھوں نے اس خط میں اپنے دو اشعار شامل کر کے بلاضرورت اپنی تحریر کو ہلکا بنا دیا۔ ''تاریخ نجد و حجاز'' سے تنویر پھول صاحب خوب واقف ہوں گے۔ اسی تناظر میں امام احمد رضا خاں نے اپنے اشعار میں تقریباً ڈھائی سو سال قبل کے اس نجدی اور اس کے پیروکاروں کا ذکر کیا ہے جس نے بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام کو خودساختہ شرعی احکام کے بہانے جہاد قرار دیا تھا۔ تنویر پھول صاحب خط میں شامل اپنے اشعار میں ایک طرف فرقہ پرستی سے نفرت کا اظہار کررہے تو دوسری سمت

مسلمانوں کے سب سے بڑے حلقے کو حلوہ اُڑانے والا کہہ کر ان کی تضحیک کر رہے ہیں۔ اس طرح کی شاعری رحمان کیانی[۲] صاحب تک ہی محدود رہنے دیں تو بہتر ہے جن کی شاعری کچھ رزمیہ اشعار کے سہارے کھینچ تان کر اسلامی شاعری کے زمرے تو آسکتی ہے۔ نعتیہ ادب سے اس کا کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ کسی ناگوار بات کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

پس نوشت: ایک حمد اور دو نئی نعتیں بھیج رہا ہوں۔ اس میں جو کچھ پسند آئے ''نعت رنگ'' میں جگہ دیں۔ شکر گزار رہوں گا۔ بصورت دیگر برا بھی نہیں مانوں گا۔

نیازمند

محمد علی صدیقی شیؔدا بستوی

❁

محمود احمد برکاتی، حکیم (کراچی)

۷/ اپریل (دوران مطب)

اخونا الفاضل الاعز الکریم!

سلاماً رحمۃً و برکۃً

کل مسجد میں آپ نے میرے ساتھ جو معاملہ[۱] کیا اس کے سلسلے میں کچھ گزارش کر رہا ہوں۔ درد دل! آپ کے اس رویے سے بخدا آپ کی شرافت نسبی و ذاتی اور حسن خلق اور میرے ساتھ آپ کی محبت و اخوت و مودّت کا نقش جمیل مزید گہرا اور چوکھا ہوجاتا ہے مگر پھر ایک بار بخدا آپ کے اس رویے سے میری جان ہلکان ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی برسوں اور کبھی مہینوں کی محنت اور ریاضت برباد ہوجاتی یا ہوتے ہوئے رہ جاتی ہے، آلِ ابلیس کا جو ایک فرد ۷۳؍سال پہلے مجھ پر متعین کر دیا گیا تھا وہ ظالم بڑا فرض شناس واقع ہوا ہے اور کبھی نہیں چوکتا اور ایسے ہر موقع پر مجھے یہ یقین دلانے کے لیے اپنا پورا زور کلام آزماتا ہے کہ تم درحقیقت اسی اکرام کے مستحق ہو۔

پھر اس سے مکالمے اور رویے کے بعد میں بُری طرح ہانپ جاتا ہوں، وہ ظالم الحمدللہ بالعموم ناکام رہتا ہے مگر کبھی کبھی کام یاب بھی ہوتا نظر آتا ہے۔ اب تلک یہی نا مطلوب ساعت جی چاہتا ہے کہ لوٹ کر نہ آئے، آپ جیسے مخلص اور محبّ بنے ایک مسکین نیازمند کو ابتلا میں نہ ڈالیں تو کیا

ہرج ہو۔

اخلاص و موَدّت و اخوت کا صلہ، توفیق حسن عمل کی دعا بھی ہوسکتی ہے، ایک اور صلہ نصیحت بھی تو ہے، کوتاہیوں اور لغزشوں پر گرفت اور تنبیہ! ہم باہم دگر یہ معاملہ کیوں نہ کریں۔

آپ کا حقیر بھائی
محمود بھائی

☆حکیم محمود احمد برکاتی (۱۹۲۶۔۲۰۱۳ء)، فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل الطب والجراحت، مورخ، محقق، کتب: ''فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون''، ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان''، ''مولانا حکیم برکات احمد، سیرت و علوم''، ''حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی''، ''مولانا سید برکات احمد ٹونکی''، ''مولانا معین الدین اجمیری، کردار و افکار''، ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''، ''سیرتِ فریدیہ'' و دیگر۔ حکیم صاحب کی طبی و تحقیقی خدمات کے اعتراف میں آل انڈیا طبی کانفرنس نے ''سند امتیاز طب'' (۱۹۴۷ء) سے اور ہمدرد یونیورسٹی، کراچی نے ''ڈاکٹر آف سائنس'' کی اعزازی سند سے نوازا۔

ا۔ یہ حکیم صاحب کا کمالِ انکسار و عاجزی ہے کہ آپ نے اپنے تعارف میں کہے گئے الفاظ کے قابل خود کو نہ سمجھا، حالانکہ آپ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں سوا ہے۔

❁

محمود الحسن چغتائی بن ثمر، حکیم (لاہور)

۱۴/ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۱۳/ فروری ۲۰۰۳ء

جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب زاد لطفھم!

گرامی قدر۔ سلام مسنون!

آپ کا والا نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے جناب حکیم عبدالکریم صاحب ثمر مرحوم[۱] کا نعتیہ کلام کے لیے فرمائش کی ہے۔ میں نعت ریسرچ سینٹر کے لیے اُن کی تین تصنیفات ارسال کررہا ہوں:

(۱) ''احسنِ تقویم'' نعتیہ کلام[۲]

(۲) ''شاخِ سدرہ'' نعتیہ کلام[۳]

(۳) ''لوح وقلم'' نعتیہ اور غزل ونظم[۴]

آپ نے ٹھیک وقت پر خط لکھا کیوں کہ میں ۲۰رفروری ۲۰۰۶ء تک اسپین بیٹے کے پاس جارہا ہوں جو وہاں پاکستان ایمبیسی میں تعینات ہے۔ جوابِ خط سے ضرور سرفراز فرمایئے گا۔

دعا گو

محمود الحسن

☆حکیم محمود الحسن چغتائی بن ثمر

ا۔حکیم عبدالکریم ثمر (۱۹۰۴۔۱۹۸۹ء)،حکیم، صحافی، قومی و ملّی شاعر، اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کے سخن ور، کارکن: تحریک پاکستان، کتب: ''سچی سرکارﷺ'' (پنجابی زبان میں سیرت النبیؐ)، ''پاکستان اور مسلم لیگ'' (نظموں کا مجموعہ)، ''شعر و الہام''، ''کاخ بلند''، ''گیاہ وگل''، ''نعت رسول کائناتﷺ'' (ہجری ایوارڈ یافتہ)، اعزاز: ''تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل'' (۱۹۸۷ء)

۲۔۱۹۸۲ء، لاہور: ایچ فاروق ایسوسی ایٹس، بار اول، ۱۲۸ص

۳۔ ۱۹۸۷ء، لاہور: اعجاز ٹریڈرز، ۱۶۰ص

۴۔سن ندارد، لاہور: مکتبۂ نوائے وقت، ۲۲۴ص

مختار الدین احمد آرزو، ڈاکٹر (علی گڑھ)

۱۵/۳/۹۶ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم!

پیرزاد اقبال احمد فاروقی صاحب کی وساطت سے نعت رنگ کے دوخصوصی شمارے اور جان رحمت [۱] کا ایک نسخہ موصول ہوا، مسنون ہوا۔

رات ہی سرسری طور پر تینوں کتابیں دیکھ گیا۔ صرف نعت گوئی کے موضوع پر اتنے ضخیم نمبر نکالنا اور مفید اور قیمتی مضامین شائع کرنا آسان کام نہیں۔ آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ خدا آپ کو خوش و خرم رکھے۔

جان رحمت کے اشعار پسند آئے اور کچھ تو ایسے شعر پڑھنے کو ملے جو بہت دنوں تک یاد

رہیں گے۔ اللہ یہ سلسلۂ شوق دراز کرے۔

اُمید آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

پس نوشت: میرے ذخیرۂ کاغذات میں مولانا عبدالماجد بدایونی علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے کی دو نعتیں انھی کے قلم کی لکھی ہوئی کہیں محفوظ ہیں۔ مل گئیں تو بھیج دوں گا۔

والسلام

مختار الدین احمد

☆ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (۱۹۲۴ء۔۲۰۱۰ء)، محقق، مدوّن، غالبؔ شناس، مخطوطہ شناس، مکتوب نگار، شاعر، پروفیسر و صدر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مدیر: ''علی گڑھ میگزین''، کم و بیش ستر کتب کے مصنف، مولف اور مترجم، چند کتب کے نام: ''فہرستِ نمائش گاہ مخطوطات و نوادر کتاب خانۂ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ''، ''احوالِ غالب''، ''نقدِ غالب''، ''تذکرۂ شعرائے فرخ آباد''، ''سیرِ دہلی''، ''گلشنِ ہند''، ''تذکرۂ آزردہ''، ''دیوانِ حضور عظیم آبادی''، ''عبدالحق''، ''حیات ملک العلماء''۔

ا۔ ہلال جعفری، ۱۹۶۶ء، ملتان: دانش کدہ اوصاف، بار دوم، ۹۶ص

مسرور احمد زئی، ڈاکٹر (حیدرآباد)

۳/جنوری ۲۰۰۰ء

عزیزم برادرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم!

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ واصل عثمانی کا مضمون آپ کو اب تک نہیں ملا۔ میں تو ۱۱/نومبر ۱۹۹۹ء کو رجسٹرڈ ڈاک سے (ٹی اینڈ ٹی فلیٹس) کے پتے پر ارسال کر چکا ہوں، تقریباً ۲ ماہ ہونے کو آئے۔ رجسٹرڈ ڈاک کی رسید اپنے خط کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں۔ اگرچہ یہ مضمون ''عبارت'' کے تازہ شمارے میں شامل ہے لیکن پرچے کی اشاعت سے قبل ہی میں نے صرف اس لیے بھجوا دیا تھا کہ وہاں نمبر میں تاخیر نہ ہو۔ ''عبارت'' انوار بھائی[۱] نے آپ کو پہنچانے کا کہا تھا اس لیے میں نے یہاں

سے پوسٹ نہیں کیا، بہرحال یہ حاضر ہے۔

وعدے کے مطابق تمام کام ہوئے ہیں۔ اپنا مضمون بھی نذر کرتا ہوں۔ مختصر ہے مگر منفرد موضوع ہے۔ موضوع کا اندازہ آپ کو مضمون مکمل پڑھ کر ہوگا۔ ممکن ہے پسند آئے۔ میں پڑھنے کا شوق لکھنے سے زیادہ رکھتا ہوں، اس لیے لکھنا بڑا مسئلہ رہا ہے۔ آپ نے ایک واقعہ سنایا تھا، اُسی پر مضمون لکھنے کی کوشش کی ہے۔ انوار صاحب سے بھی لکھوایئے اُن کی نثر دیکھ کر لکھنے میں میری ہمت جواب دے جاتی ہے، کاش کبھی ایسا لکھ سکیں۔

ان دنوں ''عبارت'' (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نمبر) میں ترمیم و اضافے کے ساتھ دوسرے ایڈیشن کی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ ''عبارت'' کے لیے ایک مضمون آپ بھی لکھئیے۔

''بیسویں صدی میں نعتیہ رجحان'' اگر آپ لکھیں تو کیا کہنے، ورنہ کسی سے لکھوا کر دیں۔

''نعت رنگ'' کے دو شمارے یکجا تو آپ نے مجھے عطا کیے تھے۔ اگر تازہ اشاعت ہے تو میں بھائی سے حاصل کرلوں گا۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ کی طبیعت ان دنوں بڑی ناساز ہے۔ اب تو عید بھی قریب ہے۔ اس کے فوراً بعد ان سے بھی کچھ لکھوانے کی کوشش ضرور کروں گا۔ ابوالخیر کشفی صاحب سے کہیے میرے خطوط میں سے کسی کا جواب تو دے دیں۔ اُن سے بڑے اہم سوالات کیے ہیں۔ نمبر کب تک آرہا ہے؟ اس خط کی رسید ضرور دیجیے، طبیعت پریشان رہے گی۔

خیر اندیش

مسرور احمد زئی

☆ ڈاکٹر مسرور احمد زئی (۱۹۶۵ء)، ادیب، محقق، مدیر سہ ماہی ''عبارت'' (حیدرآباد)، کتب: ''مواطن کثیرۃ''، ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا بچپن''، ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان: حالات، علمی و ادبی خدمات'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ، ۲۰۰۶ء)۔

۱۔ پروفیسر انوار احمد زئی، ماہرِ تعلیم، ادیب، ڈرامہ نگار، محقق، دانشور، چئیرمین انٹرمیڈیٹ بورڈ آف ایجوکیشن، کراچی، کتب: ''درد کا رشتہ''، ''آنکھ سمندر''، ''دیس پردیس''، ''اپنوں کے درمیان'' و دیگر۔

مشاہد حسین رضوی، محمد، ڈاکٹر (مالیگاؤں، انڈیا)

04-01-2012

وعلیکم السلام!

آپ کو اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ میں نے ''مفتی اعظم ہند نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری'' پر ڈاکٹر امبیڈکر مراٹھا واڑا یونیورسٹی اورنگ آباد دکن سے پی ایچ۔ ڈی مکمل کرلیا ہے۔ میری ۱۶ کتب شائع ہوچکی ہیں۔ ایک نعتیہ دیوان لمعات بخشش [۱] اور صنعت تشطیر پر ایک شعری مجموعہ تشطریات بخشش [۲] منظر عام پر آچکا ہے۔ انشاء اللہ PDF فائلز اور مضامین بھیجوں گا۔

محمد مشاہد حسین

☆ ڈاکٹر محمد مشاہد حسین رضوی (پ:۱۹۷۹ء)، محقق، نقاد، ادیب، نعت گو، چند کتب کے نام: ''چہل حدیث مع گلدستۂ حدیث''، ''سرکارِ دوعالم ﷺ کی خوش طبعی''، ''اردو کی دلچسپ اور غیر معروف صنعتیں''، ''شہنشاہِ اقلیمِ ولایت (تذکرۂ غوثِ اعظم)''، ''کعبۂ نیاز مندانِ عشق'' (تذکرۂ غریب نواز)، ''نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے''، ''نثرِ رضا کے ادبی جواہر پارے''، ''دارالعلوم حنفیہ سنّیہ: ایک اجمالی تاریخی منظر نامہ''، ''عملی قواعدِ اردو''، ''تذکرۂ مجیب''، ''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا فتوائے جہاد اور علامہ فضل حق کا قائدانہ کردار''، ''شادی کا اسلامی تصور''۔

۱۔ ۲۰۰۹ء، مالیگاؤں: شاعر خود، ۲۴۰ص

۲۔ ۲۰۱۱ء، کرناٹک: ادارۂ فکرِ نعت، ۵۶ص

۞

مشرف حسین انجم، ڈاکٹر (سرگودھا)

21-11-2004

محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عیدالفطر کے موقع پر آپ کی جانب سے عید کارڈ کی شکل میں عید مبارک کا پیغام موصول ہوا۔ دل خوشی و مسرت کے جذبات سے ہمکنار ہوا۔ یہ آپ کی عظمت ہے کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ بہت

بہت شکریہ!

انشاء اللہ آپ سے رابطہ رہے گا اور آپ کی محبتوں کا جواب محبتوں سے دیا جاتا رہے گا۔

ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اجازت

والسلام

محمد مشرف حسین انجم

☆ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم (۱۹۶۹ء)، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ ''خوشبوئے نعت'' (سرگودھا)، چیئرمین فروغِ نعت کونسل، وائس چیئرمین ساغر صدیقی رائٹرز کونسل (انٹرنیشنل)، سرگودھا، کتب: ''بکھری ہے تیری خوشبو''، ''تیری شان جل جلالہ''، ''سبز گنبد کے خیالوں میں''، ''صدقہ ہے مدینے والے کا''، اعزاز: نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ۔

محترم بھائی سید صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اُمید ہے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے نبیِ مکرم ﷺ کی رحمت کے طفیل خوش وخرم ہوں گے۔

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ پاکستان میں مطبوعاتِ حمد ونعت (ببلوگرافی) کے سلسلہ میں آپ کی خواہش کے مطابق اپنی تصانیف ارسال کررہا ہوں:

(۱) گلشن میں بہار آئی[۱]

(۲) خوشبو حسین کی[۲]

(۳) سوہنے دیاں یاداں [۳]

(۴) ہم اچھے کہلائیں گے (بچوں کے لیے نظمیں)

(۵) آقا دا کرم ہوسی (یہ میری اہلیہ کی تخلیق ہے)[۴]

اس کے علاوہ ایک نعتیہ مجموعہ ''صدقہ ہے مدینے والے کا'' بھی ۲۰۰۱ء میں چھپا تھا جو المدینہ پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوا تھا۔ وہ ان کتابوں میں نہیں ہے۔

فروغِ حمد و نعت کونسل حمد و نعت کے فروغ کے حوالے سے دن رات کوشاں ہے۔ یہ کونسل میں اور مری اہلیہ صائمہ یاسمین ہم دونوں مل کر چلا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کے پلیٹ فارم سے ہر ماہ حمدیہ ونعتیہ مجموعے اشاعت پذیر ہوتے رہیں گے اور مفت پورے پاکستان میں تقسیم ہوتے رہیں گے۔

فروغِ حمد و نعت کونسل اپنی مدد آپ کے تحت چل رہی ہے۔ ہم کسی سے اس سلسلہ میں کوئی امداد وغیرہ نہیں لیتے (یعنی روپے پیسے کے معاملے میں)۔

سرگودھا میں یہ واحد خالصتاً کونسل ہے جو حمد و نعت کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے اور انشاء اللہ ہم مرتے دم تک اسی عہد کی پاسداری کریں گے جو ہم نے فروغِ حمد و نعت کونسل کے ساتھ کیا ہے۔

ابھی ابتدا ہے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ آپ جیسے لوگوں کی دُعاؤں کی ضرورت رہے گی۔

آپ کی محبتوں کا طالب
ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

۱۔۲۰۰۳ء، سرگودھا: فروغِ حمد ونعت کونسل، بار اول،۱۱۲ص
۲۔۲۰۰۴ء، سرگودھا: ساغر صدیقی رائٹرز کونسل انٹرنیشنل، بار اول، ۱۲۸ص
۳۔۲۰۰۱ء، لاہور: المدینہ دارالاشاعت۔۷۲ص
۴۔ صائمہ یاسمین، ۲۰۰۱ء، لاہور: المدینہ دارالاشاعت، ۹۶ص

برادرم صبیح رحمانی صاحب!
السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۹ اگر شائع ہوگیا ہو تو براہِ کرم ارسال فرمادیں۔ میں اس کی قیمت ارسال کردوں گا۔ اگر بذریعہ V.P ارسال فرمادیں تو زیادہ بہتر ہے۔

میری کتابوں پر تبصرے بھی آپ نے شائع کیے ہیں یا نہیں۔ امید ہے آپ نے اس ناچیز کو یاد رکھا ہوگا۔

میری مزید دو نعتیہ کتابیں اشاعت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہیں۔ آپ کی طرف عنقریب ارسال کردوں گا۔ ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اجازت

نوٹ: میری خواہش ہے کہ آپ میری کسی نعتیہ کتاب پر فلیپ لکھیں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو میں اپنی کسی نعتیہ کتاب (جو نئی چھپنے والی ہو) کی چند نعتیں ارسال کردوں تا کہ آپ آراء سے نوازیں۔ شکریہ

خدا حافظ۔ والسلام
محمد مشرف حسین انجم

16-11-2008

محترم صبیح رحمانی صاحب!

''نعت رنگ'' کے شمارے بذریعہ V.P ملے۔شکریہ۔

اپنی کتابوں پر تبصرہ پڑھا، بے حد افسوس ہوا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ تبصرہ شائع ہی نہ کرتے۔تنقید برائے تنقید کے جس راستے پر آپ لوگ چل پڑے ہیں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ روش آپ لوگوں کو کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ ان شاء اللہ۔ظلم یہ ہے کہ آپ لوگ تنقید بزرگ شعرا پر بھی کررہے ہیں جو میں نے نعت رنگ کے شماروں میں اکثر بزرگوں کی تخلیقات پر عزیز احسن وغیرہ کی فضول قسم کی تنقید پڑھی ہے جو کہ ذہن کی آلودگی کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو شخص خود کچھ نہیں کرسکتا وہ دوسروں پر تنقید کرنا شروع کردیتا ہے۔تنقید بہت آسان ہوتی ہے ہر شخص دوسرے پر تنقید کرسکتا ہے لیکن تخلیقی عمل بہت مشکل مراحل سے گزر کر مکمل ہوتا ہے۔ جائز تنقید تو برداشت کی جاسکتی ہے لیکن آپ لوگوں نے تو تنقید کو اپنا وطیرۂ حیات بنا رکھا ہے جو کہ ناقابلِ برداشت ہے۔ میں آپ کے ''نعت رنگ'' کا بائیکاٹ کرتا ہوں۔ آپ کا شائع کردہ تبصرہ آپ کی طرف واپس بھیج رہا ہوں۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔ میرے دل میں جو آپ کا احترام تھا، وہ رخصت ہوگیا ہے۔ میں خود سرگودھا سے ایک نعتیہ ماہنامہ عنقریب نکال رہا ہوں جو آپ کے تنقیدی رسالے سے ہمیں بے نیاز کردے گا۔

میں نے آپ کے اور عزیز احسن کے کلام میں کئی جگہوں پر اوزان و بحور کی غلطیاں نوٹ کی ہیں، آپ لوگ اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے! آپ لوگ کیا غلطیوں سے مبرا ہیں، ہرگز نہیں۔ دنیا میں صرف کلام اللہ غلطیوں سے پاک ہے اور یہ قطعی حقیقت ہے اور اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ میں نعتیہ

شاعری عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے پاکیزہ جذبات سے معمور ہوکر کرتا ہوں۔ میرا کوئی ذاتی مشہوری کا یا ذاتی مفاد کا اس میں قطعاً کوئی لالچ نہیں، مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کی رحمت پر مکمل بھروسہ ہے وہ مجھے مایوس نہیں کریں گے اور میں آپ کو دکھا دوں گا کہ میں نعت پر جو کام کروں گا وہ آپ جیسے یا عزیز احسن جیسے یا کئی اور آپ جیسے بھی مل کر انجام نہیں دے سکیں گے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ لوگوں کی شاعری کی جھول کو عیاں کروں، میں بھی یہ کام کرسکتا ہوں۔ مگر میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

فقط والسلام

سگِ مدینہ

محمد مشرف حسین انجم

❖

مشفق خواجہ (کراچی)

۱۲/۱۰/۹۵ء

عزیز مکرم۔ سلامِ مسنون!

کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ ملا، بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ایسے عمدہ مجموعۂ مضامین سے استفادے کا موقع دیا۔ آپ نے اس شمارے میں تحقیق و تنقید کے حوالے سے جو مضامین شائع کیے ہیں، اُن میں نعت گوئی کے تاریخی، فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔ عہدِ حاضر کے چند نعت گو شاعروں کے فکر وفن کا مطالعہ بھی موجودہ دور کی نعت گوئی کے اعلیٰ معیار کا اندازہ کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی اچھا غزل گو غزل کے تاریخ اور فنی ارتقا سے ماہرانی واقفیت رکھتا ہو، اُسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی اچھا نعت گو، نعت گوئی کے تاریخی و فنی ''اسرار و رموز'' سے پوری طرح آشنا ہو۔ لیکن آپ پر اس اُصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ آپ ماشاء اللہ بیک وقت اچھے نعت گو بھی ہیں اور نعت گوئی کی تاریخ اور فن پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ نو عمری ہی میں ان اوصاف سے متصف ہیں۔ اس لیے جی چاہتا ہے کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر اُردو نعت کے اس ذخیرے کو منظرِ عام پر لائیں جو عام نگاہوں سے اوجھل ہے۔

اُردو نعت کا وہ ذخیرہ جو ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آیا، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں صورتوں

میں برِّصغیر کے کتب خانوں میں مدفون ہے۔ آپ کو ان کتب خانوں میں بہت سے مطبوعہ نعتیہ دیوان ایسے ملیں گے جن سے عام اہلِ ادب واقف نہیں ہیں، مثلاً انجمن ترقی اُردو کراچی، کتب خانۂ خاص میں نعت کے مطبوعہ دیوان خاصی تعداد میں ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا ذکر نعت سے متعلق کسی تحقیقی و تنقیدی جائزے میں نہیں ملتا۔ ایسے دیوانوں اور ان کے مصنفوں کو متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ بعض کتب خانوں میں غیر مطبوعہ یعنی قلمی نعتیہ دیوان بھی موجود ہیں، اُن پر بھی تحقیقی کام ہونا چاہیے۔ غزلوں کے مطبوعہ اور قلمی دیوانوں سے بھی نعتوں کی بہت بڑی تعداد دستیاب ہوسکتی ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اُردو کے بے شمار شاعروں کے دواوین ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ تقریباً ہر دیوان میں دو چار اور بعض میں خاصی تعداد میں نعتیں ملتی ہیں ۔ مثنویوں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں میں بھی آپ کو نعت کا خاصا سرمایہ ملے گا۔ ہر مثنوی نگار اپنی مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے کرتا ہے۔ اگر مثنویوں کے نعتیہ حصوں کو الگ کرلیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ پاکستان میں قلمی کتابوں کے بڑے ذخیرے انجمن ترقیٔ اُردو کراچی، قومی عجائب گھر کراچی اور پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں ہیں۔ کوئی ایسا منصوبہ بنائیے کہ ان ذخیروں میں موجود نعتیہ ادب کو شائع کیا جاسکے۔

نعتوں کا ایک بہت بڑا خزانہ اُن نعتیہ گلدستوں میں مل سکتا ہے جو گزشتہ صدی کی آخری دو اور موجودہ صدی کی ابتدائی دو دہائیوں میں برِّصغیر کے مختلف شہروں سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ گلدستے بھی آپ کو مختلف کتب خانوں میں مل سکتے ہیں۔ نواب شاہ میں میرے ایک کرم فرما حاجی محمد یعقوب خان خویشگی مرحوم تھے۔ اُن کے پاس گلدستوں کا بڑا عمدہ ذخیرہ تھا۔ اس میں چند نعتیہ گلدستے بھی تھے۔ ان میں ایک ''منشورِ شفاعت'' تھا جو بمبئی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ۱۸۸۸ء کے کچھ شمارے میری نظر سے گزرے ہیں۔ ''سفینۂ نجات'' نام کا ایک ماہنامہ گلدستہ بھی خویشگی صاحب کے پاس تھا۔ یہ دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۶ء تک کے متعدد شمارے میں نے دیکھے تھے۔ ان دونوں گلدستوں میں ہر مہینے طرحی نعتیں شائع ہوتی تھیں۔ ہر مہینے مصرع طرح کا اعلان کیا جاتا تھا، برِّصغیر کے تمام شہروں کے شعرا طرحی نعتیں لکھ کر بھیجتے تھے جو شائع کی جاتی تھیں۔ میرے پاس بھی ایک نعتیہ گلدستے ''احسن الکلام'' بمبئی کا پہلا شمارہ ہے جو جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس میں ۳۷ شاعروں کی نعتیں ہیں اور یہ سب غیر طرحی ہیں۔ ایک حمد بھی ہے جو ایک ہندو شاعر منشی بیلی رام رآم کی لکھی ہوئی ہے۔ گل دستوں میں غیر مسلم شعرا کا کلام بھی اکثر شائع ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے بھی نعتیہ گل دستے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

اگر آپ مختلف کتب خانوں میں نعتیہ گل دستوں کو تلاش کریں اور اُن کی بہترین نعتوں کا ایک انتخاب شائع کردیں تو یہ بہت بڑی ادبی خدمت ہوگی۔ اس کام کا ایک ضمنی فائدہ جو بہت بڑا فائدہ ہے، یہ ہوگا کہ بہت سے ایسے شاعر سامنے آئیں گے جنھیں زمانے نے فراموش کردیا ہے۔

یہ چند باتیں اس لیے عرض کی ہیں کہ نعت کے سلسلے میں آپ جو مفید کام کررہے ہیں، اُس کی افادیت اور تحقیق کا دائرہ کچھ اور وسیع ہونا چاہیے۔ آپ کی صحت و شادمانی کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

خیر اندیش

مشفق خواجہ

☆ مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۵ء)، نام خواجہ عبدالحیٔ، تخلص مشفقؔ، محقق، نقاد، ادیب، شاعر، کالم نگار، سابق مدیر: سہ ماہی ''اردو'' و ماہنامہ ''قومی زبان'' و ''تخلیقی ادب'' (کراچی)، ۱۹۵۷ء تا ۱۹۷۳ء انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے۔ کتب: ''تذکرۂ خوش معرکہ زیبا''، (ترتیب و تدوین)، ''غالب اور صفیر بلگرامی''، ''جائزہ مخطوطات اردو''، ''خامہ بگوش کے قلم سے''، ''سخن در سخن''، ''سخن ہائے گفتنی''، ''سخن ہائے گسترانہ'' (ادبی کالموں کا انتخاب)، ''ابیات'' (شعری مجموعہ)، ''کلیاتِ یگانہ'' (ترتیب و تدوین)۔ ۱۹۸۵ء سے ۱۹۸۶ء، تک مختلف موضوعات پر کم وبیش پانچ سو فیچر لکھے۔ ۱۹۹۸ء میں حکومت پاکستان نے علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں صدارتی ایوارڈ سے نوازا۔

مصباح الدین شکیل، شاہ (کراچی)

16-07-1995

مکرمی صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اقلیمِ نعت کا ''نعت رنگ'' دیکھا جو صبغۃ الرسول ﷺ کی قوس وقزح ہے۔ سبحان اللہ آپ کا ممنون ہوں کہ ''نعت رنگ'' کے ذریعہ فکرونظر کی تہذیب کا سامان کردیا الحمدللہ۔

سچ پوچھیے تو جذبہ عقیدت کو نئی راہیں میسر آئیں یہی نہیں بلکہ تنقیدی مضامین کے ذریعے قبلہ درست کرنے کی گراں قدر کوشش بھی اہم خدمت ہے۔ بارک اللہ۔

راجارشید محمود کے بامقصد ماہنامہ ''نعت'' (لاہور) کے بعد ''نعت رنگ'' اپنی نوعیت کی منفرد اور مثبت کوشش ہے جو حب نبی ﷺ سے سرشار لوگوں کے لیے سرمایۂ بصارت بھی ہے اور سرمہ بصیرت بھی۔

''نعت رنگ''[شمارہ ا] کے اکثر مقالے نوجوان نعت گوشعرا کے لیے نئی جہتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کا مقالہ '' نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت''۔سعید بدر کا مقالہ ''نعت کیا ہے'' اورآل احمد رضوی کا جائزہ ''نعت کا سفر'' محنت سے لکھے ہوئے مقالے ہیں میری رائے میں ''تنقیدِ نعت'' کا حصّہ قابل قدر ہے اس میں اکثر نعت گوشعراء کے لیے چشم کشا مثالیں ہیں۔

جناب ادیب رائے پوری کا گراں قدر تحقیقی مقالہ ان کی زیرطبع کتاب ''نعتیہ ادب اور تنقید'' کے اعلیٰ معیار کا غماز ہے اس سے پہلے ان کی کتابیں مدارج النعت (مطبوعہ ۱۹۸۶ء) اور مشکوٰۃ النعت (مطبوعہ ۱۹۹۳ء) اہل علم سے خراج تحقیق وصول کرچکی ہیں۔ وہ بلند پایہ نعت گو ہونے کے علاوہ میدان تحقیق کے راہ نوردوں کے لیے سنگ میل ہیں ان کا خیال ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور جمود کا شکار ہے جس میں سنجیدگی کے ساتھ تیز عمل کی ضرورت ہے۔'' بڑا فکرانگیز ہے۔

عاصی کرنالی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، رشید وارثی اور عزیز احسن کے مقالے نعت گوشعراء کے لیے قابل غور ہی نہیں بلکہ رہنمائی کے لیے بہت ہی اہم نکتے فراہم کرتے ہیں اکثر نعت گو''باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار'' کے زریں رہنما اصول کو بھول جاتے ہیں۔ جادۂ نعت شاہراہ سخن کا پل صراط ہے، ذرا سی لغزش افراط وتفریط کے صحراؤں میں پہنچادیتی ہے یہیں شاعر کے توازن فکر کا امتحان ہوتا ہے تنقید نعت کے مقالے اس نقطہ نظر سے بڑے وقیع ہیں جوش عقیدت میں اکثر شعراء حزم واحتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

''فکر وفن'' کے مقالے میرے دامن دل کو کھینچتے رہے۔ مجھ جیسے اکثر ایسے قاری ہوں گے جنھیں مدحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو بکھیرنے والے خوش قسمت شعراء کا تمام نعتیہ کلام پڑھنے کا شرف حاصل نہ ہوا ہوگا۔ اس حصّہ کے مقالات سے ان کے نعتیہ کلام کا اجمالی تعارف ہوجاتا ہے تابش دہلوی، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، عاصی کرنالی،شاہ انصارالہٰ آبادی، سیّدقمرزیدی اور صبیح رحمانی پر مقالے ''دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی مثال ہیں'' اور پھر ان شعراء کے سرمایہ نعت کا جائزہ بھی مستند اساتذہ فکر نے لیا ہے۔ ان اہل قلم سے مقالے لکھوا کر آپ نے تاریخ ساز کام انجام دیا ہے۔اس کتابی سلسلہ کی آئندہ اشاعت میں مزید مقالے مجھ جیسے قاری کے ذہنی افق کو وسیع کرنے کا

باعث ہوں گے۔ ایسے مقالے رحمان کیانی، اقبال عظیم، حافظ لدھیانوی اور اعجاز رحمانی پر بھی لکھوائے جائیں تو اچھا ہوگا۔

رحمٰن کیانی کی نعتیں جدت فکر، لب ولہجہ کی توانائی، بلند آہنگی نیز عرب کے حسن طبیعت کا بہترین نمونہ ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے بجاطور پر انھیں ''اردو کا منفرد راجز'' کہا ہے۔ تعجب تو اس پر ہوا کہ گل چیدہ میں بھی ان کی کوئی نعت نہیں ہے۔ نعتوں کا یہ انتخاب بہت ہی معیاری اور آپ کی فکری سطح کی بلندی کا آئینہ دار ہے۔ غوث میاں کا ''پاکستان میں نعتیہ انتخاب''[۳] کتب نعت کی ۱۹۴۹ء سے ۱۹۹۵ء تک کی اشاعتوں کی تفصیل زندہ رہنے والا کام ہے۔

میں نے ''نعت رنگ'' کا ہر جلوہ ایک ایک سطر پڑھ کر دیکھا ہے اس گراں قدر تحفہ کے لیے علمی دنیا آپ کی ممنون رہے گی میری دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

شاہ مصباح الدین شکیل

☆شاہ مصباح الدین شکیل (پ: ۱۹۳۱ء) مصنف، محقق، مورخ، سیرت نگار، کتب: ''سیرت احمد مجتبیٰ'' (صدارتی ایوارڈ یافتہ)، ''نشاناتِ ارضِ قرآن''، ''نشاناتِ ارضِ نبوی''، ''معراج النبیؐ''، ''آخری آسمانی کتاب''، ''مسجد نبوی کا تاریخی جائزہ''، ''بسم اللہ کی تفسیر وتشریح''، ''حضرت امیر حمزہؓ''، ''سیرت النبی البمؐ''۔

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۱۲ر ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ (۳ر مئی ۲۰۰۴ء) کو اسلام آباد میں منعقدہ قومی سیرت کانفرنس کی ٹی وی سے راست نشریات دیکھتے ہوئے جب وزارت اُمور مذہبی کی جانب سے تقسیمِ انعامات کا مرحلہ آیا تو اس اعلان پر میرے کان کھڑے ہوگئے۔ کتب نعت میں حضرت حفیظ تائب کے مجموعۂ نعت کو ایوارڈ دیا جارہا ہے۔ سراپا اشتیاق میں ان کی اسٹیج پر آمد کا منتظر تھا کہ کہا گیا وہ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔

فروغِ نعت کے سلسلے میں ''نعت رنگ'' کی خدمات کے اعتراف میں آپ کے نام کا اعلان ہوا تو ایک مسرت آمیز تعلقِ خاطر سے میری نظریں ٹی وی پر مرکوز ہوگئیں۔ انعام یافتگان کی نشست

گاہوں کی طرف دیکھا کہ صنفِ نعت کا خاموش مگر مستقل مزاج خدمت گزار (جو بذاتِ خود بلند پایہ اور ہر دل عزیز نعت گو اور خوش الحان نعت خواں بھی ہے) نمودار ہوگا کہ اناؤنسر نے بتایا وہ اپنی مصروفیات کی بنا پر اسلام آباد نہ پہنچ سکے۔

''نعت رنگ'' کے (۱۶) ضخیم شمارے جو کمیت ہی میں نہیں بلکہ کیفیتِ معیار کے اعتبار سے بھی وقیع ہیں۔ یہی نہیں بلکہ نعت گوئی کو ایک مستقل صنفِ شاعری کا مقام دلانے کے لیے عہد آفریں اور تاریخ ساز کام انجام دیا ہے۔ شعرا کی بے احتیاطیوں پر گرفت، الفاظ و معنی کے درو بست پر نظر، جذبات کے غلو کے مد و جزر کی نشان دہی، مقام الوہیت اور رسالت کی نزاکتیں، غیر محتاط رویے اور جسارتیں، تنقیدی شعور کا فقدان ''نعت رنگ'' کے صفحات پر یہ تمام موضوعات زیرِ بحث آئے۔ صنف نعت سے متعلق یہ کتابی سلسلہ جس کا ہر نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بہتر ہے یقیناً قومی اور حکومتی سطح پر اعتراف کا مستحق تھا۔

دیر آید درست آید

مبارک باد دینے آپ کے گھر ٹیلی فون کیا تو اتفاق سے آپ نے ہی ریسیور اُٹھایا اور بتایا کہ بس ابھی ابھی ملتان سے آیا ہوں۔ شب جائے کہ من بودم اولیاء کی سرزمین ملتان میں رات بھر محفلِ نعت صبحِ سعادت کے انتظار میں فروزاں رہی۔ خوش خبری سن کر آپ نے کہا کہ مجھے وزارت کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ملتی بھی تو اہلِ ملتان کے وعدہ کی وجہ سے میں نہ جاتا۔ میں نے کہا کہ فروغِ نعت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات یقیناً اس اعتراف کی مستحق ہیں۔ ویسے بقول سکندر علی وجدؔ:

ہر بڑا کام ہے آپ اپنا صلہ

لیکن اس کو کیا کیجیے کہ دنیا میں اہلِ نظر بھی ہیں اور تماشائی بھی۔ حالیؔ کی حکیمانہ نصیحت میں ایک بڑا عملی درس ہے:

اہلِ معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہلِ نظر بھی ہیں تماشائی بھی

راست مبارک باد دینے میں مجھے اولیت کا شرف حاصل ہوگیا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کے گھر پہنچنے سے پہلے چند ''نعت رنگ'' کے مداحوں کے مبارک بادی کے فون دبئی، کویت وغیرہ سے آئے اور یہ بھی کہ الحمدللہ ''نعت رنگ'' کئی برِّاعظموں میں اُردو بولنے والوں تک پہنچ رہا ہے۔ یقیناً یہ بات قابلِ فخر بھی ہے اور باعثِ افتخار بھی۔

آپ کے اصرار پر میں نے جناب رحمان کیانیؔ پر مقالہ[۱] مکمل کرلیا ہے جو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ کے معیار پر اُترے تو کسی قریبی اشاعت میں شامل کرلیجیے۔ شکریہ

یہ معلوم کرکے بڑا افسوس ہوا کہ حضرت حفیظ تائب نے ۱۲/جون ۲۰۰۴ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ایک زمانے سے میں ان کا کلام بڑے اشتیاق سے پڑھتا رہا ہوں۔ دو چار بار ٹی وی کے نعتیہ مشاعروں میں انھیں پڑھتا ہوا دیکھا۔ یہ شاید ۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ میری تالیف ''سیرت احمدِ مجتبیٰ ﷺ'' کی پہلی جلد ''قومی سیرت کانفرنس'' کے شرکا میں تقسیم ہوئی۔ کسی وجہ سے انھیں نہ مل سکی۔ دوسرے دن کے اجلاس میں مجھے دیکھ کر وہ ازراہِ قدر دانی میرے پاس تشریف لائے اور جلد فراہم کرنے کی خواہش کی جو میں نے پوری کردی۔

غالباً ۱۹۹۵ء میں وہ کراچی تشریف لائے تو ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے ان کے اعزاز میں ایک نعتیہ محفل کا اہتمام کیا۔ اس میں مدینہ منورہ جاتے ہوئے ''مدینہ النبیؐ ۔کل اور آج'' کے مولف ڈاکٹر خالد عباس الاسدی[۲] بھی شریک تھے۔ اس محفل میں پہلی بار میں نے جناب حفیظ تائب کو جی بھر کر سنا اور ان کی پُر کیف اور پُر افکار نعتوں سے بے حد متاثر ہوا۔

اس کے بعد ان سے مراسلت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب بھی کوئی کتاب شائع ہوتی تو مجھے عطا فرماتے۔ پچھلے چند برسوں سے میں ایک ایسے قرآنی البم کی ترتیب میں مصروف تھا جو پی ایس او کے شائع کردہ ''سیرت النبیؐ البم''[۳] کے مقابلے میں زیادہ وسیع موضوعات پر حاوی ہو۔ چنانچہ یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیا ﷺ تک پھیلا ہوا ہے۔ نیز اس میں چھ علوم کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ یک جا کیا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکے ہر نبی کے بارے میں قرآن مجید کی ایک دو آیات، ان کا ترجمہ، کوئی حدیث اگر موجود ہو۔ پھر تاریخ و جغرافیہ (تصاویر، نقشے، خاکے) کوئی سائنسی واقعہ اگر دستیاب ہو، نیچے ہر صفحہ کے مضمون سے منطبق ہونے والا کوئی شعر دیا ہے۔ جب ایسے موضوعاتی اشعار کی تلاش ہوئی تو سب سے زیادہ یہ تاریخی سرمایہ مجھے حضرت حفیظ تائب مرحوم کے مجموعہ ہائے نعت میں دست یاب ہوا۔ میری درخواست پر انھوں نے اپنی چند نظمیں مسجد قباء، روضۃ الجنہ، مسجد نبویؐ، جنت البقیع، طواف، زمزم، مقامِ ابراہیمؑ وغیرہ پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر عنایت فرمائیں۔

ان میں سے بعض اشعار تو نکتہ آفرینی، شعری لطافت کے ساتھ محبت و اخلاص کے جاں گداز نمونے ہیں، مثلاً:

سنگ مہکے نکہت انفاس سے
محراب و منبر دیکھنا اور سوچنا

جو پہلے دن سے حسن عمل پر ہے استوار
وہ یادگارِ شاہِ زمن، مسجدِ قبا

یہ قرآنی البم تکمیل کے آخری مرحلوں میں تھا کہ میں نے چند نام ان کی خدمت میں روزانہ کیے نیز چند جملے بطور پیش لفظ لکھنے کی درخواست کی۔ انھوں نے ''نشانات ارضِ قرآن''[۴] پر صاد کیا اور باوجود شدید علالت ''پیشوائی'' کے نام سے مختصر سا پیش لفظ تحریر فرمایا۔ یہ دونوں باتیں میرے لیے تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ وہ خط مؤرخہ ۱۹ر ستمبر ۲۰۰۱ء ''نعت رنگ'' میں محفوظ ہوجائے تو بہتر ہوگا۔ کتاب کے زیرِ غور ناموں میں سے پہلا نام مجھے پسند ہے۔ اس میں ذرا سی تبدیلی گوارا فرما کر نام ''نشانات ارضِ قرآن'' رکھیں تو نام میری نگاہ میں بہتر ہوگا کہ لفظ ''مرقع'' کچھ زیادہ پرانا لگتا ہے۔ اللہ کریم آپ کی توفیقات میں اضافہ کرتا رہے کہ آپ اُمتِ مسلمہ کی بڑی خدمت کررہے ہیں۔

پچھلے سال جب ان کا مجموعہ نعت ''کوثریہ''[۵] شائع ہوا تو اسے بذریعۂ پوسٹ بھیجتے ہوئے ۸ر جولائی ۲۰۰۳ء کو ایک مختصر خط بھی تحریر فرمایا جو درجِ ذیل ہے:

آپ کا یکم جولائی کا عنایت نامہ مل گیا ہے۔ میں گزشتہ ۵ ماہ سے شدید بیمار ہوں مگر آپ کے مکتوبِ گرامی کی رسید بھیجنا ضروری سمجھا۔
''نشانات ارضِ قرآن'' کا انتظار ہے۔ کاش ناشر صاحب کو بھی یہ احساس ہوجائے۔
خدا کرے آپ اپنے احباب و اہل و عیال سمیت خیریت سے ہوں۔

دُعا گو و دعا جو

افسوس کہ وہ اپنی آنکھوں سے ''نشانات ارضِ قرآن'' نہ دیکھ سکے لیکن اس کے نمونہ کے چند ورق ملاحظہ کرچکے تھے۔

ان کے آٹو گراف والے نعتیہ مجموعوں میں ''صلو علیہ وآلہٖ''[٦] مطبوعہ ۱۹۹۱ء اور ''وہی یٰسین

وہی طٰہٰ''[۷] مطبوعہ ۱۹۹۸ بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کی نعتیں پڑھ کر احساس شدید ہوجاتا ہے کہ شاعر حبِ رسول سے سرشار بھی ہے اور بے قرار بھی۔ آخر ۱۲/جون ۲۰۰۴ء کو عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا۔

اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں ریاضِ رسول کا عندلیب خوش بیاں کا مقام عطا فرمائے اور دیدارِ رسول ﷺ کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مصباح الدین شکیل

۱۔''شاعرِ جہاد..... رحمانی کیانی''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۷، ص ۲۷۱۔۳۰۹

۲۔ڈاکٹر خالدعباس الاسدی (پ: ۱۹۵۸ء)، شاعر، ادیب، میڈیکل ڈاکٹر (مقیم: مدینہ منورہ)، دیگر کتب: ''علامہ اقبال'' (عربی)، ''بارگاہِ ادب میں''۔

۳۔ ۲۰۱۱ء (بار چہارم)، کراچی: پاکستان اسٹیٹ آئل، ۴۶۳ص

۴۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: فضلی سنز، ۳۴۸ص

۵۔ ۲۰۰۳ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، بار اول، ۱۲۸ص

۶۔ ۱۹۹۱ء، لاہور: ادب نما، بار دوم، ۱۳۶ص

۷۔ ۱۹۹۸ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۱۳۵ص

19-07-2013

عزیزِ من .... صبیح رحمانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تقریباً دو سال بعد اپنے سفرِ سعادتِ عمرہ سیاحت یورپ، کینیڈا و امریکہ سے واپسی پر ''نعت رنگ'' شمارے نمبر ۱۳ و ۱۴ کو تفصیل سے پڑھنے کا موقع ملا۔ ''اقلیمِ نعت'' کا ہر رکن اپنی جگہ دامن دل پر ہاتھ رکھے رہا اور فروغِ نعت کے لیے آپ کی مخلصانہ خدمات کا احساس دلاتا رہا۔ آٹھ سال کی قلیل مدت میں ''نعت رنگ'' کا پاک و ہند کا معیاری اور صنفِ نعت کا منفرد ترجمان بن جانا۔ آپ کی عاجزنہ و دُعائیہ پیشکش۔

میرے فکر وفن کا میری زیست کا نعت عنوان ہے خدا کا شکر ہے کی قبولیت کا اشارہ اور بین

ثبوت ہے۔ آپ نے ’’سپردم بہ تو مایۂ خویش را‘‘ کی صورت میں اپنی صلاحیتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ’’پست وہ کیسے ہوسکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا‘‘؟ تاویل کے دروازے نت نئے انداز میں کھل رہے ہیں۔ اللہ مبارک کرے۔

دونوں شماروں میں شمارہ نمبر۱۲ کے بہت حوالے ہیں جس میں ’’گوشہ غالب‘‘ بھی ہے۔ اُردو ادب کے ہر طالب علم کے لیے ’’غالب‘‘ فکر وفن کا استعار ہے۔ آپ نے یہ شمارہ عنایت نہیں کیا۔ اس کے بغیر میرا سٹ تو نامکمل ہوگا ہی لیکن ’’رندِخرا باتی‘‘ کے ہمسایۂ خدا بننے کے لیے ثنائے خواجہ کی مرتبہ دانی بھی ایک راستہ ہے۔ اس کے سراغ سے محروم نہ رہ جاؤں وہیں غالب کی یہ پرواز الہامی دریافت سے کم نہیں۔ مومنانہ فراست، نسبتوں کے اخلاص سے شاعر کے تخیل کی رسائی دیکھیے:

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اس لیے تو غالب جیسے خود پسند نے

پیتا ہوں دھو کے خسروِ شیریں سخن کے پاؤں

کی نسبت قائم کی۔

’’نعت رنگ‘‘ کے خطوط دلچسپ اور ازیادِعلم کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جہاں تشنگی ہو قاری براہِ راست رابطہ پیدا کرے۔ انفرمیشن ٹکنالوجی کے اس دور میں میری تجویز ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مضمون نگار/ شاعر/ مکتوب نگار کا پوسٹل ایڈریس اور ٹیلی فون نمبر بھی چھاپ دیجیے۔ اس سے ربط و اخلاص کی نئی راہیں کھل جائیں گی۔

خط یہاں روک کر ۱۲ ویں شمارے کی درخواست کے لیے گھر ٹیلی فون کیا تو بیگم صبیح نے بتایا کہ وہ تو عمرہ پر گئے ہوئے ہیں۔ بے اختیار آپ کا ایک شعر یاد آ گیا:

مدینے جاؤں، آؤں، پھر سے جاؤں
خدا تا عمر رکھے اس سفر میں

آمین کے ساتھ

دُعا گو

مصباح الدین شکیل

مظفر عالم جاوید صدیقی، ڈاکٹر (چونیاں)

05-07-2001

مکرمی و معظمی و محترمی جناب صبیح رحمانی صاحب ۔

السلام علیکم ۔چند ماہ کی طویل غیر حاضری اور خاموشی کے بعد حاضر ہوں ۔مجھے نجی اُمور کی انجام دہی کے سلسلہ میں جرمنی چند ماہ کیلئے جانا پڑا ۔قریباً ایک ہفتہ پہلے واپسی ہوئی ہے ۔آپ جیسے کرم فرماؤں اور دوستوں کے بہت سے گراں قدر عنایت نامے اور تحفے ملے ہیں ۔آپ کی جانب سے ''میلاد کا راز''[۱]، ''میلادِ مطہر''[۲] دیکھ کر طبیعت بہت مسرور ہوئی ۔''وطن سے وطن تک'' (کشفی صاحب) اور ''سفیر نعت'' جیسی گراں قدر تصنیف ملی۔ آفتاب کریمی اور اُن کے معاونین لائق صد مبارکباد و تحسین ہیں جنہوں نے اپنے اشاعتی سلسلہ کا آغاز صبیح رحمانی نمبر سے کیا ہے۔حقیقت تو یہی ہے کہ آپ جیسے بے لوث ' پرخلوص کہنہ مشق شاعر اور صوفی منش درویش کی پذیرائی کے لئے اس جیسے کئی مجلّے بھی شائع ہوں تو کم ہیں ۔دراصل یہ تو اس عشق و محبت کی پذیرائی ہے ،جو آپ کے سینہ میں مثل شمع منور ہے اور جگمگا رہا ہے ۔آپ کے جذبہ نعت کو کوئی بھی دیکھے وہ فوراً کہہ دے گا کہ اس میں محبت وعشق کی فراوانی ،ادب کی پاسداری ،جذب دروں کی آنچ، نور بصیرت اور زبا ن وبیان کی لطافت ونفاست بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آپ جیسے انسان ہی فقرائے محمدیؐ کے زمرے میں آتے ہیں ۔جن سے اللہ تعالیٰ مدحت رسولؐ اور ''نعت رنگ'' جیسے لازوال جریدے کی اشاعت سے سینکڑوں گراں قدر موضوعات نعت پر تحقیقی وتنقیدی مضامین کو شائع کرنے کی سعادت سے نوازتا ہے۔ ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ ۔آرزو اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدحت رسولؐ اور'' نعت رنگ'' کے خوب سے خوب تر اشاعتی کام کے لئے آسانیاں اور بے پایاں رحمتوں سے نوازتا رہے (آمین) ۔

سید اُمور الحسن شاہ سہارنپوریؒ حیات وتعلیمات پر ایک اپنی تالیف ارسال کررہا ہوں ۔کرم فرمایئے ۔اس کی وصولیابی سے اپنی پہلی فرصت میں مطلع فرمایئے ۔

مظفر عالم جاوید صدیقی

☆ مظفر عالم جاوید صدیقی ،ادیب، محقق، پرنسپل: آرمی پبلک اسکول اینڈ کالج، چونیاں کینٹ

۱۔''میلاد کا راز''/ محمد قاسم حسین ہاشمی،س ن ، کراچی: مصطفیٰ حسن قاسمی، (بار دوم)، ۱۷۶ص

۲۔''میلادِ مطہر''/ سید حمید الدین احمد،۱۹۵۴ء، کراچی: ناشر ندارد، ۴۸ص

05-07-2001

۵۔مئی کے محررہ خط میں جناب اقبال احمد فاروقی صاحب نے لکھا ہے کہ چند روز بیشتر ''نعت رنگ'' کراچی پڑھا اس میں ایک شخص کا خط چھپا ہے اور وہ فریاد کناں ہے کہ مجھے ڈاکٹر مظفر عالم جاوید نہیں مل رہے، وہ کہیں گم ہو گئے ہیں میں نے انہیں رجسٹرڈ خطوط لکھے مگر مظفر عالم جاوید کا پتہ نہیں مل رہا۔یہ لوگوں کی محبت ہے جو آپ کے لئے سینوں میں سلگ رہی ہے۔براہِ کرم ''نعت رنگ'' کا وہ شمارہ یا اس صفحہ کی فوٹو اسٹیٹ بھجوایئے تا کہ مجھے پتہ چلے کہ میرا کونسا محسن ہے ،جس سے میرا رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔

راجا رشید محمود نے میری کردار کشی کی مہم چلائی۔اس کے پس منظر اور اس میں کی گئی دروغ گوئی پر لمحات فرصت میں لکھنے کی کوشش کروں گا۔وہ لائق تحسین ومبارکباد ہیں جنہوں نے ''نعت'' جیسے رسالے کو کردار کشی کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔میں دستا ویزی شواہد کے ساتھ لمحات فرصت میں مبسوط،مکمل اور جامع جواب لکھوں گا۔دراصل انہوں نے اس مقالہ کو اشاعت کیلئے مانگا تھا جو میں نے انکار کر دیا تھا۔اُن کا خط میرے پاس موجود ہے اور جو الزامات عائد فرمائے ہیں ،ان کے دستاویزی ثبوت میرے پاس موجود ہیں۔اُن کے رسالہ کی اشاعت کے دو ماہ بعد مجھے جرمنی جانا پڑا۔اب اور بھی غم ہیں زمانے میں ''عداوت'' کے سوا۔

ڈاک کے لئے فی الحال ایک عارضی پتہ لکھ رہا ہوں۔نوٹ فرمایئے۔

مکان نمبر ۳۱۶۔محلّہ اسلام آباد،چونیاں (ضلع قصور)

امید ہے،آپ بہمہ وجوہ بخیر وخوبی ہوں گے۔دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ۔

خیر طلب

مظفر عالم جاوید صدیقی

۲۔دسمبر۔۲۰۰۱ء

محترمی ومکرمی و معظمی و مشفقی جناب رحمانی صاحب۔

اسلام علیکم۔امید ہے،آنجناب بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی ہوں گے۔

آنجناب کا ۱۵۔اکتوبر کا محررہ خط آرمی پبلک سکول چونیاں کینٹ کے پتہ پر لکھا ہوا، وہاں

کسی مہربان نے وصول کر کے رکھ لیا اور مجھے چند دن پہلے ارسال کیا ۔نادم ہوں کہ آپ نے محترمی ومحبّی سید ابوالخیر کشفی صاحب کی ذات مکرم کی نعت شناسی کے حوالے سے ایک مضمون تاثرات کی صورت میں طلب فرمایا تھا۔اب اس قدر تاخیر ہوچکی ہے ،کہ اب تک آپ کا شمارہ چھپ چکا ہوگا ۔

میں دراصل ۱۵۔ستمبر سے بطور پرنسپل عارف والا پبلک سکول میں آ گیا ہوں اور چونیا ں کینٹ کو خیر باد کہہ آیا ہوں ۔یہ سکول D.C.O پاکپتن شریف کے تحت ہے ۔یہاں آ کر دوماہ خاصی مصروفیت رہی۔پبلک سکول سسٹم میں پرنسپل کی جاب ہمہ وقتی سی ہوتی ہے تاہم چونیاں کینٹ کی نسبت یہاں کام قدرے آسان ہے اور مجھے کچھ اب لکھنے پڑھنے کے سلسلہ میں فراغت میسّر آجایا کرے گی۔ آئندہ تعمیلِ حکم ہوا کرے گی ۔اب خط تاخیر سے ملنے کی وجہ سے معذرت خواہ ہوں ۔چونیاں چھاؤنی میں تو اتنی بھی فرصت نہ مل سکی کہ میں دستاویزات کی عکسی نقول کے ساتھ راجا رشید صاحب نے جو میری کردارکشی کی مہم چلائی تھی، اس کا بھی جواب لکھ سکوں حالانکہ میر پاس دستاویزات ،خطوط اور اس دشمنی کا پس منظر موجود ہے مگر جاب کی Requirement ہی ایسی تھی کہ ایسے کاموں کو بھی موخر کردیا تھا ۔اب لمحات فرصت میں مدلّل ومکمل جواب لکھوں گا۔

آنجناب جتنی محبت و الفت اور اُنس و موانست سے یاد فرماتے ہیں ،آپ کے لئے دل کی اتھا ہ گہرائیوں سے دعا نکلتی ہیں ۔فی الحال مندرجہ بالا پتہ ہی میرا مستقل پتہ ہے۔نعت رنگ اور دیگر کتب ارسال فرمایئے۔انتظار رہے گا۔ انشااللہ آئندہ آپ کو مایوس نہیں کروں گا ۔کارلایقہ سے یاد فرمایئے ۔دوستوں کوسلام کہیے ۔

احترامات ِ فائقہ کے ساتھ

ننگِ اسلاف، گنہگار

مظفر عالم جاوید صدیقی

18-02-2002

مکرمی و معظمی محترمی جناب صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم ۔اُمید ہے آنجناب بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی ہوں گے۔

میں نے قریباً ڈیڑھ ،دو ماہ پہلے آنجناب کی خدمت میں آپ کے نامۂ گرامی محررہ ۱۰ ؍اکتوبر کا جواب لکھا تھا۔دراصل آپ کا خط چونیا ں کینٹ کے پتہ پر گیا ۔وہاں پر ایک عزیز نے وصول کر کے

مجھے تاخیر سے بھجوایا اور اس طرح میں آنجناب کی خدمت میں آپ کے ارشاد کے مطابق ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت شناسی کے موضوع پر اپنے تاثرات نہ بھجوا سکا جو میرے لئے باعث صد فخر و افتخار تھا۔ میں عارف والا ۱۵۔ستمبر سے آ چکا ہوں ۔اُمید ہے، اپنی نوازشات سے نوازتے رہیں گے ۔

مجھے محترمی پروفیسر شفقت رضوی صاحب کا ڈاک کا پتہ چاہیئے ،آسانی سے ممکن ہوتو براہِ کرم اس عنایت خصوصی سے بھی سرفراز فرمائیں ۔

''نعت رنگ'' کے صفحات میں اگر مناسب خیال فرمائیں تو میں ماہنامہ ''نعت'' کے راجا رشید صاحب کے تنقیدی مضمون بسلسلہ سرقہ کا مدلّل جواب ارسال کردوں اور ساتھ ہی متعلقہ دستا ویزات بھی۔(اگر اس سے آپ کے اور راجا رشید محمود کے مراسم پر کوئی اثر نہ پڑے تو) وگرنہ میں کسی دیگر میگزین کو بھجوا دوں گا ۔

آپ کا احترام مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے ۔آمدہ عید مبارک ہو ۔آنجناب کے نامۂ گرامی کا اشد انتظار رہے گا ۔

بے حد احترامات ِ فائقہ کے ساتھ

نیاز مند

مظفر عالم جاوید صدیقی

مظفر وارثی (لاہور)

۳۔۸۔۱۹۹۵ء

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون

ایک بار آنکھ کا آپریشن ہوا دو ماہ بعد ڈاکٹر صاحب نے انکشاف فرمایا آپریشن غلط رہا۔لینس درست نہیں رکھا جا سکا دوبارہ آپریشن ہوا۔اب اسکی قید درستی کاٹ رہا ہوں ، سارے لکھنے پڑھنے کے کام ٹھپ پڑے ہیں ۔قطعہ بھی اخبار رخبریں بچوں سے سن کر لکھتا ہوں۔اقلیم نعت بمشکل طائرانہ بھی ایک آنکھ (پرانی آنکھ) سے دیکھا بہت وقیع اور معلوماتی لگا تفصیل سے پڑھوں گا تو زیادہ لطف آئے گا۔

امید کہ آپ بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات۔

مظفر وارثی

☆مظفر وارثی (۱۹۳۲۔۲۰۱۱ء)، نام: محمد مظفر الدین احمد صدیقی، تخلص: مظؔفر، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''برف کی ناؤ''، ''بابِ حرم''، ''لہجہ''، ''نورِ ازل''، ''الحمد''، ''حصارِ نظم''، ''لہو کی ہریالی''، ''ستاروں کی آبجو''، ''کھلے دریچے، بند ہوا''، ''کعبۂ عشق''، ''لاشریک''، ''دل سے درِ نبیؐ تک''، ''میرے اچھے رسول''، ''صاحب التاج''، ''امّی لقبی''، ''گئے دنوں کا سراغ''، ''گہرے پانی''، ''دیکھا جو تیر کھا کے''۔۱۹۸۰ء میں پاکستان ٹیلی وژن سے بہترین نعت گو کا ایوارڈ ملا۔ علاوہ ازیں غالب اکیڈمی، دہلی کی جانب سے بہترین شاعر کا ''افتخارِ غالب'' ایوارڈ ملا۔

25-2-1995

برادرم صبیح رحمانی صاحب

سلام و دعا

مصروف تو اب بھی ہوں ۔لیکن گذشتہ دنوں کچھ زیادہ عدیم الفرصت رہا ،ملک سے باہر بھی چلا گیا ۔آتے جاتے کراچی رکا تھا لیکن انتہائی مختصر وقت کے لئے۔ بہرکیف آپ کا قرض آج اتار سکا ہوں۔ امید کے بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات۔

دعا گو

مظفر وارثی

۲۲۔۱۲۔۹۸ء

برادرعزیز صبیح رحمانی صاحب

سلام ودعا

''نعت رنگ'' مل گیا تھا، بہت شکریہ۔ پرچے کی ظاہری و باطنی خوبصورتی ''نعت رنگ'' سے مختص ہو کر رہ گئی ہے اللہ اس کوشش میں اضافہ فرمائے۔ پچھلے دنوں طبیعت علیل رہی ۸؍ کو کراچی مشاعرے میں بھی نہ جا سکا ، بشریٰ رحمٰن صاحبہ[۱] کا نعت پر اورشہزاد احمد صاحب کا حمد پر مضمون ارسال ہے ، یک نہ شد دو۔مجھ پر لکھے گئے ایم۔ اے۔ کے تھیسس کے ساتھ کتابی شکل میں شائع ہونے والے مضامین کی کتابت میرے پاس تھی اس سے کاپی کرادی بشریٰ صاحبہ کا مضمون غزل سے متعلق بھی تھا جسے قطع کر دیا۔

کچھ تازہ نعتیں حسب فرمائش ارسال ہیں قمر وارثی صاحب سے رابطہ ہوتو ایک پیغام پہنچا دیجیے، کتاب'' جمال اندر جمال''[۲] کے ساتھ کوئی چارٹ نہیں ملا جسکے مطابق وہ مجھ سے نعت لکھوانا چاہتے تھے۔ خط لکھا تھا لیکن جواب نہیں آیا خط انھیں ملا بھی یا نہیں۔

امید کہ مزاج بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات۔

مظفر وارثی

ا۔بشریٰ رحمٰن (پ:۱۹۴۴ء)، ادیبہ، افسانہ نگار، ناول نگار، سیاستدان، ممبر: قومی اسمبلی پاکستان، کتب: ''پارسا''، ''لگن''، ''لالۂ صحرائی''، ''شرمیلی''، ''لازوال''، ''خوبصورت''، و دیگر۔ اعزازات: ''ستارۂ امتیاز'' (حکومت پاکستان)،''شاعر لدھیانوی گولڈ میڈل'' (انڈیا)۔

۲۔''جمال اندر جمال''، مرتب: قمر وارثی، ۱۹۹۸ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ،۳۰۴ص

17-9-1999

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب

سلام ودعا

''نعت رنگ'' دو شمارے ملے ، دونوں ہی بہت خوب ،قیمتی اور معلومات افزا' نعت کی آپ بڑی ٹھوس خدمت کر رہے ہیں تاریخ آپ کو یاد رکھے گی ۔حمدیہ شمارے کا انتساب اورعزیز احسن صاحب کا مضمون بھی پڑھا آپ دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں کراچی آرہا تھا عین وقت پر خلاف مزاج بات نے راستہ روک دیا اس بار آپ دوستوں سے ملنے کا سوچا تھا چلئے یار زندہ صحبت باقی۔

سات آٹھ سال قبل بہاولپور یونیورسٹی کے طالب علم نے میری شاعری کے حوالے سے ایم۔ اے۔ کا تھیس لکھا تھا۔ اب پنجاب یونیورسٹی کی ایک طالبہ سحر وحید لکھ رہی ہیں اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہے اس مقالے کے ساتھ دیگر اصحاب کی آراء اور مضامین بھی دے رہا ہوں۔

عزیز احسن کا اسلوب بڑا وقیع ہے خواہشمند ہوں کہ نعت اور غزل پر بھی اگر وہ بسیط تبصرہ کرسکیں تو کتاب کا وزن یقیناً بڑھ جائے گا اگر وہ آمادہ ہوں تو براہِ راست بھی اُن سے گزارش کروں اور مطلوبہ مواد مہیا کرنے کا بندو بست بھی کیا جائے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات اور عزیز احسن صاحب کو خصوصی سلام

دعا گو

مظفر وارثی

01-10-1999

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

سلام و دعا۔

سب سے پہلے حنیف اسعدی صاحب نے برسوں پہلے لکھا تھا کہ آپ ہی کا حوصلہ ہے جو بتیس دانتوں میں رہ رہے ہیں۔ آپ شاید یہ تیسرے چوتھے آدمی ہیں جس نے اس دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ غزل کی پہلی کتاب برف کی ناؤ کا ایک شعر ہے:

پیٹ خالی ہے تو اُگلے ہوئے لقموں سے نہ بھر
چل چکا جن پہ زمانہ انہی رستوں پہ نہ جا

یہ شعر نہیں میرا نظریہ تھا اور ہے، گروہِ ہند نقادوں اور نام نہاد ''عظیم'' شاعر دوستوں نے کس کس طرح مجھے روندا۔ اس کا اندازہ آپ کو میری خودنوشت سوانح حیات ''گئے دنوں کا سراغ''[۱] پڑھ کر ہوگا جو بہت جلد آرہی ہے۔ میرے بارے میں سچ صرف احسان دانش مرحوم نے بولا تھا۔ غزل ہو یا نعت بحمدللہ اپنا لہجہ لے کر آیا۔ دوسرے یہ بات کہتے ہوئے گھبراتے ہیں خود یہ اَن کہی کہتا ہوں تو خود ستائی کے تیروں میں گھر جاتا ہوں۔ خودنوشت میں بڑے بڑے مکروہ چہروں سے خول نوچے ہیں۔ کتنے ہی فرشتہ صورت شیطانوں کی جھلیاں اُتاری ہیں۔ ابھی میرے پاس ایک خط آیا پڑا ہے یہ ہمارے محترم احمد ندیم قاسمی کا ہے۔ موصوف ایک انٹرویو میں کہے گئے میرے ان الفاظ پر سیخ پا ہیں کہ ''ندیم صاحب ضیاء الحق مرحوم کے دور میں مشرف بہ نعت ہوئے'' جواب لکھ رہا ہوں اُمید ہے تشفی ہوجائے گی۔ صبیح صاحب ایسے لوگوں پر تو تعصب کی چھاپ لگائی جاسکتی ہے جنھوں نے مجھے شجرِ ممنوعہ بنا کر رکھ دیا۔ لیکن ہم زبانوں پر بھی سناٹا چھایا رہے گا ایسا سوچ بھی نہ سکتا تھا بہرکیف اگر میرا فن کسی قابل ہے تو اب نہیں تو بعد میں سہی، کوئی نہ کوئی تیاپانچا ضرور کرے گا۔ عزیز احسن کو میرا سلام عرض کر دیجیے۔ ان کی کتاب

میری نظر سے نہیں گزری، ضرور پڑھوں گا حسبِ فرمائش کتابیں حاضر ہیں۔ رسید سے مطلع فرمایئے شکریہ۔ دوستوں کو واجبات۔

دُعا گو

مظفر وارثی

۱۔ ''گئے دنوں کا سراغ''، ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۷۰ص

28-09-2000

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

سلام و دعا۔

''نعت رنگ'' مل گیا تھا۔ چاہنے کے باوجود جواب نہ دے سکا۔ یوں سمجھ لیجیے زندگی کے مشکل ترین پلِ صراط سے گزر رہا ہوں۔ اس عمر میں سکون کی بجائے قیامتوں سے پالا پڑا ہے۔ ملاقات پر ہی بتائی جاسکتی ہیں۔ نیا گھر آپ کو مبارک ہو۔ ساری عمر سچ بولا ہے وہی سچ کتابی شکل میں مرتب کردیا۔ بس بھونچال آ گیا شدید ردِّعمل برداشت کررہا ہوں۔ یہ اُن قیامتوں کے علاوہ ہے عمر کا ہاتھی نکل گیا دُم رہ گئی ہے۔ اللہ عزت کے ساتھ دنیا سے لے جائے اتنا کڑوا اور ننگا سچ شاید ہی کسی نے لکھا ہو اور پڑھا ہو۔ ایک کے علاوہ تمام تبصرے اور مضامین مثبت آتے ہیں تعجب ہے وہاں کتاب نہیں مل رہی۔ پبلشر سے بات کروں گا مجھے پچیس کتابیں ملی تھیں یہ تو یوں نکل گئیں جیسے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ انشاء اللہ آپ کو نصف قیمت پر خرید کر ارسال کروں گا۔ دوستوں کو واجبات۔ کتاب ایک نشست میں پڑھنے کے لیے مجبور کردیتی ہے۔ نیا پتہ آپ کا لکھ لیا ہے۔

دُعا گو

مظفر وارثی

۲۶۔۱۰۔۲۰۰۰

برادرعزیز صبیح رحمانی صاحب

سلام ودعا

میرے لیے دعا کیجیے زندگی کے دشوار ترین پل صراطوں سے گذر رہا ہوں ۔سوانح چھپوا کر

حاسدوں اور دشمنوں میں بھی اضافہ کرلیا۔اللہ کرم فرما رہے میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔کچھ اور نام نہاد دوست خول سے باہر آگئے۔ پچیس کتابیں پبلشر نے دی تھیں ریوڑھیوں کی طرح بٹ گئیں جن لوگوں نے یہ اور مانگ کرتبصرے کی خاطر لیں وہ دم دبا کر بیٹھ گئے کیسے کیسے دہرے اور بزدل چہرے سامنے آئے۔جن کو میں جانتا تک نہیں انہوں نے تبصرے کا حق ادا کردیا۔گوکئی اخبارات میں دو اور سہ کالمی پانچ پانچ چھ چھ سرخیوں کے ساتھ دلیرانہ انٹرویو اور تبصرے شائع ہوئے لیکن نوائے وقت کے سنڈے ایڈیشن کے انچارج اصغرعبداللہ صاحب نے تو کمال ہی کردیا۔ابھی ان کے شکریے کا مقروض ہوں۔ ''مظفر وارثی کی شکست فاتحانہ'' بہت حقیقت افروز تبصرہ انہوں نے کیا۔میرا اتنا مطالعہ تو نہیں لیکن جتنی اب تک اس موضوع پر کتابیں پڑھیں اتنا سچ شاید ہی کسی نے بولا ہوجتنا مجھ سے سر زد ہوا۔ میرے ساتھ یقیناً میرااللہ ہے مجھے قطعاً تنہائی کا احساس نہیں جن کے چہروں سے میں نے نقابیں نوچیں وہ میرے خلاف نہایت گھٹیا تبصرے بھی کرا رہے ہیں یہاں تک کہ کسی تیغ بکف اداکار کےجسم پر میرا چہرہ لگا کر شائع کیا گیا۔میں کیا بیچتاہوں اس قوم نے تو مولانا مودودی صاحب کا چہرہ ایک رقاصہ کےجسم پر چسپاں کرکے پوسٹر شائع کرادیے تھے۔اللہ جانے کیا کیا کہا گیا شاید پہلی بار آپ سے اس طرح مخاطب ہوا..... ''گئے دنوں کا سراغ'' کے ساتھ ہی غزلوں کا مجموعہ ''تنہا تنہا گزری ہے'' شائع ہوا اور دو ہفتے بعد ایک اور ادارے سے دو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے ایک ''صاحب التاج'' [۱] دوسرا ''امّی لقبی'' [۲] ''امّی لقبی'' دراصل انتخاب ہے ایک سو ایک بہترین نعتوں کا۔ کتابیں انشاء اللہ جلد ارسال کرنے کی کوشش کروں گا ۔ غالب کی زمین میں کوئی نعت نہیں کہی۔کسی کی زمین پر قبضہ میری فطرت ہی میں نہیں۔

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات انشاء اللہ کچھ ہی عرصے بعد شاید میرا کراچی آنا ہو۔کرگل کی لڑائی نے دلّی اور بمبئی میں واجپائی کی صدارت میں ہونے والا میرا جشن خراب کردیا شاید ٹھہر کر ہو فی الحال دلّی کے کچھ احباب کراچی آکر میرے بارے میں ہم عصر لوگوں کی آراء پر مشتمل کتاب کی تقریب کرنا چاہتے ہیں۔ انڈیا کے افضل منگلوری اور واجد سحری صاحبان میرے بہترین شاگرد ہیں۔ حنیف اسعدی صاحب سے ملاقات ہوتو میرا سلام عرض کیجیے۔عزیز صاحب سے بھی ضرور سلام کہیے۔

دعا گو

مظفر وارثی

ا۔''صاحب التاج''،۲۰۰۰ء، لاہور:علم وعرفان پبلشرز،۲۸۴ص
۲۔''امّی لقبی''،۲۰۰۰ء، لاہور:علم وعرفان پبلشرز، ۲۵۱ص

۲۱۔۱۱۔۲۰۰۰

برادرعزیز صبیح رحمانی صاحب

سلام ودعا

میں اگرکسی شدید ردعمل سے متاثر ہوتا تو شاید ایک چیخ بھی زبان قلم پر نہ لاتا تبصرے کئی آئے ہیں خوشی ہے حق میں زیادہ ہیں خلاف کم ۔ابھی سفیدو سیاہ میں تمیز کرنے والوں کا قحط نہیں پڑا۔ آپ کا گھر میرے لیے شیش محل ہے اور دل سے انتہائی ممنون ہوں کہ اپنی میزبانی پیش کی ۔کیا اندر سے کیا باہر سے ،بہت غریب انسان ہوں زیادہ شرمندہ نہ کیجیے ۔یقین جانیے دل کی بات سننے والوں کو ترس گیا ہوں بڑے بڑے نام نہاد قلمکاروں نے دبنگ تبصروں کا کہہ کرکتاب مانگ کرلی لیکن اپنی مصلحتوں میں جا چھپے ۔میری ہانڈی تو گئی اُن کی ذات پہچانی گئی۔ ایک تقریب کے سلسلے میں کراچی آنا ہوگا تو کتابیں لیتا آؤں گا سوانح کے علاوہ ایک غزل کی دونعتوں کی کتابیں اور آئی ہیں۔غزلیں اورنعتیں بھی انشاء اللہ ارسال کردوں گا۔فہرست کتب ارسال ہے ۔کچھ آراء جنھیں افضل صاحب اور واجدصاحب نے چھپوایا ہے غالباً بروشر کی شکل میں ہوں گی ۔دوستوں کو واجبات۔

دعاگو

مظفر وارثی

25-12-2004

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام ودعا

آپکی خیریت بھی بہت دنوں بعد معلوم ہوئی ۔فون نمبر ہی نہیں رہائش بھی بوجوہ تبدیل ہوگئی ہے۔شوکت علی صاحب[ا] کو بتا دیجیے ورنہ وہ پریشان ہوں گے۔ڈیڑھ ماہ قبل پراسٹیٹ گلینڈ کا آپریشن کررہا تھا۔امیدمزاج بخیر ہوں گے۔

مظفر وارثی

ا۔شوکت علی (پ:۱۹۶۰ء)، مدیراعلیٰ: کتابی سلسلہ ''کاروانِ نعت'' لاہور۔

19-2-2006

محترم صبیح الدین رحمانی صاحب !

سلام ودعا۔

بمشکل تمام کتابوں کی رسید دے رہا ہوں! صاحبِ فراش ہوں رعشہ بھی ہوگیا ہے ہاتھ قابو میں نہیں ہیں آپ کا شکریہ کہ آپ خاص موقعوں پر مجھے یاد رکھتے ہیں۔ نعت کے دونوں مجموعے ملے۔ یقیناً خوب ہوں گے چونکہ اس سے پہلے بھی تمام خوب تھے۔آہستہ آہستہ پڑھوں گا پھر کہیں سیری ہوگی ۔

دعا گو

مظفر وارثی

11-03-2006

محترم صبیح رحمانی صاحب ! سلام مسنون۔

غالباً تسلیم صابری صاحب تھے جن سے آپکی وہاں موجودگی میں بات ہوئی۔ ۱۱ ؍مارچ ۲۰۰۶ء ۔۳ بجے کا وقت مقرر ہوا اور کہا گیا کہ اس سے پہلے بھی آپ کو فون کروں گا وہ تو نہ کیا ایک بات بالکل نئی کہی جس سے میں چونک پڑا فرماتے ہیں کہ پک اینڈ ڈراپ آپ کو بھی دے دیا جائے گا کیمرہ اور دیگر سامان لانا مشکل ہوگا آپ کو وہیں چلنا ہوگا جبکہ پہلے وہ کہہ چکے تھے کہ گھر پر ہی ہم سب سامان لے آئیں گے۔کردار کی یہ پھسلن مجھے پسند نہیں ، میں نے مطالبہ کردیا کہ پیسے کیا دیں گے بولے تین سال سے زائد تو مجھے نوکر ہوئے ہوگیا QTV والے دیتے کچھ نہیں ۔کیسی عجیب بات ہے؟ بہر کیف یہ بہانہ میرے کام آگیا ۔صابری صاحب کہنے لگے ''ان تمام باتوں کے باوجود'' کتنے پیسے ہوں گے میں نے کہا جو TV والے دوسرے شہروں میں پیش کرتے ہیں آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے پنڈی میں چالیس ہزار اور ہوٹل کے اخراجات سب کچھ ''سچائی'' پر قربان کردیا تھا ۔

مظفر وارثی

نوٹ: اصل صورت حال آپ تک پہنچنی ضروری تھی ۔

معین الدین عقیل، ڈاکٹر (کراچی)

16-01-1999

عزیزِ گرامی صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔

اس بار کراچی آیا تو آپ کی عنایتوں سے بھی بہرہ مند ہوا۔ قبل ازیں ''نعت رنگ'' کے اوّلین شمارے کے توسط سے آپ سے تعارف ہوا تھا، اور اس مجلّے کے موضوع اور اس کی دل کشی و جاذبیت نے حد درجہ متاثر کیا تھا، لیکن اب اس کے مزید تین شماروں اور آپ سے بذریعۂ ٹیلی فون گفتگو نے اس تاثر میں خاصا اضافہ کیا۔ محترم شفقت رضوی صاحب کے ساتھ ساتھ میں آپ کا بھی شکرگزار ہوں کہ آپ کی عنایتوں سے ''نعت رنگ'' کے مزید شماروں سے حصولِ کیف و لطف کا موقع ملا۔ آپ کا جذبہ و عشق، جو آپ کے مجلّے اور آپ کی تخلیق کردہ نعتوں کے ایک ایک لفظ سے جھلکتا ہے، انتہائی قابلِ رشک ہے۔

عزیز احسن صاحب کی مساعی بھی قابلِ ستائش و مبارک باد ہیں کہ انھوں نے آپ کی نعتوں کو ہمارے لیے یکجا کردیا۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' ہر لحاظ سے جاذبِ نظر ہے۔ عزیز احسن کا مرتبہ مجموعۂ مقالات ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' بھی اپنے عنوان کے مصداق اُردو نعت کو اس کے جدید اسالیب کے باوجود عصری ادب میں اپنا مقام دلانے میں معاون ہوگا۔

میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بہ وسیلۂ نعت کیف و لطف کے متنوع مواقع عنایت فرمائے۔ خدا کرے اب جب بھی میرا وطن آنا ہو آپ سے ضرور اور بالمشافہ ملاقات ہوسکے۔

محترم شفقت رضوی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا دیجیے اور یہ پیغام بھی کہ اگر اورنگ آباد سے کوئی صاحب رجوع فرمائیں تو ضرور توجہ فرمایئے۔

والسلام

معین الدین عقیل

☆ڈاکٹر معین الدین عقیل (پ: ۱۹۴۶ء)، محقق، مورخ، نقاد، پروفیسر و صدر، شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، ڈین فیکلٹی اوف لینگویجز اینڈ لٹریچر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد؛ پروفیسر و صدر: شعبۂ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔ چند کتب کے نام: ''تحریک آزادی میں اردو کا حصہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''نوادراتِ

ادب''، ''پاکستانی غزل: تشکیلی دور کے رویے اور رجحانات''، ''امیر خسرو فرد اور تاریخ''، ''پاکستان میں اردو ادب: محرکات و رجحانات کا تشکیلی جائزہ''، ''تحریک پاکستان کا تعلیمی پس منظر''، ''تحریک آزادی اور مملکت حیدرآباد''، ''اقبال اور جدید دنیائے اسلام: مسائل، افکار اور تحریکات''، ''اخلاقی تعلیم''، ''دکن اور ایران: سلطنت بہمنیہ اور ایران کے علمی و تمدنی روابط''، ''مسلمانوں کی جدوجہد آزادی: مسائل، افکار اور تحریک''، ''تحریک پاکستان اور مولانا مودودی''، ''پاکستان میں اردو تحقیق۔ موضوعات اور معیار''۔ حال ہی میں علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں شہنشاہِ جاپان کی جانب سے آپ کو اعلیٰ ترین سول ایوارڈ
ORDER OF THE RISING SUN دیا گیا ہے۔

۲۸/فروری ۲۰۰۵ء

بارہا آپ کی محبتوں اور عنایتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں کہ اب آپ نے 'نعت رنگ' کے شمارہ ۱۷ سے لطف اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ بے حد شکرگزار رہوں گا۔ 'نعت رنگ' کا آغاز.... سامنے کی بات ہے، پھر ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ مطبوعات بھی نظر سے گزرتی رہی ہیں۔ لیکن اب جو 'نعت رنگ' کو دیکھتا ہوں تو حیرت و مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ آپ نے صرف اپنے رسالے ہی کو نہیں، اس کے وسیلے سے اپنے سلیقے و محنت اور تزئین و اہتمام سے خود نعت کو اب کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں، یاد کرتا ہوں کہ دو تین دہائیوں قبل تک نعت کو اس حسن اور دل نشینی کے ساتھ کوئی کہاں پیش کرتا تھا۔ بطورِ صنف، بڑی سست روی سے جیسے جیسے یہ ارتقا پزیر تھی، لیکن آپ نے 'نعت رنگ' کو کس قدر تیزتر، وسیع تر اور جاذبیت و قبولیتِ عام سے اسے ہم کنار کردیا ہے! اب یہ تو ایک مستقل صنفِ سخن اس طرح بن گئی ہے کہ اس نے محض تخلیق کی حدود میں اپنے آپ کو اب قید نہیں رکھا ہے۔ تجزیہ و تنقید، بلکہ تحقیق کے وسیلے سے متعدد نئے آفاق اس نے تلاش کر لیے ہیں اور ہمارے ادب کی مستقل اصناف کی طرح اور 'دامنِ دل می کشد کی جا ایں جاست' کے مصداق، جذبہ و عقیدت کی نئی جہات کو تخلیقی وسعت، گہرائی، پختگی اور رنگینی عطا کر رہی ہے۔ یہ مبالغہ نہیں، کہ یہ سب آپ کی تنِ تنہا محنت اور جاں فشانی اور سلیقہ و حسن کاری کے باعث ممکن ہوا ہے۔

میری جانب سے اس سعادت و خدمت پر مبارک باد قبول فرمائیے۔

معین الدین عقیل

۱۰/فروری ۲۰۰۶ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

''نعت رنگ'' کا خصوصی شمارہ احمد رضا خان بریلوی نمبر موصول ہوا۔ اس لطفِ خاص اور محبت وعنایت کا شکرگزار ہوں۔ بالاستعیاب دیکھا، پڑھا اور عَش عَش کیا۔ آپ کی لگن، جستجو اور محنت و سلیقے پر حسنِ ذوق اور حسنِ اظہار ہر دو میں بے مثل و یادگار رہے گا۔ غالبًا مولانا احمد رضا خاںؒ اور ان کی نعت گوئی اور اثرات کو اس اہتمام سے اب تک کسی نے نہ موضوع بنایا ہوگا نہ کسی سے اس طرح حق ادا ہوا ہوگا۔

مبارک باد بھی قبول کیجیے۔ اس سعادت پر جو آپ ''نعت رنگ'' سے اور نعت کے میدان میں حاصل کررہے ہیں۔ واجبات کے ساتھ

پس نوشت:

اندازہ ہوا کہ ''نعت رنگ'' آپ کے حوصلوں کی بلندی کے باوجود آپ کی وسعت کے لیے خود آپ کو محدودِ نظر آرہا ہے۔ ''سفیرِ نعت'' [۱] یقیناً آپ کی توجہ، سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے باوصف حصولِ منزل میں آپ کی توقعات پر ضرور پورا اُترے گا۔ اس کا پانچواں شمارہ پہلی بار مطالعے میں آیا۔ اس میں آپ کی موجودگی صاف نمایاں ہے۔

معین الدین عقیل

۱۔کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' کراچی، مرتب: آفتاب کریمی

یکم اکتوبر ۲۰۱۲ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب

آپ کے ارشاد پر ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کی تحریری رسید منسلک ہے ملاحظہ فرمایئے۔ یوں ہی سرورق پر نظر پڑی تو مجلس مشاورت میں اس عاجز کا نام لکھا دیکھا، بے حد شکریہ کہ میں گناہ گار اور عاجز اس لائق کہاں کہ اس مجلس میں شامل ہوسکوں۔ پھر ایک محلِ نظر بات یہ بھی کھٹکی کہ اس فہرست میں ناموں کی ترتیب کو کسی جواز (بہ اعتبارِ حرفِ تہجی یا بہ اعتبارِ حفظِ مراتب یا ملکی و غیر ملکی) کے تحت ہونا چاہیے تھا۔ محترم ریاض مجید[۱] اور گوہر ملسیانی کا نام نیچے ہے، جب کہ ہر اعتبار سے میرا نام ان دونوں

کے نیچے ہونا چاہیے تھا۔ ریاض مجید کا نام ان کے شاگرد شبیر احمد قادری کے بھی نیچے ہے۔ عمر میں بھی وہ اور ساتھ ہی گوہر ملسیانی ہم سب سے بزرگ ہی ہیں ۔

ایسے امور اخلاقی لحاظ سے ہماری تہذیب میں محلِ نظر ہوتے ہیں۔

اس جملۂ معترضہ کے لیے معذرت۔

والسلام

عقیل

ا۔ڈاکٹر ریاض مجید (۱۹۴۲ء)، نام: ریاض الحق، تخلص: مجید، پروفیسر گورنمنٹ کالج فیصل آباد، تصانیف: ''اردو میں نعت گوئی'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ) ''پس منظر''، ''گزرتے وقتوں کی عبادت''، ''نئی آوازیں'' (مرتب)، رفتان میں ایک شام'' (مرتب)، ''انتخاب روشنی'' (مرتب)، ''خاک''، ''حی علی الثناء'' (پنجابی زبان میں نعتیں)، ''اللھم صل علی محمدؐ'' (نعت و منقبت)، ''سیدنا محمدؐ'' (نعت)، ''اللھم بارک علیٰ محمدؐ''، (نعت)۔ اعزاز: ''حی علی الثناء'' کو ۱۹۹۱ء میں اور ''اللھم صل علی محمدؐ'' کو ۱۹۹۴ء میں صدارتی سیرت ایوارڈ دیا گیا۔

عزیزِ گرامی صبیح رحمانی صاحب

السلام علیکم

آپ کی تازہ عنایت کے سبب ''نعت رنگ'' کا شمارہ بابت اگست ۲۰۱۲ء[۱] ہمدست ہوا۔ بے حد ممنون رہتا ہوں کہ آپ اپنی ایسی عنایات اور محبتوں سے مستقل نوازتے رہتے ہیں ۔آپ کی محبت اور اس تحفے کی تقدیس و برکت سے سرشاری کا احساس اس وقت تک طاری رہتا ہے جب تک اگلی عنایتوں سے سرفراز نہیں ہوجاتا۔ پھر ان کا تاثر اس پر پرایزاد رہتا ہے ۔ یہ مجلّہ اب ، بلکہ ایک آغاز ہی سے ،اپنے مشمولات کے تنوع اور دل کشی کے باعث محض ایک رسالہ ہی نہیں ایک دنیائے کیف وسرور اور عقیدت ومؤدت ہوتا ہے جس کا رشتہ راست ہم سب کی روح اور حواس دونوں سے قائم وبرقرار ہے۔ اس کے تنوع میں یہ سب کچھ ہے اور ساتھ ہی افادیت بھی اپنی جگہ بے پناہ ۔مقالات جائزے ومطالعے ہر دو پر مشتمل ہوتے ہیں اور پھر ان میں اکثر معلومات بھی قاری کو اپنی دنیا میں سمیٹے رکھتی ہیں۔

زیرِ نظر شمارہ اپنے روایتی مشمولات وعنوانات کے ساتھ ساتھ میرے لئے بعض مقالات کے

باعث بے حد پرکشش رہا۔بعض عنوانات خاصے پرکشش اور جاذب توجہ ہیں اور ان کے موضوعات کا انتخاب بجائے خود مقالہ نگاروں کی وسعتِ مطالعہ اور جذبہ وعقیدت کے انفرادی زاویۂ نظر کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال،ساجد صدیق نظامی اور قیصر نجفی کے مقالات نئی جہات اور نئے موضوعات سے متعارف کرانے کا سبب ہیں اور اپنے موضوعات کے لحاظ سے مطالعے کے نئے زاویوں کی دعوت بھی دیتے ہیں ۔ڈاکٹر رفاقت علی شاہد اور یحییٰ نشیط صاحب کے مقالات معلومات سے لبریز ہیں اور یقیناً آپ کے تمام قارئین کے لئے اپنی معلومات کے باوصف انتہائی مفید بھی ہیں ۔ گوہر ملسیانی صاحب نے ایک نمائندہ رسالے''سیارہ'' کی فروغِ نعت میں خدمات کا جائزہ لیا ہے جو نعت کی تاریخ کو متعین کرنے میں معاون ہوگا۔ اس سلسلۂ مطالعات کو بڑھانا چاہیے اور دیگر نمائندہ اور خصوصاً قدیم رسائل کی ایسی ہی خدمات کا تعین کیا جانا چاہیے جنھیں شاید ہم بھولتے جا رہے ہیں۔ایسی خدمات کے تعین سے تاریخِ نعت گوئی کے خلأ پرُ ہوتے رہیں گے۔ڈاکٹر سہیل شفیق کا مقالہ بے حد فکر انگیز ہے اور مطالعے کے لئے ایسے ہی دیگر موضوعات کے انتخاب کی دعوت بھی ہے کہ نعت کا مطالعہ فقط روایتی موضوعات کے تحت ہی نہیں کیا جانا چاہیے،موضوعات اور بھی ہیں۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے غضب کیا۔ایک ایسے مجموعۂ نعت یا انتخاب سے متعارف کرایا جس کے بارے میں کتنے لوگ کچھ جانتے ہوں گے ۔ یہ اور ڈاکٹر رفاقت علی شاہد صاحب کے مقالات آپ کے اس شمارے کے بے حد قیمتی اور معلوماتی مقالے ہیں جو اردو نعت نگاری کے ارتقائی مطالعے اور اس کی تاریخ نویسی میں بھی بہت معاون ثابت ہوں گے ۔

دراصل رسالہ یا مجلّہ نکالنا ایک عمومی دل چسپی کا عمل بھی ہے لیکن جو اپنے موضوع یا موضوعات میں اضافے ،اس کے وقار کی بلندی اور اپنے موضوع کی روایت کو فروغ دینے کے باعث بنے،ایسا مجلّہ ہی تاریخ میں یادگار رہتا ہے اور اپنی جگہ فرضِ کفایہ ادا کرتا ہے۔آپ نے 'نعت' کے زمرے میں ایسی مثال قائم کردی ہے جو یقین ہے کہ آپ کی ایسی ہی محنت ولگن اور کوشش وجستجو سے مزید فروغ پائے گی اور آئندہ اس نوعیت کے رسائل کے لئے ایک نمونے اور معیار کا کام دے گی۔

واجبات کے ساتھ،والسلام

عقیل

ا۔شمارہ ۲۳، ۶۴۰ص

❁

مقصود احمد تبسم (دبئی)

مدحتِ مقصود کائنات لکھنا، پڑھنا سننا، اور اس میں گم رہنا یہ سب خوش بختی اور نعمت ہے۔
نعت رنگ کے شماروں کا ایک عرصے سے مطالعہ کررہا ہوں مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پہلی بار مجھ جیسے کم علم کی لکھی ہوئی نعت شائع ہوئی تو قرطاسِ ذہن پر ایک سوال ابھرا کہ آیا نعتِ سرور کا مقام بلند ہے یا شاعر کا؟ وجدان نے جواب دیا جس صاحبِ عزو علا کی نعت لکھتے ہو اس سے بڑھ کر عالی مرتبت اور کون ہے؟ جو بعد از خدا سب سے زیادہ بزرگ اور عظیم و برتر ہے اس کی شان میں لکھی جانے والی نعت پہلے افضل ہے شاعر بعد میں۔ حقیقت کیا ہے؟ دراصل نعت افضل ہے۔ اور نعت لکھنے کا صدقہ، لکھنے والے کا بھی نام ہوجاتا ہے۔ ''نعت رنگ'' کے شماروں میں نعت کے اوپر درمیان میں جہاں نعتیہ اشعار کا کوئی عنوان درج ہونا چاہیے یا مدحتِ سرورِ کائنات یا نعتِ رسولِ مقبول ﷺ لکھا جانا چاہیے، وہاں سب سے اوپر نعت پر شاعر کا نام جلی حروف میں لکھا جاتا ہے اور نعت کا عنوان یا تو لکھا ہی نہیں جاتا یا پھر شاعر کے نام کے نیچے۔ جیسا کہ مجھ ناچیز کا نام مقصود احمد تبسم موٹے حروف میں سب سے اوپر لکھا گیا ہے اور نعت کا عنوان نعلین محمد اور درود شریف ﷺ چھوٹے سے حروف میں میرے نام کے نیچے لکھا گیا ہے۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ نعت شریف کے اوپر درمیان میں نعت کا عنوان یا نعت شریف یا مدحت سرورِ کونین یا اسی نعت کا کوئی خوب صورت مصرع بطور عنوان لکھ دیا جائے اور شاعر کا نام نعت شریف کے آخر میں نیچے لکھا جائے یا کم از کم عنوان کے بائیں جانب تھوڑا نیچے لکھا جائے۔ چوں کہ ''نعت رنگ'' میں نعت اور اس کے ادب کے گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، یہ پہلو بھی ایک ادب اور عقیدت کا پہلو ہے۔ امید ہے آپ توجہ فرمائیں گے۔

مقصود احمد تبسم

☆مقصود احمد تبسم (پ: ۱۹۵۵ء)، شاعر، ادیب۔

ملک الظفر سہسرامی (سہسرام، انڈیا)

30-10-99

سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

آج سفر سے واپس لوٹا ہوں تو آپ کا محبت نامہ نظر نواز ہوا۔ عنایتوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

''الکوثر'' کا تازہ شمارہ آپ کو موصول ہوگیا آپ نے از راہ ادب نوازی متعلقہ افراد کی کاپیاں بھی ان تک روانہ فرمادیں۔ **فجزاک اللّٰہ تعالیٰ خیراً**

آپ کے اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ شمارہ نمبر۳ آپ کو نہیں مل سکا جب کہ حقیقت ہے کہ مذکورہ شمارہ آپ کی خاص دلچسپی کا موضوع لیے ہوا تھا۔ بہرحال حسبِ اطلاع ایک کاپی سپردِ ڈاک کررہا ہوں۔ اگر زحمت نہ ہو تو وصولیابی کے بعد اطلاع فرمادیں۔ نیز شمارہ نمبر۳، نمبر۴ پر اپنے گراں قدر تاثرات سے شاد کام فرمائیں۔

یہ اقبال غارت گرملت کی عکسی کاپی بھی روانہ کررہا ہوں اس سلسلے میں کچھ اصحاب فکر وقلم سے ضرور لکھوایئے تاکہ انور شیخ[۱] جیسے دریدہ دہن کی دہن دوزی ہوسکے۔ تازہ شمارے کی تقدیم میں ساقی فاروقی[۲] کی اس بے ہودہ نظم کو میں نے موضوع بحث بنایا ہے جس کو بریڈفورڈ سے شائع ہونے والے جریدے ڈراوی نے شائع کیا ہے۔ اس پر بھی بحث ہونی چاہیے تاکہ شو گوئی کی پاکیزہ روایات کی پامالی کی جرأت بھی کسی دریدہ دہن کے اندر پیدا نہ ہوسکے۔

آپ کی دونوں خواہشات کی تکمیل کی سعی وجہد کی بھرپور کوشش کروں گا۔ ہفتہ عشرہ میں آپ کی کتاب پر اپنے تاثرات روانہ کررہا ہوں۔ اگر ممکن ہوا تو فیکس کا سہارا لے لوں گا۔ البتہ دوسری خواہش کی تکمیل کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے میں یہاں کچھ قلم کار حضرات سے اس موضوع پر لکھوا رہا ہوں۔ آپ بھی وہاں کے اگر آپ تعاون فرما رہے ہوں تو جواب دیجیے اعلان شائع کرادوں۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲ میں شائع شدہ ایک مضمون کے تعلق سے عمل سرقہ کی نشان دہی کر چکا ہوں۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کو شامل فرمائیں گے۔

جواب کا منتظر

ملک الظفر سہسرامی

☆ملک الظفر سہسرامی، مدیر: ''الکوثر''، سہسرام

ا۔ انور شیخ (پ:۱۹۲۸ء)، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، مدیر: ''Liberty'' (لندن)۔

۳۔ساقی فاروقی (پ:۱۹۳۶ء)، نام: قاضی محمد شمشاد نبی فاروقی ،تخلص: ساقی،شاعر و ادیب، مدیر: ''نوائے کراچی'' (۱۹۵۹ء)، تصانیف: ''پیاس کا صحرا''، ''رادار''، ''بہرام کی واپسی''(شعری مجموعہ)،''حاجی بھائی پانی والا''، ''زندہ پانی سچا''، ''بازگشت و بازیافت''، ''ہدایت نامۂ شاعر'' (تنقیدی مضامین)،''رازوں سے بھرا بستہ'' (منتخب نظمیں)،''Nailing Dark Storms'' (انگریزی نظموں کا مجموعہ)۔

16-02-2001

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ!

سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب

کل ہی محترم ظفر اقبال ظفر کی وساطت سے محترم سیّد معراج جامی صاحب کا نوازش نامہ چند اصحابِ محبت کی نعتیہ نگارشات کے ساتھ موصول ہوا۔ آج انھیں بھی جواب لکھا ہے۔ آپ کو بھی خط لکھنے کے ارادے سے بیٹھا تھا کہ ڈاک میں آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ یہ جان کر مسرت ہوئی کہ محترم عزیزاحسن صاحب پاکستان میں نعت گوئی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یقیناً اپنے عنوان پر یہ ایک اچھوتی تحریر ہوگی۔ ظفر اقبال صاحب نے بھی مطلع کیا ہے کہ ایک ہفتے میں محترمہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کا مقالہ موصول ہونے کی اُمید ہے۔ آپ نے نعتیہ نگارشات کے تعلق سے جو مشورہ عنایت فرمایا وہ صائب ہے۔تاہم کچھ اہم لوگوں کی نگارشات ضرور روانہ فرمائیے۔ مزید ''نعت رنگ'' شمارہ نمبرا تا ۵ سے بھی نوازیے۔ سیّد معراج صاحب کی وساطت سے چند اربابِ محبت سے مقالے کے لیے درخواست گزار ہو رہا ہوں، مثلاً سیّد ابوالخیرکشفی، پروفیسر سحرانصاری، ڈاکٹر اسحاق قریشی، پروفیسر عاصی کرنالی، مشفق خواجہ، حفیظ تائب صاحبان۔ اگر آپ بھی ان حضرات کو ریمائنڈر دے دیں تو جلد کام نکل آنے کی توقع ہے۔ غیرمرتب طور پر کمپوزنگ کا کام شروع کرا چکا ہوں۔ رسالے کے سائز سے ہٹ کر کتابی سائز میں کتابت ہورہی ہے۔ ابھی تو کام کا آغاز ہوا ہے۔ چوں کہ تمام مضامین کو ایک مرتبہ گہری نظر سے گزارنا بھی ضروری تھا۔ ان تمام مصروفیات کے علاوہ ادارے کی مصروفیات کے سبب عام شمارہ بھی وقت پر منظرعام پر نہیں آ سکا۔ مشترکہ شمارہ جلد ہی منظرعام پر آنے والا ہے۔''نعت رنگ'' کا اشتہار لگا

دیا گیا ہے۔ اُمید کہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۱ میں ''الکوثر'' کے نعت نمبر کا اعلان شامل ہوگا۔ محترم ظہیر غازی پوری صاحب آپ کے خلوص ومحبت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ کی فرمائش کی تکمیل کے سلسلے میں مواد کی فراہمی میں ازحد دلچسپی لے رہے ہیں۔ کل وقتی ادیب ہیں کام کرنے کا انداز بھی بہتر ہے۔ یہ نعت کے فنی لوازمات، یہ مقالہ انھوں نے آپ کے پاس بھی روانہ کیا ہے اس کی اطلاع انھوں نے مجھے دی ہے۔ حسب الحکم دونوں خطوط متعلق اصحاب تک پوسٹ کردیے گئے۔

ایک لفافہ آپ پوسٹ فرمانے کی زحمت فرمالیں۔

ملک الظفر سہسرامی

26-07-2001

گرامی قدر ومحترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ واخلاصہ!

ہدیۂ سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

''نعت رنگ' شمارہ نمبر۱۱ کی وصول یابی کی اطلاع دے چکے ہوں۔ محترم راجہ رشید محمود صاحب کے مقالے کی وصول یابی سے بھی آپ کو مطلع کرچکا ہوں۔ ''سفیرِنعت'' کا صبیح رحمانی نمبر بھی موصول ہوچکا ہے، مکمل مطالعہ کرچکا ہوں۔ ایک نوجوان نعت گو شاعر کے لیے اساطین ادب کا خراجِ تحسین جہاں آپ کے فن کے اعلیٰ معیار کا پتا دیتا ہے۔ وہیں آپ کے جذبۂ عشق رسول اللہﷺ کے شرفِ قبول کا بھی اشارہ ملتا ہے:

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اور لاریب یہ سب کچھ صدقہ ہے اسی چراغِ نسبت کا جو آپ کے طاق جاں میں جل رہا ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری کے دامن میں نئی لفظیات جدید تراکیب اور خوب صورت استعاروں کے جو گل بوئے کھلائے ہیں۔ اس کی قدرشناس جوہریوں نے اس کی خوب خوب پزیرائی فرمائی ہے۔ آفتاب کریمی صاحب قابل صد مبارک باد ہیں کہ انھوں نے ''سفیرِنعت'' کے شمارۂ اوّل کو نعت کے ہمہ جہت خادم کے نام منسوب کرکے اپنی فراخ دلی کا ثبوت پیش کیا ہے اور ایک بار پھر یہ باور کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے کہ فن کار کے قد کا تعین فن کے تناظر میں ہونا چاہیے جب کہ یہ ایک عام روش ہے کہ فن کار کے قد سے فن کو ناپا جاتا ہے۔ دہلی سے واپس لوٹا ہوں تو آپ کے دونوں خطوط ایک ساتھ نظرنواز ہوئے۔ ''الکوثر'' کے نعت نمبر کے تعلق سے آپ کی حد درجہ دلچسپی مجھ جیسے

بے بضاعت کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہو رہی ہے۔ آپ نے ذاتی طور پر نہ صرف یہ کہ پاکستان کے معتبر قلم کاروں سے اس کے لیے مقالات حاصل کیے بلکہ خصوصی توجہات کے ساتھ انھیں مجھ تک روانہ بھی فرمایا۔ یہ تمام باتیں اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ صنف نعت کے تعلق سے آپ کے سینے میں ایک حساس دل ہے اور آپ کا ہر تار نفس اس مقدس صنف سخن کے لیے وقف ہو چکا ہے رب قدیر آپ کے پاکیزہ جذبات کا خوب سے خوب تر صلہ عطا فرمائے۔ نعت نمبر کی کتابت شروع ہو چکی ہے اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ماہِ ستمبر ۲۰۰۱ء میں مکمل ہوجائے۔ اب تک ان موضوعات پر اہلِ قلم کی نگارشات موصول ہوچکی ہیں۔

نعتیہ شاعری اور تنقیدی روایات، نعت کے موضوعات، ایں رہ نعت ست نہ صحرا، فروغِ نعت میں خانقاہوں کا کردار، فروغِ نعت میں خانقاہوں کی خدمت، نعت اور شریعت، نعت اور شعریت، نعت کا ادبی مقام، نعت بحیثیت صنف سخن، نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں، دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور نعتیں، صحابہ کی نعت گوئی کا امتیازی وصف، نعتیہ شاعری اور غیرمحتاط رویہ، سہسرام کا دبستانِ نعت، اردو نعت کا صنفی و ہیئتی مکالمہ، اولیاتِ نعت تقریباً ۳۵ مقالات کتابت کی منزل سے گزر رہے ہیں۔ قلم کاروں میں یہ لوگ ہیں۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، سیّد رفیع الدین اشفاق، پروفیسر رؤف خیر، پروفیسر فاروق صدیقی، پروفیسر سیّد رافق زماں، پروفیسر سیّد حسین الحق، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر ممتاز احمد، پروفیسر عرفان بجنوری، مولانا کوکب نورانی، مولانا منشا تابش قصوری، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، عزیزاحسن صاحب، رشید وارثی صاحب، راجا رشید محمود صاحب، عبدالقوی ضیا، پروفیسر اقبال جاوید، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، پروفیسر علیم اللہ حامی، ڈاکٹر اسماعیل آزاد، علقمہ شبلی، ابراہیم اشک، ڈاکٹر قریشہ، ڈاکٹر شکیلہ، ڈاکٹر سراج احمد، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر منصور عالم، ڈاکٹر محفوظ الحسن وغیرہ۔ پاکستان کے محترم سیّد ابوالخیر کشفی صاحب، محترم مشفق خواجہ صاحب، محترم ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب، حفیظ تائب صاحب، محترم عاصی کرنالی صاحب، محترم اسحاق قریشی صاحب جیسے اساطین ادب کی بارگاہ میں آپ کی معتبر وساطت کے ذریعے سعی آخر کے طور پر نیازمندانہ حاضر ہوں۔ میرا یہ سفر اس یقین کے اُجالے میں ہے۔ شاہاں چہ عجب گو بنوازند گدا را۔ ہم تو بارگاہِ نبوی ﷺ کے خوشہ چیں غلاموں کے غلام ہیں اور اس شرف غلامی پر ہمیں بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ کیوں کہ یہی سرمایہ تو ہمارے لیے دارین میں وسیلۂ فلاح و نجات ہے۔ رب قدیر ہماری ان کاوشوں کو شرفِ قبول سے نواز دے۔ زبیر قادری صاحب نے آپ کے تعلق سے اپنے عمدہ قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے یوں تو فقیر کو آپ کی ذات سے حسن ظن تھا ہی

مزید اس حسن ظن کو موصوف کی تحریر نے حسن یقین میں بدل دیا۔ ان شاء المولیٰ ''والکوثر'' کا نعت نمبر اس سال کے آخر تک منظرعام پر آجائے گا۔ پاکستان کے ایک صاحب جناب شبیر احمد قادری صاحب نے اپنی تحقیق کے تعلق سے تفصیلات روانہ فرمائی ہیں۔ موصوف حافظ لدھیانوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیق کر رہے ہیں۔ وہاں کے دیگر جامعات میں اس موضوع پر تحقیقات کے تعلق سے آپ کو زحمت فرمانی ہوگی یا تو وہاں کے مقامی اخبارات میں اعلان شائع کروا کر تمام تفصیلات اپنے یہاں جمع فرمالیں اور پھر مجھے روانہ فرما دیں۔ یا پھر براہِ راست جامعات کو خطوط لکھے جائیں اور ان سے درخواست کی جائے کہ اس موضوع پر تحقیقات کی تفصیلات سے مطلع فرمائیں۔ مؤخرالذکر صورت بہتر اور آسان ہے۔ اس میں آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن نعتیہ شاعری پر ہونے والے کام سے آپ کی دلچسپیوں کا جو خوش گوار سلسلہ ہے اس کے پیش نظر مجھے یقین ہے کہ آپ اس راہ میں بھی میری معاونت فرما کر مشکور ہوں گے۔

محترم راجہ رشید محمود صاحب نے ماہ نامہ ''نعت'' کی فائل میری درخواست پر روانہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔ دو سیٹ ہیں، ایک فقیر کے لیے دوسرا خدابخش لائبریری کے لیے، لیکن کسی معتبر وسیلے سے کیا میں انھیں لکھ دوں کہ وہ آپ کی خدمت میں روانہ فرمادیں اور پھر آپ کسی معتبر آنے والے کی معرفت یا پھر ''نعت رنگ'' کی آئندہ اشاعت کی ترسیل میں اس کو شامل فرما لیں۔ اُمید کہ جواب سے نوازیں گے۔ اس وقت نعتیہ شاعری پر دو تین مقالات زیرِقلم ہیں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میرا مضمون آپ کو مل گیا۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

15-04-2002

گرامی قدر محترم سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ!

سلام مسنون۔ خیریت طرفین نیک مطلوب۔

''نعت رنگ''، شمارہ نمبر۱۲ اور اس کے ساتھ آپ کی دیگر عنایتوں کی وصول یابی کے بعد اطلاعی عریضہ حاضر کر چکا ہوں۔ اُمید کہ موصول ہوا ہوگا اس طرف ہند و پاک کے درمیان سیاسی ماحول کافی گرم رہا نتیجہ یہ ہوا کہ آمد و رفت رسل و رسائل سب بند ہوگئے۔ اس طرف چند رسائل پاکستان سے آئے جن میں دنیا نعت کا شمارہ نمبرا بھی تھا تو نااُمیدی کے بادل چھٹے۔ نعت نمبر کی کتابت مکمل ہوچکی ہے اب ترتیب وتہذیب کا کام چل رہا ہے۔ تقریباً پانچ سوصفحات پر مشتمل یہ گراں قدر نمبر یقیناً آپ

کی زندہ تحریک کا واضح اور بین ثبوت ہے۔نعتیہ ادب کے فروغ میں آپ کی سعی و جہد یقیناً مثالی ہیں۔ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۲ میں ہیچ مداں کے مطبوعہ مضمون [۱]میں چند جگہوں پر کتابت کی غلطی در آئی ہے۔ اس معیاری جریدے کے باوقار قارئین نے ازخود اصلاح فرما لی ہوگی۔ تاہم ایک جملے کی اصلاح ضروری ہے۔ ہندوستان میں نعتیہ شاعری کی ابتدا کے تعلق سے جو گفتگو کی گئی ہے اس میں اردو نعتیہ شاعری کی بات آ گئی ہے جب کہ اسے مطلق نعتیہ شاعری ہونا چاہیے۔

''نعت رنگ'' اب نہ صرف ہر کوچک ہند و پاک میں اپنی شان دار و بے مثال فتوحات کے پرچم نصب کر چکا ہے بلکہ اس کی زلف گرہ گیر کے اسیروں میں دنیا میں پائے جانے والے تمام شائقین اردو شامل ہیں۔ رب قدیر آپ کی کاوشوں کو آپ کے لیے وسیلۂ نجات فرمائے۔ نعتیہ شاعری اب موضوع بحث بن چکی ہے۔ اونچے طبقے میں بھی اس سلسلے میں بازگشت سنائی دینے لگی ہے وہ دن دُور نہیں کہ اردو ادب میں یہ اپنا مقام متعین کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ ایک مضمون و نعت اور آداب نعت منسلک ہے اس سلسلے میں وصول لیابی کے بعد اپنی رائے سے گزاریے۔ اگر ممکن ہو شمارہ نمبر۱۳ میں شامل کرلیا جائے۔ اُمید کہ آپ مع متعلقین و احباب بعافیت تمام ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

۱۔''تقاضائے نعت''، ش۱۲، ص ۱۱۷۔۱۳۶

16-08-2003

محبّ گرامی قدر محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

ہدیۂ سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۵ کے ساتھ مجلّہ ''سفیرِ نعت'' محترم سیّدابوالخیر کشفی صاحب کی گراں مایہ تصنیف ''نعت اور تنقیدِ نعت'' جناب عزیز احسن کی تنقیدی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں''اور ''راہِ نجات'' کا نعت نمبر موصول ہوئے۔نعتیہ ادب پر یوں تو انفرادی نوعیت کا کام ہو ہی رہا تھا لیکن سفر شعر کے تعین کے ساتھ اجتماعی شعور کی کمی تھی۔ الحمدللہ ''نعت رنگ'' کے اربابِ فکر نے نعت شناسوں کا ایک

قافلہ تیار کیا جو فکر وفن کے گل بوٹے سے نعتیہ ادب کے دبستان کی آرائش و زیبائش میں مستقل مصروف سفر ہے۔ حضرت مولانا کوکب نورانی زیدکرمہ کی کتاب ''نعت اور آدابِ نعت'' بھی زبیر احمد قادری کی وساطت سے موصول ہوئی تھی۔ جس پر تبصرہ تحریر کرکے آپ کو بھیج چکا ہوں۔ اُمید کہ موصول ہوا ہوگا لیکن آپ نے اور نہ ہی حضرت مولانا موصوف نے اس کی وصول یابی کی اطلاع تحریر فرمائی۔ ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' پر ایک جائزہ سپردِقلم ہوگیا سو آپ کی نذر ہے۔ اگر ''نعت رنگ'' کے مزاج و منہاج پر پورے اُترے تو شائع فرما دیں۔ بصورتِ دیگر اسے عزیزاحسن صاحب کے حوالے فرما دیں۔ ان دنوں ذہنی طور پر بہت پراگندہ ہوں۔ گزشتہ دنوں ہمارے ادارے کا ایک نوخیز بچہ مسلم رضا پانی میں ڈوب کر جاں بحق ہوگیا.......اس حادثے کے بعد ذہن وفکر ایک قسم کے تعطل کا شکار ہے۔ اگر ذہنی طور پر درست ہوگیا تو باقی کتابوں پر بھی تبصرہ لکھوں گا۔ اُمید کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔ نعت نمبر کے لیے ذہنی آسودگی میسر نہیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ اُمید کہ ''جامِ نور'' آپ کے پاس پہنچ رہا ہوگا۔ احباب سے سلام کہہ دیں رسید کا انتظار رہے گا۔

پس نوشت: ایک لفافہ پوسٹ کرنے کی زحمت دے رہا ہوں۔ شکریہ

ملک الظفر سہسرامی

گرامی قدر مخلص و کرم فرما جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

۲۴رستمبر اور پھر ۲۶رستمبر کو دو عنایت نامے نظرنواز ہوئے۔ ایک میں پروفیسر افضال کا غیرمطبوعہ اور محترم عزیزاحسن کا مطبوعہ مقالہ آپ کی پُرخلوص تحریر کے ساتھ تھا۔ ۲۶رستمبر کو محترم رشید وارثی صاحب کا مقالہ آپ کی مختصر سی تحریر کے ساتھ تھا۔ سارے مضامین بہتر اور قابل قدر ہیں۔ معیاری اور فن کار حضرات کے فن پر اظہارِ سخن کی مجال مجھ جیسے ہیچ مداں کو کہاں حاصل۔ الحمدللہ ہندوستان میں اس اعلان کی بازگشت بہت دُور تک ہے۔ حلقۂ علم و ادب میں اس کا پرتپاک خیرمقدم کیا جارہا ہے۔ مجوزہ عنوانات کے علاوہ کچھ نئے عنوانات سامنے آئے ہیں، مثلاً ''نعتیہ شاعری میں خواتین کا کردار''، ''وصالِ سرکار پر صحابہ کی مرثیہ گوئی'' اور ''ہند و پاک کی نعتیہ شاعری کا تقابلی مطالعہ'' آخرالذکر پر تو مقالہ

ایک ہندوستانی قلم کار لکھ رہے ہیں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اس پر کسی پاکستانی قلم کار سے بھی لکھوایا جائے تاکہ تقابلی مطالعے میں توازن رہ سکے۔ ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' پر ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری لکھ رہے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ پاکستان کے بھی کسی بہت بے باک قلم کار سے مقالہ لکھوا کر اس عنوان سے مکمل انصاف کیا جاسکے۔

پروفیسر افضال کا مقالہ پڑھنے کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے آپ کی ہمہ جہت خدمات سے متعارف ہوسکا اور انھوں نے اپنے مقالے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مبنی بر صداقت ہے۔ جس کا کچھ مشاہدہ تو اس فقیر کو بھی ہے۔ اس طرف آپ کی طویل خاموشی تو میرے لیے سوہاں روح بنی ہوئی تھی کہ ''نعت نمبر'' کی تحریک کا جادو جگا کر خاموشی کی ایسی چادر تانی کہ دُور دُور تک سناٹا تھا۔ لیکن اب آپ کو بیدار دیکھ کر احساسِ ہوچلا ہے کہ آپ حساس ہی نہیں احساس گر بھی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ''الکوثر'' کے نعت نمبر کے محرک اوّل آپ ٹھہرے بعد میں کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس تحریک کو ہوا دی۔ لیکن اوّلیت کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ محترم عزیزاحسن صاحب سے بعد سلام شوق مقالے کی دوبارہ درخواست کردی جائے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، پروفیسر عاصی کرنالی، پروفیسر سحرانصاری، مشفق خواجہ، حفیظ تائب، سیّد ابوالخیرکشفی، راجہ رشید محمود، ڈاکٹر اسحاق قریشی (وائس چانسلرمحی الدین اسلامی یونی ورسٹی، نیریاں شریف) سے مقالات حاصل کیے جائیں۔ اُمید کہ اس خاص شمارے کو دستاویزی بنانے میں آپ مؤثر رول ادا فرمائیں گے۔ اب تک اس موضوع پر جو حضرات تحقیق کر چکے یا کررہے ہیں۔ان کا مختصر تعارف بھی شائع کرنا ہے۔ اس موضوع پر جتنی کتابیں، تحریکیں اور تنظیمیں وجود میں آئی ہیں۔ ان کا بھی تعارف مطلوب ہوگا۔ آپ کے دونوں پیکٹ مجھے موصول ہوگئے۔ ان تمام عنایتوں پر شکریے کے ساتھ تبصرے کا وعدہ۔ محترم سیّد معراج جامی صاحب کی وساطت سے پروفیسر اقبال جاوید اورعبدالقوی ضیا کے مقالات بھی چند دنوں قبل موصول ہوئے ہیں۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ

سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

آپ کے محبت نامے کا جواب تاخیر سے دے چکا ہوں۔ اُمید کہ مل گیا ہوگا۔ آپ کی خصوصی توجہات سے ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارے موصول ہوئے۔ ان کے ساتھ ''ادیب رائے پوری : فن اور شخصیت''[۱] اور ''میلادِ مطہر''[۲] کا ایک ایک نسخہ موصول ہوا ان کرم فرمائیوں کے لیے فقیر سراپا سپاس ہے۔ ''نعت رنگ'' اور آپ کی کرم فرمائیوں کی زیرباری کو کم کرنے کے لیے ایک مضمون منسلک ہے۔ اس کے تعلق سے آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا۔ خدا کرے پسند خاطر ہو۔ نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتابیں مطلوب ہیں۔ آپ کے مرسل تمام مجموعۂ نعت پر تبصرہ نعت نمبر میں شامل ہورہا ہے۔ مولانا کوکب نورانی و مولانا منشا تابش قصوری کے مضامین کی وصول یابی سے آپ کو مطلع کر چکا ہوں۔ محترم سیّد ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مشفق خواجہ، جمال پانی پتی، ڈاکٹر اسحاق قریشی، راجہ رشید محمود جیسے اساطین ادب سے مقالے کے لیے آپ کی وساطت سے ایک بار پھر درخواست گزار ہورہا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

۲۰۰۹ء میں معتبر نعت گو حضرات کے مجموعہ کلام کے لیے بھی منتظر ہوں۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

نوٹ: محترم ناصر بغدادی صاحب مدیر ''بادبان'' کو بھی میں نے خط لکھا ہے۔ محترم ادیبؔ رائے پوری سے بھی مقالے کی درخواست ہے۔

منتظر جواب

ملک الظفر سہسرامی

۱۔ سید شجاعت علی طالب زیدی، ۲۰۰۰ء، (مقالہ برائے ایم۔اے۔) کراچی: مدحت پبلشرز، ۲۲۴ص

۲۔ سید حمید الدین احمد، ۱۹۵۴ء، کراچی: ۴۸ص

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ

سلام مسنون!

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

چند دنوں قبل بذریعہ رجسٹری ڈاک ''نعت رنگ'' شمارہ ۷ اور شمارہ ۸ انہی کے ساتھ عزیزاحسن صاحب کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''اردو نعت اور جدید اسالیب''[۱] اور شفیق الدین شارق کا

مجموعہ کلام ''نزول''[۲] کی ایک ایک کاپی موصول ہوئی۔ ان تمام عنایات کی شکرگزاری کس طرح کی جائے؟ فوراً جواب نہیں لکھ سکا معذرت طلب ہوں۔ خیال ہوا کہ ''الکوثر'' کے تازہ شمارے کے ساتھ شکریہ ادا ہوتو بہتر ہے۔ سو آج حاضر ہورہا ہوں۔ آپ کی سنجیدہ کاوشوں کا میں پہلے ہی معترف ہوچکا ہوں۔ ان تازہ شماروں نے بھی عمدہ تاثرات قائم کیے ہیں۔ پروردگارعالم آپ کی ذات سے نعتیہ شاعری کی پاکیزہ روایات کو مزید تب وتاب سے نوازے۔ نبی کائناتﷺ کے ذکر کی رفعت ہمارے بیان کی محتاج نہیں کیوں کہ:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

محترم صبیح رحمانی! ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۶ پر ''الکوثر'' میں تبصرہ شائع کرچکا ہوں ممکن ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو۔ اس شمارے میں بھی کچھ باتیں قابل اعتراض تھیں لیکن میں نے انھیں تبصرے میں عمداً موضوع بحث بنانے سے گریز کیا۔ الحمدللہ! آپ نے خودفراخدلی کے ساتھ مولانا کوکب نورانی اور ڈاکٹرعبدالنعیم عزیزی کے مقالات ومکتوبات کی اشاعت فرمادی جن میں قریب قریب وہ تمام قابل اعتراض حصّے آگئے۔ ایک اہم بات اور جو اردوادب میں نئی نہیں اور اردو صحافت سے وابستہ حضرات کے لیے بھی یہ کوئی نیا انکشاف نہیں۔آئے دن اس طرح کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔مضمون کسی کا نام کسی کا۔ لیکن ''نعت رنگ'' جیسے معیاری تحقیقی جریدے میں جب اس طرح کی کوئی اوچھی حرکت کا ارتکاب کرتا ہے تو آپ یقین فرمائیں کہ خون کھول اُٹھتا ہے اور وہ بھی اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر اور محقق کا دم چھلا لگانے والا کوئی شخص ایسی حرکت کرتا ہے تو حیرتیں اپنی انتہا کو چھونے لگتی ہیں۔ ''نعت رنگ'' شمارہ ۶ میں قصیدہ بردہ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کے عنوان سے ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری[۳] کا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔اس امر کا انکشاف آپ کے لیے بھی حیرتوں کا باعث ہوگا کہ یہ مقالہ آج سے ۲۶ سال قبل پاکستان سے شائع ہونے والے سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر حصّہ دوم، جلد ۲ شمارہ نومبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوچکا ہے جو علی محسن صدیقی[۴] کا مقالہ ہے اس کی تلخیص عبدالکریم عابد[۵] نے کی۔ اگر آپ نے چاہا تو اس کی عکسی کاپی بھی فراہم کی جاسکتی ہے۔ آپ اس کا مطالعہ فرماکر ایسے لوگوں کے خلاف سخت محاسبانہ رویہ اختیار فرمائیں۔

ملک الظفر سہسرامی

۱۔۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، بار اول، ۱۸۴ص

۲۔۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۱۴۴ص
۳۔ڈاکٹر جلال الدین نوری، سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی
۴۔ڈاکٹر علی محسن صدیقی، سابق صدر شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی
۵۔عبدالکریم عابد(۱۹۲۷۔۲۰۰۵ء)، صحافی و ادیب، اولین مدیر : روزنامہ ''جسارت'' کراچی، مدیر: ''فرائیڈے اسپیشل'' لاہور، مولانا مودودی کے رفیق، کتب: ''سفر آدھی صدی کا''، ''اسلام اور سوشلزم''، ''کارل مارکس اور ان کے نظریات''، ''سید مودودی۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا''، ''مودودی کے سیاسی افکار''، ''سید اسعد گیلانی''، ''سیاسی و سماجی تجزیے''۔

میں آپ کے مکتوب کا انتظار ہی کرتا رہ گیا اور آج اچانک ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۶ اور محترم پروفیسر شفقت رضوی کی اہم، معلوماتی اور قابلِ قدر کتاب '' 'نعت رنگ' کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' کا پیکٹ موصول ہوا۔ آپ کا یہ تحفۂ خلوص مجھے اس وقت ملا جب پاکستان میں ہندوپاک کے درمیان فائنل کرکٹ میچ کھیلا جا رہا تھا۔ تقریباً سارے لوگ کرکٹ کے اس فائنل میچ کی دلچسپیوں میں کھوئے ہوئے تھے اور میں ان تحفوں کی قیمتی اور بیش بہا تحریروں اور بین السطور کے پیچ وخم میں گرفتار، اچانک شب میں آتش بازیوں کے ایک طویل سلسلے کا آغاز ہوا۔ کچھ دیر کے لیے تو یہ میرے لیے معمہ بنا رہا۔ نقشہ کچھ ایسا تھا کہ جیسے دیوالی یا ہندوستانی مسلمانوں کی روایتی شبِ برات ہو جس میں لاکھوں لاکھ روپے پٹاخے بازی میں خرچ کر کے ذہنی آسودگی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس کی روشنی میں، میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ پاکستان میں بھی عوامی سطح پر آتش بازی اور پٹاخے بازی سے شبِ برات کی آمد محسوس کی جاتی ہے۔ ہم نے برات کی اس مقدس شب کو گناہوں کی بارات سجانے میں ضائع کر دیا۔ میں اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ معاً خیال کرکٹ میچ کی جانب گیا اور پھر سارا معمہ حل ہوگیا کہ فائنل میچ میں ہندوستانی ٹیم کو فتح کا تمغہ حاصل ہو چکا ہے اور یہ اس کامیابی کے حصول پر مسرتوں کا اظہار ہے۔ پتا نہیں آپ کے یہاں اس میچ کو کس پس منظر میں دیکھا جا رہا تھا۔ یہاں تو سیاست کی پچ پر سیکولر اور فسطائی طاقتوں کے درمیان انتخابی میچ کی تیاریوں کے ایک حصے کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ یہ چند سطریں تو ماحول کے زیرِاثر قلم برداشتہ قرطاس پر بکھر گئیں۔

پروفیسر شفقت رضوی نے عالمانہ، محققانہ اور ناقدانہ انداز میں ''نعت رنگ'' کے پندرہ شماروں کا جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے اس سے ایک بار پھر نعتیہ ادب پر ''نعت رنگ'' کی خدمات کا رنگ

وآہنگ نمایاں ہوکر سامنے آیا ہے۔ پروفیسر موصوف کی عالمانہ، محققانہ اور ناقدانہ بصیرت مسلّم ہے۔ایک صاحبِ بصیرت، محقق، صاحبِ طرز انشاپرداز اور ادب کی صالح روایتوں کے امین و پاسدار کا معتبر نام ہے شفقت رضوی۔ موصوف کے قیمتی مقالات راقم الحروف کی بیش بہا معلومات کا سامان تو ہمیشہ ہی بنتے رہے لیکن اس کتاب میں ان کی بوقلموں صلاحیتوں کے نقوش کا معاملہ یہ ہے کہ:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

ابھی مکمل طور پر نہیں دیکھ سکا ہوں جستہ جستہ ہی دیکھا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ دو اہم چیزیں سامنے ہوں تو ذوقِ انتخاب امتحان گاہ میں پہنچ جاتا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ کبھی ذوقِ نظر اس کا اسیر ہوتا ہے تو کبھی ''نعت رنگ'' کا۔ بعض مقامات پر تو پروفیسر صاحب ایک نئی جہت سے سامنے آئے ہیں اور وہ ان کی خوب صورت طنز نگاری ہے۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اپنی تب و تاب کے اعتبار سے بے پناہ خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوا ہے۔لیکن کمپوزنگ (پروف ریڈنگ) کی غلطیاں ذوق پر گراں بار ہوجاتی ہیں۔آپ میرے ان جملوں سے حوصلہ شکنی کے شکار نہ ہوجایئے گا بلکہ اپنی منصبی ذمہ داریوں کومحسوس کیجیے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے اس میں کہیں پہلوتہی کی ہے چوں کہ جو کام ایک ادارے کا تھا اسے آپ تن تنہا انجام دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس صورتِ احوال میں خامیوں اور کمیوں کا در آنا ایک فطری امر ہے۔ چناں چہ اس شمارے میں بھی کتابت (پروف ریڈنگ) کی غلطیاں خاصی ہیں۔ آپ اس بات کو فراموش نہ کریں غیراختیاری طور پر آپ نعتیہ ادب اور نعتیہ شاعری کی ایک تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ بعد کے ادوار، میں ہی نہیں بلکہ ابھی دورِ حاضرہ میں ''نعت رنگ'' کے شمارے نعتیہ ادب پر کام کرنے والے محقق اور اسکالر اس کے لیے ایک معتبر، معتمد اور قابلِ قدر ماخذ کے طور پر مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ذمہ داریوں کی کس نازک شاہراہ سے گزر رہے ہیں۔ آپ کی ادنیٰ سی لغزش بھی تاریخی روایت کا حصہ بن جائے گی اور پھر لمحوں کی اس خطا کی سزا صدیوں کے مقدر میں جائے گی۔خود کو آپ ''نعت رنگ'' کا صرف مرتب تصور نہ کریں بلکہ آپ اس جریدے کے قابلِ احترام مدیر ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ایڈیٹنگ کی بھی ہے۔ رطب و یابس حشو د زوائد سے اس رسالے کو پاک ہونا چاہیے۔''نعت رنگ'' کے سارے مضامین تو نہیں البتہ چند مضامین سے خود کو مستفیض کرسکا ہوں۔

محترم راجہ رشید محمود لاہوری کا ادبی مقام بالخصوص نعتیہ ادب کے حوالے سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے ان کی اوّلیات تو اردو کے نعتیہ ادب کی آبرو ہیں۔ ماہنامہ ''نعت'' کے قابل و فاضل و مدبر کی

حیثیت سے آپ کی اعلیٰ سطحی علمی و ادبی خدمات سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ نعتیہ ادب پر ان کے چند تحقیقی مقالات سے راقم نے حظ وافر حاصل کیا ہے۔ ان میں موصوف کا تعمق علمی، ژرف نگاہی اور تحقیق کے جوہر نظر آتے ہیں۔

ماہنامہ ''نعت'' لاہور کے خاص شمارے ''دیارِ نعت'' پر ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر کا تبصرہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۵ میں شائع ہوا ہے۔ موصوف نے ساڑھے پانچ صفحات کے اس تبصرے میں تمہیدی کلمات محترم راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری اور صنفِ شاعری پر ان کی خدمات کو خراجِ تحسین کے طور پر پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد کے چند اشعار کا عروضی اور فنی جائزہ لینے کے ساتھ ان کی لسانی و معنوی جہتوں کا بھی جائزہ پیش کیا ہے۔ فنِ عروض پر راجہ رشید محمود کی بھی گہری نظر ہے۔ ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر نے ان کے جن اشعار میں سقوطِ حرف کی وضاحت کی ہے اس کے جواب میں موصوف نے دلائل کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ میری یہ حیثیت نہیں کہ عروض اور فنِ شاعری کی باریکیوں کے تعلق سے کلام کروں۔ تاہم راجہ رشید محمود کے جوابی مضمون کے مطالعے سے میرے قلم میں جنبش ہونے لگی اور یہ چند سطریں حوالۂ قرطاس ہوگئیں۔ میرا مقصد کسی کی تحقیر و تنقیص نہیں بلکہ ایک اظہارِ خیال ہے۔

مجھے راجہ رشید محمود صاحب کی اس بات سے قطعی اتفاق ہے کہ ''اگر کوئی شخص اصل عربی تلفظ کو استعمال کرے تو اس پر اعتراض کرنا... کہاں تک جائز ہے کسی لفظ کے بولنے یا لکھنے میں مقامی طور پر یا کسی دوسرے ملک میں کوئی تبدیلی در آئے تو اس لفظ کو درست استعمال کرنے والا تو غلط نہیں ہوسکتا اور اصل لفظ 'لغو' قرار نہیں پاتا۔'' (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۶، ۱۴۱۔۱۴۲)

اگر کوئی لفظ، تلفظ یا معنی کے اعتبار سے غلط استعمال کیا جارہا ہے تو اس کے درست استعمال کو غلط اور ناروا قرار دے کر کسی صالح فکر کا تو ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ آج عام طور پر ''قرآن''، ''غلطی''، ''عربی'' وغیرہ الفاظ کا غلط تلفظ عوام میں رائج ہے۔ عربی الفاظ کی نزاکتوں سے ناواقف شعرائے کرام بھی اس قسم کے الفاظ شعر میں غلط موزوں کر دیتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والی نعتوں میں بھی اس قسم کا عیب راہ پا جاتا ہے۔ چناں چہ اربابِ بصیرت اس کی فنی گرفت فرما کر اصلاح کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔ قرآن، مزمل، مدثر وغیرہ الفاظ کو اشعار میں غلط تلفظ کے ساتھ موزوں کرنے پر شعرائے کرام کی فنی گرفت کی مثالیں ''نعت رنگ'' کے صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ الفاظ کا غلط تلفظ یا غلط اِملا رائج الوقت ہے تو کیا اس کے خلاف الفاظ کا صحیح استعمال اور درست تلفظ نہیں کیا جائے

گا؟ کیا جائے گا اور ضرور کیا جائے گا:

ہے یہی رسم تو یہ رسم مٹا دی جائے

آج ہندوستان میں بعض عربی، فارسی کے خوب صورت اور قیمتی الفاظ کا اس بے دردی کے ساتھ استحصال ہو رہا ہے کہ اساتذۂ سخن کی روحیں بھی انھیں سن کر اپنی قبر میں اضطراب بدوش ہوں گی۔ آج ہمارے یہاں اختلاف کو ہندی داں طبقے نے خلافت بولنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے۔ ہندی اخبارات، رسائل، جرائد اور الیکٹرونک میڈیا میں اس لفظ کا استعمال اختلاف کے معنی میں ہو رہا ہے۔ کیا اس لفظ سے اس کا کوئی معنوی ربط ہے؟ ظاہر ہے کہ زبان و بیان کی نزاکتوں سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر اس قسم کا استعمال ناگوار خاطر ہوگا۔ آج کل اردو رسائل و جرائد میں قابلِ ''گردن زدنی'' اور ''قابلِ دیدنی'' وغیرہ جیسے جملے بھی ذوقِ نظر کو مجروح کر رہے ہیں۔ ایک محقق محترم نے اپنے تحقیقی مقالے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے تفوقِ علمی اور ان کے علمی تبحر کا اظہار کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے۔ ''ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا۔'' صاحبِ بصیرت محقق کو یہ بھی نہیں معلوم کہ استشراق ایک اصطلاحی لفظ ہے اور یہ ایک مستقل تحریک کا نام ہے۔ اس تحریک سے وابستہ فرد پر مستشرق کا اطلاق ہوتا ہے۔ دکتور محمد احمد دیاب نے ''اضوار علی الاستشراق والمستشرقین'' مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۹ء کے ص۱۰ پر استشراق کی یہ تعریف لکھی ہے، ''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں وتہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔'' ایک دوسرے حضرت نے ایک اہم شخصیت پر نمبر شائع کیا تو اس میں ایک بزرگ کے دعائیہ کلمات کو ''ادعیۂ ماثورہ'' کی سرخی کے ساتھ شائع کیا۔ ان مقامات پر اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے:

ناطقاں سر بگریباں ہیں اسے کیا کہیے

پڑھے لکھے لوگوں کی تحریر وتقریر میں ''استمداد طلب کرنا''، ''استحقاق حاصل کرنا'' جیسے جملے نظر سے گزرتے ہیں۔ اب انھیں کون بتائے کہ باب استفعال کے ان افعال میں طلب کرنا، حاصل ہونا اس لفظ کا معنوی حصہ ہے یہ تو ''آبِ زم زم کے پانی'' اور ''روغنِ زیتون کے تیل'' کی طرح ہوگیا:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے لکھا تھا کہ ''بڑی مدت کے

بعد لفظ ’مشکور‘ کا صحیح استعمال آپ کے گرامی نامے میں دیکھا اس کو اکثر لوگ جن میں یونی ورسٹیوں کے اردو اساتذہ بھی شامل ہیں‘ شکرگزار (اسم فاعل) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اسمِ مفعول ہے۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اس لفظ کا استعمال خوب کیا ہے:

یہ عید ہماری عید نہیں
یہ عید ہے روزہ داروں کی
محبوبِ خدا کے پیاروں کی
جس کی طاعت مشکور ہوئی
پروان چڑھی منظور ہوئی

(مکتوب، مشمولہ سہ ماہی ’’الکوثر‘‘ جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء، ص۴۷)

’’غلط العوام فصیح‘‘ کی تاویل کے سہارے اردو کی اعلیٰ لسانی قدروں کو مجروح ہونے سے بچایا جائے۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر۔ راجا رشید محمود صاحب کے ایک شعر میں لفظ ’’انہی‘‘ کے استعمال پر ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر کا حکم تحریف عائد کرنا درست نہیں کہا جا سکتا۔ ’’انہیں‘‘ جمع غائب کی ضمیر ہے اور ’’انہی‘‘ غائب کی ضمیر کلمۂ حصر کے ساتھ مرکب ہے۔ ’’تمہی‘‘ کی طرح اصل میں ’’ان ہی‘‘ ہے۔ لہٰذا اس کے درست استعمال پر ناک بھوں چڑھانا درست نہیں۔ اب تو ماہرینِ لسانیات نے بھی اس کے اسی استعمال کی سفارش کی ہے۔ لفظ ’’استلام‘‘ کے تعلق سے بھی ڈاکٹر گوہر صاحب کی گرفت بے موقع ہے۔ موصوف نے اسے باب استفعال پر محمول کر کے استتلام کی بات کی ہے۔ جب کہ راجہ صاحب کے شعر میں لفظ ہی دوسرا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے:

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

’’استلم‘‘ کے تعلق سے ’’المنجد‘‘ میں ہے ’’(استلم) الحجر: **مسحه بالکف (من السلمة ای الحجر) قبله. و ربما استعمل فی غیرالحجر فتقول ”استلمت یده“ اذا مسحتها او قبلتها (المنجد. الاب لو ئیس معلوف الیسوعی. الطبع الخامس بیروت)**

اس لفظ کے تحت ’’المنجد‘‘ عربی اردو کی صراحت یہ ہے۔ ’’**استلتم الحجر** ‘‘ پتھر کو ہاتھ سے چھونا یا منھ سے چومنا۔ پتھر کے علاوہ اور چیز کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً آپ کہہ سکتے ہیں کہ ’’**استلمت یده**‘‘ میں

نے اس کے ہاتھ کو چھو لیا یا چوم لیا۔

ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر نے اپنے تبصرے میں متروک افعال کے حوالے سے بھی راجہ رشید محمود کے نعتیہ اشعار پر لسانی گرفت فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں لسانیات کے حوالے سے اصولی گفتگو تو راجہ رشید محمود نے اپنے تجزیے میں کی ہے۔ لیکن میری حیرت کا باعث تو راجہ رشید محمود کے شعر میں ''رہے ہے'' پر متروک کا دعویٰ دائر کرنے والے ڈاکٹر گوہر کا یہ شعر ہے:

روز یہ دل ترا انداز نیا مانگے ہے
ہر گھڑی ناز و ادا تیرے جدا مانگے ہے

(مجلّہ ''ثناخوانِ محمدؐ'' ص۶۲ مطبوعہ، کراچی)

موصوف کا یہ شعر دیکھ کر بے ساختہ فارسی زبان کا یہ مقولہ یاد آیا:

من نہ کردم شما حذر بکنید

محترم راجا رشید محمود کے علمی و ادبی مقام و مراتب کا کسے علم نہیں۔ اگر صرف خامیاں شمار کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی تو پھر ازراہِ خلوص بذاتِ خود مکتوب کے ذریعے ان سے مطلع کر دینا چاہیے تھا۔ اس طرح غیر متوازن تبصرہ شائع کرنے اور کروانے سے گریز کی راہ اختیار کرنی چاہیے تھی۔ اس سے علمی و ادبی معیار و وقار مجروح ہوتا ہے۔ چوں کہ ڈاکٹر گوہر صاحب نے ''دیارِ نعت'' پر تبصرہ فرمایا ہے ظاہر ہے کہ تبصرے میں توازنِ فکر کا ثبوت دیا جانا چاہیے تھا جو نہیں دیا گیا۔ میری طرح دوسرے لوگوں کو بھی ان دو حضرات نے بہت مایوس کیا۔

راجا رشید محمود صاحب نے ردّعمل میں جو کچھ فرمایا ہے اس کے بعض مندرجات کو دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ موصوف نے بھی ''جواب آں غزل'' کا حق ادا کر دیا ہے۔ بعض مقامات پر موصوف کا قلم مغلوب الغضب ہو گیا ہے۔ نتیجے میں ان کی تحریر شائستگی اور تہذیبی قدروں کے جوہر سے خالی رہی۔ وہ بلاوجہ مدیرِ ''نعت رنگ'' پر بھی برس پڑے۔ موصوف کا یہ جملہ دیکھا جائے ''نعت رنگ'' اور اس کا (کے) ایڈیٹر تنقید کے ٹھیکے دار ہیں'' ہم مسلمان ہیں اور ہمیں دوسرے مسلمانوں کے تئیں خوش گمانیوں کا اخلاقی درس دیا گیا ہے۔ بعض بدگمانیوں کو تو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ''ان بعض الظن اثم'' اس ردّعمل میں جابجا بدگمانیوں کو کلام کی بنیاد بنا کر گفتگو کی گئی ہے۔ راجا رشید محمود کا بلند تر مقام و منصب اس قسم کے لب و لہجے کی اجازت نہیں دیتا۔ ادبی مناقشے کو ادبی مناقشے کی حد تک ہی رہنا چاہیے۔ یہ بات انھی حدود میں ہو تو بہتر ہے۔ کسی سے بدگمان ہو کر اس قسم کی گفتگو اہم شخصیتوں کے مقام و مناصب کے

مناسب نہیں۔محترم راجہ رشید محمود نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا ہے:

> ہندوستان کے بہت سے رہنے والے بہت حد تک مجبور اور کسی حد تک معذور نظر آتے ہیں کہ وہ دینی شعائر اور اسلامی زبان سے اپنی مغائرت بلکہ مخاصمت کا ثبوت دیں۔ (''نعت رنگ''، شمارہ نمبر۱۶،ص۱۴۱)

محترم راجہ رشید محمود صاحب! آج ہندوستان کی ہی یہ کوئی تصویر وتخصیص نہیں بلکہ عالمی سطح پر اگر آپ ایک جائزہ لیں تو ہر جگہ اخلاقی وتہذیبی دیوالیہ پن کا اندازِ جنوں خیز ہماری تہذیبی شرافت کو منھ چڑاتا نظر آئے گا کیا سرزمینِ عرب کی پاک ومقدس سرزمین پر بسنے والے بہتیرے مسلمانوں کے گھروں سے اسلامی تہذیب اور مذہبی اقدار کا جنازہ اُٹھتے ہماری ان مجبور و ناتواں آنکھوں نے نہیں دیکھا؟ کیا مصر کے مسلمانوں کی تہذیبی و اخلاقی باختگی کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت ہے؟ کیا مغربی تہذیب و تمدن کے خونیں پنجے سے اسلامی معاشرے کی ردائے تقدس تار تار نہیں ہے؟ ہندوستان میں جن نام نہاد مسلمانوں نے دینی شعائر سے مغائرت ومخاصمت کا اظہار جنوں خیز کیا انھیں ہندوستانی مسلم معاشرے نے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ پروفیسر ہارون الرشید جیسے لوگ بھی اسی قسم کے سرکاری مسلمان ہیں۔جنھیں یہاں کا مسلم معاشرہ برداشت نہیں کرتا۔ کیا مملکتِ خداداد پاکستان میں عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے نام نہاد مسلمان ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ پاکستان کے ایک معتبر نقاد اور محقق کا یہ جملہ میرے اس دعوے کا ثبوت ہے:

> مملکت خداداد پاکستان کا کون سا سرکاری ادارہ ہے جو شعائرِ اسلام کی پاسداری کر رہا ہے؟(پروفیسر شفقت رضوی ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' ص۹۸)

صبیح رحمانی صاحب! آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کے لیے جس فکری انقلاب کا خواب دیکھا تھا اب دھیرے دھیرے اس کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔لیکن پھر بھی منزل دُور ہے۔ اس صنفِ سخن کو جب تک ہم صنفِ سخن کا درجہ نہ دلا دیں ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں۔

''نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کے جن مشمولات سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ان میں پروفیسر اقبال جاوید صاحب کا مضمون ''ظہورِ قدسی اردو نعت کے آئینے میں'' بھی ہے۔ موصوف کے مضامین میں ایک فکری تنوع ہے۔ وہ لفظوں سے کھیلنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ جدتِ تراکیب ان کی تحریر کا ظاہری وصف خاص ہے۔بعض جملے اور ترکیب تو بوسہ گاہِ نظر بن جاتی ہیں لیکن کبھی کبھی اس کھیل میں کہیں کہیں

توازن فکری بگڑتا ہے تو پھر قلم بے آبرو ہوجاتا ہے اور تحریر بے وقعت، مطالعے کے دوران ایک جملے پر نظر رُکی اور ذوقِ ایمانی کوٹھیس لگی:

حق یہ ہے کہ ثنائے رسولﷺ ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر اور ایک ہی بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔

(''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۱۶، ص۵۳)

میرے ناقص خیال میں اللہ فرشتے اور عبد کی یہ تثلیث (اصطلاحی معنی میں نہیں) اصلاح طلب اور قابلِ گرفت ہے۔ اللہ فرشتے اور بندے کو ایک سطح پر لا کر اور ایک بات کا آرزومند بنا کر کس اسلامی فکر کا ثمرہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ جملہ اگر کسی اور طبقے کی جانب سے منظرِعام پر آیا ہوتا تو پتا نہیں کتنی قیامتیں اُٹھا دی گئی ہوتیں۔

بعض مقامات پر تو ناروا نبوت کا ڈانڈا الوہیت سے ملانے کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو عبدیت کا ڈانڈا الوہیت سے ملتا نظر آ رہا ہے اگر نہیں تو تشفی فرمائی جائے۔ محقق موصوف نے موضوع کی مناسبت سے جن اشعار کا انتخاب فرمایا ہے اس سے ان کی ژرف نگاہی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ بعض اشعار تو ''از دل خیزد بردل ریزد'' کی منزل میں ہیں۔

لیکن ناصر کاظمی کے اس شعر پر نظر ٹھہر گئی:

صبح ازل کو جس نے دیا حسنِ لازوال
وہ موجِ نوا زینتِ دیوار و در ہے آج

شاعر نے ''اوّل ماخلق اللّٰہ نوری'' والی حدیث سے تلمیحی رشتہ قائم کیا ہے۔ لیکن یہ مصرع اس طرح درست اور روا قرار پائے گا؟ کیا حضورﷺ نے صبحِ ازل کو حسنِ لازوال عطا فرمایا؟ صبحِ ازل کو حسنِ لازوال تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضورﷺ کی تخلیق فرما کر عطا کیا۔ لہٰذا یہ کہا جائے تو بات بہتر ہوجائے:

صبحِ ازل کو جس سے ملا حسنِ لازوال

انتخاب میں فن کی نزاکتوں اور باریکیوں کا لحاظ و پاس رکھا جانا چاہیے اس قسم کے اشعار کے انتخاب سے دامن بچانا چاہیے جن میں لفظی و معنوی عیب ہو۔ موصوف کے منتخب اشعار میں غلام رسول عدیؔم کے ایک شعر میں تعقیدِ لفظی کا عیب ہے:

آفتابِ رسالت ہوا جلوہ گر
شب کی تاریکیوں نے دیا توڑ دم

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے عربی نعتیہ شاعری کے تعلق سے ''دیوان الفیض'' سے قارئین کی معلومات میں بیش بہا اضافہ فرمایا ہے۔ اس مقالے میں موصوف نے حضور ﷺ کے شفیع المذنبین ہونے کے حوالے سے یہ وضاحتی بیان تحریر فرمایا ہے:

> مسئلہ استغاثہ نہایت نازک مسئلہ ہے۔ اکثر شعرا یہاں دائرۂ اسلام سے تجاوز کر جاتے ہیں، اللہ اوررسولِ کریم ﷺ کے مابین فرق کوملحوظِ خاطرنہیں رکھتے۔ علامہ سہارن پوری نے مذکورہ اشعار میں قرآنی نقطۂ نظر واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ ''انت غوث المستغاث'' کے درجے پر فائز ہیں لیکن یہ مرتبہ من جانب اللہ ہے۔ (''نعت رنگ''۔۱۶،ص۲۰۱)

کیا موصوف ان اکثر شعرا میں سے کسی ثقہ ومعتبر شاعر کی نعتیہ شاعری سے اپنی اس گفتگو کو مستند فرما سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی شفاعتِ عظمیٰ کے حوالے سے کس عاقبت نااندیش شاعر نے رسول اللہ ﷺ کی اس صفت یا کسی دوسری صفت کو ذاتی قرار دینے کی گستاخی کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب! تمام علمائے اہلِ سنت کا اسی امر پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام صفاتِ عالیہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہیں۔ قدیم نہیں بلکہ حادث ہیں۔ اگر کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی کسی صفت کو ذاتی قرار دیتا ہے تو پھر اس کی ضلالت وگمرہی میں کس خوش عقیدہ مسلمان کو کلام ہوگا۔

شعری حصے میں کچھ اشعار میرے خیال میں سہو کتابت کی نذر ہوگئے ہیں۔ مثلاً اقبال عظیم کا ایک شعر ص۴۸ پر:

حریم قدسی میں محفوظ تھی جو روزِ اوّل سے
وہ نعمت آمنہ کی محترم آغوش نے پائی

ص۵۰ پر عابد علی عابد کا ایک شعر:

اب تاجدارِ یثرب و بطحا کا ہے ظہور
تا حدِ مصر و شام، بہ الحراف روم ورے

ص۵۰ پر اکرام علی اختر کا شعر:

آپ کے آنے سے روشن ہوگئے دشت و جبل
عرش تاباں ہوگیا فرش زمیں میں روشن ہوا

ص۲۵۹ پر عزیز احسن کی نعت کے اشعار نمبر۱، نمبر۳، نمبر۶، نمبر۸ کی سہوِ کتابت سے خارج وزن ہوگئے۔

ص۱۶۰ پر سعدیہ روشن کی نعت میں پہلا شعر سہوِ کتابت کی نذر ہے۔ ص۲۶۱ پر یعقوب تصور کی نعت کے اس شعر میں:

جرم و خطا کے باوجود جود و سخا کی انتہا
ہم عاصیانِ دہر کی جانب کرم نگاہ بھی

''کرم نگاہ'' کی ترکیب درست نہیں معلوم ہوتی۔

آخری شعر میں:

خاکِ درِ رسول پر سجدوں کا ہے یہ معجزہ
لمحوں میں جگمگا اُٹھی پیشانی سیاہ بھی

''سجدوں کا معجزہ'' شرعی اعتبار سے قابلِ اعتراض ہے۔ میر سیّد شریف جرجانی نے اپنی کتاب میں معجزہ کی تعریف یہ تحریر کی ہے:

المعجزة : امر خارق للعادة داعية الى الخير والسعادة مقرونة بدعوى النبوه قصد به اظهار صدق من ادعى انه منه رسول من اللّٰه۔

(''التعریفات''، ص۱۹۵)

وہ عجیب وغریب کام جو عادتاً ناممکن ہو جسے نبی اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرے لوگوں کو خیر و سعادت کی دعوت دینے کے لیے۔

اہلِ اصطلاح کی اس تعریف کی روشنی میں ''معجزے'' کا لفظ یہاں درست قرار نہیں پائے گا۔

مقصود احمد تبسم کی نعت کا شعر:

تنہائی کے ان رازوں پر ہے آج بھی پردہ
محبوب و محبّ ملتے رہے غارِ حرا میں

اس کی معنویت پر ذرا غور فرما لیا جائے۔ کیا یہ اعتراض کی زد میں نہیں:

تیرے رُتبے کی سند اس سے سوا کیا ہوگی

جا بہ جا درج ہے قرآں میں قصیدہ تیرا

فراغ روہوی کے اس شعر میں ''اس سے سوا'' کی ترکیب میں تفاخر کا عیب ہے۔

فیض رسول فیضان صاحب کی نعت کا یہ شعر:

کہنے کو اُمی مگر دانائیاں محوِ طواف

دانش و حکمت کا گنجینہ شعورِ آنحضور

سرکارِ دوعالم ﷺ کے اُمی ہونے کے مضمون کی بندش میں جو حسنِ سلیقہ پایا جا رہا ہے وہ حد درجہ لائقِ ستائش ہے۔

ان تمام معروضات کے باوصف ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے سبب توجہ کش دیدہ و دل ہے۔ اس کے تمام مندرجات کے مطالعے کے بعد مزید رائے دی جاسکتی ہے۔

زیرِنظر شمارے کا شعری حصہ کچھ پھیکا پھیکا ہے۔ گزشتہ شماروں میں نعتیہ کلام کا جو اعلیٰ اور عمدہ انتخاب پیش کیا گیا اس کے پیشِ نظر بہت کمی کا احساس ہوتا ہے۔ آپ ''نعت رنگ'' کی ضخامت کا خیال نہ کریں معیار اور مزاج کو پیشِ نظر رکھیں۔ شعری حصہ مختصر ہو مگر بھرپور اور توانا ہو اس سے جریدے کو مزید تب و تاب ملے گی۔ اس شمارے میں معیارِ کلام کے اعتبار سے حفظِ مراتب کا لحاظ بھی نظر نہیں آتا۔

اس مختصر مدت میں نعتیہ ادب پر فکر وفن کے جو چراغ ''نعت رنگ'' کی تحریک کے زیرِاثر جلے۔ وہ اس کی مثالی فتوحات کا قابلِ قدر تاریخی حصہ ہیں۔ زیرِنظر شمارے میں تمام مقالات، تبصرے اور جائزے اعلیٰ علمی سطح کے ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی ہمارے عہد کے ایک معتبر ناقد ہیں۔ نعتیہ ادب پر موصوف کی کئی تحریریں زیبِ نگاہ بنیں۔ فکری توازن کے ساتھ آپ تبصرہ و تجزیہ تحریر فرماتے ہیں۔ زیرِنظر شمارے میں غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' پر ان کی تجزیاتی تحریر ان کے فکری اعتدال کا روشن اشاریہ ہے۔ موصوف کی جانب سے پیش کیے گئے بعض نکات تو بے حد توجہ طلب ہوتے ہیں۔

مولانا کوکب نورانی کی علمی و ادبی شخصیت مسلم ہے۔ ''نعت رنگ'' کے صفحات میں شامل ہونے والا آپ کا مکتوب منتشر درہائے نایاب کا خوب صورت سلسلہ ہے۔ مکتوب کیا ہے حکمت و دانش کا

گنجینہ ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ علمائے کرام کی صف سے وہ تن تنہا فرض کفایہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اب تک ان کی جانب سے پیش کیے گئے دلائل کو غلط نہیں بتایا جاسکا ہے اور نہ ہی ان کے قائم کیے ہوئے اعتراض کا مدلل جواب سامنے آیا ہے۔ البتہ جن حضرات کی تحریر ان کے اعتراض کی زد میں رہی اور ان سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے موصوف پر طرح طرح کے ناروا الزام عائد کیے، کبھی انھیں مجلسِ مناظرہ میں خطاب کرنے والے مناظر سے تعبیر کیا گیا تو کسی نے ان پر مسلکی اجارہ داری کا الزام عائد کیا۔ کبھی لٹھ باز خطیب سے انھیں مشابہت دی گئی۔ ان کے مکاتیب کا مطالعہ کرنے والے انصاف پسند قارئین پر ان الزامات کی قرار واقعی حیثیت روشن ہے۔

صبیح رحمانی صاحب! ''نعت رنگ'' کے صفحات کو اس قسم کی الزام تراشیوں، رکیک حملوں اور غیر مہذب زبان و بیان کے استعمال سے محفوظ فرمائیے۔

ملک الظفر سہسرامی

حافظ منور حسین سرمد، ڈاکٹر (گوجرانوالہ)

20-06-2006

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

اگرچہ کسی نہ کسی حوالے سے ''نعت رنگ'' کا دیر سے قاری ہوں مگر مضمون کی اشاعت کے لیے پہلی مرتبہ ''نعت رنگ'' کی پُرنور محفل میں شرکت کے لیے اجازت کا طلب گار ہوں۔

آپ فروغِ نعت اور ترویج مقاصد نعت کے لیے جو گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی عصر حاضر کی تاریخ نعت کا حصہ ہیں۔ آپ نے فقط نعتیہ مضامین یا شعری کلام کی اشاعت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس ضمن میں پہلی مرتبہ نعت کے حوالے سے تنقیدی رویوں کو فروغ دیا۔ آپ کی اس سعیٔ عظیم نے زمانے بھر کو چونکا دیا اور اب لکھنے والے ادھر کو ہی چل پڑے ہیں۔ جدھر آپ لے جانا چاہتے تھے، بلاشبہ یہ سعادتِ عظیم ہے جو ہر کسی کا مقدر نہیں بنتی، میری طرف سے لاکھوں مرتبہ سلامِ عقیدت قبول فرمائیے۔

حضرت پروفیسر محمد اکرم رضا کی نعت گوئی پر ایک مضمون[۱] ارسالِ خدمت ہے۔ پروفیسر صاحب کی شاعری ایک طویل عرصہ سے ملک بھر کے رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت بن رہی ہے۔ میں نے ان کی مرتبہ غیر مطبوعہ ڈائریوں اور شائع شدہ نعتوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور پروفیسر

صاحب کی شفقت اور تعاون کی بدولت اس مضمون کو پیش کرنے کے قابل ہوسکا ہوں۔

آج ان کا شمار نعت گوئی کے حوالے سے نہایت پختہ گوشعرا اور اساتذہ میں ہوتا ہے مگر زمانے بھر پر لکھنے والے اس عظیم شاعر اور محقق نے کسی کو اپنی ذات پر مضمون لکھنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ میری کوشش مقبول ہوئی اور میں بھی فقط ان کی نعت گوئی کے حوالے سے ایک مضمون مرتب کرنے میں کامیاب ہوسکا ہوں۔

بے شمار مرتبہ سلامِ عقیدت قبول فرمایئے۔

والسلام۔ آپ کا نیازمند
ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمدؔ

☆ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمد، صدر ''بحر ادب''، گکھڑ، گوجرانوالہ۔ صدر ''انجمن کاروانِ قلم پاکستان''، سرپرستِ اعلیٰ ''بزمِ حسّان پاکستان۔

ا۔ ''محمد اکرم رضا..... تجلیاتِ نعت کے ایوان میں''، ش۱۹، ص۴۲۴۔۴۴۸

مکرمی ومحترمی جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی!

سلام مسنون!

دنیائے نعت کا فروغِ نعت کے حوالے سے مقبول ترین مجلّہ ''نعت رنگ'' مسلسل نظرنواز ہوتا ہے۔ الحمدللہ! جب بھی اس رسالے کی تازہ اشاعت سے ملاقات ہوتی ہے ایک نئی دنیا کے گل و لالہ کے مہکنے کا احساس ہوتا ہے۔ اس ضمن میں آپ کی اشاعتی تگ و دو اور مدیرانہ جدوجہد لائق صد تحسین ہے۔ ''نعت رنگ'' کو شمارہ اوّل سے بیسویں شمارے تک پہنچانا بلاشبہ ایک کارِعظیم ہے جس کا مطالعہ کرنے سے نئی نعتیہ جہتوں اور فکری رویوں سے آشنائی ہوتی ہے اور ہر قدم پر یہی کہنا پڑتا ہے۔

یہ کام ان کے ہیں جن کے حوصلے ہوں زیاد

''نعت رنگ'' نے اشاعت اوّل میں جس انفرادیت کا پرچم اُٹھایا تھا وہ آج تک اس کے شامل حال ہے۔ میری مراد تنقید نعت سے ہے۔ شروع میں یار لوگ تنقید نعت کے نام سے بدکنے لگے کہ ہمارا شاعرانہ وقار اس سے گر جائے گا مگر آہستہ آہستہ انھیں ازخود احساس ہونے لگا کہ یہ تنقیص یا عیب جوئی نہیں بلکہ تنقید ہے اور اس تنقید کا ہر دور میں شعرا کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ نعت بھی ایک صنف

شاعری ہے جسے بڑے زوروں سے منوایا گیا ہے۔ ''نعت رنگ'' بھی اس ادبی، صحافتی اور علمی وفکری جدوجہد میں شامل ہے جس کی بدولت آج کے اہلِ سخن اور اہلِ ادب اسے صنف سخن ماننے پر مجبور ہوگئے ہیں۔

بات ہو رہی تھی تنقید نعت کی، ''نعت رنگ'' کے کہنہ مشق اور ادبی لحاظ سے قدآور لکھاریوں نے اس حسن ادا کے ساتھ تنقید کا پرچم لہرایا کہ تنقید کو اب تنقیص نہیں بلکہ فروغِ شاعری کا اہم حصہ تصور کیا جانے لگا ہے۔ جہاں ''نعت رنگ'' بہت سے علمی اور شعری رویوں کا علم بردار نظر آتا ہے وہاں تنقید نعت کے حوالے سے اس کی افادیت آج دنیائے نعت کے نعتیہ شماروں کی اوّلین ضرورت بن گئی ہے۔

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ آج ''نعت رنگ'' فکر وفن نعت کے حوالے سے اہم علمی پلیٹ فارم کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جس نے انتہائی ممتاز لکھاریوں، ناقدین فن اور قلم کاروں کا تعاون حاصل کیا ہے۔ بڑے قلم کار منّت سماجت سے نہیں بلکہ کسی کا ادبی مقام اور علمی مقام دیکھ کر اپنے بھرپور تعاون سے نوازتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نے اتنے برس اس شمعِ نعت کو روشن کیا ہے کہ آج اس کی روشنی بے شمار پڑھنے والوں کے دلوں میں ضوفگن ہوچکی ہے اور اس روشنی کو مزید نکھار عطا کرنے کے لیے نام ور ناقدین اور محققین کا ایک بڑا گروہ آپ کے قدم سے قدم ملا کر چل رہا ہے۔ ایک دو شمارے نکال لینا اور بات ہے لیکن مسلسل عہد آفریں کام کو سرانجام دیتے جانا کسی بھی عہد کا اعزاز بن جاتا ہے اور بلاشبہ یہ اعزاز آپ اور ''نعت رنگ'' کی برکاتِ فکری کا حصہ ہے۔

''نعت رنگ'' بلاشبہ نعتیہ صحافت کا ایک ایسا گل دستہ ہے جس کی رنگارنگی نے ہر صاحب نظر کو اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے، اس تمام عرصہ میں نہ تو ''نعت رنگ'' کی محبوبیت میں کمی آئی ہے اور نہ ہی چاہنے والوں کی شدتِ خلوص میں کمی کا احساس ہوا ہے بلکہ یوں لگتا ہے کہ ہر آنے والا وقت اس کی عظمتوں کے چاند کو مزید جگمگاہٹ عطا کرتا ہے۔ ربّ کریم سے دعا ہے کہ ''نعت رنگ'' کا جذبۂ عمل یوں ہی فروزاں رہے۔ آپ کا حسنِ ترتیب و اشاعت اسی شان کے ساتھ اس نعتیہ شاہ کار کو بہتر سے بہتر اُسلوب عطا کرے اور سرورِ کونین ﷺ کی عنایات مسلسل ان کے شامل حال رہیں کیوں کہ یہی تو ایک حقیقت ہے:

میں خود تو کچھ نہیں میری قیمت ہے آپ سے

والسلام
ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمدؔ

منور غازی، پروفیسر ڈاکٹر (سعودی عرب)

میرا نام ڈاکٹر منور غازی ہے۔ ایک مدت سے سعودی عرب میں مقیم ہوں۔ ''نعت رنگ'' کا قاری ہوں۔ چند روز کے لیے پاکستان میں آیا ہوا ہوں۔ سیرت پاک، تاریخ، ادب خصوصاً شاعری میرے پسندیدہ موضوع ہیں۔ تفہیم کا شعور رکھتا ہوں۔ سیرت، تاریخ شاعری اورفن شاعری کی ایک بہت بڑی تعداد میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ تسلسل اور دیانت داری سے مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ ''نعت رنگ'' میں جناب عارف منصور کا **بلغ العلیٰ بکمالہ** پر تبصرہ پڑھا۔ میں نے یہ عمدہ کتاب بارہا پڑھی ہے۔ تبصرہ پڑھ کر حیرت زدہ ہوں۔

محترم تبصرہ نگار نے اپنی بات کا آغاز مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی کتاب ''الرحیق المختوم''[۱] سے کیا۔ انھوں نے چند جملوں میں الرحیق المختوم کا پروفیسر عبدالجبار شاکر[۲] سے تعلق واضح کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا کہ **بلغ العلیٰ بکمالہ** کے شاعر جناب خورشید ناظر نے اپنی کتاب شاکر صاحب کی فرمائش پر لکھی جس کے لیے انھوں نے کتاب میں ''پہلی بات'' کے عنوان سے لکھی گئی تحریر کو اپنی مذکورہ رائے کا ذریعہ بنایا ہے۔ لگتا ہے کہ تبصرہ نگار محترم نے اس تحریر کو نہ تو توجہ اور نہ ہی صدق دلی سے پڑھا ہے ورنہ وہ جن بحرانوں کا شکار ہوئے، صدق دلی اور توجہ سے پڑھ لینے کی صورت میں وہ ان بحرانوں سے محفوظ رہتے۔ میں نے خورشید ناظر صاحب کی اس تحریر کو بار بار پڑھا ہے مجھے اس تحریر کے ایک لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ شاعر نے اس قدر اہم اور عمدہ کتاب مولانا شاکر صاحب کی فرمائش پر تحریر کی بلکہ وہ تو لکھتے ہیں کہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت انھوں نے دعا مانگی کہ ان سے کوئی ایسا کام لیا جائے جو آپ کو پسند ہو اور جس کے باعث وہ آپ کی شفاعت کے حق دار بن جائیں۔ اسی تحریر کے آخر میں انھوں نے لکھا ہے کہ جب یہ کتاب مکمل ہوگئی اور شاکر صاحب کو اس کے مکمل ہونے کا علم ہوا تو انھوں نے شاعر سے رابطہ قائم کرکے اس کتاب کی اشاعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ فاضل تبصرہ نگار پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے لیے دل میں کوئی ''خصوصی جذبات'' رکھتے ہیں جن کے زیر اثر انھوں نے ان کا نام آتے ہی غیر حقیقت پسندانہ الفاظ کی تلوار سونت لی اور اپنے تئیں جناب شاعر، پروفیسر شاکر صاحب، ''الرحیق المختوم'' اور زیر تبصرہ کتاب میں شامل مواد کو زخم زخم کرنے

کے درپے ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سوائے ہوا میں تیغ زنی کرنے کچھ بھی نہ کرسکے بلکہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس کارروائی میں بحیثیت تبصرہ نگار اپنی شخصیت اور غیر جانب داری ہی کو مجروح کرسکے۔

فاضل تبصرہ نگار نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ شاعر نے اپنی کتاب کا نوے فیصد مواد ''الرحیق المختوم'' سے لیا۔ اگر ایک لمحے کے لیے یہ فرض کرلیا جائے کہ فاضل تبصرہ نگار نے بجا فرمایا تو ان سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ خود صاحب الرحیق المختوم یا کسی بھی سیرت نگار نے اپنی کتاب کا مواد کہاں سے لیا؟ جب سیرت پاک کی سبھی کتب اپنا چراغ روشن کرنے کے لیے اس سے پہلے روشن ہونے والے چراغوں سے استفادہ کرتے ہیں تو ایسے میں خورشید ناظر نے کون سا گناہ کرلیا۔ سیرت کی کسی بھی کتاب کو اٹھا لیجیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ مواد جو اس کتاب میں شامل ہے وہ تقریباً سبھی دوسری کتب میں موجود ہے۔ سیرت پاک کی کون سی کتاب ہے جس میں زمانۂ جہالت، عرب کی تاریخ، آپ کا خاندان، دنیا میں آپ کی تشریف آوری، آپ کا بچپن، آپ کی جوانی، آپ کی مصروفیات، آپ کا کردار، آپ کی عبادات، آپ کو نبوت کی عطا، تبلیغ، مشکلات، ہجرت، مدنی زندگی، غزوات، فتوحات، ازواج مطہرات وصحابہ کرامؓ، دین حق کو پھیلانے میں آپ کی کوششوں، ان کی کامیابی، آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے وغیرہ جیسے موضوعات شامل نہیں۔ آپ زیر تبصرہ کتاب کا صدق دلی سے مطالعہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ محترم شاعر نے گو سیرت کی بہت سی کتابوں سے بجا طور پر استفادہ کیا ہے لیکن قدم قدم پر اپنے منفرد انداز، قابلِ ستائش تحقیق اور قابل رشک تبصروں سے کتاب کو منفرد بنا دیا ہے لیکن اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ''خصوصی جذبات'' کی بجائے صدق دلی اور غیر جانب داری اوّلیں شرط ہے۔

جناب خورشید ناظر نے اپنی تحریر پہلی بات میں حضرت حفیظ جالندھری کے شاہ نامہ اسلام میں حضرت انسؓ کے نام کے سلسلے میں حضرت حفیظ کو عظیم شاعر قرار دینے کے بعد صرف اتنی بات کی کہ انھوں نے حضرت انسؓ کے نام کو اصل حرکات وسکنات کے مطابق نظم نہیں کیا۔ فاضل تبصرہ نگار نے اس پر بات کرنے کی بجائے فوراً انھیں جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ کے جواب میں یہ لکھ کر بوجھوں مارنے کی ناکام کوشش کی کہ خورشید ناظر صاحب نے الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کو دوحرفی الفاظ کے طور پر نظم کرکے اپنے کہے ہوئے سیکڑوں اشعار کو بے وزن کر دیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عارف منصور صاحب کی فن شاعری سے سرسری واقفیت پایۂ ثبوت کو پہنچی۔ ان حیرت انگیز خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے انھیں یہ یاد نہیں رہا کہ کوئی شعر یا مصرع صرف اس وقت بے وزن ہوتا ہے جب اس میں استعمال

ہونے والے کسی لفظ کے حروف کو اس کی اصل تعداد اور حرکات و سکنات کے مطابق استعمال نہ کیا جائے سوائے ان حروف کے جنھیں فن شاعری کے تحت متحرک یا غیر متحرک کرنے یا غیر محسوب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔فن شاعری کے تحت حروف علت اور کبھی کبھی حرف ''ہ'' کو غیر محسوب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عروض کی کتب میں مذکورہ رعایت تو واضح طور پر موجود ہے لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ اگر ان حروف کو محسوب کر لیا جائے تو شعر بے وزن ہو جائے گا۔ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہوگی کہ شاعر کو لفظ ''وہ'' کو ''وُ'' باندھنے کی اجازت ہے لیکن وہ اسے اگر ''وہ'' باندھے تو شعر بے وزن ہو جائے۔ یہی صورتِ حال الفاظ نہ اور کہ کے ساتھ ساتھ یہ، جو، تو، اس اور کئی دیگر الفاظ پر بھی صادق آتی ہے۔ الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کے دو حرفی الفاظ کے طور پر استعمال ہونے اور محسوب ہونے کے سلسلے میں قدیم اور جدید عہد کے نامور شعرا کے کئی اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن زوائد سے بچتے ہوئے خدائے سخن میر تقی میر کا صرف ایک شعر تقطیع کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

تش نلب مرگئے ترے عاشق نہ ملی اے کبو د پانی کی
فاعلن فاعلن مفا عی لن فاعلن فا علن مفا عی لن

میری اس گزارش سے فن کا شعور رکھنے والے سبھی لوگ اتفاق کریں گے کہ وہ لفظ جو کسی شعر میں اپنے حقیقی وزن کے عین مطابق استعمال ہوا ہو اور جسے میر تقی میر نے اس کے حقیقی وزن پر باندھا ہو اسے کون ناروا قرار دے سکتا ہے۔ یہاں مجھے حفیظ جالندھری صاحب کا ایک مصرع یاد آرہا ہے:

تم نے ہمیں بھلا دیا، ہم نہ تمھیں بھلا سکے
تم نے ہمے بھلا دیا ہم نہ تمے بھلا سکے
مس تف علن، مفا علن مس تف علن مفا علن

صاحب بحر الفصاحت مولوی نجم الغنی صاحب رام پوری نے ہزج مسدس اخرب مقبوض مغ کے ذیل میں ایک شعر تقطیع کے ساتھ درج کیا ہے جسے عارف منصور صاحب کے لیے ہو بہو درج کر رہا ہوں۔شعر صہبائی کا ہے:

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو میں اٹھا یہ دردِ دل کہ کھینچی آہ

تقطیع، بیٹاو ''مفعول'' رقیب کے ''مفاعلن'' ج پہلو میں ''مفاعیلان'' اٹ ٹا یہ ''مفعولن'' درد دل ''فاعلن'' کہ پکی ااہ ''مفاعیلان۔

حوالہ: بحر الفصاحب، حصہ دوم علم عروض، مصنف مولوی نجم الغنی رام پوری۔ مرتب سیّد قدرت نقوی، مجلس ترقی اردو، لاہور ص۱۱۹

جناب عارف منصور کی عروض دانی اور علمی کمال پر اس وقت تو عش عش کرنے کو جی چاہا جب انھوں نے جناب خورشید ناظر کے بارے میں لکھا کہ انھوں نے ''نہ'' اور ''کہ'' کو دو حرفی یعنی بروزن ''منع'' نظم کیا ہے۔ انھیں ایسا لکھتے وقت شاید یہ معمولی سی بات بھی یاد نہیں رہی کہ ''منع'' سہ حرفی لفظ ہے جب کہ ''نہ'' اور ''کہ'' دو حرفی الفاظ ہیں۔ انھوں نے دو حرفی کے لیے سہ حرفی لفظ کی مثال دے کر اپنے علم کو جو چار چاند لگائے ہیں وہ ان جیسے منصب کے لوگوں کا ہی حصہ ہے۔ میں فن شاعری کے ایک طالب علم کے طور پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ''**بلغ العلیٰ بکماله**'' میں شاعر نے ایک جگہ بھی مذکورہ دو الفاظ کے استعمال سے شعر کو بے وزن نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے ان دو الفاظ کو اہلِ فن کی جانب سے دی گئی رعایت کے زیر اثر یا تو یک حرفی یا پھر بجا طور پر دو حرفی الفاظ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ تمام قدیم اور جدید شعراء نے فن شاعری کی جانب سے دی گئی رعایت کے زیر اثر کیوں کہ ''نہ'' اور ''کہ'' اور دیگر کئی الفاظ کو بکثرت یک حرفی لفظ کے طور پر استعمال کیا ہے اس لیے جناب عارف منصور صاحب جیسے ''علما'' یہ سمجھ بیٹھے کہ انھیں صرف یک حرفی کے طور پر ہی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جو درست بات نہیں۔ وزن ہی کے ذیل میں آگے چل کر جناب عارف منصور نے لفظ ''وحی'' کے بارے میں لکھا ہے کہ شاعر نے اس کے حرف ''ح'' کو متحرک کرکے اس لفظ سے اپنے اشعار کو بے وزن کر دیا ہے۔

کسی لفظ کے تلفظ کے تعین کے لیے سب سے مستند ذریعہ لغت ہی کو سمجھا جاتا ہے۔ فاضل تبصرہ نگار نے اگر خورشید ناظر صاحب کی تحریر ''پہلی بات'' کو توجہ سے پڑھا ہوتا تو انھیں تبصرہ لکھتے وقت یاد رہتا کہ انھوں نے ایک سے زیادہ تلفظ کے حاصل الفاظ کے استعمال کے لیے کسی ایک لغت سے اجازت کی صورت میں بھی اس تلفظ سے استفادہ کیا ہے اور یہ استفادہ بالکل بجا بھی ہے۔ لفظ وحی کے ذیل میں اگر فیروز اللغات کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں لفظ وحی کے وسطی حرف ''ح'' کو متحرک لکھ کر باقاعدہ نوٹ دیا گیا ہے کہ یہ لفظ اردو میں اس تلفظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور کیوں کہ خورشید ناظر صاحب اردو ہی میں شعر کہہ رہے تھے اس لیے انھوں نے اپنے جن اشعار میں اسے متحرک ''ح'' کے

ساتھ استعمال کیا ہے، ان اشعار کو بے وزن نہیں کہا جاسکتا۔ علاوہ ازیں یہ گزارش بھی عارف منصور صاحب کے علم میں اضافے کا باعث بنے گی کہ فیروز اللغات کے علاوہ نور اللغات، جناب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رافع اللغات، سید شہاب الدین دسنوی اور فہمیدہ بیگم ڈائریکٹر ترقی اردو بیورو دہلی کی جامع اردو لغات اور وارث سرہندی کی علمی اردو لغت میں بھی لفظ وحی کے حرف ''ح'' کو متحرک لکھا گیا ہے۔

جناب عارف منصور صاحب نے اپنے تبصرے کو ''فنی'' بنانے کے لیے ہزاروں اشعار میں سے چند اشعار لکھ کر ان میں سے کچھ الفاظ کے نیچے خط کھینچ دیا ہے اور انھیں تعقید لفظی کا شکار ہونے والے اشعار قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے فاضل تبصرہ نگار کی طرف سے نشان دہی کے بعد ان اشعار کو سیاق وسباق کے ساتھ ایک بار پھر پڑھا تو مجھے ان کے ساتھ اتفاق کرنے کے لیے بے حد کوشش کے بعد بھی کوئی معقول وجہ ہاتھ نہ آسکی۔

فاصل تبصرہ نگار نے مندرجہ بالا خیالات کے اظہار کے بعد کچھ واقعات میں پائے جانے والے تسامحات کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے حضرت عمارؓ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو بجا ہے۔ اس موقع پر حضرت یاسرؓ کا نام نظم ہونا چاہیے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سلسلے میں شاعر کی معلومات کمزور نہیں۔ اگر وہ سمجھتے کہ حضرت عمارؓ شہید ہوگئے تو وہ آگے چل کر صفحہ نمبر ۴۸۵ پر اُن کا ذکر دوبارہ نہ کرتے۔ ایسے ہی معاملات کے لیے انھوں نے اپنی تحریر ''پہلی بات'' میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ قارئین نشان دہی کر کے انھیں ممنون کریں۔ اتنے بڑے کام میں اس طرح کی بات کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے لیے اس قدر جذباتی ہونے اور جارحانہ انداز اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

جناب عارف منصور نے حضرت حارثؓ بن ابی مالہ کی شہادت کے بارے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میرے مطالعے کے مطابق رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ کونسٹین ورجل جورجیو نے ''محمد ایسے پیغمبر ہیں جنھیں پہچاننے کی ازسرنو کوشش کرنی چاہیے'' کے نام سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا جسے فروری ۱۹۹۳ء میں سیارہ ڈائجسٹ نے ترجمہ کر کے عکس سیرت نمبر کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس وقت مدیر اعلیٰ امجد رؤف خان تھے۔ اس کتاب کی عمدگی اور اس کے اعلیٰ معیار کے حاصل ہونے کی بابت ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ اور ڈاکٹر ایم۔ اے فاروقی کی تحریریں بھی کتاب کی ابتداء میں موجود ہیں۔ عکس سیرت نمبر میں حضرت حارثؓ کی شہادت کا واقعہ بالکل اسی طرح درج ہے جیسے حضرت خورشید ناظر نے نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۳ پر موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس غلام جس نے سفر طائف کے دوران آپ کی خدمت میں انگور پیش کیے تھے، اس کتاب کے صفحہ

نمبر۱۸۵ پر اس کا نام عدس لکھا گیا ہے۔ اس نام کو کئی کتابوں میں مختلف انداز میں لکھا گیا ہے، شاعر کو ان میں سے صرف ایک ہی نام نظم کرنا تھا اور انھوں نے اس نام کے سلسلے میں عکسِ سیرت کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے فاضل تبصرہ نگار میری ان گزارشات کی اگر تصدیق کرلیں تو مجھے خوشی ہوگی۔

کسی کتاب کو تحریر کرتے ہوئے مصنف واقعات کی ترتیب اور بیان میں اپنا ہی خاکہ مرتب کرتا ہے۔ سیرت پاک کے سلسلے میں اَن گنت کتب منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ اب تک لکھی جانے والی کتب میں کیا ہم کسی ایک کتاب کے بارے میں بھی یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب بہر طور مکمل ہے اور اس کتاب میں آپ کی ذات مبارک سے متعلق ہر واقعے، ہر لمحے اور ہر پہلو کا احاطہ ہوگیا ہے۔ اس صورتِ حال میں اگر کوئی واقعہ رہ جائے یا پھر اس قدر تفصیل کا حامل نہ ہو کہ ہر سطح کے قاری کی توقع پر پورا اترے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے باعث مصنف کی لاتعداد قابلِ تحسین کوششوں کو سراہنے سے بھی گریز کیا جائے۔ فاضل تبصرہ نگار کے رویے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور ترتیب کے ہر عمل کو صرف اپنی منشا کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس منشا کی سرموعدم تکمیل کتاب کو عجب درجے پر لے آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی علمی، ادبی اور دیانتدارانہ رویہ نہیں۔ علاوہ ازیں کسی واقعے کے اسی طرح بیان کرنے پر جیسا کہ وہ کئی مستند کتب میں مذکور ہوا ان کے جذبات میں ناقابل فہم تموج پیدا ہو جاتا ہے اور وہ لفظوں کا بھونچال برپا کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ ان کے لیے تو یہ بات بھی ناقابلِ برداشت ہے کہ کوئی کسی کے فن، محنت اور محبت کی حقیقت کے آئینے میں تحسین کرے۔ ان سے گزارش کی جاسکتی ہے کہ وہ سیرت پاک کی کسی ایسی کتاب کا نام بتائیں جس کے سبھی ابواب اور عنوانات مصرعوں کی شکل میں ہوں، یہ سبھی مصرعے تا ہے، تی ہے، تے ہیں وغیرہ پر ختم ہوتے ہوں، جس میں اسما کو صرف کنیت نہیں، انھیں مکمل طور پر درج کرنے کی کوشش کی گئی ہو، جس میں نعوت کا ایک دریا موجزن ہو، جس کا اسلوب اتنا سادہ، دل نشیں اور ہر سطح کے قاری کے لیے اتنا آسان ہو کہ سیرت پاک کو سمجھنے کے لیے اسے کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں نے اس کتاب کو کئی بار پڑھا ہے، میری محترم تبصرہ نگار سے گزارش ہے کہ غزوہ احد کے تحت، اُحد کا کون فاتح تھا، کچھ اس پر بات ہوئی ہے، کے عنوان سے صفحہ نمبر۳۰۶ پر نظم ہونے والے حصے کو پڑھیں اور بتائیں کہ کیا سیرت پاک کی کسی کتاب میں اس طرح کا تبصرہ موجود ہے۔ وہ صفحہ نمبر۳۳۹ پر موجود آخری عنوان کی تفصیل پڑھیں اور بتائیں کہ بنو قریظہ کو سزا کے لیے جو جواز خورشید ناظر صاحب نے مہیا کیا ہے، اس سے پہلے کہیں مذکور ہوا ہے؟ یہ اور اسی طرح کی ان گنت باتیں ایسی

ہیں جو اس کتاب کو ناصرف منفرد بلکہ یقیناً شاہ کار کے درجے پر لے جاتی ہیں۔ وہ اس کتاب کو صرف اس لیے ناپسند نہ فرمائیں کہ اس کے ناشر پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے صاحبزادے ہیں جنھیں وہ مخصوص وجوہ کے باعث ناپسند کرتے ہیں۔ یہ کتاب دنیا داری کی سبھی آلائشوں سے پاک ایک ایسے شخص نے لکھی ہے جس کا نہ تو کسی گروپ سے تعلق ہے اور نہ وہ کسی شہرت کا بھوکا نظر آتا ہے بلکہ وہ صرف اور صرف محبت رسول کو اپنی زندگی اور آخرت کے لیے بہترین اثاثہ سمجھتا ہے۔ میں جناب عارف منصور صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے رویے پر نا صرف نظر ثانی فرمائیں بلکہ کتب پر تبصرہ کرتے وقت اس ''غیر معمولی کیفیت'' کا شکار نہ ہوا کریں جسے خورشید ناظر صاحب کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے لیے مناسب سمجھا اور جس کے زیر اثر وہ کتاب کے ظاہری حسن تک کی تعریف کرنا بھول گئے۔ میں ان کی اس صلاحیت کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہ خوشبوؤں بھرے طویل رستے کو طے کر لیتے ہیں اور انھیں خوشبو کا کوئی جھونکا متاثر نہیں کرتا۔ میں ایک بزرگ کی حیثیت سے انھیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ انھیں بہت سے مطالعے کی ضرورت ہے، انھیں کچھ وقت اچھی کتب پڑھنے پر صرف کرنا چاہیے۔ انھیں کسی فن کو مفروضوں کی بجائے، اس کے اصولوں کے مطابق پرکھنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے اور علمی معاملات پر بات کرنے کے لیے ''خصوصی جذبات'' سے گریز کرتے ہوئے انھیں غیر جانب داری سے دیکھنا چاہیے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ بلاوجہ عیب جوئی عیب جو کے لیے باعث رسوائی بن جاتی ہے۔ اچھے لوگ اچھے کاموں کی تحسین میں بخل سے کام نہیں لیتے کیوں کہ قاری ایسے بھی بے علم نہیں ہوتے کہ جو مکمل طور پر غلط تبصروں کے پس پردہ پائے جانے والے منفی رویے کو پہچان نہ سکیں۔

جناب صبیح الدین صاحب! میں اپنی گزارشات اس توقع کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ آپ کتب کے تبصروں کے لیے ایسے حضرات کا انتخاب فرمایا کریں جو علم کی اس جہت سے واقف ہوں جس پر کتاب لکھی گئی اور سب سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ وہ غیر جانبدار ہوں۔ اگر آپ نے یہ احتیاط کر لی تو یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا کیوں کہ آپ نے محبت رسول کا جو چراغ روشن کر رکھا ہے اُسے دنیا داری کے ہر پہلو سے اپنی لو کو بہرحال محفوظ رکھنا ہے۔

منور غازی

☆ پروفیسر ڈاکٹر منور غازی، شاعر، ادیب۔

ا۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری، ۲۰۰۰ء، لاہور: المکتبۃ السّلفیہ، ص۶۵۳

۲۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر (۱۹۴۷ء۔۲۰۰۹ء)، عالم دین، سیرت نگار، محقق، ڈائرکٹر: دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد، ڈائرکٹر: بیت الحکمت لاہور، کتب: ''رہبر مطالعہ پاکستان''، ''قاموس الاقبال'' (دو جلدیں)، ''واشنا'' (پنجابی شاعری کا انتخاب)، ''خطبات و مقالات سیرت''، ''مرقع سیرت'' و دیگر۔

منیر قصوری (لاہور)

۲۰۰۱/۵/۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید ہے آپ اور آپ کے احباب بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کے حکم کے مطابق میں نے اپنی دونوں دست یاب کتابیں مولانا ملک الظفر صاحب کو سہسرام (بھارت) بھیج دی ہیں۔

آپ کی کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کی محض ورق گردانی نہیں کی بلکہ وقت نکال کر بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اچھی بُری ہر طرح کی تنقید دیکھی، مضامین کا سلسلہ بھی دیکھا اور بالخصوص کتب پر تبصرہ بھی ماشاء اللہ! میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت احسان دانش مرحوم ہمارے ملک کے وہ نام ور اور قدآور شاعر اور نثار تھے جنھیں نظم و نثر دونوں میں یدطولیٰ حاصل تھا، لیکن افسوس بقول آتش:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بطورِ متاخرین ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسلام سے محبت رکھنے والے اپنے اسلاف کو نہ صرف یاد رکھیں بلکہ ان کا کسی نہ کسی طرح ذکر ضرور کرتے رہیں۔ بالفاظِ دیگر میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ ملتان میں عاصی کرنالی صاحب کو خط لکھ کر اس بات پر راضی کریں کہ وہ دانش مرحوم کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے مضمون لکھیں یا پھر کراچی میں کوئی اچھا مضمون نگار تلاش کریں جس کے ذمے آپ یہ کام لگا سکیں۔ اگر کوئی مضمون نگار اس کام کے لیے تیار ہوجائے تو مجھے اس کا پتا بھجوا دیں میں احسان دانش کے صاحب زادے ڈاکٹر فیضان دانش سے کہہ کر انھیں ''ابرنیساں''[۱] کا ایک نسخہ بھجوا دوں گا۔

آپ کی وساطت سے عزیز احسن صاحب کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آئندہ اپنی

تحریروں میں مکتبہ فکر کے بجائے مکتب فکر لکھا کریں۔ مکتب اور مکتبہ دونوں عربی زبان کے دو لفظ ہیں جو کَتَبَ سے مشتق ہیں، مکتبہ کے معنی کتب خانہ کے ہیں، مثلاً **مکتبة الجامعة** (یونی ورسٹی لائبریری) یا **المکتبة العامة** (پبلک لائبریری)۔ مکتب فکر کے معنی (School of Thought) کے ہیں۔ مکتبہ کی جمع مکتبات ہے جب کہ مکتب کی جمع مکاتب ہے۔ واحد کی صورت میں مکتبہ فکر اور جمع کی صورت میں مکاتب فکر کے الفاظ استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوں گے۔

آپ کی وساطت سے انھیں لکھنا اس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ اوّل تو میری ان سے کوئی رسم و راہ نہیں اور دوسرے میرے پاس ان کا پتا بھی نہیں ورنہ میں انھیں یہ مختصر سی بات بلاواسطہ ضرور لکھتا اس لیے کہ میں پردے میں بات کرنے کا بھی قائل ہوں۔

آخر پر میری گزارش ہے کہ میں مکتوب نویسی کے آداب سے تو واقف نہیں، البتہ جو بات دل نے لکھنے کو کہی وہ لکھ دی ہے۔

خیراندیش

درویشِ مصطفےٰ

منیر قصوری

☆منیر قصوری (پ: ۱۹۴۶ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''چادر رحمت''، ''آئنہ رحمت''، ''چہ حدیث طیبہ گفتم'' (قطعات) و دیگر۔

ا۔ ۱۹۹۹ء، لاہور: مکتبۂ دانش، ۲۵۱ص

نازاں جمشید پوری (جھارکنڈ، انڈیا)

۹/فروری ۲۰۰۲ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب!

خلوصِ بے کراں!

''شاعر'' فروری ۲۰۰۲ء میں ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء ''کتاب بازار'' کالم میں نظرنواز ہوا اور آپ کا پتا بھی۔

میں نے بہت پہلے اکیڈمی بازیافت کے پتہ پر آپ کو اپنے نعتیہ کلام روانہ کیے تھے پھر ۲۹رستمبر ۲۰۰۱ء کو اپنا نعتیہ مجموعہ ''نذرانۂ نازاں''[ا] روانہ کیا۔

25/E, Phase 5, T&T Flats, Shadman Town 2 (E) Karachi-75850.

کے پتہ پر لیکن افسوس کی بات ہے کہ مجھے جواب سے محروم رکھا گیا۔

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ موجودہ شمارہ ۱۲ میں کیا میرے کلام شامل ہیں؟ اور اس کتاب کو میں انڈیا میں کہاں سے کتنے میں حاصل کرسکتا ہوں؟ اگر میری یہ دونوں نعت مجموعہ میں شامل نہ ہو تو براہِ کرم انھیں شامل فرمالیں یہ میری دلی تمنا ہے کہ میرے کلام ''نعت رنگ'' میں شائع ہوں۔ دونوں کلام استادمحترم جناب الحاج شائق مظفرپوری صاحب سے اصلاح شدہ ہیں۔ میرے کلام (غزلیں) سہ ماہی ''روشنائی''، سہ ماہی ''خیال''، سہ ماہی ''بادبان'' اور سہ ماہی ''سفیراردو'' اور ماہ نامہ ''پرواز'' برطانیہ U.K میں شائع ہوچکے ہیں۔

راجستھان اردو اکیڈمی کے جریدہ ''نخلستان'' کے ''نعت نمبر'' میں بھی میرا کلام شائع ہوا ہے اور جلد ہی سہ ماہی ''الکوثر'' سہسرام کے ''نعت نمبر'' میں بھی میرے کلام کے ہمراہ شائق مظفرپوری صاحب کی نعت شائع ہوگی۔ مجھے یقین ہی نہیں یقین کامل ہے کہ اس بار آپ میرے خط کا جواب ضرور دیں گے اور شمارہ نمبر۱۲ میں کس طرح کہاں سے حاصل کرسکوں گا اس کی وضاحت بھی فرمائیں گے۔ پروردگار آپ کے ارادوں میں پختگی اور پرواز میں بلندیاں عطا فرمائے۔ آمین خدا کرے آپ حضرات بخیر ہوں۔

تمام تر نیک خواہشات کے ہمراہ خاک پائے رسول ﷺ

نازاں جمشید پوری

☆نازاں جمشید پوری، شاعر، ادیب۔

ا۔سن ندارد، کلکتہ: مکتبۂ قدوسیہ، ۳۲ص

❁

ناز قادری، پروفیسر (مظفر پور، انڈیا)

۱۸/اکتوبر ۲۰۰۴ء

گرامی قدر! سلامِ مسنون۔

برسوں پہلے کلکتہ میں علقمہ شبلی کے یہاں ''نعت رنگ'' کا شمارہ ٦ میں نے دیکھا اور پڑھا

تھا۔ اس سے متاثر ہوکر میں نے نعتیہ کلام ارسال کیا تھا جو کسی شمارے میں شائع ہوا تھا جس کا مطلع غالباً یہ ہے:

میرے نبی کی ذات ہے شمع رہ ہدیٰ فقط
اہلِ نظر کے واسطے اُسوۂ حسنہ مصطفیٰ فقط

وہ شمارہ مجھے موصول نہیں ہوا۔ بہت دنوں کے بعد اس کی اشاعت کا ذکر پروفیسر محمد علی اثر (حیدرآباد) نے کیا تو میں نے خط لکھا اور شمارہ مرحمت فرمانے کا درخواست گزار ہوا لیکن شاید وہ تحریر پتہ کی تبدیلی کے سبب آپ کو دست یاب نہیں ہوسکی۔ ''ملت کا ترجمان جامِ نور'' دہلی کے شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء کے ص ۳۴ پر ''نعت رنگ'' کا نیا پتہ دیکھ کر مکتوب ہٰذا تحریر کررہاہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ مجھے کیسے مل سکتا ہے۔ زر رکنیت کہاں اور کیوں کر بھیجا جاسکتا ہے؟ ''نعت رنگ'' کی نثری اور شعری نگارشات ازحد پسندیدہ اور معیاری ہیں۔ تحقیقی وتنقیدی مضامین لائق ستائش اور توجہ طلب ہوتے ہیں۔ آپ کی نگاہ التفات چاہتا ہوں ''نعت رنگ'' کے جان نثاروں کی فہرست میں مجھے بھی شامل کرلیں۔

بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہوں، ادبی اور تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی گاہے گاہے لکھتا ہوں لیکن بعض علمائے دین کی قربت وہم نشینی نیز تحریک کے تحت کبھی کبھی نعت بھی سنبھل کر کہنے کی سعی کرتا ہوں۔ بیاض سے چند نعت پاک کی زیرکس کا یہاں پیش خدمت ہیں۔ ان میں کہیں تسامحات راہ پا گئے ہوں تو درست کرنے کی زحمت فرمائیں گے اور ان کی روشنی میں اپنے تاثرات بشکل مضمون قلم بند کرکے ممنون فرمائیں۔ دراصل کلکتے کا ایک رسالہ میرے نام خصوصی اشاعت کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ کافی تعداد میں مضامین یک جا ہوچکے ہیں لیکن میری نعتیہ شاعری پر ابھی تک ایک بھی مضمون نہیں لکھا گیا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ نعت گو کی حیثیت سے مجھے لوگ نہیں جانتے۔ بہت کم نعت پاک کہی ہے اور اس سے کم چھپنے چھپانے کا سلسلہ رہا ہے۔ ادھر حضرت خوشتر نورانی کی توجہ خاص سے ''جامِ نور'' میں میرا نعتیہ کلام چھپنے لگا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری مجھے ازحد پسند ہے اور آپ کی فن شناس نگاہ کا علم ہے اس لیے مضمون کے لیے جسارت کر رہا ہوں۔ نعتیہ کلام کی نوک پلک سنوارنے کا مجاز بھی آپ کو حاصل ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔

بہرحال، مجھے آپ کے مثبت ومفصل جواب کا انتظار رہے گا۔

اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔ حسب مراتب سلام و دعا عرض ہے۔

فقط نیازمند

ناز قادری

☆ پروفیسر ناز قادری، سابق صدر شعبہ اردو، بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا۔ کتب: ''سحر البیان: ایک مطالعہ''، ''دریافت''، ''اردو ناول کا سفر''، ''زاویے''، ''لمحوں کی صدا''، ''چراغِ حرا''، ''سلسبیل نور''، ''صحرا میں ایک بوند''۔

۹/ مئی ۲۰۰۹ء

گرامی قدر! سلام فراواں

برادرم محترم جناب علقمہ شبلی (کلکتہ) کے یہاں پہلی بار ''نعت رنگ'' کا نواں شمارہ دیکھا اور متاثر ہوکر نعتیہ کلام بھیجا تھا جو شمارہ نمبر گیارہ میں شائع ہوا لیکن مجھے نہیں ملا۔ اس کا علم حیدرآباد کے احباب سے ہوا تھا۔ حال ہی میں محبّ مکرم جناب محمد علی صدیقی شیدا بستوی کے ذاتی کتب خانے میں وہ شمارہ دیکھنا نصیب ہوا بلکہ ان کے یہاں قریب قریب تمام شمارے موجود ہیں۔ جناب خوشتر نورانی نے دو شمارے (انیس واں اور بیس واں) مرحمت فرمائے۔ یہ سبھی شمارے نہ صرف آپ کی عرق ریزی کا ترجمان، سرکار دوعالم ﷺ سے والہانہ عشق کا آئینہ دار اور خدمت اسلام کا مظہر ہیں۔ آپ کی کاوش اور مساعئ جمیلہ نے اردو نعت کو نئے اُفق سے آشنا کیا ہے اور نعت گو کی رہ نمائی فرمائی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ کیو ٹی وی [QTV] پر آپ کو دیکھتا اور سنتا رہا ہوں۔

مولا نے مجھے بھی نعت نگاری کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ سالِ رواں کے اواخر تک دو مجموعے منظرعام پر آنے کا امکان ہے۔ مجموعہ اوّل ''چراغِ حرا'' [ا] کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مضمون ملفوف ہے اور اپنی پانچ نعوت پاک ''نعت رنگ'' کی نذر ہیں۔ توقع ہے آپ انھیں شرفِ قبولیت بخشیں گے اور قریبی شمارے میں شامل اشاعت کرکے ممنون فرمائیں نیز وہ شمارہ ارسال کریں گے۔ نعتیہ کلام کے بارے میں آپ کے تاثرات اور فیصلے کا انتظار رہے گا۔

ممکن ہو تو پروفیسر محمد اکرم رضا، ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمدؔ اور جناب عزیز احسنؔ کے رہائشی پتے اور رابطہ نمبر لکھیں۔ سپاس گزار ہوں گا۔

اُمید ہے مزاجِ عالی بخیر ہوں گے۔ اراکین ''نعت رنگ'' سے واجبات کہیے۔

فقط خلوص کار

ناز قادری

ا۔ تدوین: شمیم ناز، ۲۰۰۹ء، کولکتہ: اثبات ونفی پبلی کیشنز، بار اول، ۱۹۲ص

۷/ ستمبر ۲۰۱۱ء

گرامی قدر! سلام فراواں

ماہ اپریل میں دوحہ قطر سے میں نے فون پر اپنے دوسرے مجموعہ نعت ''سلسبیل نور'' کا ذکر کیا تھا اور نظرثانی نیز مضمون لکھنے کے لیے درخواست گزار ہوا تھا۔ وہاں سے واپسی میں پُراسرار مرض میں مبتلا ہوگیا۔ صوت و سماعت نیز بینائی بھی متاثر ہوئی۔ دوا اور دعا کے بعد اب روبصحت ہوں، صحت کامل کا انتظار ہے۔

بہرکیف! مذکورہ بالا مجموعہ نعت کی کمپوزڈ کاپی ارسالِ خدمت ہے، پروف ریڈنگ کا مرحلہ طے پاچکا ہے البتہ تصحیح باقی ہے۔ آپ کی نظرثانی (اصلاح) اور مضمون کے بعد ہی طبع ہوگا۔ غزلوں کا دوسرا مجموعہ ''صحرا میں ایک بوند'' بھی زیرطباعت ہے۔ آپ نے فون پر دورانِ گفتگو میرے نعتیہ کلام کی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشادفرمایا تھا کہ میری نعتیہ شاعری کے حوالے سے مضامین کا مجموعہ شائع کیا جائے اور ہندوستان میں ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط اور مولانا ملک الظفر سہسرامی کو بھی دعوت قلم دی جائے۔ بفضل ربی یہ دونوں حضرات لکھ رہے ہوں اور دس مضامین قلم بند ہوچکے ہیں۔ پاکستان کے چند ناقدین نعت و غزل کے پتے تحریر فرمائیں تو مذکورہ دونوں مجموعے کے حوالے سے تنقیدی مضامین کے لیے درخواست گزار ہوں گا اور اس طرح مجموعہ مضامین بھی شائع ہوجائے گا۔ آپ کے مثبت جواب اور نوازش نامے کا انتظار رہے گا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۲۱ کس مرحلہ میں ہے؟ میں نے کہا تھا کہ میرے نام جاری کردیجیے بلکہ ممکن ہو تو اب تک کے تمام شمارے ہدیتاً مرحمت فرمائیں اور اس کی ادائیگی کی صورت بتائیں۔ میرے پاس وہ شمارے بھی نہیں جن میں میری نعتیں شامل ہیں۔ بمشکل صرف شمارہ نمبر۱۹ اور ۲۰ دہلی سے حاصل کرسکا۔ احباب نعتوں کے چھپنے کی اطلاع دیتے ہیں لیکن ''نعت رنگ'' موصول نہیں ہوتا۔

اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

فقط خلوص کیش

ناز قادری

۞

ناصرالدین صدیقی، ڈاکٹر (کراچی)

27-01-2002

برادرِ عزیز محترم المقام جناب سید محمد صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کا عطا کردہ شمارہ ''نعت رنگ'' نمبر۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء باصرہ نواز ہوا۔ ماشاء اللہ اس میں قدیم و جدید شعرا کی نعتوں اور ناقدین کے تبصروں سے ''باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار'' کا معیار نکھر کر سامنے آتا ہے۔

اس وقت میرے زیرِنظر جناب ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے کئی نعت گو شعرا کے نعتیہ اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جن میں حضرت شیخ محمد عبدالعلیم آسیؔ غازی پوری علیہ الرحمہ کا ایک عارفانہ شعر ص۱۲۸ پر یوں نقل کیا گیا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفےٰ ہوکر

دراصل یہ شعر ''دیوانِ آسی'' المعروف بہ عین المعارف مؤلفہ حضرت سیّد شاہد علی رشیدی علیہ الرحمہ مطبوعہ گورکھ پور بار دوم، ص۱۴۱ پر اس طرح سے تحریر ہے:

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفا ہوکر

محترم جناب ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون کے علاوہ جناب ڈاکٹر اسمٰعیل فتح پوری صاحب نے بھی اپنے مضمون ''نعت کے موضوعات'' میں اس شعر کو بھی نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ مگر ان کے مضمون میں ص۱۱۵ پر یہ شعر درست نقل ہوا ہے۔

خواہ پہلے مصرعے میں لفظ ''تھا'' رکھ کر شعر سمجھنے کی کوشش کی جائے یا لفظ ''ہے'' رکھ کر، ہر دو صورت میں شعر کا صحیح مفہوم وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے فیضانِ نظر سے

عقیدت ومحبت کا نور اورحسن نظر عطا کیا ہو۔ جوشخص اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض یاب نہ ہوا ہو اور جسے ان کے صدقے سے احوال ومقامات اولیاء اللہ کا علم وشعور اور ادراک وعرفان حاصل نہ ہوا ہو وہ صرف عقلی و خیالی گھوڑے دوڑاتا رہے گا۔مگر اُسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ایک نابالغ کسی بالغ کے جذبات اور اس کی کیفیات کا ادراک نہیں کرسکتا بالکل اسی طرح سے کوئی ظاہر بین عام انسان، اولیاء اللہ (جو اصحاب کشف وشہود، اربابِ قلب و روح، مقربین بارگاہِ الٰہی اورمتمکن علی عین الیقین وحق الیقین ہیں) کے احوال و مقامات کا ادراک نہیں کرسکتا اور اسی طرح اولیاء اللہ بھی، انبیا ورُسل علیہم السلام کے احوال و مقامات اور اسرار کا ادراک یا احاطہ نہیں کرسکتے۔ ہر عارفِ حق، اللہ تبارک وتعالیٰ کا اتنا ہی عارف ہوتا ہے جتنی کہ اللہ ربّ العزت نے اُسے اپنی معرفت عطا کی ہوتی ہے۔

وہ سالکانِ راہِ طریقت جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا قرب عطا فرمایا جب ذکرعروج کے ذریعے سیر الی اللہ کرتے ہیں تو انھیں عرشِ معلّٰی پر''**الرحمن علی العرش استوی**'' [۱]کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور جب وہ وہاں سے ذکر نزول کے ذریعے سیرمن اللہ کرتے ہیں تو مدینہ منورہ میں انھیں''**وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**''[۲] کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس روحانی سفر میں تلمیذ رحمٰن شاعر کو جو تجلی دونوں مقامات پرمشترک نظر آتی ہے وہ صفت''رحمت'' کی تجلی ہےجس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ شیخ اکبرحضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''فصوص الحکم'' میں نظریۂ''وحدۃ الوجود'' کا جو خاکہ بیان فرمایا ہے اسے تمام سلاسل طریقت کے صوفیائے کرام و اولیائے عظام نے تسلیم کیا ہے اور اس مسلک کے حامی اولیاء اللہ نے اللہ ربّ العزت کو''وجودِ مطلق''، یعنی واجب الوجود قرار دیا ہے۔

مسلمان متکلمین میں جوعلم الکلام و فلسفہ اورمنطق کے امام گزرے ہیں، انھوں نے بھی اس باب میں اپنی کتب میں کافی وضاحتیں اور مثالیں تحریرفرمائی ہیں، مثلاً اگر زمین پر کئی برتنوں میں پانی بھر کر رکھ دیا جائے یا بہت سارے آئینے رکھ دیے جائیں تو ہر برتن اور ہر آئینے میں دن کے وقت سورج کا عکس نظر آئے گا لیکن آسمان سورج سے خالی نہیں ہوگا۔

اس طرح اگر رحمٰن اپنے محبوب مکرمﷺ کو اپنی صفات کا مظہر بنائے اور اس مقدس ہستی سے اپنی صفت رحمت کے انوار وتجلیات کومنعکس کرے تو عرش الٰہی بھی اُس کے انوار وتجلیات سے خالی

نہ ہوگا۔ لہٰذا زمانۂ حال میں دونوں مصرعوں میں لفظ ''ہے'' کا استعمال درست ہوگا۔

لہٰذا اگر کوئی عام ناقد یا مبصر اپنے مبلغ علم کے مطابق کسی عارف کامل کے کسی قول وفعل کی تشریح کرے گا تو نظریۂ ''وجود الوجود'' سے ناواقفی اور اس کی تشریح سے لاعلمی کی بنا پر غلطی و خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسے عالم جذب وسکر کی شطحیات ہی سمجھے گا۔

اس لیے میری گزارش ہے کہ مستند ومقبول اور مشہور اولیاء اللہ عارفین کاملین کے اقوال و افعال اور احوال و اسرار پر تنقید یا تبصرہ کر کے عوام الناس سے داد وتحسین وصول کرنے کے بجائے ایسے مضامین سے ''نعت رنگ'' کو مزین کیا جائے۔ جنھیں پڑھ کر اولیاء اللہ کے عقائد و نظریات سے متنفر ہونے کے بجائے اُن سے عقیدت و محبت کے جذبات پروان چڑھیں۔ وہ علوم و معارف جنھیں اکابر اولیاء اللہ نے اسرار الٰہی کے زمرے میں رکھا ہے اور جن کے افشا کرنے کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری میں ''**قطع هذا لبلعوم**'' (یہ گلا کاٹ دیا جائے) یا حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت میں ''**كلم الناس على قدر عقولهم اتريدون ان يكذب الله و رسوله**'' (لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے) کے الفاظ وارد ہیں انہیں عامیانہ انداز میں عوام الناس تک نہ پہنچایا جائے تاکہ وہ انھیں غلط سمجھ کر گم راہ نہ ہوں یا ان کی تکفیر کر کے خود موجب عذاب نہ ہوں۔ قدیم کتب فقہ میں بعض مسائل کے بارے میں ظاہری علم شریعت کے باوجود یوں ممانعت ہے کہ ''یہ مسئلہ جاننے کا ہے بتانے کا نہیں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو صحیح طرح سے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو مزید روشن کرنے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین) بجاہ سیّدالمرسلین سیّدنا محمد النبی الکریم ﷺ۔

احقر العباد و خادم الفقرا
ناصر الدین صدیقی عفی عنہ

☆ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی (پ:۱۹۶۲ء)، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، کتب: ''جدید مسائل کا اسلامی حل''، ''علماء و مشائخ کراچی''، ''اسلامی فلسفہ''، ''مفکرین اسلام''، ''فیضان قادریہ''، ''مبادیات اسلامی بینکاری و مالیات''، ''حیات اسلامی''، ''مدارس اہلسنت''، ''اضیاف اللہ''، ''بزرگان قادریہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''مشائخ قادریہ رشیدیہ''، ''قصص الانبیاء'' و دیگر۔

۱۔سورۂ طٰہٰ ، آیت: ۵   ۲۔سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷

ناوک حمزہ پوری (انڈیا)

01-08-2004

برادرِ مکرم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ بلاتمہید عرض ہے کہ منسلکہ مجموعے کا اوّلین مضمون ماہ نامہ ''گلبن'' کے نعت نمبر کے مقدماتی مضمون کے طور پر کئی سال قبل لکھا تھا۔ دوسرا مضمون جو غیر مسلم شعرا سے متعلق ہے وہ برادر عزیز پروفیسر طلحہ رضوی برق کے مضمون کے ردّعمل کے طور پر ڈیڑھ دو سال قبل لکھا۔ جی چاہا کہ ان دو مضامین پر ایک اور مضمون کا اضافہ کرکے ایک کتابچہ ۸۰رصفحات کا چھپوا دوں۔ یہ کام کرنا چاہتا تھا لیکن اسی دوران میں بینائی بہت متاثر ہوگئی۔

یہ مسودہ برادر گرامی ظہیر غازی پوری نے دیکھا۔ وہ میری عمر (۷۴ربرس)، صحت اور بے سروسامانی سے واقف ہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ میں یہ مسودہ آپ کے حوالے کر دوں تا کہ اس کا بہترین مصرف نکل آئے۔ چناں چہ سپردم بتو مایہ خویش را کے مصداق اسے آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ چاہیں تو اسے ''نعت رنگ'' میں شائع فرما دیں یا چاہیں تو الگ سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع فرما دیں۔ بہرصورت تمام حقوق آپ کو تفویض کرتا ہوں۔ میرے لیے صرف دعائے خیر کیجیے۔

دعا گو
ایک گمنام فقیر
ناوک حمزہ پوری

☆ ناوک حمزہ پوری ، شاعر، ادیب۔

۱۷/ اکتوبر۲۰۰۴ء

سیّدی ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف ؟

گرامی نامی مورخہ ۲/ اکتوبر۲۰۰۴ء ملا ہے۔ممنون ہوں۔ میں نے پہلے ہی خط میں یہ غالبًا لکھ دیا تھا کہ بمصداق ''سپردم بہ تومایہ خویش را۔تو دانی حساب کم وبیش را'' آپ جیسے چاہیں مسودے کا استعمال کریں۔ آپ کو پورا حق ہے۔ پھر دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔اب آپ انھیں'' سفیر نعت'' یا ''نعت رنگ'' میں بطور مضمون شامل کرنا چاہتے ہیں تو بشوق کیجئے ۔اور دعا کیجئے ۔

''گلبن'' میں آپ نے مضمون نمبر ا ہی پڑھا ہوگا۔مضمون نمبر۲ اورنمبر۳ تو بالکل تازہ تازہ ہے۔خصوصاً مضمون نمبر۲ آپ کی دلچسپی کا اس لئے بھی ہونا چاہیے کہ آپ برادرعزیز ڈاکٹر شاہ محمد طلحہ رضوی برق کا مضمون شائع کر چکے ہیں (یہ اطلاع ظہیر بھائی[ا] نے بہم پہنچائی تھی) ایسے میں مضمون نمبر۲ آپ کے قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

المختصر یہ کہ مضامین کا آپ جس طرح چاہیں مصرف لیں ۔

اللہ کرے آپ بہمہ جہت شاداب وشگفتہ ہوں اور رمضان المبارک کی برکتوں سے فیضیاب بھی ۔والسلام

دعا گو

ناوک حمزہ پوری

ا۔ظہیر غازی پوری مراد ہیں۔

نجم الاسلام، پروفیسر ڈاکٹر (حیدرآباد)

۱۱ جنوری ۱۹۹۶ء

محترم رحمانی صاحب ! سلام وآداب

انفارمیشن سروسز کے محمد مہدی زیدی صاحب تشریف لائے اور آپ کا پیکٹ پہنچا کر ممنون فرمایا ،جو چار مطبوعات (''نعت رنگ'' شمارہ جات اول ودوم،''جادۂ رحمت'' اور'' آپؐ'')اور مکتوب گرامی مورخہ ۷ جنوری پر مشتمل تھا۔دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے اعلیٰ وارفع معیار کے حامل ہیں ،مبارکباد پیش کرتا ہوں،

خدا کرے کہ استقلال کے ساتھ شائع ہوتا رہے۔

''جادۂ رحمت'' بھی ایک اچھا تحفہ ہے جو آپ کی عنایت سے ملا تھا آپ نعت کی تنقید، تحقیق، تخلیق، ترویج میں نہایت قابل ذکر اور قابل توجہ کام کررہے ہیں، اور ناشر، ادارۂ ''اقلیم نعت'' بھی، جس کی شائع کردہ ''آپؐ'' بھی ملی۔

مخلص

نجم الاسلام

☆ پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام (۱۹۳۳ـ۲۰۰۱ء)، اردو، فارسی اور سندھی کے ممتاز محقق، مترجم، دانشور، ماہرِ تعلیم، سربراہ: شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جامشورو (۱۹۷۷ـ۱۹۹۲ء)، مدیر: مجلّہ ''تحقیق''، سندھ یونیورسٹی جامشورو، کتب: ''دبستانِ دہلی کی اردو نثر (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''ابھرتی کرنیں''، ''عالمی امن''، ''نقش ونغمہ''، ''دین وادب''، ''مطالعات''، ''رسمیاتِ مقالہ نگاری''، ''محسنِ انسانیت''، ''ابیاتِ سندھی خواجہ محمد زمان''، ''ابیاتِ شاہ کریم''، ''دوآہنگ''۔

31.12.1996

محترم رحمانی صاحب!

سلام وآداب

''نعت رنگ'' (۳) کا ایک نسخہ آپ کی طرف سے سید ماجد علی صاحب نے پہنچایا۔ تہ دل سے ممنون ہوں۔

ایسا عمدہ کتابی سلسلہ قائم کرنے پر آپ کے رفقائے کار کو اور آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ رسالہ تفصیلی اظہار رائے کا مستحق ہے، تبصرہ شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

مخلص

نجم الاسلام

28.7.1997

محترم رحمانی صاحب !

سلام مسنون وآداب

عنایت نامہ شرف صدور لایا ،جس میں آپ نے اپنے رسالے کے لئے نعت کے موضوع پر کوئی مضمون لکھنے کی دعوت دی ہے ،شکریہ ۔

اس سے قبل ،آپ کا ایک مکتوب گرامی اور بھی موصول ہوا تھا،اور'' نعت رنگ'' کا ایک تازہ تر شمارہ بھی ملا تھا۔یہ سب ایک مضمون لکھنے کی ترغیب دلانے کے لیے کافی ہے ۔

لیکن، اپنے کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے، بڑی معذرت کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی مضمون پیش کرنا مشکل ہے۔البتہ، آئندہ کسی شمارے کے لیے کوئی مضمون نعت کے سیاسی پہلو پر لکھنے کا خیال رکھتا ہوں۔ جب بھی تکمیل کو پہنچے گا۔آپ کی خدمت میں بھیجنے کی سعادت حاصل کروں گا ۔

آپ کیسا عمدہ رسالہ نکال رہے ہیں، اور کیسے پاکیزہ مقاصد کے ساتھ۔ خدا اس کو بیش از بیش فروغ عطا فرمائے ۔تہنیت پیش کرتا ہوں اس کی مسلسل اشاعت پر۔

مخلص

نجم الاسلام

''نعت رنگ'' کے دوشمارے (۷ اور ۸) موصول ہوئے۔کس بلند معیار پرآپ نے اس رسالے کو پہنچایا ہے، موجب حیرت ہے۔ پھر پیش کش ایسی کہ سبحان اللہ۔ شمارۂ ہفتم کے سرورق پر استاد شفیق الزماں کے فن کا نمونہ نگینے کی طرح نمایاں اور روشن ہے۔مشمولات شوق اور دلچسپی سے دیکھے اور مستفید ہوا۔ شمارۂ ہفتم میں پیارے لال شاکر میرٹھی کا ذکر ہندوشعرا کے تحت (ص ۱۲۲) آیا ہے میرا خیال ہے وہ پکے عیسائی تھے،ہندو نہ تھے۔ تحقیق کرلیں۔

مخلص

نجم الاسلام

ندیم صدیقی (ممبئی)

یکم مئی ۱۹۹۸ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت۔

سوچا تھا میں پہلے آپ کو خط لکھوں مگر آپ نے بازی مار دی۔ بھائی نور احمد صاحب (میرٹھی) بھی خوب کرم کرتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ نعت ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' اور ''نعت رنگ'' کے دو شمارے ایک ساتھ موصول ہوئے۔ گاہے گاہے ''جنگ'' کراچی یہاں دیکھنے کو مل جاتا ہے اُس میں جو ایک مذاکرہ شائع ہوا تھا جس میں اعجاز رحمانی، نور احمد میرٹھی اور آپ شریک تھے۔ آپ نے بڑا اپیل کیا تھا پھر ''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے دیکھے۔ اللہ نے آپ سے کس سعادت کا کام لیا ہے۔ مبارک ہو کہ دین و دنیا دونوں جگہ آپ سرخ رو نظر آتے ہیں۔ ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' سامنے ہی رکھا ہے۔ ایک بار تو پڑھ لیا پھر بھی جستہ جستہ دیکھتا رہتا ہوں۔ نعتیہ غزلوں میں آپ کی مشاقی بھی متاثر کرتی ہے مگر یہ نظمیں آپ کی نمائندگی زیادہ کرتی ہیں، مثلاً ''ضمیر کی قید میں'' یا پھر ''گم شدہ سفر''...شاید ان کی ضرورت بھی ہے۔ خواجہ مشفق نے صحیح کہا ہے کہ ''...نعت صبیح رحمانی کے حق میں حرفِ دعا ثابت ہوئی ہے۔'' اللہ آپ کو یوں ہی نوازتا رہے۔ آمین

آپ کی ایک نعت،'' ہندوستانی نعت گو متوجہ ہوں'' (آپ کی جانب سے ایک اپیل) ''انقلاب'' میں لگا چکا ہوں) اُس کی کٹنگ منسلک ہے۔ آپ کے مجموعے پر ایک اجمالی تبصرہ بھی عن قریب چھپے گا۔ ''انقلاب'' کا جمعہ ایڈیشن اور ادبی صفحہ ان دنوں یہی حقیر مرتب کر رہا ہے۔ آپ اور دیگر احباب اس کے لیے اپنی تخلیقات بھیجتے رہیں۔ تازہ ادبی صفحے میں معراج حسن عامر، اظہر جاوید، احمد صغیر صدیقی، حاصل مراد آبادی، محسن بھوپالی اور احمد ندیم قاسمی صاحب کی غزلیں شائع ہوئی ہیں۔

ایک ارادہ ہے کہ میرے شناسا نعت گو شعرا کا ایک تذکرہ لکھ لوں۔ دعا کیجیے کہ یہ ارادہ عمل کی صورت اختیار کرلے۔ آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے ایک ہندوستانی رنگ ہوگا۔

محترم قیصرالجعفری نے سیرت النبی ﷺ پر ایک طویل نظم کہی ہے جو ''چراغِ حرا''[۱] کے نام سے کتابی شکل اختیار کرچکی ہے۔ اس خط کے آگے یا پیچھے ہی آپ تک پہنچے گی یہ کتاب، اُمید کہ توجہ فرمائیں گے۔ تازہ ''نعت رنگ'' کے صفحے ۳۰۲ پر جو نظم شائع کی ہے۔ یہ اسی کا ایک باب ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اس کتاب پر کشفی صاحب کا تبصرہ ہو۔

ارے بھئی یہ ''الہام'' [۲] والے خالد عرفان صاحب کہاں ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں کہیں نظر

نہیں آئے؟ اگر کہیں مل جائیں تو سلام کے ساتھ میرا پتا بھی دے دینا۔

میرے معمولات عجب ہیں ممکن ہے میں خط کا جواب نہ دے سکوں۔ اس سے بدگمان نہ ہویئے۔ ایک بار جس سے تعلق ہوجائے وہ فراموش نہیں ہوسکتا اور پھر آپ سے تو رشتہ حضورﷺ کے حوالے سے ہے۔ خط و کتابت کے لیے گھر کا پتا ہی بہتر ہوگا۔''نعت رنگ'' کا شمارہ جب بھی آئے گا ان شاء اللہ ''انقلاب'' میں اُس کی خبر یقیناً شائع ہوگی۔ پتا نہیں آپ کے علم میں ہے یا نہیں کہ ''انقلاب'' یہاں کا قدیم اور اہم اخبار ہے۔ جو اپنی اشاعت کے ۶۰ رسال مکمل کر چکا ہے۔

دہلی سے ایک پرچہ ''اردو بک ریویو'' کے نام سے نکل رہا ہے۔''نعت رنگ'' وہاں ضرور بھجوایئے اور اپنا مجموعہ بھی عارف اقبال صاحب (مدیر اردو بک ریویو) میرے دوست ہیں۔''خوابوں میں سنہری جالی'' پر ایک تبصرہ بھی بھجوا دوں گا۔ آپ وہاں سے کتاب Post کردیں اور ایک خط بھی۔

کیا آپ بمبئی آنا چاہیں گے کسی نعتیہ مشاعرے میں؟ بطور سفر خرچ میں تین ہزار روپے دلوا دوں گا۔ براہِ لاہور دہلی ٹرین کے ذریعے آپ بمبئی آسکتے ہیں۔ برادر! یہاں کے مسلمان کراچی کے مسلمانوں کی طرح صاحب حیثیت نہیں ہیں۔

آئندہ خط میں ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ بھیجوں گا۔ نور احمد صاحب ملیں تو سلام کہیے۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

احقر

ندیم صدیقی

☆ ندیم صدیقی (پ: ۱۹۵۱ء)، شاعر، ادیب، مدیر: ماہنامہ ''انقلاب''، ممبئی

۱۔۱۹۹۷ء، دہلی: ادارۂ ادب اسلامی ہند، بار اول، ۲۴۷ص

۲۔ نعتیہ شعری مجموعہ، ۱۹۸۴ء، کراچی

نذیر احمد علوی الباروی (لیّہ)

18-12-2005

محترم المقام انیق والشفیق صبیح الدین صبیح رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! مزاجِ گرامی!

آپ کا ارسال کردہ پوسٹ کارڈ ''نعت رنگ'' ملا، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ نے

سیرت النبی ﷺ کی کتب کا اشتہار طلب فرمایا ہے۔

مولانا محمد اقبال احمد الباروی صاحب ابھی مدینہ منورہ سے عمرہ کرکے آئے ہیں۔ اُن کی صحت قدرے علیل ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ بھی نائب قیم جامعہ نعمانیہ ہیں ہمارا شوق سیرت بھی مشترک ہے۔ آپ رحمانی صاحب! کو خط لکھ دیں۔

بھائی رحمانی صاحب! الحمدللہ بندہ کے پاس سیرت النبویہ الشریفہ کی کتب نادرہ اور کثیرہ ہیں بلکہ میرا عقیدت خانہ سیرت ایک یادگار سیرت لائبریری ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے نسب نامہ سے لے کر وفات النبی ﷺ تک مستقل کتب موجود ہیں۔

شائقین ومحبین سیرت النبویہ ﷺ کے علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ اللہ پاک اس میں مزید اضافہ عنایت فرمائے۔ آمین

بندہ نے ایک نادر کتاب ''دلائل النبوۃ'' الحافظ محمد بن جعفر الفریابیؒ (۲۰۷۔۳۰۱ھ) کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو الفریابیؒ کا تعارف اور کتاب سے کچھ ترجمہ ارسال کردوں تاکہ ''نعت رنگ'' کی اشاعت میں شائع ہوسکے۔

اس دلائل النبوۃ سے متعلق بہت کم علمائے کرام واقف ہیں اور یہ نادر کتاب ہے۔ آپ جسے اشتہار دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ تمام احباب کو سلام۔

نوٹ: سب کتب عربی زبان میں ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ فہرست بھی تیار کرکے ارسال کردوں گا۔

والسلام

احقر

نذیر احمد علوی الباروی عفی اللہ عنہ

☆نذیر احمد علوی الباروی، نائب قیم جامعہ نعمانیہ لیہ، امام وخطیب جامع مسجد دارالسلام، لیہ،
صاحبُ القصر الکتب السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم

نسیم عزیزی (ہوڑہ، انڈیا)

۸/ مارچ ۹۹ء

مکرمی و معظمی جناب صبیح رحمانی!

سلام و رحمت!

اُمید ہے آپ افراد خانہ کے ہمراہ معبودِ حقیقی کی محافظت میں ہوں گے۔ آمین

''نعت رنگ'' کی دو جلدیں موصول ہوئیں۔ یادآوری کے لیے شکریہ۔ آپ کے حکم کے مطابق اس کی ایک جلد مکتوب الیہ کی خدمت میں پیش کی جاچکی ہے۔ غور فرمائیں کہ محترم علقمہ شبلی صاحب کو اس کی کوئی کاپی نہیں ملی۔ واضح رہے کہ متذکرہ شمارے میں شبلی صاحب کی نہ صرف ایک نعت پاک شائع ہوئی ہے بلکہ ان کی نعتیہ وحمدیہ رباعیات کے اوّلین مجموعہ ''زادِسفر'' سے متعلق ایک مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔ معلوم ہوا کہ کلکتہ سے شائع ہونے والا ادبی رسالہ ''اثبات ونفی'' کے تازہ شمارے میں ''نعت رنگ'' کا اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس کی درجنوں کاپیاں پاکستان کے لیے ارسال کی جاتی ہیں۔

گوشہ ''مقالات ومضامین'' میں ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی، رشید وارثی اور عزیز احسن کی تخلیقات خصوصی توجہ کی متقاضی ہیں۔ تجزیاتی مطالعہ خوب ہے۔ گوشہ ''فکر وفن'' کے تحت دو مضامین ''غالب کا نعتیہ کلام'' اور ''صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری'' دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔ گوکہ آپ کے تینوں شعری مجموعے کی شاعری کے کینوس کے اعتبار سے احسن صاحب کا مضمون طوالت سے اجتناب کرتا ہے مگر اس کی جامعیت موصوف کی نگہ میں طبیعت کا انکشاف کرتی ہے۔ سچ پوچھیے تو اب مجھے ان تصانیف کے نہ پڑھنے کا ملال ہے۔ خصوصی مطالعہ کے تحت شائع ہونے والی طویل نظم کے ساتھ اگر ایک تجزیاتی مضمون بھی شامل ہوتا تو میرے خیال میں تجربہ خوش گوار ثابت ہوتا۔ اردو کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے حنیف اسعدی نے مبسوط تبصرے قلمبند کیے ہیں۔ یوں تو تبصروں کے سلسلے میں عام تصور رہا ہے کہ انھیں صاحب کتاب کی کاوش کا خوب صورت مرقع گردانتے ہیں لیکن حنیف صاحب نے اس مفروضے کو مسترد کرنے کی ہرممکن کوشش کی ہے، دیگر مشمولات بھی خوب ہیں۔

دراصل متذکرہ شمارے کے سلسلے میں متوازن رائے قائم کرنے کے لیے ایک طویل مضمون کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ نعتیہ شاعری سے متعلق اُتنی عمدہ کتاب اب تک میری نظروں سے نہیں گزری ہے۔ بلاشک آپ کے خلاقانہ ذہن اور بے مثل ہنرمندی کا میں قائل ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ ﷺ کا یہ طفیل ہے کہ وہ آپ کے توسط سے کروڑوں مداحوں کی روحانی مسرت کا

بھرپور سامان فراہم کر رہا ہے۔ ''نعت رنگ'' نمبر۶ کا شدت سے انتظار ہے۔

اگلے شمارے سے متعلق مفصل تاثرات لکھ بھیجوں۔

نوٹ: ''نعت رنگ'' کے جملہ قارئین کی خدمت میں اس ناچیز کا ہدیۂ تسلیم و محبت پہنچے، نوازش ہوگی۔ کارِ لائقہ سے یاد فرمائیں۔ نگاہیں فرشِ راہ ہیں۔ ممکن ہو تو ''نعت رنگ'' کی ایک کاپی علقمہ صاحب کو عنایت فرمائیں۔ ان کا پتا لکھ رہا ہوں۔

دعاؤں کا طالب

نسیم عزیزی

☆نسیم عزیزی، شاعر، ادیب۔

❖

نصیر ترابی (کراچی)

''نعت رنگ'' کا ۲۳واں ادب اندوز ذخیرہ میرے سامنے ہے۔ سبحان اللہ... گئے وقتوں میں نعت ایک معتقداتی اور ثوابیہ صنف تھی لیکن اِدھر تم نے اِسے ایک ادبی وصفِ امتیاز سے ایسا کچھ کر دیا ہے کہ بس اللہ اللہ۔

تمھاری اس ریاضت سے یہ عقدہ کھلا کہ آگہی، حقیقت کو اُس کے اعتباری مقام پر پہنچانے کا دوسرا نام ہے۔

کیا کہنے برادرم انوار احمد زئی کے اس مقدماتی بیان کا... ''’نعت رنگ‘ ایک مجلّے... ایک کتابی سلسلے سے بہت آگے... ایک تحریک... ایک مشن اور ایک آدرش کا روپ دے رہا ہے... یہ عشق کے ذریعے عالم آرائی کا منصب ہے۔''

اس مقدمے سے معلوم ہوا کہ ''عالم آرائی کا منصب'' وجود کو عشق کی ''شہادتِ فوقیہ'' کے حوالے سے حاصل ہے۔ عشق کی نیت مستعار نہیں ہوتی۔ یہ نیت حضوریت کے وجدانی ارادے سے ظہور کرتی ہے اور پھر عشق رفتہ رفتہ وہ استغراق ہوجاتا ہے جو فراق سے ہر آن ایک وِفاق کا تقاضائی رہتا ہے۔

صبیح تمھارا عشق سراسر انجذاب اور استغراق ہے مگر ''نعت رنگ'' کے ذریعے نمود و شہود محض تمھارے عشق کو حق کے آئینے میں اپنا حسنِ سراپا دیکھنے کی ایک لاشعوری مجبوری ہے۔

بقولِ غالبؔ:

پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

''نعت رنگ'' کی تہذیب دیکھ کر احساس ہوا کہ تمھارا عشق لمحوں کے چاک پر پوری صدی تخلیق کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ یعنی تمھاری تشنگی لمحۂ حال کی سیرابی سے چشمۂ فردا تک رسائی چاہتی ہے۔ تم کو یہ تشنگی مبارک ہو۔

دعا گزار ہوں کہ خدائے محمد ﷺ تمھیں اور ''نعت رنگ'' کو ہر شر اور ضرر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

نصیر ترابی

☆نصیر ترابی (پ:۱۹۴۵ء)، شاعر، ادیب، افسر تعلقاتِ عامّہ: ایسٹرن فیڈرل یونین انشورنش کمپنی، مجموعۂ کلام: ''عکس فریادی'' (۲۰۰۰ء)

نقوی احمد پوری (احمد پور شرقیہ)

29-01-1991

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

''نعت رنگ'' کا کتابی سلسلہ نمبر۲ نظرنواز ہوا۔ سرورق دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل میں کیا کیا جذباتِ عقیدت بھڑکے۔ ذہن میں کیا کیا الفاظ محبت گونجے۔ روح نے کس کس طرح سرمستی میں رقص کیا۔کالی کملی والے کے تصور میں بے ساختہ سرورق کو چوم لیا... سرورق... انوار و تجلیات کی بارش۔ اس بارش میں ذاتِ باری کی طرف سے اعلان کرتی ہوئی ٹھنڈی، بھینی خوشگوار و مشکبار ہوا... ہوا کا اعلان ...ذاتِ بے نیاز کے اندازِ تخاطب کے والہانہ پن کا ترجمان ''**ورفعنالک ذکرک**'' چمکتا دمکتا، ارفع و اعلیٰ، فضاؤں میں نور چھڑکتا ہوا مینار۔ خوش بوئیں لٹاتی ہوئی فصل بہار...علامتِ دلنشین... رحمۃ للعالمین... درود و سلام ہو اس رحمتوں کے تاج والے معراج والے نبی طاہر و مطہر پر اس کی آل پر، اس کے اصحاب پر اور اس کی ازواج پر ہے۔

سوچا کہ جس سلسلے کے سرورق نے سرور و کیف کی موجوں میں ڈبو دیا ہے، اس کے مندرجات کیسے ہوں گے۔ مندرجات کا خیال آتے ہی ان مندرجات کو یک جا کرنے والے کی طرف دھیان پلٹا۔ اے صبیح رحمانی! آپ سے گو تعارف نہیں تھا، لیکن آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعے ایسا

تعارف کرایا ہے کہ آپ کے اس کارنامے پر مجھے رشک آنے لگا ہے۔ آپ کو آپ کے معاونوں کو اور آپ کے مشیروں کو جو سعادت حاصل ہوئی ہے، یہ سعادت ہر ایک کو کہاں حاصل ہوتی ہے۔

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ...

میں آپ سب لوگوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

آپ کا ابتدائیہ کھلی دعوت ہے۔ خدائے کریم ہم اہل قلم کو اپنے فیوضات و برکات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ کچھ تو ایسا لکھ جائیں جو ہمارے لیے توشۂ آخرت ہو۔ حافظ محمد افضل فقیر صاحب کا مضمون ''نعت کا مثالی اسلوبِ نظم'' بہت دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔ انھوں نے جس انداز میں ''با محمد ہوشیار'' والی باتیں کہی ہیں وہ نعت گوشعرا کو محتاط راہیں دکھاتی ہیں۔

عاصی کرنالی صاحب نے ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کے اثرات'' پر مدلل مضمون سپردِ قلم کیا ہے۔ عروضی نظام کے تحت بحور اور اوزان کے ساتھ اشعار پیش کرنا ایک دقت طلب کام تھا جو انھوں نے بطریق احسن سرانجام دیا ہے۔

رشید وارثی صاحب کا مضمون ''اردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف'' متنازعہ جہتوں کا حامل ہے۔ دل تو کہتا ہے کہ اس پر کھل کر خامہ فرسائی کروں لیکن اس کے نتیجے میں خط طویل ہوجائے گا اور پھر بحث کا سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔ ان کی کچھ باتیں صحیح ہیں لیکن کچھ باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اشعار میں جو باریک نکتے ہیں وہ انھیں سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ میں مثال کے طور پر یہاں صرف ایک شعر کے بارے میں لکھوں گا۔ وہ شعر یہ ہے:

(تخلص) آپ کی مدحت خاص کو
کم سے کم حق کا طرزِ بیاں چاہیے

رشیدوارثی صاحب نے شاعر کا تخلص حذف کرکے اپنے اندرونی خوف کا مظاہرہ کیا ہے۔ باوجود خوف کے رقم طراز ہیں:

> ''اس شعر میں ذات حق تعالیٰ جل جلالہ کے طرزِ بیان کو ''کم سے کم'' کہنے سے قادرِ مطلق کی صفت کلام، وحی متلو اور غیر متلو (قرآن و حدیث) کی تنقیص ہوتی ہے... ذرا سوچیے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ گمان رکھا جائے کہ (نعوذ باللہ) اس کا طرزِ بیان حضور اکرم ﷺ کی ''مدحت خاص'' کے لیے کم سے کم حیثیت رکھتا ہے تو پھر آپ کی کامل مدحت سرائی کے لیے ذات قادر مطلق کو

بھی مجبور ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے محبوبﷺ کی کماحقہ،مدحت بیان کرنے پر قادر نہیں... لہٰذا اس قسم کی مدح سرائی سے اجتناب کرنا بلکہ تائب ہونا نعت گوئی کیا ایمان کا بھی تقاضا ہے۔''

دراصل اس شعر میں جو لطیف نکتہ ہے۔ رشید وارثی صاحب اسے سمجھ ہی نہیں سکے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ شعر کس کا ہے لیکن اتنا نفیس شعر کہنے پر میں تو داد دیتا رہا۔ میری دانست میں اس شعر کی تشریح یوں ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ارفع و اعلیٰ ہے تو اسی طرح اس کا کلام بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس نے اپنے محبوب کے ذکر کو رفعت بخشی اور فرمایا۔ **ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی. یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔** اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے نبی کریمﷺ پر درود بھیجتے ہیں اس درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی مجبوری ظاہر نہیں ہوتی بلکہ یہ مقصود ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ان پر درود بھیج رہا ہے۔حضورﷺ کے مقام کو جس طرح اللہ تعالیٰ سمجھتا ہے اُسے کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ جس طرح وہ اپنے محبوبﷺ کی تعریف کرتا ہے کوئی اور نہیں کرسکتا۔ اس لیے شاعر کہتا ہے کہ سرکارِ دوعالمﷺ کی شان بہت اونچی ہے اور اے شاعر (تخلص) تم صدقِ دل سے چاہے کتنی ہی آپ کی تعریف و توصیف کرو ان کی تعریف و توصیف کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ حضورﷺ کے شایانِ شان تو اللہ تعالیٰ کا طرزِ بیان ہے۔ ان کی مدحت خاص کا تو تقاضا بھی یہی ہے کہ کم سے کم وہی طرزِ بیان اختیار کیا جائے جو طرزِ بیان اللہ تعالیٰ کا ہے۔ چوں کہ تمھارا طرزِ بیان وہ نہیں ہوسکتا جو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا تم ان کی مدحت خاص کا حق ادا نہیں کرسکتے۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

عزیزاحسن صاحب نے ''نعت اور شعریت'' میں فنی لحاظ سے نعتیہ اشعار کا بڑی محنت سے جائزہ لیا ہے اور جچے تلے انداز میں محاسن و معائب پر روشنی ڈالی ہے۔ تنقید کا یہ انداز اب تک دیگر اصنافِ سخن کو تو اپنی لپیٹ میں لیتا رہا ہے۔ لیکن احتراماً کسی نے نعت کو نہیں چھیڑا۔ میں اس بات کا قائل

ہوں کہ نعت کو نظریاتی تنقید کا ہدف نہ بنایا جائے کیوں کہ ہمارے شعرا مختلف مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر شاعر اپنے مسلک کے مطابق نعت کہتا ہے۔ مقصد سب کا سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں گل ہائے عقیدت پیش کرنا ہوتا ہے، ہاں اشعار میں فنی خامی ہو تو اس کی طرف اشارہ ضرور کیا جائے، یا پھر ایسے اشعار جن میں شاعر نے اپنے تئیں تو حضور ﷺ کی تعریف کی ہو لیکن جو الفاظ استعمال کیے ہوں ان سے ذم کا پہلو نکلتا ہو تو شاعر کی توجہ ان اشعار کی طرف ضرور دلائی جائے تا کہ وہ اپنے شعروں کی اصلاح کر سکے۔

پروفیسر سحر انصاری صاحب نے ''گلبن نعت'' پر بہت ہی مختصر تبصرہ کیا ہے۔ بطورِ نمونۂ کلام زینب بی بی محجوب کے دو چار اشعار درج کر کے انھوں نے ہم تشنہ لبوں کی کچھ اور پیاس بھڑ کا دی ہے۔ یہ مضمون متقاضی تھا کہ اس میں مختلف انداز کے نعتیہ اشعار شامل کیے جاتے ہیں۔

شبیر احمد قادری صاحب کا مضمون ''جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ نبوت میں استمداد۔ استغاثہ و فریاد'' جامع اور اثر آفریں ہے۔ انھوں نے عنوان سے انصاف کیا ہے اور بطور حوالہ بہت اچھے اور موزوں اشعار شاملِ مضمون کیے ہیں۔

شفیق الدین شارق صاحب کے مضمون ''عصر حاضر میں نعت نگاری'' کا عنوان جس وسعت کا تقاضا کرتا ہے وہ اس مضمون میں نہیں ہے۔ اپنے مضمون میں جن نعت گو شعرا کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے صرف یہی چند شعرا تو دورِ حاضر کے نعت گو نہیں ہیں۔ اگر شارق صاحب کی نظر میں بہاول پور ڈویژن کے مرحوم شاعر حیاتؔ میرٹھی کی تالیف ''خیابانِ عقیدت'' گزر چکی ہوتی تو انھیں اندازہ ہو جاتا کہ صرف بہاول پور ڈویژن میں کتنے نعت گو شعرا ہیں اور ان شعرا میں سے کتنے تو ملک گیر شہرت کے مالک ہیں لیکن اس مضمون میں ان کا نام تک نہیں لیا گیا۔

صبیح رحمانی صاحب کا مضمون ''دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری'' میرے لیے بہت سے انکشافات لایا ہے۔ بزرگ اور معروف شعرائے کرام کو تو میں جانتا تھا اور ایسے شعرائے کرام کے اسمائے گرامی بھی میرے سامنے تھے جن کا کلام میری نظر سے گزرا تھا۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جن کے بارے میں، میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ان کا تعلق کراچی سے ہے۔ ان کے مضمون ہی سے مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ کراچی کے باسی ہیں۔ کچھ ایسے نوجوان شعرا کے نام بھی میری نظر سے گزرے ہیں جن کے بارے میں میری معلومات صفر کے برابر تھیں۔ اس مضمون نے مجھ پر یہ حقیقت آشکارا کی کہ ان میں سے کچھ کی تصنیفات منظرعام پر آ چکی ہیں۔ یوں اس مضمون کی وجہ سے اب بہت سے اجنبی چہرے مجھے

آشنا لگیں گے لیکن کچھ اجنبیت تو برقرار رہے گی کیوں کہ اُن کے کلام کے مجموعے میرے پاس نہیں ہیں۔

میں نے سوچا تھا کہ خط میں اختصار سے کام لوں گا لیکن یہ خط طویل ہوتا جارہا ہے۔ میں اسے یہیں ختم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی[ا] صاحب اور شبنم رومانی صاحب نے آنکھیں دکھانا شروع کردیں۔ ان کی آنکھوں کا ہر گوشہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ہمارا گوشہ تو خصوصی گوشہ ہے۔ ہمارے معاملے میں بخل سے کیوں کام لیتے ہو اور اظہارِ خیال کیوں نہیں کرتے ہو؟... اب انھیں کیسے ناراض کروں... ان کی نعتوں پر تبصرے سے پہلے مرتبین سے شکوہ کروں گا کہ اس خصوصی گوشے کی طرف انھوں نے خصوصی توجہ نہیں کی ورنہ کتابت کی اتنی غلطیاں نہ ہوتیں... مثلاً مندرجہ ذیل اشعار کو دیکھیے:

ہے نفس و آفاق میں رونق ترے دم سے
اے صاحبِ طبل و علم اے سرور کونین

(اسلم فرخی)

اس شعر میں لفظ ''انفس'' کے ''الف'' کی کتابت نہیں ہوئی جس سے شعر وزن سے گر گیا ہے۔

فاصلہ کوئی مدینے میں نہیں ہے باقی
تھم گئی وقت رفتار مبارک باشد

(اسلم فرخی)

اس شعر کے مصرع ثانی میں لفظ ''وقت'' اور ''رفتار'' کے درمیان لفظ ''کی'' ہوگا جو غائب ہے اور یوں شعر بے وزن ہوگیا ہے۔

یہی جی میں تھا اور ٹھہروں اور کچھ ٹھہروں
پڑھا میں نے سلامِ آخری آہستہ آہستہ

(اسلم فرخی)

اس شعر کے مصرعِ اولیٰ میں شاعر کا تخلص ''اسلم'' ہوگا جو کتابت ہونے سے رہ گیا ہے اور یوں یہ مصرع بے وزن ہوگیا ہے اصل مصرع یوں ہوگا: یہی جی میں تھا اسلم اور ٹھہروں اور کچھ ٹھہروں۔

اسلم کہ ترے در کا غلامِ ازلی ہے
اے سیّد والا حشم، اے سیّد کونین

(اسلم فرخی)

مندرجہ بالا شعر کو پڑھ کر احساسِ تشنگی رہ جاتا ہے۔ پہلے مصرع میں لفظ ''کہ'' کسی عرضِ مدعا کا تقاضا کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ ''کہ'' کی بجائے لفظ ''تو'' ہوتا تو یہ خامی نہ رہتی۔

روزِ اوّل بیان ہوئے تھے تمام اسم
روشن کیا جہاں کو محمد کے نام نے

(اسلم فرخی)

مصرعِ اُولیٰ میں لفظ ''اوّل'' کتابت کی غلطی معلوم ہوتا ہے۔ یہ ''ازل'' ہوگا۔ اگر فرخی صاحب نے ''اوّل'' لکھا ہے تو انھیں اس پر نظرثانی کرنی چاہیے۔

اک حیات ہے میرے نبی کا نام
صحرا میں ایک باغ ہو جیسے کھجور کا

(شبنم رومانی)

پہلے مصرع میں کوئی لفظ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے مصرع وزن سے گر گیا ہے اور شعر بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

اُدھر عرش پر مہمانِ خصوصی
اِدھر فرش پر میزبان ہیں محمد

(شبنم رومانی)

دوسرے مصرع میں لفظ ''مہمان'' کی بجائے ''مہیماں'' ہوگا۔ پہلی میم کے بعد ''ے'' کے دو نقطے کتابت ہونے سے رہ گئے ہیں اس خامی کی وجہ سے شعر وزن سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

گر یہ جو میں نے صبح و مسا، روز و شب کیا
آخر مرے حضور نے مجھ سے طلب کیا

(شبنم رومانی)

دوسرے مصرع میں ''مجھ سے طلب کیا'' مجھے اچھا نہیں لگا۔ حضورﷺ نے کیا طلب کیا؟ وہی گریہ جو صبح و مسا کیا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دوسرے مصرع میں کتابت کی کوئی غلطی ہے یا کچھ اور ہے۔

ماہِ گیتی، آسماں کا پھول، رحمت کا نزول
جسم تھا صحرا کا لیکن روح صحرائی نہ تھی

(شبنم رومانی)

مندرجہ بالا شعر کا یہ ٹکڑا ''جسم تھا صحرا کا'' میرے ذوقِ عقیدت کو بھلا نہیں لگا۔ میں شبنم رومانی صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ میری تفہیم کے لیے وہ اس ٹکڑے کی وضاحت فرما دیں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہورہی ہو۔

ان گوشوں کو اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو یہ کامیاب گوشے ہیں۔ ان گوشوں میں جو نعتیں شامل ہیں ان کے کچھ اشعار پڑھ کر دل کو نور اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ فنی لحاظ سے ان میں پختگی بھی ہے اور شگفتگی بھی ہے۔ تاثراتی لحاظ سے انھیں پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ نعت میں جو خوبیاں ہونی چاہییں وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

حصہ ''مدحت'' میں بھی کتابت کی غلطیاں ہیں۔ پروف ریڈنگ پر زیادہ دھیان دیں۔ ورنہ بہت سے شعرائے کرام آپ کو شکایتی خطوط لکھیں گے اور یہ معاملہ آپ کے لیے دردِ سر بن جائے گا۔

''نعت رنگ'' میں ''حیاتِ مصطفوی'' پر کوئی مضمون شامل کر دیا کریں تو دلچسپی میں اضافہ ہوگا۔

اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ خدائے کریم آپ کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

والسلام۔ آپ کا اپنا
نقوی احمد پوری

☆ نقوی احمد پوری، شاعر، ادیب۔

ا۔ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی (پ: ۱۹۲۳ء)،استاد، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، خاکہ نگار، براڈ کاسٹر، ناظم شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی،متعدد کتابوں کے مصنف، چند کتب کے نام: ''محمد حسین آزاد۔ حیات و تصانیف''، ''تذکرہ گلشن بہار''، ''دبستان نظام''، ''فرید و فرد فرید''، ''بچوں کے سلطان جی''، ''بچوں کے رنگا رنگ امیر خسرو''، ''فرمایا سلطان جی نے''، ''گل دستۂ احباب'' (خاکے)۔

وحید الحسن ہاشمی (لاہور)

22/10/08

جناب صبیح رحمانی صاحب، دعائیں

میں تین سال سے بسترِ علالت پر پڑا ہوں لکھنا پڑھنا چلنا پھرنا سب موقوف ہے۔ بس اپنے پرانے دوستوں کو یاد کرکے ان کے لئے دعائیں کرتا ہوں ۔آپ چونکہ محبّ محمدؐ وآل محمدؐ ہیں اس لیے آپ کے لئے خصوصی دعا کرتا ہوں ۔

یادداشتیں گم اور حافظہ کمزور ہونے سے شعر وشاعری بھی غائب ہوگئی آپ سلامت رہیں اور خدا کے مخصوص بندوں کا ذکر کرتے رہیں۔

میرے لئے دعا ضرور کیجئے گا۔

خیر طلب
وحید الحسن ہاشمی

☆ وحید الحسن ہاشمی (پ: ۱۹۳۰ء)، شاعر، ادیب، مرثیہ نگار، مدیر اعزازی: ماہنامہ ''تہذیب الاخلاق'' (لاہور)، ماہنامہ ''پیامِ عمل'' (لاہور)، ماہنامہ ''تنظیم الاسلام'' (لاہور)، ماہنامہ ''المہدی'' (لاہور)، ماہنامہ ''خواجگان'' (لاہور)، کتب: ''الصراط''، ''خون اور آنسو''، ''بہتر پیاسے''، ''اجرِ رسالت''، ''زبانِ مقتل''، ''حیاتِ غم''، ''العطش''، ''لہو''، ''مباحثے''، ''جدید فن مرثیہ نگاری''، ''تنقیدی جہتیں'' و دیگر۔

12-11-2008

عزیزم صبیح رحمانی صاحب دعائیں ۔

خدا آپ کو راحت وسکون دے۔

میرے خط کے جواب میں شاید آپ نے مجھے دو کتابیں ارسال کردی ہیں ۔میں تین برس سے بستر علالت پر ہوں حافظہ بیکار ہوگیا ہے اور یادداشتیں گم ہو چکی ہیں۔

میں نے آپ سے دعائے خیر کی التماس کی تھی شاید آپ بھول گئے بہر حال اس وقت میرا مرض مصائب کے شدید سمندر میں آچکا ہے اس لئے اب دوا کی بجائے دعا ہی کام دے سکتی ہے ۔محمدؐ وآل محمدؐ کا واسطہ دے کر میرے لیے دعا فرمایئے خداوند کریم سمیع وعلیم ہے ۔

میں آپ کو کچھ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں۔

خیر اندیش
وحیدالحسن ہاشمی

وحید اشرف کچھوچھوی، سید، ڈاکٹر (انڈیا)

15-04-2003

مکرمی جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

نعت کے موضوع پر نو عدد کتابیں موصول ہوئیں۔ اس قیمتی تحفے کے لیے تہہِ دل سے شکرگزار ہوں۔ ہر کتاب معلوماتی اور نقد و نظر کی حامل ہے۔ دھیرے دھیرے مطالعہ کر رہا ہوں۔ ابھی تک اردو میں نعتیہ کلام اور نعت گوئی کے فن کو داخلِ نصاب نہ کیا جاسکا۔ ایک تو یہ کہ اس میں احتیاط اور خوف بے ادبی مانع ہے۔ دوسرے یہ کہ اب تک ایسی کوشش نہیں کی گئی تھیں کہ بحیثیتِ فن نعت گوئی کو فکر و نظر کا موضوع بنایا گیا ہو۔ یہ بہت دشوار کام ہے لیکن اگر اہلِ ادب اس کی طرف توجہ کرتے رہے تو اُمید ہے کہ اس صنفِ سخن کو بھی ادب کا معیار دیا جائے۔

میں فارسی زبان میں بھی کبھی کبھی نعتیں لکھتا رہا ہوں اور یہ اسلام آباد کے مجلّہ ''دانش'' میں چھپتی رہی ہیں۔ چوں کہ میں عرصہ دس سال سے فراش ہوں۔ بائیں پاؤں کی ایک ہڈی ٹوٹ چکی ہے اس لیے زیادہ فعال نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ مجھے فارسی موضوعات پر زیادہ لکھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد کچھ اردو ادب اور اسلامیاب پر بھی لکھتا رہتا ہوں۔ فنِ رباعی پر میری ایک کتاب ''مقدمۂ رباعی'' چھپ چکی ہے۔ رباعیات کا ایک مجموعہ ''آیات''[۱] بھی چھپ چکا ہے۔ شعری مجموعہ (غزل و نظم وغیرہ) طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ نعت اُسی وقت لکھتا ہوں جب طبیعت پر کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تصوف بھی میرا ایک خاص موضوع ہے۔ اس پر ایک کتاب بھی آچکی ہے۔

''دانش'' کے شمارہ ٦٦۔٦٧ میں میری لکھی ہوئی فارسی زبان میں ایک نعت شائع ہوئی ہے۔ اس خط کے صفحہ ۳ پر یہ نقل کر رہا ہوں۔ آپ چاہیں تو ''دانش'' کا حوالہ دے کر اسے ''نعت رنگ'' میں شائع کرسکتے ہیں۔

’’نعت رنگ‘‘ کے سبھی معماروں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

فقط۔مخلص

سید وحید اشرف

☆ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی (پ:۱۹۳۳ء)،شاعر، ادیب، نعت گو، دیگر کتب: ’’تجلیات‘‘، ’’مناجات‘‘۔

ا۔سن ندارد، احمد آباد، ۱۵۶ص

04-12-2005

مکرمی جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم!

چند روز ہوئے کہ مجھے دو کتابیں موصول ہوئیں: ’نعت اور آدابِ نعت‘ از مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی[۱] اور ’نعت رنگ‘ کا سترھواں شمارہ اور اس سے پہلے بھی مجھے ’نعت رنگ‘ کے کچھ شمارے ملے تھے۔ میں اکثر سفر میں رہا اور بیرونِ ہند بھی مسافرت میں تھا۔ اس لیے باوجود خواہش کے میں ’نعت رنگ‘ کے لیے کچھ نہ لکھ سکا۔ جب بھی فرصت ملے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کچھ لکھوں گا۔ پاؤں سے معذور ہوں۔ زیادہ دیر تک بیٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ چھڑی کے سہارے کچھ چل لیتا ہوں۔

آدابِ نعت پر میں نے مولانا کوکب نورانی کے چند ابتدائی خطوط پڑھے۔ یہ شاعر اور قاری دونوں کے پڑھنے کی چیز ہے۔ مولانا کوکب نورانی کو اللہ تعالیٰ نے علمِ دین، صحیح عقیدہ، عشقِ رسول ﷺ اور ادبی ذوق چاروں عناصر سے نوازا ہے۔ اس طرح وہ نورانی اسم بامسمّٰی ہوگئے۔ ادبی ذوق بہت کم یاب چیز ہے اور مولوی کے بارے میں یہ مثل تو سبھی جانتے ہیں کہ ’شعر مرا بمدرسہ کہ برد‘۔ مولانا نورانی کا ادبی ذوق وہبی ہے جس کو باشعور مطالعہ نے پروان چڑھایا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ لوگوں کی کاوش سے اردو ادب میں نعتیہ سرمایہ زیادہ وقیع ہوگا اور اس کے تنقیدی اصول بھی متعین ہوں گے اور اردو ادب کی تدریس میں بھی اس کو اہم جگہ ملے گی۔ میں خود اپنے ہی ایک شعر پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں:

راہِ ایمان ہے راضی بہ قضا ہوجانا
اور عمل عشقِ محمدؐ میں فنا ہوجانا

فقط آپ کا مخلص

سید وحید اشرف

ا۔مرتب: صاحبزادہ ارشد جمال،۲۰۰۴ء، کراچی: مہرِ منیر اکیڈمی، ۴۴۸ص

وزیر آغا، ڈاکٹر (سرگودھا)

۲۲ نومبر ۹۶ء

محترمی السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ممنون ہوں۔اس سے قبل سوالنامہ بھی مل گیا تھا۔آپ نے اچھا سوالنامہ مرتب کیا ہے مگر اس کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس نے موضوع کا بالاستیعاب مطالعہ کررکھا ہو۔میرا خیال ہے کہ اس کے لئے موزوں ادیب حافظ لدھیانوی ہیں جن کی ساری زندگی اس میدان میں گزری ہے۔دوسرے صاحب انجم نیازی ہیں جو راولپنڈی میں مقیم ہیں ۔کچھ اور لوگ بھی آپ کی نظر میں ہوں گے۔ڈاکٹر انور سدید نے بھی اس سلسلے میں خاصا کام کیا ہے ۔آپ ان سے رابطہ قائم کریں۔ ان کا ایڈریس ہے: ۱۷۲، ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں ۔

مخلص

وزیر آغا

☆ڈاکٹر وزیر آغا (۱۹۲۲۔۲۰۱۰ء)، شاعر، ادیب، نقاد، شریک مدیر: ماہنامہ ''ادبی دنیا''، مدیر: ماہنامہ ''اوراق''، ۲۰ سے زائد کتابوں کے مصنف، چندکتب کے نام: ''اردو ادب میں طنز و مزاح'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''مسرّت کی تلاش''، ''نظم جدید کی کروٹیں''، ''شام اور سائے''، ''دن کا زرد پہاڑ''، ''اردو شاعری کا مزاج''، ''عبدالرحمٰن چغتائی کی شخصیت اور فن''، ''تخلیقی عمل''، ''تصوراتِ عشق و خرد۔ اقبال کی نظر میں''، ''مجید امجد کی داستانِ محبت''، ''غالب کا ذوقِ تماشا''، ''چمک اٹھی لفظوں کی چھاگل''، ''غزلیں'' (شعری مجموعہ) و دیگر، اعزاز: ستارۂ امتیاز (حکومتِ پاکستان)۔

وفا راشدی، ڈاکٹر (کراچی)

۵/دسمبر ۱۹۹۶ء

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم!

پہلے کسی نامعلوم شخص کی معرفت آپ کی روح پرور و ایمان افروز نعتوں کا دل کش مرقع ''جادۂ رحمت''، مع ''نعت رنگ'' (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ نمبرا) باصرہ نواز ہوا۔ یہ دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ نے اپنی شاعری کی ابتدا نعت گوئی سے کی اور ایک خاص جذبۂ محویت کے تحت ''جادۂ رحمت'' پر والہانہ شیفتگی، حمد و نعت اور استقامت کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ آپ کی حمد و نعت کا مطالعہ مسرت افزا بھی ہے، زندگی آمیز بھی۔ آپ کو اس صنف میں ملکہ حاصل ہے۔ اگر آپ نے اپنے فکر و فن کو نعتیہ شاعری کے لیے وقف کردیا تو ان شاء اللہ جلد اس مقام پر نظر آئیں گے جہاں لوگ برسوں کی مشق و ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں۔

آپ نے مزید کرم فرمایا کہ فقیر کے غریب خانے پر تشریف لاکر ''نعت رنگ'' کے دوسرے شمارے سے نوازا۔ گزشتہ دنوں رفیع احمد فدائی مرحوم کی کتاب ''اثاثۂ حیات'' کی تعارفی تقریب کے اختتام پر برادرم سیّد معراج جامی صاحب نے ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ عنایت فرمایا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان تمام کرم فرماؤں کے لیے ''حرفِ تشکر'' کن حرفوں میں ادا کروں۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ مزید یہ ہمت و حوصلہ عطا کرے۔

یکے بعد دیگرے ''نعت رنگ'' کے تین شماروں کا مطالعہ اس عاصی و عاجز کے لیے یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس ''صحیفۂ انوار'' کا اجرا نہایت مبارک اور باعث خیر و برکت ہے۔ پاکستان تو کیا پورے برصغیر میں یہ اپنی نوعیت، معنویت، افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے وہ واحد مجلّہ ہے جو صرف منظوم حمد و نعت اور حمدیہ و نعتیہ، افکار و مصارف سے متعلق توصیفی مضامین پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ خالص تحقیقی، تنقیدی اور علمی انداز کے مقالات پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ یہ امتیاز کسی اور رسائل و جرائد کو حاصل نہیں۔ علم و عرفان کے فروغ، ادب و معاشرت کی خدمت کا یہ ایک منفرد رنگ ہے جس کی اشاعت کے لیے آپ لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہیں۔

نعت، شاعری کی قدیم ترین صنف ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے رنگ و نقش میں صحت مند تبدیلیاں رونما حاصل ہوچکی ہے۔ اب اسے ایک وقیع اور مستقل ادبی حیثیت حاصل ہوچکی

ہے۔ آئندہ جب بھی ''نعتیہ ادب'' کی تاریخ مرتب کی جائے گی۔ آپ کے نام کے حوالے سے ''جادۂ رحمت'' اور ''نعت رنگ'' سے استفادہ ناگزیر ہوگا۔ نعت کہنا اور ''نعت رنگ'' نکالنا دونوں مستحسن فعل ہیں اور یہ عمل فلاح و نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

والسلام بہ صد خلوص
آپ کا خیر طلب
وفاؔ راشدی

☆وفا راشدی (۱۹۲۶۔۲۰۰۳ء)، اصل نام: عبدالستار خان، ممتاز دانشور، محقق، مورخ، ادیب، شاعر، مترجم، سینیئر اسکالر: انجمن ترقی اردو پاکستان، معتمد اعزازی: دائرہ علم و ادب پاکستان (کراچی)، کتب: ''بنگال میں اردو''، ''سنہرا دیس''، ''پیامِ نو''، ''مہران نقش''، ''جہان رنگ و بو''، ''کیف و عرفان''، ''کیفیات غالب''، ''حیات وحشتؔ''، ''خالد: ایک نیا آہنگ''، ''سحرِ حلال''، ''آہنگِ ظفر''، ''اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''کلکتہ کی ادبی داستانیں''، ''تذکرہ علمائے سندھ''، ''میرے بزرگ میرے ہم عصر'' (خاکے)، ''داستان وفا'' (خودنوشت)۔

وقارؔ مانوی (دہلی)

03-12-1998

محترمی! تسلیمات

اقلیم نعت لائق صد تحسین و مبارک باد ہے کہ نعتیہ ادب کا ذخیرہ ''نعت رنگ'' کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ آپ اور دیگر تمام معاونین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ''نعت رنگ'' جن کی سعی جمیلہ کا نمایاں شاہ کار ہے۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور یہاں ہندوستان کے ادبی حلقوں میں نگاہِ قدر سے دیکھا جاتا ہے لیکن موجودہ یعنی چھٹا شمارہ سب شماروں پر سبقت لے گیا ہے۔ گیٹ اپ، معیاری مضامین، تخلیقات اور ادبی گوشوں کے حوالے سے یہ شمارہ ایک گراں قدر سرمایہ ہے جزاک اللہ۔ خدا اس سلسلہ کو عمر دوام بخشے اور آپ کے لیے دونوں جہاں کی خیر و برکت کا باعث بنائے اور سرفرازی عطا فرمائے۔ آمین

مجھ حقیر کی نعت شریف بھی اس شمارے میں شامل ہے اس کا مزید شکریہ۔
کارِ لائقہ سے شاد فرمائیں۔

نوٹ : ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ سب ہدایت جگن ناتھ آزاد، عنوان چشتی صاحب، نعیم انتظار صاحب اور شاہد علی خاں کو پہنچا دیا گیا۔ مطمئن رہیں۔

خدا حافظ
طالب خیر
وقاؔر مانوی

☆ وقار مانوی، شاعر، ادیب، کتب: وقارِ سخن (۱۹۷۸ء)، وقارِ آگہی (۱۹۹۱ء)، وقارِ ہنر (۱۹۹۸ء)

ولی اللہ ولؔی صدیقی عظیم آبادی (مدینہ منورہ)

پہلے پہل ''نعت رنگ'' کا نام ہندوستان بہار کے شہر پٹنہ میں سنا، پھر مدینہ منورہ واپسی پر اس کے چند شمارے دیکھنے کی سعادت ملی، ماشاء اللہ تبارک اللہ، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے اور اہلِ درد و خلوص، اہلِ علم وقلم اور سچے عاشقانِ رسول کی توجہات وتبرکات سے اس شجرِ طیبہ کو سدا بہار بنادے۔ آمین

میرا تعلق عظیم آباد (پٹنہ) سے ہے، عرصۂ دراز سے بحمداللہ مدینہ منورہ، زیرِ دامانِ کوہِ اُحد قیام پزیر ہوں۔ شعر وسخن سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے۔ حمد و نعت میرا موضوعِ سخن ہے۔ ایک مجموعۂ حمد و نعت ''نوائے طیبہ'' [۰۳-۲۰۰۲ء] کے نام سے آپ کے کراچی شہر میں مکتبہ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی، فون : ۴۹۳۸۹۹۸ سے طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر حاضر ہیں:

میں حسانؓ و کعبؓ اور ابنِ رواحہؓ
ان اصحابؓ کی اقتدا کر رہا ہوں
قلم کا مرے فیض جاری ہو یارب
بصد عجز میں التجا کر رہا ہوں
جھکا کر قلم سر کے بل تیرے آگے

عقیدت کے سجدے ادا کر رہا ہوں
سخن کو میرے ناز و حسنِ ادا دے
کہ وصفِ شہِ انبیاؐ کر رہا ہوں

ڈنمارک کے شاتمِ رسول کی گستاخی پر خصوصاً اہلِ قلم کے حوالے سے رقم ہوئی ایک نظم پیشِ خدمت ہے۔ ''نعت رنگ'' میں شامل ہوجائے تو زہے نصیب، ورنہ۔

کہاں میں کہاں بحرِ جود و سخا وہ
جو دامن میں ہے، وہ فدا کر رہا ہوں

ولی صدیقی عظیم آبادی

☆ولی اللہ ولی صدیقی عظیم آبادی، شاعر، ادیب، کتب: ''نوائے طیبہ'' و دیگر۔

ہاشم حسین، سید (کراچی)

''نعت رنگ'' کا ۱۸ نمبر رسالہ موصول ہوا۔ سب سے پہلے تو اس کی ضخامت (۸۰۰صفحات) دیکھ کر حیرت اور خوشی کے جذبات اُبھرے۔ مولانا احمد رضا خان کی شخصیت کے بارے میں بہت اچھے معلوماتی مضامین ہیں اور ان کی نعتیں پڑھ کر بہت ہی لطف آیا۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا طویل مضمون پسند آیا۔ پہلے تو شفاعت کے بارے میں سیرحاصل (قرآنی آیات کے ساتھ) بحث کی ہے۔ اس کے بعد کسی کو کلام کرنے کی گنجایش نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ موصوف نے علمِ غیبِ رسولﷺ کے بارے میں بھی جو قرآنی آیات پیش کی ہیں وہ تھوڑی سی دلچسپی رکھنے والے کے علم میں ضرور ہوں گی اور یہ آیات بھی حضورﷺ کا علمِ غیب ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ آں حضورﷺ نے جو بے شمار پیشین گوئیاں کی ہیں (مثلاً عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا وغیرہ) جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں، ان کے آئندہ واقعات کے علم کا ثبوت ہیں اور ان کا یہ فرمانا کہ ''میں جانتا ہوں کہ کس کا باپ کون ہے'' بتاتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رازوں کا بھی علم عطا فرمایا تھا اور یہی علمِ لدنی ہے۔ تاہم میرے کچھ معروضات ہیں جو

درج ذیل ہیں:

صفحہ ۳۸۰ پر جو آیت (**و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما۔** ’’اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے‘‘) [۱]درج ہے۔ اس آیت کے تحت تفسیرِ خازن کے حوالے سے لکھا ہے، ’’یعنی احکام اور امورِ دین اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھا دیا اس علمِ غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امورِ مخفیہ، دلوں کے راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔‘‘

میری گزارش یہ ہے کہ مفسر نے ان کے بیان کے مطابق صرف چار علوم یعنی (۱)امورِ مخفیہ (۲) دلوں کے راز (۳) منافقین کے احوال (۴) اور ان کی مکاریاں تک ہی کیوں محدود کردیا ہے، جب کہ آیت میں ایسی کوئی حد (Limit) نہیں ہے۔

آیت پر غور کریں، ’’جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے‘‘ وہ سب کچھ کا علم عطا کیا گیا ہے۔ مزید برآں آیت کا آخری حصہ ’’اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے‘‘ اس کی مزید تائید کرتا ہے کہ آپ کو تمام علوم عطا فرمائے گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام علوم میں ہر علم شامل ہے جیسے علمِ فلکیات، علمِ طبیعیات، حیاتیات، ارضیات اور کیمیا وغیرہ تو قابلِ گرفت نہ ہوگا۔ یعنی اگر آئن اسٹائن اُس وقت ہوتا تو حضور ﷺ سے سبق لیتا۔ ’’سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے‘‘ سے تو اعلانیہ یہی مطلب نکلتا ہے بلکہ اس میں تحت الارض کا علم بھی شامل ہے ۔ اگر آصف بن برخیا جس کو صرف ایک اسمِ اعظم عطا ہوا تھا۔ یہ کرسکتا ہے کہ پلک جھپکنے میں ملکۂ سبا کو مع تخت عدن سے شام تک پہنچا دے تو ہمارے رسول ﷺ کو تو ۳۷ میں سے ۲۷/ اسمائے اعظم عطا ہوئے تھے۔

صفحہ ۳۸۳ پر آیت ’’**و کل شیء احصینه فی امام مبین**‘‘ [۲] کا ترجمہ لکھا ہے۔ ’’اور ہم نے ہر شے کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔‘‘ یہاں امامِ مبین کا ترجمہ لوحِ محفوظ بتایا گیا ہے جو کسی طرح بھی عقل میں نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ’’مبین‘‘ یعنی روشن (کھلا ہوا) اور ترجمہ ہے ’’محفوظ‘‘ (یعنی پوشیدہ) یعنی بالکل ہی برعکس۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب قبلہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔‘‘ یہاں بھی امام مبین کے معنی ’’کھلی کتاب‘‘ لیے گئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں۔ کسی نے لوحِ محفوظ ترجمہ کردیا ہے تو کسی نے ’’کھلی کتاب‘‘ یہ لفظ ’’امام‘‘ سے کترانا کیسا؟

اصل میں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی امامِ مبین سے مراد ہے امام مبین اور کچھ نہیں یعنی ''کھلا پیشوا''۔

کچھ اور تراجم ملاحظہ ہوں:

علامہ ذیشان حیدر جوادی: ''اور ہم نے ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔''

مولانا سیّد فرمان علی صاحب: ''اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح و روشن پیشوا میں گھیر دیا ہے۔''

مولانا سیّد مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی: ''اور ہم نے ہر چیز کو امامِ مبین میں (از روئے علم و شمار) جمع کر لیا ہے۔''

بات دراصل یہ ہے کہ قرآن تو ہے ثابت اور جب تک قرآن کی آیات کو شانِ نزول اور متن کے حوالے (with reference to the context) کو سامنے رکھ کر ترجمہ اور تفسیر نہ کریں گے لازماً غلطی کا ارتکاب ہوگا۔ ہمارے اکثر علما شانِ نزول اور متن کے حوالے کے بغیر ترجمہ یا تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

آیئے اب حدیثوں کی طرف رجوع کرتے ہیں:

۱۔ معانی الاخبار میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت اپنے والد ماجد اور جدامجد سے منقول ہے: ''جب رسولِ خدا ﷺ پر آیت **کل شی احصینه فی امام مبین** نازل ہوئی تو حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ آیا امام مبین سے مراد تورات ہے؟'' فرمایا ''نہیں'' انھوں نے عرض کی ''پھر انجیل ہے؟'' فرمایا ''نہیں'' پھر ان دونوں نے عرض کی ''آیا قرآن ہے؟'' فرمایا ''نہیں''۔ اتنے میں جناب امیرالمومنین (حضرت علیؑ) تشریف لے آئے۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا دیکھو وہ امام جس میں خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے علم کا احصا فرما دیا ہے۔

۲۔ احتجاج طبرسی میں جناب رسولِ خدا ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''اے گروہِ انسان کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمایا ہو اور میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔''

۳۔ تفسیر قمی میں جناب امیرالمومنین سے منقول ہے کہ ان حضرت نے خود فرمایا کہ واللہ وہ امامِ مبین میں ہوں۔ حق و باطل کو صاف صاف بیان کر دیتا ہوں اور میں نے یہ عہدہ جنابِ رسولِ خدا ﷺ سے وراثتاً پایا ہے۔

اُمید ہے کہ مندرجہ بالا معروضات سے امامِ مبین یعنی روشن پیشوا روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا ہوگا۔

سید ہاشم حسین

۱۔سورۃ النساء، آیت: ۱۱۳ ۲۔سورۃ یٰس، آیت: ۱۲

یحییٰ نشیط، سیّد، ڈاکٹر (مالیگاؤں، انڈیا)

۱۲/ اپریل ۹۸ء

محترمی صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت۔

برادر مشفق و مہربان سید معراج جامی، مدیر ''سفیرِ اردو'' کے توسط سے ''نعت رنگ'' کی پانچویں کتاب باصرہ نواز و بصیرت افروز ہوئی۔شکریہ۔

نقشِ اوّل میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک مقام پر ٹھہرنے یا دایرے میں چکر لگانے کے بجائے ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کی حقیقت کا مظہر ہے۔خطوط کی تعداد اور دنیا کے چاروں کھونٹ سے آنے والے مکاتیب کے معیار و مزاج کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کی ایک واضح اور مستحکم برادری بن گئی ہے جو رسولِ برحق کی محبت و عقیدت کے اٹوٹ رشتے میں بندھی ہوئی ہے۔ خدا کرے یہ مبارک سلسلہ دراز تر ہو اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی یگانگت اور بھائی چارے کا سبب ہو۔

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر'' اس صنف سخن کی وسعتوں کا بخوبی احاطہ کرتا ہے۔ ان کا درج کردہ نسیم صدیقی کا یہ شعر:

حضورؐ! ایک ہی مصرع یہ ہوسکا موزوں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

اپنے ہم وطن شاعر مرحوم ظریف نظامپوری کا ایک شعر جو انھوں نے ''عید میلاد النبیؐ'' کے موقع پر منعقدہ ایک مشاعرے میں بھیونڈی میں پڑھا تھا، یاد آگیا۔ یہ شعر میں نے لڑکپن میں سنا تھا:

میں اور مجالِ شعر رسالت مآب پر
شبنم دھری نہ جائے کفِ آفتاب پر

ہندو پاک کے کم معروف شعراء کے کلام میں بھی نعتیہ شاعری کے عمدہ نمونے مل سکتے ہیں بشرط یہ کہ مختلف علاقوں کے اہل قلم اس سلسلے میں چھان پھٹک کریں یا اپنی یادوں کو تازہ کریں۔

''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' پر رشید وارثی نے بڑے مدلّل انداز میں بحث کی ہے۔خصوصاً قرآن میں لفظ یثرب کے واحد استعمال کو جواز بنانے والوں کو حضرت موسیٰ کو دیے گئے معجزات کو ''سحر مبین'' کہنے والے فرعون کے درباریوں کا حوالہ دے کر انھوں نے بخوبی قائل کردیا ہے۔

''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری: کچھ نئے آفاق'' میں نور احمد میرٹھی نے مراٹھی کے سنت شاعروں تکا رام (پ:۱۶۰۸ء) اور تکڑو جی مہاراج (پ: ۱۹۰۹ء) کی مراٹھی شاعری میں آنحضور کے ذکرِ مبارک کی مثالیں پیش کر کے چونکا دیا۔ موجودہ دور میں امراوتی کے مراٹھی شاعر سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت بہت مشہور ہوئی جس کے ایک سے زیادہ اردو ترجمے بھی ملتے ہیں ۔ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

دعا گو
یحییٰ نشیط

☆ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (پ: ۱۹۵۰ء)،ادیب، محقق، رکن: رابطہ ادب اسلامی، رکن مجلسِ ادارت: بال بھارتی اردو (پونے)، نگراں برائے پی ایچ۔ڈی: امراوتی یونیورسٹی، کتب: ''اردو میں حمد و مناجات''، ''حرف حرف معتبر''، ''مراٹھی اردو کے تہذیبی رشتے''، ''مراٹھی اردو کے باہمی روابط''، ''استوری فکر و فلسفہ اردو شاعری میں''، ''اردو رباعیات میں ہندوستانی عناصر''، ''ف۔س۔ اعجاز ہشت پہلو فنکار''، و دیگر۔

۱/۱۱/۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

اُمید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ دیگر یہ کہ آپ کی روانہ کردہ ڈاک موصول ہوئی۔ خدابخش کتب خانہ پٹنہ کو ''نعت رنگ'' کے دو شمارے اور دونوں کتابیں رجسٹرڈ ڈاک سے روانہ کردی گئی تھیں۔

دونوں شماروں میں آپ نے میری کتاب کا اعلان بھی شائع کیا۔ دل کو طمانیت حاصل

ہوئی۔ واقعی یہ آپ کی دل جمعی کام کرنے کی دھن اور مصائب کو برداشت کرنے کا صلہ ہے کہ ایسے قیمتی یک موضوعی شمارے نہایت آب و تاب کے ساتھ آپ شائع کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

اس بار کا شمارہ نمبرے (حمد نمبر) اور شمارہ نمبر۸ اپنی صوری اور معنوی دل کشی کے لحاظ سے یقیناً دل کو چھو لینے والا ہے۔ سرورق تو اپنی مثال آپ ہے کہ نام محمدﷺ اور آیت قرآنیہ قلب و نظر کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔

حمد نمبر میں میرے دو مضامین اپنے صحیح مقام پر شائع کرنے پر میں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نور احمد میرٹھی کا مضمون ''ہندو شعرا کی حمد نگاری'' شامل کرکے آپ نے دونوں ملکوں کے درمیان بھائی چارگی اور دوستی بڑھانے میں نہایت اہم قدم اُٹھایا ہے۔

۹۲۔۱۹۹۰ء میں بریلی میں رابطہ ادب اسلامی کا ایک سیمینار ''حمد و مناجات'' پر ہوا تھا۔ حضرت مولانا کا مضمون اس مذاکرے کا کلیدی خطبہ تھا جس میں قرآن و حدیث کا نچوڑ آپ نے پیش کردیا تھا۔

''اردو کی حمدیہ شاعری میں فلسفیانہ رجحان'' میرا یہ مضمون میرے تحقیقی مقالے ''اردو شاعری میں مذہبی رجحانات'' کے باب اوّل ''اردو میں حمدیہ شاعری'' سے علاحدہ اور بالکل نیا اور اچھوتا موضوع ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا، لیکن مجھے اس کے لیے سخت محنت کرنی پڑی تھی۔ اس شمارے کے چند ایک مضمون ''کاروانِ ادب'' لکھنؤ کی زینت بنے ہیں۔

ڈاکٹر سیّد وقار احمد رضوی کا مضمون ''حمد و مناجات اردو ہندی ادب میں'' کافی تشنہ ہے۔ ہندی کی دو حمدوں پر ہی آپ نے اکتفا کیا ہے، جب کہ ہندی میں سیکڑوں حمدیں ملتی ہیں۔ ایسی حمدیں کہ اگر ان کے لکھنے والوں کو مسلم شعرا کا نام دے دیا جائے تو وہ خالص اسلامی طرز کی محسوس ہوں گی۔ پھر بھی رضوی صاحب کا مضمون بڑی محنتوں سے لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''حمد۔ عبد شکور کا فخر اور عبد مجبور کا سہارا''۔ معنوی اعتبار سے عنوان میں بڑی گہرائی، عقیدت و بندگی پائی جاتی ہے اور مضمون کے اندر آپ نے ''شکر و صبر'' کی کیفیات سے مملو حمدیہ اشعار کی وضاحت ایمان افروز انداز میں کی ہے۔

عاصی کرنالی کا مضمون ''حمدیہ شاعری پر تنقید'' یقیناً خدا کے خوف کے دروازے دلوں پر وا کرتا ہے۔ آپ نے ''باخدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار'' کو تو یکسر مسترد کردیا کہ حمد کہنے کے لیے بھی بندے کو

ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ حمد دیوانے کی بڑ ہوکر رہ جائے گی۔ پھر اس پر تنقید کے لیے قرآن و حدیث کی کماحقہ معلومات ضروری ہے۔ دورِ جاہلیت کے شعرا کی حمدوں پر آپ کے تنقیدی ریمارکس پر بھی ناقد کی نظر ضروری ہے۔ بہرکیف! حمد ایک ایسا موضوعِ شاعری ہے کہ اس پر قلمِ نقد اُٹھانے کے لیے ہوش و حواس پر مکمل قابو چاہیے۔

ڈاکٹر سیّد عبدالباری صاحب مذہبی شاعری کے ناقدوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر ان کی گہری نظر ہے۔ اپنے مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے صرف صنف مثنوی میں موجود حمد و مناجات کو ہی قلم کے احاطہ میں لیا ہے۔ موصوف دکنی مثنویات سے تو سرسری طور پر گزر گئے لیکن شمالی ہند کی مثنویوں پر فراخ دلی سے قلم اُٹھایا ہے۔ شمالی ہند کی چند ایک مشہور مثنویاں پھر بھی ان کے احاطۂ تحریر سے باہر رہ گئیں۔

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کے مضمون ''حمد و مناجات بیس ویں صدی میں'' میں یوپی اور بہار کے چند ایسے شعرا کا تعارف حمد و مناجات کی ضمن میں کرایا گیا ہے جس پر تا حال کسی کی نظر نہیں گئی تھی۔ یہ ایسے شعرا ہیں جنھوں نے گم نامی میں اپنی ادبی زندگی گزار دی۔

فکر و فن کے تحت حمدیہ شاعری پر جتنے مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔ وہ سب اپنی جگہ قابل قدر ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر محمد اقبال حسین، پروفیسر حفیظ تائب، عزیز احسن، ڈاکٹر محمود الحسن عارف وغیرہم کی کاوشات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

اس خاص نمبر کا شعری سرمایہ/منظومات بھی بڑے وقیع اور جان دار ہیں۔

شمارہ نمبر۸ کے مشمولات میں مصرعِ رضا اور کشفی صاحب، نعت میں طنز کی شمولیت اور حجرۂ نبویﷺ پر نعت اشعار وغیرہ بہت پسند آئے۔ آپ نے میرے مضمون ''قصیدہ بردہ کے منظوم تراجم'' کے آخر میں فٹ نوٹ میں دیگر پانچ منظوم تراجم کی نشان دہی کردی اس کے لیے میں صمیم قلب سے آپ کا ممنون و شکرگزار ہوں۔ میرے مضمون ''سریش بھٹ کی مراٹھی نعت'' کو ڈاکٹر یونس اگاسکر صاحب نے اپنے ''ترسیل'' میں بھی جگہ دی ہے۔ دونوں جگہ اسے پسند کیا جارہا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''، ''تنزیل'' پر جلد ہی تبصرہ روانہ کردوں گا۔ خیر

''اردو میں حمد و مناجات'' کے اعلان سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ احباب بھی اب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔ کتاب پر مقدمہ تو آپ نے ضرور لکھوا لیا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ۲۰۰۰ء کی جنوری تک کتاب ہاتھوں میں آجائے گی۔ لیکن وہاں کے قارئین اور اخباروں کی رائے مجھے کیسے معلوم ہوسکے

گی؟ بہرحال اس کتاب کی کامیابی کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین میری رائے ہے کہ ''نعت رنگ'' کا منقبتی نمبر بھی شائع کیا جائے میں ایک طویل مضمون جو منقبتی شاعری کا احاطہ کیے ہوئے ہوگا آپ کو بلاکسی عذر کے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

حلقۂ احباب میں سلام عرض کردیں بالخصوص نور احمد میرٹھی صاحب، جناب عزیزاحسن اور مشفق خواجہ صاحب کو میرا سلام پہنچا دیں۔

والسلام
یحییٰ نشیط

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت رنگ'' کے شمارے ۹ اور ۱۰ کے ساتھ محترم کشفی صاحب کی ''نسبت''[۱] بھی دستیاب ہوئی۔ دیدہ زیب سرورق اور ایمان افروز مشمولات کے ساتھ ''نعت رنگ'' زیرمطالعہ رہتا ہے تو دل کو ایک خاص طرح کی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ حب رسول ﷺ میں جسم کا رواں رواں جھومنے لگتا ہے۔ مدح رسول ﷺ تالیف قلبی کے ساتھ ذہنی بصیرت، شعوری عقیدت اور فہم وبصارت کو جلا بخشتی ہے۔ ''نعت رنگ'' کے مشمولات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ تعلیم رسول ﷺ کی بہ نسبت تعمیل رسول ﷺ کے بالمقابل اتباع رسول ﷺ کو ترجیح دیتے ہیں اور کیوں نہ دیں کہ سچا عاشق رسول ﷺ پکا متبع رسول ﷺ ہوتا ہے۔ دعویٰ عشق رسول ﷺ کی دلیل اتباع سنت رسول ﷺ میں ہے۔ مسلمانوں کو زندگی کا یہ قرینہ آپ، صبیح رحمانی صاحب! ''نعت رنگ'' کے ذریعہ سکھارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، آمین۔ میں نہایت ممنون ومشکور ہوں کہ آپ میرے مضامین تواتر کے ساتھ مناسب جگہ پر شائع فرماتے ہیں۔

مولانائے محترم جناب کوکب نورانی میرے مضامین توجہ سے پڑھتے ہیں یہ میرے لیے باعث انبساط وافتخار ہے آپ نے حالیہ شمارے میں میرے مضامین کی بعض کتابوں پر اشکال فرمایا ہے۔ ان کی توجیہہ خاکسار ذیل میں پیش کررہا ہے۔

۱۔ قصیدے کو ''قصد'' سے مشتق ماننے میں مجھے جو تأمل ہے وہ اس لیے کہ بہترین اور اعلیٰ شاعری خیالات میں آمد ہی آمد سے وجود میں آتی ہے۔ ''آورد'' اس کے لیے عیب ہے اور فن شاعری

میں ’’آورد‘‘یوں بھی معائب میں شمار ہوتا ہے۔ لفظ قصد سے ذہن ’’آورد‘‘ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اس لیے قصد سے قصیدے کے اشتقاق کو ماننے میں مجھے تأمل ہے۔ موصوف مولانا نے **انماالاعمال...الخ** والی حدیث سے جو جرح کی ہے اس توضیح کے مطابق غیرضروری ہے۔

مولانا محترم کوکب نورانی صاحب کو دوسرا اعتراض یہ ہے، ’’عبد ومعبود کے فرق کو مٹانے کی ’’دانستہ کوشش‘‘ کرنے والے شعرا اور نبی پاکﷺ نے جن قصائد میں اس حد کو قائم رکھنے کے لیے اصلاح فرمائی اس کی مثالیں دینی چاہیے تھیں۔‘‘موصوف کے اس اعتراض کو میں آپ کے تجاہل عارفانہ پر قیاس کرتا ہوں۔ اس لیے کہ الحمدللہ! آپ عربی ادبیات اور احادیث نبویہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ کیا واقعی آپ کی نظر سے بخاری شریف کی یہ حدیث نہیں گزری جس میں فرمایا گیا ہے کہ......’’ایک جگہ کچھ لڑکیاں دف بجاکر بدر کے شہدا کی شجاعت بیان کررہی تھیں۔ اس وقت ان میں سے ایک لڑکی نے ایک شعر یوں پڑھا۔’’ہم میں ایسانبی ہے جوکل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔‘‘ تو آپﷺ نے فرمایا۔’’یہ بات مت کہہ اور جوتو پہلے کہتی تھی وہی کہہ۔‘‘ سنن ابی داؤد کے باب کراھیۃ التھادح‘‘ میں بھی بعض ایسی حدیثیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ نے تو ان کلمات کے استعمال سے بھی روک دیا جو آپﷺ کی ذات کے لیے سزاوار تھے۔‘‘ اس کے علاوہ مسلم شریف، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کی جانب مولانائے محترم کی توجہ مبذول کرانا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

۲۔محترم نورانی صاحب نے ’’تعویذ گنڈوں‘‘ کی بات پر میرے ’’دل کی گرہ‘‘ تلاش کی ہے اور میرے مسلک کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے تو ادباً عرض ہے کہ چوں کہ تعویذ گنڈوں کے متعلق آنحضورﷺ نے کراہت کا اظہار کیا ہے اس لیے خاکسار ان چیزوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر بعض ایسے تعویذ بھی دیکھنے کو ملے جو ایسے اشعار پر مشتمل تھے جن کی رکاکت سے انکارکرنا کوتاہ ذہنی اور کوربینی سے کم نہیں۔ نقوش سلیمانی کے بعض گنڈوں کے فقرے تو کفر تک پہنچانے والے ہیں۔ ’’شاعر اور توہم پرستی‘‘ مشمولہ’’ شاعر‘‘، ممبئی اس مضمون میں، میں نے تفصیلاً اپنے مؤقف کا اظہار مثالوں کے ساتھ کیا ہے۔ اس مضمون سے آپ کو میرا مسلک بھی سمجھ میں آجائے گا۔ ویسے الحمدللہ! ایک سچاپکا مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی اللہ کے فضل وکرم سے سعی کرتا ہوں۔ اتباع رسولﷺ کے بغیر عشق رسولﷺ کو کم زور ایمان سمجھتا ہوں۔ مسالک کی گروہ بندی نے اُمت میں جوتوڑ پیدا کیا ہے، خاکسار کو اس کا ہمیشہ قلق رہا ہے۔ کسی کی دل آزاری کرنا اور اُمت میں افتراق ومنافرت کو بڑھانا میری تحریر کا مقصد کبھی نہیں رہا ہے۔ ہاں! حقائق کی کڑواہٹ کسی کو گراں گزرتی ہوتو اس کے لیے مجھے معذور سمجھا جائے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۹ کے ایک خط میں محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے یہ اشکال کیا ہے کہ... ''حمد وثنا دونوں کا معنی تعریف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں ہوسکتی۔اسی قسم کا اعتراض بہت پہلے مولانا کوکب نورانی صاحب نے بھی شمارہ نمبر٦ میں اُٹھایا تھا۔ ان دونوں حضرات سے گزارش ہے کہ نعت کی جگہ لفظ ''منقبت'' کا استعمال جیسا مناسب محسوس نہیں ہوتا اور ''حمد کبریا'' کو کبھی ہم ''نعت کبریا'' نہیں کہتے کیوں کہ اصطلاحاً نعت حضور ﷺ کی تعریف ہے اور حمد اللہ رب العزت کے لیے مستعمل ہے۔ اس مروّجہ اصطلاح کی استعمال کی جگہ تبدیل کر دی جائے تو معنی میں اشتباہ پیدا ہوجائے گا۔ اس حقیقت سے یہ دونوں صاحبان واقف ہیں۔لیکن ان کا اس پر بہ ضد ہونا ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ ادبی اور شرعی نقطۂ نظر سے میں سمجھتا ہوں یہ رویہ مناسب نہیں۔

یحییٰ نشیط

ا۔ مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹٦ص

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

''نعت رنگ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بے پناہ عقیدت، محبت اور انسیت کی پہچان ہے آپ کا یہ قدم مبارک اردو کے مستقل نعتیہ ادب کو یک جا کرکے اسے سرمایۂ افتخار بنانے میں نہایت ممد ومعاون ثابت ہوگا۔

جو مضامین میں اب تک پڑھ چکا ہوں ان میں ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر''[ا] ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا ''مدح نگاری کی روایت اور مدح رسول ﷺ''[۲] اور ''اردو نعت اور شاعرانہ رویہ'' [۳]از عزیز احسن مجھے کافی پسند آئے تفصیلی رائے سے جلد آگاہ کروں گا نعت کے مختلف گوشوں پر میرے پاس مواد ہے لیکن عدیم الفرصتی ہمیشہ مانع رہی ہے میں انھیں آخری شکل نہیں دے پارہا ہوں۔ دعا کیجیے کہ یہ کام جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ درج ذیل مضامین فی الوقت ادھورے ہیں۔

(۱) قصیدۂ بوصیری کے اردو منظوم تراجم

(۲) دکنی اردو میں منظوم سیرت نگاری

(۳) دکنی معراج ناموں کا تقابلی مطالعہ

(۴) اردو نعت گوئی پہ قرآن کا اثر

(۵) چند ہندو نعت گوشعرائے جدید جن کا تاحال کہیں ذکر نہیں آیا۔ وغیرہ

یحییٰ نشیط

ا۔ش ۵،ص ۱۷۔۳۳ ۲۔ ایضاً،ص ۶۲۔۷۹ ۳۔ ایضاً،ص ۱۴۴۔۱۵۴

25-04-2001

برادرم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

پچھلے ہفتہ سرفیس میل سے ایک مضمون اور سریش بھٹ کی ایک حمد مع ترجمہ روانہ کرچکا ہوں۔شاید کہ آپ کو پسند آجائے۔

''نعت رنگ'' کے دسویں شمارے کے بعد سے مجھے کوئی شمارہ دست یاب نہیں ہوا۔''نعت رنگ'' کا غالب نمبر شاید شائع ہوچکا ہوگا، اس کے لیے میں نے ایک مضمون بعنوان''خطوطِ غالب میں عظمت رسول ﷺ'' روانہ کیا تھا۔اس کی رسید بھی آپ نے بھجوائی تھی لیکن وہ شمارہ بھی مجھے نہیں ملا۔

آپ کے پچھلے (کم و بیش ۳؍ماہ قبل) خط میں ''معراج کا اثر عالمی ادب پر'' اس مضمون کے متعلق فوری ارسال کرنے کا لکھا تھا،لیکن گھریلو مصروفیات کی وجہ سے وہ مضمون مکمل نہ کرسکا۔ اب اسے لے کر بیٹھا ہوں۔ Spondelicis کی وجہ سے متواتر لکھ نہیں سکتا گردن اور ہاتھ درد دینے لگتے ہیں۔اس لیے تھوڑا تھوڑا لکھ رہا ہوں ان شاء اللہ مضمون مکمل ہوتے ہی روانہ کردوں گا۔

میری کتاب''اردو میں حمد و مناجات''[ا] کے یہاں ملنے کی توقع ختم ہوچکی ہے۔''شب خون'' والوں کو بار بار خط لکھ چکا ہوں مگر وہ جواب نہیں دے رہے ہیں۔آج لامحالہ طارق رحمٰن فضلی صاحب کو ان کے کسی عزیز کے یہاں (دہلی/بمبئی) میں اس کتاب کے دس نسخے بھیجنے کا لکھنا پڑا۔ نسخے یہاں آتے ہی منی آرڈر کرکے پارسل کے ذریعے منگوا لوں گا۔

میری کتاب کے تبصروں کی نقول کا مجھے شدید انتظار ہے۔اُمید ہے کہ کتاب وہاں پسند کی جارہی ہوگی۔ یہاں الحمدللہ بعض سخت ترین اپنے فن میں مخلص ناقدین نے میری کتاب کو پسند کیا ہے۔

یہ اللہ کا کرم ہے۔ جلد ہی میری ایک کتاب ''صاحبِ فن ف س اعجاز'' شائع ہونے جارہی ہے۔ نعتیہ شاعری پر ایک کتاب کا مسودہ ترتیب دے چکا ہوں۔ کوئی اچھا سا پبلشر مل جائے تو چھپوا لوں گا۔ ویسے اتنے مضامین جمع ہیں کہ باآسانی ۵،۶ کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔ صرف ترتیب دینا باقی ہے۔

اگلے ماہ میرے فرزند اور دختر دونوں کی شادیاں ۲۸ اور ۲۹ رمئی کو طے ہوئی ہیں۔ ان کی تیاریوں میں فی الوقت مشغول ہوں۔

۲۷ راپریل کو بمبئی کے قریب مالی گاؤں میں نعتیہ شاعری پر ایک سیمینار ہونے جارہا ہے۔ جس کی صدارت مجھے سونپی گئی ہے۔ وہاں مجھے ایک مقالہ بھی پڑھنا ہے۔

آپ براہِ کرم فضلی صاحب سے ۱۰ رنسخے اُن کے عزیز کے پتا پر جلد از جلد بھیجنے کا کہیے تا کہ میں اطلاع ملتے ہی بذریعہ ڈاک وہاں سے منگوا لوں۔ نور احمد میرٹھی، محترم کشفی، پروفیسر جمیل جالبی اور محترم مشفق خواجہ وغیرہ صاحبان سے میرا سلام ضرور پہنچا دیں۔

پس نوشت: مجھے ''نعت رنگ'' شمارہ ۸ درکار ہے۔ غالب نمبر کے ساتھ روانہ کردیں تو مہربانی ہوگی۔

والسلام

یحییٰ نشیط

ا۔ ۲۰۰۰ء، کراچی: فضلی سنز، ۲۸۰ص

18-04-2001

برادرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عرصہ بعد خط لکھ رہا ہوں۔ بچے اور بچی کی شادیاں ہیں کام میں مصروف ہوں۔ پچھلے دنوں مہاتما جیوتی باپھلے کی نعت پر ایک مضمون[ا] تیار ہوگیا تھا۔ یہ نعت پہلی بار اردو میں متعارف ہورہی ہے۔ مراٹھی کی اس نعت کا میں نے ترجمہ کردیا ہے۔ اُمید کو پسند آئے گا۔

''نعت رنگ'' کی کسی قریبی اشاعت میں شامل کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں ''اردو میں حمد ومناجات'' کے لیے ''شب خون'' الہ آباد والوں کو بار بار لکھتا رہا لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

فضلی پبلشرز والوں نے دہلی کے کسی عزیز کا نام لکھا تھا اگر وہ مکمل پتا دیتے ہیں تو میں انھیں منی آرڈر کردوں گا تاکہ کتابیں حاصل کرنے میں سہولت ہو۔

''نعت رنگ'' کے ''غالب نمبر'' کا کیا ہوا۔ اس کے لیے میں نے ایک مضمون بھی بھیجا تھا۔

پچھلے چند مہینوں سے ایک کتاب کی تیاری میں تھا۔ اب وہ مکمل ہوگئی ہے۔ ''معراج کا اثر عالمی ادب پر'' ابھی مکمل نہیں ہوا۔ جلد ہی اسے ''نعت رنگ'' کے لیے روانہ کردوں گا۔

کیا میری کتاب پر آپ نے کوئی تبصرہ ''نعت رنگ'' کے لیے نہیں لکھوایا؟ پاکستان کے دیگر رسائل و اخبارات میں شائع تبصروں کا مجھے انتظار ہے۔

اُمید کہ جواب سے نوازیں گے۔

پس نوشت: ساتھ میں سریش بھٹ کی مراٹھی حمد اور اس کا اردو ترجمہ روانہ کر رہا ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں شائع کردیں۔

والسلام

یحییٰ نشیط

ا۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۲، ص ۱۶۶۔۱۷۲

13-03-2001

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

''نعت رنگ'' کے تین شمارے جناب آفتاب کریمی کی نہایت خوب صورت اور صحیح عقائد کی ترجمانی کرنے والی کتاب ''منہاج العقائد'' اور دوسری ڈاک میں آفتاب کریمی کی زیرادارت شائع ہونے والے رسالے ''سفیرنعت'' کی چودہ کاپیاں دست یاب ہوئیں اس میں آپ کا خط بھی تھا۔ زندگی لگا پوئے دمادم، ہمہ ہمی اور مصروفیات میں بھی آپ اس خاکسار کو یاد رکھتے ہیں تو ''نعت رنگ'' کے شمارے اور دیگر نعتیہ کتابیں بھیج کر اپنی عنایتوں کی سوغات سے مالامال کرتے ہیں۔ اس کے لیے میں سراپا ممنون و متشکر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین ثم آمین

نعت رنگ ''شمارہ گیارہ'' اپنی تمام تر مشمولات اور دیدہ زیب سرورق کی وجہ سے دل کو موہ

لیتا ہے، یہ شمارہ اگرچہ (شاید آپ کی مصروفیات اور بیرونی سفر کی وجہ سے) کافی دیر سے شائع ہوا ہے لیکن آپ کی مسلسل توجہ اور جاں فشانی کی وجہ سے اس کے کسی گوشے میں کوئی جھول یا کمی نہیں رہی۔ یقیناً ''نعت رنگ'' آپ کے نقرئی خواب تمنا کی طلائی تعبیر بنتا چلا جا رہا ہے۔ پروفیسر افضال احمد انور کا خط کشیدہ جملہ مجھے پسند آیا اسی لیے یہاں لکھ دیا گیا۔

میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ یہ بات کہنے جا رہا ہوں کہ محترم پروفیسر جناب اسماعیل آزاد کا مضمون ''نعت کے موضوعات'' نعت رنگ شمارہ نمبر۵ میں چھپے۔ میرے مضمون ''اردو نعت گوئی کے موضوعات'' کا چربہ بلکہ بعض عبارتوں کا ''سرقہ'' ہے۔ پروفیسر موصوف نے ''معارف'' اعظم گڑھ میں چھپے ''اردو کی حمدیہ شاعری''[۱] میرے اس مضمون کے ساتھ بھی یہی رویہ اپنایا تھا اس کی نشاندہی میرے شاگرد نذیر احمد قریشی نے معارف کے ایڈیٹر کو خط لکھ کر کی تھی۔ بعدہٗ میں نے بھی محترم اسماعیل آزاد صاحب سے بہ ذریعۂ خط اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ جواباً انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا۔ دوبارہ وہ اسی طرح کی غلطی کر بیٹھے، حق تو یہ ہے کہ تحقیقی مضامین لکھتے وقت حوالوں کا دینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ماخذات کی نشان دہی بھی کردی جائے، اس سے محقق کا وقار بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں۔ ہاں! یہ نہایت ہی اسفل درجہ ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں نقل کر لی جائیں اور حوالہ تک نہ دیا جائے۔ میرے ایک بزرگ دوست بلکہ محسن ڈاکٹر شیخ فرید، ریسرچ آفیسر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (بمبئی) نے اردو کے قدیم صوفی شاعر شیخ بہاء الدین باجنؒ پر زبردست کام کیا تھا اس کا مسودہ ایک پروفیسر اپنے ساتھ لے کر گئے اور جلد ہی اپنے نام اس مسودے کو کتابی شکل میں چھپوانا شروع کردیا، یہ خبر جیسے ہی فرید صاحب کو پہنچی تو انھیں ایسا جھٹکا لگا کہ سارا جسم مفلوج ہوگیا اور اسی فالج کے اثر نے بالآخر انھیں دنیا سے اٹھالیا۔ ڈرا دھمکا کر وہ مسودہ بالآخر حاصل کرلیا گیا اور ڈاکٹر شیخ فرید ہی کے نام سے احمد آباد (گجرات) سے شائع ہوا۔ جامعاتی سطح پر اردو محققین کے یہاں یہ بدعنوانی عام ہوگئی ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

میں دوبارہ بلکہ سہ بارہ پروفیسر اسماعیل آزاد صاحب سے عاجزانہ گزارش کرتا ہوں کہ خدارا! اخذ کی ہوئی عبارتوں کے حوالے ضرور دیا کریں تاکہ قارئین روشناس ہوجائیں اور صبیح رحمانی صاحب آپ سے بھی ادباً التماس ہے کہ ایسی بدعنوانی کو روکنے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ اس سے رسالے کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

''نعت رنگ'' ترسیل، طلوع اور دیگر رسائل میں میں چھپے میرے نعتیہ مضامین کا مسودہ کتابی

صورت میں ترتیب دے رکھا ہے۔ مناسب موقع پر اسے چھپوانے کا خیال بھی ہے۔ عنوان رہے گا ''ثنائے رسول مقبول ﷺ: روایت سے درایت تک''[۲] کم و بیش تین سو صفحات کی یہ کتاب رہے گی۔ آپ سے اس سلسلے میں دعا کی درخواست ہے۔ ''اردو میں حمد و مناجات'' کی چند کاپیوں کے لیے میں نے فضلی اینڈ سنز کو بھی لکھا تھا۔ ان کا بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ وہاں کتاب کی پزیرائی کا کیا حال ہے؟ میں نے مقامی رسائل و اخبارات میں شائع ہوئے۔ اس کتاب کے تبصرے بھی مانگے تھے۔ شاید آپ کی مصروفیات مانع رہی ہو۔ کل کی ڈاک سے ان شاء اللہ کتابیں اور آپ کے روانہ کیے ہوئے رسائل متعلقہ احباب تک پہنچا دوں گا۔

والسلام

یحییٰ نشیط

ا۔ ماہنامہ ''معارف''، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، اگست ۱۹۸۶ء، ص۱۳۰۔۱۴۸

۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش۲۰، ص۱۱۰۔۱۱۹

20-11-2001

برادرم صبیح رحمانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

شہر رمضان کی آمد مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔ پرسوں جمعہ کی ڈاک میں آپ نے بھیجی ہوئی پروفیسر عاصی کرنالی صاحب کی تحقیقی کتاب ''اردو میں نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر''[ا] دست یاب ہوئی۔ خاکسار کی نفسیات اور پسند کا خیال رکھتے ہوئے آپ بے بہا عنایتوں کے تحائف بندے کو پیش کرتے رہتے ہیں اس کے لیے میں تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں، شکرگزار ہوں اور آپ کی عنایتوں کو بطورِ احسان قبول کرتا رہتا ہوں۔

پاکستان کے ادبی حلقے میں میرا تعارف کرانے میں آپ اور نور احمد میرٹھی دونوں حضرات پیش پیش رہے ہیں۔ پھر اس پر مزید احسان یہ کہ میری کتاب کی اشاعت میں آپ نے وہاں بہت زیادہ محنت اُٹھائی ہے حتیٰ کہ مالی خرچ بھی برداشت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محترم صفوت علی صفوت کی کتاب ''مثنویٔ رسول ﷺ'' [۲] کا ہندی ایڈیشن انشاء پبلی کیشنز

کلکتہ سے ف س اعجاز شائع کر رہے ہیں۔ اس کا پیش لفظ صفوت نے مجھ سے لکھنے کے لیے کہا ہے۔ امین صدیقی کی کتاب ''تنزیل''[۳] کا بھی پیش لفظ میں نے ہی لکھا تھا۔ یہ دونوں مضامین جلد ہی میں ''نعت رنگ'' کے لیے روانہ کردوں گا۔ ''نعت رنگ'' کے ''غالب نمبر'' کا کیا ہوا؟

پچھلے دنوں ادب لطیف لاہور کو بھی قتیل[۴] کی شاعری پر ایک مضمون بھیجا تھا پتا نہیں وہ شائع ہوا بھی یا نہیں۔ نعتیہ شاعری پر میرے تمام مضامین یک جا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دینے کا سوچ رہا ہوں۔ مصیبت یہ ہے کہ یہاں کتاب کی نکاسی بہت کم ہے اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ خیر اللہ مالک ہے۔

میری کتاب ''اردو میں حمد و مناجات'' کی ہندوستان میں وصولیابی کی کوئی صورت ابھی تک پیدا نہ ہوسکی۔ فضلی والوں کو بھی کئی بار اس سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔ مگر وہ کوئی جواب ہی نہیں دیتے۔ میں نے اس سے قبل ایک مراٹھی نعت کا ترجمہ جمیل جالبی، ابوالخیر صاحبان سے بشرط ملاقات میرا سلام عرض کردیں۔

والسلام
یحییٰ نشیط

۱۔اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیم نعت، ۶۷۰ص

۲۔ ۲۰۰۱ء، امریکا: ۱۴۔وڈز رو، مونروسی ٹی، ۹۲ص

۳۔۲۰۰۱ء، مالیگاؤں: مامن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۲۸ص

۴۔قتیلؔ شفائی (۱۹۱۹۔۲۰۰۱ء)،اورنگ زیب خان نام اور قتیل تخلص تھا۔حکیم یحییٰ خاں شفا کے شاگرد تھے اسی مناسبت سے شفائی کہلاتے تھے۔''ادبِ لطیف'' (لاہور)، ''سنگِ میل''(پشاور) کے مدیر رہے۔گیت بھی لکھے، نظمیں اور غزلیں بھی۔ تصانیف: ''ہریالی''، ''گجر''، ''جلترنگ''، ''روزن''، ''جھومر''، ''مطربہ''، ''گفتگو''، ''چھتنار''، ''آموختہ''، '' پیراہن''، ''ابابیل''، ''برگد''، ''گھنگھرو''، ''رنگ، خوش بو، گیت'' (شاہکار گیت)، ''مونا لیزا''، ''سمندر میں سیڑھی''۔صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی (۱۹۹۴ء) اور دیگر کئی اعزازات سے نوازے گئے۔

29-07-2003

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید ہے کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کا روانہ کردہ کتابوں کا پارسل اور ''نعت رنگ'' کے شمارے دست یاب ہوئے۔ آپ نے میری دو کتابیں (اردو میں حمد و مناجات) بھی بھیجیں اس کے لیے میں صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تازہ شمارے[ش ۱۵] میں منصور ملتانی کا مضمون ''منظوم سیرتِ رسول ﷺ'' پر تھا، لیکن انھوں نے صرف گیارہ منظوم سیرتوں ہی کا تذکرہ کیا تھا۔ اس لیے میں نے بقایا تمام منظوم سیرتوں کو قارئین ''نعت رنگ'' کی نظروں میں لانا مناسب سمجھا۔ اسی کے پیشِ نظر ''اردو میں سیرت نگاری''[۱] کے عنوان سے ایک مضمون تیار کرکے روانہ کر رہا ہوں۔ اُمید کہ پسند آئے گا۔

''لوک گیتوں میں نعتِ رسول ﷺ'' کا مواد تیار ہے۔ بلاقؔی کے ''معراج نامے''[۲] پر بھی ضروری نوٹس تیار ہیں۔ ''صفوتؔ کے ''معراج نامے'' پر مجھے تفصیل سے لکھنا ہے۔ اس کے علاوہ چند اور عنوانات کے ضروری نوٹس میرے پاس موجود ہیں۔ صرف فرصت درکار ہے۔ دیگر بہت سارے احباب کی فرمائشیں بھی پوری کرنی پڑتی ہیں۔ اس لیے مضامین لکھنے میں دیر ہوجاتی ہے۔

آپ نے میرے حمدیہ و نعتیہ مضامین کے متعلق دریافت کیا تھا۔ سو مختصراً عرض ہے کہ ''معارف'' (اعظم گڑھ)، ''ترسیل'' (ممبئی)، ''قرطاس'' (ناگپور)، ''منصف'' (حیدرآباد)، ''تناظر'' (حیدرآباد)، ''شاعر'' (ممبئی)، ''اردو میلہ'' (ناگپور)، ''انشا'' (کلکتہ)، ''طلوع'' (سہسرام)، ''ایوانِ ادب'' (دہلی)، ''پیش رفت'' (دہلی) وغیرہ رسائل میں میرے مضامین حمد و نعت پر شائع ہوئے ہیں۔ تکمیل (بھیونڈی، ممبئی) کا خصوصی شمارہ حمد نمبر میں میرا ایک طویل مضمون شامل ہے۔ ''قرطاس'' (ناگپور) کا ودربھ (نام علاقہ کا) کا نعتیہ ادب نمبر شائع ہو رہاہے۔ اس میں میرے دو تین مضامین رہیں گے۔ محترم رفیع الدین اشفاق ناگپور ہی میں مقیم ہیں۔ نعتیہ ادب پر اُن کا برصغیر میں پہلا تحقیقی کام ہے۔ ان کا مقالہ کراچی سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوچکا ہے۔ یہاں نعتیہ ادب پر بعد میں جتنا بھی تحقیقی کام ہوا ہے اس کا بیشتر حصہ اسی کتاب کا مرہونِ احسان ہے۔ میں اپنے مضمون میں اس نکتے کی نشان دہی کروں گا۔ یہ مضمون ان شاء اللہ ''نعت رنگ'' کو بھی روانہ کروں گا۔

''نعت ریسرچ سینٹر'' کی سرگرمیاں تو اب بلاشبہ بڑھ گئی ہوں گی۔ خواہش ہے کہ ریسرچ

سینٹر کی کسی تقریب میں حاضری دے کر نیاز حاصل کروں۔ اب تو الحمدللہ دونوں ممالک کے درمیان حالات بھی اچھے ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوش حالی اور بھائی چارگی کی یہ فضا ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔ دہلی، لاہور بس بھی شروع ہوگئی ہے۔''نعت ریسرچ سینٹر'' کے کسی پروگرام میں اس خاکسار کو بھی مدعو کریں تو ان شاء اللہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوجائے گا۔ ہوسکتا ہے رفیع الدین صاحب بھی ہمراہ ہوجائیں۔ کسی قریبی تقریب کا دعوت نامہ وہاں کے اجازت نامہ (ویزا) کے ساتھ مجھے مل جاتا ہے تو آپ سے ملاقات کی خاطر میں ضرور آجاؤں گا۔''نعت ریسرچ سینٹر'' اور نعتِ رسول ﷺ پر وہاں کی جانے والی تحقیق کے کاموں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔

''نعت گوشعرا کے مذاکرے'' کے بارے میں آپ نے اچھا سوچا ہے۔ میں کوئی ایسی سبیل نکال کر نعت گوشعرا کو اپنے گھر جمع کرلوں گا اور ''مذاکرہ'' نقل کرکے آپ کو روانہ کر دوں گا، لیکن اس کے لیے پانچ چھ ماہ درکار ہوں گے۔ شاید اس درمیان درِ رسول ﷺ پر حاضری کا موقع فراہم ہوجائے۔

خدابخش لائبریری پٹنہ اور ظہیر غازی پوری کو آپ کے نامے روانہ کر دیے گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی میں نے ظہیر صاحب کو''نعت رنگ'' کے لیے لکھنے کا کہا تھا، اسمٰعیل آزاد صاحب کو بھی لکھ دیا تھا۔ یہاں کے نعت گوشعرا کو اپنی اپنی تصانیف''نعت ریسرچ سینٹر'' کو بھیجنے کے لیے بھی یا تو فون پر کہہ دیا گیا ہے یا خطوط کے ذریعے انھیں اطلاع دی گئی ہے۔ میں اپنے حمدیہ نعتیہ مضامین کی فہرست تاریخِ اشاعت اور رسالے کے نام کے ساتھ جلد ہی روانہ کر دوں گا۔ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

رئیس مجلس الادب الاسلامی بھوپال کی دو نعتیں ارسالِ خدمت ہیں یہ نعتیں رابطۂ ادب اسلامی کے مذاکرے ۲۹/مارچ ۲۰۰۳ء بھوپال میں پڑھی گئی تھیں۔''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں شائع فرما دیں۔

والسلام
یحییٰ نشیط

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۶، ص۵۵۔۱۷
۲۔ ایضاً، ص۸۶۔۱۰۳

11-12-2003

برادرِ محترم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ.

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

برادر ظہیر غازی پوری صاحب کے توسط سے روانہ کیا ہوا خط ملا۔ پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔

ہاں! سجاد حیدر صاحب میرے مضامین نہایت اہتمام سے شائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان مضامین کو وہاں پذیرائی حاصل ہے۔ آپ کا اس پر خوش ہونا میرے لیے سعادت کی بات ہے۔ اللہ کرے جود و کرم اور زیادہ۔

یہ جان کر بھی اطمینان ہوا کہ میرے دونوں مضامین آپ کو مل گئے ہیں۔ دو تین کتابیں ابھی میرے پاس آئی ہوئی ہیں۔ کٹک کے سعید رحمانی صاحب نے ''نعت ریسرچ سینٹر'' کے لیے بھیجی ہیں۔ ان شاء اللہ ایک مضمون کے ساتھ جلد ہی روانہ کردوں گا۔ کیا ''سخنور'' میں وہ مضمون چھپ گیا ہے جس میں ''نعت رنگ'' کے شماروں کا جائزہ لیا گیا تھا؟

نعت کے پندرھویں شمارے کے بعد سے تاحال شاید کوئی شمارہ شائع نہیں ہوا ہے۔ ہوسکتا آپ کے کناڈا جانے کی وجہ سے دیر ہوئی ہو۔ بہرحال! ''نعت رنگ''، ''اقلیم نعت'' اور ''نعت ریسرچ سینٹر'' آپ اکیلے چلا رہے ہیں اس لیے آپ کی محنت اور سعی پر حیرت ہوتی ہے۔ عاشقِ رسول ﷺ کا جیتا جاگتا نمونہ مجھے آپ کے سوا اور دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کے یہاں ''قول'' سے زیادہ ''عمل'' پایا جاتا ہے اور یہی اتباعِ رسول ﷺ کی دلیل بھی ہے۔ زبانی عشق کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن عمل پیرا ہونے والوں میں آپ کے جیسے کم ہیں۔

نعت رسول ﷺ پر فی الحال بین الاقوامی سطح پر جتنا کام ہورہا ہے، اس میں بڑا حصہ (تحقیق و تنقید نعت میں) پاکستان کی طرف جاتا ہے اور وہاں بھی نمایاں کام آپ کا دکھائی دیتا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ''نعت رنگ'' کو دیکھنے کے بعد نعتیہ ادب پر لکھنے کی جتنی تحریک مجھے ملی ہے اور دوسرے رسائل سے نہیں ملی۔ اسی لیے میں نے اپنے تمام نعتیہ مضامین (علاوہ موضوعاتِ نعت۔ معارفِ اعظم گڑھ) صرف ''نعت رنگ'' ہی میں شائع کروائے ہیں۔ دوسرے رسائل میں ''نعت رنگ'' کے بعد ہی شائع ہوئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ سارے مضامین کتابی صورت میں شائع

ہوجائیں تاکہ مستقبل کے لیے محفوظ ہوجائیں اور میرے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کی سند بن جائے۔ اس کا مختصر سا خاکہ آپ کے کہنے کے مطابق پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ پاکستان میں نعتیہ ادب کی سمت و رفتار

۲۔ ''نعت رنگ''...اقلیم نعت

۳۔ صبیح رحمانی کی نعت گوئی

۴۔ ''نزول'' پر ایک منظر

۵۔ اردو میں میلاد ناموں کی روایت

۶۔ اردو میں نور نامے

۷۔ شمائل رسول ﷺ اور اردو کی نعتیہ شاعری

۸۔ اردو میں معراج ناموں کی روایت

۹۔ سریش بھٹ کی مراٹھی نعت

۱۰۔ غالب کے خطوط میں عظمت رسول ﷺ

۱۱۔ جیوتی باپھلے کی مراٹھی نعت

۱۲۔ مراٹھی میں ذکر محمد ﷺ

۱۳۔ اردو میں وفات نامے

۱۴۔ قصیدہ بردہ کے اردو منظوم تراجم

۱۵۔ شمالی ہند کا پہلا معراج نامہ

۱۶۔ لوک گیتوں میں نعتیہ کلام

۱۷۔ مثنوی رسول ﷺ پر ایک نظر

۱۸۔ امین صدیقی کی نعتیہ شاعری

۱۹۔ اردو میں منظوم سیرت رسول ﷺ

۲۰۔ بلاقی کا معراج نامہ

ان مضامین کے علاوہ آپ اگر کچھ رہنمائی فرماتے ہیں اور ہدایتوں سے نوازتے ہیں تو ان شاء اللہ اس کے مطابق کتاب تیار کی جائے گی۔

اُمید کہ یہ مختصر خاکہ آپ کو پسند آئے گا۔

حلقۂ احباب میں سلام عرض کردیں۔

والسلام
یحییٰ نشیط

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

'لوک گیتوں میں نعت' اور 'مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی کا نظریۂ نعت فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں' دونوں میں زیرِ قلم ہیں۔ جلد ہی روانہ کروں گا۔ ادھر پچھلے دو سال سے درسی کتابوں کے ادارے سے جڑ جانے کی وجہ سے مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے۔ ہر مہینے کے ۱۵ دن ممبئی، پونا کے سفر میں گزر جاتے ہیں، پھر اسکول کی ذمہ داریاں۔ گھر کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوں کہ بچے انھیں پورا کر دیتے ہیں۔ '۹۲: نامِ محمد (ﷺ) یا علم الاعداد کی کرشمہ سازی' اس ہفتے میں مکمل ہوجائے گا۔ وہ ممبئی سے لوٹنے کے بعد اس ماہ کے آخر تک روانہ کردوں گا۔

پسِ نوشت میں آپ نے میرے تعلق سے جو لکھا ہے میں اس کے لیے شکرگزار ہوں۔ 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میں مولانا محترم کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اب کی بار ان کے لہجے میں سختی نہیں ہے۔ مولانا کے اس لہجے کے خطوط یقیناً ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ زیرِنظر شمارے میں مولانا کا خط پڑھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ملفوظات میں میری نظر سے گزرا تھا:

> مولانا تراب صاحب لکھنوی جنھوں نے قاضی پر حاشیہ لکھا ہے، ان کا اور مفتی سعداللہ صاحب رام پوری کا اختلاف تھا۔ مولانا تراب صاحب مولود کرتے تھے اور مفتی صاحب احتیاط کرتے تھے۔ ایک دن مولانا مولوی تراب صاحب نے کہا، کیوں صاحب ابھی تک تمھارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا، کیوں صاحب ابھی تک تمھارا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی تراب صاحب نے کہا، ہمارے فعل کا منشا صرف حضورﷺ کی محبت ہے تو مفتی صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے ترک کا منشا صرف متابعتِ حضورﷺ ہے۔ اس پر مولوی تراب صاحب نے کہا بس تو ان شاء اللہ ہم دونوں ناجی ہیں۔

پہلے اس قسم کا اختلاف ہوا کرتا تھا۔ کاش علماے کرام فتوے بازی کو چھوڑ کر اُمت میں اتحاد کی جانب توجہ دیں۔ پچھلے سال اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے گھر کے حج کی سعادت عطا فرمائی۔ ناگ پور سے جہاز تھا۔ نکلنے کی صبح میں زائرین کو پمفلٹ دیے گئے اور مساجد میں بھی چسپاں کیے گئے کہ امامِ حرم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مکے کی قیام گاہ میں اس فتوے پر عمل کرنے والے بھی تھے جو کمرے ہی میں نماز ادا کرتے لیکن خادمِ حرم سے جو کھانا ملتا، اسے شوق سے کھاتے، میں نے ازراہِ مذاق ایک حاجی سے پوچھ لیا۔ جناب خادمِ حرم کا مال جائز لیکن امامِ حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، یہ کیا منطق ہے۔ وہ صاحب بھی مولوی تھے مگر خاموش رہ گئے۔

اُمت میں توڑ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ آج سارے عالم میں ہماری ہوا اکھڑ گئی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہونا ہے ہمیں؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

یحییٰ نشیط

25-04-2005

برادرِ محترم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

درسی کتاب کی تیاری میں، میں سال گزشتہ سے کافی مصروف ہوں۔ اس لیے مضامین لکھنے میں دیر ہوجاتی ہے۔

حسب الحکم اب ''فتاویٰ رضویہ اور نعت کا موضوع'' [۱] پر مقالہ روانہ کر رہا ہوں۔ شاید کہ پسند آجائے۔ اس سے قبل ایک مضمون کالی داس گپتا رضا کی نعتیہ شاعری[۲] پر روانہ کرچکا ہوں۔ شاید کہ مل گیا ہوگا۔

ایک مضمون ۹۲ءعلم جفر کی روشنی میں جلد ہی رونہ کر دوں گا۔ رانچی (جھارکھنڈ) بھارت کے رشید اختر خان صاحب ''نعت رنگ'' میں مضامین لکھا کرتے ہیں۔ انھیں ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ اور ۱۶ کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ میں نے اپنے پاس سے دونوں شمارے انھیں روانہ کردیے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کو اب یہاں اہمیت دی جانے لگی ہے۔ قارئین اکثر مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے۔

میرے پاس دو افراد نے ڈیڑھ ڈیڑھ سو، تین سو روپے رسالہ کے زرِ سالانہ کے طور پر جمع کیے ہیں، وہ ان شاء اللہ بذریعہ ڈرافٹ ایک دو دنوں میں آپ کو روانہ کردوں گا۔ شمارہ ۱۸ سے دو زائد کاپیاں میرے پتا پر روانہ کردیں۔ ہوسکے تو ۱۲ اور ۱۶ نمبر کے شمارے میرے لیے روانہ فرما دیں نوازش ہوگی۔

آپ کی دعوت سر آنکھوں پر۔ نعت پر کوئی ایک سیمینار ترتیب دے دیں اور خاکسار کے نام دعوت نامہ بھیج دیں تو ویزا کے لیے کوشش کی جاسکتی ہے۔ باقی حالات الحمدللہ اچھے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان ایسے ہی خوش گوار تعلقات ہمیشہ ہمیشہ بنے رہیں اور دوستی و بھائی چارگی کو بڑھاوا ملتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔ نور احمد میرٹھی، کشفی صاحب، ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب اور دیگر احباب سے بشرطِ ملاقات سلام عرض کردیں۔ آئندہ ڈاک میں ان احباب کے لیے میں اپنی کتابیں روانہ کر رہا ہوں۔

والسلام

یحییٰ نشیط

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۸، ص ۵۶۱۔۵۷۹

۲۔ ایضاً، ش ۱۹، ص ۴۰۹۔۴۱۶

07-09-2006

برادرِ عزیز! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاۃ۔

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

کل مکہ مکرمہ کے عنوان پر آپ کا نغمہ آپ کی زبانی سنا دیکھا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اسی سے تحریک پا کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

''نعت رنگ'' کا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ نمبر شمارہ نمبر۱۸ دست یاب ہوا۔ کافی ضخیم نمبر ہے اور اعلیٰ حضرتؒ کی نعتیہ خدمات کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے دیے ہوئے موضوع پر میرا مضمون پورے نمبر کے مشمولات سے ایک دم مختلف ہے۔ پتا نہیں قارئین ''نعت رنگ'' نے اسے پسند کیا بھی یا نہیں۔ مولانا کوکب نورانی صاحب کو شاید میرے بعض خیالات سے اتفاق نہ ہو مگر میں نے اعلیٰ حضرتؒ کے فتاویٰ کی ۱۲ ضخیم جلدوں کے لفظ لفظ کو

پڑھ کر یہ مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ فتاویٰ کی دیگر کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ کوشش اس بات کی کی گئی کہ کوئی گوشہ تشنہ نہ رہنے پائے اور کوئی پہلو بے دلیل نہ رہ جائے۔

اپریل میں حیدرآباد میں بھی جشن نعت کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ کل ہند پیمانے پر ایک سیمینار بھی رکھا گیا تھا جس میں محترم پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ بھی تشریف لائے تھے۔ تین روزہ سیمینار کامیاب رہا۔ سالارِ جنگ میموزیم کے آڈیٹوریم میں سیمینار رکھا گیا تھا۔ سامعین بھی کافی تعداد میں حاضر تھے اور نہایت انہماک سے سن رہے تھے۔

میں نے منتظمین سے پروگرام کی رپورٹ طلب کی تھی، مگر شاید وہ لوگ رپورٹ تیار نہ کر سکے۔ دورانِ جلسہ میری طبیعت جو خراب ہوئی تو پھر کم و بیش ایک مہینے تک لکھنے پڑھنے سے معذور رہا۔ نقاہت بڑھ جانے کی وجہ سے سفر بھی دشوار ہو گیا تھا۔

اب اللہ کا کرم ہے۔ اب کی بار شاید رسالے کے لیے کوئی مضمون نہ بھیج سکا۔ ’’السیرۃ‘‘ کے مدیر[۱] بھی تقاضا کر رہے ہیں۔ درسی کتابوں کی تیاری مضامین سپردِ قلم کرنے میں مانع ہو رہی ہے۔ تین چار مضامین ادھورے پڑے ہیں۔

میرے دوست جناب سلیم شہزاد صاحب قلم ادیب اور نقاد ہیں۔ تاحال ان کی دس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اصطلاحات غالب پر ان کی ضخیم فرہنگ جلد ہی شائع ہونے والی ہے۔ جدید لب و لہجے کے شاعر ہیں۔ ’’کشفیہ‘‘[۲] ان کی ’’حمد و نعت و مناجات‘‘ کا مجموعہ بٹر پیپر پر مسودے کی شکل میں تیار ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ یہ اقلیم نعت کے تحت شائع ہو۔ آپ کی رائے کا انھیں انتظار ہے۔

نعت ریسرچ سینٹر کیا ابھی فعال نہیں ہوا؟ ابھی تک اس سینٹر میں جمع شدہ کتابوں میں میری کتاب ’’اردو میں حمد و مناجات‘‘ کا ذکر نہیں۔ کیا فضلی برادرز نے اس ادارے کے لیے یہ کتاب نہیں دی۔

الحمدللہ! اس بار دو ریسرچ اسکالر میری نگرانی میں (۱) اردو میں معراج ناموں کی روایت اور (۲) اردو میں منظوم سیرت نگاری، پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ قدیم و جدید دونوں دور کے شعرا کی تخلیقات پر یہ کام ہو رہا ہے۔ نعتیہ شاعری میں اب اس طرح کے مختلف موضوعات پر کام کی ضرورت ہے تاکہ ہر موضوع کے مختلف گوشے سامنے آجائیں۔

نعت ریسرچ سینٹر کے پروگراموں کی روداد کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اعلیٰ حضرت نمبر ہندوستان میں حاصل کرنے کی کیا سبیل ہے؟ چند احباب نے اسے خریدنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

باقی حالات قابلِ شکر ہیں۔

والسلام
یحیٰی نشیط

ا۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن (پ: ۱۹۷۷ء)، معروف محقق و سیرت نگار، مدیر : ماہنامہ ''تعمیر افکار'' (کراچی)، نائب مدیر: ششماہی ''السیرہ عالمی'' (کراچی)، متعدد کتابوں کے مصنف ومولف، چند کتب کے نام: ''تعمیرِ شخصیت و فلاحِ انسانیت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں''، ''استحکامِ پاکستان سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں''، ''موسیقی کی حقیقت''، ''سوغاتِ مجددی''، ''اقوالِ زواریہ''، ''تاریخ خط و خطاطین''، ''حدود آرڈیننس''، ''عمدۃ السلوک''، ''صراطِ مستقیم''، ''اذکارِ سیرت''، نبی رحمت و شفقت ﷺ''، ''خطابتِ نبوی ﷺ'' ، ''تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل''۔

22-06-2007

برادرِم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاۃ۔

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

حسب وعدہ ایک اچھوتا مضمون ''لوک گیتوں میں ذکر رسول ﷺ'' [ا]ارسالِ خدمت ہے۔ مضمون خاص طویل ہوگیا ہے لیکن مکمل ہے۔ شاید کہ پسند آ جائے۔

آپ نے ایک آدھ مہینے میں بھیجنے کا کہا تھا اس لیے بہ عجلت مضمون تیار کرنا پڑا جس کی وجہ سے بعض علاقوں کے لوک گیت دست رس سیباہر رہے اور اس میں شامل نہ ہوسکے۔

محترم سلیم شہزاد کا مضمون بھی ساتھ میں ہے۔ سلیم شہزاد خود اچھے شاعر ہیں اور بھارت کے اچھے ناقدین ادب میں ان کا شمار ہوتا ہے۔لغت نویسی میں بھی یہ اچھا درک رکھتے ہیں۔ ''فرہنگ ادبیات'' اور ایک درسی نعت پر یہ کام کرچکے ہیں اور ''فرہنگ غالب'' زیرِطبع ہے۔ جدید شاعری اور افسانوی ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ نقدفن میں بے مروّتی ان کا شعار ہے۔

خیر یہ دونوں مضامین پسند آ جانے پر قریبی اشاعت میں شامل کرلیں۔

''لوک گیتوں میں ذکر رسول ﷺ'' ادارتی نوٹ کے ساتھ ''نعت رنگ'' میں شامل کرلیا جائے تو کرم ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۹ تاحال مجھے نہیں مل سکا۔ نعت ریسرچ سینٹر کیسا چل رہا ہے۔ اب تک اس سینٹر سے کون کون سے مقالے شائع ہوئے۔ کون سی سرگرمیاں/ مذاکرے سیمینار اب

تک ہوئے۔ وغیرہ کی تفصیلات اگر ''نعت رنگ'' میں آتی رہیں تو قارئین کی معلومات میں اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں۔

باقی حالات قابل شکر ہیں۔

پس نوشت: میں یہ جاننے کا خواہش مند ہوں کہ جناب سلیم شہزاد کی کتاب فی الوقت کس مرحلے میں ہے؟

والسلام

یحییٰ نشیط

ا۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۲۰، ص ۸۲۔۱۰۹

05-04-2010

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۱ دست یاب ہوا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے تمام مشمولات معیاری ہیں۔ ان میں مدحت رسول ﷺ کی گل کاری سے ''نعت رنگ'' کا ہر صفحہ مہک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس حسنِ عمل کو شرفِ قبولیت عطا کرے اور عشقِ نبی ﷺ کی اس رحمانی سنت کو سارے عالم میں پھیلنے کا ذریعہ ''نعت رنگ'' کے ورق ورق کو بنائے۔ آمین یاربّ العالمین۔

گزشتہ دو شماروں سے میرے نام میں لفظ محمد کا اضافہ سہواً کیا جارہا ہے۔ میرا نام تو سیّد یحییٰ نشیط ہی ہے اور میں ہمیشہ اسی طرح لکھتا ہوں مگر اب ''نعت رنگ'' میں سیّد محمد یحییٰ نشیط لکھا جارہا ہے۔ اُمید کہ آئندہ میرے نام میں اصلاح کرلی جائے گی۔

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے امرناتھ سیڈھا شوقؔ اور چرن سرن نازمانک پوری کی تصنیف کردہ دو منظوم سیرتوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ابھی حال ہی میں جناب چندر بھان خیال قومی کونسل برائے فروغ اردو دہلی نے بھی آپ کی سیرت کو منظوم کیا ہے۔ ہندی زبان و رسم خط میں بھی دہلی ہی سے ایک منظوم سیرت مشہور ہندی شاعر نے شائع کی ہے۔

میرے بھائی نعت ریسرچ سینٹر کراچی میں نعتیہ ادب پر تحقیقی کام ہونے لگا ہے اس خبر سے دل خوش ہوگیا۔ برصغیر میں ایک ادارہ تو ایسا قائم ہے جہاں خالصتاً تقدیسی ادب پر تحقیق ہوتی ہے۔ اللہ

اسے نظرِبد سے بچائے آپ کی دُھن، لگن اور محنت کو اللہ ربّ العزت نے قبول کرلیا ہے۔ اسی لیے ادارے میں استحکام پیدا ہوا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری''[ا] پر ایک تفصیلی مضمون ارسال کر رہا ہوں۔ امریکا کے شعرا کی نعتیہ خدمات پر معلومات بعد میں حاصل ہوئی، اس لیے ''پس نوشت'' کے تحت اسے مضمون میں شامل کرلیا گیا ہے۔

سلیم شہزاد نے بھی عرصہ ہوا اپنا نعتیہ کلام بٹر پیپر پر لکھ کر روانہ کردیا تھا۔ پتا نہیں اس کی اشاعت میں کیوں تاخیر ہورہی ہے۔

والسلام

یحییٰ نشیط

ا۔ ''دیارِ مغرب کے نعت گو شعرا میں صفوتؔ علی کا مقام''، مشمولہ: نعت رنگ، شمارہ ۲۳، ص ۳۵۲۔۳۶۳

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ''نعت رنگ'' کے تینوں شمارے (۱۲، ۱۳، ۱۴) ''سفیرِ نعت'' کے دو شمارے، ''نعت'' لاہور کے دو شمارے اور دیگر کتابیں دست یاب ہوئیں۔ صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے تیرھویں شمارے کے انتساب میں آپ نے خاکسار کا نام بھی داخل کر دیا۔ اس کے لیے بھی شکر گزار ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے دونوں شماروں کی مشمولات بہت معیاری ہیں۔ راجا رشید محمود کا مضمون نعت میں ذکر میلاد سرکار ﷺ ۵۲۲ کتب کے حوالے سے قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ عنوان تفصیل میں ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔ پھر بھی راجا رشید محمود نے نہایت اجمال سے کام لے کر اس مضمون کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہند کی جامعات میں دو جگہ تو ''میلاد ناموں'' پر پی ایچ ڈی کے لیے مقالات لکھے جاچکے ہیں۔ بہرحال! راجا رشید محمود کو میری جانب سے مبارک باد دیجیے۔ ایسا ہی ایک مضمون ''اسم محمد ﷺ ...نعت کے آئینے میں'' بھی پسند آیا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے مضمون تیار کرنے میں عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' شارق جمال صاحب کا ایک اچھا مضمون ہے۔ اس میں محترم ظہیر غازی پوری کا مکمل اصولی دفاع ہے۔ ایک بات نہایت ادب سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بزرگوں

کی فنی خطاؤں کی نشان دہی کو بزرگوں کی توہین سے تعبیر نہ کیا جائے۔ظہیر غازی صاحب نے مضمون کیا لکھا کہ برصغیر کے چند اہل قلم ان پر ٹوٹ پڑے۔ظہیر غازی پوری ایک اچھے ادیب،کہنہ مشق شاعر، ناقد ومحقق ہیں۔ نہ وہ نقص نکالتے ہیں نہ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہاں! فنی اسقام کی نشاندہی کرنا نکتہ چینی کرنا نہیں ہوتا نہ یہ تنقیص کے دائرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ امت میں بگاڑ کی ایک وجہ بزرگوں کوغلطیوں سے بالاتر سمجھنا بھی رہی ہے۔''خطائے بزرگاں گرفتن خطا است'' یہ محاورہ اسی رجحان کا عکاس ہے۔ شارق جمال فی الوقت برصغیر کے چند ماہرین عروض میں گنے جاتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی صدر معلم مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے تحقیقی مقالے کا زبردست جائزہ لیا ہے۔محترم صدرالحسن ندوی بڑے محنتی استاذ ہیں۔ مطالعہ کا شوق و انہماک قابل رشک ہے۔ترجمہ نگاری میں انھیں یہ طولیٰ حاصل ہے۔عربی کی کئی کتابوں کا انھوں نے اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی اور ڈاکٹر سیّد طلحہ رضوی برق کے مضامین بھی اچھے ہیں۔

جہاں تک خطوط کا تعلق ہے تو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کا خط سب سے طویل ہے۔ اس میں علامہ نے جہاں اوروں کے متعلق لکھا ہے وہاں خاکسار کی تحریر پر بھی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ''(میں نے) اپنی اس تحریر میں کم فہمی کی وجہ سے مولانا فضل حق خیر آبادیؒ پر غلط الزام لگایا ہے۔'' تو اس تعلق سے عرض ہے کہ''امتناع النظیر خاتم النّبیین'' کے مسئلہ کو میں سیّد اسماعیل شہیدؒ کے حوالے سے خوب جانتا ہوں۔لیکن میں نے اپنے مضمون میں مولانا الطاف حسین حالی کی ''یادگارِ غالب'' علی گڑھ ایڈیشن ص۷۲ تا ۷۴ کے اقتباس ہی کے حوالے سے اس مسئلہ کے متعلق غالب کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے غالب کے متعلق ''امتناع النظیر'' کے ضمن میں جو باتیں لکھی ہیں حالی نے مجھ سے زیادہ دفاع یادگار غالب میں کیا ہے۔''عظمت رسول ﷺ میں توہین الہٰ'' اس وقت اس مسئلہ کو سید اسماعیل شہیدؒ نے سمجھا تھا۔ اس لیے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ اب نہ اسماعیل شہیدؒ زندہ ہیں نہ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ۔ اس لیے اب اس مسئلے کو الجھانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔ رہا علمی بحث کا تعلق تو حضرت علامہ سے دست بستہ عرض ہے کہ ان مباحث سے نہ تو امت کو کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ ایمانی قوت میں اضافہ۔ آج عالمی سطح پر امت جس پرآشوب حالت سے گزر رہی ہے۔ اس کا مقتضیٰ تو باہمی اتفاق ہے نہ کہ انفصال۔ میں ایک بار پھر عرض کر دوں کہ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور غالب کے متعلق جو باتیں بھی میرے مضمون میں آئی ہیں یادگار غالب ہی ان کا ماخذ ہے۔

پروفیسر قیصر نجفی نے میرے آزاد منظوم ترجمہ کو تاثر سے عاری قرار دیا ہے۔ یقیناً میرے اس ترجمے میں صرف جیو تابا پھلے کے خیالات ہی کو اصلی حالت میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس میں شاعرانہ خیال آرائی یا اثر آفرینی کا متعلق خیال نہیں رکھا گیا۔ میں نے مضمون میں اس کی وضاحت کر دی تھی۔ البتہ نجفی صاحب نے میرے مضمون ''عظمتِ رسول ﷺ خطوطِ غالب میں'' کو سراہا ہے اس کے لیے ان کا شکریہ ادا کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

''نعت ریسرچ سینٹر'' کا اشتہار مولانا ملک الظفر سہسرامی کو بھجوا دیا گیا اور اسباق (ماہنامہ پونا) اور انشاء (کلکتہ) کو بھی اس کی زیروکس بھجوا چکا ہوں۔ ''معراج نامہ بلاقیؔ'' کا تحقیقی جائزہ جلد ہی روانہ کر دوں گا۔ آپ کے جواب سے مجھے بڑی راحت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ نعت ریسرچ سینٹر کو موصول ہونے والی کتابوں کی فہرست میں میری کتاب کا ذکر نہیں۔ کیا فضلی سنز نے آپ کو یہ کتاب نہیں دی؟

یحییٰ نشیط

یعقوب اعوان، محمد (پشاور)

23-01-2004

محترم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہ!

مزاج گرامی مع دوست احباب بزرگ اور اہل خانہ رب کریم سے نبی پاک ﷺ کے صدقے ہر دو اطراف کے بخیر مطلوب۔

عرض ہے کہ گرامی نامی نظر نواز ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔

آپ کو پشتو کی مندرجہ ذیل نعتیہ کتب ارسال کر رہا ہوں۔

اگر آپ نے قبول فرما لیں تو میرے لیے سعادت کا باعث ہوگا۔

۱۔ خوابزۂ نعتونہ، مرتبہ: فقیر محمد عباس قادریہ، تاریخ اشاعت: ۱۴راگست ۱۹۷۷ء

اس میں مختلف نعات حضرات کی نعتیں ہیں جس میں ان کی اپنی نعتیں بھی شامل ہیں۔ رحمان باباؒ، خوش حال خان خٹک سے لے کر ۱۹۷۷ء تک کے بقید حیات شعرا کا کلام درج ہے جو اُن کے فرمانے کے مطابق گھر گھر پھر کر انھوں نے پورے صوبے سے حاصل کیا۔ نیز قصیدۂ بردہ شریف کا منظوم

پشتو ترجمہ بھی (چند اشعار) از محبّ الدین شامل ہیں۔ص۱۶۷۔۱۶۸

اس کتاب میں ۱۵۴/نعتیں ہیں۔ مرد شعرا + خواتین شعرا

۲۔ خکلی نعقونہ، مرتبہ :فقیر محمد عباس قادریہ، دینی مدرسہ حجرہ بہادر خان مرحوم، تاریخ اشاعت اوّل، یکم نومبر ۱۹۷۷ء، کندے محمد زی کملے رقم چارسدہ (اشاعت دوم یکم نومبر ۱۹۷۹ء) علاقہ پشنگر ضلع پشاور صوبہ سرحد۔ اس میں نئے اور پُرانے ۱۳۰/نعات حضرات کا کلام ہے۔(مرد، خواتین شاعرات)

۳۔ دنعقونہ گل دستہ (نعتیہ دیوان) شاعر عبداللہ استاد نوشہرہ،صوبہ سرحد۔ اس میں ۴۸/نعتیں شامل ہیں۔ حال ہی میں شائع ہوئی ہے مگر تاریخ اشاعت درج نہیں۔

۴۔ گل دستہ حجاز (نعقونہ)(دیوان) شاکر فضل الرحمٰن فیضان سوات صوبہ سرحد، اس میں ۸۷/نعتیں ہیں۔

۵۔ دنعقونہ مجموعہ(دیوان) احسان اللہ مضطر، مانکی کلی تحصیل صوابی، ضلع مردان، صوبہ سرحد (حال ہی میں شائع ہوئی ہے) اس میں حمد = ۱، نعت =۱۴، تاریخ اشاعت درج نہیں۔

یہ تو آپ کے لیے حاضر ہیں۔

اب اپنی بات کرتا ہوں۔ میں اپنے خاندان میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو زندگی کے آخری ایام میں ہیں۔ آپ کے شائع شدہ ''نعت رنگ'' کے ۱۹/شمارے ایک نہایت نیک نفس انسان محترم ایم رشید وارثی صاحب کے ذریعے مل چکے ہیں اور آگے بھی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور نبی پاک ﷺ کے صدقے وہ بھجواتے رہیں گے اور یہی میرا اثاثہ ہے جس پر زندہ ہوں۔

نوٹ : دونوں شہ پارے'' نعت کی تخلیقی سچائیاں'' اور'' نعت اور آدابِ نعت'' حاصل کر چکا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

فقط سب خیریت و دعا گو

محمد یعقوب اعوان

05-01-2004

محترم صبیح رحمانی صاحب! السلام علیکم!

عرض ہے کہ چند ماہ قبل آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر پشتو نعتیں مل جائیں تو ترجمہ کے ساتھ ارسال کردوں۔

میں نے پشتو نعتوں کی کتاب حاصل کرلی ہے جس میں مختلف پشتو نعتیں ہیں اور نعات حضرات بھی مختلف ہیں۔

۱۔ آپ کو کتنی پشتو نعتیں چاہییں۔ مع ترجمہ اردو؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

۲۔ کیا عام کاغذ پر ہوں یا کسی خاص عریضہ پر تحریر کر کے آپ کو بھجواؤں؟

۳۔ ''نعت رنگ'' نمبر۱۵ تو ایم رشید وارثی صاحب کے ذریعے تو مل چکی ہے مگر ''نعت رنگ'' نمبر۱۶ کا انتظار ہے۔ کب تک شائع ہوگی؟ جواب سے اگر مطلع فرما دیں تو وقت پر ہدیہ ارسال کر کے حاصل کرسکوں گا۔ نمبر۱۵ جولائی ۲۰۰۵ء میں ملی تھی اب تو نمبر۱۶ کو شائع ہوجانا چاہیے۔ ۷ ماہ گزر گئے ہیں۔

والسلام

محمد یعقوب اعوان

یونس اگاسکر، ڈاکٹر (انڈیا)

12-04-1998

محترمی صبیح رحمانی صاحب!

سلام و رحمت!

برادر مشفق و مہربان سیّد معراج جامی، مدیر ''سفیر اردو'' کے توسط سے ''نعت رنگ'' کی پانچویں کتاب باصرہ نواز و بصیرت افروز ہوئی۔ شکریہ ''نقش اوّل'' میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک مقام پر ٹھہرنے یا دائرے میں چکر لگانے کے بجائے ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کی حقیقت کا مظہر ہے۔ خطوط کی تعداد اور دنیا کے چاروں کھونٹ سے آنے والے مکاتیب کے معیار و مزاج کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کی ایک واضح اور مستحکم برادری بن گئی ہے۔ جو رسولِ برحق کی محبت وعقیدت کے اٹوٹ رشتے میں بندھی ہوئی ہے۔ خدا کرے یہ مبارک سلسلہ دراز تر ہو اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی یگانگت اور بھائی چارے کا سبب ہو۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر'' اس صنف سخن کی وسعتوں کا بخوبی احاطہ کرتا ہے۔ اُن کا درج کردہ نسیم صدیقی کا یہ شعر:

حضور! ایک ہی مصرع یہ ہوسکا موزوں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

اپنے ہم وطن شاعر مرحوم ظریف نظام پوری کا ایک شعر جو انھوں نے عیدمیلادالنبی ﷺ کے موقع پر منعقدہ ایک مشاعرے میں بھیونڈی میں پڑھا تھا، یاد آ گیا، یہ شعر میں نے لڑکپن میں سنا تھا:

میں اور مجالِ شعر رسالت مآب پر
شبنم دھری نہ جانے کفِ آفتاب پر

ہند و پاک کے کم معروف شعرا کے کلام میں بھی نعتیہ شاعری کے عمدہ نمونے مل سکتے ہیں، بشرطے کہ مختلف علاقوں کے اہلِ قلم اس سلسلے میں چھان پھٹک کریں یا اپنی یادوں کو تازہ کریں۔

''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' پر رشید وارثی نے بڑے مدلل انداز میں بحث کی ہے۔ خصوصاً قرآن میں لفظ یثرب کے واحد استعمال کو جواز بنانے والوں کو حضرت موسیٰ کو دیے گئے معجزات کو ''سحر مبین'' کہنے والے فرعون کے درباریوں کا حوالہ دے کر انھوں نے بخوبی قائل کردیا ہے۔

''غیرمسلموں کی نعتیہ شاعری: کچھ نئے آفاق'' میں نور احمد میرٹھی نے مراٹھی کے نعت شاعروں تکارام (پ ۱۶۰۸ء) اور تکڑوجی مہاراج (پ۱۹۰۹ء) کی مراٹھی شاعری میں آں حضور کے ذکر مبارک کی مثالیں پیش کرکے چونکا دیا۔ موجودہ دور میں امرواتی کے مراٹھی شاعر سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت بہت مشہور ہوئی جس کے ایک سے زیادہ اردو ترجمے بھی ملتے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

دعاگو
یونس اگاسکر

☆پروفیسر ڈاکٹر یونس اگاسکر(پ: ۱۹۴۵ء)، مصنف، محقق، نقاد، مدیر: ''ترسیل''، ممبئی، سابق صدر: شعبۂ اردو و گرودیو، ممبئی یونیورسٹی، کتب: ''اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''تلاشِ فن''، ''فکروفن اور فکشن''، ''مراٹھی ادب کا مطالعہ''، ''Arabic for everyday use''

کتابیات

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد۱)،۲۰۰۹ء، لاہور: دانش گاہ پنجاب

۲۔ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ/ ڈاکٹر عزیز احسن،۲۰۱۳ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول،۶۴۰ص

۳۔ اشاریۂ نعت رنگ/ محمد سہیل شفیق، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول،۲۷۲ص

۴۔ اقبالیاتی مکاتیب (جلد اول)/ ڈاکٹر خالد ندیم،۲۰۱۲ء، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۹۶ص

۵۔ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا/ سید قاسم محمود، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۹۸ء، کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن، ۹۸۵ص

۶۔ ''اوج'' (نعت نمبر۔۱)/ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی،۹۲۔۱۹۹۳ء، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ، ۲۰۷ص

۷۔ ''اوج'' (نعت نمبر۔۲)/ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی،۹۲۔۱۹۹۳ء، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ، ۳۶۷ص

۸۔ اہل قلم ڈائریکٹری/ علی یاسر، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، بار اول،۳۰۴ص

۹۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد اول)/ سید محمد قاسم، اگست ۱۹۹۳ء، کراچی:ہارون اکیڈمی، ۳۶۸ص

۱۰۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد دوم)/ سید محمد قاسم، اگست ۲۰۰۷ء، کراچی: حرا فاؤنڈیشن پاکستان، ۴۱۶ص

۱۱۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد سوم)/ سید محمد قاسم، ۲۰۱۰ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۶۸۸ص

۱۲۔ پیمانۂ غزل (جلد اول) / محمد شمس الحق، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، بار اول،۴۴۰ص

۱۳۔ پیمانۂ غزل (جلد دوم) / محمد شمس الحق، ۲۰۰۹ء، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، بار اول،۴۷۴ص

۱۴۔ چکوال میں نعت گوئی/ عابد منہاس،۲۰۰۸ء، چکوال: کشمیر پبلی کیشنز،۴۴۴ص

۱۵۔شاعرانِ نعت/ راجا رشید محمود،۲۰۰۲ء، لاہور: مدنی گرافکس، ۹۶ص

۱۶۔ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا (جلد اول و دوم)/ سید قاسم محمود،اکتوبر ۲۰۰۵ء، لاہور: الفیصل، ۱۶۱۶ص

۱۷۔ششماہی ''تحقیق'' (مکتوبات نمبر۱)، مدیر: ڈاکٹر سید اقبال جاوید، جنوری۔ جون ۲۰۱۲ء، جامشورو: شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۹۰۸ص

۱۸۔شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری/ محمد سلیم چودھری، ۱۹۹۶ء، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۳۳۶ص

عصر حاضر کے نعت گو(جلد اول ، دوم)/ گوہر ملسیانی،۲۰۱۳ء،طبع ثانی، لاہور: کتاب سرائے، ۲۷۶، ۳۴۰ص

۱۹۔ فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر/ محمد طاہر قریشی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۳۸۷ص

۲۰۔ فہرست کتب نعت لائبریری شاہدرہ/ چودھری محمد یوسف ورک قادری، ۲۰۰۶ء (طبع دوم)، لاہور: نعت پبلی کیشنز، ۲۵۱ص

۲۱۔ کتابی سلسلہ ''نعت رنگ''، (شمارہ ۱۔۲۴)، مدیر: سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی

۲۲۔ گفتنی (دوم)/ سلطانہ مہرؔ، ۲۰۰۴ء، لاس اینجلس: مہر بک فاؤنڈیشن، ۵۶۶ص

۲۳۔ مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی، ۲۰۰۸ء، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، ۳۱۶ص

۲۴۔ مکاتیبِ آرزو بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی/ ڈاکٹر ارشد محمود ناشادؔ، ۲۰۱۴ء، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، بار اول، ۱۷۴ص

۲۵۔ مہکا مہکا حرف حرف/ قمر وارثی، ۱۹۹۹ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۳۲۰ص

۲۶۔ نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ/ پروفیسر شفقت رضوی، ۲۰۰۴ء، کراچی: مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)، ۴۳۲ص

۲۷۔ نعت کی بہاریں/ طاہر حسین طاہر سلطانی، ۲۰۱۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۶۲۴ص

۲۸۔ نعت گویانِ سرگودھا/ شاکر کنڈان، ۲۰۰۶ء، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب پاکستان، ۶۸۷ص

۲۹۔ وفیاتِ اہلِ قلم/ ڈاکٹر منیر احمد سلیچ، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، بار اول، ۶۷۵ص

شخصیات کا اشاریہ

زیرِنظر اشاریہ مکتوب نگاران اورصرف ان شخصیات کے ناموں پر مشتمل ہے جن کا مختصر تعارف مکاتیب کے ذیل میں دیا گیا ہے۔